خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2020ء

جلد 18

خطبات مسرور

(جلد18)

Khutbat-e-Masroor – Volume 18 (Urdu)

A collection of Friday Sermons delivered by
Hazrat Mirza Masroor Ahmad Khalifatul-Masih V [aba]
in 2020

First published in the UK in 2023

© Islam International Publications Limited

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed at:

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-205-6 (set vol. 13-20)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقت کی آواز

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:"خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے...... اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔"("الفرقان" مئی، جون 1967ء صفحہ 37)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی، اس خدائے رب رحمٰن کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ہمیں ایک خلیفہ عطا کیا جو ہمارے لئے درد رکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں ہم اپنے اس پیار کرنے والے کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہیں وہاں ہم خدا کے اس خلیفہ کی آواز کو سنیں، اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ اس کی آواز کو سننا باعثِ ثواب اور اس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہے، زمانے کی ضرورت کے مطابق خدا کی خاص رہنمائی کے تابع یہ بندہ بولتا ہے۔ خدائی تقدیروں کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے وہ دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ الٰہی تائیدات ونصرت اس کے شاملِ حال ہوتی ہے اور خدائی صفات اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ خطباتِ مسرور کی اس جلد میں ہم اس امام ہمام کی قیمتی اور زریں نصائح ملاحظہ کر سکیں گے۔

اس جلد میں اخلاقی، روحانی تربیت اور ان کے علمی و عملی معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے بہترین نصائح پر مشتمل تفصیلی رہنمائی پائیں گے۔ نئے سال کی مبارک باد دیتے ہوئے ہمارے پیارے امام نے ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ سال کے بابرکت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سال کو اس طرح بابرکت فرمائے کہ دنیا کی حکومتیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے دنیا کو تباہی کی طرف نہ لے جائیں بلکہ دنیا میں امن اور انصاف قائم کرنے والی ہوں۔ مسلمان ممالک آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جُڑ کر

آنحضرت ﷺ کا جھنڈا دنیا میں لہرانے میں مددگار بنیں۔ نئے سال کی حقیقی مبارک باد ہم پر جو ذمہ داری ڈال رہی ہے اس کا بڑے چھوٹے، مرد عورت ہر احمدی کو احساس ہونا چاہیے اور اس کے لیے اپنی تمام کوششوں اور صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہیے۔ اپنی دعاؤں اور خدا تعالیٰ سے تعلق میں ایک خاص کیفیت پیدا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔

اس جلد میں وقف جدید اور تحریک جدید کے سالوں کے بابرکت اختتام اور سالِ نو کے اعلان کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلصین جماعت احمدیہ کی مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ بھی ہے۔ یوم مصلح موعودؓ کے حوالہ سے بیان فرمایا کہ یہ دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیدائش کی یاد میں نہیں منایا جاتا بلکہ اسلام کی سچائی اور برتری ثابت کرنے والی ایک پیش گوئی کے پورا ہونے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ مختلف مقامات پر قرآن کریم کی تفسیر، احادیث مبارکہ نبویہ کی تشریح اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کا پاکیزہ معطر تذکرہ بھی ہے۔ اور خاص طور پر جنگ بدر میں شامل ہونے والے عشق وفا کے پیکر جاں نثار صحابہؓ کی سیرت وسوانح کا مسلسل بیان ہے۔ جو کسی بھی خلیفہ کی جانب سے اتنی تفصیل کے ساتھ پہلی بار ہو رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو بھی پورا کرنے والا ہے کہ **"جنگِ بدر کا قصہ مت بھولو"**

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس سیرت وسوانح کے تذکرہ میں تاریخ اسلام کی صدیوں سے الجھی ہوئی گتھیوں کو خدا کے اس پیارے خلیفہ نے بہت خوبصورتی سے سلجھاتے ہوئے اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔ اور اسی تناظر میں خلافت کا رفیع مقام بھی احباب جماعت کے دلوں میں جاگزیں فرمایا۔ محرّم کے حوالہ سے خلفائے راشدین کے اعلیٰ وارفع مقام و مرتبہ کا ذکر بھی ہے۔ امسال عید اور جمعہ ایک ہی دن آنے پر رہنمائی بھی فرمائی اور خود سنت وسیرت نبوی ﷺ پر عمل فرماتے ہوئے عید کی نماز بھی ادا فرمائی اور جمعہ بھی۔

یہ سال اس حوالہ سے بھی تاریخ عالم میں یادرکھا جائے گا کہ ایک بہت ہی خوفناک عالمی وبا کا اس میں ظہور ہوا۔ جس کو COVID-19 کا نام دیا گیا۔ کرونا کی اس وبا نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا

اور ایک عجیب و غریب خوف میں مبتلا کر دیا۔ ایسے میں خدا کے اس نمائندہ نے ہر احمدی اور دنیا بھر میں بسنے والی انسانیت کی خاطر خود بھی دعائیں کیں، دعاؤں کی مسلسل تحریک بھی فرمائی۔ نصائح اور احتیاطی تدابیر کے ساتھ رہنمائی بھی فرمائی۔ اور سب سے اہم امر یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ایک وقت ایسا آیا کہ ملکی و بین الاقوامی لاک ڈاؤن کے پیش نظر جہاں سارے کاروبار اور اجتماعات بند کر دئے گئے تو مساجد بھی اس زد میں آئیں اور شاید پہلی بار ہوا ہو گا کہ کیا روزانہ کی پنجوقتہ نمازیں اور جمعے اور نماز عیدین سب گھروں میں ہی ادا کئے جانے لگیں۔ لیکن وارے جائیں ہم اپنے رحمن ورحیم وکریم خدا کے کہ جس نے خلافت کی نعمت سے ہمیں نوازا اور کتنا پیار کرنے والا جری اور شجاع امام ہے ہمارا کہ جس نے ایسے وقت میں بھی ہمیں تنہا نہیں چھوڑا۔ اور جب یہ دیکھا کہ جمعہ کے لئے مسجد جانا قانوناً منع ہو گیا ہے تو جمعہ والے دن اپنے دفتر سے اس نے دنیا بھر کے احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے جہاں وبا وغیرہ کے دنوں میں جمعہ کی شرعی حیثیت ہے اس کے بارہ میں رہنمائی فرمائی اور اپنی دعاؤں اور نصائح سے نوازا۔

15 مئی کے جمعہ کا دن بھی خلافت اور خلیفہ سے پیار کرنے والوں کے لئے ایک تکلیف دہ تھا جب حضور انور چہرہ مبارک پر چوٹ لگنے کی وجہ سے جمعہ کے لئے تشریف نہ لا سکے اور اس سے اگلے جمعہ میں خلیفہ سے محبت رکھنے والوں کے جذبات کا جوابی محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”سب سے پہلے تو اُن سب احمدیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میرے گرنے اور چوٹ لگنے پر بڑے غیر معمولی جذبات کا اظہار کیا اور بڑی تڑپ سے دعائیں کیں۔ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کی خاطر آپس کی محبت اور بالخصوص خلیفۂ وقت سے اخلاص و وفا کی یہ مثال صرف اور صرف جماعت احمدیہ میں ہی ملتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ جملہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے کہ خلیفۂ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ یہ دوطرفہ محبت خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔“

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ جات خطبات مسرور سال 2020ء

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
1	03 جنوری 2020ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	1-15

”اسلامی اصول کی فلاسفی“ میں خدا تعالیٰ کو پانے کے آٹھ وسائل۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں لاکھوں مخلصین ہیں جن کو جب چندے کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی جائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے مالی قربانی میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مالی قربانی کے دنیا بھر سے واقعات کا بیان۔ وقفِ جدید کے تریسٹھ ویں سال کے آغاز کا اعلان، سال کے بابرکت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سال کو اس طرح بابرکت فرمائے کہ دنیا کی حکومتیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے دنیا کو تباہی کی طرف نہ لے جائیں بلکہ دنیا میں امن اور انصاف قائم کرنے والی ہوں۔ مسلمان ممالک آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جُڑ کر آنحضرت ﷺ کا جھنڈا دنیا میں لہرانے میں مددگار بنیں۔ نئے سال کی حقیقی مبارک باد ہم پر جو ذمہ داری ڈال رہی ہے اس کا بڑے چھوٹے، مرد عورت ہر احمدی کو احساس ہونا چاہیے اور اس کے لیے اپنی تمام کوششوں اور صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہیے۔ اپنی دعاؤں اور خدا تعالیٰ سے تعلق میں ایک خاص کیفیت پیدا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
2	10 جنوری 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	16-28

حضرت سعد بن عبادہؓ کے ذکر کو جاری رکھتے ہوئے مزید تفاصیل۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
3	17 جنوری 2020ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	29-41

حضرت سعد بن عبادہؓ اپنی قوم کے سردار تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار آپؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مصلح موعود نے بڑی تفصیل سے اس بات کو اور خلافت کے مقام کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ اس لیے میں اس بیان کو بڑا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ خلافت ایک ایسی چیز ہے جس سے جدائی کسی عزت کا مستحق انسان کو نہیں بنا سکتی۔ اطاعت کے لحاظ سے خلفاء اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہے حضورِ انور نے فرمایا کہ ہر حال میں ہر شخص کے لیے خلیفہ کی اطاعت فرض ہوگی چونکہ نظام کا ایک حد تک جماعتی سیاست کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ حضور انور نے لفظ سیاست کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری زبان میں عمومی طور پر یہ لفظ منفی طور پر لیا جاتا ہے لیکن حضرت مصلح موعود نے یہاں یہ لفظ مثبت معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔ سیاست کے معنی صحیح رنگ میں نظام کو چلانے کے ہیں۔ مکرم سید محمد سرور شاہ صاحب ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ محترمہ شوکت گوہر صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر لطیف

احمد قریشی صاحب ربوہ کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
4	24جنوری2020ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	42-54

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی سیرت و سوانح، محترم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
5	31جنوری2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	55-66

بدری صحابی حضرت ابو طلحہؓ کا ذکر۔ مکرم باؤ محمد لطیف صاحب امرت سری ابن حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
6	07فروری2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	67-76

حضرت محمد بن مسلمہؓ کی سیرت۔ سلطنت مدینہ کے خلاف غداری کے مرتکب، مسلمانوں کے خلاف عہد شکنی، فحش گوئی اور سازشِ قتل وغیرہ کی کاروائیوں میں ملوّث یہودی سردار کعب بن اشرف کے قتل اور اس کی وجوہات کا تفصیلی بیان، اور اس کے قتل پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا مدلّل جواب، حدیث مبارکہ الحرب خدعۃ کی لطیف تشریح۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
7	14فروری2020ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	77-88

حضرت محمد بن مسلمہؓ کی سیرت کا بیان۔ مکرم تاج دین صاحب ولد صدر دین صاحب کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
8	21 فروری2020ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	89-102

جماعتِ احمدیہ میں 20/ فروری کا دن پیش گوئی مصلح موعود کے حوالے سے خاص طور پر یاد رکھا جاتا ہے۔ یومِ مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیدائش کی یاد میں نہیں منایا جاتا بلکہ اسلام کی سچائی اور برتری ثابت کرنے والی ایک پیش گوئی کے پورا ہونے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ کل 20/ فروری تھی اور اس پیش گوئی کو 134 سال ہوگئے اور سَو سال سے زائد عرصے سے یہ چمکتا ہوا نشان ہے۔ اس حوالے سے جماعتوں میں جلسے بھی ہوتے ہیں جن میں اس پیش گوئی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے ایک جلسے یا ایک خطبے میں اس کا پورا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مَیں نے سوچا کہ وہ نِکات جن کی تفصیلات حضرت مصلح موعودؓ نے خود بیان کی ہیں، اور جن کے پڑھنے اور سننے کا اپنا ہی لطف اور احساس ہوتا ہے؛ ان میں سے بعض حوالے بیان کر دوں۔ اس کے بعد حضورِ انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں پیش گوئی مصلح موعودؓ اور اُس کی کچھ تفاصیل بیان فرمائیں۔ اس کے بعد حضورِ انور نے عُلومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیے جانے کی ایک جھلک کے طور پر حضرت مصلح موعودؓ کے علمی کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے اردو خواں طبقے کو 'انوار العلوم' کے مطالعے کی طرف متوجہ فرمایا۔ محترمہ مریم الیزبتھ صاحبہ زوجہ مکرم ملک عمر علی کھوکھر صاحب رئیس و سابق امیر ملتان۔ اور عزیزم جاہد فارس احمد کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
9	28فروری2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد(ٹلفورڈ)، سرے، یوکے	103-114
بدری صحابی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی سیرت کا بیان۔ مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب ابن مکرم ملک مظفر احمد صاحب اور مکرم پروفیسر منور شمیم خالد صاحب کا ذکر خیر			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
10	06مارچ2020ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	115-127
حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ذکر کے بقیہ حصہ کا بیان۔ کے دوسرے حصّے میں حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احبابِ جماعت کو کورونا وائرس اور اس سے متعلقہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ حفظِ ماتقدّم کے طور پر جو ادویہ بتائی گئی ہیں وہ اس بیماری کا ممکنہ علاج ہے وگرنہ یہ ایسی بیماری ہے جس کا ابھی کوئی علم نہیں۔ **حضورِ انور نے مجمعے سے بچنے اور نزلہ، زکام، بخار اور جسم ٹوٹنے جیسی علامات کی صورت میں مسجد آنے سے مجتنب رہنے کی ہدایت فرمائی۔** چھینک لیتے ہوئے رومال نیز صاف جرابوں کے استعمال کے ساتھ پانچ مرتبہ وضو اور پھر نماز کی ادائیگی کی افادیت بیان کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے صفائی کا ایسا انتظام فرمایا ہے کہ جس سے ظاہری اور باطنی ہر دو طرح کی صفائی ہو جاتی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس وبا نے اور کتنا پھیلنا ہے اور کس حد تک جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کیا تقدیر ہے۔ لیکن اگر یہ بیماری اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ظاہر ہو رہی ہے جیسا کہ ہم اس دور میں زلزلے، وبائیں، امراض، طوفان وغیرہ دیکھتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بچنے کے لیے ہر احمدی کو خدا کی طرف رجوع کرنے، دعائیں کرنے اور اپنی روحانی حالتوں کو بہتر کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ دنیا کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت دے۔ عزیزم تنزیل احمد بٹ ابن عقیل احمد بٹ صاحب آف شاہدرہ کالونی دہلی گیٹ لاہور کا ذکر خیر حضور نے ان کے متعلق فرمایا مَیں اس عزیز کو شہدا میں شامل کرتا ہوں۔ محترم بریگیڈیئر بشیر احمد صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی اور ڈاکٹر حمید الدین صاحب آف 121ج۔ب گوکھووال فیصل آباد کا ذکر خیر			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
11	13مارچ2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ(سرے)، یوکے	128-138
بدری صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی سیرت کا بیان			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
12	20مارچ2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ(سرے)، یوکے	139-148
23مارچ، یہ وہ دن ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کا آغاز فرمایا تھا۔ جماعت میں یہ دن یومِ مسیح موعود کے نام سے منایا جاتا ہے۔ اس روز جلسے بھی ہوتے ہیں جن میں حضورؑ کے دعوے اور آپؑ کے آنے کے مقصد کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ اس لیے مَیں آج حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں آپؑ کے کچھ اقتباس پیش کروں گا۔ اکثر ملکوں میں اس سال شاید وائرس کی وجہ سے جلسے نہ			

ہو سکیں۔ اس لیے میرے خطبے کے علاوہ ایم ٹی اے پر بھی اس حوالے سے پروگرام پیش ہوں گے۔ انہیں ہر احمدی کو اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ سننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آخر پر حضورِ انور نے کورونا وائرس سے متعلق بعض تبصرے اور تجزیے پیش فرمائے۔ اور احتیاطی تدابیر اور دعا کی تحریک

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
13	27مارچ2020ء	بمقام دفتر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ لندن۔ یوکے	149-152

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کا ایک بہت بڑا ہتھیار دیا ہے ہمیں اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہیئے میں نے آج مشورے کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے کہ دفتر سے ہی خطبہ کے بجائے ایک پیغام کی شکل میں آپ سے بات کرلوں اور مخاطب ہو جاؤں احباب جماعت کو چاہیئے کہ باجماعت نماز کا اہتمام کریں اور جمعہ بھی گھر کے افراد مل کر پڑھیں۔ ملفوظات میں سے یا جماعتی کتب میں سے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری کتب میں سے یا الفضل میں سے یا الحکم میں سے یا کسی اور رسالے سے کوئی بھی اقتباس پڑھ کر خطبہ دیا جاسکتا ہے اور گھر کے افراد میں کوئی بالغ لڑکا یا مرد جمعہ بھی پڑھا سکتا ہے۔ جب گھروں میں لوگ جمعہ پڑھائیں گے اور اس کی تیاری کریں گے تو مطالعہ کریں گے اس سے علم بڑھے گا اور یوں حکومتی پابندی کی وجہ سے گھر بیٹھنا بھی دینی اور روحانی فائدے کا موجب ہو جائے گا، علمی فائدے کا موجب ہو جائے گا۔ ہمیں یہ دن اپنی گھریلو زندگی کو، اپنی حالتوں کو سنوارتے ہوئے اور بچوں کی تربیت کرتے ہوئے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیئے ایم۔ٹی۔اے پر بڑے اچھے پروگرام آتے ہیں۔ کچھ وقت ان پروگراموں کو بھی اکٹھے بیٹھ کر دیکھنے کی کوشش کریں۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
14	03اپریل2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ(سرے)، یوکے	153-163

آج کل کے حالات اور یہاں کی حکومت کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق باقاعدہ لوگوں کو سامنے بٹھا کر خطبہ نہیں دیا جاسکتا۔ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے جس حد تک اجازت ہے اُس کے مطابق یہاں انتظام کیا گیا ہے کہ مَیں مسجد سے خطبہ دوں کیونکہ دنیا بھر میں اس وقت خطبہ سننے والے ہزاروں لاکھوں لوگ ہیں۔ یہ وحدت قائم رکھنے کی ہمیں ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور جنگ جمل کی کچھ تفصیلات۔ خطبے کے آخر میں کرونا کی صورت حال کے پیشِ نظر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات۔ حضورِ انور نے نصیحت فرمائی کہ حکومت کی ہدایات پر عمل کریں۔ گھروں کو صاف رکھیں۔ دھونی بھی دینی چاہیے، ڈیٹول وغیرہ کے سپرے بھی کرتے رہیں۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
15	10اپریل2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ(سرے)، یوکے	164-172

کرونا کی صورت حال اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعود کے ارشادات کی روشنی میں جماعت کو نصائح اور رہنمائی۔ محترم ناصر احمد سعید صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
16	17اپریل2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ(سرے)، یوکے	173-185

بدری صحابہ میں سے حضرت معاذ بن حارثؓ کا ذکر۔ مکرّم رانا نعیم الدین صاحب ابن مکرّم فیروز دین منشی صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
17	24اپریل2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	186-198
اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل سے یہاں رمضان شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے ہماری رُوحانی ترقیات کے لیے رکھے ہیں۔ پہلی آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اُس میں روزوں کی فرضیت کے ساتھ اُن کی غرض تقویٰ بیان فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رمضان کا مہینہ اس لیے آیا ہے کہ ان حقوق کی ادائیگی میں جو کمیاں، کوتاہیاں سال کے گیارہ مہینوں میں رہ گئی ہیں۔ جب ان کمیوں کو دُور کرو گے تو اسی کا نام تقویٰ ہے اور یہی رمضان اور روزوں کا مقصد ہے۔ آج کل پھیلی ہوئی وبا کی وجہ سے خدّام الاحمدیہ کے تحت رضاکار لوگوں کی مدد کر رہے ہیں، اُن کو اجناس اور ادویہ پہنچا رہے ہیں۔ اس سے وہ ایک ایسا نمونہ پیش کر رہے ہیں جس سے غیر بھی متاثر ہوتے ہیں۔ پس خدمتِ انسانی کی یہ سوچ جو آج کل ہم میں پیدا ہوئی ہے یہ ہمیشہ ہمارے اندر قائم رہنے والی ہونی چاہیے			
خطبہ نمبر	**تاریخ**	**مقام**	**صفحہ**
18	01مئی2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	199-213
چند مرحومین: مبلّغِ سلسلہ ذوالفقار احمد دامانک صاحب ریجنل مبلغ انڈونیشیا، اسلام آباد پاکستان کے ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین صاحب، مکرم غلام مصطفیٰ صاحب آف لندن حال ٹلفورڈ کا ذکر خیر حضورِ انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے فرمایا کہ یہ لوگ شہداء میں شامل ہیں۔			
خطبہ نمبر	**تاریخ**	**مقام**	**صفحہ**
19	08مئی2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	214-224
بدری صحابی حضرت خباب بن ارتؓ کی سیرت کا بیان			
خطبہ نمبر	**تاریخ**	**مقام**	**صفحہ**
20	15مئی2020ء		225-226
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو چوٹ لگنے کی وجہ سے یہ خطبہ نہیں آیا			
خطبہ نمبر	**تاریخ**	**مقام**	**صفحہ**
21	22مئی2020ء	بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	227-240
سب سے پہلے تو اُن سب احمدیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میرے گرنے اور چوٹ لگنے پر بڑے غیر معمولی جذبات کا اظہار کیا اور بڑی تڑپ سے دعائیں کیں۔ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کی خاطر آپس کی محبت اور بالخصوص خلیفۂ وقت سے اخلاص و وفا کی یہ مثال صرف اور صرف جماعت احمدیہ میں ہی ملتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ جملہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے کہ خلیفۂ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ یہ دوطرفہ محبت خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ آپ لوگوں کی دعاؤں ہی کی قبولیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے زخم غیر معمولی طور پر جلد مندمل ہو گئے یہ امر ڈاکٹرز کے لیے بھی حیران کُن ہے۔ اِس چوٹ کی وجہ سے مجھے سُریانی نسخے کے مطابق تیار کردہ 'مرہم عیسیٰ' اور ہومیو پیتھک کریم 'کینڈولا' لگانے کا اتفاق ہوا۔ اصل فضل تو خدا تعالیٰ کا ہے وہی شافی ہے، لیکن ان ادویہ کا اس لیے ذکر کر دیا کہ بعض دفعہ ضرورت پڑ جاتی ہے تو دوسروں کو بھی فائدہ ہو جائے۔ لاک ڈاؤن میں ہونے والی نرمی سے متعلق یاد رکھیں کہ حکومتوں نے اِن پابندیوں میں			

نرمی کے ساتھ جو شرائط لگائی ہیں اس پر ہر احمدی کو کاربند ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لاک ڈاؤن میں نرمی یا رمضان کے ختم ہو جانے سے عبادات اور نیکیوں کے سلسلے کو ختم نہیں ہونا چاہیے۔ بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ایک مضمون بعنوان ”حوادثِ طبعی یا عذابِ الٰہی“ کو آج کل کی اِس وبا سے ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حضورِ انور نے بعض دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا خدا کرے کہ ہم اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ ہمارے گھر پیار اور محبت کے نمونے ہوں۔ جو بچے اپنے ماں باپ کے آپس کے جھگڑوں سے پریشان ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی پریشانیاں دُور فرمائے۔ اس کے علاوہ حضورِ انور نے تمام واقفینِ زندگی اور خدمت کرنے والے احباب، واقفینِ نَو، شہدائے احمدیت اور اُن کے خاندانوں، بچیوں کے رشتوں اور دنیا کے موجودہ معاشی حالات کے سبب مسائل میں گھرے افراد نیز عالَمِ اسلام کے لیے بھی خصوصی دعاؤں کی طرف توجہ دلائی۔ خطبے کے اختتام پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعض دعائیں دہرائیں اور انہیں پڑھنے کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ اِس رمضان کا آخری جمعہ ہے اللہ تعالیٰ کرے کہ رمضان میں ہم سے جو نیک کام ہوئے اور جو نیک تبدیلیاں پیدا ہوئیں ہم اُن کو جاری رکھنے والے ہوں۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
22	29 مئی 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	241-256

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک موقعے پر فرمایا ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ جس کام اور مقصد کے لیے مَیں انہیں بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ سے اس صدق و وفا اور تعلق و محبت کے بے شمار واقعات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگیوں میں ہمیں ملتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد سے آج 112 برس مکمل ہونے کے باوجود افرادِ جماعت کا خلافت سے ارادت و مؤدت کا رشتہ اُسی طرح قائم ہے۔ اس وقت مَیں بعض ایسے ہی واقعات کا ذکر کروں گا۔ ایم ٹی اے کے چینلز 27/ مئی، یومِ خلافت سے ایک نئی ترتیب کے ساتھ شروع کیے گئے ہیں۔ نئے نظام کے ساتھ دنیا بھر کو مختلف ریجنز کے اعتبار سے ایم۔ ٹی۔ اے کے آٹھ چینلز میں تقسیم کی تفصیل

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
23	05 جون 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	257-269

بدری صحابہ: حضرت صہیب بن سنانؓ۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کا ذکر، خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے ایک مرتبہ پھر کورونا وائرس، دنیا کے موجودہ حالات بالخصوص امریکہ میں پھیلی بدامنی اور بے چینی کے تناظر میں دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ عوام کو صحیح رنگ میں اپنے مطالبات پیش کرنے اور حکومتوں کو انصاف کے ساتھ تمام شہریوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ اسی طرح پاکستان میں احمدیوں پر بڑھتے ہوئے ظلم و ستم کے متعلق فرمایا کہ پاکستانی حکومت کو چاہیے کہ اپنی تاریخ سے سبق سیکھیں اور انصاف سے حکومت چلائیں۔ احمدیت کے معاملے کو لے کر اور ظلم کر کے نہ پہلے کوئی حکومت قائم رہ سکی ہے اور نہ آئندہ رہ سکے گی۔ ہاں! ان ظلموں کے نتیجے میں دنیا میں احمدیت کی ترقی پہلے سے بڑھ کر ہوئی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
24	12 جون 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	270-283

حضرت سعید بن زید حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سیرت کا بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
25	19جون2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	284-295

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سیرت کے بیان کا تسلسل

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
26	26جون2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	296-308

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن معاذؓ کی سیرت کا بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
27	03جولائی2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	309-319

حضرت سعد بن معاذؓ کی سیرت کا بیان

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
28	10جولائی2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	320-333

حضرت سعد بن معاذؓ کی سیرت کا بیان، بنو قریظہ کی بدعہدی کا تفصیلی ذکر، مکرمہ حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ غانا، مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم سابق مبلغ سلسلہ افریقہ، انگلستان اور امریکہ، مکرم علی احمد صاحب ریٹائرڈ معلّم وقفِ جدید، مکرمہ رفیقاں بی بی صاحبہ اہلیہ بشیر احمد ڈوگر صاحب ایدھی پور ضلع نارووال کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
29	17جولائی2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	334-349

حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سیرت، مکرم ماسٹر عبدالسمیع خان صاحب کا ٹھگڑھی، مکرم سیّد مجیب اللہ صادق صاحب کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
30	24جولائی2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	350-366

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سیرت کا بیان، مکرمہ بشریٰ اکرم صاحبہ اہلیہ محمد اکرم باجوہ صاحب ناظر تعلیم القرآن و وقفِ عارضی، اقبال احمد ناصر صاحب پیر کوٹی، غلام فاطمہ فہمیدہ صاحبہ اہلیہ محمد ابراہیم صاحب آف مولیاں جٹاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر، مکرم محمد احمد انور صاحب حیدرآبادی، مکرم سلیم حسن الجابی صاحب آف سیریا کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
31	31جولائی2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	367-372

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج صبح ہم نے عید بھی پڑھی ہے اور آج جمعہ بھی ہے۔ ایسے موقعے کے لیے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ملتا ہے کہ جو لوگ چاہیں جمعے کی بجائے ظہر کی نماز ادا کرلیں، لیکن ساتھ ہی ایک ایسے ہی موقعے پر آپؐ نے فرمایا ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔ احمدی تو خاتم النبیین کے مقام کا سب سے زیادہ ادراک رکھتے ہیں اور یہ ادراک ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے ہی دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں جو طاقت ہے یہ لوگ اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین

اور اپنی بعثت کے مقصد اور سلسلے کی ترقی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
32	07 اگست 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	373-390

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج 7/ اگست ہے اور یہ جماعت احمدیہ یوکے کے کیلنڈر کے مطابق جلسہ سالانہ یوکے کا پہلا دن ہے۔ لیکن اس وبا کی وجہ سے جلسے کا انعقاد نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ جلد حالات معمول پر لائے اور ہم تمام روایات کے ساتھ جلسہ منعقد کر سکیں۔ بہرحال ایم ٹی اے نے اِس کمی کو کچھ حد تک پورا کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ دورانِ سال جماعت پر اللہ تعالیٰ کے افضال کی تازہ رپورٹ پیش کروں تا کہ احباب جماعت کے لیے یہ ازدیادِ ایمان کا باعث ہو۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
33	14 اگست 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	391-406

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سیرت کے بیان کا تسلسل، مکرم صفدر علی گجر صاحب، مکرمہ عفت نصیر صاحبہ اہلیہ پروفیسر نصیر احمد خان صاحب، مکرم عبدالرحیم ساقی صاحب اور مکرم سعید احمد سہگل صاحب کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
34	21 اگست 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	407-422

حضرت زبیر بن عوامؓ کی سیرت، مکرم معراج احمد صاحب ابن محمود احمد صاحب آف ڈبگری گارڈن ضلع پشاور، مکرم ادیب احمد ناصر ابن محمد ناصر احمد ڈوگر صاحب عہدی پور ضلع نارووال، مکرم حمید احمد شیخ صاحب ابن شیخ محمد حسین صاحب کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
35	28 اگست 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	423-435

خلفائے راشدین کا مرتبہ و مقام اور بزرگی:۔ مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں حقیقی مومن اور مسلمان بننے کے لیے ان چاروں خلفاء کو اپنے لیے اسوہ بنانا ہو گا۔ جماعت احمدیہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب خلفائے راشدین ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ اس وقت مَیں بعض اقتباسات پیش کرتا ہوں تا کہ نئے آنے والوں اور نوجوانوں کو سمجھ آجائے کہ ہمارا مسلک اور عقیدہ کیا ہے پس ہمیں چاہیے کہ آج کل دعاؤں اور درود شریف پڑھنے پر زور دیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ محرم کے ایام میں سب مسلمانوں کو بھی محفوظ رکھے۔ آمین

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
36	04 ستمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	436-449

حضرت زبیر بن عوامؓ کی سیرت، مکرم الحاج ابراہیم ممبائے صاحب نائب امیر سوم گیمبیا، مکرم نعیم احمد خان صاحب ابن عبدالجلیل خان صاحب نائب امیر کراچی، خیر مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ ٹھیکیدار ولی محمد صاحب مرحوم آف جرمنی کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
37	11 ستمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	450-466
حضرت بلال بن رباحؓ کی سیرت ، عزیزم رؤوف بن مقصود جونیئر بیلجیم متعلم جامعہ احمدیہ یوکے، آنریبل کا بینے کا باجا کاٹے صاحب آف سینیگال کا ذکر خیر			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
38	18 ستمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	467-479
حضرت بلال بن رباحؓ کی سیرت۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
39	25 ستمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	480-494
حضرت بلال بن رباحؓ کی سیرت ، مکرم مولانا طالب یعقوب صاحب ابن محترم طیب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو، مکرم انجینئر افتخار علی قریشی صاحب سابق وکیل المال ثالث، نائب صدر مجلس تحریکِ جدید، محترمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ حکیم خورشید احمد صاحب سابق صدر عمومی ربوہ، مکرم محمد طاہر احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان، عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کا ذکر خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
40	02 اکتوبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	495-508
بدری صحابی حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا تذکرہ۔ پاکستان میں احمدیوں کے مخالفین کو انتباہ اور احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
41	09 اکتوبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	509-522
حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب (شہید) ابن فضل الدین خٹک صاحب ضلع پشاور، عزیزم اسامہ صادق ابن محمد صادق صاحب طالبِ علم جامعہ احمدیہ جرمنی اور مکرم سلیم احمد ملک صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے کا ذکرِ خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
42	16 اکتوبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	523-537
حضرت معوذ بن حارث اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
43	23 اکتوبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	538-553
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ۔ مکرم مولوی فرزند خان صاحب مبلغ انچارج ضلع خوردہ			

دنیا گڑھ اڑیشہ، مکرم عبد اللہ موسیکو صاحب لوکل مشنری ملائیشیا اور مکرم عبد الواحد صاحب معلّم سلسلہ قادیان کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
44	30 اکتوبر 2020ء	مسجد مبارک اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	554-569

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
45	06 نومبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	570-586

تحریکِ جدید کے چھیاسیویں سال کے دوران افرادِ جماعت کی طرف سے پیش کی جانے والی مالی قربانیوں کا تذکرہ اور ستاسیویں سال کے آغاز کا اعلان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
46	13 نومبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	587-603

حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت سماک بن خرشہ (ابو دجانہ) رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم محبوب خان صاحب (شہید) پشاور پاکستان، مکرم فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ پاکستان، عزیزم احتشام احمد عبد اللہ ابن مکرم فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ اور مکرم ڈاکٹر عبد الکریم صاحب ریٹائرڈ اکنامک ایڈوائزر سٹیٹ بینک آف پاکستان کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
47	20 نومبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	604-619

حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ انصاری اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم عبد الحیٔ منڈل صاحب معلم سلسلہ بھارت، مکرم سراج الاسلام صاحب معلم سلسلہ ضلع مرشد آباد بنگال، حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نواسے مکرم شاہد احمد خان پاشا صاحب اور مکرم سیّد مسعود احمد شاہ صاحب آف شیفیلڈ، یوکے کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
48	27 نومبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	620-634

خلیفہ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح کا بیان۔ مکرم ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید مڑھ بلوچاں ننکانہ صاحب پاکستان، مکرم جمال الدین محمود صاحب آف سیر الیون، محترمہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ چوہدری صلاح الدین صاحب مرحوم سابق ناظم جائیداد اور مشیر قانونی، ربوہ اور مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
49	04 دسمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	635-649

خلیفہ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح کا بیان۔ پاکستان کے احمدیوں کے ناگزیر مخالفانہ حالات کے پیش نظر خصوصی دعا کی تحریک۔ مکرم کمانڈر چوہدری محمد اسلم صاحب آف کینیڈا، محترمہ شاہینہ قمر صاحبہ اہلیہ قمر احمد شفیق صاحب

ڈرائیور نظارت علیا اور ان کے بیٹے عزیزم ثمر احمد، اور مکرمہ سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ اہلیہ محمد افضل کھوکھر صاحب شہید کا ذکرِ خیر			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
50	11 دسمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	650-664
خلیفہ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح کا بیان۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کے لیے نامساعد حالات کے پیش نظر خصوصی دعا کی تحریک۔ مکرم رشید احمد صاحب ابن مکرم محمد عبداللہ صاحب آف ربوہ کا ذکرِ خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
51	18 دسمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	665-680
خلیفہ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح کا بیان۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کے لیے نامساعد حالات کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔ ڈاکٹر طاہر احمد صاحب آف ربوہ ابن چودھری عبد الرزاق صاحب شہید سابق امیر ضلع نواب شاہ، مکرم حبیب اللہ مظہر صاحب ابن مکرم چودھری اللہ دتہ صاحب، مکرم خلیفہ بشیر الدین احمد صاحب ابن ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب اور محترمہ امینہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم خلیفہ رفیع الدین احمد صاحب کا ذکرِ خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
52	25 دسمبر 2020ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	681-693
خلیفہ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح کا بیان۔ تربیت کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ... ایم ٹی اے کے ساتھ تعلق رکھیں اور خاص طور پر جمعے کے خطبات ضرور سنا کریں تا کہ خلافت سے تعلق قائم رہے۔ الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر نوافل اور خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک۔ مکرمہ حمدیٰ عباس صاحبہ اہلیہ مکرم عباس بن عبد القادر صاحب خیر پور سندھ، مکرم رضوان سید نعیمی صاحب عراق، مکرم ملک علی محمد صاحب، بجکہ ضلع سرگودھا مکرم احسان احمد صاحب لاہور اور مکرم ریاض الدین شمس صاحب کا ذکرِ خیر۔			

1

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/ جنوری 2020ء بمطابق 03/ صلح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف 'اسلامی اصول کی فلاسفی' میں خدا تعالیٰ کو پانے، اُسے پہچاننے، اُس پر ایمان مضبوط کرنے کے جو وسائل خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے آٹھ وسائل بیان فرمائے ہیں جو انسان کے مقصدِ پیدائش کو پورا کرنے والے بھی ہیں۔ اس وقت میں اپنے مضمون کے حوالے سے ایک وسیلے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس پیش کروں گا جو پانچویں وسیلے کے طور پر آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"پانچواں وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لیے خدا تعالیٰ نے مجاہدہ ٹھہرایا ہے۔ یعنی اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اس کو ڈھونڈا جائے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ:41) وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4)
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70)

یعنی اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنے نفسوں کو مع ان کی تمام طاقتوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور جو کچھ ہم نے عقل اور علم اور فہم اور ہنر وغیرہ تم کو دیا ہے۔ وہ سب کچھ خدا کی راہ میں لگاؤ۔ جو لوگ ہماری راہ میں ہر ایک طور سے کوشش بجالاتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں دکھا دیا کرتے ہیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد10 صفحہ 418-419)

پھر خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریق بتاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعے پر فرمایا کہ

"تمہارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لیے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔" (مجموعہ اشتہارات جلد3 صفحہ 497)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک متنفس، ہر شخص یہ عہد کرے کہ میں اتنا چندہ دیا کروں گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 41)

آپؑ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جن کو علم نہیں، جو نئے آنے والے ہیں، جو لاپروائی کرتے ہیں یا لاپروائی نہیں بھی کرتے تو بعض دفعہ مالی قربانی کرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہیے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں مخلصین ہیں جن کو جب چندے کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی جائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے مالی قربانی میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مَیں گذشتہ کئی سال سے جماعتی نظام کو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ نئے آنے والوں کو مالی نظام یا مالی قربانی کے نظام میں ضرور شامل کرنا چاہیے۔ کوئی چاہے ایک پینس (pence) دینے کی ہی استطاعت رکھتا ہو تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق ایک پینس دے۔

بعض جگہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض دفعہ مالی کشائش کے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں یا جماعتی نظام افریقہ میں یا غریب ملکوں میں بعض جگہوں پہ بعض لوگوں کو بعض دفعہ یہ کہہ دیتا ہے یہاں بعض لوگ اپنے غریب رشتہ داروں کی طرف سے چندے کی ادائیگی کر دیتے ہیں یا غریبوں کی طرف سے رقم دے دیتے ہیں کہ اچھا یہ ہماری طرف سے چندہ ہے۔ ٹھیک ہے یہ بھی ایک نیکی ہے لیکن ان لوگوں کو، چاہے وہ غریب ہیں خود حصہ لینا چاہیے جتنی بھی اس کی استطاعت ہو۔ صرف مال جمع کرنا مقصد نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی محبت کی خاطر اس کے دین کے لیے قربانی کرنا مقصد ہے۔ پس جہاں جماعتی نظام اس طرح چندہ وصول کرتا ہے اور بعض دفعہ ایسی باتیں میرے علم میں آ جاتی ہیں کہ لوگوں سے کہہ دیا اور کسی کے نام پہ ڈال دیا وہ غلط کرتا ہے۔

بہر حال عمومی طور پر مَیں نے دیکھا ہے بلکہ مالی قربانیوں کی جو رپورٹس آتی ہیں ان میں خاص طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ غریب لوگوں کی مالی قربانیوں کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔ انہیں زیادہ احساس ہوتا ہے کہ ہم نے مالی قربانی کرنی ہے اور میں اکثر اپنے خطبات میں ان کا ذکر بھی کر دیتا ہوں، بیان بھی کر دیتا ہوں۔ بعض کی قربانیاں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

اگر کسی کے پاس مال کی فراوانی ہو، بے شمار مال ہو، دولت ہو اور اس میں سے کچھ دے دیا جائے تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے لیکن تنگی کے حالات ہوں، غربت کی حالت ہو اور پھر خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے خدا تعالیٰ کے دین کے لیے مالی قربانی کی جائے تو یہ اصل قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایسی مثالیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کچھ کتب کی اشاعت کے لیے کچھ رقم کی ضرورت پڑی اور جب کسی دوست کو کہا گیا کہ یہ ضرورت ہے، اپنی جماعت میں تحریک کریں تا کہ اتنا چندہ وہ جماعت ادا کر دے تو بجائے جماعت میں تحریک کرنے کے اپنی طرف سے انہوں نے اپنے جو تنگ حالات تھے، اتنی کوئی کشائش بھی نہیں تھی یا کہنا چاہیے کہ تنگ حالات ہی تھے لیکن اس کے باوجود

وہ رقم مہیا کر دی اور تاثر یہ دیا کہ جس طرح اس شہر کی جماعت نے یہ رقم دی ہو اور پتا بھی نہیں لگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں بھی نہیں آیا اور یہ ذاتی قربانی پھر اس وقت ظاہر ہوتی ہے، اس وقت اس کا پتا چلتا ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی جماعت کے ایک دوسرے شخص کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی جماعت نے عین ضرورت کے وقت بڑی مدد کی ہے۔ اور جب ان کو پتا چلا کہ وہ قربانی تو ایک شخص نے ہی کی تھی تو باقی جماعت کے لوگ اس پہ ناراض ہوئے کہ ہمیں اس خدمت کا موقع کیوں نہیں دیا گیا۔ یہ ادائیگی کرنے والے منشی ظفر احمد صاحبؓ تھے جنہوں نے اس وقت اپنی بیوی کا زیور فروخت کر کے یہ رقم مہیا کی تھی۔ یقیناً ان کی بیوی بھی اس قربانی میں شامل تھی۔

منشی اروڑا صاحبؓ منشی ظفر صاحبؓ کے دوست تھے اور اسی جماعت کے تھے انہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا جب آپؑ کے ذریعہ اس قربانی کا پتا چلا تو وہ کئی مہینے تک منشی ظفر احمد صاحبؓ سے ناراض رہے کہ کیوں ہمیں نہیں بتایا اور کیوں خود ہی یہ رقم مہیا کی۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 97-98)

تو ایسے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا فرمائے جو خدا کی محبت کے حصول کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہتے تھے۔ یہ وہ نمونہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے قائم فرمایا اور جس پر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں نے عمل کیا۔ اور یہ اس وقت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کس طرح مختلف تحریکات میں مالی قربانیاں دیتے ہیں اور اپنے پر تنگیاں وارد کر کے مالی قربانیاں کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بھی جو کسی کا ادھار نہیں رکھتا ان کو کس طرح لوٹا بھی دیتا ہے۔ چند واقعات اور چند مثالیں اس وقت مَیں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ آج کیونکہ وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان بھی ہونا ہے اس لیے عموماً یہ واقعات وقفِ جدید کے حوالے سے ہیں۔

گیمبیا کے ایک لوکل مشنری کیبا جالو (Kebba Jallow) صاحب ہیں۔ وہ واقعہ بیان کرتے ہیں اور اس واقعہ میں پتا لگتا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے، قربانی کرنے والوں سے سلوک ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک نومبائع احمدی دوست عبداللہ ای جاوو (Abdullie Jawo) صاحب جن کا تعلق ایک گاؤں سے ہے وہ مکئی اور گراؤنڈ نٹ کی فصل بوتے تھے لیکن گذشتہ چند سالوں سے کوئی خاص فصل نہیں اُگ رہی تھی۔ اس سال انہوں نے گراؤنڈ نٹ کے بیج فروخت کر کے اپنا وقفِ جدید کا چندہ ادا کر دیا جو تقریباً سات سو ڈلاسی تھا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کھیتی کے کام میں، زمیندارے میں برکت ڈالے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس مالی قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی فصل میں اتنی برکت ڈالی کہ گذشتہ سال کی نسبت انہیں تین گنا منافع ہوا۔ چنانچہ فصل کاشت کرنے کے بعد انہوں نے مزید ایک ہزار ڈلاسی وقف جدید میں ادا کیا۔

پھر گیمبیا کے شمال میں واقع ایک گاؤں ہے وہاں کے ایک دوست عثمان صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ گذشتہ سال انہوں نے وقف جدید کے لیے ایک بالٹی مکئی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب امیر آدمی کے پاس کشائش ہے اگر کوئی لاکھوں پاؤنڈ رکھنے والا ہزار ڈالر یا ہزار پاؤنڈ یا پانچ ہزار پاؤنڈ بھی دے دیتا ہے تو اس

کے لیے کوئی ایسی خاص قربانی نہیں لیکن یہ لوگ جو اپنے کھانے کے لیے، اپنے زمینداری کے لیے جنس رکھتے ہیں۔ اب ایک بالٹی مکئی جو ہے اس کی ایک شہر میں رہنے والے کے لیے، یورپ میں رہنے والے کے لیے کوئی حیثیت نہیں لیکن ان کے لیے ایک بہت بڑی قربانی ہے۔ اس کا، ایک بالٹی مکئی کا انہوں نے وعدہ کیا تھا جو شاید یہاں آپ کو پانچ، چھ پاؤنڈز میں مل جائے۔

کہتے ہیں اگرچہ گذشتہ سال بہت کم فصل ہوئی تھی اور صرف بارہ بوریاں آمد ہوئی تھی۔ مشکل سے ان کے گھر کے خرچ پورے ہو رہے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ کہتے ہیں کہ نتیجہ یہ نکلا کہ اس سال تیس بوریاں مکئی کی ان کو مل گئیں اور اس کے علاوہ بھی ایک فصل ہے، کوئی چیز ہے اس کی پندرہ بوریاں ملیں۔ تو اخلاص میں دیا ہوا یہ تھوڑا سا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا قبول ہوتا ہے کہ پھر کئی گنا بڑھا کر اللہ تعالیٰ واپس کرتا ہے اور یہی پھر ان کے لیے اللہ تعالیٰ کو پہنچنے، اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط کرنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

کیمرون کے معلم ہیں وہ ایک اَور مثال اللہ تعالیٰ کے فضل کی لکھتے ہیں۔ ڈگوئی گاؤں کے ایک نومبائع احمد و صاحب ہیں۔ ان کو جب چندہ وقف جدید کے لیے بتایا گیا تو انہوں نے دو بالٹیاں مکئی چندے میں دے دیں۔ اب یہ چھوٹی چھوٹی قربانی ہے جو لوگ کر رہے ہیں، اور معلم کو بتایا کہ میرا فارم جو ہے اچھا نہیں ہے کیونکہ میرے پاس پیسے نہیں تھے تو میں اس پہ زیادہ تر توجہ نہیں دے سکا۔ گورنمنٹ مدد کرنا چاہتی ہے لیکن اس کے لیے بھی حکومت کو کچھ رقم جمع کرانی پڑتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں پھر حکومت بھی اپنا حصہ ڈالتی ہے۔ وہ کہتے ہیں میرے پاس یہ رقم نہیں تھی۔ میں یہ بھی دے نہیں سکتا تھا۔ میرا نام اس لسٹ میں تو تھا لیکن مجھے ملے گا کچھ نہیں کیونکہ میں نے رقم جمع نہیں کرائی۔

پھر کہتے ہیں معلم صاحب نے انہیں کہا کہ آپ تہجد بھی پڑھنا شروع کریں اور دعا بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا تو معلم صاحب کہتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ چند دن پہلے میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے ہماری دعائیں سن لیں اور میں نے حکومت کو رقم ادا بھی نہیں کی تھی جو کچھ ادا کرنی ضروری تھی اس کے باوجود جو متعلقہ محکمہ ہے اس نے کھیتوں کے لیے، پانی کے لیے جو پمپنگ مشین تھی وہ بھی ان کو دے دی اور اس کے علاوہ پانچ لاکھ فرانک سیفا فصلوں کے بیج کے لیے بھی دے دیے اور انہوں نے اپنے فارم پر بڑی محنت سے کام شروع کر دیا اور امید ہے کہ اس کی وجہ سے ان کی فصل اچھی بھی ہو گی۔ کہنے لگے خدا تعالیٰ نے میری حقیر سی قربانی کو قبول کیا اور اس کے بدلے میں مجھے انعامات سے نوازا اور اس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے چندہ وقفِ جدید کو دوگنا کر کے ادا کیا۔

انڈونیشیا کے مربی سلسلہ نور خیر صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک میاں بیوی جو سادہ زندگی گزار رہے ہیں لیکن باقاعدہ چندہ ادا کرتے ہیں۔ جو بھی کمائی ہوتی ہے اس میں سے کچھ رقم چندے کے لیے الگ کر کے ایک بکس میں ڈال دیتے ہیں اور جب بھی مبلغ ان کے پاس دورے پر جائے تو وہ رقم چندے میں پیش کر دیتے ہیں۔ کہیں دور دراز جزیرے میں رہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک سال سے زیادہ عرصے کے لیے اس جماعت میں کوئی مبلغ نہیں جا سکا لیکن اس کے باوجود چندے کی رقم باقاعدگی سے جمع کرتے رہے اور ایک سال کے بعد جب مبلغ وہاں دورے پر گیا تو اس بکس میں کافی رقم جمع ہو گئی تھی جو انہوں نے چندوں

میں ادا کر دی۔ کہنے لگے کہ اس دفعہ ہمیں کافی منافع ہوا ہے اور ہمیں اس وجہ سے چندے کی برکات پر یقین بھی آ گیا ہے اور ایمان مزید مضبوط ہوا ہے اور ہم نے ان برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمیں کسی نے دھوکا دیا۔ تو سوچا کہ کیا وجہ ہے دھوکے کی۔ غور کیا تو ہمیں پتا چلا کہ ہم نے چندہ صحیح طرح ادا نہیں کیا تھا۔ اس لیے ہمارا نقصان ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وقت سے انہوں نے بڑی احتیاط سے اپنی جو آمد تھی اس کے صحیح حساب کے مطابق ڈبہ کو بھرنا شروع کیا، اس میں رقم ڈالنی شروع کی اور کہتے ہیں جب تک ہم چندے کی رقم علیحدہ نہ کر لیں ہمیں سکون اور اطمینان نہیں ملتا تو اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے نقصانات کو بعضوں کی اصلاح کا بھی ذریعہ بناتا ہے اور پھر اس سے ان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

انڈونیشیا کے مبلغ بشیر الدین صاحب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دوست نے اپنا چندہ وقفِ جدید پانچ لاکھ انڈونیشین روپیہ ادا کیا۔ انڈونیشین روپے کی ویلیو بہت کم ہے۔ بہرحال ان کے حساب سے یہ بھی کافی ہے۔ چند دنوں کے بعد کسی نے اپنی زمین ان کو بیچی جو انہوں نے پندرہ ملین میں خریدی اور چند ہفتوں کے بعد ہی پچاس ملین میں کسی اَور شخص نے یہ زمین ان سے خرید لی۔

کہتے ہیں ان کا اب یہ یقین ہے کہ چندہ وقف جدید کی برکت سے تھوڑے ہی وقت میں مجھے پینتیس ملین کا منافع ہو گیا۔ ایک دنیادار اس کو اپنی کاروباری ہوشیاری سمجھے گا کہ دیکھو مَیں نے کتنا ہوشیاری سے کاروبار کیا کہ چند ہفتوں میں پندرہ ملین سے پینتیس ملین بنا لیا لیکن جو اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا چاہتے ہیں، جو اس کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہیں، جو اس کی خاطر قربانیاں کرتے ہیں ان کے دل میں کیا احساس پیدا ہوا؟ یہ کہ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر چندہ دیا تھا، قربانی کی تھی تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑھا کر ادا کر دیا۔

ایمان میں مضبوطی کی ایک اَور مثال انڈونیشیا کی ہی ہے۔ معصوم صاحب وہاں ہمارے مبلغ ہیں لکھتے ہیں کہ ایک احمدی نے روزگار کے حصول کی خاطر ایک جزیرہ سولہ بیسی میں ہجرت کی۔ شروع میں بہت تنگ حالات تھے۔ یہاں تک کہ رہنے کے لیے ان کے پاس جگہ نہیں تھی اور انہیں مشن ہاؤس میں رہنا پڑا۔ پھر انہوں نے مچھلیوں کو خرید کر آگے بیچنا شروع کیا۔ معمولی سا کاروبار شروع کیا۔ بڑی محنت کی۔ بہت کم آمدنی کے باوجود یہ مالی قربانی میں پیچھے نہیں ہٹے اور کچھ عرصے بعد ہی ان کے حالات بدلنے لگے۔ یہ کہتے ہیں کہ اب ان کا وقفِ جدید کا چندہ اس علاقے میں سب سے زیادہ ہے اور موصی بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب میری مالی قربانی کا نتیجہ ہے۔

گیمبیا میں ایک دوست عبدالرحمٰن صاحب ہیں۔ کہتے ہیں انہیں اپنے بچے کی سکول فیس بھرنے میں بہت دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ لہٰذا انہوں نے سینٹرل مبلغ صاحب کو بتایا کہ مجھے بڑی مشکل پیش آ رہی ہے۔ مالی حالات ٹھیک نہیں تو مبلغ نے انہیں کہا کہ چلیں آپ یہ دیکھیں کہ مالی قربانی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پہ فضل کرے گا۔ انہوں نے دو سو پچاس ڈلاسی چندہ وقفِ جدید ادا کر دیا۔ کہتے ہیں کہ چندہ ادا کرنے کے ٹھیک ایک ہفتے کے بعد انہیں پانچ ہزار ڈلاسی ماہانہ اجرت پر ملازمت مل گئی جس سے وہ بآسانی اپنے بچے کی سکول فیس بھی ادا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ روزمرہ کی دیگر ضروریات بھی مہیا ہو گئیں

اور موصوف اللہ تعالیٰ کے فضل کو لوگوں میں بہت بیان کرتے پھرتے ہیں کہ چندے کی برکات سے مجھ پہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور جہاں میرے ایمان کو مضبوط کیا وہاں میرے رزق میں بھی بہت برکت ڈالی۔

غریب کس طرح قربانی کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ اس توکل کا مان رکھتا ہے۔ گنی بساؤ کے مشنری صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دوست مونٹیرو کمارا (Monteiro Camara) صاحب کو ان کے وقفِ جدید کے وعدے کی ادائیگی کے حوالے سے توجہ دلائی گئی تو کہنے لگے کہ میرے پاس اس وقت چار ہزار فرانک سیفا ہیں جو میں نے آج کے کھانے کے لیے رکھے ہوئے تھے۔ بہت معمولی اس کی ویلیو ہے۔ ان کے خاندان بھی بڑے ہوتے ہیں۔ ان کے کھانے کے لیے چار ہزار سیفا رکھے ہوئے تھے۔

تو بہرحال کہتے ہیں کچھ کرتا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے وہی رقم چندے میں ادا کر دی جو کھانے کے لیے رکھی تھی اور کھانا کھانے کے لیے کسی سے ادھار لے لیا بلکہ ادھار لینے کے لیے چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ اگلے دن ہی ان کی بیٹی شہر سے آئی جو ان کے لیے دو بوریاں چاولوں کی اور ایک کنستر تیل کا اور کچھ پیسے اور دوسری چیزیں لے کر آئی اور ان کو اس بات پہ یقین ہو گیا کہ جو پیسے مَیں نے اپنے کھانے کے لیے رکھے تھے اللہ تعالیٰ نے اس میں چندہ دینے کی وجہ سے ایسی برکت ڈالی کہ بے شمار چیزیں مجھے اگلے دن ہی کھانے کے لیے مل گئیں یعنی یہ بھوکے رہ کر قربانی کرنے والے لوگ ہیں۔

پھر ایک اَور مثال ہے امیر صاحب فرانس نے بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کو کس طرح بڑھاتا ہے۔ فرانس کے ایک عرب دوست ہیں انہوں نے بیان کیا کہ مَیں نے وقف جدید کا پچھلا، گذشتہ سال کا میرا خطبہ سنا جس میں مَیں نے مالی قربانی والوں کی مثالیں بیان کی تھیں جیسے آج کر رہا ہوں۔ کہتے ہیں اس خطبے کا میرے پر بڑا اثر ہوا۔ ان کی عمر 46 سال ہے۔

کہتے ہیں مَیں شدید مالی مشکلات کا شکار تھا اور پہلے کبھی مجھے اتنی مالی تنگی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ بینک سے بھی قرض لینا پڑا۔ بینک والے بھی میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ قرض واپس کرو۔ مجھے وارننگ مل چکی تھی کہ اگر میں نے اپنا حساب کلیئر نہ کیا تو میرا اکاؤنٹ بند کر دیں گے بلکہ بعض دفعہ پھر جرمانہ بھی ہو جاتا ہے۔ انہی دنوں کہتے ہیں کہ ہمارے حلقے میں اجلاسِ عام ہوا۔ اجلاس سے تھوڑی دیر قبل ہی میرے ایک دوست نے زبردستی مجھے 20 یورو دے دیے۔ مَیں نے یہ پیسے اپنی جیب میں رکھ لیے کہ اگلے چند دنوں میں میرے کام آئیں گے۔ اَور تو کچھ تھا نہیں میرے پاس۔

کہتے ہیں میں نے بیس یورو رکھ لیے لیکن جب میں اجلاس پر گیا تو وہاں سیکرٹری مال نے جب چندے کی بات کی تو میں نے وہ بیس یورو چندے میں دے دیے۔ چند دن کے بعد مجھے اپنے بینک سے ایک ٹیلی فون کال آئی تو کہتے ہیں مجھے کیونکہ بُری خبریں سننے کی عادت ہو گئی تھی۔ حالات بہت خراب ہو رہے تھے میں نے سوچا کہ کوئی بری خبر ہی ہو گی۔ بینک والوں نے اب مزید کوئی سختی مجھ پہ کرنی ہے لیکن بینک والوں نے مجھے بتایا کہ متعلقہ ادارے نے انہیں آرڈر کیا ہے کہ میرا بینک اکاؤنٹ بند نہ کیا جائے اور جو چھ سو یورو کی رقم منفی میں تھی ان کے اکاؤنٹ میں اس کو پلس کر دیں، اس کو جمع کر دیں، کریڈٹ کر دیں۔

کہتے ہیں میرے لیے یہ بڑی حیرانی والی بات تھی کیونکہ بینکوں کے رویے تو بڑے سخت ہوتے

ہیں۔ کہتے ہیں کچھ ہی دن بعد میرے کام کی انشورنس نے مجھے ایک بڑی رقم ادا کر دی جو ایک مدت سے رُکی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ یہ سارے واقعات وقفِ جدید کا خطبہ سننے اور معمولی رقم چندے میں دینے کے بعد پیش آئے۔ پہلے میں سوچا کرتا تھا کہ میرے ساتھ بھی معجزات ہو سکتے ہیں؟ ان لوگوں کے معجزات کے بڑے واقعات سناتے رہتے ہیں۔ میرے ساتھ تو نہیں کبھی ہوا لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے چندے کی برکات کا نمونہ دکھایا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی معجزات ہوتے ہیں۔

ہیٹی کے مبلغ قیصر صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سلوک اور ایمان مضبوط کرنے کا ایک اَور واقعہ ہے۔ اب یہ واقعات مختلف جگہوں کے ہیں، کوئی افریقہ میں ہے، کوئی امریکہ میں ہے، کوئی یورپ میں ہے، کوئی شمال میں ہے، کوئی جنوب میں ہے اور آپس میں ان کا رابطہ اور تعلق بھی کوئی نہیں لیکن ملتے جلتے واقعات ہیں۔ پورٹ آف پرنس کے ایک نَو احمدی ابراہیم صاحب چند دن قبل دفتر سے گھر جا رہے تھے۔ راستے میں ان کی ایک فائل گر گئی جس میں بعض ضروری کاغذات اور سندات تھیں اور 13 ہزار گورد (gourde) کی رقم تھی، ان کے ہاں جو وہاں کرنسی ہے۔ انہوں نے واپس جا کر سارا رستہ چیک کیا۔ انہیں فائل نہیں ملی۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے دل میں عہد کیا کہ میں نے وقفِ جدید کا جو ایک ہزار گورد کا وعدہ کیا تھا وہ ضرور پورا کروں گا۔ چاہے میرے پاس پیسے ہوں یا نہ ہوں۔ کہیں سے لے کے کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے کسی سے قرض لے کر وعدے کے مطابق اپنا چندہ ادا کر دیا۔ کہتے ہیں کہ چندہ دیا تھا تو اسی دن شام کو جس دن چندہ ادا کیا کسی نامعلوم شخص کا فون آیا کہ آپ کی فائل میرے پاس ہے۔ مجھ سے آ کر لے جائیں۔

کہتے ہیں میں فوراً پہنچا تو اس شخص نے مجھے فائل پکڑا دی اور کہنے لگا کہ مجھے آپ کا پتہ تلاش کرنے کے لیے فائل اندر سے دیکھنی پڑی تھی اس لیے میں نے آپ کی فائل بھی کھولی ہے۔ آپ اپنی رقم اور کاغذات چیک کر لیں۔ میں نے چیک کیا تو تمام رقم اور کاغذات فائل میں موجود تھے۔ کہتے ہیں اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ محض چندے کی برکت تھی جس کی وجہ سے میرے گم شدہ کاغذات جو ضروری کاغذات تھے وہ بھی مجھے مل گئے اور رقم بھی جن کا ملنا بظاہر مشکل تھا۔

مبلغ انچارج گنی کناکری کہتے ہیں کہ کنڈیا ریجن کے ایک گاؤں کے ایک احمدی دوست ابو بکر صاحب کو جب وقفِ جدید کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی تو پہلے تو انہوں نے کچھ پس و پیش کیا۔ پھر اپنا وعدہ ادا کر دیا۔ چندے کی ادائیگی کے کچھ عرصے بعد انہوں نے ہمارے لوکل مشنری کو بتایا کہ جماعت احمدیہ واقعةً الٰہی جماعت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں حکومت کا ملازم ہوں اور عرصہ ہوا میری ایک ٹانگ حادثے میں ٹوٹ گئی تھی جو کہ مناسب میڈیکل سہولت نہ ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر جڑ نہ سکی جس کی وجہ سے میری ایک ٹانگ چھوٹی رہ گئی جس کی مجھے مسلسل تکلیف رہتی تھی۔ اب کچھ عرصے سے مَیں پیسے جمع کر رہا تھا کہ مجھے ایک ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس کا آپریشن ہو جائے تو یہ ٹھیک ہو سکتی ہے۔

چنانچہ اس بار کچھ پیسے جمع ہو گئے تھے کہ میں اپنی ٹانگ کا آپریشن کروا لیتا لیکن جب مشنری نے چندے کی تحریک کی تو مَیں نے سوچا کہ اس دفعہ چندہ رہنے دیتا ہوں۔ نہیں دیتا اور اپنے آپریشن کی رقم رکھ لیتا ہوں لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت دی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ نہیں اللہ پر توکّل کرتے ہوئے

ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ابھی اس بات کو دو دن نہیں گزرے تھے کہ میرے دفتر کی طرف سے مجھے خط آیا کہ میرے آپریشن کا سارا خرچ حکومت ادا کرے گی اور میں جہاں چاہتا ہوں اپنا علاج کروا سکتا ہوں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ صرف اور صرف چندے کی برکت سے ہی ہوا ہے۔ پس یہ کوئی اتفاقی باتیں نہیں ہیں۔ یہ ان لوگوں پر جو اس پر توکل کرتے ہیں ان کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سلوک ہیں اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی بھی دلیل ہے۔

قادیان سے مامون رشید صاحب سیکرٹری وقفِ جدید لکھتے ہیں کہ ایک صاحب ہیں سولیجہ صاحب ان کا اس سال چندہ وقف جدید بعض گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے بقایا تھا۔ ان کے بھائی نے ان کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اب سال کا اختتام ہے اس کی جلدی ادائیگی کرو لیکن ان کے اکاؤنٹ میں اس قدر رقم نہیں تھی کہ مکمل چندہ ادا کر سکیں بلکہ کل رقم کا صرف تیس فیصد ہی اکاؤنٹ میں موجود تھا۔ موصوف بڑے فکر مند تھے کہ کس طرح مکمل ادائیگی کریں۔ آخر جو رقم اکاؤنٹ میں تھی وہی انہوں نے چندہ ادا کر دی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزانہ طور پر چند ہی لمحات میں اکاؤنٹ میں اتنی مزید رقم آ گئی جس سے وہ بقایا بھی ادا کر سکتے تھے چنانچہ اسی وقت انہوں نے وہ رقم اپنے وعدہ کے مطابق ادا کر دی۔ کہتے ہیں کہ ہمیشہ وعدہ جات سال کے اختتام سے پہلے ادا کر دیا کرتے تھے لیکن اس سال ان کی اور ان کے بچے کی بیماری کی وجہ سے بقایا رہ گیا تھا۔ وہ اس بات سے بڑے پریشان بھی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اس کا انتظام کر دیا اور کہتے ہیں میرے ایمان میں یہ تقویت کا باعث بنا۔

انڈیا سے ہی عبد المحمود صاحب انسپکٹر وقف جدید ہیں وہ بھی ایک دوست کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ضلع بیر بھوم کے ایک گاؤں، بنگال کا ایک گاؤں ہے۔ اس کا یہ واقعہ ہے کہ ان صاحب کی کریانے کی ہول سیل کی دکان ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی چلتی ہے۔ موصوف روزانہ دکان کھولتے ہی سو روپیہ ایک صندوق میں باقاعدگی سے ڈالتے تھے جس سے اپنے وعدے کے مطابق چندے کی ادائیگی کر دیتے تھے۔ صبح آ کر پہلا کام یہ کرتے تھے کہ ایک بکس میں سو روپیہ ڈال دیا۔

کہتے ہیں ایک دن ان کی دکان میں خریداری کے لیے بہت کم لوگ آئے اور جو خرچ تھا وہ پورا نہیں ہو رہا تھا۔ اگلے دن انہوں نے یہ نہیں کیا کہ سو روپیہ نہ ڈالے ہوں۔ اگلے دن دکان کھولتے ہی موصوف نے سو کے بجائے تین سو روپے اس صندوق میں، بکس میں ڈال دیے اور دل میں سوچا کیوں نہ آج اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ایسا ہوا کہ اسی دن دوپہر کے بعد کہتے ہیں میرے پاس آٹھ خریدار آئے۔ تھوک کا کام تھا اور بڑا کاروبار تھا۔ اس میں وقت لگتا ہے، بوریاں اٹھوائی ہوں گی۔ کہتے ہیں میں اتنا مصروف ہو گیا کہ اس میں سے ایک خریدار کو یہ کہہ کر واپس بھیجنا پڑا کہ کل آ جانا اور باقی لوگوں کو سامان دیتے دیتے رات دیر ہو گئی اور کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے اس دن کافی کمائی ہوئی اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب انسان پر خوش ہوتا ہے تو اتنا دیتا ہے کہ انسان دونوں ہاتھوں سے نہیں سنبھال سکتا۔

گنی بساؤ اوئیو (Oio) ریجن کے مشنری عبد العزیز صاحب ہیں۔ کہتے ہیں ایک ضعیف بوڑھی خاتون مسکوتہ (Mascuta) صاحبہ ہیں۔ ان کو وقفِ جدید کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی تو کہنے لگیں

کہ مَیں نے وعدے کے مطابق رقم جمع کر کے رکھی ہوئی تھی لیکن کل رات اپنے بھائی کی طرف جا رہی تھی کہ راستے میں وہ رقم کہیں گم گئی ہے، گر گئی ہے۔ میں وہ رقم تلاش کر رہی ہوں۔ جونہی مجھے رقم ملے گی میں ادائیگی کر دوں گی۔ اس کے بعد وہ رقم تلاش کرتی رہیں لیکن کہیں نہیں ملی۔ اس پر انہوں نے اپنی بیٹی سے کچھ رقم ادھار لے کر وقفِ جدید میں ادا کر دی اور یہ رقم ادا کرنے کے بعد انہوں نے دوبارہ اپنی گری ہوئی تھیلی ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ کہتی ہیں ابھی میں چند میٹر دور گئی تھی کہ وہی رقم جو پلاسٹک کے ایک لفافے میں بند تھی سڑک کے درمیان میں پڑی ہوئی مل گئی۔ اس پر بہت خوش ہوئیں اور اگلے دن واپس آئیں اور اپنے وعدے کے مطابق ادائیگی مکمل کی اور پھر یہ لوگوں کو بتانے لگیں کہ چندے کی، وقفِ جدید کے چندے کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گم شدہ رقم واپس دلا دی۔

مالی کے ریجن سکاسو کے ایک مبلغ احمد بلال صاحب لکھتے ہیں کہ ایک نومبائع احمد جَلَا صاحب مشن ہاؤس آئے اور انہوں نے بتایا کہ وہ پہلے باقاعدگی سے چندہ ادا کرتے تھے لیکن پھر کچھ مالی مشکلات کی وجہ سے چندہ ادا نہیں کر پائے۔ ایک روز انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ لوگ ایک مجمع کے ساتھ ایک وسیع راستے پر چل رہے ہیں اور یہ راستہ آگے جا کر بہت سے راستوں میں تقسیم ہو گیا ہے لیکن آگے تقسیم ہونے والے سارے راستے انتہائی خراب اور دشوار گزار ہیں۔

اس موقعے پر انہوں نے دعا کی تو آسمان سے ایک سواری آئی جو انہیں لے کر آسمان کی طرف چلی گئی اور پھر جب خراب راستہ ختم ہو گیا تو اس سواری نے انہیں دوبارہ وسیع راستے پر اتار دیا۔ کہتے ہیں کہ وہاں انہوں نے ایک بزرگ کو دیکھا جنہوں نے انہیں بتایا کہ یہ سواری تمہیں تمہارے چندے کی ادائیگی کی وجہ سے لینے گئی تھی۔ کہتے ہیں بعض اوقات مشکل آتی ہیں مگر ایک احمدی جو باقاعدگی سے خدا کی راہ میں چندہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ مشکلات کے وقت ان میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس نومبائع نے چندہ ادا کیا اور کہا کہ آئندہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ چندے کی ادائیگی میں کبھی سستی نہیں کرے گا۔ کیا یہ بھی کوئی اتفاق ہے۔

تنزانیہ کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ اروشا ریجن کی ایک جماعت میں چندے کی تحریک کی گئی تو ایک غریب خاتون فاطمہ صاحبہ جو کیلے اور پھل بیچ کر گزارہ کرتی ہیں انہوں نے دو دن کی تمام آمدنی وقفِ جدید میں ادا کر دی اور اپنی فیملی کو بھی باقاعدہ وقفِ جدید میں شامل کروایا۔ اسی طرح جماعت کی ایک اَور ضعیف خاتون ہیں ان کو بھی تحریک کی گئی تو اگلے دن صبح آٹھ بجے خود مشن ہاؤس آئیں اور پانچ ہزار شلنگ وقفِ جدید میں ادا کیے۔ اب یہ وہ لوگ ہیں (جن کے متعلق) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کو دیکھ کر کہ کس طرح قربانیاں کرتے ہیں۔

(ماخوذ از ضمیمہ رسالہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313 حاشیہ)

اور توجہ دلانے پر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ توجہ دلائی جائے تو یہ لوگ قربانی بھی کرتے ہیں۔

تنزانیہ کے امیر صاحب نے ہی ایک اَور واقعہ لکھا ہے کہ گذشتہ سالوں سے ملک کے معاشی حالات نہایت تنگ ہیں لیکن احمدی بہت اخلاص سے مالی قربانی میں حصہ لیتے ہیں۔ اروشا شہر کے ایک

دوست وزیری صاحب جو کہ اخبار بیچ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ ان کو جب وقفِ جدید کے حوالے سے تحریک کی گئی تو انہوں نے حسبِ توفیق ادائیگی کی اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ میں آئندہ سے روزانہ ایک کپ چائے کا خرچ کم کر کے وہ رقم چندے میں ادا کروں گا۔ اب غریب آدمی اس طرح بھی پیسے بچاتے ہیں کہ ایک پیالی چائے کی نہیں پیوں گا اور اس کا جو خرچ ہے وہ چندے میں ادا کروں گا۔ یہ احساس ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب پانا ہے۔

امیر صاحب تنزانیہ ہی لکھتے ہیں کہ مارا ریجن کی جماعت کے ایک مخلص نوجوان ہیں۔ عموماً یہ وقفِ جدید کا سال ختم ہونے سے قبل ہی مکمل ادائیگی کر دیتے ہیں لیکن اس سال معاشی حالات کی تنگی کی وجہ سے ابھی پندرہ ہزار شلنگ ان کے بقایا تھے۔ ان کے پاس معمولی رقم تھی۔ شلنگ کی بھی کوئی ویلیو نہیں۔ بہت کم ویلیو ہے۔ انہوں نے حساب لگایا کہ مہینے کے اختتام پر اگر یہ رقم بھی چندے میں ادا کر دی تو ان کے پاس اخراجات کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

بہرحال انہوں نے اللہ پر توکّل کر کے یہ رقم چندے میں ادا کر دی۔ بیان کرتے ہیں کہ اگلے دن ہی ان کے دفتر سے فون آیا کہ گذشتہ تین ماہ سے ان کے کچھ بل واجب الادا ہیں وہ کلیئر ہو گئے ہیں اور اسی طرح نئے سال میں ان کی تنخواہ میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ ان کا بھی یہ ایمان ہے کہ چندے کی برکت سے ہی کچھ دنوں میں مجھے چھ گنا زیادہ رقم مل گئی۔ کہاں یہ حالت تھی کہ گھر کا خرچہ کس طرح چلے گا اور کہاں یہ حالت کہ اللہ تعالیٰ نے چھ گنا زیادہ رقم دے دی۔

برکینا فاسو کے کایا ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک احمدی عبدو صاحب ہیں وہ بتاتے ہیں کہ چندہ جات کی ادائیگی میں حصہ تو لیتا تھا مگر باقاعدہ نہیں تھا۔ گذشتہ سال میں نے ارادہ کیا کہ آئندہ میں چندے کی تمام مدات میں شامل ہونے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ کہتے ہیں کہ جب سے مَیں نے فیصلہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ ہوں اور جب سے میں باقاعدہ ہوا ہوں میرے تمام معاملات، میرے مال، میرے مویشی، فصل ہر چیز میں برکت شروع ہو گئی ہے۔ غرض یہ کہ کئی ایک مشکلات تھیں جن کی وجہ سے میں کافی پریشان تھا وہ بھی آہستہ آہستہ حل ہو گئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ابھی گذشتہ ماہ ہی میری بیوی حاملہ تھی اور ہسپتال کے اخراجات کے لیے میرے پاس پیسے نہیں تھے مگر جب ڈلیوری کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد کی اور سارا انتظام ہو گیا اور ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی اور بیوی بھی خیریت سے ہے۔ کہتے ہیں یہ سب کچھ مَیں نے دیکھا ہے اور مَیں یہی سوچتا ہوں کہ چندے کی برکات سے ہے۔

پھر رشیا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ بدَایاں اَدْوَارد صاحب آرمینین ہیں لیکن رشیا میں رہتے ہیں۔ انہیں کافی مطالعہ اور سوچ بچار کے بعد احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ قبولِ احمدیت کے ساتھ ہی انہیں جماعت میں مالی قربانی کے نظام سے متعارف کروایا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے باقاعدہ ہر ماہ چندہ وقفِ جدید اور تحریکِ جدید ادا کرنا شروع کر دیا۔ کام کے سلسلہ میں ملک کے اندر بھی اور ملک سے باہر بھی کافی سفر کرتے ہیں لیکن سفروں میں رہنے کے باوجود باقاعدگی سے چندہ ادا کرتے ہیں۔ ان کا چھوٹا موٹا کام ہے یہ نہیں کہ کوئی بہت صاحبِ حیثیت ہوں اس لیے سفر کرتے ہیں۔

اَدْوَارد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جنوری 2020ء میں اپنے کام کے سلسلے میں انہوں نے آرمینیا جانا تھا اور وہاں سے کازان جانا تھا۔ یہ کام بہت ضروری تھا لیکن ان کے پاس سفر کے اخراجات کے لیے مناسب رقم میسر نہیں تھی۔ پریشانی بھی تھی دعا بھی کر رہے تھے۔ کہتے ہیں 30 دسمبر والے دن ایک ایسی کمپنی سے ان کے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کی گئی جس نے یہ رقم انہیں فروری میں ادا کرنی تھی۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ اَور بھی لوگ ہیں جنہیں یہ رقم فروری میں ملنی ہے لیکن صرف ان کو یہ رقم فروری کے بجائے دسمبر میں ادا کر دی گئی اور یہ ان کا یقین ہے کہ یہ صرف اور صرف چندے کی برکت ہے ورنہ یہ بات سمجھ سے بالا ہے کہ اتنے لوگوں میں سے یہ رقم صرف مجھے تیس دسمبر کو کیوں دی گئی۔ اور وہ مزید لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سلوک اور پیار کا اندازہ صرف ایک احمدی مسلمان کو ہی ہو سکتا ہے۔ اس طرح بھی اللہ تعالیٰ ایمان مضبوط کرتا ہے۔

آئیوری کوسٹ سے سان پیدرو ریجن کے مبلغ وقار صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں پیدرو ریجن میں 2014ء میں فتحاکرو گاؤں میں بیس افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہوئی تھی اور یہاں ایک صاحب تھے جارہ صاحب۔ ان کا پیچھے سے تعلق برکینا فاسو سے تھا۔ اس جماعت کے ایک ایکٹو ممبر یہی تھے اور ایک سال ہو گیا۔ وہ برکینا فاسو واپس چلے گئے تھے۔ ان کے واپس جانے پر کافی پریشانی تھی کیونکہ باقی لوگ اس قدر فعال نہیں تھے۔ ان کی تربیت کی بھی ضرورت تھی۔

بہرحال ان کے بیٹے عیسیٰ جارا جو کہ شادی شدہ ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں ان سے رابطہ کیا گیا انہیں خدام الاحمدیہ کے نیشنل اجتماع پر جانے کے لیے آمادہ کیا گیا۔ انہیں چندے کی اہمیت اور برکات اور نظامِ جماعت کے ساتھ پختہ تعلق رکھنے اور دعا کرتے رہنے کے لیے کہا گیا۔ کہتے ہیں اس کے بعد دسمبر میں نیشنل جلسہ سالانہ سے قبل موصوف میرے پاس آئے اور دس ہزار فرانک سیفا کی رقم چندہ میں ادا کر دی۔ اس پر میں نے انہیں حیران ہو کر کہا کیونکہ بظاہر ان کے حالات کے مطابق بہت زیادہ تھی کہ یہ رقم آپ نے کس طرح دے دی؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ جب سے میں نے چندہ ادا کرنا شروع کیا ہے مجھ پر خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل ہو رہے ہیں۔ مجھے میرے کھیت سے دوسروں کی نسبت زیادہ نفع حاصل ہو رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ جو نورانی چہرے والے ہیں لوگوں کو خیر کے راستے کی طرف بلا رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جو کہ دنیا کو ہدایت کی طرف بلا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی اور کہتے ہیں اب میں باقاعدہ چندہ ادا کروں گا۔

انڈیا سے انسپکٹر وقف جدید ہیں انہوں نے بارہ سال کی ایک بچی کا ذکر کیا ہے کہ وہ کئی سال سے باقاعدگی سے وقف جدید کا چندہ دیتی ہے اور ایک تھیلی میں پیسے جمع کرتی رہتی ہے۔ نہ وہ بول سکتی ہے نہ سن سکتی ہے لیکن جو بھی اس کو رقم ملے وہ جب دوسروں کو چندہ دیتے دیکھتی ہے تو اس کو بھی شوق پیدا ہوا۔

اسی طرح لائبیریا سے ایک مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی کی ایک جماعت ہے اس میں مغرب عشاء کے بعد احبابِ جماعت کو مَیں نے وقف جدید کے چندے کے حوالے سے تحریک کی تو احباب نے حسبِ معمول باری باری اپنا اور اپنے فیملی ممبر کا چندہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران

دو چھوٹے لڑکے عزیزم سلیمان اور عزیزم عبداللہ کمارا مسجد سے اٹھ کر چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد دونوں واپس آئے اور بیس بیس لائبیرین ڈالر چندہ ادا کر دیا۔ کہتے ہیں کیونکہ عموماً وہاں والدین بچوں کا چندہ دیتے ہیں اس لیے مجھے خیال آیا کہ ان بچوں سے پوچھوں کہ انہوں نے اپنا چندہ خود کیوں دیا ہے۔ اس پر دونوں بچے کہنے لگے کہ ہمیں یہ پتا چلا تھا کہ خلیفۂ وقت کا یہ ارشاد ہے کہ بچے بھی وقفِ جدید میں شامل ہوں۔ اس لیے ہم نے سوچا کہ اب ہم خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے مطابق پیسے جمع کر کے خود اپنا چندہ ادا کریں گے۔

دور دراز کے علاقے میں بیٹھے ہوئے بچے جنہوں نے کبھی خلیفہ وقت کو دیکھا بھی نہیں لیکن اب یہ اخلاص اور تعلق ہے جو صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی ان کے دلوں میں پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اخلاص و وفا کو مزید بڑھائے۔

پس بچے ہیں یا بڑے، نومبائعین ہیں یا پرانے احمدی ان کو یہ ادراک حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو پانے کا ایک ذریعہ اس کی راہ میں خرچ کرنا ہے اور پھر بعض کی تو خدا تعالیٰ خود رہنمائی بھی کرتا ہے جیسے میں نے واقعات میں بھی بتایا۔ یہ لوگ ایسے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے قابلِ رشک کہلانے والے ہیں۔

اب میں وقفِ جدید کے حوالے سے گذشتہ سال کے دوران جو وقفِ جدید کے چندے کی قربانیاں ہوئی ہیں ان کی رپورٹ پیش کروں گا اور نئے سال کا اعلان بھی (کروں گا)۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید کا باسٹھ واں سال 31؍ دسمبر کو ختم ہوا اور نیا سال یکم جنوری سے شروع ہو گیا ہے۔ اس دوران میں وقفِ جدید میں کُل دنیا کی جماعتہائے احمدیہ کو چھیانوے لاکھ تینتالیس ہزار پاؤنڈز کی مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ گذشتہ سال سے یہ رقم پانچ لاکھ پاؤنڈز زیادہ ہے۔

اس سال برطانیہ دنیا کی جماعتوں میں مجموعی طور پر وصولی کے لحاظ سے سرِفہرست ہے اور اس طرح تفصیل یوں ہے کہ برطانیہ نمبر ایک ہے۔ پھر پاکستان ہے۔ پھر جرمنی ہے۔ پھر امریکہ۔ پھر کینیڈا۔ پھر بھارت۔ آسٹریلیا۔ انڈونیشیا اور پھر مڈل ایسٹ کی دو جماعتیں ہیں۔ امیر صاحب نے کہا تھا وقفِ جدید میں بڑھ جائیں گے۔ انہوں نے اپنا قول پورا کر ہی دیا۔

دس بڑی جماعتیں جن کا گذشتہ سال کی نسبت مقامی کرنسی میں کافی اضافہ ہوا ہے ان میں انڈونیشیا سرِفہرست ہے۔ پھر جرمنی ہے۔ پھر امریکہ ہے۔ اس کے بعد دوسری جماعتیں ہیں بہرحال تین بڑی جماعتیں یہ ہیں۔ بھارت نے بھی کافی، خاطر خواہ اضافہ کیا ہے اور کینیڈا، برطانیہ اور مڈل ایسٹ کی جماعتوں اور پاکستان اور آسٹریلیا کی نسبت بھارت کی مقامی کرنسی میں قربانی کا جو اضافہ ہے وہ ان ملکوں سے زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے پانچویں نمبر پر بھارت ہے۔

اور افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمایاں جماعتیں جو ہیں ان میں نمبر ایک گھانا ہے۔ نمبر دو نائیجیریا۔ نمبر تین برکینا فاسو۔ نمبر چار تنزانیہ۔ نمبر پانچ بینن۔ نمبر چھ گیمبیا۔ نمبر سات کینیا۔ نمبر آٹھ مالی۔ نمبر نو سیرالیون اور دس کانگو کنساشا۔

شاملین کی تعداد کے لحاظ سے اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو وقفِ جدید کے چندے میں شامل ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد اٹھارہ لاکھ اکیس ہزار ہے اور اس سال ان کا اضافہ نواسی ہزار ہے۔

eighty-nine thousand کا اضافہ ہوا ہے اور تعداد میں اس سال اضافے کے لحاظ سے نمایاں جماعتوں میں کیمرون نمبر ایک پہ ہے۔ پھر سینیگال ہے۔ پھر سیر الیون ہے۔ پھر نائیجیریا ہے۔ پھر برکینا فاسو ہے۔ پھر انڈونیشیا اور پھر اس طرح باقی جماعتیں ہیں۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں یہ ہیں نمبر ایک اسلام آباد۔ نمبر دو آلڈرشاٹ۔ نمبر تین ووسٹر پارک۔ پھر برمنگھم ساؤتھ۔ پھر مسجد فضل۔ پھر پٹنی۔ پھر جلنگھم۔ پھر نیو مولڈن۔ پھر برمنگھم ویسٹ اور ہاؤنسلو نارتھ۔ اور ریجنز کے لحاظ سے پہلے پانچ ریجنز یہ ہیں: بیت الفتوح ریجن نمبر ایک پہ۔ پھر مسجد فضل ریجن۔ پھر مڈلینڈ ریجن۔ اسلام آباد ریجن۔ پھر بیت الاحسان ریجن۔ دفتر اطفال کے لحاظ سے پہلی دس جماعتیں آلڈرشاٹ نمبر ایک پہ۔ پھر روہیمپٹن۔ پھر پٹنی۔ اسلام آباد۔ مچم پارک۔ پھر چیم۔ پھر لیمنگٹن سپا۔ پھر ووسٹر پارک۔ پھر رینز پارک۔ پھر سربٹن۔

پاکستان میں چندہ بالغان کی جو پہلی تین جماعتیں ہیں ان میں اول لاہور ہے۔ پھر ربوہ ہے۔ پھر سوم کراچی ہے۔ پاکستان کرنسی کی ویلیو کی وجہ سے پیچھے چلا گیا ہے۔ اگر گذشتہ سال جتنی اس کی کرنسی کی ویلیو ہوتی تو اس دفعہ پاکستان پھر نمبر ایک پہ ہی ہونا تھا۔ برطانیہ کا اتنا زیادہ کمال بھی نہیں ہے۔ چندہ بالغان میں جو پاکستان کے اضلاع ہیں ان میں اسلام آباد، سیالکوٹ، راولپنڈی، گوجرانوالہ، ملتان، عمرکوٹ، حیدرآباد، ڈیرہ غازی خان، میرپور خاص اور پشاور۔ مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلی دس جماعتیں ہیں اسلام آباد شہر، ٹاؤن شپ لاہور، ڈیفنس لاہور، دارالذکر لاہور، گلشن اقبال کراچی، سمن آباد لاہور، راولپنڈی شہر، عزیز آباد کراچی، گلشن جامی کراچی اور دہلی گیٹ لاہور۔

وہاں تو ہر طرح کے حالات خراب ہیں اس کے باوجود اللہ کے فضل سے وہاں بھی بڑی قربانیاں دینے والے لوگ ہیں۔ دفتر اطفال میں پاکستان کی تین بڑی جماعتیں جو ہیں اول لاہور، دوئم کراچی اور سوئم ربوہ اور اضلاع کی پوزیشنز اس طرح ہے سیالکوٹ نمبر ایک۔ گوجرانوالہ نمبر دو۔ پھر سرگودھا۔ پھر حیدرآباد۔ پھر ڈیرہ غازی خان۔ پھر شیخوپورہ۔ پھر میرپور خاص۔ پھر عمرکوٹ۔ پھر اوکاڑہ۔ پھر پشاور۔

وصولی کے لحاظ سے جرمنی کی پانچ لوکل جماعتیں، لوکل امارات یہ ہیں نمبر ایک ہیمبرگ۔ نمبر دو فرینکفرٹ۔ نمبر تین ڈٹسن باخ۔ نمبر چار گروس گیراؤ اور نمبر پانچ ویزبادن۔ چندہ بالغان میں وقف جدید میں پہلی دس جماعتیں نوئیس، روڈرمارک، نیڈا، مہدی آباد، فلورس ہائم، فریڈبرگ، بینزہائم، لانگن، کوبلنز، ہناؤ اور پنی برگ ہیں۔ دفتر اطفال میں پہلی پانچ ریجن ہیں، ہیسن ساؤتھ ایسٹ (سود اوسٹ) ہے۔ ہیسن مٹے۔ تاونس۔ ہیسن ساؤتھ اور رائن لینڈ فالز۔ بہر حال جو بھی ان کے نام ہیں جرمن خود ہی اصلاح کر لیں۔

وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی دس جماعتیں میری لینڈ نمبر ایک۔ پھر سیلیکون ویلی۔ پھر لاس اینجلس۔ پھر ہیوسٹن۔ پھر سینٹرل ورجینیا۔ پھر سیئٹل۔ پھر ڈیٹرائٹ۔ پھر ساؤتھ ورجینیا۔ پھر شکاگو۔ پھر نارتھ ورجینیا۔

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتیں وان نمبر ایک پہ۔ کیلگری نمبر دو پہ۔ پیس ویلج نمبر تین۔ وینکوور نمبر چار۔ مسس ساگا نمبر پانچ اور بڑی جماعتیں ڈرہم، بریڈ فورڈ، ایڈمنٹن ویسٹ، ملٹن ویسٹ، ہیملٹن ماؤنٹین، آٹوا ایسٹ اور آٹوا ویسٹ۔ ایئرڈری (Airdrie)، وینی پیگ اور ایبٹس فورڈ ہیں۔

اور دفتر اطفال کی پانچ نمایاں امارتیں ہیں واگن، میرا خیال ہے وان ہو گا انہوں نے اردو میں اس کو واگن بنا دیا ہے اور کیلگری۔ پھر پیس ویلیج۔ پھر ویسٹن۔ بریمپٹن ویسٹ۔ دفتر اطفال کی پانچ نمایاں جماعتیں ڈرہم، بریڈ فورڈ، ملٹن ویسٹ، اور ایئرڈری (Airdrie)، ہملٹن ماؤنٹین ہیں۔

بھارت کے صوبہ جات جو ہیں ان میں کیرالہ نمبر ایک پہ ہے، جموں کشمیر نمبر دو پہ، باوجود خراب حالات کے یہ نمبر دو پہ ہے۔ کرناٹکہ نمبر تین۔ پھر تامل ناڈو۔ پھر تیلنگانہ۔ پھر اڑیشہ۔ پھر پنجاب۔ پھر ویسٹ بنگال۔ پھر دہلی۔ پھر اترپردیش۔ اور وصولی کے لحاظ سے بھارت کی جو جماعتیں ہیں ان میں پاٹھاپریام نمبر ایک پہ۔ پھر قادیان نمبر دو۔ پھر حیدر آباد۔ پھر کالی کٹ۔ پھر بنگلور۔ کوئمباٹور۔ کولکتہ۔ کیرولائی۔ کیرانگ۔ پینگاڈی (Payangadi)۔

آسٹریلیا کی دس جماعتیں نمبر ایک پہ میلبورن لانگ وارن۔ کاسل ہِل۔ میلبورن بیروِک۔ مارسڈن پارک۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ۔ MT ڈروئٹ (Druitt)۔ پینرِتھ (Penrith)۔ بلیک ٹاؤن۔ کینبرا۔ پرتھ (Perth)۔ اطفال میں آسٹریلیا میں میلبرن لانگ وارن، ایڈیلیڈ ساؤتھ، میلبرن بیروِک اور MT ڈروئٹ اور پینرِتھ اور لوگن ایسٹ، پرتھ اور مارسڈن پارک، کاسل ہِل اور پھر لوگن ویسٹ ہیں۔ بالغان میں آسٹریلیا کی جماعتیں کاسل ہِل، میلبرن لانگ وارن، مارسڈن پارک، میلبرن بیروِک، MT ڈروئٹ، بلیک ٹاؤن، ایڈیلیڈ ساؤتھ، پینرِتھ، کینبرا اور پرتھ ہیں۔

یہاں بھی آج کل آگ نے تباہی مچائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر بھی رحم کرے اور یہ لوگ حقیقت میں اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے والے بھی ہوں۔ بہر حال اس کے باوجود احمدی وہاں اللہ کے فضل سے قربانیاں دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں تمام قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔

پاکستان کے حالات جیسا کہ مَیں نے کہا کہ معاشی لحاظ سے خراب ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے کرنسی کی ویلیو کوئی نہیں اور اس لیے پوزیشن بھی ان کی پیچھے چلی گئی۔ اس کے باوجود قربانی میں یہ کمی نہیں کرتے۔ اسی طرح سیاسی حالات بھی خراب ہیں جس کا اثر معاشی حالات پر بھی پڑ رہا ہے۔ پھر اس ریجن میں بھارت پاکستان کی کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ بھارت میں اندرونی طور پر بھی خبروں کے مطابق حالات کافی خراب ہیں اور دنیا کی عمومی حالت بھی ایسی ہے کہ لگتا ہے کہ یہ سب اپنی تباہی کو آواز دے رہے ہیں۔ مڈل ایسٹ کے حالات بھی اب خراب ہو رہے ہیں۔ ایران اور امریکہ اور اسرائیل کی جنگ کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ مسلمان ملکوں میں آپس میں اتحاد نہیں ہے۔ پس دنیا کے تباہی سے بچنے اور خدا کی طرف آنے کے لیے ہمیں بہت دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اور ان کو عقل اور سمجھ دے۔

نیا سال شروع ہوا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے ہیں لیکن اندھیرے گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ پس اس سال کے بابرکت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سال کو اس طرح بابرکت فرمائے کہ دنیا کی حکومتیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے دنیا کو تباہی کی طرف نہ لے جائیں بلکہ دنیا میں امن اور انصاف قائم کرنے والی ہوں۔ اپنی

ذاتی اناؤں میں پڑ کر اپنے ملکی مفادات کو حاصل کرنے کے لیے انسانیت کو تباہ کرنے کے درپے نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ مسلمان ممالک ہیں تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کے ساتھ جڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو دنیا میں لہرانے میں مددگار بنیں اور یہ لوگ توحید کو دنیا میں قائم کرنے والے ہوں نہ کہ مسیح موعودؑ کی مخالفت میں اتنے بڑھ جائیں کہ اب تو انتہا کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم پہلے سے بڑھ کر زمانے کے امام کو ماننے کا حق ادا کرنے والے ہوں اور یہ حق ادا کرتے ہوئے دنیا میں توحید کا جھنڈا لہرانے والے ہوں اور دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانے والے ہوں اور اس کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور وسائل کو استعمال کرنے والے ہوں۔ اگر ہم یہ سوچ نہیں رکھتے اور اس سوچ کے ساتھ دعائیں نہیں کرتے اور اپنی دعاؤں کے ساتھ نئے سال میں داخل نہیں ہوتے تو ہمارے نئے سال کی مبارک بادیں سطحی مبارک بادیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

پس نئے سال کی حقیقی مبارک باد ہم پر جو ذمہ داری ڈال رہی ہے اس کا ہر احمدی بڑے چھوٹے مرد عورت کو احساس ہونا چاہیے اور اس کے لیے اپنی تمام کوششوں اور صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہیے اور اپنی دعاؤں میں اور خدا تعالیٰ سے تعلق میں ایک خاص کیفیت پیدا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ تبھی ہم اس سال کی حقیقی برکتیں حاصل کرنے والے ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹر نیشنل مورخہ 24/ جنوری 2020ء جلد 27 شمارہ 07 صفحہ 05 تا 10)

2

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10/ جنوری 2020ء بمطابق 10/ صلح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ جمعہ میں وقفِ جدید کے نئے سال کے اعلان کے ساتھ جو میں نے ملکوں کی جماعتوں کی پوزیشن بتائی تھی اس میں بتایا تھا کہ یوکے کی جماعتوں میں وقفِ جدید کے چندے کی وصولی کے لحاظ سے اسلام آباد کی جماعت پہلے نمبر پر ہے لیکن بعد میں یہ بات سامنے آئی کہ وہ جائزہ غلط تھا۔ پہلے نمبر پر آلڈرشاٹ (Aldershot) کی جماعت ہے اور دوسرے نمبر پر اسلام آباد کی جماعت۔ کیوں ہوا؟ کس طرح ہوا؟ اس کی تفصیل میں مَیں نہیں جانا چاہتا لیکن بہرحال یہ درستی کی ضرورت تھی۔ اس لیے میں نے سب سے پہلے اسی کو لیا۔

آلڈرشاٹ کی جماعت ماشاء اللہ بڑی قربانی دے رہی ہے اور خاص طور پر لجنہ آلڈرشاٹ کی صدر نے مجھے لکھا تھا کس طرح بعض عورتوں نے غیر معمولی قربانی دی ہے۔ ان کا جذبۂ قربانی مثالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرمائے۔ میں نے گذشتہ خطبے میں عموماً غریبوں کی اور غریب ملکوں میں رہنے والوں کی قربانی کے واقعات اس لیے بیان کیے تھے کہ امیروں میں بھی یہ احساس پیدا ہو اور وہ بھی قربانی کی روح کو سمجھیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان ترقی یافتہ ممالک میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو دنیاوی ضروریات کو پسِ پشت ڈال کر قربانی کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا برطانیہ کی جماعتوں میں وقفِ جدید میں آلڈرشاٹ کی جماعت سرِفہرست ہے۔

اب میں آج کے خطبے کے موضوع کی طرف آتا ہوں جو بدری صحابہؓ کا ذکر چل رہا ہے۔ گذشتہ سے پہلے خطبے میں حضرت سعد بن عبادہؓ کا ذکر چل رہا تھا اور کچھ رہ گیا تھا۔ آج بھی ان کے ذکر کے حوالے سے ہی بیان کروں گا۔ لیکن یہاں بھی ایک حوالے کی درستی کی ضرورت ہے جو گذشتہ خطبے میں مَیں نے بیان کیا تھا۔ گو احساس کے باوجود مَیں نے حوالے بھیجنے والوں کو ذکر تو نہیں کیا لیکن ریسرچ سیل میں ہمارے کام کرنے والوں کو خود ہی احساس ہو گیا اور انہوں نے یہ درستی بھیجی اور اس سے بہرحال میری یہ غلط فہمی جو مجھے بھی تھی وہ بھی دور ہو گئی۔ ماشاء اللہ اپنی طرف سے تو بڑی محنت سے کام کر کے یہ حوالے نکالتے ہیں لیکن بعض دفعہ جلد بازی سے ایسی تحریروں سے گزر جاتے ہیں جو دو صحابہ کے ملتے جلتے واقعات کو ملا دیتی ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ عربی عبارتوں کے ترجمے میں بھی الفاظ کا صحیح چناؤ نہ ہونے کی وجہ سے حقیقت واضح نہیں ہوتی۔ بہرحال اس حوالے سے اب انہوں نے خود ہی درستی

کر کے بھجوائی ہے جو میں پہلے بیان کروں گا۔ پھر باقی ذکر ہو گا۔

27/ دسمبر کے خطبے میں حضرت سعد بن عبادہؓ کے تعارف میں یہ بیان ہوا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ اور طُلیب بن عُمیر کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی جو مکے سے ہجرت کر کے مدینے آئے تھے اور ابنِ اسحاق کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عُبادہؓ اور حضرت ابوذر غِفاریؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی لیکن بعض کو اس سے اختلاف بھی ہے اور واقدی نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخات غزوۂ بدر سے قبل صحابہؓ کے درمیان قائم فرمائی تھی۔

حضرت ابوذر غفاری جو اس وقت مدینہ میں موجود نہیں تھے اور وہ آئے نہیں تھے اور غزوۂ بدر اور احد اور خندق میں بھی شامل نہیں تھے بلکہ وہ ان غزوات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو میں نے یہ بتایا تھا کہ یہ ان کی دلیل ہے۔ بہرحال یہ اس طرح نہیں ہے۔ مؤاخات کا یہ ذکر دراصل حضرت مُنذِر بن عمرو بن خُنیسؓ کے ضمن میں تھا۔

(اُسد الغابہ جلد 5 صفحہ 258 منذر بن عمرو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ریسرچ سیل والوں نے خود ہی لکھا ہے کہ جس کتاب سے یہ لیا گیا ہے وہاں ان کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہؓ کا بھی ذکر تھا تو ریسرچ سیل کی طرف سے سہواً یہ عبارت حضرت سعدؓ کے ساتھ بھی بیان کر دی گئی جبکہ حضرت منذر بن عمروؓ کے ذکر میں مؤاخات کا یہ ذکر ہے اور یہ تفصیل مَیں گذشتہ سال کے شروع میں 25/ جنوری کے خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔ بہرحال یہ ایک درستی ہے۔ اب آگے جو ذکر چل رہے ہیں وہ یہ ہیں کہ جب غزوۂ خندق کا واقعہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن کو مدینہ کی ایک تہائی کھجور اس شرط پر دینے کی پیشکش کے بارے میں سوچا کہ قبیلہ غطفان کے جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں وہ انہیں واپس لے جائے۔ باقی لوگوں کو چھوڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ طلب کیا۔ اس پر ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم ہوا ہے تو آپؐ ایسا کر دیں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر بخدا ہم کچھ نہیں دیں گے سوائے تلوار کے یعنی ہم اپنا حق لیں گے یا جو بھی اس کی سزا ہے وہ ان کو اس منافقت کی یا عہد کی پابندی نہ کرنے کی ملے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کسی بات کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ میری ذاتی رائے ہے جو میں نے تم دونوں کے سامنے رکھی ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں نے جاہلیت میں ہم سے ایسی ہی طمع نہیں کی تو آج کیوں کریں؟ جبکہ اللہ ہمیں آپؐ کے ذریعہ ہدایت دے چکا ہے یعنی کہ یہ جو پہلا اصول ان کے ساتھ چل رہا تھا آج بھی وہی چلے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے اس جواب سے خوش ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 442 سعد بن عبادہ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

اس کی تفصیل غزوۂ خندق کے حالات کے ذکر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ یہ دن مسلمانوں کے لیے نہایت تکلیف اور پریشانی اور خطرے کے دن تھے اور جوں جوں یہ محاصرہ لمبا

ہوتا جاتا تھا مسلمانوں کی طاقتِ مقابلہ لازماً کمزور ہوتی جاتی تھی اور گو ان کے دل ایمان واخلاص سے پُر تھے مگر جسم مادی قانونِ اسباب کے ماتحت چلتا ہے تو وہ مضمحل ہوتا چلا جارہا تھا۔ یعنی جسم کی ضروریات ہیں، آرام ہے، خوراک ہے، محاصرہ لمبا ہو گیا تو اس کی وجہ سے بے آرامی بھی تھی۔ صحیح رنگ میں خوراک بھی پوری نہیں ہو رہی تھی اس لیے تھکاوٹ بھی پیدا ہو رہی تھی، کمزوری بھی پیدا ہو رہی تھی، یہ جسم کا قدرتی تقاضا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات کو دیکھا تو آپؐ نے انصار کے رؤساء سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بلا کر انہیں حالات بتلائے اور مشورہ مانگا کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کی، غریبوں کی تو یہ حالت ہو رہی ہے اور ساتھ ہی اپنی طرف سے یہ ذکر فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبیلہ غطفان کو مدینے کے محاصل میں سے کچھ حصہ دینا کر کے اس جنگ کو ٹال دیا جائے۔ سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے یک زبان ہو کر یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ کو اس بارہ میں کوئی خدائی وحی ہوئی ہے تو سرِ تسلیم خم ہے۔ اس صورت میں آپؐ بے شک خوشی سے اس تجویز کے مطابق کارروائی فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مجھے اس معاملہ میں وحی کوئی نہیں ہوئی۔ میں تو صرف آپ لوگوں کی تکلیف کی وجہ سے مشورہ کے طریق پر پوچھ رہا ہوں۔ ان دونوں سعدؓ نے جواب دیا کہ پھر ہمارا یہ مشورہ ہے کہ جب ہم نے شرک کی حالت میں کبھی کسی دشمن کو کچھ نہیں دیا تو اب مسلمان ہو کر کیوں دیں۔

یعنی جو اُن کے وہاں قانون ہیں اس کے مطابق اب بھی عمل ہو گا۔ پھر آگے انہوں نے کہا کہ واللہ ہم انہیں تلوار کی دھار کے سوا کچھ نہیں دیں گے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار ہی کی وجہ سے فکر تھی۔

دوسرے لوگ بھی وہاں کے رہنے والے ہیں لیکن مدینہ کے انصار کو کوئی اعتراض یا لمبے محاصرے سے انقباض یا بے چینی نہ پیدا ہو تو انصار کی وجہ سے یہ فکر تھی جو مدینہ کے اصل باشندے تھے اور غالباً اس مشورہ میں آپؐ کا مقصد بھی صرف یہی تھا کہ انصار کی ذہنی کیفیت کا پتا لگائیں کہ کیا وہ ان مصائب میں پریشان تو نہیں ہیں اور اگر وہ پریشان ہوں تو ان کی دلجوئی فرمائی جائے۔ اس لیے آپؐ نے پوری خوشی کے ساتھ ان کے اس مشورے کو قبول فرمایا اور پھر جنگ بھی جاری رہی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 589-590)

غزوۂ خندق کے حالات بیان کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں قبیلہ بنو قریظہ کی غداری کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

"ابوسفیان نے یہ چال چلی کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہودی رئیس حُیَی بن اَخْطَب کو یہ ہدایت دی کہ وہ رات کی تاریکی کے پردے میں بنو قُریظہ کے قلعہ کی طرف جاوے اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے ساتھ مل کر بنو قریظہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ حُیَی بن اَخْطَب موقعہ لگا کر کعب کے مکان پر پہنچا۔ شروع شروع میں تو کعب نے اس کی بات سننے سے انکار کیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ اپنے عہد و پیمان کو وفاداری کے ساتھ نبھایا ہے۔ اس لیے میں اس سے غداری نہیں کر سکتا مگر حُیَی نے اسے ایسے سبز باغ دکھائے اور اسلام کی عنقریب تباہی کا ایسا یقین دلایا اور اپنے اس عہد کو کہ جب

تک ہم اسلام کو مٹا نہ لیں گے مدینہ سے واپس نہیں جائیں گے اس شدّومد سے بیان کیا کہ بالآخر وہ راضی ہو گیا اور اس طرح بنو قریظہ کی طاقت کا وزن بھی اس پلڑے کے وزن میں آکر شامل ہو گیا۔ "جو ملانے آیا تھا باہر سے "جو پہلے سے ہی بہت جھکا ہوا تھا" یعنی پہلے ہی ان میں طاقت تھی۔ دنیاوی طاقت ان کے پاس پہلے ہی بہت تھی۔ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بنو قریظہ کی اس خطرناک غداری کا علم ہوا تو آپ نے پہلے تو دو تین دفعہ خفیہ خفیہ زبیر بن العوامؓ کو دریافت حالات کے لیے بھیجا اور پھر باضابطہ طور پر قبیلہ اوس و خزرج کے رئیس سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ اور بعض دوسرے بااثر صحابہ کو ایک وفد کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو یہ تاکید فرمائی کہ اگر کوئی تشویشناک خبر ہو تو واپس آکر اس کا برملا اظہار نہ کریں بلکہ اشارہ کنایہ سے کام لیں تا کہ لوگوں میں تشویش نہ پیدا ہو۔ جب یہ لوگ بنو قریظہ کے مساکن میں پہنچے اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے پاس گئے تو وہ بدبخت ان کو نہایت مغرورانہ انداز سے ملا اور سعدین "یعنی دونوں سعد جو تھے ان" کی طرف سے معاہدہ کا ذکر ہونے پر وہ اور اس کے قبیلہ کے لوگ بگڑ کر بولے کہ 'جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔' یہ الفاظ سن کر صحابہ کا یہ وفد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مناسب طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے اطلاع دی۔"

(سیرت خاتم النبیینﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 584-585)

بہرحال پھر جو بھی ان کے ساتھ جنگ تھی یا سزا ملنی تھی وہ جاری رہی۔ غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر حضرت سعد بن عبادہؓ نے کئی اونٹوں پر کھجوریں لاد کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے بھیجیں جو ان سب کا کھانا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجور کیا ہی اچھا کھانا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 05 صفحہ06 فی غزوۃ بنی قریظۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

غزوۂ موتہ جو جمادی الاولیٰ سنہ آٹھ ہجری میں ہوئی۔ اس میں حضرت زیدؓ شہید ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اہل خانہ کے پاس تعزیت کے لیے گئے تو ان کی بیٹی کرب اور تکلیف کے باعث روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اس پر آپؐ بھی بہت زیادہ رونے لگے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ کیا! آپؐ نے فرمایا۔ هٰذَا شَوْقُ الْحَبِيْبِ اِلٰى حَبِيْبِهٖ۔ یہ ایک محبوب کی اپنے محبوب سے محبت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 34 زیدالحب بن حارثۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

صحیح بخاری کی ایک اَور روایت ہے۔ یہ پہلی صحیح بخاری کی نہیں تھی۔ یہ واقعہ اَور ہے اور صحیح بخاری کی روایت سے ہے کہ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال کوچ فرمایا تو قریش کو یہ خبر پہنچی۔ تب ابوسفیان بن حَرْب، حکیم بن حِزَام اور بُدَیْل بن وَرْقَاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو میں نکلے۔ وہ چل پڑے یہاں تک کہ مَرُّالظَّهْرَان مقام پر پہنچے۔ مَرُّالظَّهْرَان مکے کی جانب ایک مقام ہے جس میں بہت سے چشمے اور کھجور کے باغات ہیں۔ یہ مکے سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بہرحال جب وہاں پہنچے تو انہوں نے کیا دیکھا کہ بے شمار آگیں روشن ہیں جیسے حج کے موقع پر عرفات کے مقام کے

آ گئے ہوتی ہیں۔ ابوسفیان نے کہا یہ کیسی ہیں؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عرفات کی آگیں ہیں۔ بدیل بن وَرْقَاءْ نے کہا بنو عمرو کی آگیں معلوم ہوتی ہیں یعنی خزاعہ قبیلہ کی۔ ابوسفیان نے کہا عمرو کا قبیلہ اس تعداد سے بہت کم ہے۔ اتنے میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے داروں میں سے کچھ لوگوں نے دیکھ لیا اور ان تینوں کو پکڑ کر گرفتار کر لیا اور پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کے آئے۔ ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے یعنی مکے کی طرف تو آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ ابوسفیان کو پہاڑ کے درّے پر روکے رکھنا تاکہ وہ مسلمانوں کو دیکھ لے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے اسے روکے رکھا۔ مختلف قبائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزرنے لگے۔ لشکر کا ایک ایک دستہ ابوسفیان کے سامنے سے گزرتا گیا۔ جب ایک گروہ گزرا تو ابوسفیان نے کہا عباسؓ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ قبیلہ غِفار کے لوگ ہیں۔ ابوسفیان نے کہا مجھے غفار سے کیا سروکار۔ پھر جُہینہ والے گزرے۔ ابوسفیان نے ویسے ہی کہا۔ پھر سعد بن ہُذَیم والے گزرے۔ پھر اس نے ویسے ہی کہا۔ پھر سُلیم والے گزرے۔ پھر اس نے ویسے ہی کہا۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک ایسا لشکر آیا کہ ویسا اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا انصار ہیں اور ان کے سردار سعد بن عبادہؓ ہیں جن کے پاس جھنڈا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے پکار کر کہا ابوسفیان! آج کا روز گھمسان کی لڑائی کا روز ہے۔ آج کعبہ میں لڑائی حلال ہو گی۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا عباسؓ! بربادی کا یہ دن کیا خوب ہو گا اگر مقابلے کا موقع مل جاتا۔ یعنی کہ میں دوسری طرف ہوتا یا کہ اس طرف ہونے کی وجہ سے مجھے بھی موقع ملتا کیونکہ اسلام قبول کر لیا تھا۔ پھر ایک اَور دستہ فوج کا آیا اور وہ تمام لشکروں سے چھوٹا تھا۔ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپؐ کے ساتھی مہاجرین تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوامؓ کے پاس تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا کیا آپؐ کو علم نہیں کہ سعد بن عبادہؓ نے کیا کہا ہے؟ آپؐ نے پوچھا کیا کہا ہے؟ اس نے کہا کہ ایسا کہا ہے۔ جو بھی انہوں نے الفاظ استعمال کیے تھے (وہ بتائے)۔ آپؐ نے فرمایا سعدؓ نے درست نہیں کیا بلکہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ کعبہ کی عظمت قائم کرے گا اور کعبہ پر غلاف چڑھایا جائے گا۔ کوئی جنگ ونگ نہیں ہو گی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی، باب أین رکز النبیﷺ الرایة یوم الفتح حدیث 4280) (معجم البلدان جلد 4 صفحہ 247)

اس واقعے کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذرا تھوڑی سی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ جب لشکر مکے کی طرف بڑھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ کسی سڑک کے کونے پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو لے کر کھڑے ہو جاؤ تا کہ وہ اسلامی لشکر اور اس کی فدائیت کو دیکھ سکیں۔ حضرت عباسؓ نے ایسا ہی کیا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے سامنے سے یکے بعد دیگرے عرب کے قبائل گزرنے شروع ہوئے جن کی امداد پر مکہ بھروسا کر رہا تھا یعنی مکہ والے سمجھتے تھے یہ مدد کریں گے اور وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، مگر آج وہ قبائل کفر کا جھنڈا نہیں لہرا رہے تھے، آج وہ اسلام کا جھنڈا لہرا رہے تھے اور ان کی زبان پر خدائے قادر کی توحید کا اعلان تھا۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان لینے کے

لیے آگے نہیں بڑھ رہے تھے جیسا کہ مکہ والے امید کرتے تھے بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے تیار تھے اور ان کی انتہائی خواہش یہی تھی کہ خدائے واحد کی توحید اور اس کی تبلیغ کو دنیا میں قائم کر دیں۔ لشکر کے بعد لشکر گزر رہا تھا کہ اتنے میں اَشْجَع قبیلے کا لشکر گزرا۔ اسلام کی محبت اور اس کے لیے قربان ہونے کا جوش ان کے چہروں سے عیاں تھا اور ان کے نعروں سے ظاہر تھا۔ ابوسفیان نے کہا عباس! یہ کون ہیں۔ عباسؓ نے کہا یہ اَشْجَع قبیلہ ہے۔ ابوسفیان نے حیرت سے عباسؓ کا منہ دیکھا اور کہا سارے عرب میں ان سے زیادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ عباسؓ نے کہا کہ یہ خدا کا فضل ہے کہ جب اس نے چاہا ان کے دلوں میں اسلام کی محبت داخل ہو گئی۔ سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کا لشکر لیے ہوئے گزرے۔ یہ لوگ دو ہزار کی تعداد میں تھے اور سر سے پاؤں تک زرہ بکتروں میں چھپے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کی صفوں کو درست کرتے چلے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ قدموں کو سنبھال کر چلو تا کہ صفوں کا فاصلہ ٹھیک رہے۔ ان پرانے فداکارانِ اسلام کا جوش اور ان کا عزم اور ان کا ولولہ ان کے چہروں سے ٹپکا پڑتا تھا۔ ابوسفیان نے ان کو دیکھا تو اس کا دل دہل گیا۔ اس نے پوچھا عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے، عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار و مہاجرین کے لشکر میں جا رہے ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا اس لشکر کا مقابلہ کرنے کی دنیا میں کس کو طاقت ہے۔ پھر وہ حضرت عباسؓ سے مخاطب ہوا اور کہا تمہارے بھائی کا بیٹا آج دنیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہو گیا ہے۔ عباسؓ نے کہا اب بھی تیرے دل کی آنکھیں نہیں کھلیں۔ یہ بادشاہت نہیں ہے، یہ تو نبوت ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہاں اچھا پھر نبوت ہی سہی۔ جس وقت یہ لشکر ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہا تھا تو انصار کے کمانڈر سعد بن عبادہؓ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا۔ آج خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے مکہ میں داخل ہونا تلوار کے زور سے حلال کر دیا ہے۔ آج قریشی قوم ذلیل کر دی جائے گی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے اپنی قوم کے قتل کی اجازت دے دی ہے۔ ابھی ابھی انصار کے سردار سعدؓ اور اس کے ساتھی ایسا کہہ رہے تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے یہ کہا ہے کہ آج لڑائی ہو گی اور مکہ کی حرمت آج ہم کو لڑائی سے باز نہیں رکھ سکے گی اور قریش کو ہم ذلیل کر کے چھوڑیں گے۔ یا رسول اللہؐ! آپؐ تو دنیا میں سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ رحیم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے انسان ہیں۔ کیا آج آپؐ اپنی قوم کے ظلموں کو بھول نہ جائیں گے۔ ابوسفیان کی یہ شکایت اور التجا سن کر وہ مہاجرین بھی تڑپ گئے جن کو مکہ کی گلیوں میں پیٹا اور مارا جاتا تھا جن کو گھروں اور جائیدادوں سے بے دخل کیا جاتا تھا اور ان کے دلوں میں بھی مکہ کے لوگوں کی نسبت رحم پیدا ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! انصار نے مکہ والوں کے مظالم کے جو واقعات سنے ہوئے ہیں آج ان کی وجہ سے ہم نہیں جانتے کہ وہ قریش کے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان، سعدؓ نے غلط کہا ہے۔ آج رحم کا دن ہے۔ آج اللہ تعالیٰ قریش اور خانہ کعبہ کو عزت بخشنے والا ہے۔ پھر آپؐ نے ایک آدمی کو سعدؓ کی طرف بھجوایا اور فرمایا اپنا جھنڈا اپنے بیٹے قیسؓ کو دے دو کہ وہ تمہاری جگہ انصار کے لشکر کا کمانڈر ہو گا۔ اس طرح آپؐ نے جھنڈا ان سے لے لیا اور ان کے بیٹے کو دے دیا۔ اس

طرح آپؐ نے مکہ والوں کا دل بھی رکھ لیا اور انصار کے دلوں کو بھی صدمہ پہنچنے سے محفوظ رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیسؓ پر پورا اعتماد تھا جو سعدؓ کے بیٹے تھے کیونکہ قیس نہایت ہی شریف طبیعت کے نوجوان تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں ایسے شریف تھے، ان کی شرافت کا یہ حال تھا کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات کے قریب جب بعض لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے اور بعض نہ آئے تو انہوں نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض دوست میرے واقف ہیں اور میری عیادت کے لیے نہیں آئے۔ ان کے دوستوں نے کہا کہ آپ بڑے مخیر آدمی ہیں۔ قیسؓ بڑے مخیر تھے اور لوگوں کی بڑی مدد کرتے تھے تو آپؓ ہر شخص کو اس کی تکلیف کے وقت قرضہ دے دیتے ہیں۔ کسی نے مانگا قرضہ دے دیا اور شہر کے بہت سے لوگ آپؓ کے مقروض ہیں اور وہ اس لیے آپؓ کی عیادت کے لیے نہیں آئے کہ شاید آپؓ کو ضرورت ہو اس حالت میں اور آپؓ ان سے روپیہ مانگ بیٹھیں۔ جو قرض دیا ہوا ہے وہ واپس نہ مانگ لیں۔ آپؓ نے فرمایا اوہو، بڑا افسوس کا اظہار کیا کہ میرے دوستوں کو بلا وجہ یہ تکلیف ہوئی ہے۔ ان کو اگر یہ خیال آیا تو میری طرف سے تمام شہر میں منادی کر دو، اعلان کر دو کہ ہر شخص جس پر قیسؓ کا قرضہ ہے وہ اسے معاف ہے۔ اس پر کہتے ہیں کہ اس قدر لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے کہ ان کے مکان کی سیڑھیاں ٹوٹ گئیں۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 341 تا 343)

غزوۂ حنین جس کا دوسرا نام غزوۂ ہوازن بھی ہے، حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تیس میل کے فاصلہ پر واقع ایک گھاٹی ہے۔ غزوۂ حنین شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔ جو اموالِ غنیمت اس جنگ میں حاصل ہوئے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین میں تقسیم کر دیے۔ انصار نے اپنے دلوں میں اس بات کو محسوس کیا۔ اس کے متعلق ایک تفصیلی روایت مسند احمد بن حنبل میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور دیگر قبائلِ عرب میں مال تقسیم فرمایا تو انصار کے حصے میں اس میں سے کچھ نہ آیا۔ انصار نے اس کو محسوس کیا اور ان میں اس کے متعلق باتیں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے جا ملے ہیں، ہمیں بھول گئے۔ مہاجروں کو دے دیا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ قبیلہ یعنی انصار جو ہیں آپؐ کے متعلق اپنے نفسوں میں کچھ محسوس کر رہا ہے۔ آپؐ نے جو اپنی قوم اور مختلف قبائل عرب میں مالِ فَے تقسیم کیا ہے اور انصار کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملا۔ آپؐ نے پوچھا اے سعدؓ! اس معاملے میں تم کس طرف ہو؟ تم اپنی بات کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی قوم کا محض ایک فرد ہوں اور میری کیا حیثیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی قوم کو اس احاطے میں اکٹھا کرو یعنی وہاں ایک بڑا احاطہ تھا، ایک جگہ تھی وہاں لے کے آؤ۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نکلے اور انہوں نے انصار کو اس احاطے میں اکٹھا کر لیا۔ کچھ مہاجرین بھی آ گئے۔ حضرت سعدؓ نے انہیں اندر آنے دیا اور کچھ اَور لوگ اندر آئے تو حضرت سعدؓ نے انہیں روک دیا۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انصار جمع ہو گئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ اے گروہِ انصار! کیا باتیں ہیں جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں، کہ تمہیں اس بات پر کچھ ناراضگی ہے کہ تمہیں مال نہیں ملا۔ کیا جب میں تمہارے پاس آیا تو تم گمراہی میں نہ پڑے ہوئے تھے کہ اللہ نے تمہیں ہدایت سے سرفراز فرمایا؟ تم مالی تنگ دستی کا شکار نہ تھے کہ اللہ نے تمہیں مال دار بنا دیا؟ تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے کہ اللہ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ احسان کرنے والا اور افضل ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم آپؐ کو کیا جواب دیں جبکہ احسان اور فضل اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہے۔ آپؐ نے فرمایا بخدا اگر تم چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور تمہاری وہ بات سچی ہوتی اور تمہاری تصدیق بھی ہو جاتی کہ آپؐ ہمارے پاس اس حال میں آئے تھے جب آپؐ کو جھٹلا دیا گیا تھا۔

پس ہم نے آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ کو آپؐ کے اپنوں نے چھوڑ دیا تھا تو ہم نے آپؐ کی مدد کی۔ آپؐ ہمارے پاس آئے کہ لوگوں نے آپؐ کو نکال دیا تھا تو ہم نے آپؐ کو پناہ دی۔ آپؐ کو ہم نے ایک بڑے کنبے والا پایا تو ہم نے آپؐ کے ساتھ مؤاسات قائم کی۔ اے انصار کے گروہ! کیا تم نے دنیا کے حقیر سے مال پر دکھ محسوس کیا ہے؟ پھر آپؐ نے یہ الفاظ فرمانے کے بعد کہا کہ تم یہ یہ جواب دے سکتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! کیا تم نے دنیا کے حقیر مال پر دکھ محسوس کیا ہے کہ مَیں نے تمہیں نہیں دیا اور ان کو دے دیا جو میں نے اس قوم کی تالیفِ قلب کے لیے دیا ہے تاکہ وہ اسلام قبول کر لیں اور میں نے تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ ان کی تالیفِ قلب کی ہے تاکہ اسلام قبول کر لیں اور مضبوط ہوں اور تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ اے انصار کے گروہ! کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر اپنے گھروں میں لوٹو، صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اور اگر لوگ ایک وادی میں چل رہے ہوں اور انصار دوسری وادی میں چل رہے ہوں تو میں انصار کی وادی کو اختیار کروں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر۔ راوی کہتے ہیں اس پر وہ سب انصار رونے لگے جو وہاں موجود تھے حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور وہ کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم اور حصے کے لحاظ سے راضی ہیں یعنی جو بھی آپؐ نے تقسیم کی ہے اس پر راضی ہیں اور آپؐ ہمارے لیے کافی ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور لوگ بھی منتشر ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل المجلد 4 صفحہ 192-193 مسند ابی سعید الخدریؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء) (اٹلس سیرتِ النبیؐ صفحہ 408-409 مطبوعہ دار السلام الریاض 1424ھ)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 163 و 175 باب غزوہ الطائف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے سفر کر کے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ حج پر پہنچے تو وہاں آپؐ کی

سواری گم ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی سواری ایک ہی تھی اور وہ حضرت ابوبکرؓ کے غلام کے پاس تھی جس سے رات کے وقت وہ گم ہو گئی۔ حضرت صَفوان بن مُعَطّلؓ قافلہ میں سب سے پیچھے تھے۔ وہ اپنے ہمراہ اس اونٹنی کو لے آئے اور سارا سامان بھی اس پہ موجود تھا۔ وہ اونٹنی جو گم گئی تھی اس کو لے آئے اور وہ سامان بھی اس پہ موجود تھا۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے جب یہ بات سنی تو اپنے بیٹے قیسؓ کے ہمراہ آئے۔ ان دونوں کے ساتھ ایک اونٹ تھا جس پر زادِ راہ تھا۔ سارا سامان سفر کا لدا ہوا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ اس وقت اپنے گھر کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی سامان والی سواری واپس لوٹا دی تھی یعنی اس وقت تک آپؐ کی وہ اونٹنی مل چکی تھی جو گمی تھی۔ جب سعدؓ آئے ہیں تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپؐ کی سامان والی سواری گم ہو گئی ہے۔ یہ ہماری سواری اس کے بدلے میں ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ وہ سواری ہمارے پاس لے آیا ہے۔ یعنی وہ جو گمی تھی وہ مل گئی ہے۔ تم دونوں اپنی سواری واپس لے جاؤ۔ اللہ تم دونوں میں برکت ڈالے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 08 صفحہ 460 ذکر نزولہ ﷺ بالعرج، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(کتاب المغازی جلد 3 صفحہ 1093 باب حجۃ الوداع مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے آپؐ کو کہلا بھیجا کہ میرا بچہ حالتِ نزع میں ہے ہمارے پاس آئیں تو آپؐ نے کہلا بھیجا اور فرمایا کہ اللہ ہی کا ہے جو لے لے اور اسی کا ہے جو عنایت کرے اور ہر بات کا اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے۔ اس لیے تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہو۔ انہوں نے پھر آپؐ کو بلا بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی کہ ان کے پاس ضرور آئیں۔ آپؐ اٹھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور کئی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ جب آپؐ پہنچے تو بچہ اٹھا کر لایا گیا۔ وہ بچہ اس وقت دم توڑ رہا تھا اور ایسی ہی دم توڑنے کی آواز آ رہی تھی۔ عثمانؓ کہتے تھے کہ میرا خیال ہے اسامہؓ نے کہا کہ جیسے پرانی مشک ٹھکرانے سے آواز دیتی ہے یعنی ایسی آواز آ رہی تھی کہ بڑے بڑے سانس لے رہا تھا۔ بچے کی یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ کیا ہے! آپؐ نے جواب دیا یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اللہ بھی اپنے بندوں میں سے انہی پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ ...... الخ حدیث 1284)

یہ کوئی جذباتی حالت ہے تو ایسی کوئی بات نہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کو کسی بیماری کی شکایت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان سب کو اپنے ساتھ لے کر ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو آپ نے

ان کو گھر والوں کے جمگھٹ میں پایا۔ آپؐ نے فرمایا کیا یہ فوت ہو گئے؟ لوگ بیماری کی وجہ سے اکٹھے ہوئے تھے، شدید بیماری تھی۔ گھر والے ارد گرد اکٹھے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہؐ! فوت نہیں ہوئے۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب گئے۔ ان کی حالت دیکھی تو آپؐ رو پڑے۔ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رو دیے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سنتے نہیں۔ دیکھو کہ اللہ آنکھ کے آنسو نکلنے سے عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غمگین ہونے پر بلکہ اس کی وجہ سے سزا دے گا یا رحم کرے گا اور آپؐ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا اور پھر فرمایا اور میّت کو بھی اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض حدیث 1304)

نوحہ کرنا جو ہے وہ غلط ہے۔ اس وقت ہو سکتا ہے کہ دیکھ کر ان کی ایسی حالت ہو یا آپؐ کی دعا کی کیفیت پیدا ہوئی ہو اس میں بھی آپؐ کو رونا آ گیا ہو لیکن باقیوں نے یہ سمجھا ہو کہ ان کا آخری وقت ہے اس لیے رونا شروع کر دیا۔ اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ رونا منع نہیں ہے لیکن بری بات اور منع یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے ظاہر ہونے پر ناراض ہو جائے۔ پس آنسو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے نکلیں تو اس کا رحم جذب کرتے ہیں ورنہ اگر برا منا کر نکلیں اور اس پر نوحہ کیا جائے تو پھر یہ سزا مل جاتی ہے۔ بہرحال اس وقت فوت نہیں ہوئے تھے جبکہ بیماری ان کی شدید تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ انصار میں سے ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔ اس نے آپؐ کو سلام کیا۔ پھر وہ انصاری پیچھے مڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انصاری بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہؓ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون اس کی عیادت کرے گا۔

آپؐ اٹھے اور ہم آپؐ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم دس سے کچھ اوپر لوگ تھے۔ ہم نے نہ جوتے پہنے تھے نہ موزے، نہ ٹوپیاں تھیں نہ قمیض۔ یعنی بڑی جلدی میں آپؐ کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ ہم اس قدر زمین میں چلے یہاں تک کہ ہم ان کے یعنی سعد بن عبادہؓ کے پاس آئے۔ سارے لوگ ان کے ارد گرد اکٹھے تھے وہ سب پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے وہ اصحابؓ جو آپؐ کے ساتھ تھے ان کے قریب آ گئے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ اسی پہلے واقعہ کا اس روایت میں ذکر ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز، باب فی عیادۃ المرضٰی 2138)

حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حریرہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ میں نے حریرہ تیار کیا۔ حریرہ مشہور غذا ہے جو آٹے اور گھی اور پانی سے بنتا ہے بلکہ (بعض نے کہا ہے کہ) آٹے اور دودھ سے بنتا ہے بہرحال یہ انہوں نے لغت حدیث میں سے جو (معنیٰ) نکالا ہے انہوں نے کہا ہے کہ میں ان کے حکم کے مطابق وہ حریرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے جابرؓ! کیا یہ گوشت ہے؟ میں نے عرض کی جی نہیں یا رسول اللہؐ! یہ حریرہ

ہے جو میں نے اپنے والد کے حکم سے بنایا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے حکم دیا تو میں آپؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں۔ پھر میں واپس اپنے والد کے پاس آ گیا۔ میرے والد نے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے کہا جی۔ میرے والد نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا کہا؟ میں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ اے جابر! کیا یہ گوشت ہے؟ میرے والد نے سن کر کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کی خواہش ہو رہی ہو۔ والد صاحب نے بکری ذبح کی، اس کو بھونا اور مجھے حکم دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر آؤ۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ بکری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے بالخصوص عبداللہ بن عَمرو بن حَرَام اور سعد بن عُبادہ کو۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 5صفحه39-40 كتاب الاطعمة دارالفكر 2001ء)
(فتح الباری کتاب الاطعمہ جلد 9 صفحہ 678 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)(جہانگیر اردو لغت صفحہ 649 مطبوعہ جہانگیر بکس لاہور)
(Lexicon part 2 P: 539 London 1865)

حضرت ابواُسید سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے گھرانوں میں سے بہترین بنو نجار ہیں۔ پھر بنو عبد اشہل۔ پھر بنو حارث بن خزرج۔ پھر بنو ساعِدہ اور انصار کے تمام گھرانوں میں بھلائی ہے۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہؓ بولے اور وہ اسلام میں اعلیٰ پایہ کے تھے۔ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے یعنی کہ اچھے اعلیٰ پائے کے تھے کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہم سے افضل قرار دیا ہے۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بھی تو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

(صحيح البخاری كتاب مناقب الأنصار باب منقبة سعد بن عباده حديث 3807)

حضرت ابواُسید انصاریؓ گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے بہترین گھر بنو نجار ہیں۔ پھر بنو عبد اشہل۔ پھر بنو حارث بن خزرج اور پھر بنو ساعدہ اور انصار کے سب گھروں میں بھلائی ہے۔ راوی ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابواُسیدؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ سے یہ روایت کرنے پر مجھے متہم کیا جاتا ہے۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوتا تو ضرور اپنی قوم بنو ساعدہ سے شروع کرتا۔ یہ بات حضرت سعد بن عبادہؓ تک پہنچی تو ان پر بھی بڑی گراں گزری۔ پہلی بھی جو روایت ہے اس میں بھی ان کا اظہار یہ تھا کہ ہمیں انہوں نے کہا کہ ہمیں پیچھے کر دیا گیا ہے یہاں تک کہ ہم چار میں سے آخری ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے لیے یعنی سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ میرے لیے میرے گدھے پر زین کسو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جارہا ہوں۔ ان کے بھتیجے سہل نے ان سے کہا، سعد بن عبادہؓ کے بھتیجے نے کہا کہ کیا آپؓ اس لیے جارہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تردید کریں۔ جو آپؐ نے ترتیب بیان کی ہے اس کے بارے میں بلاوجہ جاکے پوچھیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ کیا آپؓ کے لیے یہ کافی نہیں کہ آپؓ چار میں سے ایک ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ارادہ بدل دیا اور کہا اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں اور انہوں نے اپنے گدھے کی زین کھولنے کا حکم دیا اور وہ زین کھول دی

گئی۔ یہ بھی صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فی خیر دور الانصار حدیث6425)

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے قابلِ تعریف بنا دے اور مجھے شرف اور بزرگی والا بنا دے۔ شرف اور بزرگی بغیر اچھے کاموں کے نہیں ہو سکتی۔ اچھے کام نہ ہوں تو پھر شرف بھی نہیں مل سکتا اور بزرگی بھی نہیں ہو سکتی اور اچھے کام بغیر مال کے نہیں ہو سکتے۔ اے اللہ! تھوڑا میرے لیے مناسب نہیں اور نہ ہی مَیں اس میں درست رہوں گا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ461 سعد بن عبادہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

بہرحال یہ دعا کرنے کا ان کا اپنا ایک انداز تھا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر مَیں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو غلط حالت میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ مَیں چار گواہ لے آؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر مَیں ہوں تو اس سے پہلے ہی جلدی سے تلوار کے ساتھ اس کا فیصلہ کر دوں۔ کوئی گواہی تلاش نہیں کروں گا بلکہ قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے کہا کہ سنو! تمہارا سردار کیا کہتا ہے۔ وہ بہت غیور ہے اور فرمایا کہ مَیں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللعان حدیث3763)

پھر اسی حوالے سے مسلم کی ہی ایک اَور روایت بھی ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا اگر مَیں کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس دیکھوں تو اسے قتل کر دوں اور تلوار بھی چوڑے رخ سے نہیں دھار کے رخ سے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم سعدؓ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو۔ اللہ کی قسم! مَیں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ اللہ نے اپنی غیرت ہی کی وجہ سے بے حیائیوں کو منع فرمایا ہے جو ان میں سے ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ ہوں اور کوئی شخص بھی اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص معذرت کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند بھی نہیں اور اللہ جتنا معذرت کو پسند کرتا ہے، توبہ کو پسند کرتا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے کوئی شخص اس میں اللہ سے زیادہ بڑھ نہیں سکتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ بشارت بھی دیتے ہیں ڈراتے بھی ہیں۔ اور کوئی شخص اللہ سے بڑھ کر مدح کو پسند نہیں کرتا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللعان حدیث3764)

اللہ تعالیٰ کی مدح، تعریف برائیوں سے بچنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جنت کا بھی وعدہ کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سزا بھی دیتا ہے تو جلدی نہیں کرتا۔ انسان کہہ دے میں غیرت کھا گیا اور جلدی کی۔ توبہ کرنے والے کو معاف بھی فرماتا ہے اور صرف معاف ہی نہیں کرتا بلکہ نوازتا بھی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے قانون سے، آپؐ نے

فرمایا آگے نہ بڑھو۔ جو اللہ تعالیٰ کے قانون ہیں اس کے اندر رہو۔

حدیث میں ایک روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا فلاں قبیلے کے صدقات کی نگرانی کرو لیکن دیکھنا قیامت کے دن اس حال میں نہ آنا کہ تم اپنے کندھے پر کسی جوان اونٹ کو لادے ہوئے ہو اور وہ قیامت کے روز چیخ رہا ہو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! پھر یہ ذمہ داری کسی اَور کے سپرد فرما دیجیے تو آپؐ نے یہ کام ان کے سپرد نہیں کیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحه 473 مسند سعد بن عبادہ حدیث 22828 مطبوعه عالم الکتب بیروت 1998ء)

یعنی نگرانی کا پھر حق ادا کرنا ہوگا۔ انصاف کرنا ہوگا اور کسی قسم کی خیانت نہیں ہوگی۔ اگر خیانت ہوئی، انصاف نہ ہوا، اس کا حق ادا نہ ہوا تو پھر یہ بہت بڑا گناہ ہے اور قیامت کے دن اس کا جواب دہ ہونا ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں چھ انصار نے قرآن کریم جمع کیا تھا جن میں حضرت سعد بن عبادہ بھی شامل تھے۔

(اسد الغابہ، جلد 1 صفحہ503، جاریة بن مجمع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2003ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ

"انصار میں سے جو مشہور حفاظ تھے ان کے نام یہ ہیں: عُبادہ بن صامتؓ۔ مُعاذؓ۔ مُجَمِّع بن حارِثہؓ۔ فَضَاله بن عُبَیدؓ۔ مَسْلَمه بن مُخَلَّدؓ۔ ابوالدَّرْدَاءؓ۔ ابوزیدؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ اُبَیّؓ بن کعبؓ اور سعد بن عبادہؓ۔ ام وَرَقہؓ۔" لکھتے ہیں کہ "تاریخ سے ثابت ہے کہ صحابہؓ میں سے بہت سے قرآن کریم کے حافظ تھے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 430)

باقی ان شاء اللہ۔ ان کا یہ تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے وہ ان شاء اللہ آئندہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31 جنوری 2020ء جلد 27 شمارہ 09 صفحہ 05 تا 09)

3

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 / جنوری 2020ء بمطابق 17 / صلح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت سعد بن عُبادہؓ کا ذکر گذشتہ چند خطبوں سے چل رہا ہے۔ آج مَیں اس کا آخری حصہ بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار اپنے میں سے جن کو خلیفہ منتخب کرنا چاہتے تھے ان میں ان کا نام بھی خاص طور پر لیا جاتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ انصار کا ان کو خلیفہ منتخب کرنے پر زور تھا اور یہ قوم کے سردار بھی تھے اور جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے تو یہ اس وقت بلکہ اس سے پہلے ہی انصار کے کہنے پر کچھ متزلزل بھی ہو گئے تھے کہ ان کو ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور خلافت کے مقام کی اہمیت بھی اس حوالے سے بیان کی ہے۔ اس لیے مَیں اس بیان کو بڑا ضروری سمجھتا ہوں۔ وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ مصلح موعودؓ کے اس حوالے سے پہلے حدیث اور ایک تاریخی حوالہ بھی پیش کروں گا۔

حُمَید بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابو بکرؓ مدینہ منورہ کے نواح میں تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر آپؐ کے چہرۂ مبارک کو چوما اور فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ زندہ ہونے اور وفات یافتہ ہونے کی حالت میں کس قدر پاکیزہ تھے۔ پھر کہا کہ ربِّ کعبہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تیزی کے ساتھ سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے گفتگو شروع کی۔ آپؓ نے قرآنِ کریم میں انصار کی بابت جو کچھ نازل ہوا اس میں سے کچھ نہ چھوڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ سب بیان کیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا تم لوگوں کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو مَیں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ پھر حضرت سعدؓ کو مخاطب کر کے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اے سعد! تجھے علم ہے کہ تُو بیٹھا ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت کا حق دار قریش ہوں گے۔ لوگوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ قریش کے نیک افراد کے تابع ہوں گے اور جو فاجر ہوں گے وہ قریش کے فاجروں کے تابع ہوں

گے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ آپؓ نے سچ کہا۔ ہم وزیر ہیں اور آپ لوگ امراء۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 01 صفحہ 158-159، مسند ابی بکر صدیق حدیث 18 مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ 1994ء)

طبقات الکبریٰ میں اس موقعے کی تفصیل میں اس طرح لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ آکر بیعت کریں کیونکہ لوگوں نے بیعت کر لی ہے اور تمہاری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک میں اپنے ترکش میں موجود سارے تیر لوگوں کو نہ مار لوں یعنی بقول اِن کے انکار کیا، اور وہ لوگ جو میری قوم و قبیلہ میں سے میرے تابع ہیں ان کے ہمراہ تم لوگوں سے قتال نہ کر لوں۔

حضرت ابوبکرؓ کو جب یہ خبر موصول ہوئی تو بشیر بن سعدؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے انکار کیا ہے اور اصرار کیا یعنی انکار پر اصرار کر رہے ہیں۔ وہ آپؓ کی بیعت کرنے والے نہیں خواہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ اور وہ ہرگز قتل نہیں کیے جاسکتے جب تک کہ ان کے ساتھ ان کی اولاد اور ان کے قبیلے کو قتل نہ کیا جائے۔ اور یہ لوگ ہرگز قتل نہیں کیے جاسکتے جب تک کہ قبیلہ خزرج کو قتل نہ کیا جائے۔ اور خزرج کو ہرگز قتل نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اَوس کو قتل نہ کیا جائے۔ لہٰذا آپؓ ان کی طرف پیش قدمی نہ کریں جبکہ اب لوگوں کے لیے معاملہ سیدھا ہو چکا ہے۔ وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا یعنی ان کی قوم میں سے اکثریت نے بیعت کر لی ہے۔ اگر انکار کیا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ وہ ایک ایسا تنہا شخص ہے جسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بشیرؓ کی نصیحت کو قبول کرتے ہوئے حضرت سعدؓ کو چھوڑ دیا۔

پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو ایک روز مدینہ کے راستے پر سعدؓ سے ملے تو آپؓ نے فرمایا۔ کہو اے سعد۔ سعدؓ نے کہا کہو اے عمرؓ۔ یہ آپس میں گفتگو ہو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ویسے ہی ہو جیسے پہلے تھے؟ سعدؓ نے کہا ہاں مَیں ویسا ہی ہوں۔ خلافت آپؓ کو مل گئی ہے۔ ٹھیک ہے کہ خلافت تو مل گئی ہے آپؓ کو۔ بہت سارے لوگوں نے بیعت بھی کر لی ہے لیکن مَیں نے ابھی تک نہیں کی۔ پھر انہوں نے کہا کہ بخدا آپؓ کا ساتھی یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں آپؓ کی نسبت زیادہ محبوب تھا۔ یہ حضرت عمرؓ کو حضرت سعدؓ نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ ہمیں آپؓ کی نسبت زیادہ محبوب تھے۔ پھر حضرت سعدؓ نے کہا کہ بخدا مَیں نے اِس حالت میں صبح کی ہے کہ مَیں آپؓ کی ہمسائیگی کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو اپنے پڑوسی کی مصاحبت کو ناپسند کرتا ہے تو وہ پھر اُس کے پاس سے منتقل ہو جائے۔ حضرت سعدؓ نے کہا مَیں یہ بھولنے والا نہیں یعنی مَیں یہ کروں گا۔ مَیں ایسی ہمسائیگی کی طرف منتقل ہونے والا ہوں جو اُن کے خیال میں آپؓ سے بہتر ہے۔ کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت سعدؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آغاز میں ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ طبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث، سعد بن عبادہ، صفحہ 312، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

حضرت سعدؓ کے متعلق یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ وَاتَّبَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْبَيْعَةِ، وَبَايَعَ سَعْدٌ کہ ساری قوم نے باری باری حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی اور حضرت سعدؓ نے بھی بیعت کی۔ یہ تاریخِ طبری کا حوالہ ہے۔

(تاریخ طبری جلد3 صفحہ 266، سنہ احدی عشرۃ ذکر الخبر عما جري بين المهاجرين والأنصار في أمر الإمارة في سقيفة بنی ساعدۃ، دار الفکر بیروت 2002)

بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تفصیل بیان فرمائی ہے اس میں بہت سے پہلو بیان ہو جاتے ہیں۔ خلافت کی بیعت بھی کیوں ضروری ہے، خلافت کا مقام کیا ہے اور حضرت سعد نے جو کچھ کیا اس کی کیا حیثیت ہے؟

آپؓ اپنے ایک خطبہ میں بیان فرماتے ہیں کہ "قتل کے معنی قطع تعلق کے بھی ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب صحابہ میں خلافت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ انصار کا خیال تھا کہ خلافت ہمارا حق ہے ہم اہلِ بلد ہیں۔ کم سے کم اگر ایک مہاجرین میں سے خلیفہ ہو تو ایک انصار میں سے ہو۔" یعنی دو دو ہوں۔ "بنو ہاشم نے خیال کیا کہ خلافت ہمارا حق ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خاندان سے تھے۔ اور مہاجرین گو یہ چاہتے تھے کہ خلیفہ قریش سے ہونا چاہیے کیونکہ عرب لوگ سوائے قریش کے کسی کی بات ماننے والے نہ تھے مگر وہ کسی خاص شخص کو پیش نہ کرتے تھے بلکہ تعین کو انتخاب پر چھوڑنا چاہتے تھے" کہ انتخاب کر لیتے ہیں۔ "مسلمان جسے منتخب کر لیں وہی خدا تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ سمجھا جائے گا۔

جب انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا تو انصار اور بنو ہاشم سب ان سے متفق ہو گئے مگر ایک صحابی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ یہ وہ انصاری صحابی تھے جنہیں انصار اپنے میں سے خلیفہ بنانا چاہتے تھے اس لیے شاید انہوں نے اس بات کو اپنی ہتک سمجھا یا یہ بات ہی ان کی سمجھ میں نہ آئی" جو بھی وجہ تھی "اور انہوں نے کہہ دیا کہ مَیں ابو بکرؓ کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمرؓ کا اس موقعے کے متعلق ایک قول بعض تاریخوں میں آتا ہے کہ آپؓ نے فرمایا اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ یعنی سعد کو قتل کر دو لیکن نہ انہوں نے خود ان کو قتل کیا نہ کسی اَور نے۔ بعض ماہرِ زبان لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی مراد صرف یہ تھی کہ سعدؓ سے قطع تعلق کر لو۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ باقاعدہ مسجد میں آتے تھے اور الگ نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے اور کوئی صحابی ان سے کلام نہ کرتا تھا۔ پس قتل کی تعبیر قطع تعلق اور قوم سے جدا ہونا بھی ہوتی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 81-82، خطبہ جمعہ فرمودہ یکم فروری 1935ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سعد بن عبادہؓ کے واقعے کی مزید تفصیل بیان فرماتے ہیں اور یہ پہلا اقتباس جو مَیں نے پڑھا ہے اس خطبے کے حوالے سے آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے پہلے ایک خطبے میں ایک انصاری صحابی کا ذکر کیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض انصار کی تحریک تھی کہ انصار میں سے خلیفہ مقرر کیا جائے لیکن جب مہاجرین نے اور خصوصاً حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کو بتایا کہ اس قسم کا انتخاب کبھی بھی ملتِ اسلامیہ کے لیے مفید نہیں ہو سکتا اور یہ کہ مسلمان کبھی اس انتخاب پر راضی نہیں ہوں گے یعنی انصار کو منتخب کرنے پہ تو پھر انصار اور مہاجر اس بات پر جمع ہوئے، اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ کسی مہاجر کے

ہاتھ پر بیعت کر لیں اور آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر اِن سب کا اتفاق ہوا۔ انصار پر تو اتفاق نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے وضاحت فرمائی اور بعض اَور صحابہ نے وضاحت فرمائی کہ کیونکہ یہ مفید نہیں ہو گا۔ بہر حال یہ فیصلہ ہوا کہ مہاجرین میں سے خلیفہ ہو اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر ان سب کا اتفاق ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس وقت بتایا تھا کہ اُس وقت جب سعدؓ نے بیعت سے تخلّف کیا تھا، تھوڑا سا انقباض کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ یعنی سعد کو قتل کر دو مگر نہ تو انہوں نے سعدؓ کو قتل کیا اور نہ کسی اَور صحابی نے بلکہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے۔ حضرت سعدؓ حضرت عمرؓ کی خلافت تک زندہ رہے جیسا کہ پہلے اقتباس بیان ہو چکا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں شام میں فوت ہوئے۔ انہوں نے ہجرت کر لی تھی اور شام میں فوت ہوئے جس سے ائمہ سلف نے استدلال کیا ہے کہ قتل کے معنی یہاں جسمانی قتل نہیں بلکہ قطعِ تعلق کے ہیں اور عربی زبان میں قتل کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ اردو میں بے شک قتل کے معنی جسمانی قتل کے ہی ہوتے ہیں لیکن عربی زبان میں جب قتل کا لفظ استعمال کیا جائے تو وہ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی قطع تعلق کے ہیں اور لغت والوں نے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد قتل سے قتل نہیں بلکہ قطع تعلق تھا، ان کو چھوڑ دیا جائے، ان سے بات چیت بند کر دی جائے ورنہ اگر قتل سے مراد ظاہری طور پر قتل کر دینا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بہت جوشیلے تھے انہیں خود کیوں نہ قتل کر دیا یا صحابہؓ میں سے کسی نے کیوں انہیں قتل نہ کیا مگر جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف انہیں اس وقت قتل نہ کیا بلکہ اپنی خلافت کے زمانے میں بھی قتل نہ کیا اور بعض کے نزدیک تو وہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے بعد بھی زندہ رہے اور کسی صحابی نے ان پر ہاتھ نہ اٹھایا تو بہر حال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل سے مراد قطعِ تعلق ہی تھا۔ ظاہری طور پر قتل کرنا نہیں تھا اور گو وہ صحابی عام صحابہ سے الگ رہے۔ حضرت سعدؓ ان سے الگ ہو گئے لیکن کسی نے اُن پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

پس حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے مثال دی تھی کہ رؤیا میں بھی اگر کسی کے متعلق قتل ہونا دیکھا جائے تو اس کی تعبیر قطع تعلق اور بائیکاٹ بھی ہو سکتی ہے۔ اپنے ایک خطبہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ بہر حال آگے فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک دوست نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے اس خطبے کے بعد کہا کہ سعدؓ نے گو بیعت نہیں کی تھی لیکن مشوروں میں انہیں ضرور شامل کیا جاتا تھا یعنی بیعت نہ ہونے کے باوجود بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں مشوروں میں شامل کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں اس شخص نے جو بات کی ہے حضرت سعدؓ کے متعلق اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں کہ یا تو میرے مفہوم کی تردید ہے یعنی حضرت مصلح موعودؓ لغت کی قتل کی جو تعریف بیان کر رہے ہیں یا تو وہ میرے مفہوم کی تردید کر رہا ہے یا یہ کہ یعنی کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا یا یہ کہ خلافت کی بیعت نہ کرنا کوئی اتنا بڑا جرم نہیں ہے۔ دوسری بات یہ شخص یہی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اگر خلافت کی بیعت نہ کی جائے تو کوئی بڑا جرم نہیں ہے کیونکہ سعدؓ نے گو بیعت نہیں کی تھی مگر مشوروں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے کہ

تَا مَرْدْ سُخَن نَگُفْتَہ بَاشَد

عَیْب وُ ہُنَرَش نَہُفْتَہ بَاشَد

انسان کے عیب و ہنر اس کی بات کرنے تک پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جب انسان بات کر دیتا ہے تو کئی دفعہ اپنے عیوب ظاہر کر دیتا ہے۔ خاموش ہو تو عیب چھپے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ بیوقوفوں والی باتیں کر دیتا ہے تو عیب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آپؓ کہتے ہیں کہ اس شخص نے جس نے یہ تعریف کی تھی کہ حضرت سعدؓ مشورے میں شامل ہوتے تھے یا حضرت مصلح موعودؓ کے خطبہ پہ تبصرہ کیا تھا، اس شخص کا بات کرنا بھی یہی معنی رکھتا ہے کہ یا تو وہ خلافت کی بیعت کی تخفیف کرنا چاہتا ہے یا اپنے علم کا اظہار کرنا چاہتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ علم کے اظہار کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات اتنی ہی غلط ہے کہ ہر عقل مند اِس کو سن کر سوائے مسکرا دینے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ صحابہ کے حالات کے متعلق اسلامی تاریخ میں تین کتابیں بہت مشہور ہیں اور تمام تاریخ جو صحابہ سے متعلق ہے انہی کتابوں میں چکر کھاتی ہے اور وہ کتابیں یہ ہیں کہ تہذیب التہذیب، اصابہ اور اُسُد الغابۃ۔ ان تینوں میں سے ہر ایک میں یہی لکھا ہے کہ سعد باقی صحابہ سے الگ ہو کے شام میں چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے اور بعض لغت کی کتابوں نے بھی قتل کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ صحابہ میں سے ساٹھ، ستّر کے نام سعد ہیں۔ انہی میں سے ایک سعد بن ابی وقاصؓ بھی ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے کمانڈر ان چیف مقرر تھے اور تمام مشوروں میں شامل ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے حضرت مصلح موعودؓ کے خطبے پہ یہ اعتراض کیا تھا اس نے کمی علم سے سعد کا لفظ سن کر یہ نہ سمجھا کہ یہ سعد اَور ہے اور وہ سعد اَور، بلکہ جھٹ میرے خطبے پہ تبصرہ کر دیا۔ یہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ کا ذکر نہ کیا تھا جو مہاجر تھے بلکہ میں نے جس کا ذکر کیا وہ انصاری تھے۔ ان دو کے علاوہ اَور بھی بہت سے سعد ہیں بلکہ ساٹھ، ستّر کے قریب سعد ہیں۔ جس سعد کے متعلق میں نے ذکر کیا ان کا نام سعد بن عبادہؓ تھا۔ عرب کے لوگوں میں نام دراصل بہت کم ہوتے تھے اور عام طور پر ایک ایک گاؤں میں ایک نام کے کئی کئی آدمی ہوا کرتے تھے۔ جب کسی کا ذکر کرنا ہوتا تو اُس کے باپ کے نام سے اس کا ذکر کرتے مثلاً صرف سعد یا سعید نہیں کہتے تھے بلکہ سعد بن عُبادہؓ یا سعد بن ابی وقاصؓ کہتے۔ پھر جہاں باپ کے نام سے شناخت نہ ہو سکتی وہاں ان کے مقام کا ذکر کرتے، جہاں مقام کے ذکر سے بھی شناخت نہ ہو سکتی وہاں اس کے قبیلہ کا ذکر کرتے۔ چنانچہ ایک سعد کے متعلق تاریخوں میں بڑی بحث آئی ہے کیونکہ نام ان کا دوسروں سے ملتا جلتا تھا اس لیے مؤرخین ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مثلاً ہماری مراد اَوسی سَعد سے ہے یا مثلاً خزرجی سَعد سے ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے صاحب جو ہیں یا تبصرہ کرنے والے ان صاحب نے معلوم ہوتا ہے کہ ناموں کے اختلاف کو نہیں سمجھا اور یونہی اعتراض کر دیا مگر ایسی باتیں انسانی علم کو بڑھانے والی نہیں ہوتیں بلکہ جہالت کا پردہ فاش کرنے والی ہوتی ہیں۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ خلافت ایک ایسی چیز ہے جس سے جدائی کسی عزت کا مستحق انسان کو نہیں بنا سکتی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اِسی مسجد میں جہاں آپؓ خطبہ دے رہے تھے غالباً مسجد اقصیٰ ہے کہ مَیں نے حضرت خلیفہ اوّلؓ سے

سنا، آپؓ فرماتے تھے کہ تم کو معلوم ہے کہ پہلے خلیفہ کا دشمن کون تھا؟ پھر خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کا دشمن ابلیس تھا۔ یعنی آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا تو اس کا دشمن ابلیس تھا۔ اس کے بعد آپؓ نے فرمایا یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ میں بھی خلیفہ ہوں اور جو میرا دشمن ہے وہ بھی ابلیس ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ خلیفہ مامور نہیں ہوتا، گو یہ ضروری بھی نہیں کہ وہ مامور نہ ہو۔ حضرت آدمؑ مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ حضرت داؤدؑ مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ پھر تمام انبیاء مامور بھی ہوتے ہیں اور خدا کے قائم کردہ خلیفہ بھی۔ جس طرح ہر انسان ایک طور پر خلیفہ ہے اسی طرح انبیاء بھی خلیفہ ہوتے ہیں مگر ایک وہ خلفاء ہوتے ہیں جو کبھی مامور نہیں ہوتے۔ گو اطاعت کے لحاظ سے ان میں اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلفاء کی بھی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ وحیٔ الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے مگر خلیفہ کی اطاعت اس لیے نہیں کی جاتی کہ وہ وحیٔ الٰہی اور تمام پاکیزگی کا مرکز ہے بلکہ اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذِ وحیٔ الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے یعنی جو وحی نبی پہ اتری ہے اس کی تنفیذ کرنے والا ہے۔ اور جو نظام نبی نے قائم کیا ہے اس کو چلانے کا مرکز ہے خلیفہ۔ اسی لیے واقف اور اہلِ علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمتِ صغریٰ۔ اسی مسجد میں (جہاں قادیان میں مصلح موعودؓ خطبہ فرما رہے ہیں کہ اسی مسجد میں) اسی منبر پر جمعہ کے ہی دن حضرت خلیفہ اوّلؓ سے میں نے سنا۔ آپؓ فرماتے تھے کہ تم میرے کسی ذاتی فعل میں عیب نکال کر اس اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اگر میرا کوئی ذاتی کام ہے اس میں کوئی عیب نکال لو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اطاعت سے باہر ہو گئے۔ کبھی نہیں ہو سکتے جو خدا نے تم پر عائد کی ہے۔ وہ اطاعت جو خدا نے تم پر عائد کی ہے تم اس سے باہر نہیں ہو سکتے کیونکہ جس کام کے لیے میں کھڑا ہوا ہوں وہ اَور ہے اور وہ نظام کا اتحاد ہے۔ اس لیے میری فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے۔ تو انبیاء کے متعلق جہاں الٰہی سنت یہ ہے کہ سوائے بشری کمزوریوں کے جس میں توحید اور رسالت میں فرق ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ دخل نہیں دیتا اور اس لیے بھی کہ وہ امّت کی تربیت کے لیے ضروری ہوتی ہے جیسے سجدۂ سہو کہ وہ بھول کے نتیجے میں ہوتا ہے مگر اس کی ایک غرض امّت کو سہو کے احکام کی عملی تعلیم دینا تھی۔ ایسی غلطی نبی بھی کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوئی اور سجدۂ سہو بھی آپؐ نے پھر ادا فرمایا۔ فرمایا کہ انبیاء کے تمام اعمال خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور وہاں خلفاء کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے، انبیاء کے لیے تو ہو گیا کہ تمام اعمال خدا کی حفاظت میں ہیں لیکن خلفاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اُن کے وہ تمام اعمال خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں گے جو نظامِ سلسلہ کی ترقی کے لیے ان سے سرزد ہوں گے اور کبھی بھی وہ کوئی ایسی غلطی نہیں کریں گے اور اگر کریں تو اس پر قائم نہیں رہیں گے جو جماعت میں خرابی پیدا کرنے والی اور اسلام کی فتح کو اُس کی شکست میں بدل دینے والی ہو۔ وہ جو کام بھی نظام کی

مضبوطی یعنی خلیفہ ٔوقت جو کام بھی نظام کی مضبوطی اور اسلام کے کمال کے لیے کریں گے خدا تعالیٰ کی حفاظت اس کے ساتھ ہو گی اور اگر وہ کبھی غلطی بھی کریں تو خدا ان کی اصلاح کا خود ذمہ دار ہو گا گویا نظام کے متعلق خلفاء کے اعمال کے ذمہ دار خلفاء نہیں بلکہ خدا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلفاء خود قائم کیا کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ غلطی نہیں کر سکتے یعنی خلفاء غلطی نہیں کر سکتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یا تو انہی کی زبان سے یا عمل سے خدا تعالیٰ اُس غلطی کی اصلاح کرا دے گا یا اگر ان کی زبان یا عمل سے غلطی کی اصلاح نہ کرائے تو اِس غلطی کے بد نتائج کو بدل ڈالے گا یعنی اس کے نتائج پھر بد نہیں نکلیں گے۔

فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت چاہے کہ خلفاء کبھی کوئی ایسی بات کر بیٹھیں جس کے نتائج بظاہر مسلمانوں کے لیے مضر ہوں اور جس کی وجہ سے بظاہر جماعت کے متعلق خطرہ ہو کہ وہ بجائے ترقی کرنے کے تنزل کی طرف جائے گی تو اللہ تعالیٰ نہایت مخفی سامانوں سے اس غلطی کے نتائج کو بدل دے گا اور جماعت بجائے تنزل کے ترقی کی طرف قدم بڑھائے گی اور وہ مخفی حکمت بھی پوری ہو جائے گی جس کے لیے خلیفہ کے دل میں ذہول پیدا کیا گیا تھا یعنی کوئی بھول ہو گئی تھی یا غفلت ہو گئی تھی، وہ حکمت پوری ہو جائے گی۔ مگر انبیاء کو یہ دونوں باتیں حاصل ہوتی ہیں یعنی عصمتِ کبریٰ بھی اور عصمتِ صغریٰ بھی۔ وہ تنفیذ و نظام کا بھی مرکز ہوتے ہیں اور وحی و پاکیزگیٔ اعمال کا بھی مرکز ہوتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر خلیفہ کے متعلق ضروری ہے کہ وہ پاکیزگیٔ اعمال کا مرکز نہ ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے، ممکن ہے کہ پاکیزگیٔ اعمال سے تعلق رکھنے والے بعض افعال میں وہ دوسرے اولیاء سے کم ہو۔ پس جہاں ایسے خلفاء ہو سکتے ہیں جو پاکیزگیٔ اعمال کا مرکز ہوں اور نظامِ سلسلہ کا مرکز بھی، وہاں ایسے خلفاء بھی ہو سکتے ہیں جو پاکیزگی اور ولایت میں دوسروں سے کم ہوں لیکن انتظامی قابلیت، نظامی قابلیتوں کے لحاظ سے دوسروں سے بڑھے ہوئے ہوں مگر ہر حال میں ہر شخص کے لیے ان کی اطاعت فرض ہو گی چونکہ نظام کا ایک حد تک جماعتی سیاست کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

اب جماعتی سیاست سے لوگ ایک دم چونک گئے ہوں گے۔ بعضوں کو خیال آیا ہو گا کہ یہ جماعتی سیاست کیا ہوئی؟ یہاں لفظ 'سیاست' سے مراد عمومی طور پر ہماری زبان میں، زبان میں کیا؟ ہمارے ہاں عام طور پر جو مفہوم لیا جاتا ہے وہ منفی رنگ میں لیا جاتا ہے اور منفی رنگ میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ کچھ سیاست دانوں نے اس لفظ کو بدنام کر دیا ہے کہ جوڑ توڑ کرنا اور نقصان پہنچانا یا صحیح کام نہ کرنا لیکن حقیقت میں اس کا جو لغت میں مطلب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نظام چلانے کا طریق۔ صحیح رنگ میں نظام چلانا اس کو سیاست کہتے ہیں۔ پھر حکمتِ عملی سے کام کرنا یہ ہے اس کا مطلب۔ برائیوں کو روکنے کے لیے نظام کو قائم کرنا یہ ہے اس کا مطلب۔ عقل اور حکمت سے کام کو چلانا۔ بین الاقوامی معاملات کو صحیح رنگ میں ادا کرنے کی صلاحیت ہونا یہ اصل سیاست ہے۔ گویا تمام مثبت باتیں اس لفظ کا مطلب ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ بدقسمتی سے ہم اصلی معنوں کو بھول کر سیاست دانوں کے عمل کی وجہ سے اور اپنی ہی غلط حرکتوں کی وجہ سے منفی مطلب لیتے ہیں لیکن بہر حال یہاں حضرت مصلح موعودؓ نے جو یہ لفظ سیاست استعمال کیا ہے وہ مثبت رنگ میں استعمال کیا ہے اور وہ ساری وہ باتیں ہیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ اس کا مطلب یہ

ہے کہ نظام کو چلانے کے لیے جو عقل اور حکمت اور دانائی اور صلاحیتیں ہونی چاہئیں۔

فرمایا کہ چونکہ نظام کا ایک حد تک جماعتی سیاست کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لیے خلفاء کے متعلق غالب پہلو یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ نظامی پہلو کو برتر رکھنے والے ہوں۔ نظامی پہلو کو سب سے اوپر رکھیں۔ گو ساتھ ہی یعنی یہاں آپؓ نے اس بات کی وضاحت بھی کر دی۔ گو ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ دین کے استحکام اور اس کے مفہوم کے قیام کو بھی مدّ نظر رکھیں، نظامِ جماعت چلانا بھی فرض ہے خلیفۂ وقت کا اور ساتھ ہی ان کے لیے دین کے استحکام اور اس کے قیام کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جہاں خلافت کا ذکر کیا وہاں بتایا ہے کہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ خدا ان کے دین کو مضبوط کرے گا اور اسے دنیا پر غالب کرے گا۔

پس جو دین خلفاء پیش کریں وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے مگر یہ حفاظتِ صغریٰ ہوتی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ جزئیات میں وہ غلطی کر سکتے ہیں اور خلفاء کا آپس میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے مگر وہ نہایت ادنیٰ چیزیں، معمولی چیزیں ہوتی ہیں جیسے بعض مسائل کے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اختلاف رہا بلکہ آج بھی امتِ محمدیہ ان مسائل کے بارے میں ایک عقیدہ اختیار نہیں کر سکی مگر یہ اختلاف صرف جزئیات میں ہوتا ہے۔ اصولی امور میں ان میں کبھی اختلاف نہیں ہو گا بلکہ اس کے برعکس ان میں بھی اتحاد ہو گا کہ وہ یعنی خلفاء دنیا کے ہادی اور رہنما اور اسے روشنی پہنچانے والے ہوں گے۔ پس یہ کہہ دینا کہ کوئی شخص باوجود بیعت نہ کرنے کے اس مقام پر رہ سکتا ہے جس مقام پر بیعت کرنے والا ہو درحقیقت یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا شخص سمجھتا ہی نہیں کہ بیعت اور نظام کیا چیز ہے۔

مشورے کے متعلق بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک ایکسپرٹ (expert) اور ماہرِ فن خواہ وہ غیر مذہب کا ہو اس سے مشورہ لے لیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مقدمے میں ایک انگریز وکیل کیا مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپؑ نے امورِ نبوت میں اس سے مشورہ لیا۔ جنگِ احزاب ہوئی تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ لیا اور فرمایا کہ تمہارے ملک میں جنگ کے موقعے پر کیا کیا جاتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں تو خندق کھودلی جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ بہت اچھی تجویز ہے۔ چنانچہ خندق کھودی گئی اور اسی لیے اسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے مگر باوجود اس کے ہم نہیں کہہ سکتے کہ سلمان فارسیؓ فنونِ جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماہر تھے۔ انہیں فنونِ جنگ میں مہارت کا وہ مقام کہاں حاصل تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیے وہ کب حضرت سلمان فارسیؓ نے کیے بلکہ خلفاء کے زمانے میں بھی انہیں یعنی حضرت سلمان فارسیؓ کو کسی فوج کا کمانڈر اِن چیف نہیں بنایا گیا حالانکہ انہوں نے لمبی عمر پائی تھی۔ تو ایک ایکسپرٹ خواہ وہ غیر مذہب کا ہو اس سے بھی مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ آپؓ پھر اپنا بیان فرماتے ہیں کہ مَیں بیمار تھا تو انگریز ڈاکٹروں سے بعض مشورے لے لیتا ہوں مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خلافت میں بھی مَیں نے ان سے مشورہ لیا ہے یا ان سے مشورہ لیتا ہوں یا یہ کہ مَیں انہیں اسی مقام پر سمجھتا

ہوں جس مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کو سمجھتا ہوں۔ صحابہؓ سے مشورہ لیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر سے مشورہ لینا اور صحابہ سے مشورہ لینا ایک بات ہے۔ صحابہؓ کا مقام بہرحال بلند ہے۔ فرمایا بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ مَیں نے طب میں مشورہ لیا۔ ایک خاص فیلڈ، ایک خاص شعبہ ہے اس میں مشورہ لیا یا کسی خاص بات کے لیے مشورہ لیا۔

پس فرض کرو کہ سعد بن عبادہؓ سے کسی دنیوی امر میں جس میں وہ ماہرِ فن ہوں مشورہ لینا ثابت بھی ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا، تب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مشوروں میں شامل ہوتے تھے۔ مگر ان سے متعلق تو کوئی صحیح روایت ایسی نہیں جس میں ذکر آتا ہو کہ وہ مشوروں میں شامل ہوتے تھے بلکہ مجموعی طور پر روایات یہی بیان کرتی ہیں کہ وہ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے تھے اور صحابہ پر یہ اثر تھا کہ وہ اسلامی مرکز سے منقطع ہو چکے ہیں۔ اسی لیے ان کی وفات پر صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ فرشتوں یا جنوں نے انہیں مار دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے نزدیک ان کی موت کو بھی اچھے رنگ میں نہیں سمجھا گیا کیونکہ یوں تو ہر ایک کو فرشتہ ہی مارا کرتا ہے مگر ان کی وفات پر خاص طور پر کہنا کہ انہیں فرشتوں نے یا جنّوں نے مار دیا، بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک وفات ایسے رنگ میں ہوئی کہ گویا خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے خاص فعل سے اٹھا لیا کہ وہ شِقاق کا موجب نہ ہوں یعنی بہرحال بدری صحابہ میں سے تھے تو کسی قسم کے نِفاق یا کوئی اَور مخالفت یا اَور کوئی ایسی بات کا موجب نہ ہوں جس سے پھر ان کا وہ مقام گرتا ہو لیکن بہرحال وہ علیحدہ ہو گئے۔

یہ بیان کرنے کے بعد آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایات بتلاتی ہیں کہ ان کی وہ عزت صحابہؓ کے دلوں میں نہیں رہی تھی جو ان کے اُس مقام کے لحاظ سے ہونی چاہیے تھی جو کبھی انہوں نے حاصل کیا تھا۔ اور یہ کہ صحابہؓ ان سے خوش نہیں تھے ورنہ وہ کیونکر کہہ سکتے تھے کہ فرشتوں یا جنوں نے انہیں مار دیا بلکہ ان الفاظ سے بھی زیادہ سخت الفاظ ان کی وفات پر کہے گئے ہیں جنہیں میں اپنے منہ سے کہنا نہیں چاہتا۔

پس یہ خیال کہ خلافت کی بیعت کے بغیر بھی انسان اسلامی نظام میں اپنے مقام کو قائم رکھ سکتا ہے واقعات اور اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اور جو شخص اس قسم کے خیالات اپنے دل میں رکھتا ہے مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ بیعت کا مفہوم ذرہ بھی سمجھتا ہو۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 16 صفحہ 95 تا 101، خطبہ جمعہ فرمودہ 08 فروری 1935ء)

حضرت سعد بن عبادہؓ کی وفات حوران ملکِ شام میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے اڑھائی سال کے بعد ہوئی تھی۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی کے مطابق ان کی وفات شام کے شہر بُصریٰ میں ہوئی تھی۔ یہ شام کا پہلا شہر تھا جو مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ مدینے میں ان کی موت کا پتا نہیں لگا، پھر کس طرح علم ہوا؟ یہ روایت آتی ہے یہاں مدینے میں اس کا علم اس وقت ہوا کہ جب بِئْرِ مُنَبِّہْ یا بِئْرِ سَکَنْ کے کنویں تھے ان میں دوپہر کی سخت گرمی میں چھلانگیں لگانے والے لڑکوں میں سے ایک نے کنویں میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

قَدْ قَتَلْنَا سَيِّدَ الْخَزْرَجِ سَعْدَ بْنَ عُبَادَه

وَرَمَيْنَاهُ بِسَهْمَيْنِ فَلَمْ نُخْطِ فُؤَادَهُ

کہ ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کو قتل کر دیا۔ ہم نے اسے دو تیر مارے ہم نے اس کے دل پر نشانہ لگانے سے خطا نہ کیا۔ لڑکے ڈر گئے اور لوگوں نے اس دن کو یاد رکھا۔ لوگوں نے اسے وہی دن پایا جس روز حضرت سعدؓ کی وفات ہوئی تھی۔ سعدؓ بیٹھے پیشاب کر رہے تھے کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور وہ اسی وقت وفات پا گئے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ ان کی وفات کے سال میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق 14 ہجری میں اور بعض کے مطابق 15 ہجری میں اور بعض کے مطابق وفات 16 ہجری میں ہوئی۔ حضرت سعدؓ کی قبر دمشق کے قریب بُشَيْ جانب واقع ایک گاؤں مَنِيْحَة میں ہے۔ طبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 ،صفحہ463 سعد بن عبادہ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2012ء)
(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد03صفحہ56 سعد بن عبادہ ،دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)
(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب المجلد الثانی صفحہ 164 سعد بن عبادہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

اب اس کے بعد میں دو مرحومین کا ذکر کروں گا جن کا ابھی جنازہ بھی پڑھاؤں گا ان شاء اللہ۔

پہلے ہیں مکرم سید محمد سرور شاہ صاحب جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبر تھے۔ 8 جنوری کو 85 سال کی عمر میں یہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ گذشتہ کچھ عرصے سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے لیکن بڑی ہمت سے، صبر سے، حوصلے سے انہوں نے بیماری کا سامنا کیا اور آخر تک اپنے فرائضِ منصبی احسن رنگ میں ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کبھی بیماری کو آڑے نہیں آنے دیا۔ آپ موضع سونگڑا صوبہ اڑیسہ کے ایک معروف مخلص احمدی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے پڑنانا حضرت سید عبدالرحیم صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور نانا مکرم مولوی عبدالعلیم صاحب مرحوم ایک جیّد عالمِ دین تھے اور شاعر بھی تھے۔ اور آپ کی ولادت پر آپ کے والد نے اپنے خسر سے نام تجویز کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے خواب میں سید سرور شاہ صاحب کو دیکھا ہے کہ ہمارے گھر آئے ہیں۔ اس لیے اس کا نام بھی سید سرور رکھ لیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جو انہوں نے ضلع کٹک میں حاصل کی بی۔ اے پاس کیا۔ پھر پرائیویٹ سکول میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ اس کے بعد اڑیسہ ہائی کورٹ میں اسسٹنٹ رہے۔ پھر آڈٹ آفیسر کے عہدے پر فائز رہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی 1995ء میں جماعتی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔ حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ نے 1996ء میں بعض کام ان کے سپرد کیے، ان کا انچارج بنایا۔ ان کو عمرے کی بھی توفیق ملی۔ مرکزی آڈیٹر اور کئی معاملات میں ون مین کمیشن (one man commission) کے طور پر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو مقرر فرمایا اور پھر یہ آخر تک اسی آڈٹ کے عہدے پر رہے۔ اور مرحوم کو نو سال تک بطور صدر قضاء بورڈ خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح کئی اہم مرکزی کمیٹیوں کے صدر اور ممبر بھی رہے اور وفات تک صدر انجمن احمدیہ کے ممبر ہونے کی توفیق پائی۔ انتظامی صلاحیت بڑی اچھی تھی۔ لمبا عرصہ مرکزی آڈیٹر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی جیسا کہ میں نے کہا۔ حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خط میں فرمایا کہ آپ خوب کام کر رہے ہیں۔ جزاکم اللہ

احسن الجزاء۔ بلاخوف اظہارِ حقیقت کرنے کی ادا بہت پسند آئی ہے آپ کی۔ ماشاء اللہ بڑے باریک اور اہم پہلوؤں پر نظر جاتی ہے۔ آپ اسی طرح اپنے پروگرام کے مطابق اپنا کام کرتے رہیں اور آپ کو اس سے کوئی روک نہیں سکتا اللہ آپ کو صحت دے اور عمر میں برکت بخشے۔ (اس وقت ان کی صحت اور عمر کی دعا بھی دی)۔

قادیان کے ناظم صاحب دارالقضاء بیان کرتے ہیں کہ قضاء کے جملہ کارکنان کے ساتھ بہت محبت کا تعلق رہا۔ بورڈ میں زیرِ کارروائی مقدمات میں حتی الامکان جلد فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ موصوف بہت احتیاط کے ساتھ مسل کا جائزہ لیتے تھے۔ انصاف پر مبنی فیصلہ کروانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ صائب الرائے تھے اور حساس معاملات میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کے طالب رہتے تھے۔

ڈاکٹر طارق صاحب ان کے داماد ہیں۔ نور ہسپتال قادیان کے سینیئر میڈیکل افسر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ باقاعدگی سے تہجد ادا کرنے کے علاوہ مسجد مبارک میں نمازیں بروقت ادا کرتے تھے۔ ہاتھ پیر جب لڑکھڑانے لگے، صحیح طرح چل نہیں سکتے تھے تو دوسروں کے سہارے مسجد جاتے تھے۔ نمازِ جمعہ میں ہمیشہ وقت پر جا کر پہلی صف میں بیٹھتے تھے۔ نمازِ مغرب سے عشاء تک مسجد میں بیٹھ کر نوافل، دعاؤں اور تسبیحات میں مشغول رہتے تھے۔

ناظرِ اعلیٰ قادیان نے بھی لکھا ہے ان کی خوبیاں بہت تھیں۔ بڑی ملنساری تھی۔ مہمان نوازی تھی۔ بڑے انتھک محنتی انسان تھے۔ غریبوں کے ہمدرد تھے اور اپنے افسرانِ بالا کے نہایت مطیع اور فرمانبردار تھے۔ خلافت سے وابستگی گہری تھی اور دوسروں کو بھی اس کی، خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم موصی تھے اور مرحوم کے سب بیٹے بیٹیاں جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اور ان کے چھوٹے بیٹے سید محمود احمد نور ہسپتال قادیان میں بطور فارماسسٹ (pharmacist) خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے دونوں داماد سید تنویر احمد صاحب اور ڈاکٹر طارق احمد صاحب واقفِ زندگی ہیں۔ قادیان میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے داماد جو سید حسن خان ہیں وہ بھی ریٹائرمنٹ کے بعد جماعت کی خدمت رضاکارانہ طور پر کر رہے ہیں۔

جب تک صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ناظر اعلیٰ رہے ہمیشہ ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے آڈٹ کیا اور ان سے متعلقہ سوالات کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ سارے قادیان میں میاں صاحب جیسا محبت کرنے والا وجود کوئی نہیں تھا۔ دارالمسیح میں رہتے تھے اور حضرت میاں صاحب ان کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ بعض اوقات شاہ صاحب ان کی محبتوں اور شفقتوں کو یاد کر کے رو پڑا کرتے تھے۔ درویشانِ قادیان کا بڑا احترام کرتے تھے اور خود بھی انہوں نے بڑی عاجزی سے اور درویشی کی زندگی گزاری۔ طلباء جامعہ احمدیہ سے بڑی محبت کا سلوک تھا۔ علماء کی بڑی عزت فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ جو پڑھا جائے گا وہ محترمہ شوکت گوہر صاحبہ کا ہے جو ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب ربوہ کی اہلیہ تھیں اور مولانا عبدالمالک خان صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں۔ پانچ جنوری کو ربوہ میں ان کی ستتر سال کی عمر میں

وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ کے فضل سے آپ بھی موصیہ تھیں۔ آگرے میں یہ پیدا ہوئی تھیں اور اُن دنوں میں ان کے والد مولانا عبدالمالک خان صاحب وہاں بطور مربی متعین تھے۔ پھر یہ والدین کے ساتھ حیدر آباد دکن میں رہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی شفٹ ہو گئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی اور تعلیم میں، پڑھائی میں بہت ہوشیار تھیں۔ ہمیشہ اچھی پوزیشن لیا کرتی تھیں۔ بڑی چھوٹی عمر سے خدمت سلسلہ کا ان کو شوق تھا۔ ناصرات کی سیکرٹری بنی ہیں تو وہاں کراچی کی ناصرات کو صفِ اول میں لے آئیں۔ پھر اس کے بعد جب 1961ء میں ان کا نکاح ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے ساتھ ہوا ہے تو وہ میڈیکل کالج میں پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد جب وہ انگلستان آ گئے تو یہ ان کے ساتھ رخصت ہو کر یہاں آئیں۔ پھر یہاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب لکھا تو انہوں نے آپ کو کہا کہ پاکستان آئیں اور فضلِ عمر ہسپتال میں ان کا تقرر فرمایا۔ انہوں نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ بڑی بشاشت سے ربوہ جا کر وہاں خدمت شروع کی اور خدمتِ سلسلہ کے مواقع بھی ان کو میسر آئے۔ انہوں نے وہاں لجنہ کا بہت کام کیا ہے اور ان کے زمانے میں ربوہ کا رہنے والا ہر شخص، ہر عورت میرا خیال ہے ہر بچی بھی ان کی خدمات کو جانتی ہو گی۔

میری والدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ جب صدر لجنہ ربوہ تھیں تو انہوں نے ان کو مجلسِ عاملہ میں جنرل سیکرٹری مقرر کیا تھا۔ اور پندرہ سال تک اس کام پر متعین رہیں۔ اور انہیں سے انہوں نے ٹریننگ لی تھی۔ اس کے بعد بڑی اعلیٰ انتظامی صلاحیت کے ساتھ انہوں نے کام کیا۔ پھر مرکزی عاملہ میں بھی سیکرٹری کے طور پر کام کیا۔ پھر ان کو مَیں نے جنرل سیکرٹری مرکزیہ، پاکستان مقرر کیا۔ چھ سال تک وہاں بھی انہوں نے بڑی اعلیٰ خدمات سرانجام دی ہیں اور اپنی علالت کی وجہ سے لجنہ کا کام چھوڑنا پڑا لیکن پھر بھی موقع ملتا رہتا تھا۔ کسی نہ کسی طریقے سے خدمت کرتی رہتی تھیں۔ پچاس سال تک مختلف شعبہ جات میں انہوں نے خدمتِ سلسلہ کی توفیق پائی ہے اور آپ کے ساتھ کام کرنے والی ہر عورت، ہر بچی آپ کی بڑی تعریف کرتی ہے۔ ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک، غریبوں اور ضرورت مندوں کا خیال، مہمان نوازی، چندوں کی خاص طور پر ادائیگی اور توجہ اور پہلی فرصت میں ادا کرنا یہ سب ان کی خاصیت تھی۔ بلکہ وقفِ جدید کی ادائیگی کا اس سال بھی جب اعلان کیا تو انہوں نے اُسی وقت، وفات سے چند دن پہلے اپنا چندہ ادا کر دیا۔ پانچ کو وفات ہوئی ہے اور یکم کو اعلان ہوا تو فوراً پہلے ادا کیا۔

ڈاکٹر قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ مرحومہ نے پچاس سالہ دورِ رفاقت میں بہترین بیوی، بہترین ماں، بہترین بہن اور بہترین بیٹی کے طور پر اپنے حقوق ادا کیے۔ ایک چیز یہاں لکھنے والے نے چھوڑ دی ہے یا ڈاکٹر صاحب نے بیان نہیں کی کہ بہترین بہو بھی تھیں۔ شاید غلطی سے رہ گیا۔ ان کی ساس اور سسر ان کے ساتھ رہے بلکہ اب تک حیات ہیں اور ساتھ ہیں تو ان کی انہوں نے خدمت کی۔ بیماری میں بھی خدمت کی اور ماں کی طرح ان کو رکھا۔ الغرض آپ مثالی زندگی گزارنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئی تھیں۔ بیماری بہت لمبی تھی اس کے باوجود گھر کے کاموں میں دلچسپی لیتیں اور ان کو مکمل کرتیں۔ بیماری میں کبھی شکوہ زبان پر نہیں آیا۔ بیماری کو صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ ان کے پسماندگان میں ان کے خاوند ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے

علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور دو بیٹے اور ایک بیٹی ڈاکٹر ہیں۔ ایک بیٹا انجینئر ہے۔ سارے پڑھے لکھے ہیں۔ ان کو سخت حالات میں پڑھایا اور کسی بیٹی نے ان کو ایک دفعہ کہا کہ آپ کبھی زیور نہیں پہنتیں، کوئی اچھا لباس نہیں بناتیں تو انہوں نے کہا جو میں بچت کرتی ہوں تم لوگوں کی تعلیم پر خرچ کرتی ہوں اور یہی مَیں چاہتی ہوں میرا زیور اور میرا لباس یہی ہے اگر تم لوگ اعلیٰ پڑھ لکھ جاؤ اور جماعت کے لیے بھی مفید بن جاؤ، مفید وجود بنو اور اپنے آپ کو بھی سنبھالنے والے ہو۔

بڑی سچی رؤیا دیکھنے والی تھیں، صاحبِ رؤیا و کشوف بھی تھیں۔ ان کی کئی خوابیں جو ان کے بچوں نے لکھی ہیں پوری ہوئیں۔ ایک بیٹی کو داخلے کے وقت بتایا کہ تمہارا فلاں میڈیکل کالج میں داخلہ ہو گا، مَیں نے خواب میں دیکھا ہے اور وہیں ان کا داخلہ ہوا۔ اسی طرح ان کی اَور بہت بے شمار خوابیں ہیں۔ اللہ کے فضل سے بڑی نیک خاتون تھیں اور اپنی بہنوں وغیرہ کا خیال رکھا۔

ان کے بیٹے عبد المالک نے لکھا ہے کہ جماعت کی بے لوث خدمت کرنے والی تھیں۔ کئی دفعہ دفتر لجنہ سے دار العلوم تک شدید گرمی میں پیدل چلتی آئیں اور کبھی ایک دفعہ بھی شکوہ نہیں کیا۔ اور عید کے موقعے پر ہمیشہ قریبی اور دور کے ہمسایوں کو گھر سے میٹھا بنا کر بھیجا کرتی تھیں اور ہمیشہ یہ کہتی تھیں کہ اگر ہم دین سے وابستہ رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کبھی ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ شادی کے بعد جب میرے بچے ہوئے جو امریکہ میں رہتے ہیں تو مجھے ہمیشہ تلقین کی کہ امریکہ اور باہر کے ملکوں کے عمومی بُرے ماحول سے بچنے کے لیے اپنے بچوں سے پیار اور دوستی کا تعلق رکھنا۔ گھر کا ماحول ایسا بناؤ کہ ان کا گھر میں دل لگے اور باہر جانے کے بجائے وہ گھر میں زیادہ وقت گزاریں۔

پھر یہ بیٹی کہتی ہیں کہ میڈیکل کالج میں ایک دفعہ لڑکیوں نے میری مخالفت کی۔ احمدی ہونے کی وجہ سے بائیکاٹ کر دیا۔ مَیں نے اپنی امی کو فون کیا اور رونے لگی تو انہوں نے بڑے اچھے انداز میں نصیحت کی اور فرمایا کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ یہ تو انبیاء کی سنت ہے جس پر تمہیں چلنے کا موقع مل رہا ہے اور یہ کہا کہ لکھ لو کہ اگر احمدیت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اور امتحان میں بھی کامیاب ہو گی۔ چنانچہ کہتی ہیں کہ مَیں امتحان میں نہ صرف کامیاب ہوئی بلکہ وہی شرارتی لڑکیاں سب کی سب فیل بھی ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیک ہوں۔ صالح ہوں اور خادمِ دین ہوں اور خلافت سے ہمیشہ تعلق رکھنے والے، وفا کا تعلق رکھنے والے ہوں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا نمازوں کے بعد ان دونوں کی نمازِ جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن 07 فروری 2020ء جلد 27 شمارہ 11 صفحہ 05 تا 09)

4

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24/ جنوری 2020ء بمطابق 24/ صلح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ۔ حضرت عبد اللہؓ کے والد کا نام رواحہ بن ثعلبہ تھا اور ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو تھا جو انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو حارث بن خزرج سے تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور بنو حارث بن خزرج کے سردار تھے۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی بعض نے ابو رواحہ اور ابو عمرو بھی بیان کی ہے۔

(اُسد الغابہ جلد 3 صفحہ 235 عبد اللہ بن رواحہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)

انصار کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اور حضرت مقدادؓ میں مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ ابن سعد کے مطابق آپؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 73 عبد اللہ بن رواحہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ خیبر اور عمرۃ القضاء سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔ آپؓ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ غزوۂ موتہ کے سرداروں میں سے ایک سردار آپؓ بھی تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ خطبے کے دوران آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ سنتے ہی آپؓ مسجد سے باہر جس جگہ کھڑے تھے وہیں بیٹھ گئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے فارغ ہوئے اور یہ خبر آپؐ کو پہنچی تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ

زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰى طَوَاعِيَةِ اللّٰهِ وَ طَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهٖ

کہ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی خواہش میں اللہ تمہیں زیادہ بڑھائے۔ اسی طرح کا واقعہ کتبِ احادیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بھی ملتا ہے اور یہ واقعہ ان کے حوالے سے میں ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بھی یہی روایت ہے۔ وہ بھی باہر بیٹھے تھے، جب سنا تو دروازے میں بیٹھ گئے اور پھر اسی طرح بیٹھے بیٹھے اندر آئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جہاد میں سب سے پہلے گھر سے نکلتے اور سب کے بعد لَوٹتے تھے۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں اُس دن سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا ذکر نہ کروں۔ جب وہ سامنے سے آتے ہوئے مجھ سے ملتے تو میرے سینے پر ہاتھ رکھتے یعنی کہ ایسا تھا کہ ہر روز جب بھی وہ ملتے اور روزانہ ملتے تو تب بھی ان کی باتیں ایسی تھیں کہ ان کا ذکر ضروری ہے اور پھر آگے بیان کر رہے ہیں کہ جب بھی وہ سامنے سے آتے، مجھے ملنے کے لیے آتے یا مجھے ملتے تو عبداللہ بن رواحہؓ میرے سینے پر ہاتھ رکھتے۔ حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں اور جب وہ جاتے ہوئے مجھے ملتے تو میرے کندھوں کے درمیان میں ہاتھ رکھتے اور مجھ سے کہتے کہ یَا عُوَیْمِرْ، اِجْلِسْ فَلْنُؤْمِنْ سَاعَةً کہ اے عویمر! بیٹھو تھوڑی دیر ایمان تازہ کریں۔ پس ہم بیٹھتے اور اللہ کا ذکر کرتے جتنا اللہ چاہتا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کہتے کہ اے عویمر یہ ایمان کی مجالس ہیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 3 صفحہ 235-236 عبد اللہ بن رواحہؓ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 34 عبد اللہ بن رواحہؓ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء)(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ حدیث 1091)

حضرت امام احمد کی کتاب 'کتاب الزہد' میں بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جب کسی ساتھی سے ملتے تو کہتے آؤ گھڑی بھر اپنے رب پر ایمان لانے کی یاد تازہ کر لیں۔ اسی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن رواحہؓ پر رحم فرمائے۔ اسے ایسی مجالس سے محبت ہے جس پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَةَ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کتنے ہی اچھے آدمی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو فتح خیبر کے بعد پھلوں اور فصل وغیرہ کا اندازہ لگانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ اتنے بیمار ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کرنے کے لیے آئے۔ فرمایا اے اللہ! اگر اس کی مقدر گھڑی، اس کی مقررہ گھڑی کا وقت ہو گیا ہے تو اس کے لیے آسانی پیدا کر دے۔ یعنی اگر اس کی وفات کا وقت ہے تو آسانی پیدا کر دے اور اگر اس کا وقتِ موعود نہیں ہوا تو اسے شفا عطا فرما۔ اس دعا کے بعد حضرت عبداللہؓ کے بخار میں کچھ کمی ہوئی، انہوں نے کمی محسوس کی تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا پہاڑ۔ ہائے میرا سہارا۔ جب میں بیمار تھا تو مَیں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ لوہے کا گرز اٹھائے کھڑا یہ کہہ رہا تھا کہ کیا تم واقعی ایسے ہو؟ تو مَیں نے کہا ہاں۔ جس پر اس نے مجھے وہ گرز مارا۔

ایک اَور روایت اس بارے میں اس طرح ہے اور یہ زیادہ صحیح لگتی ہے۔ کہتے ہیں کہ فرشتے نے لوہے کا ایک گرز اٹھایا ہوا تھا اور وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا تم ایسے ہو جس طرح تمہاری ماں کہہ رہی ہے۔ کہ تم پہاڑ ہو اور میرے سہارے ہو؟ یہ تو شرک والی بات بنتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کہتے ہیں کہ اگر میں کہتا کہ ہاں میں ایسا ہوں تو وہ ضرور مجھے گرز مار دیتا۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 73-74 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2005ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 417 عبداللہ بن رواحہ، دارالفکر 2012ء)

آپؓ شاعر بھی تھے اور ان شاعروں میں سے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخالفین کی بیہودہ گوئیوں کا جواب دیا کرتے تھے۔ ان میں سے چند شعر یہ ہیں

إِنِّیْ تَفَرَّسْتُ فِیْكَ الْخَیْرَ اَعْرِفُهُ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ أَنْ مَا خَانَنِیْ الْبَصَرُ

أَنْتَ النَّبِیُّ وَ مَنْ یُحْرَمْ شَفَاعَتَهُ یَوْمَ الْحِسَابِ فَقَدْ أَزْرَي بِهِ الْقَدَرُ

فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنٍ تَثْبِیْتَ مُوْسٰی وَنَصْرًا كَالَّذِیْ نُصِرُوْا

کہ مَیں نے آپؐ کی ذاتِ مقدس میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بھلائی پہچان لی تھی اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر نے دھوکا نہیں کھایا۔ آپؐ نبی ہیں۔ قیامت کے دن جو شخص آپؐ کی شفاعت سے محروم کر دیا گیا بے شک قضاء و قدر نے اس کو بے وقعت کر دیا۔ پس اللہ ان خوبیوں پر ثبات بخشے جو اس نے آپؐ کو دی ہیں جس طرح موسیٰؑ کو ثابت قدم رکھا اور آپؐ کی مدد کرے جیسا کہ ان نبیوں کی مدد کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کو سن کر فرمایا کہ اے ابن رواحہ! اللہ تم کو ثابت قدم رکھے۔ ہشام بن عروہ نے کہا ہے کہ اللہ نے ان کو اس دعا کی برکت سے خوب ثابت قدم رکھا حتّٰی کہ آپؓ شہید ہوئے اور ان کے واسطے جنت کے دروازے کھول دیے گئے۔ اس میں شہید ہو کر داخل ہوئے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ (الشعراء:225)

اور رہے شاعر تو محض بھٹکے ہوئے ہی ان کی پیروی کرتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مَیں انہی میں سے ہوں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ (الشعراء:228)

سوائے ان کے جو ان میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے۔ معجم الشعراء کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ زمانۂ جاہلیت میں بھی بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اور زمانۂ اسلام میں بھی ان کو بہت بلند مقام اور مرتبہ حاصل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک شعر حضرت عبداللہؓ نے ایسا کہا ہے کہ اسے آپؐ کا بہترین شعر کہا جا سکتا ہے۔ وہ شعر آپؐ کی دلی کیفیت کو خوب بیان کرتا ہے جس میں حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِیْهِ اٰیَاتٌ مُبَیِّنَةٌ

كَانَتْ بَدِیْهَتُهٗ تُنْبِیْكَ بِالْخَبَرِ

کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں کھلے کھلے نشانات اور روشن معجزات نہ بھی ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی حقیقتِ حال کی آگاہی کے لیے کافی ہے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 4 صفحہ 72 تا 75 عبد اللہ بن رواحہؓ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 236 عبد اللہ بن رواحہؓ دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 401 عبد اللہ بن رواحہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جاہلیت کے زمانہ میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے حالانکہ اس زمانے میں عرب میں کتابت بہت کم تھی۔ غزوۂ بدر کے اختتام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینے کی طرف اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو عَوالی کی جانب فتح کی نوید سنانے کے لیے بدر کے میدان سے روانہ فرمایا۔ عَوالی مدینہ کے بالائی جانب وہ علاقہ ہے جو چار میل سے لے کر آٹھ میل کے درمیان ہے۔ اس میں قباء کی بستی اور چند دیگر قبائل رہتے ہیں، اسے کہتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں اونٹ پر داخل ہوئے۔ آپؐ عصا سے حجرِ اسود کو بوسہ دے رہے تھے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے جو آپؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے اور یہ اشعار کہہ رہے تھے کہ

خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ
نَحْنُ ضَرَبْنَاکُمْ عَلٰی تَأْوِیْلِہٖ
ضَرْبًا یُّزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ

کہ اے کفار! آپؐ کے راستے سے ہٹ جاؤ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رجوع کرنے پر تمہیں ایسی مار ماری جو سروں کو مقام استراحت سے ہٹا دے۔

حضرت قیس بن ابوحازم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے فرمایا کہ اترو اور ہمارے اونٹوں کو حرکت دو یعنی کچھ شعر کہہ کر اونٹوں کو تیز کرو جسے حُدی کہتے ہیں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! مَیں نے یہ کلام ترک کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا سنو اور اطاعت کرو۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یہ اشعار کہتے ہوئے اپنے اونٹ سے اترے کہ

یَا رَبِّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَیْنَا
إِنَّ الْکُفَّارَ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا

کہ اے پروردگار! اگر تُو نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے۔ نہ تو صدقہ و خیرات کرتے۔ نہ نماز پڑھتے۔ ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما اور جب ہم دشمن کا مقابلہ کریں تو ہمارے قدم ثابت رکھ کیونکہ کفار ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ وکیع نے کہا کہ دوسرے راوی نے اتنا اور اضافہ کیا تھا کہ

وَإِنْ أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَیْنَا

کہ اگر وہ فتنہ و فساد برپا کرنا چاہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔ یعنی اس فتنہ اور فساد کا سدِّباب کرتے ہیں اور اسے برپا نہیں ہونے دیتے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان پر رحمت کر۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ واجب ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہی سے یہ رحمت تو واجب ہو گئی۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے لیے اپنے بستر سے نہ اٹھ سکے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ

میری امت کے شہداء کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کی۔ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے۔ فرمایا تب تو میری امت کے شہداء کم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے اور پیٹ کی بیماری سے فوت ہونا شہادت ہے اور پانی میں ڈوب کر فوت ہونا شہادت ہے اور وہ عورت جس کی زچگی میں وفات ہو جاتی ہے یہ سب شہادت کی اقسام ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 398 تا 400 عبد اللہ بن رواحہؓ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 187)(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 13 باب غزوہ بحر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عروۃ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو سردار لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابوطالبؓ ان کی جگہ پر ہوں۔ پھر اگر حضرت جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سردار بنیں۔ اگر عبداللہؓ بھی شہید ہوں تو مسلمان جس کو پسند کریں اس کو اپنا سردار بنا لیں۔ پس جب لشکر تیار ہو گیا اور اہلِ لشکر کوچ کرنے لگے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرداروں کو رخصت کیا اور ان کو سلامتی کی دعا دی۔ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرداروں کو اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو رخصت کیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ رونے لگے۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بخدا مجھے دنیا کی محبت اور اس کی شدید خواہش اور شوق نہیں ہے بلکہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا ہے کہ

وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ۚ (مریم:72)

کہ اور تم میں سے کوئی نہیں مگر وہ ضرور اس میں جانے والا ہے یعنی دوزخ میں۔ یہ تیرے رب پر ایک طے شدہ فیصلے کے طور پر فرض ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ پل صراط چڑھنے اور پار اترنے میں میرا کیا حال ہو گا۔ اس سے پہلے کی آیت میں دوزخ کا ذکر ہے۔ اس لیے ان کو خوف پیدا ہوا تھا ورنہ دوسری آیات میں صاف ظاہر ہے کہ مومن اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے بارے میں یہ ذکر نہیں ہے۔ بہرحال مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تمہارے ہمراہ ہے۔ وہی تم کو ہم تک خیر و خوبی سے واپس لائے گا۔

تفسیر صغیر کے حاشیے میں لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں دونوں طرح ہے کہ ایک تو یہ مومنوں کے لیے نہیں ہے کافروں کے لیے ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور احادیث سے اس بارے میں تشریح بھی فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جو تفسیر صغیر کے حاشیے میں بھی لکھا ہے کہ "قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخیں دو ہیں۔ ایک اس دنیا کی، ایک اگلے جہان کی۔ یہ جو فرمایا ہے کہ ہر ایک شخص دوزخ میں جائے گا اس سے یہ مراد نہیں کہ مومن بھی دوزخ میں جائیں گے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ مومن دوزخ کا حصہ اسی دنیا میں پا لیتے ہیں۔ یعنی کفار انہیں قسم قسم کی تکالیف دیتے ہیں۔ ورنہ مومن قرآن مجید کی رو سے اگلے جہان میں دوزخ میں کبھی نہیں جائیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید مومنوں کے متعلق فرماتا ہے کہ لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا یعنی مومن دوزخ سے اتنے دور رہیں گے کہ وہ اس کی آواز بھی نہیں سن سکیں گے۔ پس مومنوں کے دوزخ میں جانے سے مراد ان کا دنیا میں تکالیف اٹھانا

ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کو بھی ایک قسم کا دوزخ قرار دیا ہے۔ فرمایا اَلْحُمّٰی حَظُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنَ النَّارِ یعنی بخار دوزخ کی آگ کا مومن کے لیے ایک حصہ ہے۔" (تفسیرِ صغیر زیر مریم:72)

بہر حال یہ اس کی تھوڑی سی وضاحت ہے اور جو رخصت کیا مسلمانوں نے، مومنوں نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں کے شر سے بچائے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے اس وقت یہ اشعار پڑھے کہ

لٰکِنَّنِیْ اَسْأَلُ الرَّحْمَانَ مَغْفِرَةً وَ ضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ یَقْذِفُ الزَّبَدَا

اَوْ طَعْنَةً بِیَدَیْ حَرَّانَ مُجْھِزَةً بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْاَحْشَاءَ وَالْکَبِدَا

حَتّٰی یَقُوْلُوْا اِذَا مَرُّوْا عَلٰی جَدَثِیْ یَا اَرْشَدَ اللّٰہُ مِنْ غَازٍ وَ قَدْ رَشَدَا

لیکن میں خدائے رحمٰن سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تلواروں کا ایسا وار کرنے کی توفیق مانگتا ہوں جو کشادہ گھاؤ والا ہو اور تازہ خون نکالنے والا ہو جس میں جھاگ اٹھ رہی ہو اور نیزے کا ایسا حملہ جو پوری تیاری سے خون کے شدید پیاسے کے ہاتھوں سے کیا گیا ہو جو انتڑیوں اور جگر کے پار ہو جائے یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو کہیں کہ اے جنگ میں شامل ہونے والے! اللہ تیرا بھلا کرے اور اس خدا نے بھلا کر دیا ہو۔

پھر عبد اللہ بن رواحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رخصت کیا۔ لشکر نے کوچ کیا یہاں تک کہ معان مقام پر پڑاؤ کیا۔ معان ملک شام میں حجاز کی جانب بلقاء کے نواح میں ایک شہر ہے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عربی فوج کے ساتھ مآب مقام پر موجود ہے۔ مآب بھی ملکِ شام میں بلقاء کے نواح میں ایک شہر ہے۔ مسلمانوں نے دو دن معان میں قیام کیا اور آپس میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کو بھیج کر اپنے دشمن کی کثرت سے خبر دیں۔ یعنی کہ دشمن بہت بڑی تعداد میں ہے یا تو آپؐ ہماری مدد کریں گے یا کچھ اَور حکم دیں گے۔ مگر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے مسلمانوں کو جوش دلایا۔ چنانچہ وہ لوگ باوجودیکہ تین ہزار تھے آگے بڑھے اور رومیوں سے بلقاء کی ایک بستی مشارف کے قریب جا ملے۔ مشارف، ملک شام میں اس نام کی کئی بستیاں تھیں جس میں ایک حَوران شہر کے پاس ہے، ایک دمشق کے قریب، ایک بلقاء کے قریب ہے۔ پھر مسلمان وہاں سے موتہ کی طرف ہٹ آئے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 3 صفحہ237 عبد اللّٰہ بن رواحہؓ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)
(تفسیر صغیر سورۃ مریم آیت 72 صفحہ 390) (اسد الغابہ (مترجم) حصہ پنجم صفحہ 247 مطبوعہ المیزان اردو بازار لاہور)
(معجم البلدان جلد 5 صفحہ 179، 37، 153-154)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے شہید ہو جانے کی خبر لوگوں کو سنائی۔ قبل اس کے کہ ان تک اس کی کوئی خبر نہیں آئی تھی۔ آپؐ نے پہلے بتا دیا۔ آپؐ نے فرمایا زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفرؓ نے لیا اور وہ بھی شہید ہوئے۔ پھر عبد اللہ بن رواحہؓ نے لیا وہ بھی شہید ہوئے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ فرمایا پھر جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا۔ آخر اللہ نے اس کے ذریعہ سے فتح دی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ موتہ من ارض الشام حدیث 4262)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور حضرت زیدؓ کے ذکر سے آغاز فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِزَیْدٍ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِزَیْدٍ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِزَیْدٍ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِجَعْفَرٍ وَ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ رَوَاحَةَ کہ اے اللہ! زید کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! زید کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! زید کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ کی مغفرت فرما۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 34 زیدالحب بن حارثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھ گئے۔ آپؐ کے چہرے سے غم و حزن کا اظہار ہو رہا تھا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الجلوس عند المصیبة حدیث 3122)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ موتہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح فرمایا ہے۔ یہ پہلے حضرت زید کے ضمن میں بھی ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن بہر حال تھوڑا سا حصہ دوبارہ پیش کرتا ہوں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ "اس کا افسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی زیدؓ کو مقرر کیا تھا مگر ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ مَیں اس وقت زید کو لشکر کا سردار بناتا ہوں۔ اگر زید لڑائی میں مارے جائیں تو ان کی جگہ جعفرؓ لشکر کی کمان کریں، اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ کمان کریں، اگر وہ بھی مارے جائیں تو پھر جس پر مسلمان متفق ہوں وہ فوج کی کمان کرے۔ جس وقت آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت ایک یہودی بھی آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ مَیں آپؐ کو نبی تو نہیں مانتا لیکن اگر آپ سچے بھی ہوں تو ان تینوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں آئے گا کیونکہ نبی کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ وہ یہودی حضرت زیدؓ کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ اگر تمہارا رسول سچا ہے تو تم زندہ واپس نہیں آؤ گے۔

حضرت زیدؓ نے فرمایا میں زندہ آؤں گا یا نہیں آؤں گا اس کو تو اللہ ہی جانے مگر ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچا ہے۔" یعنی نہ مانتے ہوئے بھی یہودی اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ آپؐ کی بات پوری ہو گی لیکن پھر بھی جنہوں نے نہیں ماننا ان لوگوں کی ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ یہ واقعہ بالکل اسی طرح پورا ہوا۔ پہلے حضرت زیدؓ شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی وہ بھی شہید ہو گئے اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی لیکن وہ بھی مارے گئے اور قریب تھا کہ لشکر میں انتشار پیدا ہو جاتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بعض مسلمانوں کے کہنے سے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح دی اور وہ خیریت سے لشکر کو واپس لے آئے۔"

(فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 405-406)

یہ واقعہ جو مَیں اب بیان کرنے لگا ہوں، یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لیکن اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے اخلاص و وفا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار اور اسلام سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس

لیے یہ یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس کے پیچھے فدک کے علاقے کی چادر تھی۔ آپؐ نے اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھایا ہوا تھا۔ آپؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لیے بنو حارث بن خزرج قبیلہ میں تشریف لے گئے۔ یہ بدر کے واقعے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرکین اور یہود ملے جلے بیٹھے تھے۔ ان میں عبداللہ بن اُبَی بھی تھا اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ جب مجلس میں سواری کی گرد پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک اپنی چادر سے ڈھانک لی۔ پھر کہنے لگا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں السلام علیکم کہا پھر ٹھہرے اور سواری سے اترے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان پر قرآن پڑھا۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا کہ اے شخص! یہ اچھی بات نہیں۔ جو تم کہتے ہو اگر وہ سچ ہے تو ہماری مجالس میں ہمیں تکلیف نہ دو اور اپنے ڈیرے کی طرف لوٹ جاؤ اور جو تمہارے پاس آئے اس کے پاس بیان کرو۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ ہماری مجالس میں تشریف لایا کریں۔ ہم یہ پسند کرتے ہیں۔ اور اس وقت انہوں نے کوئی خوف نہیں کھایا اور کسی کی کوئی پروا نہیں کی۔ بعد میں وہاں جھگڑا بھی ہوا لیکن بہرحال ان کا اپنا ایک کردار تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد و السیر باب فی دعاء النبیﷺ الی اللہ ... حدیث 1798)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم میں اصحاب کو بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی شامل تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ مہم میں شامل باقی اصحاب تو روانہ ہو گئے انہوں نے کہا، عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ پیچھے رہ کر جمعے کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر کے مَیں ان سے جا ملوں گا۔ پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے تو آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تجھے کس چیز نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونے سے روک دیا؟ انہوں نے عرض کی کہ میری خواہش تھی کہ میں آپؐ کے ہمراہ نمازِ جمعہ ادا کروں پھر ان سے جا ملوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ زمین میں جو کچھ ہے اگر تم وہ سب خرچ کر ڈالو تو جو لوگ مہم پر روانہ ہو گئے ہیں تم ان کے فضل کو نہیں پا سکتے۔

(سنن الترمذی ابواب الجمعۃ باب ماجاء فی السفر یو م الجمعۃ حدیث 527)

اس لیے فرمایا کہ جو مہم مَیں نے روانہ کی ہے اس کی اس وقت نماز جمعہ سے زیادہ اہمیت ہے۔ راستے میں تم لوگ پڑھ سکتے تھے۔

حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے مہینے میں شدید گرمی میں نکلے اور گرمی اتنی شدید تھی کہ ہم میں سے ہر کوئی سروں کو گرمی سے بچانے کے لیے ہاتھوں سے ڈھانپتا تھا اور ہم میں کوئی روزہ دار نہیں تھا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب التخییر فی الصوم و الفطر فی السفر حدیث 1122)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ "مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبویؐ کی تعمیر تھا۔ جس جگہ آپؐ کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی وہ مدینہ کے دو مسلمان بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی جو حضرت اسعد بن زرارہؓ کی نگرانی میں رہتے تھے۔ یہ ایک افتادہ جگہ تھی جس کے ایک حصہ میں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت تھے اور دوسرے حصے میں کچھ کھنڈرات وغیرہ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد اور اپنے حجرات کی تعمیر کے لیے پسند فرمایا اور دس دینار یعنی قریب نوّے روپے میں یہ زمین خرید لی گئی اور جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگِ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قباء کی مسجد میں ہوا تھا صحابہؓ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعض اوقات اینٹیں اٹھاتے ہوئے صحابہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کا یہ شعر پڑھتے تھے

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرَ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرُ

یعنی 'یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں ہے جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے بلکہ اے ہمارے مولیٰ! یہ بوجھ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کے لیے اٹھاتے ہیں'۔ اور کبھی کبھی صحابہ کام کرتے ہوئے عبداللہ بن رواحہؓ کا یہ شعر پڑھتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَهْ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

یعنی 'اے ہمارے اللہ! اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے۔ پس تُو اپنے فضل سے انصار و مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما'۔ جب صحابہؓ یہ اشعار پڑھتے تھے تو بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے اور اس طرح ایک لمبے عرصے کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوئی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 269 تا 270)

یہ ذکر حضرت عبداللہ بن رواحہ کا ہے اور کیونکہ ایک جنازہ بھی مَیں نے پڑھانا ہے اور مرحوم کا ذکر بھی کرنا ہے۔ اس لیے آج ایک صحابی کا ہی ذکر کر رہا ہوں۔

اب جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ایک مرحوم کا ذکر کرنا ہے۔ یہ ہمارے محترم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب ہیں جو منظور احمد قریشی صاحب کے بیٹے تھے۔ 19 جنوری 2020ء کو دوپہر ایک بجے کے قریب اپنے گھر میں تقریباً 80 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔ اجمیر شریف انڈیا میں پیدا ہوئے تھے اور 1937ء میں ان کے والد منظور قریشی صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کی والدہ مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت منشی فیاض علی صاحب کپور تھلوی صاحبؓ کی نواسی اور حضرت شیخ عبدالرشید میر ٹھیؓ کی پوتی ہیں۔ وہ ابھی حیات ہی ہیں۔ مکرم ڈاکٹر قریشی صاحب کے والدین قیامِ پاکستان کے وقت ہجرت کر کے لاہور آ گئے تھے۔ یہیں انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس میں اچھی پہلی پوزیشن لی۔ پھر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں داخل

ہوئے اور اس وقت کے سب سے چھوٹی عمر کے طالب علم تھے جنہوں نے ایم۔بی۔بی۔ایس کیا۔ وہاں کے پرنسپل نے خاص طور پہ اس کا ذکر کیا۔ 1961ء میں پھر یہ مزید تعلیم کے لیے انگلستان آ گئے اور یہاں پہلے بچوں کے امراض میں ڈپلومہ کیا۔ پھر ایم۔آر۔سی۔پی کی ڈگری حاصل کی۔

پھر یوول(Yeovil) سومرسیٹ(Somerset) میں کنسلٹنٹ کی جاب ان کو مل گئی۔ وہاں خصوصیت کے ساتھ دل کے امراض میں مہارت حاصل کی۔ 1968ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو فرمایا کہ آپ ہمارے پاس کب آ رہے ہیں؟ تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا جب آپ حکم دیں۔ چنانچہ آپؒ نے کہا آپ آ جائیں۔ چنانچہ انگلستان ترک کر کے ربوہ منتقل ہو گئے اور فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ڈاکٹر صاحب کا تقرر ہوا اور پھر یہ لمبا عرصہ وہاں کام کرتے رہے۔ 11 جولائی 1983ء بطور چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال مقرر ہوئے اور 87ء تک اس خدمت پہ مامور رہے۔ ساٹھ سال کی عمر تک فضل عمر ہسپتال کی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ 20/اگست 98ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ 6 ستمبر 98ء کو دوبارہ فضل عمر ہسپتال جوائن کر لیا اور 10/ستمبر 2000ء تک اللہ کے فضل سے آپ کو فضل عمر ہسپتال میں خدمت کی توفیق ملی۔ اس طرح فضل عمر ہسپتال میں ان کی خدمت کا عرصہ تقریباً تیس سال پر محیط ہے۔ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب علاوہ اس کے کہ واقفِ زندگی ڈاکٹر رہے، خدام الاحمدیہ مرکزیہ، انصار اللہ مرکزیہ میں بھی مختلف عہدوں پر ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ آج کل بھی رکن خصوصی انصار اللہ تھے۔ اس عرصے میں دو سال یہ مجلس افتاء کے ممبر بھی رہے۔ انہوں نے دو کتابیں بھی لکھیں جو خاص طور پہ پاکستان کے لوگوں کے لیے تھیں۔ حفظانِ صحت کے اصول اور healthy living۔ ان کی اہلیہ بھی چند دن پہلے فوت ہوئی تھیں اور ان کا ذکر مَیں نے کیا تھا۔ وہ مولانا عبدالمالک خان صاحب کی بیٹی تھیں۔ گذشتہ جمعہ ان کا بھی جنازہ مَیں نے پڑھایا تھا۔ اس سے دو دن بعد اور ان کی وفات کے کوئی پندرہ دن بعد ان کی بھی وفات ہو گئی۔ ان کے پسماندگان میں بھی جیسا کہ میں نے ان کی اہلیہ کے ذکر میں بھی ذکر کیا تھا کہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر عطاء المالک کہتے ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے والد صاحب نے کبھی تہجد کی نماز نہیں ترک کی۔ اسی طرح ہماری والدہ ہمیں بتاتی تھیں کہ شادی کے پہلے دن سے تہجد کی نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ غرض تقریباً پچاس سال سے زائد عرصہ تک روزانہ بلاناغہ تہجد کا اہتمام کیا۔

اُمی کی آخری بیماری میں بھی جبکہ والد صاحب بہت محنت سے ان کی صحت کا خیال رکھتے تھے اور ڈائلیسز (dialysis) کروانے کے لیے ہسپتال بھی لے جانا ہوتا تھا۔ اور وہاں بھی کئی کئی گھنٹے بیٹھنا ہوتا تھا۔ بے آرامی بھی تھی لیکن اس کے باوجود کبھی تہجد نہیں چھوڑی۔ مریضوں سے انتہائی ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ غریب پرور تھے۔ دور دور سے غریب مریض آپ کے پاس آتے، دوائی لیتے اور شفا پاتے۔ کئی مریضوں سے فیس بھی نہ لیتے۔ بعض دفعہ اپنے پاس سے مدد کر دیتے۔ ہمیشہ تلقین کرتے کہ شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اپنے تین بچوں کو جو ڈاکٹر ہیں انہیں خاص طور پر بار بار اس امر کی یقین دہانی کراتے تھے کہ ہمیشہ اپنے مریضوں کے لیے دعا میں مشغول رہو۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں۔ کئی دفعہ میں اپنے والد صاحب کو اپنے مریضوں کے لیے دعا کے لیے کہتا تو اگلے

دن پھر وہ فون کر کے پوچھتے کہ مریض کا کیا حال ہے؟ میں نے دعا کی ہے۔

1969ء میں جبکہ انگلستان میں کنسلٹنٹ کا کام کرتے تھے تمام دنیاوی فوائد اور پیسوں کو چھوڑ کر اللہ پہ توکل کرتے ہوئے ربوہ آئے اور اللہ کی ذات پر کامل یقین تھا کہ تمام دنیاوی اور دینی کام خود بنائے گا اور بچے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور کبھی مالی تنگی نہیں آئی اور بچوں نے اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی۔ ان کے تینوں بچے جو ڈاکٹر ہیں۔ وہ بھی آج کل اکثر امریکہ میں ہیں۔ اپنے والدین کی بہت خدمت کرتے تھے۔ آخر وقت تک والدہ کو خود کھانا دیتے رہے اور خاص خیال رکھتے رہے۔ میں نے بتایا ہے ناں کہ ان کی والدہ ابھی حیات ہیں۔ ان کے پاس ہی تھیں۔ پھر ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے امریکہ جانے میں، امتحانات کی تیاری وغیرہ میں میری بڑی مدد کی۔ ہم بچوں کی بڑی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ دکھاوے سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ہمیشہ سادہ طریق پر زندگی گزاری اور ہر چھوٹے اور بڑے کام سے پہلے خلیفہ وقت کی خدمت میں دعا کا خط لکھتے تھے اور مشورہ کرتے تھے۔

اور ان کے دوسرے بیٹے ڈاکٹر محمد احمد محمود قریشی ہیں۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ ثالثؒ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ صرف ڈاکٹر ہی نہیں ہیں بلکہ دعا گو ڈاکٹر ہیں۔ ہر مریض کے لیے دعا کرتے۔ ہر پرچی پر دوائی لکھنے سے پہلے 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' لکھتے اور پھر اس کے نیچے 'ھو الشافی' لکھتے اور اسی طرح دوسرے ڈاکٹروں کو نصیحت کرتے تھے کہ مریضوں کے لیے دعا کیا کرو کیونکہ اصل شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اب آخری یہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی وفات کے بعد شور کوٹ سے ایک مریض آیا تو اس وقت بھی کہیں جا رہے تھے، گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی سے اتر کر مریض کو دیکھا اور ان کو نسخہ لکھ کر دیا۔ اور اکثر مریضوں کو اپنی جیب سے دوائی خرید کے دیتے تھے۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ ایک عورت نے مجھے بتایا کہ ان کے والد کو ہارٹ اٹیک ہوا تو وہ گھر میں تنہا تھے یعنی اس عورت کے والد تو انہوں نے گھر جا کے مریض کو دیکھا، بچوں کو فون کیا اور جب تک ان کے بچے گھر نہیں آ گئے اس وقت تک ان کو چھوڑا نہیں۔ مریض کے پاس بیٹھے رہے۔ ہر سال بڑے اہتمام سے انگلستان اور قادیان کے جلسے میں شرکت کرنے کے لیے جاتے تھے۔ محنت کی بڑی عادت تھی۔ انہوں نے بڑی ہمت سے ہمیشہ کام کیا ہے۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ وفات کے بعد مجھے کہا کہ میرے ساتھ اپنی امی کی تمام چیزوں کے انتظامات میں مدد کرو۔ کام مکمل ہونے پر اس قدر شکر گزار ہوئے کہ مَیں شرمندہ ہوتی گئی اور یہ کام کرتے ہوئے ایک بات بار بار مجھے کہتے تھے کہ بیٹی سب کام جلدی جلدی آج ہی مکمل کر لو کیونکہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اس وقت تو میں نے ان کی بات پر زیادہ دھیان نہیں دیا اور پھر زیادہ پوچھا بھی نہیں کیونکہ اپنی خوابیں وغیرہ بھی بہت زیادہ نہیں بتایا کرتے تھے مگر بعد میں بھائی نے بتایا کہ آپ نے اپنے بارے میں کوئی خواب دیکھی تھی اور کہا تھا کہ میرا وقت اب کم ہے۔ وفات سے ایک گھنٹہ قبل بھی صبح نو بجے سے ایک بجے تک اپنے گھر سے ملحقہ کلینک میں مریض دیکھ رہے تھے۔ ایک بجے گھر آئے۔ وضو کر کے مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کا ارادہ تھا۔ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے اتارتے اچانک ان کو میسیو (massive) ہارٹ اٹیک ہوا اور اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

ہمسایوں سے بھی پیار کا تعلق تھا اور ہمسائے بھی ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ شعری اور ادبی شوق بھی تھا۔ درثمین، کلامِ محمود اور درّعدن کی نظمیں بڑے ترنّم سے پڑھا کرتے تھے۔ کئی کیسٹ بھی انہوں نے ریکارڈ کروائے۔ اچھے شعر کو خوب سراہتے تھے۔ علمی ذوق رکھنے والے تھے۔ سید حسین احمد مربی سلسلہ ہیں، ان کے ہم زلف بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جب لندن سے جماعت کی، ہسپتال کی خدمت کے لیے پاکستان گئے ہیں اور لاہور سے جب ٹرین پر (ربوہ) اُترے تو سیدھے پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں چلے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے انہیں اندر بلا لیا اور پھر انہوں نے جب پوچھا کہ آ گئے؟ تو انہوں نے کہا جی حضور حاضر ہو گیا ہوں۔ تو حضورؒ نے پھر فرمایا کہ آپ کا گھر مَیں نے سفیدی وغیرہ کروا کر بند کر دیا ہے آپ جائیں اور ناظر اعلیٰ سے چابی لے لیں اور وہاں اس میں رہیں۔ کہتے ہیں جب میں گھر گیا، کھولا تو اندر دو چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں۔ پھر مزید چارپائیاں جا کے انہوں نے اپنے لیے خریدیں۔ گھر کا سامان لیا اور وہاں رہائش اختیار کر لی۔ کوئی نخرہ نہیں تھا، کوئی کچھ نہیں تھا کہ مَیں ولایت سے گیا ہوں۔ اور پہلے سال ہی جلسے پہ ان کے مہمان آ گئے تو جلسے کے دنوں میں خود بھی پرالی پر سوتے تھے اور اپنا گھر جو تھا وہ مہمانوں کو دے دیا۔ اپنے سسر مولانا عبدالمالک خان صاحب کی بڑی خدمت کی۔ اپنی ساس کی بڑی خدمت کی۔ حسین صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بتایا کرتے تھے کہ میرے ساتھی ڈاکٹر جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے مجھے پوچھتے تھے کہ تم ربوہ جیسی چھوٹی سی بستی میں جو کام کرتے ہو اس کا معاوضہ تمہیں کیا ملتا ہے؟ کہتے ہیں میں جواب دیا کرتا تھا کہ لوگوں کو اندازہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی آپ لوگ سمجھ سکتے ہو کہ میں ربوہ میں بیٹھ کر جو کام کر رہا ہوں اس کا کیا معاوضہ ہے۔ جو دعائیں ہیں اس کا کوئی معاوضہ، اس کی قیمت نہیں ہے۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت سیدة امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے وقت اسلام آباد میں حضور کے پاس رہے۔ اسی طرح ان کو اَور بزرگوں کی خدمت کی توفیق ملی۔

ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کہتے ہیں کہ اگر میں یہ لکھوں کہ غریبوں کا ڈاکٹر اس شہر سے رخصت ہو گیا تو مبالغہ نہ ہو گا۔ آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ اس علاقے کے غریب، نادار مریضوں کی بلا امتیاز مذہب و ملت خدمت کی ہے۔ آپ جب ہسپتال کے چیف میڈیکل آفیسر تھے تو ہسپتال کی مختلف اشیاء کی خرید کے لیے خود لاہور جاتے۔ مارکیٹ سے ریٹس (rates) کا جائزہ لے کر اچھی اور معیاری اشیاء خرید کر لاتے اور اکثر سارا دن اس میں خرچ ہو جاتا تاہم جماعتی اموال کو درد اور دیانت داری سے خرچ کرنا بھی آپ کا وصف تھا۔ ہسپتال میں الٹرا ساؤنڈ اور اینڈوسکوپی کے شعبہ جات کا آغاز بھی آپ نے کیا۔ ابتدا میں پیدل اور سائیکل پر بعض بزرگ ہستیوں اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے گھر جا کر دیکھا کرتے تھے، ہدایات دیتے تھے۔ فضل عمر ہسپتال کے حوالے سے کہا کرتے تھے کہ خلفائے احمدیت کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور میں نے علاج معالجہ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بہت سے معجزے ہوتے دیکھے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ فضلِ عمر ہسپتال کی خدمت جو اندازاً تیس سال پر محیط ہے۔ اس دوران

ان پر بعض ابتلا بھی آئے اور خدا تعالیٰ کا یہ عاجز اور درویش بندہ سرِ تسلیم خم کرتا رہا اور کوہِ وقار بن کر خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو رہا اور سلطان مبشر صاحب نے یہ صحیح لکھا ہے۔

بعض باتیں میرے علم میں بھی ہیں اور مجھے پتا ہے بڑے وقار سے انہوں نے کوئی حرفِ شکایت لائے بغیر بعض مشکلات جو پیش آئیں یا ابتلا جو آئے ان کو برداشت کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بہت نوازا اور کبھی عہدیداروں کے متعلق کوئی شکایت یا اپنے ساتھیوں کے متعلق شکوہ یا کوئی زیادتی کبھی دوسروں سے بیان نہیں کی۔

ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب ہی لکھتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ صرف امیروں کا یا بزرگوں کا نہیں ہر ایک کا علاج ان کا وصف تھا جیسا کہ بتایا گیا ہے۔ اب ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت رحمت علی صاحب ڈرائیور کی اہلیہ ایمرجنسی میں آئیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال آنے کی درخواست کی تو چند منٹ میں اپنے گھر دارالعلوم شرقی سے تشریف لے آئے۔ گھر ہسپتال میں بھی نہیں تھا۔ یہ محلہ ربوہ کے بالکل دوسرے کنارے پر ہے۔ وہاں ان کا گھر تھا۔ وہاں سے فوراً آ گئے۔ جماعت کے وفادار تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم نوجوان ڈاکٹر زاپنے افسرِ بالا کی حد سے متجاوز تادیبی سختیوں سے جُز بز ہوتے تو ہمیں بڑے پیار سے بیٹھ کر سمجھاتے کہ ہمیں ہر حال میں نظام کی اطاعت کرنی ہے اور صبر کا مظاہرہ کرنا ہے۔

اور ان کی اہلیہ شوکت صاحبہ کی جب وفات ہوئی ہے تو اس کے اگلے دن ان کے دو بھانجوں کی دعوتِ ولیمہ تھی تو اسی دن آپ نے دلہا کے گھر جا کے بتایا کہ میری اہلیہ کی وفات ہو گئی ہے مگر آپ فنکشن ضرور کریں اپنے فنکشن کو بند نہ کریں کیونکہ ان کی اہلیہ دلہا کی جیسا کہ میں نے کہا خالہ تھیں۔ حسین صاحب کے دو لڑکے دلہا تھے۔ دونوں کی دعوت ولیمہ بھی تھی لیکن انہوں نے کہا کہ آپ ضرور فنکشن کریں۔ یہ نہیں ہے کہ اس کو روک دیں اور ان کے بیٹے ڈاکٹر محمود نے کہا کہ مَیں پھر دعوت میں نہیں جاتا، گھر رہتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا نہیں خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے اور اس کی تلقین کی اور کہتے ہیں یہ کہا کہ ایسے ہی موقعوں پر تو انسان کی آزمائش ہے اور صبر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا پتا چلتا ہے۔ پھر بیٹے کو ساتھ لے کر باقاعدہ دعوت میں بھی شامل ہوئے اور محلے میں اس امر کا اہتمام کیا کہ دعوتِ ولیمہ کے وقت تک وفات کی اطلاع کسی کو نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان بچوں کے ماں باپ اوپر تلے فوت ہوئے ہیں۔ ان دونوں میاں بیوی کی جو نیکیاں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے بچوں میں بھی جاری رکھے۔ ان کی والدہ جیسا کہ میں نے کہا حیات ہیں اور کافی بیمار بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم اور فضل فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 14 / فروری 2020ء جلد 27 شمارہ 13 صفحہ 05 تا 09)

5

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 31/ جنوری 2020ء بمطابق 31/ صلح 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت المبارک، ٹلفورڈ، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابی کا میں ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت ابو طلحہؓ۔ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کا اصل نام زید تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا اور یہ قبیلے کے نقیب تھے۔ آپؓ اپنی کنیت ابو طلحہ کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ کے والد کا نام سہل بن اسود اور والدہ کا نام عبادہ بنت مالک تھا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ آپؓ غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزوات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حضرت ابو طلحہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت ابو طلحہؓ کا رنگ گندمی اور قد متوسط تھا، درمیانہ تھا۔ آپؓ نے کبھی سر اور داڑھی کے بالوں پر خضاب نہیں لگایا۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 184،183 ابو طلحہؓ انصاری، جلد 2 صفحہ 150 زید بن سہلؓ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

جس طرح بال تھے ویسے ہی رکھے۔

حضرت انسؓ حضرت ابو طلحہؓ کے ربیب یعنی بیوی کے پہلے خاوند سے بیٹے تھے۔ حضرت اُمِ سُلَیمؓ کے پہلے خاوند مالک بن نَضر تھے۔ ان کے فوت ہونے کے بعد حضرت ابو طلحہؓ سے ان کی شادی ہوئی جن سے ان کے ہاں عبداللہ اور ابو عمیر کی ولادت ہوئی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 124 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 383 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الصلاۃ جلد 4 صفحہ 124 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ نے اُمِ سُلَیم کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اُمِ سُلَیمؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے آپ جیسے آدمی سے نکاح کا انکار نہ ہوتا لیکن آپ مشرک ہیں اور میں مسلمان۔ یہ سنن نسائی کی روایت ہے اَور میں مسلمان عورت ہوں۔ میرے لیے جائز نہیں ہے کہ میں آپ سے نکاح کروں۔ اگر آپ اسلام قبول کر لیں تو یہی میرا مہر ہوگا اور میں اس کے سوا کچھ نہیں مانگوں گی۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اسلام قبول کر لیا اور یہی ان کا مہر مقرر ہوا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اسلام میں آج تک کسی عورت کے بارے میں نہیں

سنا کہ اس کا مہر ایسا قابلِ عزت ہو جیسا کہ اُمِ سُلَیمؓ کا مہر تھا۔

(سنن النسائی کتاب النکاح باب التزویج علی الاسلام حدیث3341)

حضرت ابو طلحہؓ غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن سردارانِ قریش میں سے چوبیس آدمیوں کی نسبت حکم دیا اور انہیں بدر کے کنووں میں سے ایک ناپاک کنویں میں ڈال دیا گیا اور آپؐ جب کسی قوم پر غالب آتے تو میدان میں تین راتیں قیام فرماتے۔ جب آپؐ بدر میں ٹھہرے اور تیسرا دن ہوا تو آپؐ نے اپنی اونٹنی پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا چنانچہ اس پر کجاوہ باندھا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور آپؐ کے صحابہ بھی آپؐ کے ساتھ چلے اور کہنے لگے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ آپؐ کسی غرض کے لیے چلے تھے۔ آپؐ اسی کنویں کی منڈیر پر پہنچ کر کھڑے ہو گئے جہاں ان چوبیس آدمیوں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں۔ بند کنواں تھا۔ آپؐ ان کے اور ان کے باپوں کے نام لے کر پکارنے لگے کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے! اے فلاں، فلاں کے بیٹے! کیا اب تم کو اس بات سے خوشی ہو گی کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی ہوتی کیونکہ ہم نے تو سچ سچ پا لیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ آیا تم نے بھی واقعی وہ پا لیا ہے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟ ابو طلحہؓ کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ ان لاشوں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں جان نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! کہ تم ان سے زیادہ ان باتوں کو نہیں سن رہے جو میں کہہ رہا ہوں یعنی یہ باتیں اب اللہ تعالیٰ آگے ان تک پہنچا بھی رہا ہے کہ کیا تمہارا بد انجام ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل حدیث3976)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب احد کی جنگ ہوئی تو لوگ شکست کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے اور حضرت ابو طلحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپؐ کو اپنی ڈھال سے آڑ میں لیے کھڑے رہے۔ اور حضرت ابو طلحہؓ ایسے تیر انداز تھے کہ زور سے کمان کھینچا کرتے تھے۔ انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں۔ یعنی اتنی زور سے کھینچتے تھے کہ کمان ٹوٹ جاتی تھی اور جو کوئی آدمی تیروں کا ترکش اپنے ساتھ لیے گزرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے کہ ابو طلحہؓ کے لیے پھینک دو یعنی کہ دوسروں کو بھی نصیحت کرتے کہ یہ بہت تیر انداز ہیں۔ اپنے تیر بھی انہی کو دے دو۔ یہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر لوگوں کو دیکھتے تو حضرت ابو طلحہؓ کہتے بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا يُصِيْبُكَ سَهْمٌ، نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! سر اٹھا کر نہ دیکھیں۔ مبادا ان لوگوں کے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کو لگے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینے کے سامنے ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا ... الخ حدیث 4064)

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 384-385 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ ایک ہی ڈھال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور حضرت ابو طلحہؓ اچھے تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر چلاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھانکتے اور ان

کے تیر پڑنے کی جگہ کو دیکھتے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ پہلی بھی بخاری کی تھی۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب المجن ومن یترس بترس صاحبه حدیث 2902)

غزوۂ احد میں حضرت ابوطلحہؓ کے اس شعر کے پڑھنے کا بھی ذکر آتا ہے کہ

وَجْهِیْ لِوَجْهِكَ الْوِقَاءُ　　　وَنَفْسِیْ لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ

میرا چہرا آپؐ کے چہرے کو بچانے کے لیے ہے اور میری جان آپؐ کی جان پر قربان ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ،جلد 4 مسند انس بن مالك حدیث: 13781 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے کوئی لڑکا تلاش کرو جو میری خدمت کرے تا میں خیبر کا سفر کروں۔ حضرت ابوطلحہؓ سواری پر مجھے یعنی حضرت انسؓ کو پیچھے بٹھا کر لے گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں اس وقت لڑکا تھا اور بلوغت کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ جب آپؐ اترتے مَیں اکثر آپؐ کو یہ دعا مانگتے سنا کرتا تھا کہ اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ کہ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں غم واندوہ سے درماندگی اور سستی سے اور بخل اور بزدلی سے اور قرض داری کے بوجھ سے اور لوگوں کی سختی سے۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب من غزا بصبیٍ للخدمة حدیث 2893)

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے۔ یہ حضرت انسؓ کی روایت ہے۔ پہلی بھی بخاری کی تھی اور یہ بھی بخاری کی ہی ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے۔ آپؐ کا کوئی خادم نہ تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! انس سمجھدار لڑکا ہے۔ یہ آپؐ کی خدمت کرے گا۔

حضرت انسؓ کہتے تھے چنانچہ میں نے سفر میں بھی آپؐ کی خدمت کی اور حضر میں بھی۔ جو کام بھی میں کرتا آپؐ مجھے کبھی نہ فرماتے تُو نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اور جو کام میں نے نہ کیا ہوتا اس کی نسبت آپؐ مجھے کبھی نہ فرماتے کہ تم نے اس کو اس طرح کیوں نہیں کیا یعنی کبھی کوئی روک ٹوک نہیں کی۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا باب استخدام الیتیم فی السفر والحضر... الخ حدیث 2768)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپؐ عُسفان (عُسفان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔) وہاں سے لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ نے حضرت صفیہ بنت حُیَیّ کو پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ آپؐ کی اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور دونوں گر پڑے۔ حضرت ابوطلحہؓ یہ دیکھ کر فوراً اونٹ سے کُودے اور بولے یا رسول اللہؐ! میں آپؐ پر قربان۔ آپؐ نے فرمایا پہلے عورت کی خبر لو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا اور حضرت صفیہؓ کے پاس آئے اور وہ کپڑا ان پر ڈالا یعنی ان کو پردے کا اتنا لحاظ تھا اور ان دونوں کی سواری درست کی جس پر وہ سوار ہو گئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حلقہ بنا لیا۔ جب ہم مدینے کی بلندی پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ ہم لوٹ کر آنے والے ہیں۔ ہم اپنے رب کے حضور توبہ کرنے والے ہیں۔ اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی ستائش کرنے والے ہیں۔ آپؐ اس وقت تک کہ مدینے میں داخل ہوئے یہی کلمات فرماتے رہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب ما یقول اذا رجع من الغزو حدیث 3085)
(لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 172 از علامہ وحید الزمان نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ایک دفعہ جبکہ آپؐ غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے اور آپؐ کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کے ساتھ تھیں تو راستے میں اونٹ بدک گیا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ دونوں گر گئے۔ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کا اونٹ آپؐ کے پیچھے ہی تھا۔ وہ فوراً اپنے اونٹ سے کود کر آپؐ کی طرف گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میری جان آپؐ پر قربان آپؐ کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟ جب ابو طلحہؓ آپؐ کے پاس پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو طلحہ! پہلے عورت کی طرف، پہلے عورت کی طرف۔"

دو دفعہ فرمایا "وہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے "جب آپؐ کی جان کا سوال ہو تو اس وقت انہیں کوئی اَور کیسے نظر آ سکتا تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور پہلے عورت کو اٹھاؤ۔"

(اسوۂ حسنہ، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 127،126)

یہ واقعہ آپؓ نے اس وقت بیان فرمایا جب آپ عورت کے حقوق کے بارے میں بیان فرما رہے تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کیا اور ہم نے اس کے قریب جا کر صبح کی نماز پڑھی جبکہ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت ابو طلحہؓ بھی سوار ہوئے اور میں حضرت ابو طلحہؓ کے ساتھ پیچھے سوار تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلی میں گھوڑا دوڑایا اور میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کے ساتھ چُھو رہا تھا۔ دونوں اتنے قریب قریب تھے اور پھر آپؐ نے گرمی کی وجہ سے یا ویسے آرام کی وجہ سے اپنی ران سے اپنا تہ بند ہٹایا یعنی ٹانگ سے، گھٹنے سے ذرا اوپر کیا تو کہتے ہیں یہاں تک کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھی۔ ران سے مراد یہاں گھٹنے سے اوپر کا حصہ ہے۔ جب آپ گاؤں میں داخل ہوئے اور فرمایا اَللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے آنگن میں ڈیرہ ڈالتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے جن کو قبل از وقت عذابِ الٰہی سے ڈرایا گیا ہو۔

یہ آپؐ نے تین بار فرمایا۔

حضرت انسؓ کہتے تھے کہ لوگ اپنے کاموں کے لیے باہر نکلے تو انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور عبدالعزیز کہتے تھے کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے محمدؐ کے ساتھ خمیس کا لفظ بھی کہا تھا یعنی فوج۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ ہم نے اسے لڑ کر فتح کیا اور قیدیوں کو اکٹھا کیا گیا تو حضرت دحیہ کلبیؓ آئے اور کہا اے اللہ کے نبیؐ! مجھے

ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور ایک لڑکی لے لو۔ انہوں نے حُیَیّ کی بیٹی صفیہ لی۔ اس پر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ نے دحیہ کو قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حُیَیّ دی ہے۔ وہ تو صرف آپؐ ہی کے لائق ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے مع صفیہؓ بلاؤ۔ وہ صفیہؓ کو لے آئے اور حضرت دحیہؓ بھی ساتھ تھے۔ آپؐ نے حضرت دحیہؓ کو فرمایا کہ ان قیدیوں میں سے کوئی اَور تم لے لو۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا اور پھر ان سے شادی کی۔ اس پر حضرت ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ابوحمزہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا مہر دیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا تھا اور ان سے شادی کر لی اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر تھا۔ آخر جب آپؐ ابھی راستے میں ہی تھے تو حضرت ام سُلیمؓ نے حضرت صفیہؓ کو آپؐ کی خاطر آراستہ کیا اور پھر وہاں شادی ہوئی۔ وہاں آپؐ کے پاس بھیج دیا اور پھر اس کے بعد کہتے ہیں اگلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ اسے لے آئے اور آپؐ نے چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا۔ کوئی شخص کھجوریں لانے لگا، کوئی گھی۔ عبدالعزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ستو کا بھی ذکر کیا تھا۔ کہتے تھے پھر انہوں نے ان سب کو آپس میں ملا کر گوندھ دیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمے کی دعوت تھی۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما یذکر فی الفخذ حدیث 371)

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آتا ہے کہ قلعہ کی فتح کے بعد حضرت صفیہؓ دحیہؓ کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ کرامؓ نے، بہت سارے صحابی، ایک صحابی نہیں کافی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ان کی تعریف و توصیف کرنی شروع کی اور یہ بھی کہا کہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے حضرت صفیہؓ کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ آپؐ اپنے لیے انہیں منتخب فرمالیں۔ آپؐ ان سے شادی کریں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہؓ کے پاس پیغام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض حضرت صفیہؓ کو خرید کر انہیں اُمِ سُلَیمؓ کے حوالے کیا تاکہ وہ انہیں اپنے ساتھ رکھیں۔ پھر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپؐ نے پھر ان سے شادی کر لی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 8 صفحہ 97-98 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا تو اس کافر کا مال و اسباب اسی شخص کو ملے گا۔ اس دن حضرت ابوطلحہؓ نے بیس کافروں کو قتل کیا اور ان کا سامان بھی لیا اور حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت اُمِ سُلَیمؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک خنجر ہے۔ انہوں نے پوچھا اے اُمِ سُلَیمؓ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر میرے قریب آئے تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔ حضرت ابوطلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ یہ سنن ابو داؤد کی روایت ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل حدیث 2718)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لشکر میں تنہا ابوطلحہؓ کی آواز ایک

جماعت پر بھاری ہوتی ہے۔ بعض دوسری روایات میں ایک جماعت کی بجائے مِأَةَ رَجُل یعنی ایک سو آدمیوں اور أَلْف رَجُل یعنی ایک ہزار آدمی کا بھی ذکر ملتا ہے کہ ان کی اتنی بلند آواز تھی۔

(مسند احمد بن حنبل ،جلد 4 صفحہ 286 مسند انس بن مالك حديث: 12119 عالم الكتب بيروت لبنان 1998ء) (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 4 صفحہ 261 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء)

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 383 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابوطلحہؓ 34 ہجری میں مدینے میں فوت ہوئے اور حضرت عثمانؓ نے آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس وقت آپؓ کی عمر ستر سال تھی جبکہ اہل بصرہ کے نزدیک آپؓ کی وفات ایک سمندری سفر کے دوران ہوئی اور ایک جزیرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 385 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد کی وجہ سے نفلی روزہ نہیں رکھا کرتے تھے تاکہ طاقت کم نہ ہو جائے اور حضرت انسؓ مزید فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں نے سوائے عید الفطر یا عید الاضحی کے دن کے کبھی ان کو بے روزہ نہیں دیکھا۔ اس کے بعد پھر باقاعدگی سے روزے رکھنے لگ گئے۔

(صحيح البخاری کتاب الجهاد والسير باب من اختار الغزو على الصوم حديث 2828)

حضرت ابوطلحہؓ کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے اپنی ازواج کی طرف کسی کو بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا ہمارے پاس سوائے پانی کے اَور کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مہمان کو کون اپنے ساتھ رکھے گا یا فرمایا اسے کون مہمان ٹھہرائے گا؟ انصار میں سے ایک شخص بولا مَیں۔

چنانچہ وہ اسے اپنے ساتھ لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی نہایت اچھی خاطر تواضع کرو۔ وہ بولی ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں مگر اتنا ہی کھانا ہے جو میرے بچوں کے لیے مشکل سے کافی ہو۔ اس نے کہا اپنے اس کھانے کو تیار کر لو اور چراغ بھی جلاؤ اور اپنے بچوں کو جب وہ شام کا کھانا مانگیں سلا دینا۔ چنانچہ اُس نے اپنا کھانا تیار کیا اور چراغ کو جلایا۔

پھر اپنے بچوں کو سلا دیا۔ اس کے بعد وہ اٹھی جیسے چراغ درست کرتے ہیں تو اس نے اس کو بجھا دیا۔ وہ دونوں اس مہمان پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں مگر ان دونوں نے خالی پیٹ رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپؐ نے فرمایا آج رات اللہ ہنس پڑا یا فرمایا تمہارے دونوں کے کام سے بہت خوش ہوا اور اللہ نے یہ وحی نازل کی کہ

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

(الحشر:10)

اور وہ خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو

کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قول اللہ ویؤثرون علی انفسھم ...... الخ حدیث 3798)
(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار جلد 16 صفحہ 364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جب بال اتروائے تو حضرت ابوطلحہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپؐ کے بالوں میں سے کچھ بال لیے۔

(صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان حدیث 171)

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت ام سُلیمؓ سے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کمزور سنی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپؐ کو بھوک ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے؟ حضرت اُمِ سُلیمؓ نے کہا ہاں۔ یہ کہہ کر جَو کی کچھ روٹیاں نکال لائیں۔ پھر انہوں نے اپنی ایک اوڑھنی نکالی۔ انہوں نے روٹیوں کو اس کے ایک کنارے میں لپیٹ دیا اور وہ میرے ہاتھ میں دے دیں اور اوڑھنی کا کچھ حصہ میرے بدن پر لپیٹ دیا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مجھے بھیجا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ میں وہ لے کر چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا۔ آپؐ کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ میں پاس کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کیا ابوطلحہؓ نے تجھے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا جو آپؐ کے پاس تھے کہ چلو اٹھو۔ بجائے وہ کھانا لینے کے آپؐ نے ان کو بھی ساتھ لیا۔ وہ کھانا لے کر ہی آپؐ چل پڑے اور میں آپؐ کے آگے ہی چل پڑا اور حضرت ابوطلحہؓ کے پاس پہنچا اور ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ادھر ہی آ رہے ہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ کہنے لگے کہ اُمِ سُلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے آئے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو اُن کو کھلائیں۔ چند روٹیاں تھیں وہ تو بھیج دی تھیں۔ وہی واپس آ رہی ہیں۔ وہ بولیں اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ گئے اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ پھر آپ جلدی جلدی گھر سے گئے۔ حضرت انسؓ پہلے پہنچ گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ حضرت ابوطلحہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُمِ سُلیم! جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ وہ روٹیاں لے آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا توڑو ان کو۔ وہ توڑی گئیں۔ حضرت اُمِ سُلیمؓ نے گھی کی ایک کُپی نچوڑی اور اس کو بطور سالن ان کے سامنے پیش کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں پر دعا کی جو دعا اللہ نے چاہی کہ کریں۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور لوگوں نے اتنا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے اور پھر باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس اَور آدمیوں کو اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور لوگوں نے اتنا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے اور باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس اَور آدمیوں کو اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور انہوں نے اتنا کھایا کہ ان کے پیٹ بھر گئے۔ وہ باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس اَور آدمیوں کو اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور لوگوں نے اتنا کھانا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے اور باہر چلے گئے۔ غرض ان سب لوگوں نے کھایا اور

پیٹ بھر کر کھایا اور وہ لوگ ستّر یا اسّی آدمی تھے۔
(صحیح البخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث 3578)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکات کا بھی یہاں ذکر ملتا ہے۔ یہی وہ روایت ہے۔
حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ مدینے میں تمام انصاریوں سے کھجوروں کے زیادہ باغ رکھتے تھے اور ان کو سب سے زیادہ پیاری جائیداد بیرحاء کا باغ تھا جو مسجد کے سامنے تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں آیا کرتے تھے اور وہاں کا صاف ستھرا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ جب یہ آیت اتری کہ
لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔(آل عمران:93)
تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔
حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور میری جائیداد میں سے مجھے سب سے پیارا باغ بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ اب میں اللہ کے لیے صدقہ دیتا ہوں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ اللہ کے ہاں مقبول نیکی ہو گی اور بطور ذخیرے کے ہو گی۔ اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ آپؐ کو سمجھائے وہاں اسے خرچ کریں۔ آپؐ نے فرمایا شاباش یہ فائدہ دینے والا مال ہے یا فرمایا ہمیشہ رہنے والا مال ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کہا ہے میں نے سن لیا ہے۔ مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے قریبیوں میں ہی بانٹ دو۔ ابوطلحہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں ایسے ہی کیے دیتا ہوں۔ چنانچہ ابوطلحہؓ نے اس باغ کو اپنے قریبیوں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔
(صحیح البخاری کتاب الوصایا باب اذا وقف ارضا ولم یبین الحدود فھو جائز ...... الخ حدیث 2769)
حضرت ابوطلحہؓ کو یہ اعزاز اور سعادت بھی حاصل ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اس کی قبر میں اترے اور حضورؐ کی صاحبزادی کی نعشِ مبارک کو قبر میں اتارا۔
(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض ...... الخ حدیث 1285)
حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مدینہ والے یکا یک گھبرا گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو آہستہ چلتا تھا یا یہ کہا کہ جس کی رفتار سست تھی۔ جب آپؐ لَوٹے تو آپؐ نے حضرت ابوطلحہؓ کو فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے گھوڑے کو ایک دریا پایا ہے۔ بہت تیز چلتا ہے۔ اس کے بعد اس گھوڑے کا چلنے میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔
(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب الفرس القطوف حدیث 2867)
حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مل جل جاتے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی سے مزاحاً فرماتے کہ اے ابوعمیر! نُغَیر نے کیا کیا؟ ابوعمیر نے ایک چڑیا پالی ہوئی تھی۔ نُغَیر چڑیا کو کہتے ہیں۔ وہ مر گئی تو ان کو اس کا بڑا صدمہ تھا۔ وہ یا اڑ گئی یا مر گئی۔ تو بہرحال مذاقاً اسے یہ فرماتے تھے۔ اس کی وجہ سے اس بچے کو چھیڑتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ہوتے تو آپؐ اس

بستر کو بچھانے کا حکم فرماتے جس پر آپؐ تشریف فرما ہوتے۔ چنانچہ ہم اس کو بچھاتے اور صاف کرتے۔ پھر آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے اور ہم آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے۔

(سنن ابن ماجه كتاب الادب باب المزاح حديث 3720)

(صحيح البخاری كتاب الادب باب الكنية للصبى وقبل ان يولد للرجل حديث 6203)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابو طلحہ انصاریؓ کی ولادت ہوئی۔ ان کے بھائی کی، ابو طلحہؓ کے بیٹے کی جو ان کی ماں کی طرف سے بھائی تھے تو مَیں اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عباء اوڑھے ہوئے تھے اور اپنے اونٹ کو تارکول لگا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کھجور ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ میں نے چند کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کیں جنہیں آپؐ نے منہ میں ڈالا اور پھر انہیں اچھی طرح چبایا۔ پھر بچے کا منہ کھولا اور اسے بچے کے منہ میں ڈالا تو وہ بچہ اسے چوسنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کی کھجور سے محبت۔ یعنی بچے کو بھی یہ پسند آئی اور آپؐ نے اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔

(صحيح مسلم كتاب الآداب باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله... الخ حديث2144)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا بیمار تھا۔ حضرت ابو طلحہ باہر گئے تو بچے کی وفات ہو گئی۔ جب حضرت ابو طلحہؓ واپس لوٹے تو انہوں نے بیوی سے پوچھا: بیٹے کا کیا حال ہے؟ حضرت اُمِ سُلَیمؓ نے کہا کہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔

پھر انہوں نے رات کا کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھایا۔ رات گزاری اور پھر بتایا کہ بچے کی وفات ہو گئی ہے اس کو جا کے دفنا آؤ۔ چنانچہ صبح حضرت ابو طلحہؓ نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اولاد کی دعا دی اور اس کے بعد پھر ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔

(صحيح مسلم كتاب الآداب باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله... الخ حديث2144)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعے کا یوں تذکرہ فرمایا ہے کہ مومن کے لیے جان کی قربانی پیش کرنا درحقیقت چیز ہی کوئی نہیں ہے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ غالب کے متعلق لوگ بحثیں کرتے ہیں کہ وہ شراب پیا کرتا تھا یا نہیں پیا کرتا تھا مگر آپؓ فرماتے ہیں میرا تو وہ رشتے دار ہے اور میں نے اپنی نانیوں اور پھوپھیوں سے سنا ہوا ہے کہ وہ شراب پیتا تھا۔ تو ایسا شخص جو شراب کا عادی تھا وہ بھی کہتا ہے کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اگر ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دیتے ہیں تو کیا ہوا۔ یہ جان بھی تو اسی کی دی ہوئی تھی۔ پس خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اگر کوئی شخص جان بھی دے دیتا ہے تو وہ کوئی بڑی قربانی نہیں کرتا کیونکہ وہ جان بھی اسی کی چیز ہے اور کسی کی امانت کو واپس کر دینا بڑی قربانی نہیں ہوتا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ احادیث میں ایک صحابیہ ام سلیمؓ کا ہی یہ قصہ آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر ابو طلحہؓ کو کسی اسلامی خدمت کے سلسلہ میں باہر بھیجا۔ ان کا بچہ بیمار تھا اور ان کو اپنے بچے کی بیماری کا قدرتی طور پر فکر تھا۔ وہ صحابیؓ جب واپس آئے تو ان کی غیر

حاضری میں ان کا بچہ فوت ہو چکا تھا۔ ماں نے اپنے مردہ بچے پر کپڑا ڈال دیا۔ وہ نہائی، دھوئی اور خوشبو لگائی اور بڑے حوصلے کے ساتھ اس نے اپنے خاوند کا استقبال کیا۔ وہ صحابیؓ جب گھر آئے تو انہوں نے آتے ہی سوال کیا کہ بچے کا کیا حال ہے؟ اس صحابیہؓ نے جواب دیا بالکل آرام سے ہے۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر تسلی کے ساتھ آرام سے لیٹ گئے اور تعلقات زوجیت بھی پورے کیے۔ جب وہ اپنی بیوی سے مل چکے تو بیوی نے کہا کہ میں آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ خاوند نے جواب دیا کیا؟ بیوی نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس امانت رکھ جائے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ چیز واپس لینا چاہے تو کیا وہ چیز اسے واپس کی جائے یا نہ کی جائے؟ انہوں نے جواب دیا وہ کون بیوقوف ہو گا جو کسی کی امانت کو واپس نہیں کرے گا۔ بیوی نے کہا آخر اسے افسوس تو ہو گا کہ میں امانت واپس کر رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا افسوس کس بات کا؟ وہ چیز اس کی اپنی نہیں تھی۔ اگر وہ اسے واپس کر دے تو اسے کیا افسوس ہو سکتا ہے۔ بیوی نے کہا اچھا اگر یہ بات ہے تو ہمارا بچہ جو خدا تعالیٰ کی ایک امانت تھی اسے خدا تعالیٰ نے ہم سے واپس لے لیا۔ اور یہ حوصلہ تھا جو اس وقت کی عورتوں میں پایا جاتا تھا۔ پس جان کا دینا تو کوئی چیز ہی نہیں خصوصاً مومن کے لیے تو یہ ایک معمولی بات ہوتی ہے۔

(ماخوذ از تقریر جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ لاہور 1948ء، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 53-54)

پھر جو حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا دی بعد میں ان کے بچے پیدا ہوئے۔ فوری طور پر کچھ عرصے بعد ان کا بیٹا پیدا ہوا اور پھر اتنا نوازا اللہ تعالیٰ نے کہ انصار میں سے ایک شخص نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوطلحہ کے نو بچے دیکھے اور وہ سب نو لڑکے قرآن کے قاری تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة حدیث: 1301)

عاصم احول بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ حضرت انسؓ کے پاس دیکھا۔ اس میں دراڑ پڑ گئی تھی۔ حضرت انسؓ نے اسے چاندی سے جوڑ دیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت چوڑا اور عمدہ لکڑی کا بنا ہوا پیالہ تھا۔ حضرت انسؓ نے بتایا کہ مَیں نے اس پیالے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پانی پلایا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ وہ پیالہ لوہے کی تار سے جڑا ہوا تھا۔ حضرت انس نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی سے جڑوا دیں لیکن حضرت ابوطلحہؓ نے ان سے کہا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے اس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے ارادہ چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب الشرب من قدح النبیﷺ وآنیته حدیث 5638)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہ انصاریؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آنے والے شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اس شخص کی خبر سنتے ہی کہا کہ اے انس! ان مٹکوں کو توڑ دو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے مٹکوں کے نچلے حصوں پہ ایک پتھر سے مار کے انہیں توڑ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق فی الآذان حدیث 7253)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مدینے میں ایک

شخص تھا جو لحد بناتا تھا اور ایک اَور تھا جو سیدھی قبر بناتا تھا۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہیں اور دونوں کو بلا بھیجتے ہیں۔ دونوں میں سے جو بعد میں آئے گا اس کو ہم چھوڑ دیں گے۔ یعنی جو پہلے آئے گا اس سے کام کروالیں گے۔ چنانچہ دونوں کی طرف پیغام بھیجا گیا تو لحد والا پہلے آیا اس پر صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد بنائی۔ اس کی شرح میں علامہ بُوصیری نے لکھا ہے کہ لحد والی قبر بنانے والے حضرت ابو طلحہؓ تھے اور سیدھی قبر بنانے والے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے۔

(سنن ابن ماجه كتاب الجنائز باب ما جاء في الشق حديث 1557)(شروح سنن ابن ماجه جزء 1 كتاب الجنائز باب ما جاء في الشق صفحه 617 بيت الافكار الدوليه اردن 2007ء)

یہ ان کا مکمل ذکر ہے۔ اب ایک مختصر ذکر مَیں ایک مرحوم کا کروں گا اور نماز کے بعد ان کا جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ مکرم باؤ محمد لطیف صاحب امرتسری ابن حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ان کی وفات 26؍ جنوری 2020ء کو ربوہ میں نوّے سال کی عمر میں ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم موصی تھے۔ آپ سلسلے کے معروف مبلغ محترم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ باؤ لطیف صاحب کے والد محترم میاں نور محمد صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ وہ اوائلِ جوانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں باؤ لطیف صاحب کو لے کر گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں جوانی میں ہی وقف کے لیے پیش کیا۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے انہیں کہا کہ آپ کے دو بیٹے ہیں۔ پہلے ایک بیٹا مربی ہو کے وقفِ زندگی ہے۔ یہ بھی ساری عمر وقفِ زندگی کی طرح ہی کام کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے وقف کی طرح ہی کام کیا۔ آپ کو ساڑھے چار سال بطور کلرک محکمہ ریلوے میں ملازمت کے بعد اکتوبر 1952ء میں آپ نے اپنے آپ کو بطورِ کارکن سلسلے کی خدمت کے لیے پیش کیا۔ 1952ء سے خدمتِ سلسلہ کی توفیق ملی اور ابتدائی تقرر نظارت بیت المال میں ہوا۔ پھر 1954ء میں دفتر روزنامہ الفضل میں تبادلہ ہوا۔ 61ء میں آپ کی ڈیوٹی بطور محرر پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دورِ خلافت کے آخری تین سال پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں، پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں، پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد بھی ربوہ میں دفتر پی۔ ایس قائم رہا اور ابھی تک وہاں قائم ہے۔ 2014ء تک یہاں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اور 85ء میں ان کو اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری کی خدمت دی گئی اور بڑی خوش اسلوبی سے انہوں نے اپنے یہ فرائض سرانجام دیے۔ ان کا کل عرصہ خدمت باسٹھ سال بنتا ہے جس میں سے تقریباً ترپن سال ان کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں مختلف حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔

اپنے کام کے بہت ماہر تھے۔ بڑے سلیقہ اور انہماک سے کام کیا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ دینی مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ سلسلہ کی کتب کا گہرا مطالعہ تھا۔ شوریٰ کے انتظامات کے سلسلہ میں ان کو خاص طور پر خلافتِ ثالثہ کے دور میں بھی اور بعد میں بھی بہت زیادہ خدمت کی توفیق ملی۔ پرائیویٹ سیکرٹری کے ذمہ مختلف کاموں کی سرانجام دہی کے سلسلے میں خرید و فروخت کے حوالے سے بھی بڑی باریکی سے اور بڑی محنت سے جماعتی اموال کی

حفاظت کا خاص خیال رکھتے ہوئے چیزیں خریدا کرتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کو حفاظت مرکز قادیان کی بھی توفیق ملی۔ کچھ عرصہ یہ وہاں رہے۔ ان کی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ ان کی وفات سے چند دن پہلے ان کی ایک بیٹی بھی وفات پا گئی تھیں جو ظریف احمد قمر صاحب کی اہلیہ تھیں۔ ان کا ایک بیٹا ہے جو مربی بھی ہے۔ لندن میں ہی تین بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا عتیق احمد وہ بھی یہیں کام کر رہا ہے۔

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے کارکن رانا مبارک صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے بتیس سال ان کے ساتھ کام کیا اور عرصہ دراز تک مجلسِ مشاورت کے انتظامات کے سلسلہ میں بہت سا دفتری کام اکیلے ہی سرانجام دیتے رہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب بھی دنیاوی مشکلات اور پریشانیاں لاحق ہوں تو دعا کے ساتھ ساتھ اپنے دفتری کام میں زیادہ محو ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔

کارکنوں سے بھی غلطی ہو جاتی تو بڑے پیار سے سمجھا دیا کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے کارکنان نے بھی یہی لکھا ہے کہ بہت محنت سے کام کرنے والے تھے۔ کارکنوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ انجمن کے قواعد پر آپ کو بڑی دسترس تھی۔ تحریر بھی بہت عمدہ تھی۔ لفظوں کا انتخاب بھی بڑا اچھا کیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی نیا قلم لیتے تو پہلے اس سے بسم اللہ لکھا کرتے تھے پھر کام شروع کرتے اور وقت پر دفتر آنے کے بہت پابند تھے لیکن دفتر سے واپسی یہ نہیں کہ جب وقت ختم ہوا تو دفتر سے چلے گئے بلکہ جب تک کام نہیں ختم ہوتا تھا بیٹھے رہتے تھے اور بعض دفعہ ساری ساری رات بیٹھے رہتے تھے اور اگلے دن صبح گھر جاتے تھے۔ جب میں وہاں ربوہ میں تھا تو مختلف وقتوں میں یہی میں نے اُن کو کرتے دیکھا ہے۔ بڑی محنت سے دفتر میں آتے تھے اور مغرب کے وقت بھی نماز پڑھنے دفتر سے آ رہے ہیں، عشاء کے وقت بھی وہیں سے آ رہے ہیں۔ بعض دفعہ فجر کے وقت بھی آ رہے ہیں۔ بڑی محنت سے کام کرنے والے تھے۔ کبھی یہ پروا نہیں کی کہ گھر جانا ہے یا دفتر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اصل غرض تھی کام، کہ جماعت کا کام کرنا ہے۔ اور ایک بہت بڑی خصوصیت ان کی یہ بھی تھی کہ کبھی دوسروں سے کوئی معاملہ ڈسکس (discuss) نہیں کرتے تھے۔ جو خط ہوتا وہ بصیغۂ راز ہوتا اور ہمیشہ راز رکھا کرتے۔ اسی طرح ناصر سعید صاحب نے لکھا ہے کہ 74ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اسلام آباد قومی اسمبلی میں پیش ہوتے تھے تو یہ بھی اس میں پرائیویٹ سیکرٹری کے عملے کے طور پر وہاں تھے اور دفتری کام کے علاوہ یہ دوسروں کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ کارکنوں کے ساتھ مل کے برتن بھی دھو دیا کرتے تھے۔ غرض کہ بے نفس انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی اور نسل کو بھی ان کی نیکیوں پر قائم کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 تا 27 فروری 2020ء خصوصی اشاعت بر موقع یوم مصلح موعودؓ جلد 27 شمارہ 14-16 صفحہ 05 تا 09)

6

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07/ فروری 2020ء بمطابق 07/ تبلیغ 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابی کا ذکر ہو گا ان کا نام ہے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ۔ حضرت محمد کے والد کا نام مسلمہ بن سلمہ تھا۔ ان کے دادا کا نام سلمہ کے علاوہ خالد بھی بیان کیا گیا ہے اور ان کی والدہ ام سہم تھیں جن کا نام خُلَیْدَۃ بنتِ ابو عُبَیْدَۃ تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا اور قبیلہ عبد اشہل کے حلیف تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو عبد الرحمٰن اور ابو سعید بھی بیان کی جاتی ہے۔ علامہ ابن حجر کے نزدیک ابو عبد اللہ زیادہ صحیح ہے۔ ایک قول کے مطابق آپؓ بعثتِ نبوی سے بائیس سال پہلے پیدا ہوئے اور ان لوگوں میں سے تھے جن کا نام جاہلیت میں "محمد" رکھا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 338 محمد بن مسلمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الاصابہ جلد 6 صفحہ 28 محمد بن مسلمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 106 محمد بن مسلمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

مدینے کے یہود اُس نبی کے منتظر تھے جس کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے دی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ اس مبعوث ہونے والے نبی کا نام 'محمد' ہو گا۔ جب اہلِ عرب نے یہ بات سنی تو انہوں نے اپنے بچوں کے نام محمد رکھنا شروع کر دیے۔ سیرت النبیؐ پر مشتمل کتب میں جن افراد کا نام زمانہ جاہلیت میں بطور تفاؤل کے محمد رکھا گیا ان کی تعداد تین سے لے کر پندرہ تک بیان کی گئی ہے۔ علامہ سُہَیْلِی جو سیرت ابن ہشام کے شارح ہیں انہوں نے تین افراد کے اسماء لکھے ہیں جن کا نام محمد تھا۔ علامہ ابن اثیر نے چھ افراد کے نام لکھے ہیں جبکہ عبد الوہاب شعرانی نے ان کی تعداد چودہ درج کی ہے۔ معلومات کے لیے یہ پندرہ نام یا چند نام جو ہیں یہ بتا بھی دیتا ہوں۔ ان میں ہیں محمد بن سفیان، محمد بن اُحَیْحَہ، محمد بن حُمْرَان، محمد بن خُزَاعِی، محمد بن عدی، محمد بن اسامہ، محمد بن بَرَاء، محمد بن حارث، محمد بن حِرْمَاز، محمد بن خَوْلِی، محمد بن یَحْمُدِی، محمد بن یزید، محمد بن اُسیدی اور محمد فُقَیْمِی اور حضرت محمد بن مسلمہ (شامل) ہیں۔

(محمد رسول اللہ والذین معہٗ از عبدالحمید جودہ السحار جلد 2 صفحہ 111-112 مکتبۃ مصر) (روض الانف شرح ابن ھشام از علامہ سھیلی جلد 1 صفحہ 280 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (اسد الغابۃ لابن اثیر جلد 5 صفحہ 72 محمد بن احیحۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ

للشعرانی جزء اول صفحہ283-284 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1998ء)(الاصابہ جلد 6 صفحہ 28 محمد بن مسلمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت محمد بن مسلمہؓ قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ کے ہاتھ پر حضرت سعد بن معاذؓ سے پہلے اسلام لائے۔ جب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آپؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔ آپؓ ان صحابہ میں شامل تھے جنہوں نے کعب بن اشرف اور ابورافع سلّام بن ابو حُقَیق کو قتل کیا تھا۔ یہ دونوں وہ فتنہ پرداز تھے جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے اور اسی کوشش میں ہوتے تھے بلکہ مسلمانوں پہ حملہ بھی کروانے کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پھر ان کے قتل پر مقرر کیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے موقعے پر ان کو مدینہ پر نگران بھی مقرر فرمایا۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے جعفر، عبداللہ، سعد، عبدالرحمٰن اور عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور اس کے بعد سوائے غزوۂ تبوک کے تمام غزوات میں شریک ہوئے کیونکہ غزوۂ تبوک میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینے میں ٹھہرنے کے لیے پیچھے رہ گئے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد6صفحہ28،29محمد بن مسلمہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 511 حدیث بنی نضیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ دو فتنہ پرداز اور اسلام کے مخالفین کے قتل میں حضرت محمد بن مسلمہؓ شامل تھے۔ اس کی کچھ تفصیل تو ڈیڑھ سال پہلے حضرت عبادہ بن بشرؓ کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں۔ تاہم کچھ باتیں مختصر بیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ اور تفصیل بھی ہے۔ سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے کعب بن اشرف کے قتل کے ضمن میں یہ لکھا ہے کہ

بدر کی جنگ نے جس طرح مدینے کے یہودیوں کی دلی عداوت کو ظاہر کر دیا تھا اور وہ مخالفت میں بڑھ گئے تھے۔ اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں میں ترقی کرتے گئے۔ چنانچہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ اسی کی ایک کڑی ہے۔ کعب گو مذہباً یہودی تھا لیکن دراصل یہودی النسل نہ تھا بلکہ عرب تھا۔ اس کا باپ اشرف بنو نَبہان کا ایک ہوشیار اور چلتا پرزہ آدمی تھا۔ مدینہ میں آکر بنو نضیر کے ساتھ تعلقات پیدا کیے اور ان کا حلیف بن گیا۔ بالآخر اس نے اتنا اقتدار اور رسوخ پیدا کر لیا کہ قبیلہ بنو نضیر کے رئیس اعظم ابورافع بن ابی الحقیق نے اپنی لڑکی اسے رشتہ میں دے دی اور اس کے بطن سے کعب پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر رتبہ حاصل کیا۔

حتی کہ بالآخر اسے یہ حیثیت حاصل ہو گئی کہ تمام عرب کے یہودی اسے گویا اپنا سردار سمجھنے لگے۔ اخلاقی نقطۂ نگاہ سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا اور خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں اسے بڑا کمال حاصل تھا۔ نیکی تو اس کے پاس بھی نہیں پھٹکی تھی۔ پس کمال تھا اس کا برائیوں میں، بدیوں میں، لڑانے میں، فساد پیدا کرنے میں، فتنہ پیدا

کرنے میں۔ بہرحال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو کعب بن اشرف نے دوسرے یہودیوں کے ساتھ مل کر اس معاہدے میں شرکت اختیار کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن وامان اور مشترکہ دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض وعداوت کی آگ سلگنے لگ گئی اور اس نے خفیہ چالوں اور خفیہ ساز باز سے اسلام اور بانیٔ اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ کعب کی مخالفت زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی۔ اپنی مخالفت اور فتنہ پردازیوں میں بڑھتا ہی چلا گیا اور بالآخر جنگِ بدر کے بعد تو اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا اور جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے۔

جب بدر کے موقعے پر مسلمانوں کو ایک غیر معمولی فتح نصیب ہوئی اور رؤسائے قریش اکثر مارے گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب یہ نیا دین یونہی مٹتا نظر نہیں آتا۔ پہلے تو خیال تھا یہ نیا دین ہے ختم ہو جائے گا۔ خود ہی اپنی موت مر جائے گا لیکن جب اسلام کی ترقی دیکھی، بدر کے جنگ کے نتائج دیکھے تو پھر اس کو خیال پیدا ہوا کہ یہ اس طرح نہیں مٹے گا۔ چنانچہ بدر کے بعد اس نے اپنی پوری کوشش اسلام کے مٹانے اور تباہ وبرباد کرنے میں صرف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔

جب کعب کو یہ یقین ہو گیا کہ واقعی بدر کی فتح نے اسلام کو وہ استحکام دے دیا ہے جس کا اسے وہم وگمان بھی نہ تھا تو وہ غیض وغضب سے بھر گیا اور فوراً سفر کی تیاری کر کے اس نے مکے کی راہ لی اور وہاں جا کر اپنی چرب زبانی اور شعر گوئی کے زور سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ کو اَور شعلہ بار کر دیا، بھڑکا دیا اور ان کے دل میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی اور ان کے سینے جذباتِ انتقام وعداوت سے بھر دیے۔ اور جب کعب کی اشتعال انگیزی سے ان کے احساسات میں ایک انتہائی درجے کی بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے ان کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر اور کعبہ کے پردے ان کے ہاتھوں میں دے دے کر ان سے قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانیٔ اسلام کو صفحہ دنیا سے ملیا میٹ نہ کر دیں گے اس وقت تک چین نہیں لیں گے۔

اس کے بعد اس بدبخت نے دوسرے عرب قبائل کا رخ کیا اور قوم بقوم پھر کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ اور پھر مدینے میں واپس آ کر مسلمان خواتین پر تشبیب کہی۔ یعنی اپنے جوش دلانے والے اشعار میں نہایت گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ خاندانِ نبوت کی عورتوں کو بھی اپنے ان اوباشانہ اشعار کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا اور ملک میں ان اشعار کا چرچا کروایا۔ بہرحال آخر پھر اس نے یہ کوشش بھی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور آپ کو کسی دعوت وغیرہ کے بہانے سے اپنے مکان پر بلا کر چند نوجوان یہودیوں سے آپ کو قتل کروانے کا منصوبہ باندھا مگر خدا کے فضل سے وقت پر اطلاع ہو گئی اور اس کی یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور کعب کے خلاف عہد شکنی، بغاوت، تحریکِ جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازش قتل کے الزامات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس بین الاقوامی

معاہدے کی رو سے جو آپ کے مدینے میں تشریف لانے کے بعد اہالیانِ مدینہ سے ہوا تھا مدینے کی جمہوری سلطنت کے صدر اور حاکمِ اعلیٰ تھے تو آپؐ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے۔ چونکہ اس وقت کعب کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے مدینے کی فضا ایسی ہو رہی تھی کہ اگر اس کے خلاف باضابطہ طور پر اعلان کر کے اسے قتل کیا جاتا تو مدینے میں ایک خطرناک خانہ جنگی شروع ہو جانے کا احتمال تھا جس میں نہ معلوم کتنا کشت و خون ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ممکن اور جائز قربانی کر کے بین الاقوامی کشت و خون کو روکنا چاہتے تھے۔

آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ کعب کو برملا طور پر، کھلے طور پر قتل نہ کیا جاوے بلکہ چند لوگ خاموشی کے ساتھ کوئی مناسب موقع نکال کر اسے قتل کر دیں اور یہ ڈیوٹی آپؐ نے قبیلہ اوس کے ایک مخلص صحابی محمد بن مسلمہؓ کے سپرد فرمائی اور انہیں تاکید فرمائی کہ جو طریق بھی اختیار کریں قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذؓ کے مشورے سے کریں۔ محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! خاموشی کے ساتھ قتل کرنے کے لیے تو کوئی بات کہنی ہو گی یعنی کوئی عذر وغیرہ بنانا پڑے گا جس کی مدد سے کعب کو اس کے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ میں قتل کیا جا سکے۔ آپؐ نے ان عظیم الشان اثرات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اس موقعے پر ایک خاموش سزا کے طریق کو چھوڑنے سے پیدا ہو سکتے تھے فرمایا کہ 'اچھا'۔

چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے سعد بن معاذؓ کے مشورے سے ابونائلہؓ اور دو تین اَور صحابیوں کو اپنے ساتھ لیا اور کعب کے مکان پر پہنچے اور کعب کو اس کے اندرونِ خانہ سے بلا کر کہا کہ ہمارے صاحب یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور ہم تنگ حال ہیں۔ کیا تم مہربانی کر کے ہمیں کچھ قرض دے سکتے ہو؟ یہ بات سن کر کعب خوشی سے کود پڑا اور کہنے لگا کہ واللہ! ابھی کیا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب تم اس شخص سے بیزار ہو کر اسے چھوڑ دو گے۔ محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا۔

خیر ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کر چکے ہیں جس کام کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں تم یہ بتاؤ کہ قرض دو گے یا نہیں؟ کعب نے کہا ہاں مگر کوئی چیز رہن رکھو۔ محمدؓ نے پوچھا کیا چیز؟ اس بدبخت نے جواب دیا کہ اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ محمدؓ نے غصے کو دبا کر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے جیسے آدمی کے پاس ہم اپنی عورتیں رہن رکھ دیں۔ اس نے کہا اچھا تو پھر بیٹے سہی۔

محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ ہم سارے عرب کا طعن اپنے سر پر نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر تم مہربانی کرو تو ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دیتے ہیں۔ کعب راضی ہو گیا اور محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی رات کو آنے کا وعدہ دے کر واپس چلے آئے اور جب رات ہوئی تو یہ پارٹی ہتھیار وغیرہ ساتھ لے کر کعب کے مکان پر پہنچے کیونکہ اس وقت کھلے طور پر ہتھیار لا سکتے تھے جو معاہدے کے مطابق دینا تھا اور اسے گھر سے نکال کر باتیں کرتے کرتے ایک طرف کو لے گئے اور تھوڑی دیر بعد چلتے چلتے محمد بن مسلمہؓ یا ان کے کسی ساتھی نے کسی بہانے سے کعب کے سر پر ہاتھ ڈالا اور نہایت پھرتی کے ساتھ اس کے بالوں کو مضبوطی سے قابو کر کے اپنے ساتھیوں کو

آواز دی کہ مارو۔ صحابہؓ نے جو پہلے سے تیار تھے۔ ہتھیار بند تھے، فوراً تلواریں چلا دیں اور بالآخر کعب قتل ہو کر گرا۔ محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی وہاں سے رخصت ہو کر جلدی جلدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپؐ کو اس قتل کی اطلاع دی۔

جب کعب کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو شہر میں ایک سنسنی پھیل گئی اور یہودی لوگ سخت جوش میں آ گئے اور دوسرے دن صبح کے وقت یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کعب کس کس جرم کا مرتکب ہوا ہے؟ اور پھر آپؐ نے اجمالاً ان کو کعب کی عہد شکنی اور تحریکِ جنگ اور فتنہ انگیزی اور فحش گوئی اور سازشِ قتل وغیرہ کی کارروائیاں یاد دلائیں جس پر یہ لوگ ڈر کر خاموش ہو گئے۔ انہوں نے مزید شور نہیں مچایا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں چاہیے کہ کم از کم آئندہ کے لیے ہی امن اور تعاون کے ساتھ رہو اور عداوت اور فتنہ وفساد کا بیج نہ بوؤ۔ چنانچہ یہود کی رضامندی کے ساتھ آئندہ کے لیے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن وامان کے ساتھ رہنے اور فتنہ وفساد کے طریقوں سے بچنے کا از سرِ نو وعدہ کیا۔

اگر کعب مجرم نہ ہوتا تو یہودی کبھی اتنی آسانی سے نیا معاہدہ نہ کرتے اور اس کے قتل پر خاموش بھی نہ رہتے۔ بہرحال یہ نیا معاہدہ انہوں نے کیا کہ آئندہ ہم امن سے رہیں گے۔ تاریخ میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ اس کے بعد یہودیوں نے کبھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا ہو کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے۔

کعب بن اشرف کے قتل پر بعض مغربی مؤرخین نے بہت کچھ لکھا ہے اور اس قتل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پر ایک بدنما دھبے کے طور پر ظاہر کر کے اعتراضات جمائے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اول تو یہ کہ آیا یہ قتل فی ذاتہٖ ایک جائز فعل تھا یا نہیں؟ دوسرے آیا جو طریق اس کے قتل کے واسطے اختیار کیا گیا وہ جائز تھا یا نہیں؟

امرِ اول کے متعلق تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کعب بن اشرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقاعدہ امن وامان کا معاہدہ کر چکا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنا تو درکنار رہا اس نے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ ہر بیرونی دشمن کے خلاف مسلمانوں کی امداد کرے گا اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے گا۔ اس نے اس معاہدے کی رو سے یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ جو رنگ مدینے میں جمہوری سلطنت کا قائم کیا گیا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدر ہوں گے اور ہر قسم کے تنازعات وغیرہ میں آپؐ کا فیصلہ سب کے لیے واجب القبول ہو گا۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسی معاہدے کے ماتحت یہودی لوگ اپنے مقدمات وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپؐ ان میں احکام جاری فرماتے تھے۔

اگر ان حالات کے ہوتے ہوئے کعب نے تمام عہد وپیمان کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں سے بلکہ حق یہ ہے کہ حکومتِ وقت سے غداری کی اور مدینے میں فتنہ وفساد کا بیج بویا اور ملک میں جنگ کی آگ مشتعل کرنے کی

کوشش کی اور مسلمانوں کے خلاف قبائل عرب کو خطرناک طور پر ابھارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کیے تو ان حالات میں کعب کا جرم بلکہ بہت سے جرموں کا مجموعہ ایسا نہ تھا کہ اس کے خلاف کوئی تعزیری قدم نہ اٹھایا جاتا؟ کیا یہ قتل سے کم کوئی اور سزا تھی جو یہود کی اس فتنہ پردازی کے سلسلے کو روک سکتی؟ کیا آج کل مہذب کہلانے والے ممالک میں بغاوت اور عہد شکنی اور اشتعالِ جنگ اور سازشِ قتل کے جرموں میں مجرموں کو قتل کی سزا نہیں دی جاتی؟

مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ اب جو سوال اٹھتا ہے وہ قتل کے طریق سے تعلق رکھتا ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے قتل کا طریق کیا تھا؟ جائز تھا کہ نہیں؟ یعنی سوال یہ ہے کہ قتل کا طریق کیسا تھا؟ اس سے تعلق رکھنے والا سوال ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ عرب میں اس وقت کوئی باقاعدہ سلطنت نہ تھی بلکہ ہر شخص اور ہر قبیلہ آزاد اور خود مختار تھا۔ ایسی صورت میں وہ کون سی عدالت تھی جہاں کعب کے خلاف مقدمہ دائر کر کے باقاعدہ قتل کا حکم حاصل کیا جاتا؟ کیا یہود کے پاس اس کی شکایت کی جاتی جن کا وہ سردار تھا اور جو خود مسلمانوں کے خلاف غداری کر چکے تھے اور آئے دن فتنے کھڑے کرتے رہتے تھے؟ کیا مکے کے قریش کے سامنے مقدمہ پیش کیا جاتا جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے؟ کیا قبائل سُلَیم وغَطَفَان سے دادرسی چاہی جاتی جو گذشتہ چند ماہ میں تین چار دفعہ مدینے پر چھاپہ مارنے کی تیاری کر چکے تھے؟

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ پھر سوچو کہ مسلمانوں کے لیے سوائے اس کے وہ کون سا راستہ کھلا تھا کہ جب ایک شخص کی اشتعال انگیزی اور تحریکِ جنگ اور فتنہ پردازی اور سازشِ قتل کی وجہ سے اس کی زندگی کو اپنے لیے اور ملک کے امن کے لیے خطرناک پاتے تو خود حفاظتی کے خیال سے موقع پا کر اسے خود قتل کر دیتے کیونکہ یہ بہت بہتر ہے کہ ایک شریر اور مفسد آدمی قتل ہو جائے بجائے اس کے کہ بہت سے پرامن شہریوں کی جان خطرے میں پڑے اور ملک کا امن برباد ہو۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس معاہدے کی رو سے جو ہجرت کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معمولی شہری کی حیثیت حاصل نہ تھی بلکہ آپؐ اس جمہوری سلطنت کے صدر قرار پائے تھے جو مدینے میں قائم ہوئی تھی اور آپؐ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اور امورِ سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں۔ پس آپؐ نے ملک کے امن کے مفاد میں کعب کی فتنہ پردازی کی وجہ سے اسے واجب القتل قرار دیا۔

پس اس فیصلۂ قتل پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ خود یہود نے کعب کی اس سزا کو اس کے جرموں کی روشنی میں واجبی سمجھ کر خاموشی اختیار کی اور اس پر اعتراض نہیں کیا اور اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ ایسا کیوں نہیں کیا گیا کہ قتل کا حکم دینے سے پہلے یہود کو بلا کر ان کو کعب کے جرم سنائے جاتے اور حُجت پوری کرنے کے بعد اس کے قتل کا باقاعدہ اور برملا طور پر حکم دیا جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت حالات ایسے نازک ہو رہے تھے کہ ایسا طریق اختیار کرنے سے بین الاقوامی پیچیدگیوں کے بڑھنے کا سخت خطرہ

تھا اور کوئی تعجب نہ تھا کہ مدینے میں ایک خطرناک سلسلہ کشت و خون اور خانہ جنگی کا شروع ہو جاتا۔

پس ان کاموں کی طرح جو جلد اور خاموشی کے ساتھ ہی کر گزرنے سے فائدہ مند ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امنِ عامہ کے خیال سے یہی مناسب سمجھا کہ خاموشی کے ساتھ کعب کی سزا کا حکم جاری کر دیا جائے مگر اس میں قطعاً کسی قسم کے دھوکے کا دخل نہ تھا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا تھا کہ یہ سزا ہمیشہ کے لیے بصیغہ راز رہے کیونکہ جونہی یہود کا وفد دوسرے دن صبح آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بلا توقف انہیں ساری سرگزشت سنا دی اور اس فعل کی پوری پوری ذمہ داری اپنے اوپر لے کر یہ ثابت کر دیا کہ اس میں کوئی دھوکے وغیرہ کا سوال نہیں ہے اور یہودیوں کو یہ بات واضح طور پر بتا دی کہ فلاں فلاں خطرناک جرموں کی بنا پر کعب کے متعلق یہ سزا تجویز کی گئی تھی جو میرے حکم سے جاری کی گئی ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ اس موقعے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جھوٹ اور فریب کی اجازت دی۔ سو یہ بالکل غلط ہے اور صحیح روایات اس کی مکذب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً جھوٹ اور غلط بیانی کی اجازت نہیں دی بلکہ بخاری کی روایت کے بموجب جب محمد بن مسلمہؓ نے آپؐ سے یہ دریافت کیا کہ کعب کو خاموشی کے ساتھ قتل کرنے کے لیے تو کوئی بات کہنی پڑے گی تو آپؐ نے ان عظیم الشان فوائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو خاموش سزا کے محرک تھے جواب میں صرف اس قدر فرمایا کہ 'ہاں' اور اس سے زیادہ اس موقعے پر آپؐ کی طرف سے یا محمد بن مسلمہؓ کی طرف سے قطعاً کوئی تشریح یا توضیح نہیں ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مطلب تھا کہ محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی جو کعب کے مکان پر جا کر اسے باہر نکال کر لائیں گے تو اس موقعے پر انہیں لازماً کوئی ایسی بات کہنی ہوگی جس کے نتیجے میں کعب رضامندی اور خاموشی کے ساتھ گھر سے نکل کر ان کے ساتھ آ جاوے اور اس میں ہرگز کوئی قباحت نہیں ہے۔ آخر جنگ کے دوران میں جاسوس وغیرہ جو اپنے فرائض ادا کرتے ہیں ان کو بھی تو اسی قسم کی باتیں کہنی پڑتی ہیں جس پر کبھی کسی عقل مند کو اعتراض نہیں ہوا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تو بہرحال پاک ہے۔ باقی رہا محمد بن مسلمہؓ وغیرہ کا معاملہ جنہوں نے وہاں جا کر عملاً اس قسم کی باتیں کیں۔ سو ان کی گفتگو میں بھی درحقیقت کوئی بات خلاف اخلاق نہیں ہے۔ انہوں نے حقیقتاً کوئی غلط بیانی نہیں کی البتہ اپنے مشن کی غرض و غایت کو مدّنظر رکھتے ہوئے کچھ ذومعنین الفاظ ضرور استعمال کیے۔ مختلف معنی نکلنے والے الفاظ استعمال کیے مگر ان کے بغیر چارہ نہیں تھا اور حالاتِ جنگ میں ایک اچھی اور نیک غرض کے ماتحت سادہ اور صاف گوئی کے طریق سے اس قدر خفی انحراف ہرگز کسی عقل مند دیانت دار شخص کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اب یہ سوال بھی بعضوں نے اٹھایا کہ کیا جنگ میں جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا جائز ہے؟ بعض روایتوں میں یہ مذکور ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ یعنی جنگ تو ایک دھوکا ہے اور اس سے نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ میں دھوکے کی اجازت

تھی۔ حالانکہ اول تو اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ جنگ میں دھوکا کرنا جائز ہے بلکہ اس کے معنے صرف یہ ہیں کہ جنگ خود ایک دھوکا ہے۔ یعنی جنگ کے نتیجے کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہو گا۔

یعنی جنگ کے نتیجے پر اتنی مختلف باتیں اثر ڈالتی ہیں کہ خواہ کیسے ہی حالات ہوں نہیں کہا جا سکتا کہ نتیجہ کیا ہو گا اور ان معنوں کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ حدیث میں یہ روایت دو طرح سے مروی ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ یعنی جنگ ایک دھوکا ہے۔

اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ سَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا نام دھوکا رکھا تھا۔ سَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً۔ اور دونوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپؐ کا منشا یہ نہیں تھا کہ جنگ میں دھوکا کرنا جائز ہے بلکہ یہ تھا کہ جنگ خود ایک دھوکا دینے والی چیز ہے لیکن اگر ضرور اس کے یہی معنے کیے جائیں کہ جنگ میں دھوکا جائز ہے تو پھر بھی یقیناً اس جگہ دھوکے سے جنگی تدبیر اور حیلہ مراد ہے۔

جھوٹ اور فریب ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ اس جگہ خُدْعَةٌ کے معنے داؤ پیچ اور تدبیرِ جنگ کے ہیں، جھوٹ اور فریب کے نہیں ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ جنگ میں اپنے دشمن کو کسی حیلے اور تدبیر سے غافل کر کے قابو میں لے آنا یا مغلوب کر لینا منع نہیں ہے۔

اب داؤ پیچ کی بھی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مہم میں نکلتے تو عموماً اپنا منزلِ مقصود ظاہر نہیں فرماتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی کرتے تھے کہ جانا تو جنوب کی طرف ہوتا تھا مگر شروع شروع میں شمال کی طرف رخ کر کے روانہ ہو جاتے تھے اور پھر چکر کاٹ کر جنوب کی طرف گھوم جاتے تھے یا کبھی کوئی شخص پوچھتا تھا کہ کدھر سے آئے ہو تو بجائے مدینے کا نام لینے کے قریب یا دور کے پڑاؤ کا نام لے دیتے تھے یا اسی قسم کی کوئی اور جائز جنگی تدبیر اختیار فرماتے تھے یا جیسا کہ قرآن شریف میں اشارہ کیا گیا ہے کہ صحابہ بعض اوقات ایسا کرتے تھے کہ دشمن کو غافل کرنے کے لیے میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیتے تھے اور جب دشمن غافل ہو جاتا تھا اور اس کی صفوں میں ابتری پیدا ہو جاتی تھی تو پھر اچانک حملہ کر دیتے تھے اور یہ ساری صورتیں اس خُدْعَةٌ کی ہیں جسے حالاتِ جنگ میں جائز قرار دیا گیا ہے اور اب بھی جائز سمجھا جاتا ہے لیکن یہ کہ جھوٹ اور غداری وغیرہ سے کام لیا جاوے اس سے اسلام نہایت سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں خدا کے ساتھ شرک کرنے اور والدین کے حقوق تلف کرنے کے بعد تیسرے نمبر پر جھوٹ بولنے کا گناہ سب سے بڑا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ ایمان اور بزدلی ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں مگر ایمان اور جھوٹ کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور دھوکے اور غداری کے متعلق فرماتے تھے کہ جو شخص غداری کرتا ہے وہ قیامت کے دن خدا کے سخت عتاب کے نیچے ہو گا۔ الغرض جنگ میں جس قسم کے خُدْعَةٌ کی اجازت دی گئی ہے وہ حقیقی دھوکا یا جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے وہ جنگی تدابیر مراد ہیں جو جنگ میں دشمن کو غافل کرنے یا اسے مغلوب کرنے کے لیے اختیار کی جاتی ہیں اور جو بعض صورتوں میں ظاہری طور پر جھوٹ اور دھوکے کے مشابہ تو سمجھی جا سکتی ہیں مگر وہ حقیقتاً جھوٹ نہیں ہوتیں۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے خیال میں مندرجہ ذیل حدیث اس کی مصدّق ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ

ام کلثوم بنت عُقبہ روایت کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف تین موقعوں کے لیے ایسی باتوں کی اجازت دیتے سنا جو حقیقتاً تو جھوٹ نہیں ہوتیں مگر عام لوگ انہیں غلطی سے جھوٹ سمجھ سکتے ہیں۔ پہلی یہ کہ جنگ۔ دوم یہ کہ لڑے ہوئے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا موقع اور سوم جبکہ مرد اپنی عورت سے یا عورت اپنے مرد سے کوئی ایسی بات کرے جس میں ایک دوسرے کو راضی اور خوش کرنا مقصود ہو۔ نیک نیت، ہر صورت میں نیت نیک ہونی چاہیے یا نیک مقاصد حاصل ہونے چاہئیں۔

یہ حدیث اس بات میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ جس قسم کے خُدْعَۃٌ کی جنگ میں اجازت دی گئی ہے جھوٹ اور دھوکا مراد نہیں ہے بلکہ وہ باتیں مراد ہیں جو بعض اوقات جنگی تدابیر کے طور پر اختیار کرنا ضروری ہوتی ہیں اور جو ہر قوم اور ہر مذہب میں جائز سمجھی گئی ہیں۔ کعب بن اشرف کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد ابن ہشام نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کعب کے قتل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اب جس یہودی پر تم قابو پاؤ اسے قتل کر دو۔

چنانچہ ایک صحابی مُحَیِّصَہ نامی نے ایک یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا تھا اور یہی روایت ابو داؤد نے نقل کی ہے اور دونوں روایتوں کا منبع ابن اسحاق ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ علم روایت کی رو سے یہ روایت کمزور اور ناقابل اعتماد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بالکل نہیں کہا کیونکہ ابنِ ہشام نے تو اسے بغیر کسی قسم کی سند کے لکھا ہے، کوئی سند ہے ہی نہیں اور ابو داؤد نے جو سند دی ہے وہ کمزور اور ناقص ہے۔

اس سند میں ابن اسحاق یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ زید بن ثابت کے ایک آزاد کردہ غلام سے سنا تھا اور اس نامعلوم الاسم غلام نے، پتا ہی نہیں یہ کون ہے اس کا نام known بھی نہیں ہے، محیصہ کی ایک نامعلوم الاسم لڑکی سے سنا تھا۔ وہ بھی ایک لڑکی کی روایت دے رہا ہے جس کا نام پتا ہی نہیں۔ روایتوں میں کہیں نہیں پتا لگتا کون ہے اور اس لڑکی نے اپنے باپ سے سنا تھا۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کی روایت جس کے دو راوی بالکل نامعلوم الاسم ہوں، جن کے ناموں کا بھی پتا ہی نہ ہو اور مجہول الحال ہوں ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی اور درایت کے لحاظ سے بھی غور کیا جاوے تو یہ قصہ درست ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریقِ عمل اس بات کو قطعی طور پر جھٹلاتا ہے کہ آپؐ نے اس قسم کا عام حکم دیا ہو۔

علاوہ ازیں اگر کوئی عام حکم ہوتا تو یقیناً اس کے نتیجے میں کئی قتل واقع ہو جاتے مگر روایت میں صرف ایک قتل کا ذکر ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی عام حکم نہیں تھا اور پھر جب صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ دوسرے دن ہی یہود کے ساتھ نیا معاہدہ ہو گیا تھا تو اس صورت میں یہ ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا کہ اس معاہدے کے ہوتے ہوئے اس قسم کا حکم دیا گیا ہو اور اگر اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا تو یہودی لوگ اس کے

متعلق ضرور واویلا کرتے، شور مچاتے مگر کسی تاریخی روایت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہود کی طرف سے کبھی کوئی اس قسم کی شکایت کی گئی ہو۔

پس روایت اور درایت دونوں طرح سے یہ قصہ غلط ثابت ہوتا ہے اور اگر اس میں کچھ حقیقت سمجھی جاسکتی ہے تو صرف اس قدر کہ جب کعب بن اشرف کے قتل کے بعد مدینے میں ایک شور پیدا ہوا اور یہودی لوگ جوش میں آگئے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی طرف سے خطرہ محسوس کرکے صحابہ سے یہ فرمایا ہوگا، یہ امکان ہے۔ کوئی قطعی ثبوت اس کا بھی نہیں ہے کہ جس یہودی کی طرف سے تمہیں خطرہ ہو اور تم پر حملہ کرے تم اسے دفاع میں قتل کرسکتے ہو۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت صرف چند گھنٹے رہی۔ اگر یہ امکان لیا بھی جائے تو یہ امکان صرف چند گھنٹے تھا کیونکہ اس کے بعد تو معاہدہ ہوگیا تھا۔ کیونکہ دوسرے دن ہی یہود کے ساتھ از سرِ نو معاہدہ ہوکر امن وامان کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔

پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ کعب بن اشرف کے قتل کی تاریخ کے متعلق کسی قدر اختلاف ہے۔ ابن سعد نے اسے ربیع الاول تین ہجری میں بیان کیا ہے لیکن ابن ہشام نے اسے سریہ زید بن حارثہ کے بعد رکھا ہے جو مسلّم طور پر جمادی الآخرہ میں واقع ہوا ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ میں نے اس جگہ ابن ہشام کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 466 تا 477)

بہرحال ابھی مزید کچھ ایک دو واقعات ہیں۔ وہ آئندہ ان شاء اللہ پیش ہوں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28؍ فروری 2020ء جلد 26 شمارہ 17 صفحہ 05 تا 08)

7

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14؍ فروری 2020ء بمطابق 14؍ تبلیغ 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بارے میں بیان ہوا تھا اور کچھ حصہ رہ گیا تھا جو آج ان شاء اللہ بیان ہو گا۔ کعب بن اشرف کے قتل کے ضمن میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اسے بہانے سے گھر سے دور لے جا کر قتل کیا تو کیا یہ جھوٹ نہیں ہے؟ نیز یہ بھی بیان ہوا تھا کہ ایک حدیث کے حوالے سے بعض علماء کے نزدیک تین موقعوں پر جھوٹ کی اجازت ہے، لیکن حقیقت میں یہ غلط تصور ہے یا حدیث کی غلط تشریح ہے جو کہ تین موقعوں پر غلط بیان کو یا جھوٹ کو جائز قرار دیتی ہے۔

بہرحال میں نے اُس وقت اس کی وضاحت کر دی تھی جو سیرت خاتم النبیینؐ میں بیان ہوئی ہے لیکن اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی کتاب 'نور القرآن' میں وضاحت سے روشنی ڈالی ہے جو ایک عیسائی کے اعتراض کے جواب میں آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ اس کا کچھ حصہ، اس میں سے بعض حصے مَیں ابھی بیان کروں گا جس سے اس بات کی بالکل وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلام جھوٹ بولنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائی کے اعتراض کے جواب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک یہ اعتراض ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے اور اپنے دین کو چھپا لینے کے واسطے قرآن میں صاف حکم دے دیا ہے مگر انجیل نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ اعتراض ہے۔ اس کے جواب میں آپؑ فرماتے ہیں کہ واضح ہو کہ جس قدر راستی کے التزام کے لیے قرآن شریف میں تاکید ہے میں ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ انجیل میں اس کا عشرِ عشیر بھی تاکید ہو۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف نے دروغ گوئی کو بت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ یعنی بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ یعنی اے ایمان والو! انصاف اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور سچی گواہیوں کو للہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں پر ان کا ضرر پہنچے یا تمہارے ماں باپ اور تمہارے اقارب ان گواہیوں سے نقصان اٹھاویں۔ آپؑ اس معترض کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اب اے ناخدا ترس ذرا انجیل کو کھول اور ہمیں بتلا کہ راست گوئی کے لیے

ایسی تاکید انجیل میں کہاں ہے؟

پھر اسی عیسائی کو جس کا نام فتح مسیح تھا مخاطب کر کے پھر آپؑ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے مگر یہ آپ کو اپنی جہالت کی وجہ سے غلطی لگی ہے اور اصل بات یہی ہے کہ کسی حدیث میں جھوٹ بولنے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ حدیث میں تو یہ لفظ ہیں کہ اِنْ قُتِلْتَ وَاُحْرِقْتَ یعنی سچ کو مت چھوڑ اگرچہ تو قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔ پھر جس حالت میں قرآن کہتا ہے کہ تم انصاف اور سچ مت چھوڑو اگرچہ تمہاری جانیں بھی اس سے ضائع ہوں اور حدیث کہتی ہے کہ اگرچہ تم جلائے جاؤ اور قتل کیے جاؤ مگر سچ ہی بولو تو پھر اگر فرض کے طور پر کوئی حدیث قرآن اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہو تو وہ قابلِ سماعت نہیں ہو گی کیونکہ ہم لوگ اسی حدیث کو قبول کرتے ہیں جو احادیثِ صحیحہ اور قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ہاں بعض احادیث میں توریہ کے جواز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ یعنی مصلحت کے تحت بعض ذو معنی الفاظ بیان کر دیے۔ اور اسی کو نفرت دلانے کی غرض سے کذب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور جب ذو معنی بات ہوتی ہے تو اسی بات کو مخالفین نفرت دلانے کے لیے جھوٹ کے نام سے موسوم کر رہے ہیں اور فرمایا کہ اور ایک جاہل اور احمق جب ایسا لفظ کسی حدیث میں بطور تسامح کے لکھا ہوا پاوے یعنی کسی کو سمجھانے کے لیے جب کوئی لفظ اس کو آسان کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس کو تسامح کے پاوے تو شاید اس کو حقیقی کذب ہی سمجھ لے کیونکہ وہ اس قطعی فیصلے سے بے خبر ہے کہ حقیقی کذب اسلام میں پلید اور حرام اور شرک کے برابر ہے مگر توریہ جو درحقیقت کذب نہیں گو کذب کے رنگ میں ہی اضطرار کے وقت عوام کے واسطے اس کا جواز حدیث سے پایا جاتا ہے مگر پھر بھی لکھا ہے کہ افضل وہی لوگ ہیں جو توریہ سے بھی پرہیز کریں اور توریہ اسلامی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ فتنہ کے خوف سے ایک بات کو چھپانے کے لیے یا کسی اَور مصلحت پر ایک راز کی بات مخفی رکھنے کی غرض سے ایسی مثالوں اور پیرایوں میں اس کو بیان کیا جائے کہ عقلمند تو اس بات کو سمجھ جائے اور نادان کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کا خیال دوسری طرف چلا جائے جو متکلم کا مقصود نہیں اور غور کرنے کے بعد معلوم ہو کہ جو کچھ متکلم نے کہا وہ جھوٹ نہیں بلکہ حقِ محض ہے اور کچھ بھی کذب کی اس میں آمیزش نہ ہو اور نہ دل نے ایک ذرہ بھی کذب کی طرف مَیل کیا ہو۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ بعض احادیث میں دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے یا اپنی بیوی کو کسی فتنہ اور خانگی ناراضگی اور جھگڑے سے بچانے کے لیے یا جنگ میں اپنے مصالح دشمن سے مخفی رکھنے کی غرض سے اور دشمن کو اَور طرف جھکا دینے کی نیت سے توریہ کا جواز پایا جاتا ہے مگر باوصف اس کے بہت سی حدیثیں دوسری بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ توریہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کے برخلاف ہے اور بہرحال کھلی کھلی سچائی بہتر ہے اگر اس کی وجہ سے قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتَّی الوسع اس سے مجتنب رہنے کا حکم کیا ہے تا مفہوم کلام کا اپنی ظاہری صورت میں بھی کذب سے مشابہ نہ ہو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ

جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ احد میں اکیلے ہونے کی حالت میں برہنہ تلواروں کے سامنے کہہ رہے تھے کہ میں محمد ہوں، میں نبی اللہ ہوں، میں ابن عبد المطلِب ہوں۔

یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ جب کتاب چھپی تھی تو اسی کتاب کے حاشیے میں لکھا ہے کہ یہ سہو سے لکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ غزوۂ حنین کا ہے۔ جنگِ احد کا نہیں۔ حالانکہ اب مجھے ہمارے ریسرچ سیل نے ہی سیرۃ الحلبیہ' کا حوالہ نکال کر بھجوایا ہے جس میں لکھا ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین اور احد دونوں جنگوں میں فرمائے تھے۔ اس لیے اب اشاعت کا جو شعبہ ہے، نظارت اشاعت بھی ہے ان کو بھی اس حاشیے کو آئندہ نکال دینا چاہیے۔ اکثر مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ جلد بازی سے کام لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو الفاظ ہیں ان کا مطلب نکالنے کے لیے یا آسانی پیدا کرنے کے لیے حاشیے میں لکھ دیا جاتا ہے یہ غلطی تھی یا سہو ہو گیا۔ حالانکہ بہت ساری ریسرچ کرنے کی ضرورت ہے، توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس لیے بہر حال اب یہ حوالہ تو میرے سامنے آ گیا تھا اور بڑا واضح لکھا ہوا ہے کہ یہ الفاظ حنین اور اُحد دونوں مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔ بہر حال یہ وضاحت اس بارے میں بھی ہو گئی۔

اب آگے پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث میں توریہ کو بطور تسامح کذب کے لفظ سے بیان بھی کیا گیا ہو تو یہ سخت جہالت ہے۔ یعنی الفاظ کو آسان کرنے کے لیے، سمجھانے کے لیے اگر کہیں کذب کا لفظ لکھ بھی دیا ہے تو فرمایا کہ یہ سخت جہالت ہے کہ کوئی شخص اس کو حقیقی کذب پر محمول کرے جبکہ قرآن اور احادیثِ صحیحہ بالاتفاق کذبِ حقیقی کو سخت حرام اور پلید ٹھہراتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی حدیثیں توریہ کے مسئلہ کو کھول کر بیان کر رہی ہیں تو پھر اگر فرض بھی کر لیں کہ کسی حدیث میں بجائے توریہ کے کذب کا لفظ آ گیا ہو تو نعوذ باللہ اس سے مراد حقیقی کذب کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ اس کے قائل کے نہایت باریک تقویٰ کا یہ نشان ہو گا جس نے توریہ کو کذب کی صورت میں سمجھ کر بطور تسامح کذب کا لفظ استعمال کیا ہو۔ ہمیں قرآن اور احادیث صحیحہ کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی امر اس کے مخالف ہو گا تو ہم اس کے وہ معنے ہر گز قبول نہیں کریں گے جو مخالف ہوں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے اور نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں اور جھوٹے بے ایمان ہوتے ہیں اور جھوٹوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو اور ان کو اپنا یار دوست مت بناؤ اور خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ جب تو کوئی کلام کرے تو تیری کلام محض صدق ہو۔ ٹھٹھے کے طور پر ہنسی کے طور پر بھی اس میں جھوٹ نہ ہو۔

(ماخوذ از نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 402 تا 408)(سیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 310 باب ذکر مغازیہ ﷺ غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

یہ تو اس کے حوالے سے بیان ہو رہا تھا جو پہلے بیان ہوا تھا۔ وضاحت ہو گئی۔ اب مَیں حضرت محمد بن مسلمہؓ کے باقی زندگی کے حوالے سے آگے چلتا ہوں۔ جب بنو نضیر نے دھوکے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چکی کا

پاٹ گرا کر قتل کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے اٹھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کے لیے اٹھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ بھی کچھ دیر انتظار کے بعد آپؐ کے پیچھے مدینہ آ گئے۔ جب صحابہ کرامؓ مدینہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بلایا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ اٹھ کر چلے آئے اور ہمیں علم نہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہودی میرے ساتھ دھوکا کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا تو مَیں اٹھ کر چلا آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (المائدۃ: 11)

کہ اے ایمان دارو! تم اللہ کی اپنے اوپر نعمت یاد کرو جو اس وقت ہوئی تھی جب ایک قوم نے ارادہ کیا تھا کہ تم پر دست درازی کرے تب اس نے اس قوم کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

بہرحال حضرت محمد بن مسلمہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے پاس بھجوایا اور اس کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب حضرت محمد بن مسلمہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ وہ یہودیوں کے پاس گئے کیونکہ انہوں نے یہ سازش کی تھی اور اپنے عہد کا پاس نہیں کیا تھا، اس کو توڑا تھا اس لیے ان کی سزا یہ تھی کہ شہر سے نکل جائیں۔

وہ یہودیوں کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا ہے لیکن میں اس کا تذکرہ تب تک نہیں کروں گا جب تک میں تمہیں ایک ایسی بات نہ یاد کرا دوں جسے تم اپنی مجالس میں یاد کیا کرتے تھے۔ ایک پرانی بات کا ذکر کیا کہ وہ میں تمہیں یاد کرانا چاہتا ہوں۔ پھر یہود نے پوچھا کہ وہ کیا امر ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ میں تمہیں اس تورات کی قسم دیتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر نازل کیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل میں تمہارے پاس آیا تھا تم نے اپنے سامنے تورات کھول رکھی تھی تم نے مجھے اس محفل میں کہا تھا کہ اے ابن مسلمہ! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں کھانا پیش کریں تو ہم تمہیں کھانا پیش کرتے ہیں۔

اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں یہودی بنائیں تو ہم تمہیں یہودی بنا دیتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت کہا تھا کہ مجھے کھانا کھلاؤ، مجھے یہودی نہ بناؤ۔ بخدا میں کبھی بھی یہودی نہیں بنوں گا۔ پھر واقعہ ہوا کہ تم نے مجھے ایک طشت میں کھانا دیا اور تم لوگوں نے مجھے کہا تھا کہ تم یہ دین صرف اس لیے قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ یہودیوں کا مذہب ہے۔ یعنی یہودیوں نے محمد بن مسلمہ کو کہا کہ تم اس لیے قبول نہیں کرتے کہ یہ یہودیوں

کا مذہب ہے۔ گویا تم وہ حنیفیت چاہتے ہو جس کے بارے میں تم نے سن رکھا ہے۔ ابو عامر راہب تو اس کا مصداق نہیں ہے۔ یعنی جو سن رکھا ہے کہ نبی آنے والا ہے۔

اور ابو عامر راہب جو ہے وہ اس کا مصداق نہیں بن سکتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب تمہارے پاس وہ ہستی آئے گی جو مسکرانے والی ہے، جو جنگ کرنے والی ہے۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہے۔ وہ یمن کی طرف سے آئیں گے۔ وہ اونٹ پر سواری کریں گے۔ وہ چادر اوڑھیں گے۔ وہ تھوڑے پر قناعت کریں گے۔ ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہو گی۔ وہ حکمت کے ساتھ گفتگو کریں گے گویا وہ تمہارے قرابت دار ہیں۔

اللہ کی قسم! تمہاری اس بستی میں اب چھینا جھپٹی ہو گی اور قتل ہو گا اور مثلہ ہو گا۔ یہ سن کر یہود نے کہا کہ ہم اسی طرح کہا کرتے تھے۔ یہ ساری باتیں ان کو یاد کرائیں کہ تم اس طرح کہا کرتے تھے لیکن یہ وہ نبی نہیں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی نہیں ہیں۔ حضرت محمد مسلمہؓ نے کہا کہ میں اپنے پیغام سے اب فارغ ہو چکا جو میں تمہیں یاد کرانا چاہتا تھا۔ پھر آپؓ نے اگلی بات شروع کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ تم نے وہ معاہدہ توڑ دیا ہے جسے میں نے تمہارے لیے قائم کیا تھا کیونکہ تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے یہود کو ان کے اس ارادے کی خبر دی جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا تھا اور یہ کہ عمرو بن جحاش کیسے چھت پر چڑھا تا کہ وہ آپؐ پر پتھر گرا دے۔

اس پر انہوں نے چپ سادھ لی اور وہ ایک حرف تک نہ بول سکے۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہؓ نے انہیں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میرے اس شہر سے نکل جاؤ۔ میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد جو ادھر نظر آیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہود نے کہا اے ابن مسلمہ! ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ پیغام اَوس قبیلے کا کوئی شخص لے کر آئے گا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا اب دل تبدیل ہو چکے ہیں۔ چند دن یہود تیاری کرتے رہے۔ ان کی سواریاں ذوجدر مقام پر تھیں وہ لائی گئیں۔ ذوجدر قبا کی جانب مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ ہے وہاں ان کے جانور چرا کرتے تھے۔ وہی سواریاں تھیں وہ لائی گئیں وہاں سے۔ انہوں نے بنو اشجع قبیلے سے کرائے پر اونٹ لیے اور روانگی کی تیاری مکمل کی۔ یہ تاریخ کی کتاب کا حوالہ ہے۔

(سبل الھدٰی والرشاد جلد 4 صفحہ 317 تا 320 غزوہ بنی نضیر دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء)
(سبل الھدٰی والرشاد (مترجم) جلد 4 صفحہ 754 مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور 2013ء)
(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 132)

یہودیوں کے رویے کی کہ ان کا رویہ کس طرح ہوتا تھا؟ ایک جگہ اس کا بیان کرتے ہوئے جس میں بنو قریظہ کی غداری کا واقعہ ہے گو یہ پہلے حضرت عمار بن یاسرؓ کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے لیکن تاریخی لحاظ سے یہاں بھی بیان کر دینا ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لکھتے ہیں کہ

"بنو قریظہ کا معاملہ طے ہونے والا تھا۔ ان کی غداری ایسی نہیں تھی کہ نظر انداز کی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے" غزوہ خندق سے "واپس آتے ہی اپنے صحابہؓ سے فرمایا گھروں میں آرام نہ کرو بلکہ شام سے پہلے پہلے بنو قریظہ کے قلعوں تک پہنچ جاؤ اور پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھجوایا کہ وہ ان سے پوچھیں کہ

انہوں نے معاہدہ کے خلاف یہ غداری کیوں کی؟ بجائے اس کے کہ بنو قریظہ شرمندہ ہوتے یا معافی مانگتے یا کوئی معذرت کرتے انہوں نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کی مستورات کو گالیاں دینے لگے اور کہا ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا چیز ہیں ہمارا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔

حضرت علیؓ ان کا یہ جواب لے کر واپس لوٹے تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ یہود کے قلعوں کی طرف جا رہے تھے چونکہ یہود گندی گالیاں دے رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے متعلق بھی ناپاک کلمات بول رہے تھے حضرت علیؓ نے اس خیال سے کہ آپؐ کو ان کلمات کے سننے سے تکلیف ہوگی، عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ کیوں تکلیف کرتے ہیں! ہم لوگ اس لڑائی کے لیے کافی ہیں، آپؐ واپس تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں اور تم یہ نہیں چاہتے کہ میرے کان میں وہ گالیاں پڑیں۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! بات تو یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا ہوا اگر وہ گالیاں دیتے ہیں، موسیٰ نبی تو ان کا اپنا تھا اس کو اس سے بھی زیادہ انہوں نے تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ یہود کے قلعوں کی طرف چلے گئے مگر یہود دروازے بند کر کے قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ ان کی عورتیں بھی لڑائی میں شریک ہوئیں۔ چنانچہ قلعہ کی دیوار کے نیچے کچھ مسلمان بیٹھے تھے کہ ایک یہودی عورت نے اوپر سے پتھر پھینک کر ایک مسلمان کو مار دیا لیکن کچھ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ لمبا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

تب ان کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ وہ ابولبابہ انصاری کو جو ان کے دوست اور اَوس قبیلہ کے سردار تھے ان کے پاس بھجوائیں تا کہ وہ ان سے مشورہ کر سکیں۔ آپؐ نے ابولبابہ کو بھجوا دیا۔ ان سے یہود نے یہ مشورہ پوچھا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مطالبہ کو کہ فیصلہ میرے سپرد کرتے ہوئے تم ہتھیار پھینک دو، ہم یہ مان لیں؟ ابولبابہ نے منہ سے تو کہا ہاں! لیکن اپنے گلے پر اس طرح ہاتھ پھیرا جس طرح قتل کی علامت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ابولبابہ نے اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے اس جرم کی سزا" یعنی جو مخالفین تھے، معاہدہ توڑنے والے یہودی تھے ان کے اس جرم کی سزا "سوائے قتل کے اَور کیا ہوگی۔ بغیر سوچے سمجھے اشارہ کے ساتھ ان سے ایک بات کہہ دی جو آخر ان کی تباہی کا موجب ہوئی۔

چنانچہ یہود نے کہہ دیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مان لیتے تو دوسرے یہودی قبائل کی طرح ان کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا دی جاتی کہ ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا جاتا، مگر ان کی بد قسمتی تھی۔ "یہود نے فیصلہ نہیں مانا اور یہ کہا کہ اگر وہ مان لیتے تو یہی ہوتا کہ ان کو جلاوطنی کی سزا ہو جاتی مگر ان کی بد قسمتی تھی کہ "انہوں نے کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے کے لیے تیار نہیں، بلکہ ہم اپنے حلیف قبیلہ اَوس کے سردار

سعد بن معاذؓ کا فیصلہ مانیں گے۔ جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا لیکن اس وقت یہود میں اختلاف ہو گیا۔ یہود میں سے بعض نے کہا کہ ہماری قوم نے غداری کی ہے اور مسلمانوں کے رویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب سچا ہے وہ لوگ اپنا مذہب ترک کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔

ایک شخص عمرو بن سُعدی نے جو اس قوم کے سرداروں میں سے تھا اپنی قوم کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے غداری کی ہے کہ معاہدہ توڑا ہے اب یا مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ پر راضی ہو جاؤ۔ یہود نے کہا نہ مسلمان ہوں گے نہ جزیہ دیں گے۔" ان میں سے اکثریت یہی تھی "کہ اس سے قتل ہونا اچھا ہے۔ پھر ان سے اس نے کہا میں تم سے بری ہوں۔ اور یہ کہہ کر قلعہ سے نکل کر باہر چل دیا۔ جب وہ قلعہ سے باہر نکل رہا تھا تو مسلمانوں کے ایک دستہ نے جس کے سردار محمد بن مسلمہؓ تھے اسے دیکھ لیا اور اسے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں ہوں۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنِيْ اِقَالَةَ عَثَرَاتِ الْكِرَامِ۔

یعنی آپ سلامتی سے چلے جائیے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! مجھے شریفوں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے نیک عمل سے کبھی محروم نہ کیجیو۔ یعنی یہ شخص کیونکہ اپنے فعل پر اور اپنی قوم کے فعل پر پچھتاتا ہے تو ہمارا بھی اخلاقی فرض ہے کہ اسے معاف کر دیں۔ اس لیے میں نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جانے دیا ہے۔ خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ ایسے ہی نیک کاموں کی توفیق بخشتا رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے محمد بن مسلمہؓ کو سرزنش نہیں کی "کچھ نہیں پوچھا" کہ کیوں اس یہودی کو چھوڑ دیا بلکہ اس کے فعل کو سراہا" یا تعریف کی۔

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 282 تا 284)

پس مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کے مطابق ہمیشہ انصاف کا سلوک کیا ہے۔ اہلِ خیبر کی جب شرارت ہوئی تو پھر اس کی وجہ سے ابورافع یہودی کا قتل ہوا اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ اور قتل کرنے کے لیے جو صحابہ کی جماعت بھیجی گئی تھی اس میں بھی حضرت محمد بن مسلمہؓ شامل تھے جنہوں نے ابورافع یہودی کو قتل کیا تھا۔ قتل تو ایک شخص نے کیا تھا لیکن بہر حال وہ جماعت جو وہاں گئی تھی ان میں یہ شامل تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس واقعہ کی تفصیل تواریخ سے لے کے اس طرح بیان کی ہے کہ

جن یہودی رؤسا کی مفسدانہ انگیخت اور اشتعال انگیزی سے 5ر ہجری کے آخر میں مسلمانوں کے خلاف جنگِ احزاب کا خطرناک فتنہ برپا ہوا تھا اس میں سے حُیی بن اخطب تو بنو قریظہ کے ساتھ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ چکا تھا لیکن سلّام بن ابی الحقیق جس کی کنیت ابورافع تھی ابھی تک خیبر کے علاقہ میں اسی طرح آزادانہ اور اپنی فتنہ انگیزی میں مصروف تھا بلکہ احزاب کی ذلت بھری ناکامی اور پھر بنو قریظہ کے ہولناک انجام نے اس کی عداوت کو اَور بھی زیادہ کر دیا تھا اور چونکہ قبائل غطفان کا مسکن خیبر کے قریب تھا اور خیبر کے یہودی اور نجد کے قبائل آپس میں گویا ہمسائے تھے اس لیے اب ابورافع نے جو ایک بہت بڑا تاجر اور امیر کبیر انسان تھا دستور بنا لیا تھا کہ نجد کے وحشی اور جنگجو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں وہ کعب بن اشرف کا پورا پورا مثیل تھا۔

چنانچہ اس زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس نے غطفانیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حملہ آور ہونے کے لیے اموالِ کثیر سے امداد دی اور تاریخ سے ثابت ہے کہ ماہ شعبان میں بنو سعد کی طرف سے جو خطرہ مسلمانوں کو پیدا ہوا تھا اور اس کے سدباب کے لیے حضرت علیؓ کی کمان میں ایک فوجی دستہ مدینہ سے روانہ کیا گیا تھا اس کی تہ میں بھی خیبر کے یہودیوں کا ہاتھ تھا جو ابورافع کی قیادت میں یہ سب شرارتیں کر رہے تھے۔ مگر ابورافع نے اسی پر بس نہیں کی۔ اس کی عداوت کی آگ مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔

چنانچہ بالآخر اس نے یہ تدبیر اختیار کی کہ جنگِ احزاب کی طرح نجد کے قبائل غطفان اور دوسرے قبیلوں کا پھر ایک دورہ کرنا شروع کیا اور انہیں مسلمانوں کے تباہ کرنے کے لیے ایک لشکرِ عظیم کی صورت میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے پھر وہی احزاب والے منظر پھرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ خزرج کے بعض انصاری حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب اس فتنہ کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کسی طرح اس فتنہ کے بانی مبانی ابورافع کا خاتمہ کر دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سوچتے ہوئے کہ ملک میں وسیع کشت و خون کی بجائے ایک مفسد اور فتنہ انگیز آدمی کا مارا جانا بہت بہتر ہے ان صحابیوں کو اجازت مرحمت فرمائی اور عبداللہ بن عتیک انصاریؓ کی سرداری میں چار خزرجی صحابیوں کو ابورافع کی طرف روانہ فرمایا مگر چلتے ہوئے تاکید فرمائی کہ دیکھنا کسی عورت یا بچے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ چنانچہ 6؍ہجری کے ماہ رمضان میں یہ پارٹی روانہ ہوئی اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام کر کے واپس آگئی اور اس طرح اس مصیبت کے بادل مدینہ کی فضا سے ٹل گئے۔

اس واقعہ کی تفصیل بخاری میں ہے جس کی روایت اس معاملہ میں صحیح ترین روایت ہے۔ اس میں اس طرح درج ہے کہ براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی ایک پارٹی ابورافع یہودی کی طرف روانہ فرمائی اور ان پر عبداللہ بن عتیک انصاریؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ ابورافع کا قصہ یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ دیا کرتا تھا اور آپؐ کے خلاف لوگوں کو ابھارتا تھا اور ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ جب عبداللہ بن عتیکؓ اور ان کے ساتھی ابورافع کے قلعہ کے قریب پہنچے اور سورج غروب ہو گیا تو عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور خود قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچے اور اس کے قریب اس طرح چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے جیسے کوئی شخص کسی حاجت کے لیے بیٹھا ہو۔

جب قلعہ کا دروازہ بند کرنے والا شخص دروازہ پر آیا تو اس نے عبداللہؓ کی طرف دیکھ کر آواز دی کہ اے شخص! میں قلعے کا دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔ تم نے اندر آنا ہو تو جلد آجاؤ۔ عبداللہؓ چادر میں لپٹے لپٹائے جلدی سے دروازہ کے اندر داخل ہو کر ایک طرف کو چھپ گئے اور دروازہ بند کرنے والا شخص دروازہ بند کر کے اور اس کی کنجی ایک قریب کی کھونٹی سے لٹکا کر چلا گیا۔

اس کے بعد عبداللہ بن عتیکؓ کا اپنا بیان ہے کہ مَیں اپنی جگہ سے نکلا اور سب سے پہلے میں نے قلعہ کے

دروازے کا قفل کھول دیا تا کہ ضرورت کے وقت جلدی اور آسانی کے ساتھ باہر نکلا جا سکے۔ اس وقت ابورافع ایک چوبارے میں تھا اور اس کے پاس بہت سے لوگ مجلس جمائے بیٹھے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جب یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے اور خاموشی ہو گئی تو میں ابورافع کے مکان کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا گیا اور میں نے یہ احتیاط کی کہ جو دروازہ میرے راستہ میں آتا تھا اسے میں آگے گزر کر اندر سے بند کر لیتا تھا۔ جب میں ابورافع کے کمرے میں پہنچا تو اس وقت وہ چراغ بجھا کر سونے کی تیاری میں تھا اور کمرہ بالکل تاریک تھا۔ میں نے آواز دے کر ابورافع کو پکارا۔ جس کے جواب میں اس نے کہا۔ کون ہے؟ بس میں اس آواز کی سمت کا اندازہ کر کے اس کی طرف لپکا اور تلوار کا ایک زوردار وار کیا مگر اندھیرا بہت تھا اور میں اس وقت گھبرایا ہوا تھا اس لیے تلوار کا وار غلط پڑا اور ابورافع چیخ مار کر چلایا جس پر میں کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پھر کمرہ کے اندر جا کر اپنی آواز کو بدلتے ہوئے پوچھا۔ ابورافع یہ شور کیسا ہوا تھا؟ اس نے میری بدلی ہوئی آواز کو نہ پہچانا اور کہا کہ تیری ماں تجھے کھوئے مجھ پر ابھی ابھی کسی شخص نے تلوار کا وار کیا ہے۔ میں یہ آواز سن کر پھر اس کی طرف لپکا اور تلوار کا وار کیا۔ اس دفعہ وار کاری پڑا مگر وہ مرا پھر بھی نہیں جس پر میں نے اس پر ایک تیسرا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد میں جلدی جلدی دروازے کھولتا ہوا مکان سے باہر نکل آیا لیکن جب میں سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا تو ابھی چند قدم ہی باقی تھے کہ میں سمجھا کہ میں سب قدم اتر آیا ہوں جس پر میں اندھیرے میں گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پنڈلی کا جوڑ اتر گیا مگر میں اسے اپنی پگڑی سے باندھ کر گھسٹتا ہوا باہر نکل گیا لیکن میں نے اپنے جی میں کہا کہ جب تک ابورافع کے مرنے کا اطمینان نہ ہو جائے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ میں قلعے کے پاس ہی ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب صبح ہوئی تو قلعہ کے اندر سے کسی کی آواز میرے کان میں آئی کہ ابورافع تاجر حجاز وفات پا گیا ہے۔

اس کے بعد میں اٹھا اور آہستہ آہستہ اپنے ساتھیوں میں آملا اور پھر ہم نے مدینہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی۔ آپؐ نے سارا واقعہ سن کر مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپؐ نے دعا مانگتے ہوئے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا جس کے بعد میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔

ایک دوسری روایت میں ذکر آتا ہے کہ جب عبداللہ بن عتیکؓ نے ابورافع پر حملہ کیا تو اس کی بیوی نے نہایت زور سے چلانا شروع کیا جس پر مجھے فکر ہوا کہ اس کی چیخ و پکار سن کر کہیں دوسرے لوگ نہ ہوشیار ہو جائیں اس پر میں نے اس کی بیوی پر تلوار اٹھائی مگر پھر یہ یاد کر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے میں اس ارادے سے باز آ گیا۔

پھر سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ ابورافع کے قتل کے جواز کے متعلق ہمیں اس جگہ کسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ابورافع کی خون آشام کارروائیاں تاریخ کا ایک کھلا ہوا ورق ہیں اور اس سے ایک ملتے جلتے واقعہ میں ایک تفصیلی بحث کعب بن اشرف کے قتل کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے۔

اس وقت مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں چاروں طرف سے مصیبت میں مبتلا تھے سارا ملک مسلمانوں کو مٹانے کے لیے متحد ہو رہا تھا۔ ایسے نازک وقت میں ابورافع عرب کے مختلف قبائل کو اسلام کے خلاف ابھار رہا تھا۔ (یہ میں خلاصہ بیان کر رہا ہوں پوری تاریخ نہیں بیان کر رہا کہ کیوں اس کا قتل جائز تھا؟) اس کا اور اس بات کی تیاری کر رہا تھا کہ غزوۂ احزاب کی طرف عرب کے وحشی قبائل پھر متحد ہو کر مدینے پر دھاوا بول دیں۔ عرب میں اس وقت کوئی حکومت نہیں تھی کہ جس کے ذریعہ دادرسی چاہی جاتی بلکہ ہر قبیلہ اپنی جگہ آزاد اور خود مختار تھا۔ پس سوائے اس کے کہ اپنی حفاظت کے لیے خود کوئی تدبیر کی جاتی اور کوئی صورت نہیں تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 721 تا 724)

پچھلے خطبے میں اس کی یہ تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے کہ کیوں کیا وجوہات تھیں؟ حکومت کے ضمن میں، کوئی حکومت نہیں تھی اور جو حکومت تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تھی۔ بہرحال ان حالات میں صحابہ نے جو کچھ کیا وہ بالکل درست اور بجا تھا اور حالتِ جنگ میں جب کہ ایک قوم موت و حیات کے ماحول میں سے گزر رہی ہو اس قسم کی تدابیر بالکل جائز سمجھی جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنے دورِ خلافت میں جُہینہ قبیلہ سے وصولی زکوٰۃ کے لیے مقرر کیا تھا۔ جب کبھی کسی عامل کے خلاف دربار خلافت میں شکایات موصول ہوتیں تو حضرت عمرؓ تحقیق کے لیے انہیں روانہ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کو ان پر اعتماد تھا اس لیے سرکاری محاصل کی وصولی کے لیے بھی ان ہی کو، حضرت محمد بن مسلمہؓ کو، بھیجا جاتا تھا۔ وہ حضرت عمرؓ کے ہاں مختلف علاقوں کے مشکل معاملات کو سلجھانے کے لیے مقرر تھے۔ کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے محل تعمیر کیا تو اس کی چھان بین کے لیے حضرت عمرؓ کے نمائندے تھے۔ اس کے متعلق روایت کچھ یوں ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک محل بنایا ہے اور اس کا دروازہ رکھا ہے جس کی وجہ سے آواز سنائی نہیں دیتی۔ چنانچہ آپؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو روانہ کیا اور حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ حسبِ منشا کوئی کام کرنا چاہتے تو ان ہی کو یعنی محمد بن مسلمہؓ کو روانہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا سعد کے پاس پہنچ کر اس کا دروازہ جلا دینا۔ چنانچہ وہ کوفہ پہنچے، دروازے پر پہنچے تو چقماق نکالی، آگ سلگائی پھر دروازے کو جلا دیا۔ حضرت سعد کو معلوم ہوا تو وہ باہر تشریف لائے اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے انہیں ساری بات بتائی کہ میں نے کیوں جلایا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور لکڑی کی تلوار بنوا لی۔ کہتے تھے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تلوار تحفہ میں دی اور فرمایا کہ اس سے مشرکین سے جہاد کرنا جب تک وہ تم سے قتال کرتے رہیں اور جب تُو مسلمانوں کو دیکھے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں تو اسے یعنی تلوار کو کسی چٹان کے پاس لا کر مارنا یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے۔ پھر اپنے گھر میں بیٹھ جانا یہاں تک کہ تمہارے پاس کسی خطاکار کا ہاتھ پہنچے یا تمہیں موت آ لے۔ پس آپؓ

نے ایسا ہی کیا۔ آپؓ فتنوں سے الگ رہے اور جنگِ جمل اور صِفین میں شامل نہیں ہوئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد6صفحہ28- 29،محمد بن مسلمہؓ)

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ107 دارالکتب العلمیۃ 2003ء)

ضُبَیْعَۃ بن حُصَین ثَعْلَبِی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حُذَیفہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں جسے فتنہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم نے کہا وہ کون ہے۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ وہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ ہیں۔ پھر جب حضرت حذیفہؓ فوت ہو گئے اور فتنہ ظاہر ہو گیا تو مَیں ان لوگوں کے ساتھ نکلا جو مدینہ سے نکل رہے تھے۔ پھر میں پانی کے ایک مقام پر پہنچا۔ وہاں پانی available تھا۔ میں نے وہاں ایک ٹوٹا ہوا خیمہ دیکھا جو ایک طرف کو جھکا ہوا تھا اور ہوا کے تھپیڑے اسے لگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ خیمہ کس کا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد بن مسلمہؓ کا خیمہ ہے۔ میں ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ ایک عمر رسیدہ انسان ہیں۔ میں نے ان سے کہا: اللہ آپؓ پر رحم فرمائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپؓ مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ آپؓ نے اپنا شہر اور اپنا گھر اور اپنے اہل و عیال اور اپنے پڑوسی چھوڑ دیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ شر سے کراہت کی وجہ سے چھوڑا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ جزء ثالث صفحہ339۔ دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ان کی وفات کے متعلق اختلاف ہے کہ کب ہوئی؟ مختلف روایات کے مطابق تینتالیس، چھیالیس یا سینتالیس ہجری میں مدینے میں آپؓ کی وفات ہوئی اور اس وقت آپؓ کی عمر 77 سال تھی۔ آپؓ کی نمازِ جنازہ مَروان بن حَکَم نے پڑھائی جو اس وقت مدینے کے امیر تھے۔ بعض روایات میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ کسی نے انہیں شہید کر دیا تھا۔

(الاصابۃ جلد 6صفحہ29 محمد بن مسلمہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب جلد3صفحہ433 محمد بن مسلمہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2010ء)

ان کا یہ ذکر اب ختم ہوا۔ نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ حاضر بھی پڑھاؤں گا جو مکرم تاج دین صاحب ولد صدر دین صاحب کا ہے۔ 10 فروری کو 84 سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ یہ یوگنڈا میں پیدا ہوئے۔ 1967ء میں یو۔کے شفٹ ہو گئے۔ 1984ء میں جب اسلام آباد کی زمین خریدی گئی تو مرحوم نے اسلام آباد کے لیے اپنی خدمات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ پھر بائیس سال تک اسلام آباد میں بڑے اخلاص کے ساتھ بڑی بے لوث خدمت کی توفیق پائی۔ اسلام آباد میں پہلے جلسے کے انعقاد سے لے کر آخری جلسے تک انتھک محنت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کو ہر سہولت پہنچانے کی ممکن کوشش کرتے رہے۔

ہر قسم کا ٹیکنیکل کام کر سکتے تھے اس لیے ان کو اسلام آباد میں دن رات ہر قسم کے کام کرنے کی توفیق ملی جس میں الیکٹرک، پلمبنگ، سینٹری، لکڑی وغیرہ کا کام شامل ہے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ دین دار تھے۔ انتہائی خوش مزاج تھے۔ اطاعت گزار تھے۔ بڑے دھیمے مزاج کے انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ بڑا گہرا اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ ان کے پوتے مدبر دین صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ انہوں نے یو۔کے سے جامعہ پاس کیا تھا اور

ایم۔ٹی۔اے میں آج کل کام کر رہے ہیں۔

یہ لکھتے ہیں کہ اکثر لوگ جو اسلام آباد میں رہا کرتے تھے بتاتے ہیں کہ انتہائی محنتی تھے۔ میرے دادا جان بتاتے تھے کہ جب وہ اسلام آباد آئے تو شروع میں بالکل اکیلے رہتے تھے۔ نہ تو کوئی بجلی اور نہ ہی ہیٹنگ تھی۔ بہت مشکل وقت تھا۔ مگر وہ اس بات پر خوش ہوتے تھے کہ ان کو جماعت اور خلیفۂ وقت کے لیے قربانی دینے کی توفیق مل رہی ہے۔ وقت پر نماز پڑھنا، خود ہاتھ سے کام کرنا، مہمان نوازی اور صبر ان کے چند نمایاں اوصاف تھے۔ اور لکھنے والوں نے بھی ان کی یہی خوبیاں لکھی ہیں اور مجید سیالکوٹی صاحب نے بھی یہی بتایا ہے کہ یہاں اسلام آباد میں انہوں نے ورکشاپ بنائی۔ مشینوں کے کام کے ماہر تھے۔ لندن کی مختلف کمپنیوں سے رابطے کیے۔

اسلام آباد کی ہر بیرک کو باری باری آباد کیا۔ پھر رہائش کے قابل بنایا۔ اپنی ٹیم بنانے کے گُر بھی جانتے تھے۔ ہر سردیاں گرمیاں مصروف رہتے تھے کیونکہ پرانی چیزیں تھیں سب کو ٹھیک کرنا۔ دوبارہ نئے سرے سے بحال کرنا بڑا کام تھا جو بڑی محنت سے انہوں نے کیا اور پھر ہمیشہ خوش مزاج رہتے تھے۔ یہی کہا کرتے تھے کہ بس میرے لیے دعا کرو۔ کام کے دوران دن رات ایک چھوٹے سے کمرے میں وہاں اسلام آباد میں رہتے تھے، کبھی انہوں نے وہاں بیوی بچوں کی پروا نہیں کی جو لندن میں رہتے تھے اور کبھی کبھی ان کے پاس آجاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو اور نسلوں کو بھی ان کی طرح اخلاص و وفا میں بڑھائے اور صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06 مارچ 2020ء جلد 27 شمارہ 19 صفحہ 05 تا 09)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21/ فروری 2020ء بمطابق 21/ تبلیغ 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جماعت احمدیہ میں 20/ فروری کا دن پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے خاص طور پر یاد رکھا جاتا ہے اور جماعتوں میں یومِ مصلح موعود کے حوالے سے جلسے بھی ہوتے ہیں۔ گو مَیں اس بات کی پہلے بھی کئی جگہ وضاحت کر چکا ہوں لیکن نئے آنے والوں اور بچوں کے لیے بھی دوبارہ وضاحت کر دوں کہ یومِ مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کی یاد میں نہیں منایا جاتا بلکہ ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ ایسی پیشگوئی جو اسلام کی برتری اور سچائی ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے الہام کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے تین سال پہلے کی گئی تھی۔ جس میں ایک خادمِ اسلام موعود بیٹے کی پیدائش کی خبر تھی جو دشمنوں کے لیے نشان کے طور پر پیش کی گئی تھی۔

پس کل 20 فروری تھی اور اس پیشگوئی کو 134 سال ہو گئے اور سو سال سے زائد عرصے سے یہ چمکتا ہوا نشان ہے۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا اس حوالے سے جماعتوں میں جلسے بھی ہوتے ہیں اور موعود بیٹے کے بارے میں پیشگوئی جو مختلف پہلو اور مختلف خصوصیات اپنے اندر لیے ہوئے ہے ان کے بارے میں کچھ حد تک بیان جلسوں میں بھی ہوتا ہے۔ لیکن ایک دو گھنٹے کے جلسے میں تمام نکات اور ان کی اہمیت اور ان کے پورا ہونے کی شان بیان نہیں ہو سکتی۔ پس جب جلسے میں اس کا پورا احاطہ نہیں ہو سکتا تو ایک خطبے میں اس کے مختلف پہلو بیان کرنا تو بالکل ناممکن ہے۔ اس لیے مَیں نے سوچا کہ وہ نکات جن کی تفصیلات حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بیان کی ہیں ان میں سے بعض حوالے بیان کر دوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جو بیان کیا ہے اسے پڑھنے اور سننے کا ایک اپنا ہی لطف اور احساس ہوتا ہے۔ بہرحال ان مختصر حوالوں سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کی وسعت کتنی ہے اور کس شان سے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود بیٹے کی ذات میں پوری ہوئی۔

بہرحال اس سے پہلے مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں پیشگوئی کے الفاظ اور تفصیل بیان کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی پیشگوئیوں کا ذکر فرماتے ہوئے اور مخالفین کو یہ بتاتے ہوئے کہ پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں کیا پیشگوئیاں ہیں فرماتے ہیں کہ

"پہلی پیشگوئی بِالہَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ اِعْلَامِہٖ عزّوجلّ۔ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک

چیز پر قادر ہے (جَلَّشَانُہٗ وَ عَزَّ اسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں "یعنی خدا تعالیٰ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے" اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں" اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو انکار اور تکذیب کی راہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُس کا نام عَنموَائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوّری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔" آگے آپؑ نے فرمایا کہ "(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

یہ ہیں پیشگوئی کے الفاظ جو موعود بیٹے کی خصوصیات اور مختلف پہلو بیان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے نشان مانگنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چلّہ کاٹا تھا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو الہام کیا جس کی تفصیل ابھی مَیں نے بیان کی ہے اس چلّہ کی جگہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے اور اس میں جو دعائیں آپ نے کیں ان کی قبولیت کے نتیجے میں الہام کا ذکر کرتے ہوئے جس کے نتیجہ میں آپؑ نے مصلح موعودؓ کی پیشگوئی فرمائی

تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

آج سے پورے اٹھاون سال پہلے، جب یہ بیان کر رہے ہیں اس وقت اس پیشگوئی کو اٹھاون سال ہوئے تھے جس کو آج انسٹھواں سال شروع ہو رہا ہے، 20؍ فروری کے دن 1886ء میں اس شہر ہوشیار پور میں، آپؓ یہ خطبہ ہوشیار پور میں دے رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس شہر ہوشیار پور میں اس مکان میں جہاں آپؓ کھڑے تھے آپؓ نے اشارہ کیا جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے ایک ایسے مکان میں جو اس وقت طویلہ کہلاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رہائش کا اصلی مقام نہیں تھا، وہ باقاعدہ گھر نہیں تھا بلکہ ایک رئیس کے زائد مکانوں میں سے وہ ایک مکان تھا جیسے بعض دفعہ انیکسیاں بنادی جاتی ہیں جس میں شاید اتفاقی طور پر کوئی مہمان ٹھہر جاتا ہو یا وہاں انہوں نے سٹور بنا رکھا ہو یا حسبِ ضرورت جانور باندھے جاتے ہوں، ایک زائد جگہ تھی، زائد کمرہ باہر تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں قادیان کا ایک گمنام شخص جس کو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو اسلام اور بانیٔ اسلام سے وہ رکھتے تھے اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اس کی نصرت اور تائید کا نشان طلب کرنے کے لیے آیا اور چالیس دن لوگوں سے علیحدہ رہ کر اس نے اپنے خدا سے دعائیں مانگیں۔ چالیس دن کی دعاؤں کے بعد خدا نے اس کو ایک نشان دیا۔ وہ نشان یہ تھا کہ مَیں نہ صرف ان وعدوں کو جو مَیں نے تمہارے ساتھ کیے ہیں پورا کروں گا اور تمہارے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا بلکہ اس وعدے کو زیادہ شان کے ساتھ پورا کرنے کے لیے مَیں تمہیں ایک بیٹا دوں گا جو بعض خاص صفات سے متصف ہو گا وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہو گا اور وہ دینی اور دنیوی علوم جو اسلام کی اشاعت کے لیے ضروری ہیں اسے عطا کیے جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کو لمبی عمر عطا فرمائے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور آج دنیا کے جس ملک میں بھی جماعتِ احمدیہ قائم ہے اس پیشگوئی کی شہرت اور اس عظیم بیٹے کی شہرت ہے۔

(ماخوذ از دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پُرشوکت اعلان۔ انوارالعلوم جلد17 صفحہ 146-147)

جب یہ اشتہار شائع ہوا تو اس وقت مخالفین نے اعتراض شروع کر دیے کہ یہ کون سی پیشگوئی ہے۔ کوئی بھی اعلان کر سکتا ہے کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔ اس کا جواب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا اور اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "جب یہ اشتہار شائع ہوا تو دشمنوں نے اس پر بھی اعتراضات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ تب 22؍ مارچ 1886ء کو آپؑ نے ایک اَور اشتہار شائع فرمایا۔ دشمنوں نے اعتراض یہ کیا تھا کہ ایسی پیشگوئی کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ کیا ہمیشہ لوگوں کے ہاں لڑکے پیدا نہیں ہوا کرتے؟ شاذ و نادر کے طور پر کوئی ایسا شخص ہوتا ہے کہ جس کا کوئی لڑکا نہ ہو یا جس کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں۔ ورنہ عام طور پر لوگوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور کبھی ان کی پیدائش کو کوئی خاص نشان قرار نہیں دیا جاتا۔ پس اگر آپ کے ہاں بھی کوئی لڑکا پیدا ہو جائے تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہو گا کہ دنیا میں اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا کوئی خاص نشان ظاہر ہوا ہے۔ آپؑ نے،" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

"لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے 22؍ مارچ کے اشتہار میں تحریر فرمایا کہ 'یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤوف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر فرمایا"۔ پھر اسی اشتہار میں آپؑ نے یہ تحریر فرمایا کہ

'بِفَضْلِهٖ تَعَالٰی وَاِحْسَانِهٖ وَبِبَرَکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی،" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "بات یہ ہے کہ اگر آپؑ اپنے ہاں محض ایک بیٹا پیدا ہونے کی خبر دیتے تب بھی یہ خبر اپنی ذات میں ایک پیشگوئی ہوتی کیونکہ دنیا میں ایک حصہ خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو بہر حال ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جن کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ دوسرے آپؑ نے جب یہ اعلان کیا اس وقت آپؑ کی عمر پچاس سال سے اوپر تھی اور ہزاروں ہزار لوگ دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں جن کے ہاں پچاس سال کے بعد اولاد کی پیدائش کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور پھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ہاں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ہاں لڑکے تو پیدا ہوتے ہیں مگر پیدا ہونے کے تھوڑے عرصہ ہی بعد مر جاتے ہیں اور یہ سارے شبہات اس جگہ موجود تھے۔ پس اوّل تو کسی لڑکے کی پیدائش کی خبر دینا کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہو سکتا۔ لیکن آپ بطور تنزل اس اعتراض کو تسلیم کر کے فرماتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ محض کسی لڑکے کی پیدائش کی خبر دینا پیشگوئی نہیں کہلا سکتا تو سوال یہ ہے کہ مَیں نے محض ایک لڑکے کی پیدائش کی کب خبر دی ہے۔ مَیں نے یہ تو نہیں کہا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا بلکہ مَیں نے یہ کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری دعاؤں کو قبول فرما کر ایک ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔"

(ماخوذ از الموعود۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 529-530)

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آج دنیا گواہ ہے کہ اس موعود بیٹے نے دنیا کے کناروں تک شہرت پائی ہے اور بیرونِ ہندوستان یا بیرونِ قادیان دنیا کا ہر مشن آپؓ کی سچائی کا ثبوت ہے۔ بہت سارے مشن دنیا میں حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں قائم ہوئے تھے اور وہی سلسلہ، اسی نظام کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ بھی اعتراض تھا کہ مصلح موعودؓ بعد کے کسی عرصے میں پیدا ہوں گے سو سال بعد دو سو سال بعد یا تین سو سال بعد۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ کس وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے نشان مانگا تھا اور کیوں آپؑ کے زمانہ میں یہ پیدا ہونا اور نشان پورا ہونا چاہیے تھا، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"بعض لوگ کہتے ہیں مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی آئندہ نسل سے تین چار سو سال کے بعد آئے گا۔" یہاں بھی نسل کا ذکر ہے کہ آئندہ نسل سے کوئی تین چار سو سال کے بعد آئے گا۔ "موجودہ زمانہ میں نہیں آ سکتا مگر ان میں سے کوئی شخص خدا کا خوف نہیں کرتا کہ وہ پیشگوئی کے الفاظ کو دیکھے اور ان پر غور کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو لکھتے ہیں اس وقت اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام اپنے اندر نشان نمائی کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام اعتراض کر رہا تھا کہ اگر اسلام سچا ہے تو نشان دکھایا جائے۔

اِندر مَن اعتراض کر رہا تھا کہ اگر اسلام سچا ہے تو نشان دکھایا جائے۔ آپؑ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور کہتے ہیں اے خدا! تُو ایسا نشان دکھا جو ان نشان طلب کرنے والوں کو اسلام کا قائل کر دے، تُو ایسا نشان دکھا جو اِندر مَن مراد آبادی وغیرہ کو اسلام کا قائل کر دے اور یہ معترض ہمیں بتاتے ہیں۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض کرنے والے کہتے ہیں" یہ معترض ہمیں بتاتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی تو خدا نے آپؑ کو یہ خبر دی کہ آج سے تین سو سال کے بعد ہم تمہیں ایک بیٹا عطا فرمائیں گے جو اسلام کی صداقت کا نشان ہو گا۔ کیا دنیا میں کوئی بھی شخص ہے جو اس بات کو معقول قرار دے سکے؟" انتہائی نامعقول بات ہے۔" یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص سخت پیاسا ہو اور کسی شخص کے دروازہ پر جائے اور کہے بھائی! مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے خدا کے لیے مجھے پانی پلاؤ اور وہ" گھر والا" آگے سے یہ جواب دے کہ صاحب! آپ گھبرائیں نہیں۔ مَیں نے امریکہ خط لکھا ہوا ہے وہاں سے اسی سال کے آخر تک ایک اعلیٰ درجہ کا ایسنس آجائے گا۔" شربت آجائے گا" اور اگلے سال آپ کو شربت بنا کر پلا دیا جائے گا۔ کوئی پاگل سے پاگل بھی ایسی بات نہیں کر سکتا۔ کوئی پاگل سے پاگل بھی ایسی بات خدا اور اس کے رسول کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ پنڈت لیکھرام، منشی اندر من مراد آبادی اور قادیان کے ہندو تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے متعلق یہ دعویٰ کہ اس کا خدا دنیا کو نشان دکھانے کی طاقت رکھتا ہے ایک جھوٹا اور بے بنیاد دعویٰ ہے۔

اگر اس دعویٰ میں کوئی حقیقت ہے تو ہمیں نشان دکھایا جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا! مَیں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تُو مجھے رحمت کا نشان دکھا، تُو مجھے قدرت اور قربت کا نشان عطا فرما۔ پس یہ نشان تو ایسے قریب ترین عرصہ میں ظاہر ہونا چاہیے تھا جبکہ وہ لوگ زندہ موجود ہوتے جنہوں نے یہ نشان طلب کیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ 1889ء میں" eighteen eighty nine میں" جب میری پیدائش اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی تو وہ لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ نشان مانگا تھا۔ پھر جوں جوں مَیں بڑھا اللہ تعالیٰ کے نشانات زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتے چلے گئے۔"

(مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 ص 223-222)

پس یہ نشان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اور ان لوگوں کی زندگی میں جو اسلام پر اعتراضات کرتے تھے ظاہر ہونا ضروری تھا جنہوں نے یہ نشان مانگا تھا اور یہ ظاہر ہوا۔ یہ بھی بڑی اہم بات ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ اس پیشگوئی کی اغراض کیا تھیں اور کیوں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں ان اغراض کا حصول ضروری تھا۔ کچھ تو ابھی مَیں نے مختصر بیان کیا اور کیوں آپؑ کے یہ بیٹے جو آپؑ کی جسمانی اور خونی اولاد اور آپؑ کا وہ بیٹا ہے جس کے جسمانی باپ آپؑ تھے اس کے حق میں یہ نشان پورا ہونا ضروری تھا۔ بہرحال ان اغراض کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے 20؍ فروری 1886ء کے اشتہار میں ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ یہ پیشگوئی جو دنیا کے سامنے کی گئی ہے، اس کی کئی اغراض ہیں۔ اول یہ پیشگوئی اس لیے کی گئی

ہے کہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت سے نجات پائیں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آئیں" یعنی روحانی طور پر مردہ ہو چکے ہیں زندہ ہوں۔ "اگر یہ سمجھا جائے کہ اس پیشگوئی نے چار سو سال کے بعد پورا ہونا ہے۔" آپؓ مزید وضاحت فرما رہے ہیں۔ "تو اس کے معنے یہ بنیں گے کہ مَیں نے یہ پیشگوئی اس لیے کی ہے کہ جو آج زندگی کے خواہاں ہیں وہ بیشک مرے رہیں چار سو سال کے بعد ان کو زندہ کر دیا جائے گا۔ یہ فقرہ بالبداہت باطل اور غلط ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں یہ چلہ اس لیے کیا گیا ہے تا کہ وہ لوگ جو دین اسلام سے منکر ہیں، ان کے سامنے خدا تعالیٰ کا ایک زندہ نشان ظاہر ہو اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کا انکار کر رہے ہیں ان کو ایک تازہ اور زبردست ثبوت اس بات کا مل جائے کہ اب بھی خدا تعالیٰ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے۔ وہ الہامی الفاظ جو اس پیشگوئی کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہیں یہ ہیں کہ 'خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔' اب اگر ان لوگوں کے نظریہ کو صحیح سمجھ لیا جائے جو یہ کہتے ہیں کہ مصلح موعود تین چار سو سال کے بعد آئے گا تو اس فقرہ کی تشریح یوں ہوتی ہے کہ یہ پیشگوئی اس لیے کی گئی ہے تا کہ وہ لوگ جو آج زندگی کے خواہاں ہیں مرے رہیں۔ چار سو سال کے بعد ان کی نسلوں میں سے بعض لوگوں کو زندہ کر دیا جائے گا۔ مگر کیا اس فقرہ کو کوئی شخص بھی صحیح تسلیم کر سکتا ہے۔

دوسرے یہ پیشگوئی اس لیے کی گئی تھی تا دین اسلام کا شرف ظاہر ہو اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر عیاں ہو۔ اس فقرہ کے صاف طور پر یہ معنی ہیں کہ دین اسلام کا شرف اس وقت لوگوں پر ظاہر نہیں۔ اسی طرح کلام اللہ کا مرتبہ اس وقت لوگوں پر ظاہر نہیں۔ مگر کہا یہ جاتا ہے کہ خدا نے یہ پیشگوئی اس لیے کی ہے تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ آج سے تین سو سال کے بعد یا چار سو سال کے بعد جب یہ لوگ بھی مر جائیں گے، ان کی اولادیں بھی مر جائیں گی اور ان کی اولادیں بھی مر جائیں گی، لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ جب نہ پنڈت لیکھرام ہو گا نہ منشی اندرمن مرادآبادی ہو گا نہ ان کی اولادیں ہوں گی اور نہ ان اولادوں کی اولادیں ہوں گی اس وقت دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کیا جائے گا۔ بتاؤ کہ کیا کوئی بھی شخص ان معنوں کو درست سمجھ سکتا ہے؟" ان میں کوئی عقل ہے؟

"تیسرے آپؑ نے فرمایا" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ "یہ پیشگوئی اس لیے کی گئی ہے تا کہ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اس کے معنی بھی ظاہر ہیں کہ حق اس وقت کمزور ہے اور باطل غلبہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایسا نشان ظاہر ہو کہ عقلی اور علمی طور پر دشمنانِ اسلام پر حجت تمام ہو جائے اور وہ لوگ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ اسلام حق ہے اور اس کے مقابل میں جس قدر مذاہب کھڑے ہیں وہ باطل ہیں۔

چوتھی غرض اس پیشگوئی کی یہ بیان کی گئی تھی کہ تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں اور جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اب یہ غور کرنے والی بات ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کو اس صورت میں کس طرح قادر سمجھ سکتے تھے۔ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ تین سو سال کے بعد یا چار سو سال کے بعد ایک ایسا نشان ظاہر ہو گا جس سے تم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو

جاؤ گے کہ اسلام کا خدا قادر ہے، ایسی پیشگوئی کو لیکھرام کیا اہمیت دے سکتا تھا یا وہ لوگ جو اس وقت دین اسلام پر اعتراضات کر رہے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات کو باطل قرار دے رہے تھے، اسلام کو ایک مردہ مذہب قرار دے رہے تھے ان پر کیا حجت ہو سکتی تھی کہ تم چار سو سال کے بعد خدا تعالیٰ کو قادر سمجھنے لگ جاؤ گے چار سو سال کے بعد پوری ہونے والی پیشگوئی سے وہ لوگ خدا تعالیٰ کو کس طرح قادر سمجھ سکتے تھے۔ وہ تو یہی کہتے کہ ہم ان زبانی دعووں کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ چار سو سال کے بعد ایسا ہو جائے گا۔ یہ تو ہر کوئی کہہ سکتا ہے۔ بات تب ہے کہ ہمارے سامنے نشان دکھایا جائے اور اسلام کے خدا کا قادر ہونا ثابت کیا جائے۔" پس یہ نشان آپؓ کی زندگی میں پورا ہونا تھا۔

"پانچویں غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔" یعنی اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ "اگر اس پیشگوئی نے چار سو سال کے بعد ہی پورا ہونا تھا تو اس زمانہ کے لوگ یہ کس طرح یقین کر سکتے تھے کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ چھٹی غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور اس کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔ اس کے معنی بھی یہی بنتے ہیں کہ وہ لوگ جو میرے زمانہ میں اسلام کی تکذیب کر رہے ہیں۔" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں "ان کے سامنے میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ انہیں اسلام کی صداقت کی ایک بڑی کھلی نشانی ملے گی مگر ملے گی چار سو سال کے بعد۔ جب موجودہ زمانہ کے لوگوں بلکہ ان کی اولادوں اور ان کی اولادوں میں سے بھی کوئی زندہ نہیں ہو گا۔" اب یہ بھی کوئی عقل کی بات نہیں ہے۔ "ساتویں آپؑ نے بیان فرمایا کہ یہ پیشگوئی اس لیے کی گئی ہے تا کہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے اور پتہ لگ جائے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ چار سو سال کے بعد آنے والے وجود سے اس زمانہ کے لوگوں کو کیونکر پتا لگ سکتا ہے کہ وہ "مجرم" جھوٹ بول رہے تھے۔"

(الموعود۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 542 تا 544)

پس یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی اولاد سے متعلق تھی اور جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں کہ تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت اور نسل کا ہو گا۔ بعد کی نسل میں سے نہیں۔ یہ آپؑ کے بیٹے کے بارے میں تھی جو بڑی شان سے پوری ہوئی اور باون سال تک حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت ایک روشن چمکتے نشان کی طرح دنیا پر ظاہر ہوئی اور آپؓ کے علم و معرفت کا جو کام ہے اس کے غیر بھی معترف ہوئے جس کی تفصیل جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے اگر بیان کرنے لگوں تو کافی وقت لگ جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یہ اعلان فرماتے ہوئے کہ مَیں ہی مصلح موعود ہوں۔ پہلے آپؓ پر یہ اعتراض تھا کہ آپؓ نے اعلان نہیں کیا، 1944ء میں آپؓ نے اعلان کیا۔ اعلان فرماتے وقت آپؓ نے فرمایا کہ

"مَیں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مجھے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پیشگوئیوں کا مورد بنایا ہے جو ایک آنے والے موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے فرمائیں۔ جو شخص سمجھتا ہے کہ مَیں نے افترا سے کام لیا ہے یا اس بارہ میں جھوٹ اور کذب بیانی کا ارتکاب کیا ہے وہ آئے اور اس معاملہ میں میرے ساتھ مباہلہ کر لے اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی مؤکد بعذاب قسم کھا کر اعلان کر دے کہ اسے خدا نے کہا ہے کہ مَیں جھوٹ سے کام لے رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اپنے آسمانی نشانات سے فیصلہ فرما دے گا کہ کون کاذب ہے اور کون صادق۔" جو آپ کے مخالفین تھے اور جماعت کے اندر بھی جو علیحدہ ہونے والے تھے ان میں سے کوئی اس مقابلے میں نہیں آیا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "اور اگر وہ کہتے ہیں کہ خواب تو سچا ہے جیسا کہ مصری صاحب نے کہا" کہ بعض مرتد ہو گئے تھے کہ "تو پھر اس کی حقیقت پر وہ مضمون لکھیں۔ مَیں ان کے اس مضمون کا جواب دوں گا اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر وہ اس مقابلہ میں آئے تو ایسی منہ کی کھائیں گے کہ مدتوں یاد رکھیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعہ مجھے بتا دیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اب دشمنانِ اسلام پر خدا تعالیٰ نے کامل حجت کر دی ہے اور ان پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کاذب ہیں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہتے ہیں۔ خدا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے ذریعہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔" آپؓ فرماتے ہیں "بھلا کس شخص کی طاقت تھی کہ وہ 1886ء میں آج سے پورے اٹھاون سال قبل اپنی طرف سے یہ خبر دے سکتا کہ اس کے ہاں نو سال کے عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہو گا، وہ جلد جلد بڑھے گا، وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا، وہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پھیلائے گا، وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا، وہ جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی قربت اور اس کی رحمت کا وہ ایک زندہ نشان ہو گا۔ یہ خبر دنیا کا کوئی انسان اپنے پاس سے نہیں دے سکتا تھا۔ خدا نے یہ خبر دی اور پھر اسی خدا نے اس خبر کو پورا کیا اس انسان کے ذریعہ" آپؓ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ اس خبر کو پورا کیا اس انسان کے ذریعہ "جس کے متعلق ڈاکٹر یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ وہ زندہ رہے گا یا لمبی عمر پائے گا۔" یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی شروع کی جو صحت کی حالت تھی وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر امید نہیں رکھتے تھے کہ زندہ رہے گا بھی کہ نہیں۔ بہر حال پھر آگے آپؓ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ "میری صحت بچپن میں ایسی خراب تھی کہ ایک موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اسے سِل ہو گئی ہے۔ کسی پہاڑی مقام پر اسے بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شملہ بھجوا دیا مگر وہاں جا کر مَیں اداس ہو گیا اور اس وجہ سے جلدی ہی واپس آ گیا۔ غرض ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی اس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اس لیے زندہ رکھا کہ اس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔ پھر مَیں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں

تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لیے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ مَیں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔" یہ چیلنج آپؓ نے اس زمانے میں دیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں "لیکن مَیں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لیے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔

خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔"

پس یہ کوئی معمولی اعلان نہیں تھا جیسا کہ مَیں نے کہا آپؓ کا جو خلافت کا باون سالہ دور ہے اور اس کا ہر دن جو ہے اس کی شان کو ظاہر کر رہا ہے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ "اے میرے دوستو! مَیں اپنے لیے کسی عزت کا خواہاں نہیں نہ جب تک خدا تعالیٰ مجھ پر ظاہر کرے کسی مزید عمر کا امیدوار" ہوں۔ یہ بھی نہیں کہتا کہ مزید عمر ملے "ہاں خدا تعالیٰ کے فضل کا مَیں امیدوار ہوں اور مَیں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور مسیحیت کے کچلنے میں میرے گذشتہ یا آئندہ کاموں کا انشاء اللہ بہت کچھ حصہ ہو گا اور وہ ایڑھیاں جو شیطان کا سر کچلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی ان میں سے ایک ایڑھی میری بھی ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ" آپؓ نے فرمایا۔ "مَیں اس سچائی کو نہایت کھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی، نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دنیا پر غالب آکر رہے گا۔" ان شاء اللہ تعالیٰ۔ "مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔ اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔ خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ

وہ سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہو گا جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اڑتا ہوا دکھائی دے گا۔" پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ "مَیں اس موقع پر جہاں آپ لوگوں کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کو پورا کر دیا جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی تھی وہاں مَیں آپ لوگوں کو ان ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔" اور یہ ذمہ داریاں آج بھی ہماری ہیں "جو آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں آپ لوگ جو میرے اس اعلان کے مصدِق ہیں۔" جو تصدیق کر رہے ہیں کہ مَیں مصلح موعود ہوں "آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لیے بہانے کو تیار ہو جائیں۔ بیشک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں۔" پیشگوئی کا اظہار کرنے کے لیے خوشی کی جاتی ہے آپ خوش ہو سکتے ہیں "کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ مَیں کہتا ہوں آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہیے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو۔" اس پیشگوئی کے بعد، اس کے بعد، آپ نے فرمایا خوشی سے اچھلو "کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔" حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا "پس مَیں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا۔ مَیں تمہیں اچھلنے کودنے سے نہیں روکتا۔ بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کودو لیکن مَیں کہتا ہوں اس خوشی اور اچھل کود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو جس طرح خدا نے مجھے رؤیا میں دکھایا تھا کہ مَیں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جا رہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی جا رہی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ مَیں جلد جلد بڑھوں گا۔

پس میرے لیے یہی مقدر ہے کہ مَیں سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ لوگوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سست روی کو ترک کر دیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم کو ملاتا اور سرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دوڑتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو سستی اور غفلت سے کام لے کر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتا ہے۔" آپؓ فرماتے ہیں "اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بہ قدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ تا کہ ہم کفر کے قلب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑ دیں اور باطل کو ہمیشہ کے لیے صفحہ عالم سے نیست و نابود کر دیں اور انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ زمین اور آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 645 تا 649)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم کام کرنے والے ہوں صرف جلسہ مصلح موعود منانے والے ہی نہ ہوں۔ اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے والے ہوں اور صرف اسی بات پر خوش نہ ہو جائیں کہ ہم جلسے منا رہے ہیں۔ حقیقی طور پر ہم اس مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں، اس کام کو آگے بڑھانے والے ہوں جس کے لیے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور جس کے لیے آپ نے بیشمار پیشگوئیاں بھی فرمائیں اور مصلح موعود کی پیشگوئی بھی ان میں سے ایک پیشگوئی ہے۔

آپ کے کاموں کے سلسلے میں بھی صرف ایک بات کا یہاں مختصر ذکر مَیں کر دیتا ہوں کہ پیشگوئی میں الفاظ ہیں کہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور آپ کے جو کام ہیں ان کی ایک جھلک جو ہے مَیں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب لیکچرز اور تقاریر کا مجموعہ انوار العلوم کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ بہت ساری جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو اردو پڑھنا جانتے ہیں ان کو پڑھنا چاہیے ویسے بعض کتابوں کے انگریزی ترجمے بھی ہو رہے ہیں۔ اس وقت انوار العلوم کی چھبیس (26) جلدیں شائع ہو چکی ہیں ان چھبیس جلدوں میں کل چھ سو ستر (670) کتب لیکچرز اور تقاریر آ چکی ہیں۔

خطبات محمود کی اس وقت تک کل انتالیس (39) جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں 1959ء تک کے خطبات شائع ہو گئے ہیں۔ ان جلدوں میں 2367 خطبات شامل ہیں۔ تفسیر صغیر دس سو اکہتر (1071) صفحات پر مشتمل ہے۔ تفسیر کبیر دس (10) جلدوں پر محیط ہے اس میں قرآن کریم کی انسٹھ (59) سورتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ تفسیر کبیر کے دس جلدوں کے صفحات کی کل تعداد پانچ ہزار نو سو سات (5907) ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے درس القرآن جو کہ غیر مطبوعہ تفسیر تھے وہ ریسرچ سیل نے کمپوز کرنے کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیے ہیں۔ اس کے 3094 صفحات ہیں۔

اس کے بعد اب ریسرچ سیل کو مَیں نے کہا تھا کہ حضرت مصلح موعود کی تحریرات اور فرمودات سے تفسیر قرآن اکٹھی کی جائے جس پر کام شروع کیا گیا ہے اور اب تک نو ہزار (9000) صفحات پر مشتمل تفسیر لی جا چکی ہے اور اس پر مزید کام جاری ہے۔ یہ تو ہے ایک مختصر جائزہ آپؓ کے کاموں کا لیکن اسی جائزے کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وقت میں بھی اپنے ایک خطبہ میں ایک وقت بیان فرمایا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا وہ اقتباس بھی مَیں پڑھ دیتا ہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں کہا تھا کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ مَیں نے بہت سی تفصیلات جمع کی تھیں لیکن اس وقت مَیں صرف وہ نقشہ ہی پیش کر سکتا ہوں جو مَیں نے اس غرض کے لیے تیار کروایا ہے اور وہ یہ ہے حضورؓ کی ایک تفسیر تو تفسیر کبیر ہے جو خود اتنی عجیب تفسیر ہے کہ جس شخص نے بھی غور سے اس کے کسی ایک حصہ کو پڑھا ہو گا وہ یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ اگر دنیا میں کوئی خدا رسیدہ بزرگ پیدا ہوتا اور وہ صرف یہ حصہ قرآن کریم کا تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع کر دیتا تو یہ اس کو دنیا کی نگاہ میں بزرگ ترین انسانوں میں سے ایک انسان بنانے کے لیے کافی تھا لیکن اس پر ہی بس نہیں۔ قرآن کریم پر اَور بہت سی کتب لکھیں اور میرا خیال ہے کہ حضور نے صرف قرآن کریم کی تفسیر پر ہی آٹھ دس ہزار صفحات لکھے ہیں، تفسیر کبیر کی گیارہ مجلدات بھی ان میں شامل ہیں۔ کلام کے اوپر حضور نے دس کتب اور رسائل لکھے۔ روحانیات، اسلامی اخلاق اور اسلامی عقائد پر اکتیس کتب اور رسائل تحریر

فرمائے۔ سیرت و سوانح پر تیرہ کتب و رسائل لکھے۔ تاریخ پر چار کتب و رسائل۔ فقہ پر تین کتب و رسائل۔ سیاسیات قبل از تقسیم ہند پچیس کتب اور رسائل۔ سیاسیات بعد از تقسیم ہند و قیام پاکستان نو کتب اور رسائل۔ سیاست کشمیر پندرہ کتب اور رسائل۔ تحریک احمدیت کے مخصوص مسائل اور تحریکات پر ایک کم سو کتب اور رسائل یعنی ننانوے۔ ان سب کتب و رسائل کا مجموعہ 225 بنتا ہے تو جیسا کہ اس وقت شاید آپؓ کو معلومات بھی پوری نہ دی گئی ہوں، اب زیادہ مزید معلومات ہیں جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا۔

بہرحال آپؓ فرماتے ہیں تو جیسا کہ فرمایا تھا الہام میں کہ وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا ان پر ایک نظر ڈال لیں تو ان میں علومِ ظاہری بھی نظر آتے ہیں اور علومِ باطنی بھی نظر آتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ جب بھی آپؓ نے کوئی کتاب یا رسالہ لکھا ہر شخص نے یہی کہا کہ اس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا۔ سیاست میں جب آپؓ نے قیادت سنبھالی یا جب بھی آپؓ نے سیاست کے بارے میں قائدانہ مشورے دیے، بڑے سے بڑے مخالف بھی آپؓ کی بے مثال قابلیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غرض حضور کے علوم ظاہری و باطنی کے پُر ہونے سے متعلق ایک بڑی تفصیل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کہتے ہیں کہ اس کے ہزارویں حصہ میں بھی مَیں نہیں جا سکتا۔ صرف ایک سرسری سی چیز آپ کے سامنے رکھ دی ہے اور پھر اسی پر ختم کرتا ہوں۔

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعود نمبر مئی جون جولائی 2009 صفحہ 64-65)

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں آپؓ پر اور ہر آن اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماتا رہے اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس بیٹے کی طرح اسلام کی اشاعت کا درد اپنے دل میں بھی پیدا کرنے والے ہوں اور اسلام کی خدمت کے لیے ہم ہر وقت کمربستہ ہوں اور ان لوگوں میں شامل ہوں جو دین کی خدمت کرنے والے ہوں نہ کہ ان لوگوں میں جن کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ

"آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو"

(کلام محمود صفحہ 97)

اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ ہم یہ سلسلہ بدنام کرنے والے ہوں بلکہ خدمت میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جانے والے ہوں۔

نمازوں کے بعد مَیں دو جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ غائب جنازے ہیں۔ ایک محترمہ مریم الزبتھ صاحبہ کا ہے جو مکرم و محترم ملک عمر علی کھوکھر صاحب رئیس ملتان اور سابق امیر ملتان کی دوسری اہلیہ تھیں۔ چھیاسی سال کی عمر میں ایک حادثے کے نتیجہ میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ یہ اور ان کی بیٹی لفٹ میں تھیں۔ وہاں حادثہ ہوا اور لفٹ کی خرابی کی وجہ سے ان کی بیٹی بھی اس میں زخمی ہوئی ہیں۔ ہسپتال میں ہیں۔ بہرحال یہ survive نہیں کر سکیں۔ یہ جرمن خاتون تھیں، ہیمبرگ میں رہتی تھیں اور 1934ء کی ان کی پیدائش ہے۔ 1952ء میں انہوں نے بیعت کی اور ملک عمر علی کھوکھر صاحب کے ساتھ ان کی شادی ہوئی۔ پھر یہ پاکستان منتقل ہو گئیں۔ پھر ان کی وفات کے بعد جرمنی آ گئیں۔ پھر واپس پاکستان چلی گئیں۔

وصیت کے بابرکت نظام میں یہ شامل تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی یہ پابند تھیں۔ وقت پر نماز پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتی تھیں اور سورج غروب ہونے اور سورج طلوع ہونے کے وقتوں کا بڑا حساب رکھا کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدگی سے کرنے والی تھیں۔ باقاعدگی سے روزے رکھا کرتی تھیں۔ آپ کے بچوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ہمارے ابا جان سے ان کی شادی 1952ء میں ہوئی۔ اس وقت کے مربی سلسلہ جرمنی مکرم عبداللطیف صاحب نے بیعت کروا کر نکاح پڑھوایا۔ شادی کے بعد پاکستان آ گئیں اور بچے کہتے ہیں پھر ہماری والدہ سیدہ بیگم صاحبہ جو پہلی والدہ تھیں۔ مکرم ملک عمر علی صاحب کی اہلیہ تھیں جو حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی بیٹی تھیں وہ ان کے ساتھ مل کے رہنے لگیں اور ملک صاحب کی جو بڑی اہلیہ سیدہ بیگم صاحبہ تھیں ان کا بڑا احترام کیا کرتی تھیں۔ پاکستان آ کر انہوں نے نماز اور قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔

اس کے لیے ایک پڑھانے والے کا ان کے لیے انتظام کیا گیا اور سب سے پہلے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو کتاب پڑھی وہ "اسلامی اصول کی فلاسفی" تھی۔ پاکستان رہنے کی وجہ سے اردو اور سرائیکی زبان بھی کچھ بول لیتی تھیں اور سمجھتی بھی ٹھیک طرح تھیں۔ ان کے دو بچے تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ جب ان کی شادیوں کے فیصلہ کا وقت آیا تو ملک صاحب کی جو بڑی اہلیہ سیدہ بیگم صاحبہ تھیں ان پہ فیصلہ چھوڑا کہ آپ جہاں بہتر سمجھتی ہیں، جو رشتے بہتر ہوں ان کی شادیاں کر دیں۔ ان کے بطن سے ایک بیٹا ہے طارق علی اور بیٹی ہیں طاہرہ۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ ہے عزیزم جاہد فارس احمد کا جو بارہ سال کی عمر میں وفات پا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ یہ طارق نوری اور عطیۃ العزیز خدیجہ کا بیٹا تھا اور عزیزم جاہد کے نانا فاروق احمد خان ہیں جو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے سب سے بڑے پوتے ہیں۔ انہوں نے بھی لکھا ہے اور ان کے ساتھی جو لڑکے تھے اور بہت سارے لوگوں نے بھی مجھے لکھا کہ بڑی نمایاں خصوصیات کا حامل یہ بچہ تھا۔ انتہائی سلجھا ہوا، خلافت کے ساتھ گہری محبت رکھنے والا اور مجھے باقاعدگی سے یہ خط لکھا کرتا تھا۔ اس نے ہمیشہ امتحان ہوا یا جو دوسری باتیں ہوئیں ہمیشہ مجھے خط لکھا۔ اپنے احمدی ہونے پر فخر تھا اور پاکستان میں احمدی ہونا، سکول میں بھی بتانا یہ بڑی بات ہے اور یہ خطبات باقاعدہ سنا کرتا تھا۔ واقفِ نو تھا۔ کلاسز میں بھی شامل ہونے والا تھا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے وقفِ نو کا نصاب بھی اس کو سارا یاد تھا۔ قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یاد کر رہا تھا۔ جماعتی چندوں میں تحریک جدید اور وقف جدید میں جو اس پر لاگو تھے ان میں باقاعدگی سے خود ہی حصہ لیتا تھا۔ نماز سینٹر میں باقاعدگی سے نماز پڑھنے جانا، باجماعت نماز کی طرف توجہ تھی۔ فجر کے بعد باقاعدگی سے تلاوت کیا کرتا تھا اور اس کے ساتھیوں نے بھی لکھا ہے کہ اس کی بڑی اچھی آواز تھی۔

ساتویں جماعت کا طالب علم تھا اور گھر میں جنریٹر میں آگ لگنے کی وجہ سے اس کو بھی آگ لگی اور زخمی ہوا۔ ٹھیک ہو رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے پہلے یہی بتایا کہ یہ ٹھیک ہو رہا ہے زخم مندمل ہو رہے ہیں لیکن پھر کوئی انفیکشن زیادہ بڑھ گئی۔ اس ہسپتال کی انفیکشن ہوئی یا کیا وجہ ہوئی بہرحال اس انفیکشن کی وجہ سے پھر باقی اعضاء پر بھی اثر ہونا

شروع ہوا اور پھر ہسپتال میں اس کی وفات ہو گئی۔

مرحوم بچہ ہے یقیناً اس عمر کے بچے معصوم بچے ہیں جنتی تو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیاروں کی قربت میں جگہ دے۔ اور اس کی ماں نے ہی اس کو پالا ہے۔ باپ نے تو کبھی زندگی بھر نہیں پوچھا۔ علیحدہ ہو گیا تھا اور ماں اور نانا نانی اس کو پالتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ دے اور جوان کے لیے عظیم صدمہ ہے اس کو برداشت کرنے کی توفیق دے اور بچے کی نانی طاہرہ بیگم جو مریم بیگم صاحبہ کی بیٹی ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا لفٹ کے حادثہ میں وہ بھی زخمی ہوئی ہیں، ہسپتال میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحت و سلامتی والی زندگی عطا فرمائے اور ان کو اپنے بچوں کی آئندہ ہمیشہ خوشیاں دکھائے۔

جاہد کی جو والدہ ہیں اس کے کزن طارق علی کھوکھر کا بیٹا کہتا ہے کہ مَیں وہاں ہسپتال میں تھا جاہد کی ایک اچھی عادت یہ تھی کہ جب ہسپتال میں تھا تو بیماری کی حالت میں بھی بعض دفعہ کبھی بے ہوشی کی حالت طاری ہو جاتی تھی تو ہر وقت مجھ سے پوچھتا تھا کہ مَیں نے نماز پڑھی ہے کہ نہیں یا غنودگی ہوتی تھی اور مَیں کہتا نہیں پڑھی تو فوراً لیٹے لیٹے نماز پڑھنا شروع کر دیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ جیسا کہ مَیں نے کہا اس کے درجات بلند کرتا رہے اور ان کی ماں اور نانا نانی کو بھی صبر اور حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 / مارچ 2020ء جلد 27 شمارہ 21 صفحہ 05 تا 09)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28/ فروری 2020ء بمطابق 28/ تبلیغ 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابی کا ذکر ہو گا ان کا نام ہے حضرت مُصعب بن عمیرؓ۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عبد الدار سے تھا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اس کے علاوہ ان کی کنیت ابو محمد بھی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت مصعبؓ کے والد کا نام عمیر بن ہاشم اور ان کی والدہ کا نام خناس یا حَنَاس بنت مالک تھا جو مکہ کی ایک مال دار خاتون تھیں۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی والدہ نے ان کی پرورش بڑے ناز و نعمت سے کی۔ وہ انہیں بہترین پوشاک اور اعلیٰ لباس پہناتی تھیں اور حضرت مصعبؓ مکّے کی اعلیٰ درجے کی خوشبو استعمال کرتے اور حضرمی جوتا جو حضرِ موت کے علاقے کا بنا ہوا جوتا تھا، امیر لوگوں کے لیے مخصوص تھا، وہاں سے منگوا کے پہنا کرتے تھے۔

حضرِ موت عدن سے مشرق کی طرف سمندر کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ بہر حال اعلیٰ لباس، اعلیٰ خوشبو اور جوتا تک وہ باہر سے منگوایا کرتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں۔ حَمْنَہ بنت جحش سے ایک بیٹی زینب پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یاد کرتے تو فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے مصعب سے زیادہ حسین و جمیل اور ناز و نعمت اور آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 85-86 "مصعب بن عمیر" ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ 175 "مصعب بن عمیر" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء) (سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم مہاجرین حصہ اول صفحہ 270، 275 ، دار الاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد السابع صفحہ 71 "حمنہ بنت جحش" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 157 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت مصعب بن عمیرؓ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اور ابتدا میں ہی اسلام قبول کرنے والے سابقین میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دارِ ارقم میں تبلیغ کیا کرتے تھے اس وقت آپؓ نے اسلام قبول کیا لیکن اپنی والدہ اور قوم کی مخالفت کے اندیشے سے اسے مخفی رکھا۔ حضرت مصعبؓ چھپ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دفعہ عثمان بن طلحہؓ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کے گھر والوں اور والدہ کو خبر کر دی۔ والدین نے ان کو قید کر دیا۔ آپؓ قید میں ہی رہے یہاں تک کہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ ان کو موقع ملا، باہر آئے اور پھر ہجرت کر گئے۔ کچھ عرصے بعد بعض مہاجرین حبشہ سے مکہ واپس آئے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ان میں شامل تھے۔ آپؓ کی والدہ نے جب آپؓ کی حالتِ زار دیکھی تو آئندہ سے مخالفت ترک کر دی اور بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دو ہجرتیں کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے پہلے حبشہ اور بعد میں مدینے کی طرف ہجرت کی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ86 "مصعب بن عمیر"،دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان1990ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ 175 "مصعب بن عمیر"دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2003ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مَیں نے آسائش کے زمانے میں بھی دیکھا اور مسلمان ہونے کے بعد بھی۔ اسلام کی خاطر انہوں نے اتنے دکھ جھیلے کہ میں نے دیکھا کہ ان کے جسم سے جلد اس طرح اترنے لگی تھی جیسے سانپ کی کینچلی اترتی ہے اور نئی جلد آتی ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق صفحہ 230، من عذب فی اللّٰہ بمکۃ من المؤمنین، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

یہ قربانی کے ایسے ایسے معیار تھے جو حیرت انگیز ہیں۔

ایک روز مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت مصعبؓ کے پیوند شدہ کپڑوں میں چمڑے کی ٹاکیاں لگی ہوئی تھیں۔ کہاں تو وہ کہ اعلیٰ درجے کا لباس اور کہاں مسلمان ہونے کے بعد یہ حالت کہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہؓ نے حضرت مصعبؓ کو دیکھا تو سر جھکا لیے کہ وہ بھی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبدیلی حالت میں کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے آ کر سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا اور اس کی احسن رنگ میں ثنا بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ دنیاداروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔ میں نے مصعبؓ کو اُس زمانے میں دیکھا ہے جب شہر مکہ میں اس سے بڑھ کر صاحبِ ثروت و نعمت کوئی نہ تھا۔ یہ ماں باپ کی عزیز ترین اولاد تھی مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے اور اس نے وہ سب کچھ خدا اور اس کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ86 "مصعب بن عمیر" ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان1990ء)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دیکھا تو ان کی ناز و نعمت والی حالت کو یاد کر کے رونے لگے جس میں وہ رہا کرتے تھے۔ جو ان کی پہلی حالت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آئی کہ کس طرح اب قربانی کر رہے ہو۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ

حضرت مصعب بن عمیرؓ آئے۔ ان کے بدن پر چمڑے کی پیوند لگی ہوئی ایک چادر تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کی اس ناز و نعمت کو یاد کر کے رونے لگے جس میں وہ پہلے تھے اور جس حالت میں وہ اب تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حال ہو گا تمہارا اس وقت جبکہ تم میں سے ایک شخص ایک جوڑے میں صبح کرے گا تو دوسرے جوڑے میں شام کرے گا یعنی اتنی فراخی پیدا ہو جائے گی کہ صبح شام تم کپڑے بدلا کرو گے اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے سامنے ایک برتن کھانے کا رکھا جائے گا تو دوسرا اٹھایا جائے گا یعنی کھانا بھی قسم قسم کا ہو گا اور مختلف کورسز (courses) سامنے آتے جائیں گے جس طرح آج رواج ہے۔ اور تم اپنے مکانوں میں ایسے ہی پردے ڈالو گے جیسا کہ کعبے پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ بڑے قیمتی قسم کے پردے استعمال کیے جائیں گے۔ یہ بالکل آج کل کے نظارے یا اس کشائش کے نظارے ہیں جب مسلمانوں کو بعد میں وہ کشائش ملی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اس وقت آج سے بہت اچھے ہوں گے اور عبادت کے لیے فارغ ہوں گے ایسی فراخی ہو گی، ایسے حالات ہوں گے تو پھر عبادت کے لیے بالکل فارغ ہوں گے اور محنت اور مشقت سے بچ جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم آج کے دن ان دنوں سے بہتر ہو۔

(سنن الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ حدیث 2476)

تمہاری حالت، تمہاری عبادتیں، تمہارے معیار اس سے بہت بلند ہیں جو بعد میں آنے والوں کے کشائش کی صورت میں ہوں گے۔

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ہجرتِ حبشہ کے بارے میں لکھا ہے اس میں سے کچھ مَیں پہلے دوسرے صحابہؓ کے ذکر میں بیان کر چکا ہوں۔ مختصر یہاں ذکر کر دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ماہِ رجب پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتا چلتا ہے۔ اول یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے۔ بہرحال قریشِ مکہ کو ان لوگوں کی ہجرت کا جب علم ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے کہ یہ شکار مفت میں ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ چنانچہ انہوں نے ان مہاجرین کا پیچھا کیا مگر جب ان کے آدمی ساحل پر پہنچے تو جہاز روانہ ہو چکا تھا اور یہ لوگ ناکام واپس لوٹے۔ حبشہ میں پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 146-147)

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقعے پر مدینہ سے آئے ہوئے بارہ افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب یہ لوگ واپس مدینہ جانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو

ان کے ساتھ بھجوایا تاکہ وہ انہیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ مدینہ میں آپؓ قاری اور مقری، استاد کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الخامس صفحہ 175-176 "مصعب بن عمیر" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب المجلد الرابع صفحہ 37 "مصعب بن عمیر" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء) (السیرة النبویة لابن ھشام صفحہ 199، باب ارسال الرسولؐ مصعب بن عمیر مع وفد العقبة، دار ابن حزم بیروت لبنان 2009ء)

مقری یعنی استاد اس کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اوس اور خزرج کے انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ کوئی شخص ہمیں قرآن پڑھانے کے لیے بھیجیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الاول صفحہ 171 باب ذکر العقبة الاولیٰ الاثنی عشر، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

مدینے میں حضرت مصعبؓ نے حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے گھر قیام کیا۔ آپؓ نمازوں میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

(السیرة النبویة لابن ھشام صفحہ 199، باب ارسال الرسولؐ مصعب بن عمیر مع وفد العقبة، دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت مصعبؓ ایک عرصے تک حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے گھر قیام پذیر رہے لیکن بعد میں حضرت سعد بن معاذؓ کے گھر منتقل ہو گئے۔

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم مہاجرین حصہ اول صفحہ 272، دار الاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہ میں سب سے پہلے ہمارے پاس مدینہ تشریف لانے والے مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ تھے۔ مدینے پہنچ کر ان دونوں صحابہؓ نے ہمیں قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔

پھر عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابہ کو ساتھ لے کر آئے۔ اس کے بعد نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی مدینہ والوں کو اتنا خوش ہونے والا نہیں دیکھا تھا جتنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوش ہوئے تھے۔ بچیاں اور بچے بھی کہنے لگے تھے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب سورة الاعلیٰ حدیث 4941)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بارے میں مزید بیان کرتے ہیں کہ

"دارِ ارقم میں جو اشخاص ایمان لائے وہ بھی سابقین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں۔ اول مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنو عبدالدار میں سے تھے اور بہت شکیل اور حسین تھے اور اپنے خاندان

میں نہایت عزیز و محبوب سمجھے جاتے تھے۔ یہ وہی نوجوان بزرگ ہیں جو ہجرت سے قبل یثرب میں پہلے اسلامی مبلغ بنا کر بھیجے گئے اور جن کے ذریعہ مدینے میں اسلام پھیلا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 129)

پھر ایک سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں پہلے شخص تھے جنہوں نے ہجرت سے قبل جمعہ پڑھایا۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت عقبہ ثانیہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینے میں نماز جمعہ کے لیے اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے مدینے میں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس میں مدینے کے بارہ افراد شامل ہوئے۔ اس موقعے پر انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعے کی نماز پڑھائی۔ لیکن ایک روایت دوسری بھی ہے جس کے مطابق حضرت ابواُمامہ اَسْعَد بن زُرارہؓ تھے جنہوں نے مدینہ میں پہلا جمعہ پڑھایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 87-88 "مصعب بن عمیر"، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الاول صفحہ 171 باب ذکر العقبۃ الاولیٰ الاثنی عشر، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

بہرحال حضرت مصعبؓ پہلے مبلغ تھے۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسعد بن زُرارہ کو ساتھ لے کر انصار کے مختلف محلّوں میں تبلیغ کی غرض سے جاتے تھے۔ حضرت مصعبؓ کی تبلیغ سے بہت سے صحابہ مسلمان ہوئے جن میں کِبارِ صحابہ مثلاً حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ، حضرت محمد بن مَسلمہؓ، حضرت اُسید بن حُضیرؓ وغیرہ شامل تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 200، باب اول جمعۃ اقیمت بالمدینۃ، دار ابن حزم بیروت 2009ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 321، 326، 338، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت مصعبؓ کی تبلیغی مساعی اور کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

" مکّہ سے رخصت ہوتے ہوئے ان بارہ 12 نَو مسلمین نے درخواست کی کہ کوئی اسلامی معلم ہمارے ساتھ بھیجا جاوے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور ہمارے مشرک بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو جو قبیلہ عبدالدار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اسلامی مبلغ ان دنوں میں قاری یا مُقْرِئ کہلاتے تھے کیونکہ ان کا کام زیادہ تر قرآن شریف سنانا تھا، کیونکہ یہی تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ مصعبؓ بھی یثرب میں مقرئ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ مصعبؓ بن عمیر نے مدینہ پہنچ کر اسعد بن زُرارہؓ کے مکان پر قیام کیا جو مدینہ میں سب سے پہلے مسلمان تھے اور ویسے بھی ایک نہایت مخلص اور بااثر بزرگ تھے اور اسی مکان کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور چونکہ مدینہ میں مسلمانوں کو اجتماعی

زندگی نصیب تھی اور تھی بھی نسبتاً امن کی زندگی، اس لیے اسعد بن زرارہؓ کی تجویز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعبؓ بن عمیر کو جمعہ کی نماز کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح مسلمانوں کی اشتراکی زندگی کا آغاز ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا اور اوس و خزرج بڑی سرعت کے ساتھ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ بعض صورتوں میں تو ایک قبیلے کا قبیلہ ایک دن میں ہی سب کا سب مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ بنو عَبدالاُشْہَل کا قبیلہ بھی اسی طرح ایک ہی وقت میں اکٹھا مسلمان ہوا تھا۔ یہ قبیلہ انصار کے مشہور قبیلہ اوس کا ایک ممتاز حصہ تھا اور اس کے رئیس کا نام سعد بن معاذ تھا جو صرف قبیلہ بنو عبدالاشہل کے ہی رئیس اعظم نہ تھے بلکہ تمام قبیلہ اوس کے سردار تھے۔

جب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہوا تو سعد بن معاذ کو یہ برا معلوم ہوا اور انہوں نے اسے روکنا چاہا۔ "اسلام لانے سے پہلے یہ سعد بن معاذؓ بڑے مخالف تھے۔" مگر اسعد بن زرارہ سے ان کی بہت قریب کی رشتہ داری تھی یعنی وہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے اور اسعد مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لیے سعد بن معاذ خود براہ راست دخل دیتے ہوئے رکتے تھے کہ کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ایک دوسرے رشتہ دار اُسید بن الحضیر سے کہا کہ اَسعد بن زرارہ کی وجہ سے مجھے تو کچھ حجاب ہے۔ "مسلمان ہو گیا ہے اور اس کے ہاں تبلیغ کا ساتھ بھی دے رہا ہے۔" مگر تم جاکر مصعبؓ کو روک دو۔ "بجائے اَسعد بن زرارہؓ کو روکنے کے حضرت مصعبؓ کو روک دو" کہ ہمارے لوگوں میں یہ بے دینی نہ پھیلائیں اور اسعد سے بھی کہہ دو کہ یہ طریق اچھا نہیں ہے۔ اُسید قبیلہ عبدالاشہل کے ممتاز رؤساء میں سے تھے۔ حتّٰی کہ ان کا والد جنگ بُعَاث میں تمام اوس کا سردار رہ چکا تھا اور سعد بن معاذ کے بعد اسید بن الحضیر کا بھی اپنے قبیلہ پر بہت اثر تھا۔ چنانچہ سعد کے کہنے پر وہ مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کے پاس گئے اور مصعب سے مخاطب ہو کر غصہ کے لہجے میں کہا۔ تم کیوں ہمارے آدمیوں کو بے دین کرتے پھرتے ہو؟ اس سے باز آجاؤ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔ پیشتر اس کے کہ مصعب کچھ جواب دیتے اسعد نے آہستگی سے مصعب سے کہا کہ یہ اپنے قبیلہ کے ایک بااثر رئیس ہیں۔ ان سے بہت نرمی اور محبت سے بات کرنا۔

چنانچہ مصعب نے بڑے ادب اور محبت کے رنگ میں اسید سے کہا کہ آپ ناراض نہ ہوں بلکہ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر تشریف رکھیں اور ٹھنڈے دل سے ہماری بات سن لیں اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کریں۔ اُسید اس بات کو معقول سمجھ کر بیٹھ گئے۔ "سعید فطرت تھے،" اور مصعب نے انہیں قرآن شریف سنایا اور بڑی محبت کے پیرایہ میں اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا۔ اُسید پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہو گئے اور پھر کہنے لگے کہ میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے کہ جو اگر ایمان لے آیا تو ہمارا سارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا۔ تم ٹھہرو میں اسے ابھی یہاں بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسید اٹھ کر چلے گئے اور کسی بہانہ سے سعد بن معاذ کو مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کی طرف بھجوا دیا۔ سعد بن معاذ آئے اور بڑے غضبناک ہو کر اسعد بن زرارہ سے کہنے لگے کہ دیکھو اسعد تم اپنی قرابت داری کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔ "ابھی میں رشتہ داری کی وجہ سے چپ ہوں لیکن ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ۔" اس پر مصعبؓ نے اسی طرح نرمی اور محبت کے ساتھ ان کو ٹھنڈا کیا۔ "جیسے پہلے کو کیا تھا" اور کہا کہ آپ ذرا

تھوڑی دیر تشریف رکھ کر میری بات سن لیں اور پھر اگر اس میں کوئی چیز قابل اعتراض ہو تو بے شک ردّ کر دیں۔ سعد نے کہا۔ ہاں یہ مطالبہ تو معقول ہے اور اپنا نیزہ ٹیک کر بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسی طرح پہلے قرآن شریف کی تلاوت کی اور پھر اپنے دلکش رنگ میں اسلامی اصول کی تشریح کی۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یہ بت بھی رام تھا۔ "یعنی سعد بن معاذؓ جو تھے وہ بھی یہ باتیں سن کے رام ہو گئے۔ "چنانچہ سعد نے مسنون طریق پر غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھ دیا اور پھر اس کے بعد سعد بن معاذ اور اسید بن الحضیر دونوں مل کر اپنے قبیلہ والوں کی طرف گئے اور سعدؓ نے ان سے مخصوص عربی انداز میں پوچھا کہ اے بنی عبد الاشہل! تم مجھے کیسا جانتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا آپ ہمارے سردار اور سردار ابن سردار ہیں اور آپ کی بات پر ہمیں کامل اعتماد ہے۔ سعد نے کہا تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ۔ اس کے بعد سعد نے انہیں اسلام کے اصول سمجھائے اور ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی کہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسیدؓ نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی قوم کے بت نکال کر توڑے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسید بن الحضیرؓ جو اس دن مسلمان ہوئے دونوں چوٹی کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور انصار میں تو "حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "انصار میں تو لاریب ان کا بہت ہی بلند پایہ تھا۔ "کوئی شک نہیں اس میں، بہت بلند تھے۔ "بالخصوص سعد بن معاذؓ کو تو انصارِ مدینہ میں وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو مہاجرینِ مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کو حاصل تھی۔ یہ نوجوان نہایت درجہ مخلص، نہایت درجہ وفادار اور اسلام اور بانیٔ اسلام کا ایک نہایت جاں نثار عاشق نکلا اور چونکہ وہ اپنے قبیلہ کا رئیسِ اعظم بھی تھا اور نہایت ذہین تھا اسلام میں اسے وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو صرف خاص بلکہ اَخَصّ صحابہ کو حاصل تھی اور "حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "اور لاریب۔ اس کی جوانی کی موت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سعدؓ کی موت پر تو رحمٰن کا عرش بھی حرکت میں آگیا ہے۔ ایک گہری صداقت پر مبنی تھا۔ غرض اس طرح سرعت کے ساتھ اوس و خزرج میں اسلام پھیلتا گیا۔ یہود خوف بھری آنکھوں کے ساتھ یہ نظارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں یہ کہتے تھے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 224 تا 227)

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے بہت سے افراد مسلمان ہوئے۔ آپؓ سن تیرہ نبوی میں حج کے موقعے پر مدینے سے ستّر انصار کا وفد لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں، مختلف روایتوں سے لے کر، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ

"اگلے سال یعنی تیرہ نبوی کے ماہ ذی الحجہ میں حج کے موقعہ پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکہ میں آئے۔ ان میں ستر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مکہ آئے تھے۔ مصعبؓ بن عمیر بھی ان کے ساتھ تھے۔ مصعبؓ کی ماں زندہ تھی اور گو مشرکہ تھی، مگر ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے ان کو

کہلا بھیجا کہ پہلے مجھ سے آکر مل جاؤ پھر کہیں دوسری جگہ جانا۔ مصعبؓ نے جواب دیا کہ میں ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملا۔ آپؐ سے مل کر پھر تمہارے پاس آؤں گا۔

چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ سے مل کر اور ضروری حالات عرض کرکے پھر اپنی ماں کے پاس گئے۔" یہ بات سن کے، یہ دیکھ کر کہ پہلے مجھے ملنے نہیں آئے "وہ بہت جلی بھنی بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بہت روئی اور بڑا شکوہ کیا۔ مصعبؓ نے کہا ماں! میں تم سے ایک بڑی اچھی بات کہتا ہوں جو تمہارے واسطے بہت ہی مفید ہے اور سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ مصعبؓ نے آہستہ سے جواب دیا۔ بس یہی کہ بت پرستی ترک کرکے مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ وہ پکّی مشرکہ تھی سنتے ہی شور مچا دیا کہ مجھے ستاروں کی قسم ہے میں تمہارے دین میں کبھی داخل نہ ہوں گی اور اپنے رشتہ داروں کو اشارہ کیا کہ مصعبؓ کو پکڑ کر قید کر لیں مگر وہ بھاگ کر نکل گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 227)

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ذکر میں ابھی مزید ذکر بھی ہے جو جاری رہے گا لیکن کیونکہ آج دو جنازے غائب ہیں جو میں پڑھاؤں گا۔ ان کا ذکر بھی کرنا ہے۔ اس لیے یہاں میں حضرت مصعبؓ کا ذکر ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ خطبے میں بیان ہو گا۔

جو جنازے پڑھانے ہیں ان میں سے ایک مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب ابن مکرم ملک مظفر احمد صاحب ہیں جو 22 فروری کو 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کو ایک عرصے سے جگر کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے دس دن طاہر ہارٹ میں زیرِ علاج رہنے کے بعد آپ خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ملک منور احمد جاوید صاحب کے دادا (صوبیدار میجر) حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحبؓ تھے اور ان کے نانا حضرت شیخ عبدالکریم صاحبؓ تھے جن کا تعلق غازی پور ضلع گورداسپور سے تھا اور دادا جو تھے وہ دھرم کوٹ رندھاوا کے تھے۔ دونوں بزرگوں نے یعنی دادا اور نانا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور صحابیت کا شرف پایا۔ ملک منور جاوید صاحب کی شادی 1968ء میں سلمٰی جاوید صاحبہ سے ہوئی جو صوفی حامد صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں۔ حضرت حافظ صوفی غلام محمد صاحبؓ مبلغ ماریشس صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی نیز حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی ہیں۔

حضرت صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے۔ اس طرح ملک منور جاوید صاحب کے دادا اور نانا اور ان کی اہلیہ کے دادا اور نانا چاروں اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحابی تھے۔ اپنی زندگی وقف کرنے کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے ملک صاحب نے ایک موقعے پر کہا کہ وقف کی توجہ مجھے اس طرح پیدا ہوئی کہ جب میں 1982ء کے انصار اللہ کے اجتماع میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تقریر سن رہا تھا تو حضور نے اپنی تقریر میں وقف کی اہمیت بیان کی اور تقریر کے آخر پہ ایک جملہ جس کا مفہوم یہ تھا کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہارا آخری سانس وقف میں نکلے۔ کہتے ہیں یہ فقرہ جو تھا یہ میرے لیے ایک turning point

تھا۔ میں سوچتا رہا کہ کیا مَیں بھی وقف کر سکوں گا۔ بہرحال اس کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو وقف کے لیے پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور 10؍ اگست 1983ء کو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں وقفِ زندگی کی درخواست کی جس پر حضور رحمہ اللہ نے 18؍ اگست 1983ء کو آپ کا وقف منظور فرمایا اور وقف منظور فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ آپ اپنا کام سمیٹ کر بے شک آ جائیں۔ اس وقت یہ اپنا کاروبار بھی کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 28؍ اگست 1983ء کو آپ کا ابتدائی تقرر کیا جو وکالتِ صنعت و تجارت میں تھا۔ مورخہ یکم اکتوبر 1983ء سے آپ وکالت صنعت و تجارت میں حاضر ہو گئے۔ وقف سے قبل آپ نے ابتدائی سولہ سال سیکرٹیریٹ حکومت پنجاب میں سروس کی۔ اس کے بعد تقریباً دس سال ذاتی کاروبار کرتے رہے۔ نومبر 1983ء میں آپ مینیجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز مقرر ہوئے۔ 84ء میں معاون ناظر ضیافت مقرر ہوئے۔ 20؍ اپریل 1987ء سے جولائی 2016ء تک بطور نائب ناظر ضیافت فرائض ادا کرنے کی توفیق ملی۔ 1990ء میں جب کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ قائم ہوئی تو کفالت یکصد یتامیٰ کی کمیٹی کے پہلے سیکرٹری مقرر ہوئے اور قریباً بیس سال تک آپ کو اس خدمت کی توفیق ملی۔ 1968ء سے 1970ء تک مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں بطور قائد ضلع اور علاقہ لاہور رہے اور یہ تقریباً دس سال کا عرصہ خدمت کا بنتا ہے۔ انصار اللہ میں 84ء سے 14ء تک ان کو خدمت کا موقع ملا۔ 84ء سے 14ء اکتیس سال تک انصار اللہ پاکستان میں قائد تحریک جدید، قائد تربیت اور قائد اشاعت اور پھر یہ آخری پانچ سال نائب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان خدمت کی توفیق ملی۔

جب یہ سرکاری نوکری کرتے تھے تو اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک دفعہ ملک صاحب نے کہا کہ سروس کے دوران ہمارے ایک انچارج تھے۔ بڑے متعصّب انسان تھے اور اکثر اپنے مولویوں کو میرے پاس مباحثے کے لیے لاتے تھے۔ اس طرح ایک بار وہ علامہ پروفیسر خالد محمود صاحب کو لائے جو اس وقت کے بڑے جید عالم تھے۔ ان سے مباحثہ شروع ہوا۔ جب ان عالم صاحب سے کوئی بات نہ بن پڑی تو انہوں نے غصہ میں گالیاں دینا شروع کر دیں جو عام مولویوں کا طریقہ ہے۔ تو کہتے ہیں کہ میرے جو افسر انچارج تھے وہ ڈر گئے کہ کہیں معاملہ خراب ہی نہ ہو جائے۔ اس پر ان علامہ صاحب نے میرے انچارج کو جن کا نام عبدالرحمٰن تھا، حوصلہ دینے کے لیے کہا کہ، مولوی صاحب کے الفاظ بڑے ایسے ہیں جو دل سے یہ یقین رکھتے ہیں کہ جماعت کے افراد کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب نے کہا کہ، ان لوگوں نے خدا، رسول اور کتاب یعنی کلام الٰہی پر اتنے ظلم کیے کہ اللہ ان کو ہلاک کر دیتا یعنی کہ اللہ تعالیٰ پر، رسول پر اور قرآن کریم پر احمدیوں نے اتنے ظلم کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیتا لیکن کیوں ہلاک نہیں کیا؟ مولانا صاحب کہنے لگے یہ ہر بار اس وجہ سے بچ جاتے ہیں۔ یہ کیوں بچ جاتے ہیں؟ کیونکہ یہ اپنی نمازوں میں خوب روتے ہیں۔ تو ملک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا۔ علامہ صاحب! یہ بات آپ مجھے لکھ کر دے دیں۔ کہنے لگے کیوں؟ پنجابی میں کہنے لگے کہ 'اَج میں لکھ دیواں تے کل تُسی اخبار وچ چھپوا دیو گے۔' تو مطلب یہی ہے کہ ان کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ احمدیوں کی گریہ وزاری جو ہے وہ ہر وقت ان کے کام آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی سنتا ہے۔ اس کے باوجود کہ ہم غلط ہیں پھر بھی یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

ان لوگوں کی آنکھیں بھی کھولے اور قوم کو جو انہوں نے غلط رستے پہ ڈالا ہوا ہے، غلط رہنمائی کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ قوم کو ان کے دجل اور فریبوں سے بھی بچائے۔

ہمارے معاون ناظر ضیافت اسامہ اظہر صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ملک منور احمد جاوید صاحب اعلیٰ درجے کی انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ راتوں کو اٹھ کر دارالضیافت کا چکر لگاتے۔ کارکنوں سے جائزہ لیتے اور موسم کے مطابق ان کے لیے چائے اور انڈوں وغیرہ کا انتظام کرواتے۔ کارکنان دارالضیافت سے ان کا بہت محبت، شفقت اور ہمدردی کا سلوک تھا۔ ہر کارکن کے گھریلو حالات سے باخبر رہتے اور خاموشی سے ہر ممکن مالی مدد بھی کرتے۔

ان کے داماد ندیم صاحب کہتے ہیں اور بھانجے بھی ہیں کہ ملک صاحب نے ایک دفعہ ان کو کہا ایک پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ نمازوں کی تحریک کرتے اور خلافت سے محبت اور خدمتِ دین کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد ایک دن میں نے فیصلہ کیا کہ چونکہ میں ریٹائرڈ ہو گیا ہوں اس لیے طوعی چندوں کو نصف کر دیتا ہوں۔ آمد، الاؤنس جو ہے وہ اب کم ہو گیا ہے لہٰذا میں نے اپنے وعدہ جات کی لسٹ بنائی اور سو گیا۔ رات کو کہتے ہیں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مَیں عالمِ کَوْن کا خدا ہوں۔ سنا ہے کہ تم نے اپنے چندے آدھے کر دیے ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنی کائنات کی سیر کراؤں۔ لہٰذا اللہ نے مجھے خواب میں اپنے پہاڑ دکھائے، جنگل وادیاں دریا اور باغات دکھائے اور کہا کہ جب سب کا مَیں مالک ہوں تو تمہیں کس بات کی فکر۔ کہتے ہیں یہاں تک یہ بات میں نے سنی اور میری آنکھ کھل گئی اور مَیں نے جو چندے آدھے کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ ترک کر دیا اور اپنے چندے باقاعدہ اس طرح ادا کرنے شروع کر دیے۔

ان کی بیگم بتاتی ہیں کہ وقفِ زندگی سے پہلے جب یہ کاروبار کیا کرتے تھے تو بہت سی رقم جیب میں ڈال کر چادر اوڑھ کر سردیوں کی راتوں کو سڑک پر نکل جایا کرتے تھے اور کہتے تھے اس وقت ضرورت مند ملے گا تو وہ حقیقت میں بہت ضرورت مند ہو گا۔ لہٰذا ایک بار ایک آدمی کھڑا تھا جو بہت پریشان تھا اور اس نے بتایا کہ اس کی والدہ بہت سخت بیمار ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ انہوں نے وہ سارے پیسے اس کو دے دیے اور واپس گھر آ گئے۔

آصف مجید صاحب معاون ناظر ضیافت ہیں، مربی ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ رَش زیادہ ہونے کی صورت میں مہمانوں کو رہائش کی مشکلات پیش آتی تھیں اور بعض مہمان تو سرِعام اور دفتر میں آکر بھی بعض دفعہ سخت جملے اور الفاظ کہہ دیتے تھے مگر مرحوم بڑی خندہ پیشانی سے تمام بات سنتے اور بعض دفعہ تو کہتے ہیں مَیں نے انہیں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ تو مرحوم جن مہمانوں سے معافی مانگ رہے ہوتے ان میں سے بعض ان کے بچوں کی عمر کے بھی ہوتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے مہمانوں کے جانے کے بعد اظہار کیا کہ ملک صاحب مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے کہ آپ نے اس بچے سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی ہے۔ تو کہنے لگے تمہیں کیوں تکلیف ہوئی ہے؟ ہاتھ تو میں نے جوڑے ہیں تم نے نہیں۔ اور یاد رکھو کہ جس کے یہ مہمان ہیں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ تو مہمانوں کو منانے کے لیے ننگے پاؤں بھاگ کر مہمانوں کو راضی کر کے واپس لائے تھے۔

پھر آصف صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خاکسار ان کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا

کہ ایک دن ایک بزرگ بہت غصے سے میرے دفتر میں داخل ہوئے اور پنجابی میں ملک صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم ملک منور جاوید ہو۔ 'توں ای ملک منور جاوید ایں'۔ ملک صاحب کہنے لگے کہ میں ہی ملک منور جاوید ہوں۔ تو بزرگ مہمان مخاطب ہوئے اور کہنے لگے پنجابی میں کہ 'تیرے پیو دا لنگر خانہ اے'۔ تمہارے باپ کا یہ لنگر خانہ ہے؟ ملک صاحب نے جواب دیا کہ نہیں بابا جی۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر خانہ ہے۔ میرے اور آپ کے مشترکہ باپ کا لنگر خانہ ہے۔ یہ جواب سن کے وہ بزرگ مطمئن ہو گئے اور بڑے آرام سے اور محبت سے اپنا معاملہ بیان کیا اور چلے گئے۔

بعض دفعہ مہمان بھی زیادتی کر جاتے ہیں۔ مجھے بھی شکایتیں آتی ہیں کہ جی دارالضیافت میں یہ سلوک ہوا، وہ سلوک ہوا لیکن تحقیق کرو تو پتا لگتا ہے کہ مہمانوں میں بھی صبر نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ہمیں، ہمارے شعبے کو ان کی عزت کرنی چاہیے لیکن مہمانوں کو بھی چاہیے کہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں اور جب بعض دفعہ ایسی صورتحال ہو تو انتظامیہ سے تعاون کرنے کی کوشش کیا کریں۔ بہرحال ملک صاحب نے اپنے وقف کا حق ادا کر دیا۔ اور جب میں ناظر اعلیٰ تھا تو اس وقت مَیں ناظر ضیافت بھی تھا اور یہ نائب ناظر ضیافت تھے اور میں نے دیکھا ہے کہ جماعتی اموال کی بڑی درد سے فکر رکھتے تھے اور حق بات کہنے سے کبھی نہیں رکتے تھے۔ باوجود اس کے کہ میرے نائب تھے اگر جماعتی مفاد میں ان کے نزدیک کوئی چیز بہتر ہوتی اور میں نے کوئی اور بات کہی ہے تو بغیر جھجک میری رائے کے خلاف مشورہ دیتے اور کہتے کہ یہ اس طرح ہو تو زیادہ بہتر ہے اور یہی خوبی ہے جو ہر واقفِ زندگی میں ہونی چاہیے کہ اپنی رائے کو ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے صحیح طرح پیش کریں۔ خلافت سے وفا کا تعلق تو بہت بلند تھا جس کا اظہار ان کے ہر خط سے ہوتا تھا اور جب بھی ملے، ہر ملاقات سے اس کا اندازہ ہوتا تھا، وہ مجھے دو دفعہ ملے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بیوی اور بچوں کو صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی ان لوگوں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم پروفیسر منور شمیم خالد صاحب ابن شیخ محبوب عالم خالد صاحب کا ہے جو 16/فروری 2020ء کو ربوہ میں تقریباً اکیاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ جیسا کہ میں نے کہا ان کے والد شیخ محبوب عالم خالد صاحب تھے جو پہلے ٹی آئی (TI) کالج میں پروفیسر تھے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو ناظر بیت المال آمد بنایا۔ بڑا لمبا عرصہ یہ ناظر بیت المال آمد رہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کا صدر صدر انجمن احمدیہ کا تقرر کیا۔ یہ شمیم خالد صاحب ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ ثانی شاہدہ منور شمیم صاحبہ ہیں اور پہلی اہلیہ سے جو وفات پا گئی تھیں ان کا ایک بیٹا ہے۔ خالد انور صاحب جو کینیڈا میں ہیں۔ 1964ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کالج کے پرنسپل تھے اور صدر صدر انجمن احمدیہ بھی تھے اس وقت انہوں نے منور شمیم خالد صاحب کا نکاح مسجد مبارک میں پڑھایا تھا اور اس موقعے پر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ بھی فقرہ کہا کہ پروفیسر منور شمیم خالد جو میرے گہرے دوست پروفیسر محبوب عالم خالد صاحب کے بیٹے ہیں مجھے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہیں۔

خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ان کے والد صاحب کے ساتھ بھی بہت تعلق تھا۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ پاکستان میں ان کا خدمات کا سلسلہ اٹھائیس سال پر محیط ہے۔ جب تک کالج نیشنلائزڈ نہیں ہوئے یہ ٹی آئی کالج میں پروفیسر رہے۔ اس کے نیشنلائزڈ ہونے کے بعد بھی میرا خیال ہے ان کا زیادہ عرصہ ربوہ کے کالج میں ہی گزرا۔ یہ تو میں نے بتا دیا کہ وہ محبوب عالم خالد صاحب کے بیٹے تھے اور ان کے شمیم خالد صاحب کے دادا مولوی فرزند علی صاحب خان صاحب تھے۔ مولوی فرزند علی صاحب جو سابق امام مسجد لندن بھی رہے ہیں اور ناظر بیت المال بھی رہے ہیں۔

منور شمیم خالد صاحب کی دوسری اہلیہ شاہدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہتی ہیں کہ منور شمیم خالد صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ سب سے پہلا وصف خلیفۂ وقت سے والہانہ محبت اور عقیدت اور اطاعت تھی اور خطبات بہت غور سے سنتے تھے اور پھر بڑے نکات نکالا کرتے تھے۔ پابند صوم و صلوٰۃ، تہجد گزار، باجماعت پنجوقتہ نماز کے پابند، بیماری کی وجہ سے جب مسجد جانا ختم ہو گیا تو بہت محسوس کیا کرتے تھے اور اکثر رقت طاری ہوتی تھی کہ مَیں مسجد نہیں جا سکتا۔ انہوں نے اپنی بیماری کا عرصہ بھی بڑے صبر اور حوصلے سے اور ہمت سے گزارا ہے۔ کبھی اُف تک نہیں کی۔ نہ کوئی گلہ زبان پر لائے۔ ہمیشہ الحمد للہ زبان پر رہا۔ خدمتِ دین میں اخلاص و وفا اور محنت ان کی نمایاں خوبیاں تھیں۔ بڑی خاموشی سے خدمت کرنے والے تھے۔ نہایت شفیق، باوفا اور محبت سے پیش آنے والے وجود تھے۔ کالج میں جب پڑھاتے رہے ہیں تو کچھ عرصہ مَیں بھی ان کا شاگرد رہا ہوں اور جب مَیں امیر مقامی یعنی ناظرِ اعلیٰ تھا تو اس کے بعد انتہائی ادب اور احترام کا سلوک انہوں نے مجھ سے رکھا۔ کبھی یہ تاثر نہیں دیا کہ تم میرے شاگرد رہے ہو۔ نظامِ خلافت اور نظامِ جماعت کی انتہائی درجہ پابندی کرنے والے اور اطاعت کرنے والے تھے اور خلافت کے بعد بھی ان کا جو اظہارِ تعلق تھا وہ غیر معمولی تھا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان دونوں کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17 / مارچ تا 30 / مارچ 2020ء "خصوصی اشاعت بر موقع یوم مسیح موعودؑ" جلد 27 شمارہ 22 تا 25 صفحہ 07 تا 11)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06/ مارچ 2020ء بمطابق 06/ امان 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کا ذکر ہوا تھا جس کا کچھ حصہ رہ گیا تھا جو آج مَیں بیان کروں گا۔

حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ مدینے کے مبلغ کے طور پر ان کو بھیجا گیا تھا اور ان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار خبر دی جارہی تھی کہ تمہارے لیے ہجرت کا وقت آرہا ہے اور آپؐ پر یہ بھی کھل چکا تھا کہ آپؐ کی ہجرت کا مقام ایک ایسا شہر ہے جس میں کنویں بھی ہیں اور کھجوروں کے باغ بھی پائے جاتے ہیں۔ پہلے آپؐ نے یمامہ کی نسبت خیال کیا کہ شاید وہ ہجرت کا مقام ہو گا مگر جلد ہی یہ خیال آپؐ کے دل سے نکال دیا گیا اور آپؐ اس انتظار میں لگ گئے کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق جو شہر بھی مقدر ہے وہ اپنے آپ کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لیے پیش کرے گا۔ اسی دوران میں حج کا زمانہ آگیا۔ عرب کے چاروں طرف سے لوگ مکہ میں حج کے لیے جمع ہونے شروع ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق جہاں کچھ آدمیوں کو کھڑا دیکھتے تھے ان کے پاس جا کر انہیں توحید کا وعظ سنانے لگ جاتے تھے اور خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیتے تھے اور ظلم اور بدکاری اور فساد اور شرارت سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے۔ بعض لوگ آپ کی بات سنتے اور حیرت کا اظہار کر کے جدا ہو جاتے۔ بعض باتیں سن رہے ہوتے تو مکہ والے آکر ان کو وہاں سے ہٹا دیتے تھے۔ بعض جو پہلے سے مکہ والوں کی باتیں سن چکے ہوتے وہ ہنسی اڑا کر آپ سے جدا ہو جاتے۔ اسی حالت میں آپ منیٰ کی وادی میں پھر رہے تھے کہ چھ سات آدمی جو مدینہ کے باشندے تھے آپؐ کی نظر پڑے۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ آپ لوگ کس قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا خزرج قبیلہ کے ساتھ۔ آپؐ نے کہا وہی قبیلہ جو یہودیوں کا حلیف ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کیا آپ لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری باتیں سنیں گے؟ ان لوگوں نے چونکہ آپؐ کا ذکر سنا ہوا تھا اور دل میں آپؐ کے دعویٰ سے کچھ دلچسپی تھی، انہوں نے آپؐ کی بات مان لی اور آپؐ کے پاس بیٹھ کر آپؐ کی باتیں سننے لگ گئے۔ آپؐ نے انہیں بتایا کہ خدا کی بادشاہت قریب آرہی ہے، بت اب دنیا سے مٹا دیے جائیں گے، توحید کو دنیا میں قائم کر دیا جائے گا۔ نیکی اور تقویٰ پھر ایک دفعہ دنیا میں قائم ہو جائیں گے۔ کیا مدینہ کے لوگ اس عظیم الشان نعمت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں؟" ان لوگوں نے کہا" انہوں نے آپؐ کی باتیں سنیں اور متاثر ہوئے اور

کہا آپؐ کی تعلیم کو تو ہم قبول کرتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ مدینہ اسلام کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے یا نہیں اس کے لیے ہم اپنے وطن جا کر اپنی قوم سے بات کریں گے پھر ہم دوسرے سال اپنی قوم کا فیصلہ آپؐ کو بتائیں گے۔ یہ لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں میں آپؐ کی تعلیم کا ذکر کرنا شروع کیا۔ اس وقت مدینہ میں دو عرب قبائل اَوس اور خزرج بستے تھے اور تین یہودی قبائل یعنی بنو قریظہ اور بنو نضیر اور بنو قینقاع۔ اَوس اور خزرج کی آپس میں لڑائی تھی۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر اوس کے ساتھ اور بنو قینقاع خزرج کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ مدتوں کی لڑائی کے بعد ان میں یہ احساس پیدا ہو رہا تھا کہ ہمیں آپس میں صلح کر لینی چاہیے۔

آخر باہمی مشورہ سے یہ قرار پایا کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول جو خزرج کا سردار تھا اسے سارا مدینہ اپنا بادشاہ تسلیم کر لے۔ یہودیوں کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اوس اور خزرج بائبل کی پیشگوئیاں سنتے رہتے تھے۔ جب یہودی اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کا حال بیان کرتے تو اس کے آخر میں یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک نبی جو موسیٰ کا مثیل ہو گا ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کا وقت قریب آ رہا ہے۔ جب وہ آئے گا ہم پھر ایک دفعہ دنیا پر غالب ہو جائیں گے، یہود کے دشمن تباہ کر دیے جائیں گے۔ جب ان حاجیوں سے مدینہ والوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو سنا آپؐ کی سچائی ان کے دلوں میں گھر کر گئی اور انہوں نے کہا یہ تو وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کی یہودی ہمیں خبر دیا کرتے تھے۔ پس بہت سے نوجوان" یہ سن کر "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی سچائی سے متاثر ہوئے اور یہودیوں سے سنی ہوئی پیشگوئیاں ان کے ایمان لانے میں مؤید ہوئیں۔" مددگار ہو گئیں۔

" چنانچہ اگلے سال حج کے موقع پر پھر مدینہ کے لوگ آئے۔ بارہ آدمی اس دفعہ مدینہ سے یہ ارادہ کر کے چلے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ ان میں سے دس خزرج قبیلہ کے تھے اور دو اوس کے۔ منیٰ میں وہ آپ سے ملے اور انہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کیا کہ وہ سوائے خدا کے اَور کسی کی پرستش نہیں کریں گے، وہ چوری نہیں کریں گے، وہ بدکاری نہیں کریں گے، وہ اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے، وہ ایک دوسرے پر جھوٹے الزام نہیں لگائیں گے، نہ وہ خدا کے نبی کی دوسری نیک تعلیمات میں نافرمانی کریں گے۔

یہ لوگ واپس گئے تو انہوں نے اپنی قوم میں اَور بھی زیادہ زور سے تبلیغ شروع کر دی۔ مدینہ کے گھروں میں سے بت نکال کر باہر پھینکے جانے لگے۔ بتوں کے آگے سر جھکانے والے لوگ اب گردنیں اٹھا کر چلنے لگے۔ خدا کے سوا اب لوگوں کے ماتھے کسی کے سامنے جھکنے کے لیے تیار نہ تھے۔ یہودی حیران تھے کہ صدیوں کی دوستی اور صدیوں کی تبلیغ سے جو تبدیلی وہ نہ پیدا کر سکے اسلام نے وہ تبدیلی چند دنوں میں پیدا کر دی۔ توحید کا وعظ مدینہ والوں کے دلوں میں گھر کرتا جاتا تھا۔ یکے بعد دیگرے لوگ آتے اور مسلمانوں سے کہتے ہمیں اپنا دین سکھاؤ لیکن مدینہ کے نَو مسلم نہ تو خود اسلام کی تعلیم سے پوری طرح واقف تھے اور نہ ان کی تعداد اتنی تھی کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں کو اسلام کے متعلق تفصیل سے بتا سکیں۔ اس لیے انہوں نے مکہ میں ایک آدمی بھجوایا اور مبلغ کی درخواست کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصعَبؓ نامی ایک صحابی کو جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے

مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لیے بھجوایا۔ مُصْعَبؓ مکہ سے باہر پہلا اسلامی مبلغ تھا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 214 تا 216)

ایک اَور جگہ اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ "جب مدینہ والوں کو اسلام کی خبر ہوئی اور ایک حج کے موقعہ پر کچھ اہل مدینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپؐ کی صداقت کے قائل ہو گئے تو انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم سے ذکر کیا کہ جس رسول کی آمد کا مدینہ میں رہنے والے یہودی ذکر کیا کرتے تھے وہ مکہ میں پیدا ہو گیا ہے اس پر ان کے دلوں میں رسول کریمؐ کی طرف رغبت پیدا ہو گئی اور انہوں نے دوسرے حج پر ایک وفد بنا کر آپؐ کی طرف بھجوایا اس وفد نے جب آپؐ سے تبادلۂ خیالات کیا تو آپؐ پر ایمان لے آیا اور آپؐ کی بیعت کر لی۔ چونکہ اس وقت مکہ میں آپؐ کی شدید مخالفت تھی یہ ملاقات ایک وادی میں مکہ والوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوئی اور وہیں بیعت بھی ہوئی۔ اس لیے اسے بیعت عقبہ کہتے ہیں۔ "عقبہ کا مطلب ہے کہ دشوار گزار گھاٹی یا پہاڑی، دشوار گزار پہاڑی راستہ۔ تو "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مدینہ کے مومنوں کی تنظیم کے لیے افسر مقرر کیا اور اسلام کی اشاعت کی تاکید کی اور ان کی امداد کے لیے اپنے ایک نوجوان صحابی مُصْعَب ابن عمیر کو بھجوایا تا کہ وہ وہاں کے مسلمانوں کو دین سکھائیں......

یہ لوگ جاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعوت بھی دے گئے کہ اگر مکہ چھوڑنا پڑے تو آپؐ مدینہ تشریف لے چلیں۔ جب یہ لوگ واپس گئے تو تھوڑے ہی عرصہ میں مدینے کے لوگوں میں اسلام پھیل گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور صحابہ کو مدینہ بھجوا دیا جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے... اس کے بعد ہجرت کا حکم ملنے پر آپؐ خود وہاں تشریف لے گئے اور آپؐ کے جاتے ہی بہت تھوڑے عرصہ میں وہ سب اہلِ مدینہ جو مشرک تھے مسلمان ہو گئے۔"

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 171) (فرہنگ سیرت صفحہ 203 "عقبہ" زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ الجزء الثالث صفحہ 88 مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ بدر اور احد میں مہاجرین کا بڑا جھنڈا حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا۔ غزوۂ بدر میں مہاجرین کا بڑا جھنڈا حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 89 مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر دوسری روایت اس طرح ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھی ہے کہ غزوۂ احد میں بھی مہاجرین کا جھنڈا حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا۔

"آپؐ نے لشکر اسلامی کی"، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلامی کی "صف بندی کی اور مختلف دستوں کے جدا جدا امیر مقرر فرمائے۔ اس موقعہ پر آپؐ کو یہ اطلاع دی گئی کہ لشکر قریش کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں

ہے۔ طلحہ اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو قریش کے مورث اعلیٰ قُصَیّ بن کِلَاب کے قائم کردہ انتظام کے ماتحت جنگوں میں قریش کی علمبرداری کا حق رکھتا تھا۔ یہ معلوم کر کے" جب یہ پتا لگا تو" آپؐ نے فرمایا۔ ہم قومی وفاداری دکھانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ سے مہاجرین کا جھنڈا لے کر مُصْعَب بن عمیرؓ کے سپرد فرما دیا جو اسی خاندان کا ایک فرد تھا جس سے طلحہ تعلق رکھتا تھا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 488)

حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ غزوۂ احد کے روز حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لڑ رہے تھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابن قَمِئَۃ نے شہید کیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 383، غزوہ احد، مقتل مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

تاریخ میں آتا ہے کہ غزوۂ احد کے علمبردار حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ نے جھنڈے کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا۔ غزوۂ احد کے روز حضرت مُصْعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے کہ ابن قَمِئَۃ نے جو گھوڑے پر سوار تھا حملہ آور ہو کر حضرت مُصْعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائیں بازو پر جس سے آپؓ نے جھنڈا تھام رکھا تھا تلوار سے وار کیا اور اسے کاٹ دیا۔ اس پر حضرت مُصْعَبؓ یہ آیت تلاوت کرنے لگے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اور جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ ابن قَمِئَۃ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ ڈالا تو آپؓ نے دونوں بازوؤں سے اسلامی جھنڈے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد ابن قَمِئَۃ نے تیسری مرتبہ نیزے سے حملہ کیا اور حضرت مُصْعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے میں گاڑ دیا۔ نیزہ ٹوٹ گیا۔ حضرت مُصْعَبؓ گر پڑے۔ اس پر بنو عبد الدار میں سے دو آدمی سُوَیبِط بن سعد بن حَرْمَلَہ اور ابورُوم بن عُمیر آگے بڑھے اور جھنڈے کو ابورُوم بن عُمیر نے تھام لیا اور وہ انہی کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ مسلمان واپس ہوئے اور مدینہ میں داخل ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ89 مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

شہادت کے وقت حضرت مُصْعَبؓ کی عمر چالیس سال یا اس سے کچھ زائد تھی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ 176 مُصْعَب بن عُمیر دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت خاتم النبیینؐ میں اس طرح لکھا ہے کہ "قریش کے لشکر نے قریباً چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے ہر آن دباتا چلا آتا تھا اس پر بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبد اللہ بن قَمِئَہ نے مسلمانوں کے علمبردار مُصْعَب بن عمیرؓ پر حملہ کیا اور اپنی تلوار کے وار سے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ گرایا۔ مُصْعَبؓ نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا اور ابن قَمِئَہ کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے مگر اس نے دوسرے وار میں ان کا دوسرا ہاتھ بھی قلم کر دیا۔ اس پر مُصْعَبؓ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر گرتے ہوئے اسلامی جھنڈے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسے چھاتی سے چمٹا لیا۔ جس پر ابن قَمِئَہ نے ان پر تیسرا وار کیا اور اب کی دفعہ مُصْعَبؓ شہید ہو کر گر گئے۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا مگر چونکہ مُصْعَبؓ کا ڈیل ڈول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا ابن قَمِئَہ نے سمجھا کہ مَیں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے یا یہ بھی

ممکن ہے کہ اس کی طرف سے یہ تجویز محض شرارت اور دھوکا دہی کے خیال سے ہو۔ بہر حال اس نے مُصْعَبؓ کے شہید ہو کر گرنے پر شور مچا دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہو گئی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 493)

جنگ احد میں مسلمانوں کا جو حوصلہ تھا اس کے پست ہونے کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہوئی تھی لیکن بہر حال بعد میں اکٹھے بھی ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت مُصْعَبؓ کی نعش کے پاس پہنچے تو ان کی نعش چہرے کے بل پڑی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:24)

کہ مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز اپنے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ يَشْهَدُ أَنَّكُمُ الشُّهَدَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ کہ خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بھی اللہ کے ہاں شہداء ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کی زیارت کر لو اور ان پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ حضرت مُصْعَبؓ کے بھائی حضرت ابورُوم بن عُمَیر، حضرت سُوَیبط بن سعد اور حضرت عامر بن ربیعہ نے حضرت مُصْعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں اتارا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 89-90 مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

"احد کے شہداء میں ایک صاحب مُصْعَب بن عمیرؓ تھے۔ یہ وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو مدینہ میں اسلام کے مبلغ بن کر آئے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مُصْعَبؓ مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور بانکے سمجھے جاتے تھے اور بڑے ناز و نعمت میں رہتے تھے۔

اسلام لانے کے بعد ان کی حالت بالکل بدل گئی۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ان کے بدن پر ایک کپڑا دیکھا جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپؐ کو ان کا وہ پہلا زمانہ یاد آ گیا تو آپؐ چشم پُر آب ہو گئے۔ احد میں جب مُصْعَبؓ شہید ہوئے تو ان کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ جس سے ان کے بدن کو چھپایا جا سکتا۔ پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا اور سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سر کو کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 501)

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے افطار کے وقت کھانا لایا گیا اور وہ روزے سے تھے۔ کہنے لگے کہ مُصْعَب بن عمیرؓ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ ایک ہی چادر میں کفنائے گئے۔ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے۔ اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی کہا کہ حمزہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ان کے بعد وہ کہنے لگے ہمیں دنیا کی وہ کشائش ہوئی جو ہوئی یا یوں کہا کہ ہمیں دنیا سے وہ کچھ دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی ہی نہ مل گیا ہو۔ پھر وہ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا لم یوجد الا ثوب واحد حدیث 1275)

اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت اور اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کا سلوک ان کے سامنے آگیا جس کی وجہ سے وہ جذباتی ہوگئے کہ ایسی کشائش ہمیں مل گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہیں بدلہ نہ دے دیا ہو یہ نہ ہو کہ وہاں جا کے ہمیں کچھ نہ ملے۔

حضرت خَبَّابْ بن اَرَتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وطن چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی ہم چاہتے تھے اور ہمارا بدلہ اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ ہم میں سے ایسے بھی ہیں جو مر گئے اور انہوں نے اپنے بدلے سے کچھ نہیں کھایا۔ انہی میں سے حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ بھی ہیں اور ہم میں ایسے بھی ہیں جن کا میوہ پک گیا اور وہ اس میوے کو چن رہے ہیں۔ حضرت مُصْعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد کے دن شہید ہوئے اور ہمیں صرف ایک ہی چادر ملی جس سے ہم ان کو کفناتے۔ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا۔ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا لم یجد کفنا الا ما یواری راسه ...... حدیث 1276)

ترمذی کی ایک روایت ہے حضرت علی بن ابوطالبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نجیب رفیق عنایت فرمائے ہیں یا فرمایا کہ نقباء عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ عطا کیے گئے ہیں تو ہم نے عرض کیا وہ کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں اور میرے دونوں بیٹے، جعفر اور حمزہ، ابوبکر، عمر، مُصْعَب بن عُمیر، بلال، سلمان، مقداد، ابوذر، عمّار اور عبداللہ بن مسعود۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث 3785)

حضرت عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد کہا کرتے تھے کہ حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ جب ایمان لائے اس وقت سے غزوۂ احد میں شہید ہونے تک میرے دوست اور ساتھی رہے۔ وہ ہمارے ساتھ دونوں ہجرتوں میں حبشہ گئے۔ مہاجرین میں وہ میرے رفیق تھے۔ میں نے ایسا آدمی کبھی نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ خوش اخلاق ہو اور ان سے کم جس سے اختلاف ہو۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 87 مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احد کے بعد مدینہ لوٹے تو آپؐ کو حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کی بیوی

حضرت حَمۡنَہ بنت جَحۡش ملیں۔ لوگوں نے انہیں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر لوگوں نے انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہ کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر لوگوں نے انہیں ان کے خاوند حضرت مُصۡعَب بن عمیرؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔ اس پر وہ رونے لگیں اور بے چین ہو گئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے اس کے خاوند کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہوتا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 396، غزوہ احد مطبوعہ دار ابن حزم بیروت2009ء)

ایک دوسری روایت میں حضرت حَمۡنَہ بنت جحش کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ تمہارا بھائی شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے کہا اللہ اس پر رحم کرے اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ لوگوں نے کہا تمہارے خاوند بھی شہید کر دیے گئے ہیں وہ کہنے لگیں ہائے افسوس! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو خاوند سے ایسا تعلق ہے جو کسی اَور سے نہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی البکاء علی المیت حدیث1590)

یہ واقعہ ایک خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے انداز میں بھی بیان فرمایا ہے جس میں حضرت مُصۡعَب بن عمیرؓ کی شہادت کا واقعہ اور ان کی شہادت پر ان کی بیوی کے جو جذبات تھے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اس طرح آپؒ فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ یا صحابیات جن کے اقرباء کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی ان کو ٹھہر ٹھہر کر اس انداز میں خبر دیتے کہ صدمہ یکلخت دل کو مغلوب نہ کر لے۔

چنانچہ جس وقت حضور کی خدمت میں حضرت عبداللہ کی بہن حمنہ بنت جحش حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا اے حمنہ! تو صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کس کے ثواب کی؟ آپؐ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہ کی۔ تب حضرت حمنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۔ غَفَرَ لَہٗ وَ رَحِمَہٗ ھَنِیۡئًا لَہُ الشَّھَادَۃَ۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ اس نے عرض کی کہ یہ کس کے ثواب کی۔ آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی عبداللہ کی۔ اس پر حمنہ نے پھر یہی کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ غَفَرَ لَہٗ وَ رَحِمَہٗ ھَنِیۡئًا لَہُ الشَّھَادَۃَ۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا حضور یہ کس کے لیے؟ فرمایا مُصۡعَب بن عمیرؓ کے لیے۔

اس پر حمنہ نے کہا ہائے افسوس! یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واقعی شوہر کا بیوی پر بڑا حق ہے کہ کسی اَور کا نہیں۔ اس سے پوچھا مگر تو نے ایسا کلمہ کیوں کہا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے اس کے بچوں کی یتیمی یاد آ گئی تھی جس سے میں پریشان ہو گئی اور پریشانی کی حالت میں یہ کلمہ میرے منہ سے نکل گیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصۡعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے حق میں یہ دعا کی کہ اے اللہ! ان کے سرپرست اور بزرگ ان پر شفقت اور مہربانی کریں اور ان کے ساتھ سلوک سے پیش آویں۔

(ماخوذ از خطابات طاہر قبل از خلافت صفحہ 363)

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ اچھا سلوک رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ یہاں حضرت مُصْعَبؓ کا ذکر ختم ہوا۔ ان شاء اللہ آئندہ اگلے صحابی کا ذکر ہو گا۔

آج کل جو کورونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اب مَیں چند باتیں اس کے بارے میں بھی کہہ کر احباب کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ جیسا کہ حکومتوں اور محکموں کی طرف سے حکومتوں کے اعلان ہو رہے ہیں۔ ان احتیاطی تدابیر پر ہمیں، سب کو عمل کرنا چاہیے۔ بعض ہومیو پیتھی دوائیاں بہت شروع میں مَیں نے ہومیو پیتھ سے مشورہ کر کے بتائی تھیں جو حفظِ ماتقدم کے طور پر بھی ہیں اور بعض علاج کے طور پر بھی۔ ان کو استعمال کرنا چاہیے۔ یہ ایک ممکنہ علاج ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سو فیصد علاج ہے یا اس وائرس کا ہومیو پیتھک کو پتا ہے۔ یہ ایسی وائرس ہے جس کا کوئی علم نہیں لیکن اس کے قریب ترین اس قسم کی بیماری کا جو ممکنہ علاج ہو سکتا تھا اس کے مطابق یہ دوائیاں تجویز کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں شفا بھی رکھے۔ اس لیے استعمال کرنا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی احتیاطی تدابیر بھی ضروری ہیں جیسا کہ اعلان ہو رہے ہیں۔

اس بارے میں یہ بھی ضروری ہے کہ مجمعے سے بچیں۔ مسجد میں آنے والوں کو بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ اگر ہلکا سا بھی بخار ہے، جسم ٹوٹ رہا ہے یا چھینکیں نزلہ وغیرہ ہے تو پھر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔ مسجد کے بھی کچھ حقوق ہیں اور یہ مسجد کا حق ہے کہ وہاں کوئی ایسا شخص نہ آئے جس سے دوسرے متاثر ہو سکتے ہوں۔ کسی بھی لگنے والی بیماری کا مریض جو ہے اس کو مسجد میں آنے سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ ویسے تو عمومی طور پر بھی اور آج کل خاص طور پہ چھینک لیتے وقت بھی ہر ایک کو چاہیے کہ چھینک لیتے وقت منہ پر ہاتھ رکھے یا منہ پر رومال رکھنا چاہیے۔ بعض نمازی بھی یہ شکایت کرتے ہیں کہ بعض لوگ ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے چھینکتے ہیں اور منہ کے سامنے نہ ہاتھ رکھتے، نہ رومال رکھتے ہیں اور پھر اتنی زور سے چھینک ہوتی ہے کہ اس کے چھینٹے ہم پر بھی پڑ جاتے ہیں تو یہ جو ساتھ کے نمازی ہیں ان کا بھی حق ہے اس لیے ہر ایک کو، نمازیوں کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور آج کل جیسا کہ میں نے کہا خاص طور پر اس کی احتیاط کی ضرورت ہے۔ آج کل جو ڈاکٹرز احتیاط بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرہ صاف رکھیں۔ ہاتھ اگر گندے ہیں تو چہرے پر ہاتھ نہ لگائیں اور ہاتھوں پر سینیٹائزر (sanitizer) لگا کر رکھیں یا دھوتے رہیں لیکن مسلمانوں کے لیے، ہمارے لیے اگر کوئی پانچ وقت کا نمازی ہے اور پانچ وقت باقاعدہ وضو بھی کر رہے ہیں، ناک میں پانی بھی چڑھا رہے ہیں اور اس سے ناک صاف ہو رہا ہے اور صحیح طرح وضو کیا جا رہا ہے تو یہ صفائی کا ایک ایسا اعلیٰ معیار ہے جو سینیٹائزر کی کمی بھی پورا کر دیتا ہے۔

آج کل کیونکہ مارکیٹ سے سینیٹائزر بھی سنا ہے غائب ہو چکے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے پینک (panic) میں سب کچھ خرید لیا ہے، دکان کے شیلف خالی ہیں اور خاص طور پہ ایسی چیزیں جو اس کام کے لیے استعمال ہو سکتی ہیں۔ بہر حال جو وضو ہے اور اگر صحیح طرح وضو کیا جائے تو ظاہری صفائی بھی ہے اور انسان جب وضو کرے گا اور پھر نماز بھی پڑھے گا تو یہ ایک روحانی صفائی کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور پھر آج کل تو خاص طور پر دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے اس طرف ہمیں خاص توجہ دینی چاہیے۔ مسجدوں کے حق کے بارے میں مَیں

نے ذکر کیا تو یہ بھی ذکر کر دوں کہ خاص طور پر سردیوں میں بھی اور عام بھی مسجد میں آنے والوں کو جو جرابیں پہن کے آتے ہیں جرابیں بھی روزانہ تبدیل کرنی چاہئیں اور دھونی چاہئیں۔ اگر جرابوں میں سے، پیروں میں سے بو آ رہی ہو تو ساتھ کھڑے نمازیوں کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہے یا جو پیچھے نمازی ہے صف میں سجدہ کر رہا ہے اس کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہے۔ اس بارے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ حکم تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بو والی چیز مثلاً لہسن پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ آؤ۔

(سنن ابو داؤد کتاب الاطعمة باب فی اکل الثوم حدیث 3823)

بعض دفعہ ڈکار وغیرہ بھی آتے ہیں یا ویسے منہ سے بو آتی ہے اس کی وجہ سے دوسرے جو نمازی ہیں ان کی طبیعت پہ یہ گراں گزرتا ہے اور نمازیوں کے لیے اور مسجد کے ماحول کے لیے بھی یہ تکلیف دہ صورت حال ہو جاتی ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ مسجد میں آؤ تو خوشبو لگا کر آیا کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعة باب الدھن للجمعة حدیث 883)

بلکہ اتنی احتیاط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچا گوشت لے کر مسجد کے اندر سے بھی نہ گزرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد حدیث 748)

کجا یہ کہ انسان وہاں بیٹھا ہو۔ پس جسم کی صفائی اور فضا کی صفائی بھی ایک نمازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس طرف خاص توجہ دینی چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اس بہانے سے مسجد میں آنا چھوڑ دیں۔ اپنی ظاہری حالت کو دیکھ کر اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہیے اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال کو جانتا ہے اور اس لیے اگر کوئی بیماری ہے تو ڈاکٹر سے تسلی بھی کروا لیں کہ یہ کس قسم کی بیماری ہے لیکن ایک دو دن پرہیز کرنا بھی بہتر ہے۔

پھر یہ ہے کہ آج کل کہا جا رہا ہے مصافحوں سے پرہیز کرو۔ یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ کوئی پتا نہیں کس کے ہاتھ کس قسم کے ہیں۔ اس لحاظ سے گو مصافحوں سے تعلق بڑھتا ہے، محبت بڑھتی ہے لیکن آج کل اس بیماری کی وجہ سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اب دنیادار جو ہیں جو پہلے شور مچایا کرتے تھے وہ بھی مصافحے نہیں کرتے۔ عورتوں سے مصافحے نہیں کرتے۔ مردوں سے مصافحے نہیں کرتے۔ ان کے بھی لطیفے بننے لگ گئے ہیں۔ اب جرمنی کی چانسلر جو ہے اس سے اس کے وزیر نے مصافحے سے انکار کر دیا اور اس پر ایک لطیفہ بنا ہوا ہے۔ یہاں بھی ممبر پارلیمنٹ نے کہا کہ ہم جو یہ مصافحے کر رہے ہیں کورونا وائرس کی وجہ سے ہم اس سے بچ رہے ہیں اور یہ بڑا اچھا ہے کیونکہ ہماری تو روایت ہی یہ نہیں کہ مصافحے کریں۔ ہماری تو روایت یہ ہے کہ سلیوٹ کیا کرتے تھے یا سر پر سے ہیٹ اتار کے جھکا کرتے تھے۔ تو یہ رواج جو پڑ گیا ہے۔ پھر اس نے یہاں تک بھی یہ کہہ دیا کہ عورتوں کو ہم مصافحے کرتے ہیں بلکہ گلے مل کے kiss کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ بھی ہمیں پتا نہیں کہ عورت کو پسند بھی ہے کہ نہیں اور بلاوجہ ہم زبردستی یہ ساری حرکتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بات تو ماننے کو تیار نہیں تھے لیکن اس بیماری نے، اس وبا نے ان کو کم از کم اس طرف توجہ دلا دی ہے۔ اللہ کرے خدا تعالیٰ کی طرف بھی ان کی توجہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تو ان کو اختلاف تھا جب ہم کہتے تھے اور بڑے پیار سے کہتے تھے کہ اس طرح عورت مرد کا سلام کرنا،

مصافحہ کرنا ہمیں منع ہے تو اس پر ان کے بڑے شور تھے لیکن اب سنا ہے اکثر محکموں میں اور مختلف جگہوں پہ بھی یہ لوگ انکار کرتے ہیں اور بڑے rude طریقے سے کرتے ہیں۔ ہم تو پھر پیار سے اور بڑی نرمی سے کہا کرتے تھے کہ یہ ہماری تعلیم ہے لیکن اب یہ کورونا وائرس کے ڈر سے اس حد تک محتاط ہو گئے ہیں کہ وہاں اخلاق کا بھی کوئی پاس نہیں ہے۔ بہر حال اس وبا نے اس لحاظ سے کچھ حد تک ان کی اصلاح کر دی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا اللہ کرے کہ یہ اصلاح اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس وبا نے اور کتنا پھیلنا ہے اور کس حد تک جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کیا تقدیر ہے لیکن اگر یہ بیماری خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد مختلف قسم کی وبائیں، امراض، زلزلے، طوفان بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بد اثرات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور ہر احمدی کو ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے اور اپنی روحانی حالت کو بھی بہتر کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور دنیا کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو توفیق دے کہ وہ بجائے دنیاداری میں زیادہ پڑنے کے اور خدا تعالیٰ کو بھولنے کے اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچاننے والے بھی ہوں۔

اب اس کے بعد مَیں بعض جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ عزیزم تنزیل احمد بٹ کا ہے جو عقیل احمد بٹ صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ چھوٹا بچہ گیارہ سال کا تھا۔ ستائیس فروری 2020ء کو اس کی وفات ہوئی۔ وفات کیا ہے میرے نزدیک تو یہ شہادت ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ تنزیل احمد بٹ شاہدرہ کالونی دہلی گیٹ لاہور کو اس کی ہمسائی خاتون نے 27/ فروری کو ظالمانہ طریقے سے قتل کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مولویوں کے فتووں نے وہاں پاکستان میں احمدیوں کو کسی بھی بہانے سے قتل کرنا بڑا آسان بنا دیا ہے۔ یہ قتل بھی اس کا نتیجہ ہے اور اس لحاظ سے مَیں تو اس عزیز کو شہداء میں شامل کرتا ہوں۔ وجہ جو بھی ہوئی لیکن اس کے پیچھے احمدیت کا جو ایک بغض ہے وہ بہر حال ہے اور معصوم بچہ تھا۔ اب تک جو رپورٹیں ملی ہیں اس کے مطابق اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔

اس وقوعے کی تفصیلات کے مطابق عزیزم تنزیل احمد بٹ کی والدہ نے مؤرخہ 27/ فروری کو اسے ہمسایوں کے گھر سے اپنی چھوٹی بہن کی گڑیا لانے کے لیے بھجوایا جو وہ وہاں چھوڑ آئی تھی۔ حالانکہ اس گھر میں آنا جانا بھی تھا۔ کیا محرک ہوا اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک دن پہلے وہاں چھوڑ آئی تھی تو اس کو بھجوایا کہ جا کے اس کی گڑیا لے آؤ۔ کافی انتظار کے بعد جب وہ بچہ واپس نہ آیا تو والدہ خود ہمسائے کے گھر گئیں۔ پہلے تو ہمسایوں نے دروازہ نہیں کھولا اور کافی دیر کے بعد دروازہ کھولا تو بچے کے بارے میں پوچھنے پر ہمسائی نے بتایا کہ وہ گڑیا لے کر واپس چلا گیا ہے۔ اس پر عزیزم کی والدہ نے اپنے خاوند عقیل صاحب کو اطلاع دی۔ انہوں نے فوری طور پر جماعتی انتظامیہ کے ساتھ مل کر بچے کی تلاش شروع کی اور پولیس میں بھی رپورٹ درج کرا دی۔ پھر جب گلی کے سی سی ٹی وی کیمرے پر دیکھا گیا تو اس میں بچہ ہمسایوں کے گھر جاتا ہوا تو نظر آیا لیکن واپس نہیں نکلا۔ اس پر پولیس کی مدد سے گھر کی

تلاشی لی گئی تو ایک ٹرنک میں سے بچے کی لاش برآمد ہوئی جس پر پولیس نے بتایا کہ ان کو قاتلہ عورت کے خاوند نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس کی بیوی نے بچے کو قتل کر کے لاش ٹرنک میں چھپا دی ہے۔ اس خاتون نے مالک مکان کے لڑکے کے ساتھ مل کر اس بچے کو قتل کیا تھا جس کا اب اس نے اعتراف بھی کر لیا ہے۔

عزیزم تنزیل احمد بٹ 20/ نومبر 2009ء کو لاہور میں پیدا ہوا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کا فعال رکن تھا۔ جماعتی پروگرام میں باقاعدگی سے شامل ہوتا تھا۔ اپنی کلاس کے ذہین طلباء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ چوتھی کلاس کا، چہارم کا طالب علم تھا۔ اور وفات کے بعد جب اس کا رزلٹ آیا تو 750 میں سے 729 نمبر لے کر کلاس میں یہ بچہ فرسٹ آیا تھا۔ عزیزم کی والدہ نے بتایا کہ تنزیل میرے بچوں میں سے سب سے زیادہ فرمانبردار تھا اور کوئی بھی کام کرنا ہو تو ہمیشہ پہلے مجھ سے اجازت لے کر کیا کرتا تھا۔ اگر کوئی ہمسایہ اور عہدیدار بھی اسے کوئی کام کہتا تو فوراً کام کرتا۔ کبھی انکار نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ قتل کرنے والی ہمسائی بھی اس سے بعض اوقات کام لیتی تھی اور یہ اس کی ہمیشہ فرمانبرداری کرتا تھا اور اس کے کام کرتا تھا۔

سکول کے اساتذہ اور جماعتی عہدیداران بچے سے بہت خوش تھے۔ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگرام باقاعدہ دیکھنے والا تھا خاص طور پر بچوں کے پروگرام اور خطبات سننے والا تھا۔ نماز کی ادائیگی کے لیے بڑی باقاعدگی سے مسجد جاتا تھا۔ اگر کبھی اس کے والد فیکٹری سے تھکے ہوئے واپس آتے اور مسجد جانے کے لیے ذرا سستی دکھاتے تو عزیزم ان کو زبردستی اصرار کر کے مسجد لے کے جایا کرتا تھا۔ عزیزم مرحوم نے پسماندگان میں اپنے والد عقیل احمد بٹ، والدہ نائلہ عقیل اور چار بہن بھائی یادگار چھوڑے ہیں۔ دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے پیار کی آغوش میں جگہ دے اور قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائے اور ماں باپ کو بھی صبر اور سکون عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ بریگیڈیئر بشیر احمد صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی کا ہے جو ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ 16 فروری کو راولپنڈی میں 87 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

بریگیڈیئر بشیر احمد صاحب 1931ء میں ضلع گجرات کے ایک انتہائی مخلص خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے خود بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے قادیان سے حاصل کی۔ بریگیڈیئر صاحب نے 1947ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1952ء میں پاکستان کی ملٹری اکیڈمی کے sixth long course میں پاک فوج میں کمیشن لیا۔ 1982ء میں فوج سے بحیثیت بریگیڈیئر ریٹائر ہوئے۔ پھر ایک لمبا عرصہ تک اسلام آباد کے پالیسی انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ کے طور پر ملک کی خدمت کی توفیق پائی۔ اس طرح آپ کو چھیاسٹھ سال تک ملک کی خدمت کی توفیق ملی۔

جماعتی خدمات بریگیڈیئر صاحب کی یہ ہیں کہ 2012ء میں ان کو مَیں نے جماعت راولپنڈی کا امیر مقرر کیا تھا اور 9/ فروری 2020ء تک ان کو بطور امیر راولپنڈی شہر اور ضلع خدمت کی توفیق ملی۔ 1979ء میں آپ کا

تبادلہ راولپنڈی میں ہوا۔ سولہ سال تک نائب امیر اور سیکرٹری تعلیم جماعت احمدیہ راولپنڈی شہر اور ضلع کی خدمات کی توفیق ملی۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر اور مجلس شوریٰ کی متعدد کمیٹیوں کے ممبر رہے۔ بریگیڈیئر صاحب مرحوم بہت مخلص تھے۔ اخلاص کے ساتھ خدمت دین بجالاتے تھے۔ ملنسار، شفیق، خدمت خلق کرنے والے اور ضرورت مند کے کام دل جمعی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ خدمت دین کے معاملات میں بڑے بااصول اور وقت کے پابند تھے۔ خود بھی سرعت سے خدمات کرتے تھے اور اپنے رفقائے کار کو بھی اس کی تلقین کرتے اور دین کے کاموں میں بلکہ کسی کام میں بھی سستی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اپنی عاملہ کے ممبران کو جو کام تفویض کرتے، وقت آنے پر ان کا فالو اَپ (follow up) ضرور کرتے۔ بہت دعا گو، عبادت گزار اور خلافت سے محبت کرنے والے مخلص وجود تھے۔ آخر عمر تک آپ کی یادداشت بھی بڑی اچھی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق تھے اور اپنے احمدی ہونے پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم اور حدیث نبویؐ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ آپ کے سرہانے موجود رہا کرتی تھیں۔ ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ غرباء اور ضرورت مندوں کی فراخ دلی اور خاموشی سے مالی اعانت کیا کرتے تھے۔ خصوصاً بیواؤں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بہت زیادہ فکر مند ہوتے تھے اور ہر وقت مدد کے لیے تیار رہتے تھے۔ اور اعانت بھی اتنی کرتے تھے کہ کئی افراد اور خاندان آپ کی مستقل مالی اعانت سے مستفیض ہو رہے تھے۔ ایک شخص نے یہ بھی لکھا کہ اس کی دکان جل گئی نقصان ہوا تو خاموشی سے ایک رقم مجھے دی اور کہا کہ کبھی بعد میں اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر گھر جا کے اس نے کھولا تو وہ رقم دو لاکھ روپیہ تھی اور جب کاروبار ٹھیک ہو گیا اور اس نے واپس کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا میں نے اس لیے دیا ہی نہیں تھا۔

طاہر محمود صاحب جو مربی سلسلہ ضلع راولپنڈی ہیں لکھتے ہیں کہ امیر صاحب انتہائی دھیمے مزاج کے مالک تھے۔ رحم دل، کم گو اور انتہائی دعا گو تھے۔ جمعے کے دن جمعے سے کافی پہلے ایوانِ توحید میں تشریف لے آتے اور انتہائی تضرّع اور ابتہال سے نوافل ادا کرتے۔ جلدی جلدی نماز ادا کرنے والوں کو قادیان کے صحابہ اور بزرگوں کے واقعات سناتے جہاں انہوں نے تربیت حاصل کی۔ ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھنے والوں پر خوشنودی کا اظہار کرتے۔ مسنون دعاؤں اور تسبیحات کی طرف توجہ دلاتے۔ خود بھی دعا کرنے والے اور لمبی نماز پڑھنے والے تھے اور لوگوں کو نماز کی طرف خاص توجہ دلانے والے تھے۔ ضرورت مندوں، دوستوں کی مدد کرنے والے تو ہر ایک نے لکھا ہے۔ اگر کوئی شکریہ بھی ادا کرتا تو اس سے بھی منع کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے تو عشق تھا اور ان کتب کے معارف کا میٹنگ میں ذکر کیا کرتے تھے۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر بھی تھے۔ ناصر شمس صاحب جو وہاں فضل عمر فاؤنڈیشن کے سیکرٹری ہیں وہ لکھتے ہیں کہ 2011ء کے اوائل سے 2019ء کے آخر تک فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر رہے۔

بورڈ آف ڈائریکٹرز کے تمام اجلاسات میں باوجود پیرانہ سالی اور کمزوریٔ صحت کے بڑی باقاعدگی سے شامل ہوتے۔ آپ کی دعا اور صائب مشوروں سے بھرپور رہنمائی ایک دہائی تک ہمیں میسر رہی۔ مرحوم بے حد

مخلص، تقویٰ شعار اور خلافت کے ساتھ سچے وفادار خادم سلسلہ تھے۔ ایک خاص خوبی جس کا کہتے ہیں میں نے خود مشاہدہ کیا وہ تعلق باللہ اور بہت خشوع و خضوع سے نماز ادا کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ ڈاکٹر حمید الدین صاحب ابن محمد دین صاحب کا ہے جو 121 ج ب گوکھووال، فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔ 29/ فروری 2020ء کو ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد محترم محمد الدین صاحب اور دادا محترم فتح الدین صاحب آف ہرسیاں ضلع گورداسپور کے اکٹھے بیعت کرنے سے آئی تھی جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں بیعت کی تھی۔ مرحوم کی پیدائش قادیان میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کے حقیقی چچا حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ عیسائیت کے وہ مشہور عالم تھے اور لمبا عرصہ تک مدرسہ احمدیہ قادیان کے استاد بھی رہے۔ تقسیم ہند کے بعد مرحوم کا خاندان فیصل آباد آ کے آباد ہو گیا۔

پیشے کے لحاظ سے ڈسپنسر تھے اور اس حوالے سے ان کو پورے علاقے میں انسانیت کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ضرورت مندوں کا مفت علاج کیا کرتے تھے۔ بڑے سادہ مزاج، متقی، بچپن سے نماز روزوں کے پابند تھے۔ شعائر اللہ کا احترام کرنے والے تھے۔ خلافت سے محبت کرنے والے نہایت شفیق، متوکل علی اللہ، ایک ایمان دار اور دیانت دار انسان تھے اور کبھی کسی کو کسی بات کا انکار نہیں کرتے تھے۔ ایک خیر خواہ اور سب کی مدد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جماعت کے مختلف عہدوں پر انہوں نے خدمت کی بھی توفیق پائی۔ ان کے ایک بیٹے کریم الدین شمس صاحب مربی سلسلہ آج کل تنزانیہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں جو کہ میدان عمل میں مصروف ہونے کی وجہ سے آپ کے جنازے میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔ آپ کے داماد مربی سلسلہ اور ایک داماد معلم سلسلہ ہیں۔ ایک نواسہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں درجہ شاہد کا طالب علم ہے۔ اسی طرح کئی پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں وقف نَو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی نسلوں میں بھی ان کو وفا کے ساتھ اپنی بیعت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا نمازوں کے بعد جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17/ تا 30/ مارچ 2020ء "خصوصی اشاعت بر موقع یوم مسیح موعودؑ" جلد 27 شمارہ 22 تا 25 صفحہ 13 تا 17)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13/ مارچ 2020ء بمطابق 13/ امان 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن بدری صحابی کا ذکر ہو گا ان کا نام ہے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ۔ حضرت طلحہؓ کا تعلق قبیلہ بنو تَیم بن مُرّہ سے تھا۔ ان کے والد کا نام عبید اللہ بن عثمان اور والدہ کا نام صَعْبَہ تھا جو عبد اللہ بن عِماد حضرمی کی بیٹی اور حضرت عَلَاء بن حضرمی کی بہن تھیں۔ حضرت طلحہؓ کی کنیت ابو محمد تھی۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِی کے والد کا نام عبد اللہ بن عماد حضرمی تھا۔ حضرت عَلَاء حضر موت سے تعلق رکھتے تھے اور حَرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا۔ یہ تاوفات بحرین کے حاکم رہے۔ ان کی وفات 14/ ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ ان کا ایک بھائی عامر بن حضرمی بدر کے دن کفر کی حالت میں مارا گیا اور دوسرا بھائی عمرو بن حضرمی مشرکوں میں سے پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا اور اس کا مال پہلا تھا جو بطور خُمس کے اسلام میں آیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 160 ومن بنی تیم بن مرۃ طلحہ بن عبید اللہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 71 العلاء بن الحضرمی دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

ساتویں پشت میں حضرت طلحہؓ کا نسب نامہ مُرَّہ بن کعب پر جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے اور چوتھی پشت میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ۔ ان کے والد عبید اللہ نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا لیکن والدہ نے لمبی زندگی پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر صحابیہ ہونے کا شرف پایا۔ ہجرت سے قبل یہ اسلام لے آئی تھیں۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 128)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔ ان کی جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلے کی شام سے روانگی کا اندازہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روانگی سے دس روز پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو قافلے کی خبر رسانی کے لیے بھیجا۔ دونوں روانہ ہو کر حَوْرَاء پہنچے تو وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ قافلہ ان کے پاس سے گزرا۔ حَوراء بحیرۂ احمر پر واقع ایک پڑاؤ ہے جہاں سے حجاز اور شام کے درمیان چلنے والے قافلے گزرتے تھے۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ کے واپس آنے سے پہلے ہی یہ خبر معلوم ہو گئی۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کو بلایا اور قریش کے قافلے کے

قصد سے روانہ ہوئے مگر قافلہ ایک دوسرے راستے یعنی ساحل کے راستے سے تیزی سے نکل گیا۔ اس کا پہلے بھی ایک جگہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور قافلہ والے تلاش کرنے والوں سے بچنے کے لیے دن رات چلتے رہے۔ یہ قافلہ کافروں کا، مکّے والوں کا تھا۔ حضرت طلحہ بن عُبَید اللہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ مدینے کے ارادے سے روانہ ہوئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلے کی خبر دیں۔ ان دونوں کو آپؐ کی غزوۂ بدر کے لیے روانگی کا علم نہیں تھا۔ وہ مدینہ اس دن پہنچے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں قریش کے لشکر سے جنگ کی۔ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینے سے روانہ ہوئے اور آپؐ کی بدر سے واپسی پر تُرْبَان میں ملے۔ تُرْبَان بھی مدینے سے انیس میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے جس میں کثرت سے میٹھے پانی کے کنویں ہیں۔ غزوۂ بدر کے لیے جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قیام فرمایا تھا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے۔ پس وہ دونوں بدر میں شاملین ہی قرار دیے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 162 طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)(السیرة النبویة فی ضوء القرآن والسنة جلد 2 صفحہ123 مطبوعہ دار القلم دمشق)
(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 75 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

حضرت طلحہؓ غزوۂ احد اور باقی دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقعے پر بھی موجود تھے۔ یہ ان دس اشخاص میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ ان آٹھ لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ان پانچ لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ سے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ حضرت عمرؓ کی قائم کردہ شوریٰ کمیٹی کے چھ ممبران میں سے ایک تھے۔ یہ وہ احباب تھے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء2 صفحہ 317 طلحہ بن عبید اللہ دار الکتب العلمیة بیروت)
(الاصابہ جلد 3 صفحہ 430 طلحہ بن عبید اللہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

یزید بن رُوْمَان روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دونوں حضرت زبیر بن عوامؓ کے پیچھے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا اور ان دونوں کو قرآن پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق کے بارے میں آگاہ کیا اور ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے شرف کا وعدہ کیا۔ اس پر آپ دونوں یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ ایمان لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں حال ہی میں ملک شام سے واپس آیا ہوں جب واپسی پر مَعَان، یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مؤتہ سے پہلے واقع ہے۔ غزوۂ مؤتہ کے موقع پر اس جگہ پہنچ کر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومیوں کا دو لاکھ کا لشکر مسلمانوں کے لیے تیار ہے تو صحابہؓ یہاں دو دن ٹھہرے رہے۔ بہر حال یہ کہتے ہیں کہ میں جب واپسی پر مَعَان اور زَرْقَاء، یہ بھی مقام مَعَان کے ساتھ واقع ہے، کے درمیان پہنچا اور ہمارا وہاں پڑاؤ تھا۔ ہم سوئے ہوئے تھے کہ ایک

منادی کرنے والے نے یہ اعلان کیا کہ اے سونے والو! جاگو کہ احمدؐ مکے میں ظاہر ہو چکا ہے۔ پھر ہم وہاں سے واپس پہنچے تو آپؐ کے بارے میں سنا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزءالثالث صفحہ 40 ، عثمان بن عفان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء) (فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 279 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 173 الزرقاء المکتبة العصرية بيروت 2014ء)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بُصریٰ (جو ملکِ شام کا ایک عظیم شہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے ہمراہ تجارتی سفر کے دوران اس شہر میں قیام فرما ہوئے تھے تو کہتے ہیں کہ میں بُصریٰ) کے بازار میں موجود تھا کہ ایک راہب اپنے صَوْمَعَہ یعنی یہودیوں کی عبادت گاہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ قافلے والوں سے پوچھو کہ ان میں کوئی شخص اہلِ حرم میں سے بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں! میں ہوں۔ اس نے پوچھا کیا احمدؐ ظاہر ہو گیا ہے؟ تو حضرت طلحہؓ نے کہا کہ کون احمد؟ اس نے کہا عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہو گا اور وہ آخری نبی ہو گا۔ ان کے ظاہر ہونے کی جگہ حرم ہے اور ان کی ہجرت گاہ کھجور کے باغ اور پتھریلی اور شور اور کلر والی زمین کی طرف ہو گی۔ تم انہیں چھوڑ نہ دینا۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ اس نے جو کچھ کہا وہ میرے دل میں بیٹھ گیا۔ میں تیزی کے ساتھ روانہ ہوا اور مکے آ گیا۔ دریافت کیا کہ کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں محمد بن عبد اللہ امین، مکہ والے آپؐ کو امین کہا کرتے تھے، امین نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ، حضرت ابو بکرؓ کی کنیت تھی انہوں نے ان کی پیروی کی ہے۔ کہتے ہیں میں روانہ ہوا اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تم نے ان صاحب کی پیروی کی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تم بھی ان کے پاس چلو اور ان کی پیروی کرو کیونکہ وہ حق کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت طلحہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو راہب کی گفتگو بیان کی۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت طلحہؓ کو ساتھ لے کر نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کو حاضر کیا۔ حضرت طلحہؓ نے اسلام قبول کیا اور جو کچھ راہب نے کہا تھا اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 161 طلحہ بن عبید اللہ دارالکتب العلمیة بیروت 1990ء)

تاریخ کی ایک کتاب طبقات الکبریٰ میں اس کا ذکر ہے۔ جب حضرت طلحہؓ اسلام لائے تو نوفل بن خُوَیْلَد بن عَدَوِیَّہ نے انہیں اور حضرت ابو بکرؓ کو ایک رسی سے باندھ دیا۔ اس لیے انہیں اور حضرت ابو بکرؓ کو قَرِیْنَان یعنی دوساتھی بھی کہتے تھے۔ نوفل قریش میں اپنی سختی کی وجہ سے مشہور تھا۔

ان کو باندھنے والوں میں ان کا بھائی یعنی حضرت طلحہؓ کا بھائی عثمان بن عبید اللہ بھی تھا۔ باندھا اس لیے تھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں اور اسلام سے باز آ جائیں۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! عَدَوِیَّہ کے شر سے انہیں بچا۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 129)

حضرت مسعود بن خراشؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بہت سارے لوگ ایک نوجوان کا پیچھا کر رہے ہیں جس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا تھا میں نے پوچھا یہ

کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ طلحہ بن عبید اللہؓ بے دین ہو گیا ہے اور ان کی والدہ صَعْبہ ان کے پیچھے پیچھے غصے میں ان کو گالیاں دیے جا رہی تھی۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ :129- 130)

عبد اللہ بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی طرف ہجرت کرتے ہوئے خَرَّاز، یہ بھی ایک وادی ہے جو حجاز کے قریب واقع ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مدینے کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ بہرحال جب یہ خَرَّاز مقام سے روانہ ہوئے تو صبح کے وقت حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ملے جو شام سے قافلے کے ہمراہ آئے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو شامی کپڑے پہنائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اہلِ مدینہ بہت دیر سے منتظر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے میں تیزی اختیار فرمائی اور حضرت طلحہؓ مکے چلے گئے۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینے پہنچ گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحہ 161 طلحہ بن عبید اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 400 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مکے میں جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل ان دونوں کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی اور جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

ایک دوسرے قول کے مطابق ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی اور ایک تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ جب حضرت طلحہؓ نے مدینے ہجرت کی تو وہ حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے مکان پر ٹھہرے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء 3 صفحہ 85 طلحہ بن عبید اللہ دار الکتب العلمیۃبیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 162 طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت طلحہؓ کی بعض مالی قربانیوں کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فیاض قرار دیا تھا۔ بہت فیاض ہیں۔ چنانچہ غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک چشمے پر سے ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپؐ کو بتایا گیا کہ اس کنویں کا نام بِیْسَان ہے اور یہ نمکین ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں اس کا نام نُعمان ہے اور یہ میٹھا اور پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اس کو خریدا اور وقف کر دیا۔ اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ جب حضرت طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقعہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا طلحہ! تم تو بڑے فیاض ہو۔ پس ان کو 'طلحہ فیاض' کے نام سے پکارا جانے لگا۔

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد طلحہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن حضرت طلحہ کا نام طَلْحَۃُ الْخَیر رکھا۔ غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر طَلْحَۃُ الْفَیَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے

روز طَلْحَةُ الْجُود رکھا۔ اس کا مطلب بھی فیاضی ہے، سخاوت ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 478 باب یذکر فیہ صفتہ ﷺ الباطنۃ ۔۔۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء 3 صفحہ 85 طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سَائِب بن یَزِید سے مروی ہے کہ میں سفر و حضر میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہمراہ رہا مگر مجھے عام طور پر روپے اور کپڑے اور کھانے پر طلحہؓ سے زیادہ سخی کوئی نہیں نظر آیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 167 طلحہ بن عبید اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی۔ جب بظاہر مسلمانوں کی پسپائی ہوئی تھی تو وہ ثابت قدم رہے اور وہ اپنی جان پر کھیل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے کچھ شہید ہوگئے۔ بیعت کرنے والے لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سہل بن حُنَیفؓ اور حضرت ابو دُجانہؓ شامل تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء 3 صفحہ 431 طلحہ بن عبید اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت طلحہؓ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثابت قدم رہے اور آپؐ سے موت پر بیعت کی۔ مالک بن زُھَیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا تو حضرت طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے بچایا۔ تیر ان کی چھوٹی انگلی میں لگا جس سے وہ بے کار ہوگئی۔ جس وقت انہیں تیر لگا، جو پہلا تیر لگا تو تکلیف سے ان کی 'سی' کی آواز نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ بسم اللہ کہتے تو اس طرح جنت میں داخل ہوتے کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوتے۔ بہر حال اس روز، تاریخ کی ایک کتاب میں آگے لکھا ہے کہ جنگِ احد کے اس روز حضرت طلحہؓ کے سر میں ایک مشرک نے دو دفعہ چوٹ پہنچائی۔ ایک مرتبہ جبکہ وہ اس کی طرف آرہے تھے۔ دوسری دفعہ جبکہ وہ اس سے رخ پھیر رہے تھے۔ اس سے کافی خون بہا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 162-163 طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اسی واقعہ کی اور تفصیل سیرۃ الحلبیہ میں ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ قیس بن ابو حَازِم کہتے ہیں کہ میں نے احد کے دن حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہاتھ کا حال دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیروں سے بچاتے ہوئے شل ہوگیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اس میں نیزہ لگا تھا اور اس سے اتنا خون بہا کہ کمزوری سے بیہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالے یہاں تک کہ ان کو ہوش آیا۔ ہوش آنے پر انہوں نے فوراً پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا وہ خیریت سے ہیں اور انہوں نے ہی مجھے آپؐ کی طرف بھیجا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَهٗ جَلَلٌ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔ ہر مصیبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھوٹی ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 324 غزوہ احد دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

اسی جنگ کے واقعے کی ایک روایت ایک تاریخ میں اس طرح ملتی ہے کہ حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن دو زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے چٹان پر چڑھنا چاہا مگر زرہوں کے وزن کی وجہ سے اور سر اور چہرے پر چوٹ سے خون بہنے کی وجہ سے، (آپؐ زخمی ہوئے تھے اس کے بعد کا یہ واقعہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمزوری ہو گئی تھی تو چٹان پہ چڑھ نہ سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھایا اور ان کے اوپر پیر رکھ کر چٹان پر چڑھے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء 3 صفحه 85 طلحه بن عبید الله قریشی دار الکتب العلمیة بیروت)

(السیرۃ الحلبیه جلد 2 صفحه 321 غزوہ احد دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

پھر ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت طلحہؓ کی ایک ٹانگ میں لنگڑاہٹ تھی جس کی وجہ سے وہ صحیح چال کے ساتھ چل نہیں سکتے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا تو وہ بہت کوشش کر کے اپنی چال اور اپنے قدم ٹھیک رکھ رہے تھے تاکہ لنگڑاہٹ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ان کی لنگڑاہٹ دور ہو گئی۔

(السیرۃ الحلبیة جلد 2 صفحه 322 غزوہ احد دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

عائشہ اور ام اسحاق جو حضرت طلحہؓ کی بیٹیاں تھیں، ان دونوں نے بیان کیا کہ احد کے دن ہمارے والد کو چوبیس زخم لگے جن میں سے ایک چوکور زخم سر میں تھا اور پاؤں کی رَگ کٹ گئی تھی۔ انگلی شَل ہو گئی تھی اور باقی زخم جسم پر تھے۔ ان پر غشی کا غلبہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے آپؐ کا چہرہ بھی زخمی تھا۔ آپؐ پر بھی غشی کا غلبہ تھا۔ حضرت طلحہؓ آپؐ کو اٹھا کر، اپنی پیٹھ پر اس طرح الٹے قدموں پیچھے ہٹے کہ جب کبھی مشرکین میں سے کوئی ملتا تو وہ اس سے لڑتے یہاں تک کہ آپؐ کو گھاٹی میں لے گئے اور سہارے سے بٹھا دیا۔ یہ طبقات الکبریٰ کا حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحه 163 طلحه بن عبید الله قریشی مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)

غزوۂ احد کے دن جب خالد بن ولید نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے جو تفصیل مختلف روایتوں سے لے کے بیان فرمائی ہے، وہ جو پچھلے واقعات گزر چکے ہیں ان کی مزید تفصیل ہے۔ وہ حضرت طلحہؓ کی ثابت قدمی اور قربانی کے معیار کا ایک عجیب نظارہ پیش کرتی ہے۔ پہلے بھی اسی سے جو دیکھ چکے ہیں، سن چکے ہیں اسی سے یہ معیار نظر آ رہا ہے لیکن بہر حال اس کی تفصیل کچھ اور اس طرح ہے جو آپؓ نے بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ

"چند صحابہؓ دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے، جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ تیس تھی۔ کفار نے شدت کے ساتھ اس مقام پر حملہ کیا جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔ یکے بعد دیگرے صحابہؓ آپ کی حفاظت کرتے ہوئے مارے جانے لگے۔ علاوہ شمشیر زنوں کے تیر انداز اونچے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے تحاشہ تیر مارتے تھے۔" یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن اس وقت بے تحاشا تیر مارتے تھے۔" اس وقت طلحہؓ نے جو قریش میں سے تھے اور مکہ کے مہاجرین میں شامل تھے، یہ دیکھتے

ہوئے کہ دشمن سب کے سب تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی طرف پھینک رہا ہے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے کھڑا کر دیا۔ تیر کے بعد تیر جو نشانہ پر گرتا تھا وہ طلحہؓ کے ہاتھ پر گرتا تھا مگر جانباز اور وفادار صحابیؓ اپنے ہاتھ کو کوئی حرکت نہیں دیتا تھا۔ اس طرح تیر پڑتے گئے اور طلحہؓ کا ہاتھ زخموں کی شدت کی وجہ سے بالکل بے کار ہو گیا اور صرف ایک ہی ہاتھ ان کا باقی رہ گیا۔ سالہا سال بعد اسلام کی چوتھی خلافت کے زمانہ میں جب مسلمانوں میں خانہ جنگی واقع ہوئی تو کسی دشمن نے طعنہ کے طور پر طلحہؓ کو کہا ٹُنڈا۔ اس پر ایک دوسرے صحابیؓ نے کہا ہاں ٹُنڈا ہی ہے مگر کیسا مبارک ٹُنڈا ہے۔ تمہیں معلوم ہے طلحہؓ کا یہ ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی حفاظت میں ٹُنڈا ہوا تھا۔ احد کی جنگ کے بعد کسی شخص نے طلحہؓ سے پوچھا کہ جب تیر آپؓ کے ہاتھ پر گرتے تھے تو کیا آپؓ کو درد نہیں ہوتی تھی اور کیا آپؓ کے منہ سے اُف نہیں نکلتی تھی؟ طلحہؓ نے جواب دیا۔ درد بھی ہوتی تھی اور اُف بھی نکلنا چاہتی تھی، لیکن میں اُف کرتا نہیں تھا تا ایسا نہ ہو کہ اُف کرتے وقت میرا ہاتھ ہِل جائے اور تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر آ گرے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 250)

غزوۂ حمراء الاسد کے موقعے پر تعاقب میں روانہ ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: طلحہ تمہارے ہتھیار کہاں ہیں؟ حضرت طلحہؓ نے عرض کیا کہ قریب ہی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ جلدی سے گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا لائے حالانکہ اس وقت طلحہؓ کے صرف سینے پر ہی احد کی جنگ کے نو زخم تھے۔ ان کے جسم پر کل ملا کر ستر سے اوپر زخم تھے۔ حضرت طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے زخموں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کے متعلق زیادہ فکر مند تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ تم نے دشمن کو کہاں دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نشیبی علاقے میں۔ آپؐ نے فرمایا یہی میرا بھی خیال تھا جہاں تک ان کا یعنی قریش کا تعلق ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو ہمارے ساتھ آئندہ کبھی اس طرح کا معاملہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مکے کو ہمارے ہاتھوں سے فتح کر دے گا۔

(السیرة الحلبیة جلد 2 صفحه 350-351 غزوه احد دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

غزوۂ تبوک کے موقعے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ بعض منافقین سُوَیْلِم یہودی کے گھر جمع ہو رہے ہیں اور اس کا گھر جَاسُوم مقام کے قریب تھا۔ جاسوم کو بِئرِ جَاسِم بھی کہتے ہیں۔ یہ شام کی سمت میں رَاتِج کے نواح میں ابو هَیْثَم بن تَیِّهَان کا کنواں تھا اور اس کا پانی بہت عمدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی پیا تھا۔ بہر حال وہ اس کے گھر جمع ہو رہے تھے اور وہ منافق ان لوگوں کو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے روک رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کو بعض اصحاب کی معیت میں اس کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ سُوَیْلِمْ کے گھر کو آگ لگا دی جائے۔ حضرت طلحہؓ نے ایسا ہی کیا۔ ضَحّاک بن خلیفہ گھر کے عقب سے بھاگنے لگا۔ اس دوران اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کے باقی اصحاب فرار ہو گئے۔

(السیرة النبویة لابن هشام جلد دوم صفحه 517 غزوه تبوك : تحریق بیت سویلم شرکة مکتبة و مطبعة مصطفیٰ البابی مصر 1955ء) (فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 84 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے دونوں کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے دو ہمسائے ہوں گے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء 3 صفحہ 86 طلحه بن عبید الله قریشی دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والوں میں سے ایک حضرت کعب بن مالکؓ بھی تھے۔ ان کا بائیکاٹ ہوا۔ چالیس روز کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور معافی کا اعلان ہوا اور یہ مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت طلحہؓ نے آگے بڑھ کر حضرت کعبؓ سے مصافحہ کیا۔ ان کو مبارکباد دی۔ سوائے حضرت طلحہؓ کے مجلس سے کوئی نہ اٹھا تھا۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت طلحہؓ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 145)

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نو لوگوں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی یہی گواہی دوں تو گناہ گار نہیں ہوں گا۔ کہا گیا یہ کیسے ممکن ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ٹھہر ارہ اے حراء! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

عرض کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت سعیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ یہ نو لوگ تھے۔ پوچھا گیا دسویں کون ہیں؟ تو انہوں نے تھوڑی دیر توقف کیا اور پھر حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا کہ وہ مَیں ہوں۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی الا عور وا سمه سعید بن زید حدیث 3757)

حضرت سعید بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبد الرحمٰنؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کا مقام ایسا تھا کہ میدانِ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے لڑتے تھے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔

(اسد الغابه فی معرفة الصحابه المجلد الثانی صفحه 478 سعید بن زید دارالکتب العلمیه بیروت لبنان 2003ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھ لے۔

حضرت موسیٰ بن طلحہؓ اور حضرت عیسیٰ بن طلحہؓ اپنے والد حضرت طَلحہ بن عُبَیْد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پوچھتا ہوا حاضر ہوا کہ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ یعنی وہ جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا، سے کون مراد ہے؟ اعرابی نے جب آپؐ سے پوچھا تو آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر اس نے پوچھا تو آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے پوچھا مگر پھر بھی، تیسری دفعہ بھی آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ پھر وہ یعنی حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ پھر میں مسجد کے دروازے سے سامنے آیا۔ میں نے اس وقت سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت طلحہؓ کو دیکھا تو فرمایا کہ وہ سائل کہاں ہے جو پوچھتا تھا کہ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ سے کون مراد ہے؟ اعرابی نے کہا یا رسول اللہؐ! میں حاضر ہوں۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں

آپؐ نے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا دیکھو یہ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ کا مصداق ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء 3 صفحہ 86 طلحہ بن عبید اللّٰہ قریشی دار الکتب العلمیة بیروت)

عبدالرحمٰن بن عثمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ ہم لوگوں نے احرام باندھ رکھا تھا۔ کوئی شخص ہمارے پاس ایک پرندہ بطور ہدیہ کے لایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے۔ ہم میں سے کچھ لوگوں نے اسے کھالیا اور کچھ لوگوں نے اجتناب کیا۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں سے موافقت اختیار کی جنہوں نے اسے کھالیا تھا اور فرمایا کہ ہم نے بھی حالتِ احرام میں دوسرے کا شکار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کھالیا تھا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 7 مسند ابو محمد طلحہ بن عبید اللّٰہ حدیث 1383 مؤسسة الرسالة 2001ء)

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے جسم پر دو کپڑے دیکھے جو سرخ مٹی میں رنگے ہوئے تھے حالانکہ وہ احرام میں تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے طلحہ! ان دونوں کپڑوں کا کیا حال ہے یعنی یہ رنگے کیوں ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا امیر المومنین! میں نے تو انہیں مٹی میں رنگا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے صحابہ کی جماعت! تم امام ہو۔ لوگ تمہاری اقتدا کریں گے۔ اگر کوئی جاہل تمہارے جسم پر یہ دونوں کپڑے دیکھے گا تو کہے گا کہ طلحہؓ رنگین کپڑے پہنتے ہیں حالانکہ وہ حالت احرام میں ہیں۔ اعتراض کرے گا کہ سفید کی بجائے رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں چاہے جس چیز میں بھی تم نے مرضی رنگا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا احرام باندھنے والے کے لیے سب سے اچھا لباس سفید ہے۔ اس لیے لوگوں کو شبہ میں نہ ڈالو۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنی ایک زمین حضرت عثمان بن عفانؓ کو سات لاکھ درہم میں فروخت کی۔ حضرت عثمانؓ نے یہ رقم ادا کر دی۔ جب حضرت طلحہؓ یہ رقم اپنے گھر لے آئے تو انہوں نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس رات بھر اس قدر رقم پڑی رہے تو کیا معلوم اس شخص کے متعلق رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم نازل ہو جائے۔ زندگی موت کا کچھ پتا نہیں۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ نے وہ رات اس طرح بسر کی کہ ان کے قاصد اس مال کو لے کر مستحقین کو دینے کے لیے مدینے کی گلیوں میں پھرتے رہے یہاں تک کہ جب صبح ہو گئی تو اس رقم میں سے ان کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 164-165 طلحہ بن عبید اللّٰہ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ حضرت عثمانؓ سے اس وقت ملے جبکہ آپؓ مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ آپؓ کے پچاس ہزار درہم میرے پاس تھے وہ میں نے حاصل کر لیے ہیں۔ آپؓ انہیں وصول کرنے کے لئے کسی شخص کو میری طرف بھیج دیں۔ یعنی کسی وقت لیے تھے اب انتظام ہو گیا اب وہ وصول کر لیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا کہ آپؓ کی مروت کی وجہ سے وہ ہم نے آپؓ کو ہبہ کر دیے ہیں۔

(البدایة والنھایة لابن اثیر جلد 4 جزء 7 صفحہ 208 سنة 35 ھجری، فصل فی ذکر شیئ من خطبہ...... دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت طلحہؓ کی شہادت جنگِ جمل میں ہوئی تھی۔ اس بارے میں روایت ہے۔ قیس بن ابو حازم سے مروی ہے کہ مَروان بن حکم نے جنگِ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے گھٹنے میں تیر مارا تو رگ میں سے خون بہنے لگا۔ جب اسے ہاتھ سے پکڑتے تھے تو خون رک جاتا اور جب چھوڑ دیتے تو بہنے لگتا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اللہ کی قسم! اب تک ہمارے پاس ان لوگوں کے تیر نہیں آئے۔ پھر کہا زخم کو چھوڑ دو کیونکہ یہ تیر اللہ نے بھیجا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ جنگِ جمل کے دن 10 / جمادی الثانی 36 / ہجری میں شہید کیے گئے تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 64 سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق 62 سال عمر تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 167-168 طلحه بن عبيد الله دار الكتب العلمية بيروت 1990ء)

سعید بن مُسَیّب سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی برائی بیان کر رہا تھا۔ حضرت سعد بن مالکؓ یعنی حضرت سعد بن ابی وَقَّاصؓ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میرے بھائیوں کو برا بھلا نہ کہو۔ وہ نہ مانا۔ حضرت سعدؓ اٹھے اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد اس کے دعا مانگی کہ اے اللہ! اگر یہ باتیں جو یہ کہہ رہا ہے تیری ناراضگی کا باعث ہیں تو اس پر میری آنکھوں کے سامنے کوئی بلا نازل فرما دے اور اس کو لوگوں کے لیے باعث عبرت بنا دے۔ پس وہ شخص نکلا تو اس کا سامنا ایک ایسے اونٹ سے ہوا جو لوگوں کو چیرتا ہوا آ رہا تھا۔ اس اونٹ نے اس شخص کو ایک پتھریلے میدان میں جا پکڑا اور اس شخص کو اپنے سینے اور زمین کے درمیان رکھا اور اسے پیس کر مار ڈالا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعدؓ کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے کہ اے ابو اسحاق! آپ کو مبارک ہو۔ آپ کی دعا قبول ہو گئی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء 3 صفحه 88 طلحه بن عبيد الله قريشی دار الكتب العلمية بيروت)

علی بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت طلحہؓ کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹا دو۔ مجھے پانی بہت تکلیف دیتا ہے۔ اسی طرح پھر دوبارہ انہیں خواب میں دیکھا۔ غرض متواتر تین بار دیکھا تو وہ شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور ان سے اپنی خواب بیان کی۔ لوگوں نے جا کر انہیں دیکھا تو ان کا وہ حصہ جو زمین سے ملا ہوا تھا پانی کی تری سے سبز ہو گیا تھا۔

پس لوگوں نے حضرت طلحہؓ کو اس قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا۔ راوی کہتے تھے کہ گویا میں اب بھی اس کافور کو دیکھ رہا ہوں جو ان کی دونوں آنکھوں میں لگا ہوا تھا۔ اس میں بالکل تغیر نہ آیا تھا۔ صرف ان کے بالوں میں کچھ فرق آ گیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے تھے۔ لوگوں نے حضرت ابو بَکْرَہؓ کے گھر میں سے ایک گھر دس ہزار درہم پر خریدا اور اس میں حضرت طلحہؓ کو دفن کر دیا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء 3 صفحه 88 طلحه بن عبيد الله قريشی دار الكتب العلمية بيروت)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو عراق کی زمینوں سے چار اور پانچ لاکھ دینار مالیت کا غلہ ہوتا تھا۔ اور علاقہ سَرَاۃ جو جزیرہ نما عرب کے مغربی طرف شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا پہاڑی سلسلہ ہے اس کو جبل السَّراء بھی کہتے ہیں وہاں سے کم از کم دس ہزار دینار کی مالیت کا غلہ ہوتا تھا۔ ان کی دیگر زمینوں سے بھی غلہ حاصل ہوتا تھا۔ بنو تیم کا کوئی مفلس ایسا نہ تھا کہ انہوں نے اس کی اور اس کے عیال کی حاجت روائی نہ کی ہو۔ ان کی بیواؤں کا نکاح نہ کرایا ہو۔ ان

کے تنگ دستوں کو خادم نہ دیا ہو یعنی خدمت کرنے کے لیے تنگ دستوں کی بھی مدد کی۔ اور ان کے مقروضوں کا قرض نہ ادا کیا ہو، سب کے قرض بھی ادا کیا کرتے تھے۔ نیز ہر سال جب انہیں غلے سے آمدنی آتی تو حضرت عائشہؓ کو دس ہزار درہم بھیجتے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ166 طلحہ بن عبید اللہ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)
(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 147 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

حضرت معاویہ نے موسیٰ بن طلحہ سے پوچھا کہ ابومحمد یعنی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے کتنا مال چھوڑا؟ انہوں نے کہا کہ بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار۔ ان کا سارا مال غلے سے حاصل ہوتا تھا جو کئی مختلف زمینوں سے آمد ہوتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ166 طلحہ بن عبید اللہ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

ان کی شہادت جنگِ جمل میں ہوئی جیسا کہ ذکر ہوا ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا کیونکہ اس کی تفصیل علیحدہ ہی بیان چاہتی ہے تا کہ ہمارے ذہنوں میں ابھرنے والے جو بعض سوال ہیں ان کے جواب مل جائیں۔ ان شاء اللہ وہ آئندہ بیان کروں گا۔

اب جیسا کہ مَیں نے گذشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ یہ جو آج کل کرونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس کے لیے احتیاطی تدابیر بھی کرتے رہیں اور مسجدوں میں بھی جب آئیں تو احتیاط کر کے آئیں۔ ہلکا سا بخار وغیرہ ہو، جسم کی تکلیف ہو تو ایسی جگہوں پہ نہ جائیں جہاں پبلک جگہیں ہیں اور خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اور دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو آفات سے بچائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ اپریل 2020ء جلد 27 شمارہ 27 صفحہ 05 تا 09)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20/مارچ 2020ء بمطابق 20/امان 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

تین دن کے بعد 23/مارچ ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت کا آغاز فرمایا تھا اور یوں باقاعدہ جماعت احمدیہ کی بھی بنیاد پڑی۔ جماعت میں یہ دن 'یوم مسیح موعود' کے نام سے منایا جاتا ہے۔ اس دن کی مناسبت سے جلسے بھی ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ اور آپؑ کے آنے کے مقصد کے بارے میں بھی بتایا جاتا ہے۔ اس لیے اس حوالے سے گو ابھی تین دن باقی ہیں لیکن اگلا جمعہ پھر آگے چلا جائے گا۔ اس لیے میں آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں آپؑ کے کچھ اقتباسات پیش کروں گا۔

اس سال شاید اکثر ملکوں اور مقامات میں جو آج کل وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے جلسے نہ ہو سکیں اس لیے میرے خطبے کے علاوہ ایم۔ٹی۔اے پر بھی اس حوالے سے پروگرام پیش ہوں گے۔ انہیں ہر احمدی کو اپنے بچوں کے ساتھ اپنے گھر میں سننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آپؐ ہی کے کام کو اور آپؐ کے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے چنانچہ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں کہ آپ ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور آپ ہی کے فیضان اور برکات کا نتیجہ ہے جو یہ نصرتیں ہو رہی ہیں۔" آپؑ فرماتے ہیں "مَیں کھول کر کہتا ہوں اور یہی میرا عقیدہ اور مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور نقش قدم پر چلنے کے بغیر کوئی انسان کوئی روحانی فیض اور فضل حاصل نہیں کر سکتا۔"

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 267)

آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روحانی فیض پایا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ اسلام کی شان و شوکت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں۔

"وَاَرْسَلَنِیْ رَبِّیْ لِاِصْلَاحِ خَلْقِہٖ" کہ "اور خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا مَیں مخلوق کی اصلاح کروں۔"

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 178)

پھر اپنی بعثت کے بارے میں مزید وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان

فرماتے ہیں کہ

"میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مردِ خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔"

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 7-8)

پھر اس بات کا اعلان فرماتے ہوئے کہ جس مسیح موعود کے آنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی وہ اپنے وقت پہ ظاہر ہوا آپؑ فرماتے ہیں۔

"سو اب اے بھائیو! برائے خدا دھکہ اور زبردستی مت کرو۔ ضرور تھا کہ میں ایسی باتیں پیش کرتا جن کے سمجھنے میں تمہیں غلطی لگی ہوئی تھی۔ اگر تم پہلے ہی راہ ثواب پر ہوتے تو میرے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں اس امت کی اصلاح کے لیے ابن مریم ہو کر آیا ہوں اور ایسا ہی آیا ہوں کہ جیسے حضرت مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لیے آئے تھے۔ میں اسی وجہ سے تو ان کا مثیل ہوں کہ مجھے وہی اور اسی طرز کا کام سپرد ہوا ہے جیسا کہ انہیں سپرد ہوا تھا۔ مسیح نے ظہور فرما کر یہودیوں کو بہت سی غلطیوں اور بے بنیاد خیالات سے رہائی دی تھی۔ منجملہ اس کے ایک یہ بھی تھا کہ یہودی ایلیا نبی کے دوبارہ دنیا میں آنے کی ایسی ہی امید باندھے بیٹھے تھے جیسے آج کل مسلمان مسیح ابن مریم رسول اللہ کے دوبارہ آنے کی امید باندھے بیٹھے ہیں۔ سو مسیح نے یہ کہہ کر کہ ایلیا نبی اب آسمان سے اتر نہیں سکتا زکریا کا بیٹا یحیٰ ایلیا ہے جس نے قبول کرنا ہے کرے اس پرانی غلطی کو دور کیا اور یہودیوں کی زبان سے اپنے تئیں ملحد اور کتابوں سے پھرا ہوا کہلایا مگر جو سچ تھا وہ ظاہر کر دیا۔ یہی حال اس کے مثیل کا بھی ہوا اور حضرت مسیح کی طرح اس کو بھی ملحد کا خطاب دیا گیا۔ کیا یہ اعلیٰ درجہ کی مماثلت نہیں۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 394)

اور صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر قوم اور مذہب کو اپنی بعثت کی اہمیت بتائی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"یہ بھی واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور اَوتار کے ہوں اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اِس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لیے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔

یا یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کی رُو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ

وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لیے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اِس کو سن کر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک کافر کا نام اپنے پر لے کر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے۔ لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو مَیں پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔"

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 228)

یہ آپؑ نے لیکچر سیالکوٹ میں فرمایا جہاں آپؑ نے یہ خطاب، یہ لیکچر مسلمانوں اور ہندوؤں کے ایک بہت بڑے مجمع میں دیا تھا۔ پھر اپنی بعثت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں:

"انسان جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے وہ سب موجبِ معصیت ہو جاتا ہے۔ ایک ادنیٰ سپاہی سرکار کی طرف سے کوئی پروانہ لے کر آتا ہے تو اس کی بات نہ ماننے والا مجرم قرار دیا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے۔ مجازی حکام کا یہ حال ہے تو احکم الحاکمین کی طرف سے آنیوالے کی بے عزتی اور بے قدری کرنا کس قدر عدولِ حکمی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ خدا تعالیٰ غیّور ہے۔ اس نے مصلحت کے مطابق عین ضرورت کے وقت بگڑی ہوئی صدی کے سر پر ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے۔ اس کے تمام مصالح کو پاؤں کے نیچے کچلنا ایک بڑا گناہ ہے۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "...... انسان کی عقل خدا تعالیٰ کی مصلحت سے نہیں مل سکتی۔ آدمی کیا چیز ہے جو مصلحتِ الٰہی سے بڑھ کر سمجھ رکھنے کا دعویٰ کرے۔ خدا تعالیٰ کی مصلحت اس وقت بدیہی اور اجلیٰ ہے۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "اسلام میں سے پہلے ایک شخص بھی مرتد ہو جاتا تھا" اپنے زمانے کی بات فرما رہے ہیں "تو ایک شور بپا ہو جاتا تھا۔ اب اسلام کو ایسا پاؤں کے نیچے کچلا گیا ہے کہ ایک لاکھ مرتد موجود ہے۔" پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "اسلام جیسے مقدس مطہر مذہب پر اس قدر حملے کئے گئے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں کتابیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیوں سے بھری ہوئی شائع کی جاتی ہیں۔ بعض رسالے کئی کروڑ تک چھپتے ہیں۔ اسلام کے برخلاف جو کچھ شائع ہوتا ہے اگر سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک بڑا پہاڑ بنتا ہے۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ گویا ان میں جان ہی نہیں اور سب کے سب مر ہی گئے ہیں۔ اس وقت اگر خدا تعالیٰ بھی خاموش رہے تو پھر کیا حال ہوگا۔ خدا کا ایک حملہ انسان کے ہزار حملہ سے بڑھ کر ہے اور وہ ایسا ہے کہ اس سے دین کا بول بالا ہو جائے گا۔ عیسائیوں نے انیس سو سال سے شور مچا رکھا ہے کہ عیسیٰ خدا ہے اور ان کا دین اب تک بڑھتا چلا گیا اور مسلمان ان کو اور بھی مدد دے رہے ہیں۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں بڑا حربہ یہی ہے کہ مسیح زندہ ہے اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے۔" پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "لاہور میں لارڈ بشپ نے ایک بھاری مجمع میں یہی بات پیش کی۔ کوئی مسلمان اس کا جواب نہ دے سکا مگر ہماری جماعت میں سے مفتی محمد صادق صاحب جو یہ موجود ہیں، اٹھے اور انہوں نے قرآن شریف، حدیث، تاریخ، انجیل وغیرہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں کیونکہ آپ سے فیض حاصل کرکے کرامت اور خوارق دکھانے والے ہمیشہ موجود رہے۔ تب اس کا جواب وہ

کچھ نہ دے سکا۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "...... میں نے ایک دفعہ لدھیانہ میں عیسائیوں کو اشتہار دیا تھا کہ تمہارا ہمارا بہت اختلاف نہیں۔ تھوڑی سی بات ہے یہ کہ تم مان لو کہ عیسیٰ فوت ہو گئے اور آسمان پر نہیں گئے۔ تمہارا اس میں کیا حرج ہے؟ اس پر وہ بہت جھنجھلائے اور کہنے لگے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ عیسیٰ مر گیا اور آسمان پر نہیں گیا تو آج دنیا میں ایک بھی عیسائی نہیں رہتا۔" فرمایا کہ "دیکھو خدا تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ اس نے ایسا پہلو اختیار کیا ہے جس سے دشمن تباہ ہو جائے۔ مسلمان اس معاملہ میں کیوں اَڑتے ہیں۔ کیا عیسیٰؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھا؟ اگر میرے ساتھ خصومت ہے تو اس میں حد سے نہ بڑھو اور وہ کام نہ کرو جو دینِ اسلام کو نقصان پہنچائے۔ خدا تعالیٰ ناقص پہلو اختیار نہیں کرتا اور بجز اس پہلو کے تم کسرِ صلیب نہیں کر سکتے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 174-175)

پھر ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ

"وہ کام جس کے لیے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کے لیے کھڑا ہو جاؤں۔ اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دیئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کے لیے مستعد ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔"

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180-181)

یہ آپؑ کا لاہور کا لیکچر تھا۔ پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے اظہار اور بندوں کو بچانے کے لیے اپنے فرستادے اور مصلح اور خاص بندے کو بھیجتا ہے آپؑ فرماتے ہیں کہ

"قانون قدیم حضرت رب العالمین کا یہی ہے کہ جب دنیا میں کسی نوع کی شدت اور صعوبت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمتِ الٰہی اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ جیسے جب اِمساکِ باران سے غایت درجہ کا قحط پڑ کر خلقت کا کام تمام ہونے لگتا ہے تو آخر خداوند کریم بارش کر دیتا ہے۔ اور جب وبا سے لاکھوں آدمی مرنے لگتے ہیں تو کوئی صورت اصلاح ہوا کی نکل آتی ہے یا کوئی دوا ہی پیدا ہو جاتی ہے اور جب کسی ظالم کے پنجہ میں کوئی قوم گرفتار ہوتی ہے تو آخر کوئی عادل اور فریادرَس پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسا ہی جب لوگ خدا کا راستہ بھول جاتے ہیں اور

توحید اور حق پرستی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کسی بندہ کو بصیرت کامل عطا فرما کر اور اپنے کلام اور الہام سے مشرف کر کے بنی آدم کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے کہ تا جس قدر بگاڑ ہو گیا ہے اس کی اصلاح کرے۔ اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ پروردگار جو قیوم عالم کا ہے "دنیا کو قائم کرنیوالا ہے۔" اور بقا اور وجود عالم کا اسی کے سہارے اور آسرے سے ہے کسی اپنی فیضان رسانی کی صفت کو خلقت سے دریغ نہیں کرتا اور نہ بیکار اور معطّل چھوڑتا ہے بلکہ ہر یک صفت اس کی اپنے موقعہ پر فی الفور ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 113-114 بقیہ حاشیہ نمبر 10)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ

"وہ شخص بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے جس کا دل پاک ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے اظہار کا خواہاں ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے دوسروں پر مقدم کر لیتا ہے۔ جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں ان کا اور ہمارا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے ہے۔ وہ ہمارے اور ان کے دلوں کو خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کس کا دل دنیا کے نمود اور نمائش کے لیے ہے اور کون ہے جو خدا تعالیٰ ہی کے لیے اپنے دل میں سوز و گداز رکھتا ہے۔" فرمایا کہ "یہ خوب یاد رکھو کہ کبھی روحانیت صعود نہیں کرتی جب تک پاک دل نہ ہو۔ جب دل میں پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے تو اس میں ترقی کے لیے ایک خاص طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے ہر قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور وہ ترقی کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ بالکل اکیلے تھے اور اس بیکسی کی حالت میں دعویٰ کرتے ہیں۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (الاعراف:159)

کون اس وقت خیال کر سکتا تھا کہ یہ دعویٰ ایسے بے یار و مددگار شخص کا بار آور ہو گا۔ پھر ساتھ ہی اس قدر مشکلات آپ کو پیش آئیں کہ ہمیں تو ان کا ہزارواں حصہ بھی نہیں آئیں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 157-158)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام دنیا کو عموماً دنیا کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ہماری آخری نصیحت یہی ہے کہ تم اپنی ایمان کی خبر داری کرو۔ نہ ہو کہ تم تکبر اور لاپروائی دکھلا کر خدائے ذوالجلال کی نظر میں سرکش ٹھہرو۔ دیکھو خدا نے تم پر ایسے وقت میں نظر کی جو نظر کرنے کا وقت تھا۔ سو کوشش کرو کہ تا تمام سعادتوں کے وارث ہو جاؤ۔ خدا نے آسمان پر سے دیکھا کہ جس کو عزت دی گئی اس کو پیروں کے نیچے کچلا جاتا ہے اور وہ رسول جو سب سے بہتر تھا اس کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ اس کو بدکاروں اور جھوٹوں اور افترا کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کی کلام کو جو قرآن کریم ہے بُرے کلموں کے ساتھ یاد کر کے انسان کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ سو اس نے اپنے عہد کو یاد کیا۔ وہی عہد جو اس آیت میں ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ (الحجر:10)

سو آج اسی عہد کے پورے ہونے کا دن ہے۔ اس نے بڑے زور آور حملوں اور طرح طرح کے نشانوں

سے تم پر ثابت کر دیا کہ یہ سلسلہ جو قائم کیا گیا اس کا سلسلہ ہے۔ کیا کبھی تمہاری آنکھوں نے ایسے قطعی اور یقینی طور پر وہ خدا تعالیٰ کے نشان دیکھے تھے جو اب تم نے دیکھے؟ خدا تمہارے لیے کُشتی کرنے والوں کی طرح غیر قوموں سے لڑا اور ان پر فتح پائی۔ دیکھو آتھم کے معاملہ میں بھی ایک کُشتی تھی۔ تلاش کرو آج آتھم کہاں ہے؟ سنو! آج وہ خاک میں ہے۔ وہ اسی شرط کے موافق جو الہام میں تھی چند روز چھوڑا گیا اور پھر اسی شرط کے موافق جو الہام میں تھی پکڑا گیا۔ دوسری کُشتی لیکھرام کا معاملہ تھا۔ پس سوچ کر دیکھو کہ اس کُشتی میں بھی خدا تعالیٰ کیسے غالب آیا؟ اور تم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جس طرح اس کی موت کی الہامی پیشگوئیوں میں پہلے سے علامتیں مقرر کی گئی تھیں اسی طرح وہ سب علامتیں ظہور میں آئیں۔ خدا کے قہری نشان نے ایک قوم پر سخت سوگ وارد کیا۔ کیا کبھی تم نے پہلے اس سے دیکھا کہ تم میں اور تمہارے روبرو اس جلال سے خدا کا نشان ظاہر ہوا ہو؟ سوائے مسلمانوں کی ذریت! خدا تعالیٰ کے کاموں کی بے حرمتی مت کرو۔ تیسری کُشتی مہوتسو کے جلسہ کا معاملہ تھا۔ دیکھو اس کُشتی میں بھی خدا تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کیا اور تمہیں اپنا نشان دکھلایا۔ اور قبل از وقت اپنے بندے پر ظاہر کیا کہ اسی کا مضمون بالا رہے گا اور پھر ایسا ہی کر کے دکھلا بھی دیا۔ اور مضمون کے بابرکت اثر سے تمام حاضرین کو حیرت میں ڈال دیا۔ کیا یہ خدا کا کام تھا یا کسی اور کا؟" یہ آپؑ اس جلسے کا ذکر فرما رہے ہیں جہاں آپؑ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی گئی تھی اور اس کی کامیابی کے بارے میں پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بتا دیا تھا اور آپؑ نے اس کا اعلان بھی کر دیا تھا اور پھر غیروں نے برملا اس کا اظہار بھی کر دیا کہ یقیناً یہ کامیاب ترین مضمون تھا۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "پھر چوتھی کُشتی ڈاکٹر کلارک کا مقدمہ تھا جس میں تینوں قومیں آریہ اور عیسائی اور مخالف مسلمان متفق ہو گئے تھے تا میرے پر اقدامِ قتل کا مقدمہ ثابت کریں۔ اس میں خدا تعالیٰ نے پہلے سے ظاہر کر دیا کہ وہ لوگ اپنے ارادے میں ناکام رہیں گے۔ اور دو سو کے قریب آدمیوں کو قبل از وقت یہ الہام سنایا گیا اور آخر ہماری فتح ہوئی۔ پانچویں کُشتی مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کا مقدمہ تھا جس کے عزیز اور لواحق اسلام سے ٹھٹھا کرتے تھے اور بعض سخت مرتد ان میں سے قرآن شریف کی سخت تکذیب کر کے اور اسلام پر زبانِ بد کھول کر مجھ سے تصدیق اسلام کا نشان مانگتے تھے اور اشتہار چھپواتے تھے۔ سو خدا نے انہیں یہ نشان دیا کہ احمد بیگ عزیز اُن کا چند موتوں اور مصیبتوں کے دیکھنے کے بعد تین برس کے اندر فوت ہو جائے گا۔ سو ایسا ہی ہوا۔ اور وہ میعاد کے اندر فوت ہو گیا تا معلوم کریں کہ ہر ایک شوخی کی سزا ہے۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد14 صفحہ325 تا327)

پس آپؑ نے دنیا کو تنبیہ کی کہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے سے لڑائی مت کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تو وہ مدد اور نصرت بھی فرماتا ہے نشانات بھی دکھاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پُر شوکت الفاظ میں فرمایا ہے کہ

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد1 صفحہ665 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر4)

پس آج دو سو سے اوپر ممالک میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی سچائی دنیا پر ظاہر فرماتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کے مشن کو پھیلانے والوں میں حصہ دار بنائے اور ہمارے ایمان و ایقان کو مضبوط کرے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب میں آج کل جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس کے بارے میں دنیاداروں کے جو تبصرے ہیں اور تجزیے ہیں وہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

فلپ جونسٹن (Philip Johnston) ڈیلی ٹیلیگراف 18 مارچ 2020ء میں یہ لکھتے ہیں کہ نیٹ فلکس (Netflix) اور اس طرح کے دیگر پلیٹ فارمز کی رپورٹ ہے کہ آج کل دکھائی جانے والی 2011ء کی ایک فلم بہت مقبول ہو رہی ہے جس کا نام کونٹیجین Contagion ہے۔ اس کی کہانی میں ایک وائرس (virus) کے پھیلاؤ، طبی محققین اور صحت کے اداروں کی طرف سے اس بیماری کی شناخت اور اس پر قابو پانے کی شدید کوششوں، معاشرتی نظم و ضبط ختم ہونے اور آخر میں اس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ویکسین (vaccine) متعارف کروانے کا ذکر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں سوچتا ہوں کہ شاید ہمارا اس طرح دنیا کی تباہی کے موضوع پر بنی فلموں میں دلچسپی لینا ہمارے لمبا عرصہ رہنے والے استحکام اور ترقی کا نتیجہ ہے۔ دنیادار جو ترقی کر رہے ہیں شاید اس کا نتیجہ ہے جس کے بارے میں ہم میں سے اکثریت کا خیال ہے کہ یہ ترقی ہمیشہ رہے گی۔ کہتا ہے کہ یہ حیران کن ہے کہ صرف دو ہفتوں کے دوران ہماری دنیا بالکل الٹ چکی ہے۔ لکھتا ہے آگے کہ ہمارے سارے منصوبے رک گئے ہیں اور مستقبل کے بارے میں ہماری امیدیں غیر یقینی ہیں۔ پھر آگے کہتا ہے کہ نہ تو سرد جنگ کے دوران ایٹمی جنگ کا خطرہ اور نہ ہی حالیہ پیش آنے والے مختلف معاشی بحرانوں کا ایسا اثر تھا جس طرح آج اس وبا سے ہو رہا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ یہاں تک کہ گذشتہ عالمی جنگ کے دوران بھی لوگ تھیئٹر اور سینما اور ریسٹورنٹ اور کیفے، کلبوں اور پبز (pubs) میں جاتے تھے۔ کم از کم یہ چیز تھی جو لوگوں کو میسر تھی لیکن ہم آج کل یہ بھی نہیں کر سکتے۔ پھر کہتا ہے کہ ہم میں سے بیشتر جو دوسری جنگ عظیم کے بعد کے زمانے میں پلے بڑھے ہیں ہم لوگوں نے ہمیشہ خوشحالی، استحکام اور اطمینان کی توقع کی ہے جس کا پہلی نسلوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ لوگ ایسے حالات میں تھے کہ اس بارے میں سوچتے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ امید ہے کہ سائنس اس بیماری کی ویکسین یا علاج لے کر ہمارے بچاؤ کے لیے آ جائے اور شاید ایسا ہو بھی جائے۔ اور پھر کہتا ہے کہ سیئٹل (Seattle) میں، امریکہ میں آج انسانی رضاکاروں پر تجربہ کا یہ آغاز ہوا ہے لیکن کہتا ہے کہ بُری خبر یہ ہے کہ یہ جاننے میں بھی مہینوں لگیں گے کہ اس ویکسین کا کوئی فائدہ بھی ہو گا یا نہیں۔ پھر آگے وہ لکھتا ہے کہ پوری تاریخ میں لوگوں نے اس طرح کے حالات میں اپنے عقیدے کا سہارا لے کر اپنے آپ کو ان حالات سے گزارا ہے۔ پرانی تاریخ جو ہے اس میں اگر ایسے خطرناک حالات پیدا ہوئے تو انہوں نے اپنے عقیدے کا سہارا لیا ہے اور اپنے حالات کو گزارا۔

اللہ کی طرف رجوع کیا تا کہ ان لوگوں اور ان کے پیاروں کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کو کوئی معنی اور مطلب دیں۔ پھر آگے یہ لکھتا ہے کہ لامذہب ایسے موقعوں پر ہمیشہ اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے ایک سیکولر

انسانیت پسندانہ نظریہ اپناتے ہیں۔ یہ بنیادی طور پر ایک روشن خیالی کا تصور ہے جو لامذہب اپناتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ ہے کہ انسانی کوششوں سے قدرتی عمل کو ہمیشہ بہتر کیا جا سکتا ہے اور اسے تقدیر یا خدا کے قہر سے جوڑنا ضروری نہیں ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ہم نے کتنی بار لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا کیونکہ سائنسدان کچھ حل نکال لیں گے چاہے وہ گلوبل وارمنگ کا مسئلہ ہو یا کوئی وبائی بیماری۔ ہمیں عنقریب یہ پتا چلنے والا ہے کہ آیا اس طرح کی امید رکھنا صحیح ہے یا نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کہتا ہے (دنیادار ہے ناں خود) کہ پھر میں شاید چرچ کی طرف واپس چلا جاؤں۔ ابھی تو میں مذہب سے دور ہوں، خدا سے دور ہوں اور جو بظاہر شواہد نظر آ رہے ہیں یہ ظاہر اس طرح کر رہے ہیں اور اگر یہ نہیں ہوتا جس طرح یہ سائنسدان کہہ رہے ہیں تو پھر ہمیں بھی سوچنا پڑے گا کہ چرچ کی طرف واپس جائیں، مذہب کی طرف واپس جائیں۔

پس اس وائرس نے دنیا کو اس بات پر سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ خدا کی طرف رجوع کریں لیکن حقیقی خدا اور زندہ خدا تو صرف اسلام کا خدا ہے جس نے اپنی طرف آنے والوں کو راستہ دکھانے کا اعلان فرمایا ہے۔ ایک قدم بڑھنے والوں کو کئی قدم بڑھ کر ہاتھ پکڑنے کا اعلان فرمایا ہے۔ اپنی پناہ میں لینے کا اعلان فرمایا ہے۔ پس ان حالات میں ہمیں جہاں اپنے آپ کو سنوارنے کی ضرورت ہے وہاں اپنی تبلیغ کو بھی مؤثر رنگ میں کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کو اسلام کے بارے میں پہلے سے بڑھ کر متعارف کرانے کی ضرورت ہے اور پھر ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ دنیا کو بتائے کہ اگر اپنی بقا چاہتے ہو تو اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانو۔ اگر اپنے بہتر انجام چاہتے ہو تو اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانو کہ آخری زندگی کا انجام جو ہے وہی اصل انجام ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس کی مخلوق کے حق ادا کرو۔

پس ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق بھی ہر ایک کو عطا فرمائے۔ یہ آفات تو اب دنیادار بھی کہتے ہیں کہ اب بڑھتی چلی جانی ہیں۔ اس لیے اپنے بہتر انجام کے لیے جیسا کہ میں نے کہا بہت ضرورت ہے کہ ہم بھی خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور دنیا کو بھی بتائیں کہ اصل انجام آخری زندگی کا انجام ہے جس کے لیے تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بہر حال آنا ہو گا۔ اس کے بارے میں ایک ماہر کی تنبیہ یہ ہے۔ The Times میں یہ مضمون چھ مارچ میں شائع ہوا تھا۔ ایک ماہر نے متنبہ کیا ہے کہ خطرناک وائرس کی جینیاتی تبدیلیوں کے عام ہونے کا بہت امکان ہے اور اس کے ساتھ چند برسوں میں ایک نئے کورونا وائرس کے دنیا میں پھیل جانے کا بھی امکان ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ شاید اگلے ہر تین سال کے بعد کوئی اور نئی بیماری آ جائے۔

پھر بلومبرگ (Bloomberg) نے بھی ایک مضمون لکھا۔ وہ کہتا ہے کہ سائنسدان کورونا وائرس پر قابو پا سکتے ہیں لیکن وبائی امراض کے خلاف انسانیت کی جنگ نہ ختم ہونے والی جنگ ہے۔ انسانیت اور جرثوموں کے مابین ارتقا کی دوڑ میں کیڑے دوبارہ آگے آ رہے ہیں۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کے مطابق 1970ء کے بعد سے اب تک پندرہ سو سے زیادہ نئے وائرس دریافت ہوئے ہیں اور اکیسویں صدی میں وبائی بیماریاں پہلے سے کہیں زیادہ تیزی سے اور دور تک پھیل رہی ہیں۔ پھر کہتا ہے کہ اس سے پہلے جو محدود علاقوں میں رہنے والی وبائیں

تھیں اب وہ بہت تیزی سے عالمی سطح پر بھی پھیل سکتی ہیں۔ بہرحال اس کی لمبی تفصیلات ہیں یہ تو ساری بیان نہیں ہو سکتیں لیکن اپنے انجام بخیر کے لیے جیسا کہ میں نے کہا ہمیں خدا تعالیٰ سے پہلے سے بڑھ کر تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

کورونا کی وبا کے بارے میں پہلے ہی میں ہدایت دے چکا ہوں۔ یاددہانی بھی کروادوں کیونکہ اب یہ تمام دنیا میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور یہاں بھی اس کا اثر بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ اب حکومت بھی اس بات پہ مجبور ہو گئی ہے کہ اقدامات اٹھائے اور زیادہ سخت اقدامات اٹھائے۔ بڑے اقدامات اٹھائے۔ جب بیماریاں آتی ہیں، وبائیں آتی ہیں تو ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہیں اس لیے ہر ایک کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ حکومتی ہدایات پر عمل کریں۔ بڑی عمر کے لوگ، بیمار لوگ یا ایسی بیماری میں مبتلا لوگ جن کے جسم کی قوتِ مدافعت کم ہو جاتی ہے ان کو بہت زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ بڑی عمر کے لوگ گھروں سے کم نکلیں اور یہی حکومت کا اعلان بھی ہے سوائے اس کے کہ بہت اچھی صحت ہو عموماً گھر میں رہنا چاہیے۔

یہاں مسجد میں آنے میں بھی احتیاط کریں۔ جمعہ بھی اپنے علاقے کی مسجد میں پڑھیں اور یہاں آج کی حاضری سے بھی لگ رہا ہے کہ اکثر لوگ جمعہ اپنے اپنے علاقوں میں ہی پڑھ رہے ہیں۔ سوائے اس کے کہ اس بات پر بھی حکومت کی طرف سے پابندی لگ جائے کہ جمعہ کے لیے بھی gathering نہ ہو۔ عورتیں عموماً مسجد میں آنے سے پرہیز کریں۔ بچوں کے ساتھ آتی ہیں ان کو پرہیز کرنا چاہیے۔ پھر عموماً ڈاکٹر بھی آج کل یہی کہہ رہے ہیں کہ اپنے جسم کی قوت مدافعت بڑھانے کے لیے اپنے آرام کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ اس کے لیے اپنی نیند کو پورا کرنا چاہیے۔ اپنی نیند پوری کریں۔ خود بھی اور بچے بھی۔

ایک بڑے آدمی کے لیے چھ سات گھنٹے کی نیند ہے۔ بچے کے لیے آٹھ، نو گھنٹے یا دس گھنٹے کی نیند ہے۔ اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ یہ نہیں کہ بارہ بجے تک ساری رات بیٹھ کے ٹی وی دیکھتے رہے اور اس کے بعد ایک تو نماز پہ نہ اٹھ سکے پھر صبح جلدی جلدی اٹھے، چند گھنٹوں کے بعد کام پے جانا ہے اس کی مشکلات پھر سارا دن سستی، پھر کمزوری، پھر کام کی تھکاوٹ اور اسی وجہ سے پھر یہ بیماریاں جو ہیں حملہ بھی کرتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کو بھی عادت ڈالیں کہ جلدی سوئیں اور آٹھ نو گھنٹے کی نیند پوری کر کے جلدی اٹھیں۔

پھر بازاری چیزیں کھانے سے بھی پرہیز کریں۔ ان سے بھی بیماریاں پھیلتی ہیں خاص طور پر یہ جو کرسپ (crisp) وغیرہ کے پیکٹ ہیں یہ بچوں کو کھانے کے لیے لوگ دے دیتے ہیں یا ایسی چیزیں جس میں بعض پریزرویٹوز (preservatives) بھی ڈالے ہوتے ہیں یہ صحت کے لیے خطرناک ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیے یہ بھی آہستہ آہستہ انسانی جسم کو کمزور کرتے جاتے ہیں۔

پھر یہ بھی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ آج کل پانی بار بار پینا چاہیے۔ ضروری ہے کہ ایک گھنٹے بعد، آدھے پونے گھنٹے بعد گھنٹے بعد ایک دو گھونٹ پی لیں۔ یہ بھی بیماری سے بچنے کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ ہاتھوں کو صاف رکھنا چاہیے۔ اگر سینیٹائزر نہیں بھی ملتے تو ہاتھ دھوتے رہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کم از کم پانچ دفعہ وضو کرنے والے

جو ہیں ان کو صفائی کا موقع مل جاتا ہے۔ وہ اس طرف توجہ کریں۔ چھینک کے بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں۔ مسجدوں میں بھی اور عام طور پر بھی اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے بھی رومال آگے رکھ کے، ناک پر رکھ کے یا اب بعض ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اپنا بازو سامنے رکھ کے اس پہ چھینکیں تا کہ اِدھر اُدھر چھینٹے نہ اڑیں۔ بہر حال صفائی بہت ضروری ہے اور اس کا خیال رکھنا چاہیے لیکن آخری حربہ دعا ہے اور یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے شر سے بچائے۔ ان تمام احمدیوں کے لیے بھی خاص طور پر دعا کریں جو کسی وجہ سے اس بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں یا ڈاکٹروں کو شک ہے کہ ان کو بھی یہ وائرس ہے یا کسی بھی اور بیماری میں مبتلا ہیں سب کے لیے دعا کریں۔

پھر اسی طرح کسی بھی بیماری کی کمزوری کی وجہ سے جیسا کہ میں نے کہا وائرس حملہ آور ہو جاتا ہے تو ان کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں بھی بچا کے رکھے۔ عمومی طور پر ہر ایک کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس وبا کے اثرات سے بچا کے رکھے۔ جو بیمار ہیں انہیں شفائے کاملہ عطا فرمائے اور ہر احمدی کو شفا عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ ایمان اور ایقان میں بھی مضبوطی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10/ اپریل 2020ء جلد 27 شمارہ 29 صفحہ 05 تا 08)

13

خصوصی پیغام سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27/مارچ 2020ء بمطابق 27/امان 1399 ہجری شمسی
بمقام دفتر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل وائرس کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے حکومت نے پابندیاں لگائی ہیں۔ دنیا میں بہت ساری حکومتوں نے اور یہاں برطانیہ کی حکومت نے بھی کہ مسجد میں باجماعت نماز ادا نہیں ہو سکتی یا اگر ہو سکتی ہے تو دو یا چند افراد سے زیادہ نہ ہوں اور وہ بھی قریبی لوگ ہوں۔ ابھی قانون واضح نہیں ہو رہا۔ کوئی تشریح کچھ کرتا ہے اور کوئی کچھ کہ یہ صرف جیسا کہ مَیں نے کہا کہ قریبی رشتے دار ہوں تبھی ہو سکتا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ دوست یا ساتھ رہنے والے ہوں تو بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ بہرحال ان حالات میں باقاعدہ جب تک واضح نہیں ہو جاتا جمعہ ادا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جمعہ میں بھی بعض چیزیں وضاحت طلب ہیں۔ اس لیے میں نے آج مشورے کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے کہ دفتر سے ہی خطبے کے بجائے ایک پیغام کی شکل میں آپ سے بات کر لوں اور مخاطب ہو جاؤں۔ جمعہ باقاعدہ نہ پڑھا جائے۔

جمعے کے روز ایم۔ٹی۔اے پر خطبہ سننا، خلیفۂ وقت کا خطبہ سننا ایسا ہے کہ جس کی اب لوگوں کو عادت پڑ چکی ہے۔ اگر آج اس وقت مَیں جماعت سے مخاطب نہ ہوا تو لوگوں کو بعض دفعہ مایوسی بھی ہوتی ہے اور پھر اس کے علاوہ مختلف قسم کی قیاس آرائیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ کسی نہ کسی رنگ میں جماعت سے مخاطب ہو جاؤں اور اس کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا گیا کہ دفتر سے بیٹھ کر ایک پیغام کی صورت میں آپ سے مخاطب ہو جاؤں۔

بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا آج جو جمعہ ہے وہ ہم تو نہیں پڑھیں گے اور آئندہ کے لیے ان شاء اللہ کیا طریق اختیار کرنا ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بتا دیا جائے گا۔ لمبا عرصہ ہم جمعہ چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ میرا جماعت سے جیسا کہ میں نے کہا رابطہ بھی ضروری ہے اور آج کل کے حالات میں خاص طور پر اَور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس لیے وکلاء اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ مشورے کے بعد ان شاء اللہ اس کا ہم حل نکال لیں گے۔

افرادِ جماعت کو بھی مَیں یہ کہوں گا کہ جیسا کہ مسجد میں آنے پر حکومت نے اس بیماری کی وجہ سے جہاں پابندی لگائی ہے یا پابندی تو نہیں لگائی مثلاً یہاں یوکے میں یہ ہے کہ انفرادی طور پر مسجد میں آکر نماز پڑھ سکتے

ہیں یا چند فیملی ممبران بھی آ کر نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن وہاں یہی ہے کہ فاصلہ اتنا ہو کہ جو حکومت نے بتایا ہے کہ آپس میں قریبی رابطہ نہ ہو لیکن اس کے باوجود باجماعت نماز اس طرح نہیں پڑھی جا سکتی کہ سارے اکٹھے ہو کے آئیں۔ تو ایسی صورت میں گھروں میں احباب جماعت کو چاہیے کہ باجماعت نماز کا اہتمام کریں اور جمعہ بھی گھر کے افراد مل کر پڑھیں اور ملفوظات میں سے یا جماعتی کتب میں سے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری کتب میں سے یا الفضل میں سے یا الحکم سے یا کسی اور رسالے سے کوئی بھی اقتباس پڑھ کر خطبہ دیا جا سکتا ہے اور گھر کے افراد میں سے کوئی بالغ لڑکا یا مرد جمعہ بھی پڑھا سکتا ہے اور نمازیں بھی پڑھا سکتا ہے۔ جمعوں کو بہرحال لمبا عرصہ ترک نہیں کیا جا سکتا۔

جب گھروں میں لوگ جمعہ پڑھائیں گے اور اس کی تیاری کریں گے تو خطبے کے لیے مطالعہ کریں گے۔ اس سے علم بھی بڑھے گا اور یوں حکومتی پابندی کی وجہ سے گھر بیٹھنا بھی دینی اور روحانی فائدے کا موجب ہو جائے گا، علمی فائدے کا موجب ہو جائے گا۔ بلکہ الحکم نے آج کل جو لوگوں کی رائے کا سلسلہ شروع کیا ہے کہ ہم اس پابندی کی وجہ سے گھر بیٹھ کر کس طرح وقت گزارتے ہیں اس میں اکثر لوگ یہ لکھ رہے ہیں کہ جماعتی قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور جماعتی لٹریچر پڑھ کر ہم اپنے علم میں اضافہ کر رہے ہیں اور بہت سے تبصرے تو آج کل مختلف دنیاوی سائٹس پر دنیادار بھی کر رہے ہیں کہ اس وجہ سے ہمیں بھی اپنی گھریلو زندگی کو، اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کی توفیق مل رہی ہے اور ہماری گھریلو زندگی واپس آ گئی ہے۔ پس ہمیں بھی اپنی گھریلو زندگی کو، اپنی حالتوں کو سنوارتے ہوئے اور بچوں کی تربیت کرتے ہوئے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایم۔ٹی۔اے پر بڑے اچھے پروگرام آتے ہیں۔ کچھ وقت ان پروگراموں کو بھی اکٹھے بیٹھ کر دیکھنے کی کوشش کریں۔

اور اس کے علاوہ حکومت نے عوام کی بہتری کے لیے جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں آپ کی صحتیں قائم رکھنے کے لیے جو ہدایات دی ہیں، جو قانون بنائے ہیں اس کی بھی پوری پابندی کریں۔ اور سب سے بڑھ کر جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبات میں کہا تھا کہ دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو ہم جذب کر سکتے ہیں اور اپنی روحانی اور جسمانی حالت کو صحت مند کر سکتے ہیں اور یہی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار نصیحت فرمائی ہے اور ایسے حالات میں بھی یہی نصیحت فرمائی ہے کہ سب سے زیادہ ضروری بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دل کو صاف کریں اور نیک اعمال میں مصروف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کا ایک بہت بڑا ہتھیار دیا ہے۔ ہمیں اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

جہاں تک جمعہ نہ پڑھنے کا سوال ہے بعض حالات میں باجماعت نماز اور جمعے کی بعض حدیثوں سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ چھوڑے جا سکتے ہیں۔ مثلاً بخاری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بارش والے دن میں اپنے مؤذن سے فرمایا کہ تم اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو تو اس کے بعد حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ نہ کہنا بلکہ صَلُّوْا فِي بُيُوْتِكُمْ کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو کے الفاظ کہنا۔ پس یہ بات گویا لوگوں کو نئی لگی اور انہوں نے اس پر تعجب

کیا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہی فعل انہوں نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھے۔ اگرچہ جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو اس تکلیف میں ڈالوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعة باب الرخصة ان لم یحضر الجمعة فی المطر حدیث 901)

مسلم میں بھی یہ روایت بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اس طرح آئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بارش والے دن میں اپنے مؤذن سے فرمایا کہ تم

أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کہو تو اس کے بعد حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ نہ کہنا بلکہ صَلُّوْا فِي بُيُوتِكُمْ

کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو کے الفاظ کہنا۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کو یہ بات نئی لگی تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو۔ یہ کام انہوں نے کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے۔ اگرچہ جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں اس حال میں باہر نکالوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاة باب الصلاة فی الرحال فی المطر حدیث699)

علامہ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں بارش وغیرہ کی مجبوری کی بنا پر جمعے کو ساکت کرنے کی دلیل موجود ہے اور یہی مسلک ہمارا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہی مسلک ہمارا ہے اور دوسرے فقہاء کا ہے جبکہ امام مالک کا موقف اس کے خلاف ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم جلد 5 صفحہ 208 کتاب الصلاة باب الصلاة فی الرحال فی المطر حدیث (699) مطبوعہ المصریۃ بالازھر1347ھ)

اسی طرح فقہاء نے جمعہ اور باجماعت نماز کو ترک کرنے کے عذروں میں ایسی بیماری جس کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونا مشکل ہو اس کو شامل کیا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں کسی قسم کی تنگی روا نہیں رکھی۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپؐ مسجد جانے سے رُک گئے اور فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے۔ یہ صحیح بخاری میں بھی ہے اور مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الآذان باب اھل العلم والفضل احق بالامامة حدیث 680-681)

(صحیح مسلم کتاب الصلاة باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر حدیث419)

اسی طرح کسی بیماری کے پیدا ہونے سے خوفزدہ شخص بھی معذور قرار دیا ہے اور اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کی تفسیر خوف اور بیماری سے فرمائی۔ یہ سنن ابی داؤد میں درج ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب التشدید فی ترک الصلاة حدیث 551)

بہر حال یہ بیماری جس میں بیماری پھیلنے کا بھی خطرہ ہے اور جس کے لیے حکومت نے بھی بعض قواعد اور

قانون بنائے ہیں اور ملکی قوانین کے تحت ان پہ چلنا بھی ضروری ہے۔ ان صورتوں میں جمع ہونا، ایک جگہ جمع ہونا اور نماز باجماعت ادا کرنا یا جمعہ پڑھنا مشکل ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا اپنے گھروں میں نماز باجماعت کی عادت ڈالیں۔ اس سے جہاں بچوں کو یہ علم ہو گا کہ نمازیں پڑھنا ضروری ہے اور باجماعت پڑھنا ضروری ہے اور آج کل کے حالات کی وجہ سے ہم مسجد نہیں جا سکتے لیکن اس فرض کو اپنے گھروں میں نبھانا ضروری ہے، اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس طرف خاص طور پر توجہ دیں۔ بعض دفعہ سفروں میں ایسے حالات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی آئے تھے جب آپؑ نے جمعہ ادا نہیں کیا۔

(ماخوذ از الفضل مورخہ 24 جنوری 1942ء صفحہ 1 جلد 30 شمارہ 21)

تو بہرحال بہت ساری ایسی روایات ہیں جن سے اس بارے میں بھی وضاحت ہوتی ہے کہ متعدی بیماریوں میں جمع ہونا یا بیماریوں میں ایک دوسرے سے ملنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے لیے علیحدہ رہنا چاہیے اور علیحدہ رکھو۔ بہرحال جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہم مستقل تو یہ نہیں چھوڑ رہے اور اس کے لیے متبادل انتظام بھی کر رہے ہیں کہ گھروں میں جمعہ ادا کریں۔ میں بھی کوئی انتظام کرنے کی کوشش کروں گا۔

اب یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس وبا سے دنیا کو جلد پاک کرے اور سب دنیا کو انسانیت کے تقاضے پورے کرنے والا بنائے اور سب خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17 / اپریل 2020ء جلد 27 شمارہ 31 صفحہ 05 تا 06)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/اپریل 2020ء بمطابق 03/شہادت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل کے حالات کے مطابق اور جو قانون یہاں کی حکومت نے بنایا ہے اس کے مطابق باقاعدہ لوگوں کو سامنے بٹھا کے کہ مقتدی سامنے بیٹھے ہوں، سننے والے سامنے بیٹھے ہوں خطبہ نہیں دیا جا سکتا اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی جتنی، جس حد تک اجازت ہے اس کے مطابق آج یہاں انتظام کیا گیا ہے کہ مسجد سے ہی مَیں خطبہ دوں کیونکہ دنیا میں بہرحال اس وقت خطبہ سننے والے ہزاروں لاکھوں ہیں چاہے مسجد میں میرے سامنے اس وقت کوئی ہو یا نہ ہو۔ وحدت قائم رکھنے کی یہ کوشش ہمیں ہمیشہ کرنی چاہیے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حالات بھی بہتر کرے۔ اس وبا کو بھی دور کرے اور پھر دوبارہ اُسی طرح مسجد کی رونقیں واپس بھی آ جائیں۔

اب مَیں خطبے کا جو موضوع ہے اس کو شروع کرتا ہوں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا ذکر دو جمعے پہلے کے خطبے میں بیان ہوا تھا یا ہو رہا تھا۔ ان کی شہادت جو جنگِ جمل میں ہوئی تھی اس کے حوالے سے مَیں نے کہا تھا کہ آئندہ بیان کروں گا۔ سو آج اس بارے میں بتاؤں گا۔ اس میں جنگِ جمل کے بارے میں اٹھنے والے بعض سوالات ہیں ان کے بھی کچھ حد تک جواب مل جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس حوالے سے صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ تفصیل لکھی گئی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب تھا تو لوگوں نے کہا امیر المومنین وصیت کر دیں۔ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں اس خلافت کا حق دار ان چند لوگوں سے بڑھ کر اَور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ ان سے راضی تھے اور انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ نے پھر حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا اور کہا کہ عبد اللہ بن عمرؓ تمہارے ساتھ شریک رہے گا لیکن اس خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ گویا یہ بات عبد اللہ کو تسلی دینے کے لیے کہی ہے۔ اگر خلافت سعد کو مل گئی تو پھر وہی خلیفہ ہو۔ ورنہ جو بھی تم میں سے امیر بنایا جائے وہ سعد سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے اس کو اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ کوئی خیانت کی تھی۔ نیز فرمایا میں اُس خلیفہ کو جو میرے بعد ہو

گا پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق ان کے لیے ادا کریں اور ان کی عزت کا خیال رکھیں۔ اور میں انصار کے متعلق بھی عمدہ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے اپنے گھروں میں ایمان کو جگہ دی۔ جو ان میں سے کام کرنے والا ہو اسے قبول کیا جائے۔ اور میں سارے شہر کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی اس کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال کے محصل ہیں اور دشمن کے کُڑھنے کا موجب ہیں۔ اور یہ کہ ان کی رضامندی سے ان سے وہی لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے بچ جائے۔ اور میں اس کو بدوی عربوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عربوں کی جڑ ہیں اور اسلام کا مادہ ہیں اور یہ کہ ان کے ایسے مالوں سے لیا جائے جو ان کے کام کے نہ ہوں۔ اور پھر انہی کے محتاجوں کو دے دیا جائے۔ اور میں اس کو اللہ کے ذمے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کرتا ہوں۔ جن لوگوں سے عہد لیا گیا ہو ان کا عہد ان کے لیے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے ان سے مدافعت کی جائے اور ان سے بھی اتنا ہی لیا جائے جتنا ان کی طاقت ہو۔

جب آپؓ فوت ہو گئے تو ہم ان کو لے کر نکلے اور پیدل چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کو السلام علیکم کہا اور کہا عمر بن خطابؓ اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو اندر لے آؤ۔ چنانچہ ان کو اندر لے گئے اور وہاں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھ دیے گئے۔ جب ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو وہ آدمی جمع ہوئے جن کا نام حضرت عمرؓ نے لیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اپنا معاملہ اپنے میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دو۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت علیؓ کو دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا آپ دونوں میں سے جو بھی اس امر سے دستبردار ہو گا ہم اسی کے حوالے اس معاملے کو کر دیں گے اور اللہ اور اسلام اس کا نگران ہوں۔ اور وہ ان میں سے اسی کو تجویز کرے گا جو اس کے نزدیک افضل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے۔ اس بات نے دونوں بزرگوں کو خاموش کر دیا یعنی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کیا آپ اس معاملے کو میرے سپرد کرتے ہیں اور اللہ میرا نگران ہے کہ جو آپ میں سے افضل ہے اس کو تجویز کرنے کے متعلق کوئی بھی کمی نہیں کروں گا۔ ان دونوں نے کہا اچھا۔ پھر عبدالرحمٰنؓ ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کے الگ لے گئے اور کہنے لگے آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کا تعلق ہے اور اسلام میں بھی وہ مقام ہے جو آپ بھی جانتے ہیں۔ اللہ آپ کا نگران ہے۔ بتائیں اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو کیا آپ ضرور انصاف کریں گے؟ اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ اس کی بات سنیں گے اور ان کا حکم مانیں گے؟ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ دوسرے کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی ویسے ہی کہا۔ جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو کہنے لگے عثمان آپ اپنا ہاتھ اٹھائیں اور انہوں نے ان سے بیعت کی اور حضرت علیؓ نے بھی ان سے بیعت کی اور گھر والے اندر آ گئے اور انہوں نے بھی ان سے بیعت کی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قصۃ البیعۃ حدیث 3700)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتخابِ خلافت حضرت عثمان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس

واقعہ کا یوں ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور آپؓ نے محسوس کیا کہ اب آپؓ کا آخری وقت قریب ہے تو آپؓ نے چھ آدمیوں کے متعلق وصیت کی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں گے۔ وہ چھ آدمی یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت سعد بن وقاصؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی آپؓ نے اس مشورے میں شامل کرنے کے لیے مقرر فرمایا مگر خلافت کا حقدار قرار نہ دیا اور وصیت کی کہ یہ سب لوگ تین دن میں فیصلہ کریں اور تین دن کے لیے صہیبؓ کو امام الصلوٰة مقرر کیا اور مشورہ کی نگرانی مقداد بن اسودؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں اور خود تلوار لے کر دروازے پر پہرہ دیتے رہیں اور فرمایا کہ جس پر کثرتِ رائے سے اتفاق ہو سب لوگ اس کی بیعت کریں اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دو لیکن اگر دونوں طرف تین تین ہو جائیں تو عبداللہ بن عمرؓ ان میں سے جس کو تجویز کریں وہ خلیفہ ہو۔ اگر اس فیصلے پر وہ راضی نہ ہوں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں وہ خلیفہ ہو۔ آخر پانچوں اصحابؓ نے مشورہ کیا۔ کیونکہ طلحہؓ اس وقت مدینہ میں نہ تھے مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ بہت لمبی بحث کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا جو شخص اپنا نام واپس لینا چاہتا ہے وہ بولے۔ جب سب خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا پھر باقی دو نے۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔ آخر انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے عہد لیا کہ وہ فیصلہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فیصلے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ انہوں نے عہد کیا اور سب کام حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تین دن مدینے کے گھر گھر گئے اور مردوں اور عورتوں سے پوچھا کہ ان کی رائے کس شخص کی خلافت کے حق میں ہے؟ سب نے یہی کہا کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت منظور ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ خلیفہ ہو گئے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 488-489)

یہ تاریخوں کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت طلحہؓ حضرت عمرؓ کی وصیت کے وقت حاضر نہ تھے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اس وقت حاضر ہوئے جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اس وقت حاضر ہوئے جب مشاورت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق جسے زیادہ درست قرار دیا گیا ہے۔ وہ حضرت عثمانؓ کی بیعت کے بعد حاضر ہوئے تھے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 7 صفحہ 69 کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ حدیث 3700 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔ از المکتبة الشاملة)

بہر حال حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور پھر یہ نظام معمول پر آنے لگا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو تمام لوگ حضرت علیؓ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے جن میں صحابہؓ اور اس کے علاوہ تابعین بھی شامل

تھے۔ وہ سب یہی کہہ رہے تھے کہ علیؓ امیر المومنین ہیں یہاں تک کہ وہ آپؓ کے گھر حاضر ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ پس آپؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے کیونکہ آپؓ اس کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں ہے بلکہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس کے بارے میں اصحابِ بدر راضی ہوں تو وہ خلیفہ ہو گا۔ پس وہ سب اصحابِ بدر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر انہوں نے عرض کی ہم کسی کو آپؓ سے زیادہ اس کا حق دار نہیں دیکھتے۔ پس اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ ہم آپؓ کی بیعت کریں۔ آپؓ نے فرمایا طلحہؓ اور زبیرؓ کہاں ہیں؟ سب سے پہلے آپؓ کی زبانی بیعت حضرت طلحہؓ نے کی اور دستی بیعت حضرت سعدؓ نے کی۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو مسجد گئے اور منبر پر چڑھے۔ سب سے پہلا شخص جو آپؓ کے پاس اوپر آیا اور انہوں نے بیعت کی وہ حضرت طلحہؓ تھے۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور باقی اصحابؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 4 صفحہ 107 ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ یہ ذکر آپ اپنی ایک تقریر میں کر رہے ہیں جہاں خواجہ کمال الدین صاحب کے بعض اعتراضوں کے جواب میں آپؓ نے یہ ذکر فرمایا اور یہ ذکر بیان کرنا انتہائی ضروری ہے اس لیے میں بیان کر رہا ہوں۔ آپؓ، حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ

"طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیعت نہ کرنے سے آپ حجت نہ پکڑیں۔" یعنی خواجہ صاحب کو کہہ رہے ہیں۔ "ان کو انکارِ خلافت نہ تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا سوال تھا۔ پھر میں آپ کو بتاؤں جس نے آپ سے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی وہ غلط کہتا ہے۔

حضرت عائشہؓ تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے مدینہ جا بیٹھیں اور طلحہؓ اور زبیرؓ نہیں فوت ہوئے جب تک بیعت نہ کر لی۔ چنانچہ چند حوالہ جات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔" خصائص کبریٰ کی جلد ثانی کا حوالہ ہے۔ حاکم نے روایت کی ہے۔ عربی حصہ ہے وہ میں چھوڑ تا ہوں۔ ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔

" ...... حاکم نے روایت کی ہے کہ ثور بن مجزاء نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں واقعہ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے پاس سے گزرا۔ اس وقت ان کی نزع کی حالت قریب تھی۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کون سے گروہ میں سے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت امیر المومنین علیؓ کی جماعت میں سے ہوں تو کہنے لگے اچھا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔ چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر جان بحق تسلیم کر گئے۔ میں نے آکر حضرت علیؓ سے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپؓ سن کر کہنے لگے۔ اللہ اکبر! خدا کے رسولؐ کی بات کیا سچی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ طلحہ میری بیعت کے بغیر جنت میں نہ جائے۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

" ...... حضرت عائشہؓ کے پاس ایک دفعہ واقعہ جمل مذکور ہوا تو کہنے لگیں کیا لوگ واقعہ جمل کا ذکر کرتے ہیں؟ کسی ایک نے کہا جی۔ اسی کا ذکر ہے۔ کہنے لگیں کہ کاش جس طرح اَور لوگ اس روز بیٹھے رہے میں بھی بیٹھی رہتی۔ اس بات کی تمنا مجھے اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس بچے جنتی جن

میں سے ہر ایک بچہ عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام جیسا ہوتا۔" پھر اگلی بات جو ہے وہ یہ ہے "......اور طلحہؓ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں جن کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا سچا ہونا یقینی ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ انہوں نے خروج سے رجوع اور توبہ کر لی۔"
(القول الفصل، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 318-319)

یہ حوالہ بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"قاتلوں کے گروہ مختلف جہات میں پھیل گئے تھے اور اپنے آپ کو الزام سے بچانے کے لیے دوسروں پر الزام لگاتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے مسلمانوں سے بیعت لے لی ہے تو ان کو آپ پر الزام لگانے کا عمدہ موقعہ مل گیا اور یہ بات درست بھی تھی کہ آپؓ "یعنی حضرت علیؓ" کے ارد گرد حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے کچھ لوگ جمع بھی ہو گئے تھے۔ اس لیے ان" مخالفین کو منافقین "کو الزام لگانے کا عمدہ موقعہ حاصل تھا۔ چنانچہ ان میں سے جو جماعت مکہ کی طرف گئی تھی۔ اس نے حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جہاد کا اعلان کریں۔

چنانچہ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہؓ کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت اس شرط پر کر لی تھی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے جلد سے جلد بدلہ لیں گے۔ انہوں نے "یعنی ان دونوں نے" جلدی کے جو معنی سمجھے تھے۔ وہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلافِ مصلحت تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پہلے تمام صوبوں کا انتظام ہو جائے۔ پھر قاتلوں کو سزا دینے کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ اوّل مقدم اسلام کی حفاظت ہے۔ قاتلوں کے معاملہ میں دیر ہونے سے کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح قاتلوں کی تعیین میں بھی اختلاف تھا۔ جو لوگ نہایت افسردہ شکلیں بنا کر سب سے پہلے حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے تھے اور اسلام میں تفرقہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے تھے ان کی نسبت حضرت علیؓ کو بالطبع شبہ نہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ فساد کے بانی ہیں۔ دوسرے لوگ ان پر شبہ کرتے تھے۔ اس اختلاف کی وجہ سے طلحہؓ اور زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد سے پھرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے ایک شرط پر بیعت کی تھی اور وہ شرط ان کے خیال میں حضرت علیؓ نے پوری نہ کی تھی اس لیے وہ شرعاً اپنے آپ کو بیعت سے آزاد خیال کرتے تھے۔

جب حضرت عائشہؓ کا اعلان ان کو پہنچا تو وہ بھی ان کے ساتھ جا ملے۔ "یعنی حضرت عائشہؓ کے ساتھ" اور سب مل کر بصرہ کی طرف چلے گئے۔ بصرہ میں گورنر نے لوگوں کو آپ کے ساتھ ملنے سے باز رکھا لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے صرف اکراہ سے اور ایک شرط سے مقید کر کے حضرت علیؓ کی بیعت کی ہے تو اکثر لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

جب حضرت علیؓ کو اس لشکر کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچ کر آپ نے ایک آدمی کو حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف بھیجا۔ وہ آدمی پہلے حضرت عائشہؓ کی

خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپؓ کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ صرف اصلاح ہے اس کے بعد اس شخص نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپؓ بھی اسی لیے جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔" جو وجہ بتائی تھی۔" اس شخص نے جواب دیا کہ اگر آپ کا منشاء اصلاح ہے تو اس کا یہ طریق نہیں جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ اس کا نتیجہ تو فساد ہے۔

اِس وقت ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر ایک شخص کو آپ قتل کریں گے تو ہزار اس کی تائید میں کھڑے ہو جائیں گے اور ان کا مقابلہ کریں گے تو اَور بھی زیادہ لوگ ان کی مدد کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ پس اصلاح یہ ہے کہ پہلے ملک کو اتحاد کی رسی میں باندھا جائے پھر شریروں کو سزا دی جائے ورنہ اس بدامنی میں کسی کو سزا دینا ملک میں اور فتنہ ڈلوانا ہے۔ حکومت پہلے قائم ہو جائے تو وہ سزا دے گی۔ یہ بات سن کر انہوں نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ کا یہی عندیہ ہے تو وہ آ جائیں ہم ان کے ساتھ ملنے کو تیار ہیں۔ اس پر اس شخص نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور طرفین کے قائمقام ایک دوسرے کو ملے اور فیصلہ ہو گیا کہ جنگ کرنا درست نہیں صلح ہونی چاہیے۔

جب یہ خبر سبائیوں کو (یعنی جو عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگ اور قاتلین حضرت عثمانؓ تھے) پہنچی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور خفیہ خفیہ ان کی ایک جماعت مشورہ کے لیے اکٹھی ہوئی۔ انہوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لیے سخت مضر ہو گی کیونکہ اسی وقت تک ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کی سزا سے بچ سکتے ہیں جب تک کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں گے۔

اگر صلح ہو گئی اور امن ہو گیا تو ہمارا ٹھکانہ کہیں نہیں۔ اس لیے جس طرح سے ہو صلح نہ ہونے دو۔ اتنے میں حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے اور آپؓ کے پہنچنے کے دوسرے دن آپؓ کی اور حضرت زبیرؓ کی ملاقات ہوئی۔ وقتِ ملاقات حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپؓ نے میرے لڑنے کے لیے تو لشکر تیار کیا ہے مگر کیا خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لیے کوئی عذر بھی تیار کیا ہے؟ آپ لوگ کیوں اپنے ہاتھوں سے اس اسلام کے تباہ کرنے کے درپے ہوئے ہیں جس کی خدمت سخت جانکاہیوں سے کی تھی۔ کیا میں آپ لوگوں کا بھائی نہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ پہلے تو ایک دوسرے کا خون حرام سمجھا جاتا تھا لیکن اب حلال ہو گیا۔ اگر کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہوتی تو بھی بات تھی جب کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو پھر یہ مقابلہ کیوں ہے؟ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا وہ بھی حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے۔" اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جو حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے "...... کہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے قتل پر لوگوں کو اکسایا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک ہونے والوں پر لعنت کرتا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا تم کو یاد نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تُو علیؓ سے جنگ کرے گا اور تُو ظالم ہو گا۔ یہ سن کر حضرت زبیرؓ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے اور قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے ہرگز جنگ نہیں کریں گے اور اقرار کیا کہ انہوں نے اجتہاد میں غلطی کی۔

جب یہ خبر لشکر میں پھیلی تو سب کو اطمینان ہو گیا کہ اب جنگ نہ ہو گی بلکہ صلح ہو جائے گی لیکن مفسدوں

کو سخت گھبراہٹ ہونے لگی اور جب رات ہوئی تو انہوں نے صلح کو روکنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر پر رات کے وقت شب خون مار دیا اور جو اُن کے لشکر میں تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکر پر شب خون مار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شور پڑ گیا اور ہر فریق نے خیال کیا کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا حالانکہ اصل میں یہ صرف سبائیوں کا ایک منصوبہ تھا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو حضرت علیؓ نے آواز دی کہ کوئی شخص حضرت عائشہؓ کو اطلاع دے۔ شاید ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو دور کر دے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ آگے کیا گیا لیکن نتیجہ اَور بھی خطرناک نکلا۔

مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر الٹی پڑنے لگی۔ حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر تیر مارنے شروع کیے۔ حضرت عائشہؓ نے زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے لوگو! جنگ کو ترک کرو۔ اور خدا اور یومِ حساب کو یاد کرو لیکن مفسد باز نہ آئے اور برابر آپؓ کے اونٹ پر تیر مارتے چلے گئے۔ چونکہ اہلِ بصرہ اس لشکر کے ساتھ تھے جو حضرت عائشہؓ کے ارد گرد جمع ہوا تھا۔ ان کو یہ بات دیکھ کر سخت طیش آیا اور ام المومنین کی یہ گستاخی دیکھ کر ان کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اور تلواریں کھینچ کر لشکر مخالف پر حملہ آور ہو گئے۔ اور اب یہ حال ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ جنگ کا مرکز بن گیا۔ صحابہ اور بڑے بڑے بہادر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ایک کے بعد ایک قتل ہونا شروع ہوا لیکن اونٹ کی باگ انہوں نے نہ چھوڑی۔

حضرت زبیرؓ تو جنگ میں شامل ہی نہ ہوئے اور ایک طرف نکل گئے مگر ایک شقیّ نے ان کے پیچھے سے جا کر اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت طلحہؓ عین میدانِ جنگ میں ان مفسدوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب جنگ تیز ہو گئی تو یہ دیکھ کر کہ اس وقت تک جنگ ختم نہ ہو گی جب تک حضرت عائشہؓ کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے بعض لوگوں نے آپ کے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیے اور ہودج اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ تب کہیں جا کر جنگ ختم ہوئی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت علیؓ کا چہرہ مارے رنج کے سرخ ہو گیا لیکن یہ جو کچھ ہوا اس سے چارہ بھی نہ تھا۔ جنگ کے ختم ہونے پر جب مقتولین میں حضرت طلحہؓ کی نعش ملی تو حضرت علیؓ نے سخت افسوس کیا۔

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس لڑائی میں صحابہؓ کا ہرگز کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ شرارت بھی قاتلانِ عثمانؓ کی ہی تھی اور یہ کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ حضرت علیؓ کی بیعت ہی میں فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کا اقرار کر لیا تھا لیکن بعض شریروں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کی۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 198 تا 201)

جنگِ جمل اور حضرت طلحہؓ کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ فرماتے ہیں کہ انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے ابتدائی ایام میں جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہی بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ وہ لوگ تھے جو بڑے سمجھے

جاتے تھے۔ مگر ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو آرام زیادہ میسر آتا تھا بلکہ ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ تھی کہ دین کی خاطر انہوں نے دوسروں سے زیادہ تکلیفیں برداشت کی تھیں۔

حضرت طلحہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا اور ایک گروہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے مارنے والوں سے ہمیں بدلہ لینا چاہیے تو اس گروہ کے لیڈر حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ تھے لیکن دوسرے گروہ نے کہا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ چکا ہے۔ آدمی مراہی کرتے ہیں۔ سرِ دست ہمیں تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنا چاہیے تاکہ اسلام کی شوکت اور اس کی عظمت قائم ہو۔ بعد میں ہم ان لوگوں سے بدلے لے لیں گے۔ اس گروہ کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے الزام لگایا کہ علیؓ ان لوگوں کو پناہ دینا چاہتے ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے اور حضرت علیؓ نے الزام لگایا کہ ان لوگوں کو اپنی ذاتی غرضیں زیادہ مقدم ہیں۔ اسلام کا فائدہ ان کو مدّ نظر نہیں۔ گویا اختلاف اپنی انتہائی صورت تک پہنچ گیا اور پھر آپس میں جنگ بھی شروع ہوئی۔ ایسی جنگ جس میں حضرت عائشہؓ نے لشکر کی کمان کی۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شامل تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ شروع میں مخالفین میں شامل تھے۔ پھر حضرت زبیرؓ تو حضرت علیؓ کی بات سن کر علیحدہ ہو گئے تھے اور دوسرے بھی صلح کرنا چاہتے تھے لیکن پھر مخالفین جو تھے انہوں نے، اور جو منافقین تھے یا جو فتنہ پرداز تھے انہوں نے پھر فتنہ ڈالا لیکن بہرحال دو گروہ تھے یہ اور لڑائی میں شامل تھے اور دونوں فریق میں جنگ جاری تھی تو ایک صحابی حضرت طلحہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا طلحہ تمہیں یاد ہے کہ فلاں موقع پر میں اور تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا طلحہؓ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم اَور لشکر میں ہو گے اور علیؓ اَور لشکر میں ہو گا اور علیؓ حق پر ہو گا اور تم غلطی پر ہو گے۔

حضرت طلحہؓ نے یہ سنا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا ہاں! مجھے یہ بات یاد آ گئی ہے اور پھر اُسی وقت لشکر سے نکل کر چلے گئے۔ جب وہ لڑائی چھوڑ کر جا رہے تھے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری کی جائے تو ایک بدبخت انسان جو حضرت علیؓ کے لشکر کا سپاہی تھا اس نے پیچھے سے جا کر آپؓ کو خنجر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جو حضرت طلحہؓ کا قاتل تھا وہ اس خیال سے کہ مجھے بہت بڑا انعام ملے گا دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت علیؓ کو کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کو آپ کے دشمن کے مارے جانے کی خبر دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا کون دشمن؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں نے طلحہؓ کو مار دیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے شخص! مَیں بھی تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ تُو دوزخ میں ڈالا جائے گا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا تھا جبکہ طلحہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور مَیں بھی بیٹھا ہوا تھا کہ اے طلحہ! تُو ایک دفعہ حق و انصاف کی خاطر ذلت برداشت کرے گا اور تجھے ایک شخص مار ڈالے گا مگر خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔

اس لڑائی میں جب حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لشکر کی صفیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہوئیں تو حضرت طلحہؓ اپنی تائید میں دلائل بیان کرنے لگے۔ یہ اس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ایک صحابی نے انہیں حدیث یاد دلائی تھی اور وہ جنگ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ دلائل بیان کر ہی رہے تھے کہ حضرت علیؓ کے لشکر میں سے ایک شخص نے کہا او ٹنڈے چپ کر۔

حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ بالکل شل تھا وہ کام نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے کہا او ٹُنڈے چپ کر۔ تو حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ تم نے کہا تو یہ ہے کہ ٹُنڈے چپ کر مگر تمہیں پتا بھی ہے کہ میں ٹنڈا کس طرح ہوا ہوں۔ اُحد کی جنگ میں جب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تو تین ہزار کافروں کے لشکر نے ہمیں گھیرے میں لے لیا اور انہوں نے اس خیال سے چاروں طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر برسانے شروع کر دیے کہ اگر آپؐ مارے گئے تو تمام کام ختم ہو جائے گا۔ اس وقت کفار کے لشکر کے ہر سپاہی کی کمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی طرف تیر پھینکتی تھی۔ تب میں نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے کر دیا اور کفار کے لشکر کے سارے تیر میرے اس ہاتھ پر پڑتے رہے یہاں تک کہ میرا ہاتھ بالکل بیکار ہو کر ٹُنڈا ہو گیا مگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے سے اپنا ہاتھ نہیں ہٹایا۔

(ماخوذ از آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی…، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 149 تا 151)

جنگِ جمل کے موقع پر ایک اَور جگہ حضرت طلحہؓ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ وہ ٹنڈ امارا گیا۔ ایک صحابیؓ نے جو اس بات کو سن رہے تھے کہا کمبخت تجھے معلوم ہے کہ وہ ٹنڈا کیسے ٹنڈا ہوا! جنگِ احد کے موقع پر جب ایک غلط فہمی کی وجہ سے صحابہؓ کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور کفار کو یہ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند افراد کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہ گئے ہیں تو قریباً تین ہزار کافروں کا لشکر آپؐ پر چاروں طرف سے اُمڈ آیا اور سینکڑوں تیر اندازوں نے کمانیں اٹھا لیں اور اپنے تیروں کا نشانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو بنا لیا تا کہ تیروں کی بوچھاڑ سے اس کو چھید ڈالیں۔

اس وقت وہ شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو کھڑا کیا وہ طلحہؓ تھا۔ طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا کر دیا اور ہر تیر جو گرتا تھا بجائے آپؐ کے چہرے پر پڑنے کے طلحہ کے ہاتھ پر پڑتا تھا۔ اس طرح تیر پڑتے گئے یہاں تک کہ زخم معمولی زخم نہ رہے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے طلحہ کے ہاتھ کے پٹھے مارے گئے اور ان کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ تو جس کو تم حقارت کے ساتھ ٹُنڈا کہتے ہو اس کا ٹنڈا ہونا ایسی نعمت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس برکت کے لیے ترس رہا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 26 صفحہ 386 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 ستمبر 1945ء)

رِبْعِیْ بِنْ حِرَاشْ سے مروی ہے کہ میں حضرت علیؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عمران بن طلحہ آئے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو سلام کیا۔ حضرت علیؓ نے ان کو کہا مَرْحَبًا۔ عمران بن طلحہ مَرْحَبًا۔ عمران بن طلحہ نے کہا اے

امیر المومنین! آپ مجھے مَرْحَبَا کہتے ہیں حالانکہ آپؓ نے میرے والد کو قتل کیا اور میرا مال لے لیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تمہارا مال تو بیت المال میں الگ پڑا ہوا ہے۔ صبح کو اپنا مال لے جانا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا میں نے اسے اپنے تصرف میں اس لیے لے لیا تھا کہ لوگ اسے اُچک نہ لیں۔ لے نہ جائیں کہیں اور جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہارے والد کو قتل کر دیا تو میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (الحجر:48)

اور ہم ان کے دلوں سے جو بھی کینے ہیں نکال باہر کریں گے، بھائی بھائی بنتے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 169 من بنی تیم بن مرة دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

محمد انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے روز ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا طلحہؓ کے قاتل کو اندر آنے کی اجازت دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ اس قاتل کو دوزخ کی خبر سنا دو۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 169 من بنی تیم بن مرة دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت طلحہؓ جب شہید ہوئے اور حضرت علیؓ نے ان کو مقتول دیکھا تو ان کے، حضرت طلحہؓ کے چہرے پر سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا اے ابو محمد! یہ بات مجھ پر بہت شاق ہے کہ میں تجھ کو آسمان کے تاروں کے نیچے خاک آلودہ دیکھوں۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ میں اللہ کے حضور اپنے عیوب اور دکھوں کی فریاد کرتا ہوں۔ پھر حضرت طلحہؓ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا کہ کاش میں اس دن سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی بہت روئے۔ حضرت علی نے ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا:

فَتًى كَانَ يُدْنِيْهِ الْغِنٰى مِنْ صَدِيْقِهٖ

اِذَا مَا هُوَ اسْتَغْنٰى وَ يُبْعِدُهُ الْفَقْرُ

وہ ایک ایسا نوجوان تھا جو دولت مندی اور غنی ہونے کی حالت میں دوستوں سے مل جل کر رہتا تھا اور محتاجی کے وقت ان سے کنارہ کشی کرتا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس شعر کے مصداق تو ابو محمد طلحہ بن عبید اللہؓ تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء 3 صفحہ 87 طلحہ بن عبید اللہ قریشی دار الکتب العلمیة بیروت)

یہاں ان کا ذکر ختم ہوا۔

اب جو آج کل کے حالات ہیں اس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس بھی پڑھ دیتا ہوں۔ ایک موقعے پر آپؑ نے مفتی صاحب کو فرمایا کہ مکانوں کو روشن رکھیں اور آج کل گھروں میں (طاعون کے دنوں کی بات ہے) خوب صفائی رکھنی چاہیے۔ کپڑوں کو بھی ستھرا رکھنا چاہیے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

فرمایا کہ آج کل دن بہت سخت ہیں اور ہوا زہریلی ہے اور صفائی رکھنا سنت ہے۔ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 273-274)

پھر ایک موقعے پر فرمایا: "وہ لوگ جن کے شہروں اور دیہات میں طاعون شدت کے ساتھ پھیل گیا ہے۔ اپنے شہروں سے دوسری جگہ نہ جائیں۔ اپنے مکانوں کی صفائی کریں اور انہیں گرم رکھیں اور ضروری تدابیر حفظ ماتقدم کی عمل میں لائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سچی توبہ کریں اور پاک تبدیلی کر کے خدا تعالیٰ سے صلح کریں۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر تہجد میں دعائیں مانگیں۔" پھر آپؑ نے فرمایا کہ "...... اپنی حالت کی سچی تبدیلی ہی خدا کے اس عذاب سے بچا سکے گی۔ وَنِعْمَ مَا قِيْلَ۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 234)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو توفیق دے کہ وہ ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں پر زور دے۔ حکومت کی ہدایات پر عمل بھی کریں۔ گھروں کو بھی صاف رکھیں۔ دھونی بھی دینی چاہیے۔ ڈیٹول وغیرہ کے سپرے بھی کرتے رہیں وہ بھی مل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب پر فضل فرمائے اور رحم فرمائے۔ بہرحال خاص طور پر ان دنوں میں دعاؤں پر خاص زور دیں۔ اللہ سب کو اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 24/ اپریل 2020ء جلد 27 شمارہ 33 صفحہ 05 تا 08)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10/ اپریل 2020ء بمطابق 10/ شہادت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل کرونا کی وبا کی وجہ سے جو دنیا کے حالات ہیں اس نے اپنوں کو بھی، غیروں کو بھی سب کو پریشان کیا ہوا ہے۔ لوگ خط لکھتے ہیں، اپنی پریشانpیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے پیاروں، قریبیوں، رشتہ داروں کی بیماریوں کی وجہ سے پریشان ہیں چاہے وہ کوئی بھی بیماری ہو۔ ان حالات میں بہت زیادہ پریشانی کا اظہار ہوتا ہے کہ اگر کوئی اور بیماری بھی ہے تو کمزور جسم اس وبا کی بیماری کو لے ہی نہ لے۔ احمدیوں میں سے کچھ کو اس بیماری کا حملہ بھی ہوا ہے۔ بہر حال ایک پریشانی نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ ایک مربی صاحب نے مجھے لکھا کہ سمجھ نہیں آرہی کہ یہ کیا ہو گیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ بات ان کی ٹھیک ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کچھ پتا نہیں لگ رہا کہ دنیا کو کیا ہو رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بھی انہی حالات کے متعلق، آج کل کے زمانے کے حالات کے مطابق فرماتا ہے کہ

وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا۔ (الزلزال:4)

اور انسان کہہ اٹھے گا کہ اسے ہو کیا گیا ہے؟

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فروری 1920ء میں آج سے تقریباً سو سال پہلے وباؤں، قحط، ابتلا اور طوفانوں کا ذکر کرتے ہوئے اس آیت کی مختصر وضاحت فرمائی تھی کہ پہلے ایک آدھ ہی وبا یا ابتلا آتے تھے لیکن اب یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں ابتلاؤں کے دروازے کھل گئے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 6 صفحہ 387 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 6 فروری 1920ء)

مَیں بھی گذشتہ کئی سالوں سے یہ کہہ رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد اور جب سے کہ آپؑ نے دنیا کو خاص طور پر آفات اور آسمانی بلاؤں سے آگاہ کیا ہے، ہوشیار کیا ہے دنیا میں طوفانوں، زلزلوں، وباؤں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور عمومی طور پر یہ وبائیں اور آفات انسان کو ہوشیار کرنے کے لیے آرہی ہیں کہ تم اپنے پیدا کرنے والے کے بھی حق ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بھی حق ادا کرو، اس کے بندوں کے بھی حق ادا کرو۔ پس ان حالات میں ہم نے خود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے سے زیادہ جھکنا ہے اور دنیا کو بھی ہوشیار کرنا ہے۔ بعض بیماریاں یا طوفان اور وبائیں ایسی ہیں کہ جب دنیا میں آئیں تو قدرتی طور پر اس کا اثر ہر ایک پر پڑتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے بعض ابتلاؤں کا ہم سے تعلق نہیں

ہے لیکن اس دنیا میں جب ہم رہتے ہیں تو کئی باتوں میں مثلاً وبائیں ہیں، قحط ہیں ان میں ہمیں بھی ایک حد تک حصہ لینا پڑتا ہے یعنی ہم بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ ہم پر بھی وہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ الٰہی جماعتوں کو ان سے بالکل محفوظ رکھا جائے۔ آپؓ نے فرمایا کہ کیونکہ یہ خدا کی مصلحتوں کے خلاف ہوتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 6 صفحہ 387-388 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 6 فروری 1920ء)

لیکن مومن ان مشکلات سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے، اس کا شکر گزار بندہ بنتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور بہت جھکنا چاہیے اور اس کا رحم اور فضل مانگنا چاہیے۔ اس لیے پہلے سے بڑھ کر ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بعض لوگ بعض تبصرے کر دیتے ہیں کہ یہ وبا نشان کے طور پر ہے اور احتیاط کی یا بعض علاج کی کوئی ضرورت نہیں یا اس قسم کے اَور ایسے تبصرے جو دوسروں کے جذبات کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ہمیں نہیں پتا کہ یہ نشان ہے، خاص طور پر کوئی نشان ہے یا نہیں لیکن عمومی طور پر بہرحال ہم کہتے ہیں جیسا کہ مَیں نے ابھی بھی کہا اور چند خطبے پہلے بھی میں نے اس بیماری کے ذکر میں شروع میں ہی کہا تھا کہ زمینی اور آسمانی بلائیں اور آفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد بہت بڑھ گئی ہیں۔ پس عمومی طور پر تو بے شک کہا جا سکتا ہے لیکن اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے طاعون کے ساتھ ملانا اور پھر اس قسم کی باتیں کرنا کہ نعوذ باللہ جو احمدی اس بیماری میں مبتلا ہیں یا اس سے وفات پا گئے ہیں ان کا ایمان کمزور ہے یا تھا۔ یہ کہنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

طاعون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایک نشان کے طور پر ظاہر ہوا گو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری سے فوت ہونے والے کو شہید قرار دیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یذکر فی الطاعون حدیث 5733)

لیکن بہرحال یہ کیونکہ ایک طاعون کی بیماری کے نشان کے طور پر ظاہر ہوا تھا اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو خاص طور پر فرمایا تھا، اس بارے میں آپؑ نے اعلان بھی فرمایا تھا کہ یہ نشان ہے اور اس بارے میں جماعت کو ہدایات بھی فرمائی تھیں اس لیے اُس طاعون کی جو آپؑ کے زمانے میں آیا ایک علیحدہ حیثیت تھی لیکن ساتھ ہی اُس وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعے پر جماعت کو یہ فرمایا بلکہ مفتی صاحبؓ کو کہا کہ اخبار میں اس کا اعلان کر دیں کہ مَیں اپنی جماعت کے لیے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔ مگر آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہے کہ جب قہرِ الٰہی نازل ہوتا ہے تو پھر بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں اور پھر ان کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہو گا۔ پھر صرف یہ نہیں کہ ان کو، نیکوں کو کوئی اثر نہ ہو گا ہاں نیکوں پر بھی اثر ہوا جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ یہ قانونِ قدرت ہے۔ اثر تو ہوتا ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں دیکھو حضرت نوحؑ کا طوفان سب پر پڑا اور ظاہر ہے کہ ہر ایک مرد، عورت اور بچے کو اس سے پوری طرح خبر نہ تھی کہ نوحؑ کا دعویٰ اور اس کے دلائل کیا ہیں لیکن طوفان کی زد میں آ گیا۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ جہاد میں جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ صحابہ جہاد میں شامل ہوئے۔ جہاد میں فتوحات ہوئیں۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی جہاد ہوئے۔ ان میں بعض جگہ شکستیں بھی ہوئیں لیکن عمومی طور پر فتوحات ہوئیں۔ آپؑ فرماتے ہیں یہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے ایک نشان تھیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ لیکن ہر ایک میں کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔ یہ نہیں ہوا کہ صرف کافر مارے گئے۔ گو جہاد نشان کے طور پر تھا لیکن اس میں مسلمان بھی مارے گئے اور فرمایا کہ مسلمان جو مارا گیا وہ مسلمان شہید کہلایا۔ آپؑ فرماتے ہیں ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ سب سے اول حقوق اللہ کو ادا کرو۔ اپنے نفس کو جذبات سے پاک رکھو۔ اس کے بعد حقوق العباد کو ادا کرو۔ فرمایا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ اور تضرع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے رہو اور کوئی دن ایسا نہ ہو جس دن تم نے خدا تعالیٰ کے حضور رو کر دعا نہ کی ہو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اسبابِ ظاہری کی رعایت رکھو یعنی جو ظاہری احتیاطیں ہیں وہ تمام بجا لاؤ، وہ پوری کرو۔ پھر فرمایا جو تم میں سے بتقدیر الٰہی طاعون میں مبتلا ہو جاوے اس کے ساتھ اور اس کے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرو۔ اور ہر طرح سے ان کی مدد کرو اور اس کے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ ہر قسم کی کوشش کرو۔ فرمایا لیکن یاد رہے کہ ہمدردی کے یہ معنے نہیں کہ اس کے زہریلے سانس یا کپڑوں سے متاثر ہو جاؤ۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 251 تا 253)

ہمدردی بے شک کرو لیکن احتیاطی تدابیر بھی ضروری ہیں۔ ان سے بچنا بھی ضروری ہے۔ بلکہ اس اثر سے بچو۔ پس اس بات سے ہمیں یہ سبق لینا چاہیے کہ جو بھی مدد کرنے والے ہیں ان کو جو یہ ضروری احتیاطیں ہیں مثلاً آج کل یہ کہا جاتا ہے ماسک پہنو اور دوسری احتیاطیں ہیں ان کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اسی طرح سے بلاوجہ لوگوں کے گھروں میں آنے جانے سے بھی بچنا چاہیے۔ حکومت نے بھی منع کیا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آج کل یہاں یوکے میں باوجود حکومت کے کہنے کے اور منع کرنے کے لوگ پارکوں میں جا کر اکٹھے ملنا جلنا رکھتے ہیں۔ اجازت تو صرف اس حد تک ہے کہ تم واک (walk) کر سکتے ہو۔ تھوڑی سی کھلی ہوا میں جا سکتے ہو۔ یہ نہیں ہے کہ پارکوں میں بیٹھ کر پکنکیں منانی شروع کر دو اور کئی لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ یہ غلط طریق ہے اور حکومت بار بار اس طرف توجہ دلا رہی ہے۔ کاروں میں بیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ حکومت نے کہا ہے کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ہوا کے لیے جاتے ہیں۔ exercise کے لیے پارک میں جاتے ہیں تو پھر گھروں سے پیدل جاؤ یا سائیکلوں پر جاؤ۔ یہ کاروں میں اکٹھے بیٹھ کر جو جاتے ہو یہ بھی غلط طریقہ ہے۔ اب بعض جگہ کونسلوں نے پارکنگ کی جگہیں بند کرنے کا اعلان کیا ہے کہ کاریں آنے کی اجازت ہی نہیں۔ پارکنگ کی اجازت ہی نہیں ہے۔ بہرحال احمدیوں کو اس قسم کی حرکتوں سے بچنا چاہیے۔ جن کے سپرد مدد کے کام ہیں، خدام الاحمدیہ نے بھی بہت سارے والنٹیئر پیش کیے ہیں اور بھی مدد کر رہے ہیں وہ تمام احتیاطوں اور دعاؤں کے ساتھ اس مدد کے فریضے کو سرانجام دیں اور بے احتیاطیوں سے بچیں۔ بلاوجہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ یہ جہالت ہے۔ یہ کوئی بہادری نہیں ہے، یہ جہالت کہلاتی ہے۔ پس بہت احتیاط کریں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جو خدا نخواستہ اس بیماری سے مر جائے وہ شہید ہے۔ اُس وقت جو طاعون تھی اس کے واسطے غسل کی ضرورت نہیں اور نیا کفن پہنانے کی ضرورت نہیں۔ اس سے پھر شہید والا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہاں تو حکومت نے کچھ حد تک اجازت دی ہوئی ہے۔ غسل بھی کر سکتے ہیں اور کفن بھی پہنا دیتے ہیں۔ اس زمانے میں جو یہ شدید حالات تھے اس وقت آپؑ نے یہ فرمایا تھا کہ ضرورت نہیں۔ پھر تاکیداً آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ گھروں کی صفائی بہت زیادہ کرو اس کے متعلق خاص طور پر ہدایت فرمائی۔ اور گھروں کی صفائی کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنے کپڑوں کی صفائی رکھو۔ اپنے کپڑے بھی صاف رکھو اور نالیاں بھی صاف کراتے رہو۔ یہاں تو سارا سیوریج سسٹم (sewerage system) انڈر گراؤنڈ (underground) ہوتا ہے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک میں جہاں نالیاں کھلی ہوتی ہیں یہ خاص طور پر بہت ضروری چیز ہے کہ نالیاں صاف رکھی جائیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو خاص طور پر فرمایا کہ سب سے مقدم یہ ہے کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صلح کر لو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 253)

پس ہمیں ان حالات میں بھی جو آج کل اس وبا کی وجہ سے ہیں اور ہر ایک اس سے متاثر ہے جیسا کہ میں نے کہا لکھنے والے لکھتے بھی ہیں ان باتوں کی طرف خاص توجہ رکھنی چاہیے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے لیے دعاؤں کا راستہ کھلا ہے۔ ہمیں اس یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دعاؤں کا راستہ کھولا ہے اور خدا تعالیٰ دعائیں سنتا ہے۔ اگر خالص ہو کر اس کے آگے جھکا جائے تو وہ قبول کرتا ہے، کس رنگ میں قبول کرتا ہے یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ عمومی طور پر اپنے لیے، اپنے پیاروں کے لیے، اپنے عزیزوں کے لیے، جماعت کے لیے اور عمومی طور پر انسانیت کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں۔ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں اور ان میں احمدی بھی ہوں گے جن کے پاس احتیاط کے سامان میسر نہیں، جن کو علاج کی سہولتیں نہیں ہیں، کھانے پینے کی سہولتیں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی اور ہم سب پر بھی رحم فرمائے۔ ہم جماعتی طور پر کوشش کرتے ہیں کہ ان حالات میں خوراک وغیرہ ہر احمدی تک پہنچائیں لیکن پھر بھی ہو سکتا ہے، کمی رہ جاتی ہے بلکہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ خوراک یا علاج کی سہولتیں پہنچائیں۔ احمدیوں کے گھر پہنچانے کی اس کوشش کے باوجود کمی رہ جاتی ہے بلکہ ہم تو یہاں تک کوشش کرتے ہیں کہ غیروں تک بھی یہ سب سہولتیں علاج کی سہولت یا خوراک وغیرہ کی سہولت جہاں ضرورت ہے پہنچے اور بے غرض ہو کر یہ خدمت خالصۃً ہمدردی کے جذبے سے ہم کرتے ہیں لیکن پھر بھی بعض متعصب میڈیا کے ذرائع یا نام نہاد علماء یہ الزام لگا دیتے ہیں کہ احمدی جو یہ خدمت کر رہے ہیں یا خوراک پہنچا رہے ہیں یا میڈیکل ایڈ دے رہے ہیں یہ اپنی تبلیغ کے لیے مدد کرتے ہیں تا کہ ان کی تبلیغ کے رستے کھلیں۔ بہر حال ہمیں ان الزاموں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں اور ہمارے جذبے کو جانتا ہے۔ پھر مَیں کہوں گا کہ آج کل دعاؤں، دعاؤں اور دعاؤں پر بہت زور دیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر لحاظ سے جماعت کے ہر فرد کو ہر لحاظ سے اور مجموعی طور پر جماعت کو بھی ہر لحاظ سے اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی دعائیں کرنے اور

دعاؤں کی قبولیت سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ بات بھی مَیں بعض احمدی کاروباری لوگوں کے لیے کہنا چاہتا ہوں کہ جو احمدی کسی کاروبار میں ہیں وہ اِن دنوں میں اپنی چیزوں پر غیر ضروری منافع بنانے کی کوشش نہ کریں اور غیر ضروری منافع بنانے کی بجائے اور خاص طور پر کھانے پینے کی چیزوں میں اور ضروری لازمی اشیاء میں غیر ضروری منافع بنانے کی بجائے یہ ان چیزوں کو کم از کم منافعے پر بیچیں اور یہی انسانیت کی خدمت کے دن ہیں جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تلقین فرمائی ہے کہ ہمدردی کا جذبہ پیدا کرو۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے یہی دن ہیں اور اس ذریعہ سے یہ خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے بھی دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو جو بھی کاروباری لوگ ہیں اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ان حالات میں بجائے غیر ضروری منافعوں کے ایک ہمدردی کے جذبے کے تحت اپنے کاروباروں کو بھی چلائیں۔

اب مَیں گذشتہ دنوں فوت ہونے والے ہمارے ایک انتہائی مخلص کارکن اور خادمِ سلسلہ محترم ناصر احمد سعید صاحب کا ذکر کروں گا جو 5؍ اپریل کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ناصر احمد سعید صاحب 1951ء میں ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں تاج دین صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کا نام تاج دین تھا۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ تعلیم زیادہ حاصل نہیں کی۔ انہوں نے مڈل تک، آٹھویں کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ پھر 1973ء میں نظارت امور عامہ کے تحت بطور کارکن حفاظتِ خاص ان کا تقرر ہوا۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اپریل 84ء میں میرا خیال ہے ربوہ سے ہجرت ہوئی تھی۔) اس کے بعد بہرحال پھر 1985ء میں ان کا ربوہ سے لندن تبادلہ ہو گیا۔ اور خدمت سرانجام دیتے رہے۔ عمر کے لحاظ سے جو قواعد کی دفتری کارروائی ہوتی ہے اس کے مطابق ان کو اکتوبر 2010ء میں ریٹائر کر دیا گیا تھا لیکن انہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اپنا کام جاری رکھا، ڈیوٹی کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ ثالثہ سے لے کے اب تک، میرے وقت تک ان کو ڈیوٹی کی سعادت ملی۔

ناصر سعید صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ بڑی ایمانداری اور مستعدی کے ساتھ اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ ان کو بڑا سچا پیار کا تعلق تھا۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ کلثوم بیگم صاحبہ ہیں۔ ایک بیٹا ہے خالد احمد سعید اور آگے ان کے خالد سعید صاحب کے بچے ہیں۔ خالد سعید صاحب بھی رضاکار کے طور پر حفاظت خاص میں ڈیوٹی دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ناصر سعید صاحب کی طرح وفادار بنائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ناصر سعید صاحب کی اہلیہ کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

ناصر سعید صاحب کے ایک رشتے دار ہیں۔ ان کے ماموں زاد محمود صاحب ربوہ میں ہیں۔ محمود صاحب پہلے فوج میں تھے اور ان کے ہم عمر ہی تھے۔ کہتے ہیں کہ ناصر سعید صاحب کے والدین نے بھی ان کو کہا کہ فوج میں بھرتی ہو جاؤ یا کوئی اَور نوکری کر لو تو انہوں نے انہیں جواب دیا کہ اگر کوئی نوکری کرنی ہوئی تو جماعتی نوکری کروں گا ورنہ یہ چھوٹا سا زمیندارہ ہے یہی اپنا زمینداری کا کام کرتا رہوں گا اور اس کے بعد پھر جیسا کہ میں نے کہا یہ جماعت میں آئے اور بھرتی ہو گئے۔ اپنے ان کے رشتے دار ہی لکھتے ہیں کہ اپنے سب عزیز و اقارب سے نہایت

پُرخلوص محبت کا سلوک رکھتے تھے اور بہت سے ضرورت مند اقرباء کی خاموشی سے امداد بھی کرتے رہتے تھے۔

ربوہ میں حفاظت خاص کے عملے کے کارکن شکور صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے 1990ء سے 98ء تک لندن میں ناصر سعید صاحب کے ساتھ ڈیوٹی کا موقع ملا اور ہمیشہ انہیں خلافت کا وفادار اور اطاعت شعار پایا اور ڈیوٹی کے معاملے میں ہمیشہ بڑے ایماندار تھے۔ ہمیشہ اپنی ڈیوٹی کے لیے وقت سے پہلے آجایا کرتے تھے اور بصیغۂ راز کوئی پیغام ہوتا تھا تو ہمیشہ اس کو راز رکھتے اور اپنے ساتھیوں کو بھی یہ تلقین کرتے کہ بصیغۂ راز رکھنا چاہیے اور اپنے کسی ساتھی سے بھی کبھی اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

میجر محمود صاحب افسر حفاظتِ خاص ہیں انہوں نے جو لکھا ہے کہتے ہیں کہ ناصر سعید صاحب انتہائی وفاشعار کارکن تھے۔ ان کی روح کا محور صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ تھی۔ دنیاوی آلائشوں سے مبرا تھے۔ خدمت دین ہی ان کا نصب العین تھا۔ خدمت کرنے کے علاوہ ان کی اَور کوئی سوچ نہیں تھی۔ دلی خواہش رکھتے تھے کہ خلافت کے دَر پر جان نکلے اور اسی کو انہوں نے سچ کر دکھایا۔ مہمان نوازی میں بھی بڑے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اپنی مثال آپ تھے۔ ہر بڑے چھوٹے کی عزت کا خیال رکھتے تھے۔ اپنے سے سینئر کی بے حد عزت کرتے تھے۔ کبھی ہونٹوں پر کبھی زبان پر گلہ شکوہ نہیں لائے اور ہمیشہ ہر حکم کی تعمیل کو اپنا فرض جانا۔ میجر صاحب نے لکھا ہے کہ وقفِ زندگی کی وہ ایک لاجواب مثال تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بے لوث ہو کے انہوں نے اپنی زندگی میں خدمت کی ہے۔

جامعہ جرمنی کے ایک طالبعلم ہارون صاحب ہیں وہ بھی لکھتے ہیں کہ کئی دفعہ ان کو تجربہ ہوا کہ اگر لوگوں کی، فریقین میں کوئی رنجشیں ہیں چپقلشیں ہیں تو ان میں صلح صفائی کرانے میں بڑا کردار ادا کرتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ مَیں نے ان سے پوچھا کہ آپ چھٹیوں میں کبھی کہیں جاتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ خلیفۂ وقت کی جو خدمت ہے وہاں حاضر رہنا اور ڈیوٹی دینا وہی واقف زندگی کی رخصتیں ہیں اور کوئی اَور مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ پھر بے شمار لوگوں نے ان کے اخلاق، ان کی مہمان نوازی، خوش مزاجی اور پیار اور محبت کا ذکر کیا ہے۔ گو وہ جماعت کے کسی بڑے اعلیٰ عہدے پر فائز نہیں تھے لیکن معمولی خدمت گزار ہونے کے باوجود ہر دلعزیز تھے۔ جس سے ملتے اس کا دل موہ لیتے تھے۔

جرمنی کے نصیر باجوہ صاحب ہیں کہتے ہیں بڑے عمدہ اخلاق اور عادات کے مالک تھے۔ سب کے لیے بہتر سوچتے تھے۔ ہر وقت ہر شخص کی خدمت کے لیے تیار رہتے تھے اور دوسروں کی مدد کر کے خوش ہوتے تھے اور اس میں دلی تسکین محسوس کرتے تھے۔ امریکہ کے ایک خادم سید اویس ہیں انہوں نے بھی یہ لکھا کہ جب بھی امریکہ کے دورے پہ آئے بڑی بشاشت سے ملتے۔ کبھی تھکاوٹ کے آثار ان میں نہیں دیکھے اور خدام کو بھی بڑے پیار سے ملتے اور بڑے پیار سے سمجھاتے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتے۔ ان میں یہ بڑی خوبی تھی۔ ہر ملک کے لوگوں کے خطوط آرہے ہیں۔ سارے تو یہاں بیان بھی نہیں ہوسکتے۔

فیروز عالم صاحب ہیں انہوں نے بھی بہت ساری انہی خوبیوں کا ذکر کر کے لکھا کہ عاجزی، انکساری تھی۔

اور جب وہ اکیلے یہاں تھے تو مہمان نوازی ان کی بھی کرتے رہے۔ پھر عبادت کا بھی ذکر کیا کہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیماری کے دنوں میں مسجد میں رات کو تہجد کے وقت بڑی تڑپ سے ان کو دعائیں کرتے ہوئے دیکھا۔

جرمنی کے سابق صدر خدام الاحمدیہ حسنات صاحب ہیں۔ وہ بھی واقفِ زندگی ہیں۔ انہوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ ان کے اخلاص، ڈیوٹی میں لگن، خلافت سے وفا کو دیکھ کر ہمیشہ رشک آتا تھا۔ ایک طرف سادگی کی انتہا تھی تو دوسری طرف ایک عجیب عرفان بھی ان کے اندر تھا۔ پھر کہتے ہیں ان سے خدام الاحمدیہ کے صدر کی حیثیت سے ڈیوٹیوں کے حوالے سے بھی بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ انہوں نے کبھی اپنی صحت یا عمر زیادہ ہونے کا اظہار نہیں کیا۔ اپنی ڈیوٹی میں وہ دوسروں کی طرح جوان نظر آتے تھے اور حسنات صاحب ہی یہ لکھتے ہیں کہ میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ اس بات کو برداشت نہیں کرتے تھے کہ اِن سے عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی امتیازی سلوک کرے۔ ٹھیک ہے جس طرح باقی خدام ڈیوٹی دے رہے ہیں، باقی سیکیورٹی ڈیوٹی دے رہے ہیں میں بھی ڈیوٹی دوں گا۔ اپنے چھوٹوں سے بڑی عزت سے پیش آتے۔ بڑے پیار سے پیش آیا کرتے تھے وہ کہتے ہیں کہ ان کے سلوک سے ہمیں بڑی شرمندگی ہوتی تھی۔ ہماری ڈیوٹی دینے والے خدام کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ یہ بڑی اچھی بات لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ لوگ باتیں کر کے یا کیمپ منعقد کر کے کسی کو ٹریننگ دیتے ہیں لیکن آپ کی ڈیوٹی، آپ کی جو یہ ٹریننگ تھی کہ بے لوث ہو کے اپنی ڈیوٹی دینا، حاضر دماغی، اخلاص اور دعاؤں کے ذریعے سے آپ کی ٹریننگ تھی اور کہتے ہیں جب بھی موقع ملتا، کہیں ملتے تو ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ دعا کرو میرا خاتمہ بالخیر ہو۔

رشین ڈیسک کے خالد احمد صاحب ہیں انہوں نے اور بہت ساری باتوں کے ساتھ جو سب لکھ رہے ہیں یہ بھی لکھا کہ وہ ہمیشہ خاموشی سے نہ صرف خود مستحقین کی مدد کیا کرتے تھے بلکہ بہت سے متمول افرادِ جماعت کو بھی اپنے غریب اور مستحق بھائیوں اور بہنوں کی مدد کی طرف مستقل طور پر توجہ دلاتے اور راغب کرتے رہتے تھے۔

پھر ان کی ایک نمایاں خوبی اکرامِ ضیف تھی۔ خاص طور پر جلسے کے دنوں میں ان کی یہ صفت اپنے عروج پر ہوتی تھی۔ جلسہ پر آئے ہوئے مہمانوں کا دلی احترام کیا کرتے تھے اور بلا مبالغہ کئی مہمانوں کو مرکز سے آئے ہوں یا دیگر ممالک سے آئے ہوں ان کی روزانہ صبح شام اپنے گھر پر مدعو کر کے بلا تکلف مجلس بناتے، ان کو بٹھاتے اور پھر ان کو پُر تکلف کھانا کھلاتے۔ اور پھر ساتھ ہی ہر ایک مہمان کو مسجد میں بچھائی ہوئی ایک جائے نماز کا تحفہ بھی دے دیا کرتے تھے۔

جرمنی کے اطہر زبیر صاحب ہیں انہوں نے بھی یہی لکھا کہ خصوصیت کے ساتھ خلافت کے ساتھ وفا کا تعلق تھا۔ بڑے مخلص تھے اور گفتگو کا انداز بڑا شفقت والا اور نرم تھا اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ اگر اگلی شفٹ پہ آنے والے کسی کارکن کو دیر بھی ہو جاتی تو شکایت نہ کرتے تھے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ خلیفہ وقت کی ڈیوٹی میں کچھ مزید وقت مجھے مل گیا اور ہر وقت ڈیوٹی کے لیے کمربستہ رہتے تھے۔ بیمار ہوتے تب بھی ڈیوٹی سے جلد فارغ ہونے کی خواہش نہ کرتے بلکہ آخری بیماری میں بھی میں نے سنا ہے کہ اپنے بیٹے کو یہی کہا کہ اچھا، وقت کیا ہے؟ تو اس کا مطلب ہوا کہ آج کی ڈیوٹی تو پھر گئی۔ آج میں ڈیوٹی پر جا نہیں سکوں گا۔ شدید بیماری میں بھی اس

وقت ڈیوٹی کی فکر تھی۔

پھر یہاں ایک حمزہ رشید صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ بڑے پیار اور محبت کرنے والے اور حوصلہ افزائی کرنے والے نیک بزرگ تھے۔ خدام کے لیے ایک نمونہ تھے۔ بڑی جانفشانی سے، محنت سے اور لگن کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھاتے تھے۔ خلافت سے والہانہ محبت کرنے والے تھے۔ خدام کو ہمیشہ توجہ دلاتے کہ تم لوگوں نے محبت کرتے ہوئے خلیفہ وقت کی ڈیوٹی سرانجام دینی ہے اور اس بات کو اپنی تمام دوسری چیزوں پر مقدم کرنا ہے۔

سید طٰہٰ نور صاحب مربی سلسلہ انڈونیشیا ہیں۔ کہتے ہیں جب بھی مجھے ملے انڈونیشیا کا ذکر کیا کرتے تھے اور اس زمانے کی باتوں کا ذکر کرتے تھے جب وہ 2000ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ انڈونیشیا گئے تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ یہاں مسجد میں آئے ہوئے تھے اور وہاں کپڑے دھونے کا انتظام نہیں تھا تو ہم نے انہیں کہا کہ ہمیں دیں ہم باہر سے دھلوا لیں لیکن آپ نے اور آپ کے جو دوسرے ساتھی تھے انہوں نے کہا کہ ہم کپڑے تو خود دھوتے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم تو نوکر لوگ ہیں ہمارا یہ مقام نہیں ہے کہ دوسرے لوگ ہمارے کپڑے دھوئیں اور بڑی کوشش کے بعد بھی انہوں نے اپنے کپڑے نہیں دیے۔ اب یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی معمولی باتیں ہیں لیکن ایک وقفِ زندگی کی اصولی روح کا ان باتوں سے پتا چلتا ہے کہ ایک واقفِ زندگی کو کس طرح کا ہونا چاہیے اور نوجوانوں کو بھی اس سے سبق ملتا ہے۔

عدنان ظفر صاحب سابق مہتمم مقامی یوکے ہیں۔ انہوں نے بھی لکھا ہے کہ ڈیوٹی دینے کی طرف خاص طور پہ ہمیں توجہ دلاتے رہتے تھے اور باقی باتیں تو لکھیں ڈیوٹی کے دوران کھانے پینے کا خیال رکھنے والی باتیں اور چیزیں بھی لکھیں۔ اس کے علاوہ جو خاص چیز انہوں نے لکھی وہ لکھتے ہیں کہ مجھے خلافت کے آداب انہوں نے سکھائے۔ خلافت سے مضبوط تعلق کے گُر سمجھائے۔ انتہائی دور اندیش شخصیت تھی۔ جب بھی کسی معاملہ میں مشورہ مانگا ہمیشہ فائدہ ہوا۔

اطہر احمد صاحب حفاظتِ خاص کے کارکن ہیں یہ بھی لکھتے ہیں کہ مَیں نے نو سال ڈیوٹی کی۔ 11ء سے لے کر 20ء تک عمومی میں تھا۔ اس کی ڈیوٹی کی۔ پھر حفاظتِ خاص میں شامل ہوا تو انہوں نے ناصر سعید صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اڑتالیس سال، تین خلافتوں کے ساتھ ڈیوٹی کی ہے۔ مجھے کوئی نصیحت کریں تاکہ میں بھی آپ کی طرح ڈیوٹی کر سکوں تو انہوں نے کہا کہ یہاں اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھنا اور زبان بند رکھنا اور اس کے ساتھ دعا کرتے رہنا۔ یہ نصیحت جو ہے اس پر عمل کرنا عمومی طور پر ہر واقفِ زندگی کے لیے ضروری ہے، بلکہ ہر کارکن اور جماعتی خدمت گزار کے لیے ضروری ہے، ہر عہدیدار کے لیے ضروری ہے۔ یہ بڑی پتے کی بات ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ڈیوٹی کر کے، ان کو لوگ لالہ جی کہتے تھے کہ لالہ جی کے ساتھ ڈیوٹی کر کے پتا چلا کہ جب کسی افسر کی طرف سے حکم آئے تو جو بھی حکم آتا ہے اس کو ویسے ہی کرنا ہے۔ اس پر اس طرح عمل درآمد کرتے اور کرواتے تھے کہ وہ اسی طرح کرنا ہے اور اس حکم کے اندر سے اپنے مطلب نہیں نکالتے تھے کہ ایسے بھی ہو سکتا ہے، ویسے ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں جتنا ان کو کہا جاتا اور جیسے کہا جاتا بالکل ویسے کرتے تھے اور ہم لوگوں سے بھی ویسے ہی کرواتے

تھے اور اگر یہ کہا جاتا کہ فلاں شفٹ انچارج تو اس طرح کرتے ہیں تو کہتے مجھے نہیں پتا وہ کیا کرتے ہیں۔ مجھے تو جیسے حکم ملا میں نے ویسے ہی کرنا ہے اور پھر یہ دعا کے لیے بھی خاص طور پر کہا کرتے تھے کہ جب تک ہوں اللہ تعالیٰ چلتا پھرتا رکھے اور جب وقت آئے تو چلتا پھرتا ہی لے جائے، کسی کا محتاج نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے ایسا ہی سلوک کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی اہلیہ کو بھی صحت والی زندگی عطا فرمائے اور صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے۔ ان کے بیٹے کو بھی جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا تھا بلکہ ان کی نسل کو بھی اولاد کو خلافت اور جماعت سے وفا کے ساتھ جوڑے رکھے۔

میں ان کو اس وقت سے جانتا ہوں جب یہ جماعت کی خدمت کے لیے ربوہ میں آئے تھے۔ یقیناً سب لکھنے والوں نے جو بھی لکھا ہے بڑی حقیقت ہے۔ بڑے بے لوث ہو کر خدمت کرنے والے تھے اور کامل اطاعت کرنے والے تھے۔ ان کی وفات ایسے حالات میں ہوئی ہے جب جنازے میں زیادہ لوگ شامل نہیں ہو سکتے۔ کچھ عرصے سے یہ دل کے مریض تھے۔ اینجیو پلاسٹی بھی ہوئی ہوئی تھی۔ چند دن پہلے بیمار ہوئے، ہسپتال بھی گئے۔ بلکہ جب ہسپتال میں داخل ہوئے ہیں اور ہسپتال میں ہی تھے۔ ڈاکٹروں نے داخل کر لیا اور کہا کہ یہ شدید دل کا حملہ ہوا ہے۔ پھر بعد میں انہوں نے کہا کہ جو وائرس ہے اس کا بھی حملہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ پہلے کسی سے لیا یا ہسپتال میں جو آج کل کے حالات ہیں وہاں جا کر یہ لیا لیکن بہرحال چند دن ہسپتال میں زیر علاج رہے اور وہیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ یہاں جو قانونی پابندیاں ہیں اس وجہ سے جنازہ بھی یہاں نہیں لایا جا سکتا اور چند قریبی افراد کے علاوہ جنازہ میں جمع بھی نہیں ہو سکتے اور پھر جنازے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ان کا جو funeral home یا قبرستان ہے اسی میں ہی جنازہ ہو گا۔ اس لیے آج کل جو حالات ہیں اس وجہ سے میں بھی بہرحال ان کا جنازہ غائب ان شاء اللہ بعد میں کسی وقت پڑھاؤں گا۔

بے شمار لکھنے والوں نے جیسا کہ مَیں نے کہا ان کی خوبیاں لکھی ہیں اور جو بھی لکھی ہیں واقعی حق لکھا ہے۔ یہی خوبیاں ان میں موجود تھیں جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اپنی خدمت کو، اپنے عہد کو وفا سے نبھاتے ہوئے یہ اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ ہر عہد جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا اس کو پورا کیا۔ ان کی زندگی میں ہمیں یہی نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ شہید ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان میں شامل فرمائے اور وہ تمام احمدی جن کی اس بیماری کی وجہ سے وفات ہوئی ہے اللہ تعالیٰ ان سے بھی رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ہر ایک سے، اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے ساتھ کیا ہے ہماری تو یہی دعا ہے کہ ہر ایک جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت حاصل کرنے والا ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01/ مئی 2020ء جلد 27 شمارہ 35 صفحہ 05 تا 08)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17/ اپریل 2020ء بمطابق 17/ شہادت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بدری صحابہؓ میں سے حضرت معاذ بن حارثؓ کا مَیں ذکر کروں گا۔ حضرت معاذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنومالک بن نجار سے تھا۔ حضرت معاذؓ کے والد کا نام حارث بن رفاعہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام عفراء بنت عُبَید تھا۔ حضرت معوذؓ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ یہ تینوں بھائی اپنے والد کے علاوہ اپنی والدہ کی طرف بھی منسوب ہوتے تھے اور ان تینوں کو بنو عفراء بھی کہا جاتا تھا۔ حضرت معاذؓ اور ان کے دو بھائی حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ دونوں غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے مگر حضرت معاذؓ بعد کے تمام غزوات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت معاذ بن حارثؓ اور حضرت رافع بن مالک زُرَقِیؓ ان اولین انصار میں سے ہیں جو حضور اکرمؐ پر مکّے میں ایمان لائے تھے اور حضرت معاذؓ ان آٹھ انصار میں شامل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر مکے میں ایمان لائے۔ اسی طرح بیعت عقبہ ثانیہ میں بھی حضرت معاذؓ حاضر تھے۔ حضرت مَعْمَر بن حَارِثؓ جب مکے سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت معاذ بن حارثؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 190 – 191 حضرت مُعاذ بِن اَلْحَارِث بن رِفَاعَة دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 374 حضرت مُعاذ بِن اَلْحَارِث دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

ابوجہل کے قتل کی تفصیل گو پہلے گذشتہ سال کے ایک خطبے میں کچھ حد تک بیان ہو چکی ہے (خطبہ جمعہ 05/ اپریل 2019ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 26/ اپریل 2019ء) لیکن یہاں بھی یہ بیان کرتا ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کیونکہ حضرت معاذؓ سے بھی اس کا تعلق ہے اور یہ بخاری کی روایات ہیں جو بیان کروں گا اور خلاصہ تو ان کا بیان نہیں ہو سکتا، بخاری کی پوری روایت ہی پڑھنی ہو گی۔

صالح بن ابراہیم اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ مَیں بدر کی لڑائی میں صف میں کھڑا تھا کہ مَیں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو انصاری لڑکے ہیں۔ ان کی عمریں چھوٹی ہیں۔ مَیں نے آرزو کی کہ کاش مَیں ایسے لوگوں کے درمیان ہوتا جو ان سے زیادہ جوان اور تنومند

ہوتے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ سے دبا کر پوچھا کہ چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ مَیں نے کہا ہاں بھتیجے۔ تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے بتلایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مَیں اس کو دیکھ پاؤں تو میری آنکھ اس کی آنکھ سے جدا نہ ہوگی جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جس کی مدت پہلے مقدر ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھے ہاتھ سے دبایا۔

دوسری طرف جو کھڑا تھا اور اس نے بھی مجھے اسی طرح پوچھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گزرا ہوگا کہ مَیں نے ابوجہل کو لوگوں میں چکر لگاتے دیکھا۔ مَیں نے کہا دیکھو یہ ہے وہ تمہارا ساتھی جس کے متعلق تم نے مجھ سے دریافت کیا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں جلدی سے اپنی تلواریں لیے اس کی طرف لپکے اور اسے اتنا مارا کہ اس کو جان سے مار ڈالا اور پھر لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو مارا ہے۔ دونوں نے کہا مَیں نے اس کو مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ کر صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے تلواروں کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں نے ہی اس کو مارا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کا مال معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا اور ان دونوں کا نام معاذ تھا۔ مُعَاذ بن عفراء اور مُعَاذ بن عَمرو بن جَموح یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب......... حدیث 3141)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن فرمایا کون دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دونوں بیٹوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابوجہل ہو؟ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوجہل کی داڑھی پکڑی۔ ابوجہل کہنے لگا کیا اُس سے بڑھ کر بھی کوئی شخص ہے جس کو تم نے مارا ہے یا یہ کہا کہ اُس شخص سے بڑھ کر کوئی ہے جس کو اس کی قوم نے مارا ہو۔ احمد بن یونس نے اپنی روایت میں یوں کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ الفاظ کہے کہ تم ہی ابوجہل ہو؟ یہ بھی بخاری کی حدیث ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جهل حدیث 3962)

بخاری کی جو روایت ہے اس حدیث کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ درج کرتے ہیں کہ

بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں معوذؓ اور معاذؓ نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ بخاری کتاب المغازی میں یہ ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ معاذ بن عمروؓ اور معاذ بن عفراءؓ کے بعد معوذ بن عفراءؓ نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب فرض الخمس جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

غزوۂ بدر کے موقعے پر ابوجہل کے قتل میں کون کون شریک تھا۔ اس کے بارے میں ایک جگہ تفصیل یوں ملتی ہے۔ ابن ہشام نے علامہ ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ مُعاذ بن عَمرو بن جَموحؓ نے ابوجہل کی ٹانگ کاٹی تھی جس کے نتیجے میں وہ گر گیا اور عکرمہ بن ابوجہل نے حضرت معاذؓ کے ہاتھ پر تلوار ماری جس کے نتیجے میں وہ ہاتھ یا بازو الگ ہو گیا۔ پھر مُعوذ بن عَفراءؓ نے ابوجہل پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں وہ نیچے گر گیا اور اس میں زندگی کی کچھ رمق ابھی باقی تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقتولین میں ابوجہل کو تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ ابوجہل کو مقتولین میں تلاش کریں تو اس وقت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا۔ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق عفراء کے دو بیٹوں نے ابوجہل پر حملہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اسی طرح بخاری میں باب قتلِ ابی جہل میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔ امام قرطبی کے نزدیک یہ وہم ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض راویوں پر معاذ بن عَمرو بن جموحؓ مشتبہ ہو گئے یعنی معاذ بن عَفراءؓ کی بجائے وہ معاذ بن عَمرو بن جموحؓ تھے جنہیں لوگ سمجھے کہ معاذ بن عفراءؓ ہیں۔ کہتے ہیں معاذ بن عمرو بن جموحؓ معاذ بن عفراءؓ کے ساتھ مشتبہ ہو گئے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ معاذ بن جموحؓ، عفراء کی اولاد میں سے نہیں اور معاذ بن عفراءؓ ابوجہل کو قتل کرنے والوں میں شامل تھا۔ شاید معاذ بن عفراء کا کوئی بھائی یا چچا اس وقت موجود ہو یا روایت میں عفراء کے ایک بیٹے کا ذکر ہو اور راوی نے غلطی سے دو بیٹوں کا کہہ دیا ہو۔ بہرحال ابو عمر کہتے ہیں کہ اس روایت کی نسبت حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں ہے کہ ابن عفراء نے ابوجہل کو قتل کیا تھا یعنی عفراء کا ایک بیٹا تھا۔ ابن تِین کہتے ہیں کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ دونوں معاذؓ یعنی معاذ بن عمرو بن جموحؓ اور معاذ بن عفراءؓ ماں کی طرف سے بھائی ہوں یا دونوں رضاعی بھائی ہوں۔ علامہ داؤدی نے عفراء کے دونوں بیٹوں سے مراد سہل اور سہیل لیے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ دونوں معوذ اور معاذ ہیں۔

(عمدة القاری جلد 15 صفحہ 100-101 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 2003ء)

بہرحال یہ روایتیں آتی ہیں کہ تین نے قتل کیا۔ بعض میں دو نے اور ان میں حضرت معاذ بن حارثؓ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوۂ بدر کے جو حالات لکھے ہیں اور جس میں ابوجہل کے قتل کا واقعہ لکھا ہے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ

"میدانِ کارزار میں کشت و خون کا میدان گرم تھا۔ مسلمانوں کے سامنے ان سے سہ چند جماعت تھی۔" تین گنا جماعت تھی "جو ہر قسم کے سامانِ حرب سے آراستہ ہو کر اس عزم کے ساتھ میدان میں نکلی تھی کہ اسلام کا نام و نشان مٹا دیا جاوے اور مسلمان بیچارے تعداد میں تھوڑے، سامان میں تھوڑے، غربت اور بے وطنی کے صدمات کے مارے ہوئے ظاہری اسباب کے لحاظ سے اہلِ مکہ کے سامنے چند منٹوں کا شکار تھے۔ مگر توحید اور رسالت کی محبت نے انہیں متوالا بنا رکھا تھا اور اس چیز نے جس سے زیادہ طاقتور دنیا میں کوئی چیز نہیں یعنی زندہ ایمان نے ان کے اندر ایک فوق العادت طاقت بھر دی تھی۔ وہ اس وقت میدانِ جنگ میں خدمتِ دین کا وہ نمونہ دکھا رہے تھے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہر اک شخص دوسرے سے بڑھ کر قدم مارتا تھا اور خدا کی راہ میں جان دینے کے

لیے بے قرار نظر آتا تھا۔ حمزہؓ اور علیؓ اور زبیرؓ نے دشمن کی صفوں کی صفیں کاٹ کر رکھ دیں۔ انصار کے جوشِ اخلاص کا یہ عالم تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو مَیں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی مگر کیا دیکھتا ہوں کہ انصار کے دو نوجوان لڑکے میرے پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میرا دل کچھ بیٹھ سا گیا کیونکہ ایسے جنگوں میں دائیں بائیں کے ساتھیوں پر لڑائی کا بہت انحصار ہوتا تھا اور وہی شخص اچھی طرح لڑ سکتا ہے جس کے پہلو محفوظ ہوں۔ مگر عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ مَیں اس خیال میں ہی تھا کہ ان لڑکوں میں سے ایک نے مجھ سے آہستہ سے پوچھا کہ گویا وہ دوسرے سے اپنی یہ بات مخفی رکھنا چاہتا ہے۔" یہ چاہتا ہے کہ دوسرے کو پتا نہ لگے جو دوسری طرف کھڑا ہے "کہ چچا وہ ابوجہل کہاں ہے جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیا کرتا تھا۔ مَیں نے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ مَیں اسے قتل کروں گا یا قتل کرنے کی کوشش میں مارا جاؤں گا۔ مَیں نے ابھی اس کا جواب نہیں دیا تھا۔ "عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ مَیں نے ابھی جواب نہیں دیا تھا۔ "کہ دوسری طرف سے دوسرے نے بھی اسی طرح آہستہ سے یہی سوال کیا۔ مَیں ان کی یہ جرأت دیکھ کر حیران سا رہ گیا کیونکہ ابوجہل گویا سردارِ لشکر تھا اور اس کے چاروں طرف آزمودہ کار سپاہی جمع تھے۔ مَیں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ وہ ابوجہل ہے۔ عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ میرا اشارہ کرنا تھا کہ وہ دونوں بچے باز کی طرح جھپٹے اور دشمن کی صفیں کاٹتے ہوئے ایک آن کی آن میں وہاں پہنچ گئے اور اس تیزی سے وار کیا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور ابوجہل خاک پر تھا۔ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے باپ کے ساتھ تھا وہ اپنے باپ کو تو بچا نہ سکا مگر اس نے پیچھے سے معاذؓ پر ایسا وار کیا کہ ان کا بایاں بازو کٹ کر لٹکنے لگا۔ معاذؓ نے عکرمہ کا پیچھا کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا چونکہ کٹا ہوا بازو لڑنے میں مزاحم ہوتا تھا۔ معاذ نے اسے زور سے کھینچ کر اپنے جسم سے الگ کر دیا اور پھر لڑنے لگ گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 362)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "ابوجہل جس کی پیدائش پر ہفتوں اونٹ ذبح کر کے لوگوں میں گوشت تقسیم کیا گیا تھا۔ جس کی پیدائش پر دفوں کی آواز سے مکہ کی فضا گونج اٹھی تھی۔" بڑے ڈھول دھمکے بجائے جا رہے تھے اور بڑے باجے بجائے جا رہے تھے، دف بجائے جا رہے تھے اور اس کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی جا رہی تھی کہ مکہ کی فضا بھی گونج اٹھی تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ "بدر کی لڑائی میں جب مارا جاتا ہے تو پندرہ پندرہ سال کے دو انصاری چھوکرے تھے جنہوں نے اسے زخمی کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جنگ کے بعد لوگ جب واپس جا رہے تھے تو مَیں میدان میں زخمیوں کو دیکھنے کے لیے چلا گیا۔ آپؓ بھی مکہ ہی کے تھے اس لیے ابوجہل آپؓ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں میدانِ جنگ میں پھر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ابوجہل زخمی پڑا کراہ رہا ہے۔ جب مَیں اس کے پاس پہنچا تو اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مَیں اب بچتا نظر نہیں آتا۔ تکلیف زیادہ بڑھ گئی ہے۔ تم بھی مکہ والے ہو۔ مَیں یہ خواہش کرتا ہوں کہ تم مجھے مار دو تا میری تکلیف دور ہو جائے لیکن تم جانتے ہو کہ مَیں عرب کا سردار ہوں اور عرب میں یہ رواج ہے کہ سرداروں کی گردنیں لمبی کر کے کاٹی جاتی ہیں اور یہ مقتول کی سرداری کی علامت ہوتی

ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ تم میری گردن لمبی کر کے کاٹنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس کی گردن ٹھوڑی سے کاٹ دی۔" ٹھوڑی کے قریب سے کاٹی" اور کہا تیری یہ آخری حسرت بھی پوری نہیں کی جائے گی۔ اب انجام کے لحاظ سے دیکھو تو ابوجہل کی موت کتنی ذلت کی موت تھی۔ جس کی گردن اپنی زندگی میں ہمیشہ اونچی رہا کرتی تھی وفات کے وقت اس کی گردن ٹھوڑی سے کاٹی گئی اور اس کی یہ آخری حسرت بھی پوری نہ ہوئی۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 101)

حضرت رُبَیِّعْ بنتِ مُعَوِّذؓ سے مروی ہے کہ میرے چچا حضرت مُعاذ بن عَفراءؓ نے مجھے کچھ تر و تازہ کھجوریں دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زیور عطا فرمایا جو بحرین کے حاکم نے آپؐ کو بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت رُبَیِّعْ بنتِ معوذؓ سے روایت ہے کہ میرے چچا حضرت مُعاذؓ نے میرے ہاتھ ایک ہدیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپؐ نے اسے زیور عطا فرمایا جو بحرین کے حاکم کی طرف سے آپؐ کو ملا تھا۔ علامہ ابن اَثیر لکھتے ہیں کہ بحرین کے حاکم اور دیگر بادشاہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تب تحائف وغیرہ بھیجے تھے جب اسلام وسعت اختیار کر چکا تھا اور آپؐ نے بادشاہوں کے نام خطوط لکھے تھے اور انہیں تحائف ارسال فرمائے تھے۔ تو انہوں نے بھی آپ کی خدمت میں خطوط لکھے اور اپنے تحائف ارسال کیے۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 192 "حضرت مُعَاذ بِنْ اَلْحَارِث بن رِفَاعَة" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت معاذ بن حارثؓ نے چار شادیاں کی تھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ حَبِیبہ بنتِ قَیس۔ ان سے ایک بیٹا عُبَیْد اللہ پیدا ہوا۔ دوسری شادی ام حارث بنت سَبْرَہ سے تھی ان سے حارث، عوف، سَلْمیٰ، ام عبداللہ اور رَمْلَہ پیدا ہوئے۔ ام عبداللہ بنت نُمَیر تیسری بیوی تھیں۔ ان سے ابراہیم اور عائشہ پیدا ہوئے۔ ام ثابت رَمْلَہ بنتِ حارث چوتھی تھیں ان سے سارہ پیدا ہوئیں۔

(الطبقات الکبریٰ الجزء الثالث صفحہ 373 – 374 "حضرت مُعَاذ بِنْ اَلْحَارِث " دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

علامہ ابن اَثیر نے اپنی تصنیف اُسد الغابہ میں حضرت معاذؓ کی وفات کے متعلق مختلف اقوال درج کیے ہیں۔ ایک قول کے مطابق حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر میں زخمی ہوئے اور مدینہ واپس آنے کے بعد ان زخموں کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ ایک قول کے مطابق وہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔ ایک قول کے مطابق وہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔ ان کی وفات حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان جنگِ صِفّین کے دوران ہوئی۔ جنگِ صِفّین چھتیس اور سینتیس ہجری میں ہوئی تھی اور حضرت مُعاذؓ نے حضرت علیؓ کی طرف سے جنگ میں شرکت کی تھی۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 191 حضرت مُعَاذ بِنْ اَلْحَارِث بن رِفَاعَة دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)
(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثالث صفحہ 1409-1410 "حضرت مُعَاذ بِنْ عَفْرَاء" دار الجیل بیروت)

بہرحال ان کی وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں بعض باتیں جو ہیں ان سے یہی پتا لگتا ہے اور اگر

یہ وہی ہیں تو ان کی اولاد اور بیویوں کو اگر دیکھا جائے تو انہوں نے لمبی زندگی پائی تھی۔

ان صحابی کے ذکر کے بعد مَیں اب مکرم رانا نعیم الدین صاحب ابن مکرم فیروز دین منشی صاحب کا ذکر کروں گا جن کی 09/ اپریل کو وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بڑے عرصے سے بیمار تھے۔ مختلف عوارض سے کئی دفعہ ہسپتال جاتے تھے۔ ڈاکٹر کہتے تھے اب آخری وقت ہے پھر اللہ تعالیٰ فضل فرما دیتا تھا، تو ٹھیک ہو کے آجاتے تھے اور جب بھی ٹھیک ہوتے تھے، چلنے کے قابل ہوتے تھے تو یہاں مسجد میں بھی آجایا کرتے تھے۔ بہرحال ان کی یہ آخری بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اور ان کی وفات ہوئی۔

رانا صاحب کی پیدائش جو کاغذات کے مطابق ہے 1934ء کی ہے اور بعض روایات کے مطابق 1930ء یا 32ء کی بنتی ہے۔ بہرحال کاغذات کے مطابق 34ء کی ہے۔ اس لحاظ سے چھیاسی سال عمر تھی۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد محترم فیروز دین صاحب کے ذریعے سے ہوا تھا جنہوں نے 1906ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بذریعہ خط بیعت کی تھی اور پھر تقسیمِ ملک کے بعد جب ہندوستان اور پاکستان کی پارٹیشن ہوئی ہے یہ خاندان پاکستان شفٹ ہو گیا اور پہلے لاہور میں ہی رہے۔ پھر 1948ء میں رانا صاحب ربوہ آگئے۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو فرقان بٹالین کے لیے پیش کیا اور فرقان بٹالین کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رانا صاحب کو میرپور خاص کے قریب زمینوں پر بھجوا دیا جہاں یہ چند سال رہے۔

نظامِ وصیت میں بہت پرانے شامل ہیں۔ 1951ء سے ان کی وصیت ہے۔ ان کی اہلیہ کا نام سارہ پروین تھا جو حضرت چوہدری دولت خان صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ پھر ان کے بارے میں دفتر کا جو ریکارڈ ہے عملہ حفاظتِ خاص کا جو آفس آرڈر کا رجسٹر ہے اس کے مطابق رانا نعیم الدین صاحب کا 3/ اگست 1954ء کو ریزرو آن ڈیوٹی کے طور پر تقرر ہوا اور اس کے بعد پھر نومبر 1955ء سے 11/ مئی 1959ء تک عملہ حفاظتِ خاص میں بطور گارڈ رہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کے کام کے سلسلے میں نخلہ، جابہ جایا کرتے تھے اور کئی کئی مہینے وہاں قیام فرمایا کرتے تھے تو مرحوم کی بھی اس وقت وہاں حفاظت اور جنریٹر کی دیکھ بھال کی ڈیوٹی تھی۔ وہاں بجلی تو تھی نہیں ڈیزل کا جنریٹر چلتا تھا۔ عمومی طور پر یہ ایک چھوٹی سی جگہ آباد کی گئی تھی اور اس کی آبادی کی حفاظت کی ذمہ داری بھی تھی۔

دفتر وصیت کے ریکارڈ کے مطابق 1978ء میں عملہ حفاظت سے فارغ ہوئے اور پھر ہڑپہ ضلع ساہیوال چلے گئے اور بعد ازاں ساہیوال مسجد میں بطور خادم مسجد خدمت کرتے رہے۔ اس دوران اکتوبر 1984ء میں احمدیہ بیت الذکر ساہیوال پر جب مخالفین نے حملہ کیا تو یہ اس میں حفاظتی ڈیوٹی پر مامور تھے اور انہوں نے اس کا جواب دیا تو رانا نعیم الدین صاحب کے ساتھ کل گیارہ افراد کے خلاف مقدمہ درج ہوا اور اس طرح رانا صاحب کو 26/ اکتوبر 1984ء سے مارچ 1994ء تک اسیرِ راہ مولیٰ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

پولیس نے یہ حملہ آوروں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ہمارے گیارہ احبابِ جماعت کے خلاف مقدمہ درج کیا اور ان کو سزا ہوئی۔ یہ جو کیس تھا وہ ملٹری کورٹ کو ریفر (refer) کر دیا گیا۔ یہ ضیاء الحق کے زمانے

کی خاص عدالت تھی جہاں 16 ر فروری 85ء سے باقاعدہ سماعت شروع ہوئی اور جون، یکم جون 1985ء تک یہ سماعت جاری رہی اور اس میں پہلے تو کل گیارہ افراد تھے لیکن بعد میں پھر سات احباب جن میں رانا نعیم الدین صاحب بھی شامل تھے ان کا فیصلہ pending کر دیا گیا۔ دو باہر ملک چلے گئے تھے اور دو کو بری کر دیا گیا تھا تو یہ سات افراد جو تھے ان کا معاملہ پینڈنگ تھا۔ بعد میں اسی کورٹ نے جو سپیشل ملٹری کورٹ تھا اس نے الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ اور رانا نعیم الدین صاحب کو موت کی سزا سنا دی اور باقی جو پانچ ملزمان تھے ان کو پچیس پچیس سال قید کی سزا سنا دی گئی۔ بہرحال اس فیصلہ کے خلاف اپیل پر لاہور ہائی کورٹ نے مارچ 1994ء میں رہائی کا حکم دیا اور کاغذات کی تکمیل پر 19 مارچ 1994ء کو ان کی رہائی عمل میں آئی اور اس طرح یہ جو ہمارے اسیر تھے ان کو ساڑھے نو سال راہِ مولیٰ میں اسیری برداشت کرنے کا شرف حاصل ہوا، اسیر رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

مخالفین کی طرف سے ان اسیران کی رہائی کے بارے میں ہائیکورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی اور اس کی ہیئرنگ (hearing) کا مئی 2013ء میں آغاز ہوا تاہم یہ دونوں بیرونِ ملک تھے تو کوئی پیش رفت نہیں ہوئی اور ابھی تک یہ کیس پینڈنگ ہے۔

دورانِ اسیری پولیس کی طرف سے خاص طور پر تشدد کیا جاتا رہا اور ان سے بیان لینے کی کوشش کی جاتی تھی کہ چونکہ تم اپنے خلیفہ کے باڈی گارڈ رہے ہو اس لیے انہوں نے تمہیں یہ کام کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو مارو۔ رانا نعیم الدین صاحب اس مقدمے سے رہائی کے بعد 1994ء میں لندن شفٹ ہو گئے اور یہاں بھی اپنی عمر کے لحاظ سے بہت بڑھ کے عملہ حفاظت میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ اور 2010ء میں ان کی بڑی بیٹی کی وفات ہوئی اور پھر چند دن بعد ان کی اہلیہ کی بھی وفات ہو گئی۔ تو پھر انہوں نے مجھ سے پاکستان جانے کا پوچھا تھا۔ حالات ایسے تھے کہ بظاہر مشکل لگتا تھا لیکن بہرحال مَیں نے کہا کہ جا کے جلدی واپس آ جائیں اور یہ چند دن کے لیے گئے اور پھر واپس آ گئے۔

مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کے بیٹے رانا وسیم احمد واقفِ زندگی ہیں۔ پرائیویٹ سیکرٹری یو۔کے کے دفتر میں کام کر رہے ہیں اور چاروں بیٹیاں بھی لندن میں ہی مقیم ہیں۔ ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ ہمارے والد نے ہمیں ہمیشہ یہی سبق دیا کہ خلافت سے چمٹے رہنا اور سب کچھ خلافت سے وابستہ ہے۔ خود بھی خلافت کے شیدائی تھے اور کہتے تھے مَیں ڈیوٹی پر جاتا ہوں تو خلیفۂ وقت کو دیکھتا ہوں تو جوان ہو جاتا ہوں۔ میری صحت کا راز بھی یہی ہے کہ مَیں اس عمر میں بھی ڈیوٹی پر آتا ہوں ورنہ مَیں تو چارپائی سے لگ جاؤں۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ ہمیشہ ڈیوٹی کے لیے دو تین گھنٹے پہلے تیار رہتے تھے۔ اگر مَیں کہتا کہ ابو جان ابھی تو ٹائم بہت ہے تو کہتے کیا ہوا گھر بیٹھ کر کیا کرنا ہے۔

ایک ڈاکٹر ہشام ہیں انہوں نے بھی یہ لکھا کہ مَیں نے ان کے کاغذات دیکھے، ان کی فائل دیکھی، پڑھی تو مَیں حیران رہ گیا کہ اس بیماری کے ساتھ اس عمر میں تو بندہ گھر میں بیٹھ جاتا ہے یا کیئر ہوم (care home) میں چلا جاتا ہے لیکن یہ چلتے پھرتے بھی ہیں اور یہی کہا کرتے تھے میری صحت اور چلنے پھرنے کا راز یہی ہے کہ مَیں

آجاؤں اور خلیفۂ وقت کے ساتھ رہوں اور ان کی صحبت میں رہوں۔ ان کے بیٹے رانا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ اکثر ان کی مالش کیا کرتا تھا۔ ایک دن مَیں ان کی ٹانگوں کی مالش کر رہا تھا۔ ان کے گھٹنے کے پاس آیا تو ان کی ہلکی سی آواز نکلی۔ مَیں نے پوچھا کیا ہوا تو کہنے لگے کچھ نہیں۔ بہر حال وہ کہتے ہیں مَیں نے ذرا اصرار کیا تو کہنے لگے کہ یہ جیل کی چوٹوں کی درد ہے۔ ہمیشہ صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اور جیل میں جب مارا جاتا ہے تو پاکستانی جیلوں میں بڑے ظالمانہ طریقے سے مارا جاتا ہے۔ بہر حال یہ سب کچھ انہوں نے برداشت کیا اور باہر آ کے بھی ان کا صبر کا معیار بہت بلند تھا۔ کبھی طبیعت خراب ہوتی تو کسی کو نہیں بتاتے تھے بلکہ اکثر یہی کہتے تھے کہ الحمد للہ مَیں ٹھیک ہوں۔

ان کا خلافت کی اطاعت کا معیار کیا تھا؟ کہتے ہیں ایک دفعہ مَیں والد صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اکثر مَیں ان سے واقعات سنانے کے لیے کہتا۔ ایک دن کہنے لگے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جابہ نخلہ گئے تھے، جہاں وہ تفسیر لکھ رہے تھے تو مَیں ان کے ساتھ تھا جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ وہ وہاں رہے ہیں تو کسی بات پر وہ مجھ سے خفا ہو گئے۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ رانا نعیم الدین صاحب سے خفا ہو گئے اور مجھے فرمایا کہ تم مسجد میں چلے جاؤ اور جا کے استغفار کرو۔ کہتے ہیں کہ مَیں مسجد میں چلا گیا۔ جابہ میں چھوٹی سی کچی مسجد ہوتی تھی۔ کچا صحن ہوتا تھا۔ مسجد کے صحن میں بیٹھ کر استغفار کرنے لگ گیا۔ اتنے میں تیز آندھی آئی اور بارش شروع ہو گئی مگر مَیں اپنی جگہ پر بیٹھا استغفار کرتا رہا۔ جب کافی دیر ہو گئی اور مسجد کا ایک سائبان جو لگایا ہوا تھا وہ بھی اڑ گیا تو حضورؓ نے، خلیفہ ثانیؓ نے فرمایا کہ نعیم کدھر گیا ہے۔ کچھ لوگ مجھے ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں آئے اور کہا کہ تمہیں حضورؓ بلا رہے ہیں۔ جب مَیں حضور خلیفہ ثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت خلیفہ ثانیؓ نے فرمایا کہ مجھے پتا تھا کہ تم ادھر ہی بیٹھے ہو گے۔ جاؤ مَیں نے تمہیں معاف کیا۔ پھر ان کے یہ بیٹے ہی ان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب خلیفہ ثانیؓ نے تفسیر لکھنی شروع کی تھی اس وقت والد صاحب کو ان کے پاس رہ کر خدمت کا موقع ملا اور اپنی اس خدمت کا بڑا اظہار کیا کرتے تھے، خوشی کا اظہار کرتے تھے اور یہ ان کی عادت تھی کہ اپنی خوشی تو ہر ایک سے شیئر کرتے تھے مگر غم کبھی کسی کو نہیں بتاتے تھے۔

پھر ان کی خوبیوں میں لکھتے ہیں نہایت شفیق باپ تھے اور سچے دوست تھے۔ رانا وسیم نے جب وقف کیا ہے تو کہتے ہیں میرا وقف قبول ہوا تو مجھے ایک دن کہنے لگے کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ہمیشہ توبہ استغفار کرتے ہوئے اپنے وقف کو نبھانا۔ کبھی کوئی دکھ بھی دے تو چپ کر جانا نہ کہ بحث کرنا اور تمام بات اللہ پر چھوڑ دینا اور صبر کرنا اور صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طرح مجھے نصیحت کرتے تھے جیسے کہ دوست ہوں۔ اور پھر کہتے ہیں میری اہلیہ جو رانا صاحب کی بہو تھیں ان سے بھی دوستوں کی طرح پیش آتے بلکہ بیٹیوں سے بھی بڑھ کے پیش آتے۔ کہتے ہیں ایک واقعہ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ربوہ میں والد صاحب کو حضرت اماں جان کی دربانی کا بھی موقع ملا۔ پھر جب انہوں نے خود وصیت کی تو اپنے دوسرے رشتہ داروں کو بھی وصیت کی تلقین کرتے تھے۔ چندے کی بے انتہا پابندی کرتے تھے۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو چندہ ادا کرتے اور اس کے بعد باقی خرچ کرتے تھے۔ ہمیشہ خاموشی سے بہت سے لوگوں کی مالی مدد کرتے تھے۔ کبھی کسی سے اس کا

ذکر نہیں کیا کرتے تھے۔ ان کی بیٹیاں بیان کرتی ہیں کہ خلافت سے تو ابا جان کا تعلق ایسا تھا کہ رشک آتا تھا۔ خلافت سے محبت تو ان کی رَگ رَگ میں تھی۔ ہمیشہ جب بھی خلیفہ وقت کا ذکر ہوتا تو آنکھیں نم ہو جاتیں۔

ان کی بیٹی نے افسر کے احترام کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہم سب بہنیں ابو جان کے ساتھ ملاقات کے لیے پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں بیٹھی تھیں اور انتظار کر رہی تھیں کہ ملاقات کے لیے اندر جائیں تو اچانک ہم نے دیکھا کہ ابا جان الرٹ ہو کے کھڑے ہو گئے ہیں جیسے ڈیوٹی پہ کھڑے ہوتے تھے۔ ہم حیران ہوئے کہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔ جب ہلکا سا سر اٹھا کر دیکھا تو دیکھا کہ نائب افسر حفاظت جو تھے وہ دفتر میں تھے۔ کسی کام سے آئے تھے یا ڈیوٹی کرنے کے لیے آئے تھے اور کہتی ہیں ان کے احترام میں میرے والد کھڑے ہو گئے اور جب تک وہ وہاں رہے وہ وہاں کھڑے رہے اور جب وہ باہر چلے گئے تب ابا جان بیٹھ گئے۔ کہتی ہیں کہ یہ چند ایک منٹ کی بات تھی لیکن ہمیں بہت کچھ سکھا گئی۔ ہمیں ساری عمر یہی نصیحت کی کہ زندگی میں فائدہ لینا ہے تو خلافت سے ایسے چمٹ جاؤ جیسے لوہا مقناطیس کے ساتھ چمٹتا ہے۔ اور پھر اب وفات سے چند دن پہلے ہی اپنے بچوں کو عیدی بھی دے کے گئے۔ یہ کہتی ہیں کہ ابا جان نے ہم چاروں بہنوں، بھائی اور بھابھی کو کچھ دن پہلے جب عیدی دی تو ہم نے کہا کہ ابا جان ابھی تو رمضان بھی شروع نہیں ہوا۔ کہنے لگے کہ وقت کا پتا نہیں ہوتا اپنے فرض پورے کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

ان کی بہو بیان کرتی ہیں کہ میرا بہت خیال کرتے تھے۔ ہمیشہ باپ بن کے مجھے نصیحت کرتے تھے۔ جب ان کی بہو کے والد کی وفات ہو گئی تو فوراً اپنے بیٹے کو کہا کہ تم دونوں میاں بیوی پاکستان جاؤ اور وہاں ان کے جنازے میں شامل ہو۔ پھر یہ بہو لکھتی ہیں کہ جب بھی رات کے کسی پہر میں میری آنکھ کھلتی تو مَیں نے ہمیشہ ان کو نماز پڑھتے ہی دیکھا۔ خلافت سے بے انتہا عشق تھا۔ ہر ایک لکھنے والے نے تقریباً یہی لکھا ہے کہ خلافت سے وفا کا بہت تعلق تھا اور کہا کرتے تھے کہ خلافت کی دعاؤں کی بدولت ہی جیل میں رہا ہوں اور خلافت کی دعاؤں سے ہی یہاں ہوں۔ اور کہتے تھے کہ جس ملک کے صدر نے موت کے کاغذ پر دستخط کیے تھے خلافت کی دعاؤں کی وجہ سے اس کا تو پتا نہیں چلا کہ کہاں گیا اور رانا صاحب زندہ نشان بن کر دنیا کے سامنے آ گئے۔

ان کی ایک بیٹی عابدہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ ہمارے بچوں کو ایک نصیحت ہمیشہ کرتے تھے کہ خدا سے اور خلافت سے ہمیشہ پختہ تعلق رکھو اور کہتے تھے اسی میں تمہاری بقا ہے۔ ہمیشہ قرآن مجید پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے۔ نماز اور تہجد کے پابند تھے۔ کہتی ہیں مَیں نے کبھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا کہ انہوں نے کبھی تہجد چھوڑی ہو۔ ہمارے لیے وہ دعاؤں کا خزانہ تھے۔ بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ غریب رشتہ داروں کا خیال رکھتے تھے۔ رانا صاحب اپنے والد اور والدہ کا اور پھر اپنی اہلیہ کا مرحومہ کا بھی وفات کے بعد چندہ باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے۔ کہتی ہیں ایک شعر مَیں نے ان کو ہمیشہ اونچی آواز میں پڑھتے دیکھا اور سنا ہے کہ

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ امی جان کی وفات کے بعد ہم سب بہنوں کا بہت زیادہ خیال رکھا اور اپنی بہو کے

ساتھ بھی بیٹیوں سے بڑھ کے سلوک کیا۔ جو بھی چیز لاتے یا جب عیدی وغیرہ دینی ہوتی تو پہلے بہو کو دیتے اور پھر ہم سب کو دیتے اور ہمیشہ کہتے کہ کسی کی بیٹی کو گھر لائے ہیں اس کا زیادہ خیال رکھنا ہے۔ مَیں نے خدا کو جواب دینا ہے۔

ایک بیٹی لکھتی ہیں کہ واقعی انہوں نے آزمائش کے وہ دن جو جیل میں گزارے اس کی رضا پر اور دین کی محبت اور خلافت کی محبت میں گزارے۔ کبھی ان کے منہ سے شکوہ تو دور اُف تک نہیں سنا۔ کہتی ہیں کبھی نماز اور تہجد میں تاخیر نہیں کی نہ کبھی بیماری میں ناغہ کیا۔ جیل میں تشدد کی وجہ سے گردے کی تکلیف ہو گئی جو آخری زندگی میں آکر زور پکڑ گئی تھی۔ سانس کی تکلیف یا کوئی اَور تکلیف بھی ساتھ تھی کہتی ہیں اس میں بھی کبھی ہم نے ان سے ایسے الفاظ نہیں دیکھے کہ جو بے چینی والے ہوں۔ ہمیشہ شکر الحمدللہ کے علاوہ ان کے منہ سے کوئی جملہ نہیں سنا۔

پھر ایک کہتی ہیں کہ ہمارے لیے یہاں تک سوچا تھا کہ کہتے تھے میری بڑی عمر ہو گئی ہے ستاسی اٹھاسی سال عمر ہو گئی وقت کا پتہ نہیں ہے۔ جب مَیں نہ رہوں یا فوت ہو جاؤں تو مجھے پاکستان لے کر جانا اور بیٹیوں کو پھر یہ بھی ساتھ کہا کہ مَیں نے آپ سب کے لیے ٹکٹ کے پیسے رکھے ہوئے ہیں تا کہ جب میرا جنازہ لے کر جاؤ تو اپنے خاوندوں کی طرف نہ دیکھو۔ اپنے باپ کے خرچ پر اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔ ابھی تو حالات کی وجہ سے جنازہ جا نہیں سکتا۔ امانتاً تدفین کی گئی ہے اگر کوئی راستہ نکلا تو ان کی خواہش کے مطابق ان شاء اللہ جنازہ بھجوانے کی کوشش کی جائے گی۔

ان کے بھانجے رانا شبیر ہیں جو ربوہ میں طاہر ہارٹ میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کو اسیری کے دوران رانا صاحب سے کئی دفعہ ملاقات کا موقع ملا اور جب بھی ان کو جیل میں سامان پہنچانے گئے تو ہمیں پریشانی ہوتی تھی اور وہ اکثر ہمیں صبر اور دعا کی تلقین کرتے تھے اور بڑے اعلیٰ پائے کے بزرگ تھے اور بڑے صبر کرنے والے انسان تھے۔ اسی طرح ان کی بھتیجی ہیں وہ لکھتی ہیں کہ 1980ء تک قصرِ خلافت میں رہتے تھے اور جلسے پر جب ہم جاتے تھے اور بعض دفعہ ایک دو غیر احمدی فیملیاں بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ جلسے پر عزیز دوست چلے جاتے تھے تو ہمارے پھوپھا جان ہمیشہ (یہ ان کی بیوی کی بھتیجی روبینہ صاحبہ ہیں) اپنی اہلیہ کو کہا کرتے تھے کہ مہمانوں کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے اور کھانے میں اور سونے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اگر جگہ کم ہوتی تو خود بچوں کو لے کر سٹور یا کچن میں سو جاتے اور مہمانوں کو کمرہ یا برآمدہ میں اچھی جگہ پر سلاتے۔ اور کہتے یہ مسیح موعودؑ کے مہمان ہیں ان کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ ان کے ایک بھانجے کہتے ہیں کہ مَیں انہیں جیل میں ملنے گیا اور جب ان سے خیریت دریافت کی اور واقعہ کے بارے میں جاننا چاہا تو بڑے جوشیلے انداز میں فرمایا بیٹا ہر حال میں کلمے کی حفاظت کرنی ہے۔ اگر آپ کی جان بھی چلی جائے تو کوئی پروا نہیں۔ یہ بھانجے کہتے ہیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ الفاظ کسی انسان کے نہیں بلکہ کسی فرشتے کی آواز ہے۔ بڑے دلیر، بہادر اور کلمے کی حفاظت کرنے والے، خلافت سے عشق کرنے والے نڈر احمدی مسلمان تھے۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ جب مَیں بیلجیم سے لندن شفٹ ہوا تو کہتے ہیں کہ جب یہاں آئے ہو تو پھر خلافت کے ساتھ چمٹ جانا۔ اگر یہاں خلافت کی وجہ سے آئے ہو اور خلیفۂ وقت کی ہر بات پہ لبیک نہیں کہنا تو کوئی فائدہ نہیں۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ باقاعدگی سے نمازیں ادا کرو اور کسی بھی مسئلہ پر گھبرانے کی بجائے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف

جھکو۔ جھوٹے اور منافق سے سخت بیزار تھے۔ اپنی ڈیوٹی کے بارے میں بہت فکر میں رہتے۔ کبھی طبیعت زیادہ خراب ہوتی اور گھر والے کہتے کہ آج آرام کر لیں تو کہتے نہیں مَیں ٹھیک ہوں۔ یہ تو میرے بونس(bonus) کے دن ہیں۔ بڑھاپے میں مجھے خدمت کا موقع مل رہا ہے تو مجھے ملنے دو۔

الیاس منیر صاحب جو جیل میں رانا صاحب کے ساتھی تھے وہ لکھتے ہیں کہ رانا صاحب کے ساتھ میری زندگی کا ایک حصہ گزرا ہے اور اس آخری وقتِ رخصت ان کو دیکھ بھی نہیں سکتا تو دل سخت مضطرب ہے۔ رانا صاحب مرحوم کے ساتھ دس سال کا عرصہ اسیری میں گزرا۔ ایک دن بھی مَیں نے انہیں حوصلہ ہارتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب فوجی ڈکٹیٹر کی طرف سے آپ کو سزائے موت کا ظالمانہ اور بہیمانہ حکم سنایا گیا تو بھی اسے خندہ پیشانی سے سنا اور قبول کیا۔ کثیر العیال تھے اور سبھی بچے چھوٹی عمروں کے تھے۔ ذریعہ معاش بھی کوئی خاص نہ تھا مگر توکّل تھا۔ خدمت دین کا جذبہ تھا اور جماعت کی عزت کا فکر تھا اور بس۔ جب کبھی پریشان ہوتے تو یہی کہتے کہ ان کے ارادے بہت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان سے محفوظ رکھے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کے کام سنوارے۔ بچیوں کی شادیاں بھی دورِ اسیری میں ہی ہو گئیں۔

الیاس منیر صاحب واقعہ کا کچھ مختصر سا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے مسجد پر حملہ کر دیا اور کلمہ طیبہ اور آیات و احادیث کی بے حرمتی شروع کر دی۔ کہتے ہیں اس موقعے کا وہ منظر مجھے نہیں بھولتا جب آپ کو پہلی مرتبہ نہایت کڑک دار آواز میں للکارتے ہوئے سنا تھا۔ رانا صاحب نے کہا کہ تم کلمہ مٹانے والے کون ہوتے ہو؟ کون ہو تم کلمہ مٹانے والے! اور کہتے ہیں کہ اس سے پہلے مَیں نے کبھی ان کو اردو بولتے ہوئے نہیں سنا تھا لیکن اس وقت اردو میں بولے اور بڑی کڑک دار آواز میں بولے اور اکیلے ہی تیس چالیس آدمیوں کو، حملہ آوروں کو پہلے مسجد کے کونوں میں چھپنے اور پھر دوڑنے پر مجبور کر دیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ آپ نے نہ صرف یہ کارروائی نہایت شجاعت سے کی بلکہ جب پولیس افسر نے پوچھا کہ یہ فائرنگ کس نے کی تھی تو ایک لمحہ بھی توقف نہ کیا اور فوراً آگے بڑھ کر کہا کہ مَیں نے کی ہے۔ اس کے بعد آپ پر مختلف انداز سے تشدد کیا گیا اور مجبور کرنے کی کوشش کی گئی کہ جماعتی عہدیداران کا نام لیں کہ ان کے کہنے پر انہوں نے یہ کارروائی کی ہے مگر آفرین ہے اس شیر دل پر جس نے نظامِ جماعت پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آنے دی۔ اور حقیقت بھی یہی تھی۔ عہدیداران کو یہ علم تک نہ تھا کہ ان کے پاس اپنی ذاتی بندوق بھی ہے۔ پھر عدالت اور وہ بھی خصوصی فوجی عدالت، اس کے سامنے بھی کسی قسم کے دباؤ میں نہیں آئے۔ زبانی اور تحریری طور پر صاف ضمیر کے ساتھ، جرأت اور بہادری کے ساتھ یہ اعتراف کیا کہ فائرنگ انہوں نے ہی کی تھی اور آپ کی یہی بہادری اور شجاعت اور صاف گوئی اور سلسلے کے وقار و عزت کا جذبہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بالآخر آپ کو سرخرو کیا اور آخر دم تک پھر ان کو خلافت کے ساتھ خدمت کی توفیق بھی ملی۔

پھر الیاس منیر صاحب ہی لکھتے ہیں کہ دورانِ اسیری جب ان کے والد صاحب کو خلیفہ رابعؒ کے خط آتے، اور ان کے والد دورانِ اسیری حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبات کا متن ہمارے لیے لاتے، اس وقت ایم۔ٹی۔اے کا رواج، باقاعدہ انتظام تو شروع نہیں ہوا تھا، خطبات تحریری آتے تھے، تو کہتے ہیں رانا صاحب مجھے

اپنے ساتھ بٹھا لیتے تھے کہ خطبہ سناؤ اور جتنا عرصہ ہم سزائے موت کی کوٹھڑیوں میں رہے علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے ناں۔ اس دوران جب کچھ دیر کے لیے دونوں کو اکٹھے کرنے کے لیے کھولا جاتا تو وہ اکٹھے ہونے کا جو وقت تھا وہ صرف خطبہ سننے کے لیے وقف کر دیتے اور بڑے اہتمام سے خطبہ سنتے۔

پھر کہتے ہیں کہ جو نماز باجماعت ہو سکتی تھی اس کے لیے باقاعدہ اہتمام کرتے بلکہ بعض اوقات جیل میں موجود بعض دیگر احمدیوں کو بھی بلا لیتے۔ رمضان کا جہاں تک تعلق ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں مئی جون اور جولائی کے سخت روزے جیل میں آئے اور محترم رانا صاحب اپنی بڑی عمر اور جیل کی صعوبتوں کے باوجود تمام روزے رکھتے رہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے بڑا غیر معمولی ہمت اور حوصلہ دکھایا اور پوری بشاشت کے ساتھ ہر صورتِ حال کا مقابلہ کیا اور جب ان کو سزائے موت کا حکم بھی سنایا گیا تو اس وقت بھی بڑی ہمت سے انہوں نے وقت گزارا اور ان کی جرأت کی یہ جو کیفیت تھی غیروں نے بھی محسوس کی۔ کہتے ہیں سزائے موت کا حکم ملنے کے بعد جس پہ صدر نے بھی دستخط کر دیے تھے، رانا نعیم الدین صاحب کے پاس جیل کا ایک وارڈن آیا اور کہنے لگا کہ بزرگو! دیکھو یہ مرزائی عجیب ہیں۔ ان کو سزائے موت کی تاریخ مل گئی ہے اور اپنے انجام کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں مگر ان کے چہروں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور کوئی فرق نہیں آیا۔ ذرا بھی کملائے نہیں اور بہرحال لمبی باتیں کرتا رہا۔ رانا صاحب کہتے ہیں کہ مَیں سمجھ گیا کہ اسے میرا پتہ نہیں کہ مَیں کون ہوں۔ چنانچہ جب اس نے اپنی بات مکمل کر لی تو رانا صاحب نے اس سے پوچھا کہ میرے چہرے پر تم نے کوئی اثر دیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس پر رانا صاحب کے اس انکشاف نے اسے ہلا کر رکھ دیا کہ مَیں بھی احمدی ہوں اور انہی میں سے ہوں۔

آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خط بھی پڑھتا ہوں جو رانا نعیم الدین صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ستمبر 86ء میں لکھا تھا۔ اس کا کچھ حصہ یہ ہے کہ "آپ کے خلوص بھرے خطوط ملے۔ اعلیٰ ایمان کی جس مضبوط چٹان پر آپ کھڑے ہیں وہ قابلِ فخر ہے۔ اللہ والوں کو اعلیٰ مقام کے حاصل کرنے سے پہلے اس قسم کی دشوار گزار راہوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ آپ لوگوں کی سعادت پر رشک آتا ہے۔ درخت اپنے پھل سے جانا جاتا ہے۔ آپ لوگ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت کی سرسبز شاخیں اور شیریں پھل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔ جماعت دعائیں کر رہی ہے میری دعائیں بھی آپ کے لیے ہیں۔ امید ہے آپ نے میری تازہ نظم بھی سن لی ہو گی۔ اس میں آپ اور آپ جیسے مخلصین کے لیے ہی چاہتوں کا پیغام اور سلام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے مدد کرے اور دشمن کے پنجے سے نجات بخشے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔" یہ خط خلیفہ رابعؒ نے رانا صاحب کو لکھا تھا۔

مبارک صدیقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے ان سے ان کی اسیری کے دنوں کی بات کی اور جیل میں مشکلات کا ذکر کیا تو مسکرا کر کہنے لگے کہ ہم احمدیوں کی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے، رسول کے لیے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کے لیے وقف ہے۔ اس لیے مجھے کبھی کوئی مشکل مشکل نہیں لگتی۔ مَیں ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہنے والا ہوں۔ یقیناً وہ ہر حال میں آخر دم تک اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔ مَیں نے بھی جب بھی

ان کا حال پوچھا تو الحمد للہ ہی کہتے رہے۔ ہسپتال سے آتے تھے تو اگلے دن پہنچ جاتے تھے اور کہتے تھے بالکل ٹھیک ہوں۔ بلکہ ساتھ ہی مجھے بھی دعائیں دیا کرتے تھے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اس قسم کے عوارض کے جو لوگ ہیں جن کی ٹانگیں بھی سوجی ہوئی ہوں وہ تو گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تو یہ ڈیوٹی پہ آ کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس بات پر ان کو، ڈاکٹر کو حیرانی تھی۔ ڈاکٹر تو حیران ہوتے ہوں گے لیکن ان کو کیا پتا کہ ان میں ایک جذبہ تھا۔ خلافت سے پیار تھا۔ اُس کے قریب رہنے کی تڑپ تھی جو ان کو مسجد میں کھینچ لاتی تھی، ڈیوٹی پر لے آتی تھی۔ مَیں نے ان کے چہرے پر ہمیشہ بڑی طمانیت دیکھی اور خلافت کے لیے محبت دیکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اگلے جہان میں بھی پیار اور محبت کا سلوک فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔

مَیں انہیں بچپن سے جانتا ہوں جیسا کہ ذکر ہوا، جب اس وقت وہ جابہ، نخلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ جایا کرتے تھے تو ہم بھی کچھ دنوں کے لیے گرمیوں میں وہاں جایا کرتے تھے۔ تو اس وقت بھی ہم سے ان کا بڑی شفقت کا سلوک ہوتا تھا اور خلافت کے بعد تو میرے ساتھ اس کا رنگ ہی اَور تھا۔ جیسا کہ خلافت سے وفا کے واقعات اور احساسات، جذبات ہم نے سن لیے ہیں وہ ہر وقت نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ہمیشہ وفا کے ساتھ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حالات کی وجہ سے ان کا جنازہ تو مَیں نہیں پڑھ سکا کچھ حکومتی پابندیاں بھی تھیں اور restrictions تھیں، اس کا افسوس بھی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی وقت ان کا جنازہ غائب بھی پڑھادوں گا۔

آخر پر مَیں دوبارہ آج کل کی مرض کے حوالے سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے بعض احمدی مریض ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفائے کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں بھی اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ صحیح رنگ میں ہمیں عبادت کا اور حقوق العباد کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جلد یہ بلا ہم سے دور فرمائے۔ دنیا کو بھی سمجھ اور عقل دے۔ وہ بھی ایک خدا کو پہچاننے والے بنیں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنیں۔ توحید کو جاننے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/ مئی 2020ء جلد 27 شمارہ 37 صفحہ 05 تا 09)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24/ اپریل 2020ء بمطابق 24/ شہادت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (البقرۃ: 184 تا 186)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔ پھر اگلی آیت کا ترجمہ ہے کہ (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اسے) اَور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہو گی اور ان لوگوں پر جو اس (یعنی روزہ) کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرط استطاعت) واجب ہے اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہو گا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمہارا روزے رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارے میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے۔ (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔ (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں۔ اس لیے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) ہو اسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اَور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہو گی۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا اور (یہ حکم اس نے اس لیے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تاکہ تم تعداد کو پورا کر لو اور اس (بات)

پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم (اس کے) شکر گزار بنو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل سے یہاں رمضان شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے ہماری روحانی ترقی کے لیے رکھے ہیں۔ قرآن کریم کی جو پہلی آیت مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں یہی فرمایا کہ روزے تم پر اس لیے فرض کیے گئے ہیں تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہو جائے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210)

یعنی امانتوں اور عہدوں کے باریک در باریک پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے پھر ان کی ادائیگی کرنے والا ہو اور اس کا پابند ہو جائے۔ پس یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حقوق اللہ کیا ہیں اور حقوق العباد کیا ہیں؟ اس کی فہرست بنانے لگیں تو انسان پریشان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہے جو ہم ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے ہم پر احسان ہیں اس کا حق بنتا ہے کہ اس کی شکر گزاری کی جائے۔

یہ شکر گزاری کا حق ہم ادا نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں اور اس کے بغیر ہی اکثر لوگ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے چلے جاتے ہیں جیسے کہ یہ ہمارا حق ہے حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو ہماری حالتوں اور ناشکر گزاری کے باوجود ہمیں نوازتا چلا جاتا ہے۔ ہمارے عہد ہیں جو ہم نے خدا تعالیٰ سے کیے ہیں ان کو ہم پورا نہیں کرتے۔ مخلوق کے حقوق ہیں، والدین کے حقوق ہیں، ہمسائے کے حقوق ہیں، مسافروں کے حقوق ہیں، معاشرے کے عمومی حقوق ہیں جنہیں ہم ادا نہیں کرتے۔ جنہیں ہمیں ادا کرنے کا حکم ہے اور ہم اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ پس اگر ہم باریکی سے جائزہ لیں تو نہ ہم اللہ تعالیٰ کے حق ادا کر رہے ہیں اور نہ بندوں کے۔ میں نے ایک عمومی فہرست بنوائی تھی جس میں بعض موٹے موٹے حقوق ہی رکھے تھے تو جو بندوں کے حقوق ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ہیں وہ بھی تقریباً اٹھائیس انتیس بن گئے تھے۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اصل ایمان تو یہ ہے اور تقویٰ کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد بھی پورے کرو اور باریکی میں جا کر پورے کرو اور اسی طرح اس کی امانتوں کے حق بھی ادا کرو اور باریکی میں جا کر ادا کرو۔ اسی طرح مخلوق کے عہد بھی باریکی سے ادا کرو اور اس کی امانتوں کی بھی ایک فکر کے ساتھ ادائیگی کرو تب کہا جا سکتا ہے کہ تقویٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رمضان کا مہینہ اس لیے آیا ہے، روزے رکھنے کی طرف اس لیے تمہیں توجہ دلائی گئی ہے کہ سال کے گیارہ مہینے میں جو کوتاہیاں کمیاں ان حقوق کے ادا کرنے میں ہو گئی ہیں اس مہینے میں خالصۃً اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی خاطر جائز چیزوں کو بھی چھوڑتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی خاطر بھوک پیاس برداشت کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پہلے سے بڑھ کر توجہ دیتے ہوئے، بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ دیتے ہوئے پورا کرو اور

جب یہ کروگے تو اس کا نام تقویٰ ہے۔ اور یہی رمضان کا اور روزوں کا مقصد ہے اور جب انسان اس نیت اور اس مقصد کے حصول کے لیے روزے رکھے گا اور رمضان میں سے گزرے گا اور نیک نیت ہو کر گزرے گا تو پھر یہ تبدیلی عارضی نہیں ہو گی بلکہ ایک مستقل تبدیلی ہو گی۔

پھر حقوق اللہ کی ادائیگیوں کی طرف بھی مستقل توجہ رہے گی۔ عبادتوں کے حق ادا کرنے کی طرف بھی مستقل توجہ رہے گی۔ دنیا کی مصروفیات اور لغویات غلبہ نہیں کریں گی اور انسانوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی عمومی توجہ رہے گی۔ اپنے ذاتی مفادات کے لیے ہم لوگوں کے حق مارنے والے نہیں ہوں گے۔ اگر ہم اس نیت سے اور اس ارادے سے روزوں کے مہینے میں داخل نہیں ہو رہے تو ہمارا رمضان میں داخل ہونا بے فائدہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر ارشاد فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کا فضل چاہتے ہوئے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے اور آگ کے درمیان ستر خریف کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسير باب فضل الصوم فی سبیل الله حدیث 2840)

یعنی خزاں یا سرما کا موسم ہے تو جو فاصلہ ایک موسم اور اگلے موسم کے درمیان ہے وہ اتنا فاصلہ ہے کہ ستر خریف کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے یعنی ایک خریف اور دوسرے خریف میں ایک سال کا فاصلہ ہے تو اتنا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے جو ستر سالوں کے برابر ہے۔ تو یہ ہیں روزے کی برکات اور یہ ہے وہ تقویٰ جو روزہ پیدا کرتا ہے۔ یعنی روزہ صرف تیس دن کے لیے تقویٰ پیدا نہیں کرتا بلکہ حقیقی روزہ ستر سال تک اپنا اثر رکھتا ہے اور اس حساب سے اگر ہم دیکھیں تو روزے کی فرضیت ہونے کے بعد ایک انسان پہ، ایک بالغ مسلمان پہ جب روزہ فرض ہوتا ہے اس کے بعد جو روزے سے حقیقی فیض اٹھانے والا ہے اور اس کی روح کو سمجھ کر روزے رکھنے والا ہے وہ تمام عمر کے لیے ہی ان برکات سے فیض پاتا رہے گا جو روزے میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اور تقویٰ کی راہوں کو تلاش کرتا رہے گا جو روزے کا مقصد ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائے گا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے والا بنتا چلا جائے گا۔

اگر ہم تصور کریں کہ ایسے روزے دار ہمارے معاشرے میں پیدا ہو جائیں تو وہ کس قدر خوبصورت معاشرہ ہو گا جہاں اللہ تعالیٰ کے حق بھی ادا کیے جا رہے ہوں گے اور بندوں کے حق بھی ادا کیے جا رہے ہوں گے اور یہی وہ حسین معاشرہ ہے جو ہر مومن قائم کرنے کی خواہش رکھتا ہے بلکہ ہر انسان اس معاشرے کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا جہاں تک اس کے اپنے حقوق کا سوال ہے وہ عموماً اپنے لیے تو یہ پسند کرتا ہے چاہے دوسرے کے لیے اس کو خیال نہ آئے لیکن اسلام کہتا ہے کہ دوسروں کے لیے بھی تم نے یہ معاشرہ قائم کرنا ہے۔ صرف اپنی سہولیات نہیں دیکھنی، اپنے مفادات نہیں دیکھنے، اپنے حقوق نہیں دیکھنے بلکہ دوسروں کے حقوق کی بھی حفاظت کرنی ہے، ان کا بھی خیال کرنا ہے۔

آج کل وائرس کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس نے حکومتی قانون کے تحت اکثر لوگوں کو گھروں میں بند کر دیا ہے اور اس لحاظ سے یہاں ایک اچھی بات جماعت میں بھی اور بعض جگہوں پہ لوگوں میں بھی پیدا ہو رہی ہے اور ان کو خیال آ رہا ہے۔ لیکن دنیا کے ہر ملک میں جماعت میں خاص طور پر اس طرف توجہ ہے۔ خدام الاحمدیہ کے تحت،

والنٹیئرز کے تحت جہاں جہاں لوگوں کو جنس پہنچانے کے لیے یا دوسری سہولیات پہنچانے کے لیے، دوائیاں پہنچانے کے لیے مدد کی ضرورت ہے وہ کر رہے ہیں۔ تو یہ جو حق ادا کیے جا رہے ہیں یہ ایک ایسا نمونہ پیش کر رہے ہیں جس سے اپنے تو فائدہ اٹھا ہی رہے ہیں غیر بھی فائدہ اٹھا کر متاثر ہو رہے ہیں۔ پس انسانی خدمت کے لیے یہ سوچ جو آج کل پیدا ہوئی ہے یہ سوچ بھی ہمیشہ ہمارے اندر قائم رہنے والی ہونی چاہیے نہ کہ صرف ہنگامی حالات کے لیے۔

بہر حال اس کے علاوہ روحانی فائدے کیا ہیں؟ لوگ لکھتے ہیں کہ اس وجہ سے ہمارے گھر کا ایک نیا ماحول بن گیا ہے کہ ہم گھروں میں بیٹھ گئے ہیں۔ نمازیں باجماعت ادا ہوتی ہیں۔ نمازوں کے بعد مختصر درس و تدریس بھی ہوتا ہے۔ خطبہ اکٹھے بیٹھ کر سنتے ہیں اور بعض دوسرے پروگرام ایم ٹی اے پر دیکھتے ہیں۔

اگر یہ لاک ڈاؤن مزید لمبا ہوتا ہے، اگر یہ پورے رمضان تک حاوی رہتا ہے تو پھر اس رمضان میں اس طرح باجماعت نمازیں اور درس و تدریس کو مزید توجہ سے ادا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ بچوں کو چھوٹے چھوٹے مسائل بھی سکھائیں اور بتائیں۔ جیسا کہ پہلے بھی میں نے ایک خطبے میں کہا تھا کہ اس طرح اپنا علم بھی بڑھائیں اور بچوں کا علم بھی بڑھائیں اور دعاؤں کی طرف توجہ دے کر خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے بھی اور دنیا کے لیے بھی رحم مانگیں۔

پس یہ دن جو اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے اس کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس وبا نے عموماً گھروں میں جو ماحول پیدا کر دیا ہے جیسا کہ مَیں نے کہا اس میں مزید بہتری کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیے نہ کہ ان دنیادار گھروں کی طرح ہو جائیں جن گھروں کے بارے میں عموماً آتا ہے کہ گھروں میں لڑائیاں اور فساد بڑھ گئے ہیں اور بے چینیاں بڑھ گئی ہیں۔ ایک نیک ماحول میں تو اس نیکی کی وجہ سے جس کے کرنے کی طرف ہمیں توجہ دلائی گئی ہے ہمارے ماحول بہتر ہونے چاہئیں۔ بعض دفعہ مرد اس ماحول کا مکمل حصہ نہیں بنتے جو ایک دینی ماحول گھروں میں پیدا ہو رہا ہے اور بعض دفعہ عورتیں اپنی ترجیحات مختلف رکھتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو یہ ادراک ہی نہیں ہے کہ ایسے حالات میں کس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور یہی وہ وقت ہے جب بچوں کو بھی زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کے قریب لایا جا سکتا ہے۔ پس ان دنوں میں ہمارے ہر گھر کو، ہمارے ہر احمدی گھر کو ان دنوں میں اس طرف بہت توجہ کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کا پیار جذب کر سکیں اور انجام بخیر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی حقیقت کو سمجھنے کی اور اس پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف انداز میں مختلف مواقع پر تقویٰ کی وضاحت کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانے کا حصنِ حصین ہیں۔ وہ مضبوط جائے پناہ اور قلعہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی پا کر اسلام کی حقیقی تعلیم ہم پر واضح کر کے بڑے درد سے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے دکھا کر اس جائے پناہ میں داخل ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

پس ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم جو اس بات کا عہد کر کے آپؑ کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں کہ آپؑ کی باتوں کو سن کر اس پر عمل کریں گے، اس عہد کو پورا کریں جو ہم نے آپؑ سے کیا ہے۔ آپؑ کے درد سے پُر الفاظ پر

غور کر کے ان پر عمل کریں اور جہاں ہم عہدوں کو پورا کرنے والے بنیں وہاں اپنی دنیا و عاقبت بھی سنوارنے والے بن جائیں۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات پیش کروں گا جن کو مختلف مجالس میں آپؑ نے افرادِ جماعت کے سامنے ہماری روحانی ترقی اور تقویٰ میں ترقی کے لیے بیان فرمایا۔

ایک مجلس میں اس بات کو وضاحت سے بیان فرماتے ہوئے کہ تقویٰ کیا ہے اور کیونکر حاصل ہو سکتا ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ضروری امر یہ ہے کہ پہلے یہ سمجھ لے کہ تقویٰ کیا چیز ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اس کا حق ہے کہ گداز ہو جاوے۔ بیٹھ کر، سجدہ میں، رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے۔" فرمایا کہ "اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھہر جاوے۔"

فرمایا "لیکن یہ نعمت نہ تو نری تدبیر سے حاصل ہوتی ہے اور نہ نری دعا سے۔" نہ کوشش کافی ہے۔ نہ صرف دعا کافی ہے۔ "بلکہ یہ دعا اور تدبیر دونوں کے کامل اتحاد سے حاصل ہو سکتی ہے۔" جب تک دونوں چیزوں کی انتہا نہیں کرو گے یہ چیز نہیں مل سکتی۔ فرمایا کہ "جو شخص نری دعا ہی کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ شخص گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے۔ ایسا ہی جو نری تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ بھی شوخی کرتا اور خدا تعالیٰ سے استغنا ظاہر کر کے اپنی تجویز اور تدبیر اور زورِ بازو سے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے۔" زورِ بازو سے نیکیاں نہیں حاصل ہو سکتیں۔ پھر فرمایا "لیکن مومن" اور سچے مومن "اور سچے مسلمان کا یہ شیوہ نہیں۔ وہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیتا ہے۔ پوری تدبیر کرتا ہے۔" جو ظاہری اسباب ہیں ان کو پورا کرتا ہے "اور پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ کر دعا کرتا ہے اور یہی تعلیم قرآن شریف کی پہلی ہی سورت میں دی گئی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ جو شخص اپنے قویٰ سے کام نہیں لیتا وہ نہ صرف اپنے قویٰ کو ضائع کرتا اور ان کی بے حرمتی کرتا ہے بلکہ وہ گناہ کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 337-338)

پھر اس کی مزید تفصیل اس طرح بیان فرمائی کہ

"جو کچھ قویٰ خدا تعالیٰ نے انسان کو عطا کیے ہیں ان سے پورا کام لے کر پھر وہ انجام کو خدا کے سپرد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ جہاں تک تو نے مجھے توفیق عطا کی تھی اس حد تک تو میں نے اس سے کام لے لیا۔ یہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے معنی ہیں۔ اور پھر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر خدا سے امداد چاہتا ہے کہ باقی مرحلوں کے لیے میں تجھ سے امداد طلب کرتا ہوں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 338-339 حاشیہ)

لیکن ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہمارے دلوں کے حال اور ہمارے ہر عمل سے واقف ہے

اس لیے اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا کر جس حد تک توفیق ہے اس حد تک کوشش کر کے پھر اس کی مدد کا بھی طلبگار ہوا جا سکتا ہے۔ پس اس معاملے میں بھی اپنے نفس کو اچھی طرح ٹٹولنے کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ آیا تقویٰ سے ہم کام لے رہے ہیں کہ نہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

"اس میں شک نہیں ہے کہ انسان بعض اوقات تدبیر سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن تدبیر پر کلّی بھروسا کرنا سخت نادانی اور جہالت ہے۔ جب تک تدبیر کے ساتھ دعا نہ ہو کچھ نہیں اور دعا کے ساتھ تدبیر نہ ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔ جس کھڑکی کی راہ سے معصیت آتی ہے پہلے ضروری ہے کہ اس کھڑکی کو بند کیا جاوے۔" پھر جس سوراخ سے یا جس جگہ سے گناہ اندر آتا ہے جو چیز گناہ کی، نافرمانی کی، دین سے دور ہٹنے کی وجہ بنتی ہے پہلے ضروری ہے کہ اس وجہ کو دور کیا جائے۔ فرمایا کہ اس کھڑکی کو بند کیا جاوے۔" پھر نفس کی کشاکش کے لیے دعا کرتا رہے۔ اسی کے واسطے کہا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا۔" (العنکبوت:70)

فرمایا کہ "اس میں کس قدر ہدایت تدابیر کو عمل میں لانے کے واسطے کی گئی ہے۔ تدابیر میں خدا کو نہ چھوڑے۔ دوسری طرف فرماتا ہے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ۔ (المؤمن:61)

پس اگر انسان پورے تقوے کا طالب ہے تو تدبیر کرے اور دعا کرے۔ دونوں کو جو بجالانے کا حق ہے بجا لائے۔ تو ایسی حالت میں خدا اس پر رحم کرے گا لیکن اگر ایک کرے گا اور دوسری کو چھوڑے گا تو محروم رہے گا۔"
(ملفوظات جلد 6 صفحہ 339)

پھر اس کو مزید کھولتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

پس "انسان ایسے طریق سے تقویٰ پر قائم ہوتا ہے۔" یعنی تدبیر اور دعا سے۔ پھر فرمایا "اور تقویٰ اللہ ہر ایک عمل کی جڑ ہے۔" فرمایا کہ انسان ایسے طریق سے تقویٰ پر قائم ہوتا ہے۔ وہ کون سا طریق ہے؟ جو پہلے بیان ہوا ہے یعنی تدبیر بھی اور دعا بھی۔ ایسے طریق سے تقویٰ پر قائم ہوتا ہے اور تقوی اللہ ہر ایک عمل کی جڑ ہے۔ "جو اس سے خالی ہے وہ فاسق ہے۔ تقویٰ سے زینت اعمال پیدا ہوتی ہے۔" تقویٰ ہی ہے جو اعمال کی خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔ "اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے اور اسی کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ۔" (الانفال:35)

پھر اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ کی وضاحت مزید اس طرح فرمائی کہ

"ولایت کا حصہ تقویٰ ہی پر ہے۔ خدا تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں ہو کر اگر اسے حاصل کرو گے تو کمال تک پہنچ جاؤ گے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 340 مع حاشیہ)

اللہ کے اولیاء بننا ہے تو وہ تقویٰ سے ملتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رہے گا، اس سے ڈرتے رہو گے تو پھر انسان اس کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کامل طور پر جب تقویٰ کا کوئی مرحلہ باقی نہ رہے تو پھر یہ اولیاء اللہ میں داخل ہو جاتا ہے اور تقویٰ حقیقت میں اپنے کامل درجہ پر ایک موت ہے کیونکہ جب نفس کی سارے پہلوؤں سے مخالفت کرے گا تو نفس

مر جاوے گا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔" فرمایا کہ "نفس ظاہری لذات کا دلدادہ ہوتا ہے، پنہانی لذات سے یہ بالکل بے خبر ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی جو لذات ہیں جو روحانی لذات ہیں وہ تو چھپی ہوئی لذات ہیں ان کو تو جانتا ہی نہیں۔ ظاہری دنیا کی چکاچوند ہے انہی کو انسان جانتا ہے اور نفس انہی کو چاہتا ہے۔ نفس کو خبر دار کرنے کے لیے فرمایا کہ "اسے خبر دار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اول ظاہری لذات پر ایک موت وارد ہو اور پھر نفس کو پنہانی لذات کا علم ہو۔" ظاہری لذات جو ہیں ان پر موت وارد ہو تو پھر نفس کو پنہانی لذات کا علم ہو گا۔ فرمایا کہ "اس وقت الٰہی لذت جو کہ جنتی زندگی کا نمونہ ہے شروع ہو گی۔" جب چھپی ہوئی لذات کا علم ہونا شروع ہو گا تو جنّتی زندگی کا نمونہ شروع ہو گا۔ پھر آپؑ نے اسی حوالے سے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پس "ہماری جماعت کو چاہیے کہ نفس پر موت وارد کرنے" یہ کوئی بڑے اولیاء اللہ اور بہت پائے کے پہنچے ہوئے لوگوں کو نصیحت نہیں ہے بلکہ جماعت کے عمومی افراد کو آپؑ کی نصیحت ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ اس مقام پر پہنچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے لیے ایک خاص مقام چاہیے اور ہر نفس نہیں پہنچتا۔ آپؑ نے جماعت کو عمومی نصیحت فرمائی ہے۔

فرمایا پس "ہماری جماعت کو چاہیے کہ نفس پر موت وارد کرنے اور حصول تقویٰ کے لیے وہ اول مشق کریں جیسے بچے خوشخطی سیکھتے ہیں تو اوّل اوّل ٹیڑھے حرف لکھتے ہیں لیکن آخر کار مشق کرتے کرتے خود ہی صاف اور سیدھے حروف لکھنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کو بھی مشق کرنی چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو دیکھے گا تو خود ان پر رحم کرے گا۔" اور یہ جو پہلے بیان ہوا تھا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا میں مجاہدہ سے مراد یہی مشق ہے۔" محنت کرے انسان اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے اور اس کو پھل لگاتا ہے۔ فرمایا کہ اس میں مجاہدے سے مراد یہی مشق ہے جس طرح ایک بچہ مشق کرتا ہے "کہ ایک طرف دعا کرتا رہے دوسری طرف کامل تدبیر کرے آخر اللہ تعالیٰ کا فضل آجاتا ہے اور نفس کا جوش و خروش دب جاتا ہے اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے آگ پر پانی ڈال دیا جاوے۔ بہت سے انسان ہیں جو نفسِ امارہ ہی میں مبتلا ہیں۔"

پھر جماعت کی اندرونی اصلاح کے لیے آپؑ فرماتے ہیں کہ "مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں باہم نزاعیں بھی ہو جاتی ہیں۔" آپس میں جھگڑے ہیں۔ رنجشیں ہیں۔ دوریاں ہیں وہ ہو جاتی ہیں "اور معمولی نزاع سے پھر ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنے لگتا ہے اور اپنے بھائی سے لڑتا ہے۔ یہ بہت ہی نامناسب حرکت ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک اگر غلطی کا اعتراف کر لے تو کیا حرج ہے؟" فرمایا کہ "بعض آدمی ذرا ذرا سی بات پر دوسرے کی ذلت کا اقرار کیے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ستّار ہے۔ پھر یہ کیوں اپنے بھائی پر رحم نہیں کرتا اور عفو اور پردہ پوشی سے کام نہیں لیتا۔ چاہیے کہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے اور اس کی عزت و آبرو پر حملہ نہ کرے۔"

پھر فرمایا کہ "ابھی تک بہت سے آدمی جماعت میں ایسے ہیں کہ تھوڑی سی بات بھی خلاف نفس سن لیتے

ہیں تو ان کو جوش آجاتا ہے حالانکہ ایسے تمام جوشوں کو فرو کرنا بہت ضروری ہے۔ "ان کو ختم کرنا بہت ضروری ہے" تا کہ حلم اور بردباری طبیعت میں پیدا ہو۔"

فرمایا" دیکھا جاتا ہے کہ جب ایک ادنیٰ سی بات پر بحث شروع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی فکر میں ہوتا ہے کہ "کس طرح مَیں دوسرے کو نیچا دکھاؤں" کسی طرح میں فاتح ہو جاؤں۔ ایسے موقعہ پر جوش نفس سے بچنا چاہیے اور رفعِ فساد کے لیے ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں دیدہ دانستہ خود ذلت اختیار کر لینی چاہیے۔ اس امر کی کوشش ہرگز نہ کرنی چاہیے کہ مقابلہ میں اپنے دوسرے بھائی کو ذلیل کیا جاوے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 341 تا 342 مع حاشیہ)

فرمایا کہ یہ بڑی رعونت کی جڑ اور بیماری ہے کہ دوسرے کی خطا پکڑ کر اشتہار دے دیا جاوے۔ فرمایا کہ اپنے بھائی پر فتح پانے کا خیال رعونت کی ایک جڑ ہے۔ رعونت کی جڑ پہلے بیان فرمائی تھی کہ دوسرے کی خطا پکڑ کر اشتہار دے دیا جائے، مزید وضاحت فرمائی کہ اپنے بھائی پر فتح پانے کا خیال بھی رعونت کی ایک جڑ ہے اور بڑی بھاری مرض ہے کہ وہ اپنے ایک بھائی کے عیب کے مشتہر کرنے کی ترغیب دلاتی ہے۔ فرمایا ایسے امور سے نفس خراب ہو جاتا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

غرض یہ سب امور تقویٰ میں داخل ہیں اور اندرونی بیرونی امور میں تقویٰ سے کام لینے والا فرشتوں میں داخل کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی سرکشی باقی نہیں رہ جاتی۔ تقویٰ حاصل کرو کیونکہ تقویٰ کے بعد ہی خدا تعالیٰ کی برکتیں آتی ہیں۔ متقی دنیا کی بلاؤں سے بچایا جاتا ہے۔ خدا ان کا پردہ پوش ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ طریق اختیار نہ کیا جاوے کچھ فائدہ نہیں۔ ایسے لوگ میری بیعت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

فرمایا کہ یاد رکھو بیعت کا زبانی اقرار کچھ شَے نہیں ہے اللہ تعالیٰ تزکیہ نفس چاہتا ہے۔ فرمایا کہ فائدہ تو کوئی نہیں ہو گا۔ فائدہ ہو بھی تو کس طرح جبکہ ایک ظلم تو اندر ہی رہا۔ اگر وہی جوش، رعونت، تکبر، عُجب، ریاکاری، سریع الغضب ہونا باقی ہے جو دوسروں میں بھی ہے تو پھر فرق ہی کیا ہے؟

اس کی مزید وضاحت اس طرح بیان ہوئی ہے اس لیے اپنے نفسوں میں تبدیلی کرو اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ حاصل کرو۔ فرمایا کہ سعید اگر ایک ہی ہو اور وہ سارے گاؤں میں ایک ہی ہو تو لوگ کرامت کی طرح اس سے متاثر ہوں گے۔ نیک آدمی ہو اور سعید فطرت ہو، لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا ہو، اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے والا ہو، عاجز ہو تو فرمایا کہ لوگ کرامت کی طرح اس سے متاثر ہوں گے۔ یہ بھی تبلیغ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ فرمایا نیک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نیکی اختیار کرتا ہے اس میں ایک ربانی رعب ہوتا ہے اور دلوں میں پڑ جاتا ہے کہ یہ باخدا ہے۔ فرمایا کہ خواہ کیسی ہی دشمنی ہو رفتہ رفتہ سب خود بخود اس کے تابع ہو جاویں گے اور بجائے حقارت کے اس کی عظمت کرنے لگ جاویں گے۔

فرمایا کہ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے خدا تعالیٰ اپنی عظمت سے اس کو حصہ دیتا ہے اور یہی طریق نیک بختی کا ہے۔ پس یاد رکھو کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھائیوں کو دکھ دینا ٹھیک نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اخلاق کے متمم ہیں اور اس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپؐ کے اخلاق کا قائم کیا ہے۔ فرمایا کہ اس وقت بھی اگر وہی درندگی رہی تو پھر سخت افسوس اور کم نصیبی ہے۔ پس دوسروں پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ بعض اوقات انسان دوسرے پر عیب لگا کر خود اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہیں۔ اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے اور پھر تم نے الزام لگایا ہے تو خود اس میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر وہ عیب سچ مچ اس میں ہے۔ جس پر تم الزام لگا رہے ہو، جس کے بارے میں کہہ رہے ہو کہ اس میں یہ عیب ہے تو فرمایا اگر سچ مچ اس میں ہے۔ تو اس کا معاملہ پھر خدا تعالیٰ سے ہے۔

پھر بھی تمہیں عیب لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر برائی ہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور اگر نہیں ہے اور تم کہہ رہے ہو تو پھر وہ تمہارے اوپر پڑ سکتا ہے۔ پھر فرمایا بہت سے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر معاً ناپاک الزام لگا دیتے ہیں ان باتوں سے پرہیز کرو۔ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاؤ اور...... اپنی بیویوں سے عمدہ معاشرت کرو۔ ہمسایوں سے نیک سلوک کرو۔ اور اپنے بھائیوں سے نیک معاشرت کرو اور سب سے پہلے شرک سے بچو کہ یہ تقویٰ کی ابتدائی اینٹ ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 340 تا 344)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "تقویٰ کے معنی ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔ مگر یاد رکھو نیکی اتنی نہیں ہے کہ ایک شخص کہے کہ مَیں نیک ہوں اس لیے کہ مَیں نے کسی کا مال نہیں لیا، نقب زنی نہیں کی، چوری نہیں کرتا، بدنظری اور زنا نہیں کرتا۔ ایسی نیکی عارف کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے کیونکہ اگر وہ ان بدیوں کا ارتکاب کرے اور چوری یا ڈاکہ زنی کرے تو وہ سزا پائے گا۔ پس یہ کوئی نیکی نہیں کہ جو عارف کی نگاہ میں قابل قدر ہو بلکہ اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوع انسان کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفاداری دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دے دینے کو تیار ہو۔ اسی لیے یہاں فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل: 129)

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو بدی سے پرہیز کرتے ہیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کرتے ہیں۔ یہ خوب یاد رکھو کہ نرا بدی سے پرہیز کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں جب تک اس کے ساتھ نیکیاں نہ کرے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 241-242)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "یقیناً سمجھو کہ ہر ایک پاکبازی اور نیکی کی اصلی جڑ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ جس قدر انسان کا ایمان باللہ کمزور ہوتا ہے اسی قدر اعمالِ صالحہ میں کمزوری اور سستی پائی جاتی ہے۔ لیکن جب ایمان قوی ہو۔" اللہ تعالیٰ پہ ایمان مضبوط ہو گا تو اعمال بھی اچھے ہوں گے۔ "جب ایمان قوی ہو اور اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام صفات کاملہ کے ساتھ یقین کر لیا جائے اسی قدر عجیب رنگ کی تبدیلی انسان کے اعمال میں پیدا ہو جاتی ہے۔" اللہ تعالیٰ کی صفات پر کامل یقین پیدا ہو جائے تو ایک عجیب رنگ کی تبدیلی انسان کے اعمال میں پیدا ہو جاتی ہے۔ "خدا تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا گناہ پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایمان اس کی نفسانی قوتوں اور گناہ کے اعضاء کو کاٹ دیتا

ہے۔" فرمایا کہ "دیکھو اگر کسی کی آنکھیں نکال دی جائیں تو وہ آنکھوں سے بد نظری کیونکر کر سکتا ہے اور آنکھوں کا گناہ کیسے کرے گا؟ اور اگر ایسا ہی ہاتھ کاٹ دیے جائیں پھر وہ گناہ جو ان اعضاء سے متعلق ہیں کیسے کر سکتا ہے۔" فرماتے ہیں کہ "ٹھیک اسی طرح پر جب ایک انسان نفس مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے تو نفس مطمئنہ اسے اندھا کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں میں گناہ کی قوت نہیں رہتی۔ وہ دیکھتا ہے پر نہیں دیکھتا کیونکہ آنکھوں کے گناہ" یعنی دیکھتا تو ہے مگر بد نظری کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ گناہ کی نظر سے "نہیں دیکھتا کیونکہ آنکھوں کے گناہ کی نظر سلب ہو جاتی ہے۔ وہ کان رکھتا ہے مگر بہرہ ہوتا ہے۔" "سنتا ہے لیکن غلط باتیں نہیں سنتا۔" "اور وہ باتیں جو گناہ کی ہیں نہیں سن سکتا۔ اسی طرح پر اس کی تمام نفسانی اور شہوانی قوتیں اور اندرونی اعضاء کاٹ دیے جاتے ہیں۔ اس کی ساری طاقتوں پر جن سے گناہ صادر ہو سکتا تھا ایک موت واقع ہو جاتی ہے اور وہ بالکل ایک میت کی طرح ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ ہی کی مرضی کے تابع ہوتا ہے وہ اس کے سوا ایک قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامل اطمینان اسے دیا جاتا ہے۔"

آپؑ فرماتے ہیں کہ "یہی وہ مقام ہے جو انسان کا اصل مقصود ہونا چاہیے۔" پھر اس بارے میں کہ جو انسان کا اصل مقصود ہونا چاہیے پھر آگے جماعت کو فرمایا "اور ہماری جماعت کو اس کی ضرورت ہے اور اطمینان کامل کے حاصل کرنے کے واسطے ایمان کامل کی ضرورت ہے۔ پس ہماری جماعت کا" فرماتے ہیں کہ "ہماری جماعت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان حاصل کریں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 244-245)

پھر فرماتے ہیں آپؑ "کوئی پاک نہیں بن سکتا جب تک خدا تعالیٰ نہ بنا دے۔ جب خدا تعالیٰ کے دروازہ پر تذلّل اور عجز سے اس کی روح گرے گی تو خدا تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا اور وہ متقی بنے گا اور اس وقت وہ اس قابل ہو سکے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو سمجھ سکے۔ اس کے بغیر جو کچھ وہ دین دین کر کے پکارتا ہے اور عبادت وغیرہ کرتا ہے وہ ایک رسمی بات اور خیالات ہیں کہ آبائی تقلید سے سن سنا کر بجا لاتا ہے۔" "باپ دادا کر رہے تھے تو میں بھی کر رہا ہوں" "کوئی حقیقت اور روحانیت اس کے اندر نہیں ہوتی۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 228)

پس یہ ہیں وہ معیارِ تقویٰ اور یہ ہے وہ دین کو جاننے، سمجھنے اور عمل کرنے کا معیار جسے حاصل کرنے کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں توجہ دلائی اور جس کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور اپنے عملوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے جھک کر اس کی مدد مانگنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ان معیاروں کو حاصل کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہی تقویٰ ہے جو پھر اگلی آیات میں روزے کی اس کی چھوٹ کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں اس کے صحیح استعمال کی بھی توفیق دیتا ہے۔ یہ ہر انسان کی اپنی حالت پر اللہ تعالیٰ نے چھوڑا ہے بشرطیکہ تقویٰ سے کام لیا جائے۔ اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں، ایسی بیماری ہے جس میں روزہ برداشت کرنا مشکل ہے، ایسی بیماری ہے جس میں ڈاکٹر نے کہا ہے کہ روزہ نہیں رکھنا تو

پھر فدیہ دے دو لیکن بہانے تلاش کر کے فدیے کا جواز پیدا نہ کرو بلکہ فرمایا کہ نیک کام کے لیے فرمانبرداری ضروری ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس کام کو کرنے کا حکم دیا ہے۔

پس اگر گہرائی میں جا کر، تقویٰ پر چلتے ہوئے کوئی اپنا جائزہ لے تو پتا چلتا ہے کہ روزہ رکھنا بہتر ہے یا عارضی طور پر فدیہ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر آگے مزید وضاحت فرما دی کہ مریض ہو یا سفر پر ہو تو روزہ نہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ تنگی نہیں چاہتا اور جب بیماری دور ہو جائے تو پھر چھوڑے ہوئے روزے پورے کرو۔ سفر کے دوران جو روزے چھوٹ گئے انہیں پورا کرو چاہے فدیہ دے بھی دیا ہو۔ پس گھوم پھر کر بات وہیں آ جاتی ہے کہ تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ وہ ہماری حالتوں کو جانتا ہے اپنے فیصلے کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بہتر صورت پیدا کرے گا، بہتر نتائج پیدا کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ فرمایا اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں، بہانے کرتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہلِ دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ دنیا والوں کو دھوکا دے لیا تو اللہ کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں۔ خود ہی مسئلہ بنا لیا اور تکلفات شامل کر کے ان کو صحیح گردانتے ہیں۔ بیچ میں تکلفات شامل کر لیے یہ ہو گیا وہ ہو گیا اور سمجھتے ہیں کہ روزہ چھوڑنے کی صحیح وجہ بیان ہو گئی۔ فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔

فرمایا کہ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے۔ بہانے بنانے ہیں یا عذر نکالنے ہیں تو ایک سے دوسرا عذر نکلتا چلا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں اگر انسان چاہے کہ انہی تکلفات کو بنیاد بنانا ہے تو پھر اگر انسان چاہے تو ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ فرماتے ہیں کہ مگر خدا اس کی نیت اور ارادے کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ ہماری پاتال تک کو جانتا ہے۔ وہ ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے۔ ہمارے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے اس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ صدق اور اخلاص دکھانے والے کا سلوک کرتا ہے لیکن جو بہانہ جُو ہے اس سے پھر اس کے مطابق سلوک ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شئے ہے۔ جو بہانہ جُو ہے اس کے دل میں درد کوئی نہیں۔ حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 259-260)

پس یہ اصول ہے جو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ جو مسافر ہے اور مریض ہے اس کے لیے تنگی نہیں وہ بعد میں پورا کر لے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس حالت میں بھی فدیہ بھی ضرور دو۔ اس سے روزہ رکھنے کی توفیق پیدا ہو گی۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 258)

آج کل وائرس کی بیماری کی وجہ سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ گلا خشک ہو جائے گا۔ بیماری کا زیادہ امکان بڑھ جائے گا تو روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔ مَیں اس بارے میں کوئی عمومی فتویٰ یا فیصلہ نہیں دیتا۔ مَیں یہی عموماً لکھتا ہوں کہ تم لوگ اپنی حالت دیکھ کر خود فیصلہ کرو اور پاک دل ہو کر، تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنے دل سے فتویٰ لو۔ قرآن کریم کی واضح ہدایت ہے کہ مریض ہو تو نہ رکھو۔ مریض ہونے کے امکان پر کہ مریض بن جائیں گے روزہ چھوڑنا یہ غلط ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پھر تو ایک عذر سے دوسرا عذر اور ایک بہانے سے دوسرا بہانہ بنتا چلا جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ مشکل ہو سکتی ہے تو مَیں نے مختلف ماہرین، ڈاکٹروں سے رائے لی ہے۔ ان کی، ڈاکٹروں کی اپنی رائے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض ماہرین نے واضح لکھا کہ یہ کوئی یقینی بات نہیں ہے کہ روزے سے بیماری ضرور آئے گی۔ ہاں اگر آثار ظاہر ہوں، کھانسی یا ہلکا بخار بھی ہو تو روزہ چھوڑ دیں یا کوئی اور symptom دیکھیں تو روزہ چھوڑ دیں۔ اگر رکھا ہوا ہے تو توڑ دیں۔ ڈاکٹروں میں سے بھی جو اس بات کا رجحان رکھتے ہیں کہ نہیں رکھنا چاہیے یا بعض شرطیں ایسی عائد کرتے ہیں جس کا آخر میں نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ نہ رکھو تو بہتر ہے۔ وہ بھی واضح رائے نہیں رکھتے۔ ڈراتے بھی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ خوراک کا خیال رکھ کر پھر رکھے جائیں۔ اب جو غریب لوگ ہیں وہ کس حد تک خوراک، کس چیز کا خیال رکھیں۔

بہر حال مختلف آراء دیکھ کر تو یہی رائے قائم ہوتی ہے کہ روزہ رکھنے میں ہرج نہیں ہے۔ ہاں اگر ہلکا سا بھی شبہ ہے تو فوراً روزہ ترک کر دیں۔ بعض کا خیال ہے کہ جس گھر میں مرض ہے اور خود وہ شخص چاہے صحت مند بھی ہو تو وہ بھی روزہ نہ رکھے لیکن دوسرے ڈاکٹر کی رائے ہے کہ اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بہر حال روزہ کھولتے ہوئے اور رکھتے ہوئے پانی کا استعمال کرنا چاہیے اور جو زیادہ فکر مند ہیں اپنے بارے میں اور afford بھی کر سکتے ہیں وہ ایسی خوراک بھی کھا لیں جو پانی کو زیادہ دیر تک جسم میں ریٹین (retain) رکھ سکتی ہے۔ بہر حال جب ڈاکٹروں کی رائے میں اختلاف ہے جس میں امریکہ کے ڈاکٹر بھی شامل ہیں اور جرمنی کے بھی اور یہاں کے بھی تو پھر یہ بھی ہمیں دیکھنا چاہیے کہ بلاوجہ روزہ چھوڑنا کہیں اس زمرے میں نہ آجائے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تکیہ کرتے ہیں۔ ہاں احتیاط لازمی ہے۔ بعضوں کی پانی کی requirement ویسے ہی کم ہوتی ہے عموماً پانی نہیں پیتے۔ روزے بھی رکھتے ہیں عموماً حالات میں بھی نہیں پیتے۔ ہمارے ایک بزرگ ہوتے تھے چودھری نذیر صاحب۔ وہ گرمیوں میں سارا دن پھرتے رہتے تھے۔ بہت تھوڑا سا پانی کبھی پیا کبھی نہ پیا اور ہم آتے ہی پانی کی طرف جھپٹتے تھے لیکن ان سے مَیں نے کئی دفعہ پوچھا۔

کہتے تھے میری پانی کی requirement ہی کم ہے۔ بہر حال مختلف طبائع بھی ہوتی ہیں۔ ان حالات میں کس حد تک اس کا خیال رکھنا چاہیے یہ بہر حال اپنی اپنی حالتیں اور طبیعتیں دیکھ کر ہر کوئی فیصلہ کرے۔ اپنے ضمیر سے فتویٰ لے۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے روزہ رکھنے کے لیے دعا کریں اور دعائیں بھی ان دنوں میں بہت زیادہ کریں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو عقل بھی دے۔ خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس وبا کو دنیا سے جلد ختم کرے۔ دنیا پر رحم فرمائے اور ہم بھی، احمدی بھی تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کا حق ادا کرنے

والے ہوں اور رمضان کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھانے والے ہوں۔

یہ بھی یاد رکھیں آج کل دنیا کے جو حالات ہو رہے ہیں جب ایسی وبا کی وجہ سے دنیا کے معاشی حالات بھی انتہائی خراب ہو چکے ہیں۔ جب ایسے معاشی حالات آتے ہیں جیسے آج کل ہیں تو پھر جنگوں کے امکان بھی بڑھ جاتے ہیں۔ بہت سے تجزیہ نگار اس طرح کی باتیں بھی کر رہے ہیں اور پھر دنیا دار حکومتیں اپنے مفادات کے حل دنیاوی حیلوں سے تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور اپنے عوام کی توجہ بٹانے کے لیے ایسی باتیں کرتی ہیں جو پھر مزید مشکلات میں ان کو ڈالنے والی ہوں۔ پھر مزید تباہی میں یہ لوگ چلے جاتے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا تبصرہ کرنے والے بھی اس رنگ میں کرنے لگ گئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں کو بھی عقل دے کہ وہ بھی عقل سے کام لیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے دنیا میں مزید فساد پیدا ہو اور دنیا میں مزید تباہی آئے۔ اب تو کھلے طور پر اخباروں میں بھی آنے لگ گیا۔ تبصرہ نگار بھی کہنے لگ گئے ہیں۔

امریکہ نے ایران کو دھمکی دی، چین پر الزام لگائے جا رہے ہیں کہ اس نے صحیح اطلاع نہیں دی۔ اس پر مقدمے ہونے چاہئیں۔ اس کے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہیے۔ ہم یہ کر دیں گے۔ ایران کے ساتھ ہم یہ کر دیں گے۔ بہر حال امریکہ کی حکومت کو بھی عقل کرنی چاہیے۔ باقی حکومتوں کو بھی عقل کرنی چاہیے اور ان حالات میں بجائے اس کے کہ کوئی غلط قدم اٹھا کر دنیا کو مزید تباہی کی طرف لے کے جائیں صحیح سوچ کے ساتھ، صحیح پلاننگ کر کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف جھکتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس وبا سے بچنے کے لیے دعائیں کریں اور کوشش کریں اور اس بیماری کے علاج کے لیے جو بھی سائنس دان کوشش کر رہے ہیں ان کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعاؤں کی توفیق دے۔ اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کی توفیق دے اور دنیا کو، دنیاوی بڑی حکومتوں کو عقل سے اپنی پالیسیاں بنانے اور آئندہ کے لائحہ عمل بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15 / مئی 2020ء جلد 27 شمارہ 39 صفحہ 05 تا 09)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01/ مئی 2020ء بمطابق 01/ ہجرت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت مَیں چند مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی۔ ان میں سے ہر ایک مختلف پیشے سے منسلک تھا، مختلف مصروفیات تھیں، تعلیمی معیار مختلف تھے لیکن ایک چیز مشترک تھی کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہدِ بیعت کو اپنی طاقتوں کے مطابق نبھانے والے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے، خلافتِ احمدیہ سے کامل وفا اور اخلاص کا تعلق رکھنے والے، حقوق العباد کا حق ادا کرنے والے تھے۔ اور یہ بات ثابت کرنے والے تھے کہ اسلام کی جس خوبصورت تعلیم پر عمل کروانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو بھیجا ہے اس کی عملی صورت حقیقت میں ان میں پائی جاتی تھی۔

مَیں نے کہا کہ یہ ایک چیز مشترک تھی۔ یہ ایک نہیں بلکہ یہ بہت ساری خصوصیات ان میں مشترک تھیں۔ ان کے واقعات، یہ باتیں، یہ چیزیں سن کر یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانے میں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں جن کے ساتھ جُڑ کر بندے اور خدا کے درمیان حقیقی تعلق پیدا کرنے کا سلیقہ ہمیں آسکتا ہے اور آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے زندہ ہونے پر کامل یقین اور اس کی رضا پر راضی رہنے کے اعلیٰ معیار حاصل ہوتے ہیں۔

جن مرحومین کا ذکر مَیں نے کرنا ہے ان میں سے ایک ہمارے مبلغ سلسلہ ذوالفقار احمد ڈامانک صاحب، ریجنل مبلغ انڈونیشیا کے تھے جو 21/ اپریل کو 42 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم کی پیدائش 24/ مئی 1978ء کی ہے۔ نارتھ سماٹرا میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شہرول ڈامانک ہے۔ ان کے دادا کا نام شہنور ڈامانک تھا۔ مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا کے ذریعے سے ہوا تھا جنہوں نے 1944ء میں مولانا زینی دہلان صاحب کے ذریعے سے بیعت کی تھی۔ مرحوم مبلغ سلسلہ ذوالفقار صاحب نے 1997ء سے 2002ء تک جامعہ احمدیہ انڈونیشیا میں تعلیم حاصل کی۔ وہاں اس زمانے میں کورس چند سالوں کا، تھوڑا ہوتا تھا۔ پھر اس کے بعد ان کو اٹھارہ سال مختلف جگہوں پر بطور مبلغ سلسلہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق عطا ہوئی اور پھر یہ مختلف علاقوں میں بطور مبلغ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پسماندگان میں ان کی ایک اہلیہ مکرمہ مریم صدیقہ صاحبہ ہیں اور اس کے علاوہ چار بچے ہیں جاذب اور عائشہ خولہ اور خیرہ فاطمہ اور خیشزہ نصیرہ۔ بچہ جو ہے پندرہ سال کا ہے اور چھوٹی بچی آٹھ ماہ کی ہے اور یہ تمام وقفِ نو کی سکیم میں شامل ہیں۔

وہاں کے ہمارے مبلغ معراج دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ذوالفقار صاحب بہت ہی کامیاب اور محنتی مبلغ تھے۔ جہاں بھی ان کی پوسٹنگ ہوتی وہاں تربیت، رابطہ قائم کرنے اور تبلیغ کے کاموں کو نہایت عمدگی سے سرانجام دیتے تھے۔ موصوف ہر ایک کے ساتھ نرمی سے بات کرتے تھے اور سب کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے۔ جب ملتے ہمیشہ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملتے تھے۔ کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ دعا کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور یہی وہ خاصیت ہے جو ایک واقفِ زندگی کی روح ہے اور اس میں ہونی چاہیے کہ اگر کچھ مانگنا ہے تو ہمیشہ خدا تعالیٰ سے مانگے اور کبھی مطالبہ نہ کرے اور یہ انتہائی ضروری خصوصیت ہے جو ہر واقف زندگی کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

موصوف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مبلغین میں شامل تھے جنہیں کثیر تعداد میں بیعتیں کروانے کی سعادت ملی اور اس وجہ سے آپ کو جماعتی انتظام کے تحت 2018ء میں یہاں جلسے پر آنے کا بھی موقع ملا۔ عملی میدان میں موصوف ہمیشہ اچھی پلاننگ کے ساتھ کام سرانجام دیتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو ہر جگہ کامیابی نصیب ہوتی تھی۔

اسی طرح آصف معین صاحب مربی سلسلہ ان کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ نہایت صالح انسان تھے۔ مخلص اور فرمانبردار تھے۔ کچھ عرصے سے یہ بیمار تھے، علالت کے ان ایام میں بھی مرحوم جماعتی خدمات کو ترجیح دیتے تھے۔ آصف صاحب کہتے ہیں کہ جب صوبہ ریاؤ (Riao) کے ریجن میں بطور ریجنل مبلغ کام کر رہے تھے تو مجھے (آصف صاحب کو) ان کے ساتھ کام کرنے کی، ان کے ماتحت کام کرنے کی توفیق ملی۔ اور بڑی اعلیٰ قیادت کے ساتھ یہ کام کرواتے تھے۔ گورنمنٹ اور صوبے کی مختلف تنظیموں کے ساتھ مضبوط رابطے قائم کیے ہوئے تھے جس کی وجہ سے آپ کو متعدد بار مختلف یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے کا بھی موقع ملا۔ اس کے علاوہ آپ نے صوبے میں بہت ساری lost generation کے ساتھ رابطہ کر کے انہیں جماعت کے بارے میں متعارف کروایا اور پورے صوبے میں اس طرح کی مہم جاری رکھی اور ایک لوکل جماعت سنگیگی (Senggigi) کو تقریباً بیس سال کے بعد دوبارہ قائم کرنے کی ان کو توفیق ملی۔ یہ lost generation جس کو وہاں یہ لوگ کہتے ہیں ان سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ان کو کشتی کے ذریعے سے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں جانا پڑتا تھا اور ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے تک ڈیڑھ دو گھنٹے کا سفر تھا اور مریض ہونے کے باوجود ہمت کرتے اور کہتے کہ میرے اندر جب تک خدمت کی طاقت ہے میں آخری دم تک خدمت کرتا رہوں گا اور ان سفروں کے نتیجے میں چار خاندان اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی آغوش میں آئے۔

موصوف ڈائلیسز (dialysis) کی وجہ سے ہسپتال میں زیرِ علاج تھے تو اس حالت میں بھی ایک لوکل اجلاس میں شامل ہوئے۔ وہاں کے ایک خادم نے جب آپ سے پوچھا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی تو اس پر آپ نے اسے جواب دیا کہ جب تک مجھ میں جان ہے مَیں جماعت کے تمام پروگراموں میں شامل ہونے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اگرچہ میں بیمار بھی ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ میں ہمیشہ خدمتِ دین کے کاموں میں مصروف رہوں۔ یہ ہے واقفِ زندگی کا وہ جذبہ جو ہر ایک واقفِ زندگی میں ہونا چاہیے نہ یہ کہ ذرا ذرا سی بات پر بعض لوگ جو

پریشانیوں کا اظہار شروع کر دیتے ہیں وہ اظہار شروع ہو جائے۔

اسی طرح مظفر احمد صاحب وہاں کے مربی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے ان کے ساتھ جامعہ میں پڑھنے کا موقع ملا اور آخری بار قادیان میں ان سے ملاقات ہوئی تھی یعنی کہ قادیان ان کے ساتھ گئے تھے۔ شاید اس سال گئے تھے۔ قادیان جانے سے پہلے جب مرحوم بہت زیادہ بیمار تھے تو یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اتنی عمر دے کہ میں قادیان جا سکوں۔ آپ کہتے تھے کہ بیت اللہ میں عمرہ بھی کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے دی اور خلیفۂ وقت سے ملاقات کا بھی موقع مل گیا۔ اب قادیان کی زیارت کی حسرت باقی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش بھی پوری فرمائی اور قادیان کی زیارت انہیں نصیب ہوئی۔ اس سال جلسہ تو نہیں ہوا لیکن اس سے روکنے سے پہلے یہ لوگ وہاں پہنچ چکے تھے۔ اس طرح ان کو وہاں آزادی سے عبادت کا بھی موقع ملا۔ یہ مربی صاحب لکھتے ہیں قادیان میں سخت موسم اور شدید سردی کی وجہ سے موصوف کی طبیعت بہت زیادہ خراب بھی ہوئی جس کی وجہ سے انہیں جلد انڈونیشیا واپس جانا پڑا لیکن اس نازک صورتِ حال میں بھی آپ کا نیک ارادہ پورا ہو گیا۔ چنانچہ موصوف کو بیت الدعا اور مسجد مبارک میں نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

پھر کہتے ہیں کہ میں ان کو وہیل چیئر پر بٹھا کر بہشتی مقبرے کی زیارت کے لیے بھی لے گیا۔ وہاں انہوں نے دعا بھی کی۔ موصوف بہت ہی محنتی مبلغ تھے۔ شدت بیماری کے باوجود آپ نے کبھی ہمت نہیں ہاری اور جو بھی جماعتی کام آپ کے سپرد ہوتا بخوبی اسے سرانجام دیتے۔ اسی طرح ساجد صاحب ایک اور مربی ہیں وہ لکھتے ہیں باوجود سینیئر ہونے کے آپ تبلیغی معاملات میں جونیئرز کی بھی رائے لینے میں کبھی جھجکتے نہیں تھے۔ طبیعت میں بہت عاجزی اور انکساری تھی۔ مرحوم بہت ہی پختہ ارادے والے تھے۔ موصوف گذشتہ سال بیمار ہو گئے لیکن ٹھیک ہوتے ہی لمبا سفر کر کے خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں حاضر ہوئے۔

باسوکی صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ مبلغ انچارج بھی تھے۔ آخری تین سال جب خاکسار کی تعیناتی مشن ہاؤس آفس میں ہوئی اور تبلیغی پروگراموں کے حوالے سے میدانِ عمل میں کام کرنے والے مبلغین سے رابطہ ہوا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ تبلیغی پروگرام تشکیل دینے میں مرحوم بہت عمدگی سے کام کرتے تھے۔ تبلیغی پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لیے داعیان اور لوکل مبلغین کے انتظامات خوش اسلوبی اور مہارت سے سرانجام دیتے اور خاکسار سے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ بیعت کی تعداد اَپ ڈیٹ کرتے رہنا چاہیے تا کہ ریجن میں کام کرنے والے داعیان کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے اور یہی طریقہ ہے کہ بیعتوں کی تعداد کو دیکھا جائے، داعیان کو بھی بتایا جائے اور ان سے پوچھا جاتا رہے۔ اسی طرح پھر داعیان بھی ایکٹو رہتے ہیں اور باقی نظام میں بھی ان نومبائعین کو سمویا جا سکتا ہے۔

سرمد صاحب مربی ہیں وہ کہتے ہیں کہ تبلیغی امور کو سرانجام دینے کا وہ ایک خاص جذبہ رکھتے تھے۔ جب ہم شمالی ساٹرا ریجن میں بونٹوپانے سے لے کر سٹیٹ کے سرحدی علاقے سوساتک تبلیغ کے نئے راستے کھولنے کی مہم تیار کر رہے تھے تو آپ نے بڑی ہمت اور امید سے مختلف پروگرام اور منصوبے تیار کیے اور اللہ کے فضل سے یہ مہم

کافی دیر تک جاری رہی اور بعد میں فنڈز کی کچھ کمی کی وجہ سے اس میں کوئی روک بھی پیدا ہوئی لیکن ان کی اس مہم کے نتائج نکلے اور وہاں اکثر نومبائعین اسی علاقے سے آئے۔ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ کبھی مایوس نہیں ہونا کیونکہ ہمارا کام تو تبلیغ کرنا اور بیج لگانا ہے۔ ہو سکتا ہے کٹائی یا اس کا پھل کسی اور کے حصہ میں آئے۔ بہر حال بڑے پختہ ارادے والے اور وفا کے ساتھ اپنا وقف نبھانے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ انہوں نے اپنے عہدِ بیعت کو بھی نبھایا اور وقف کے عہد کو بھی خوبصورتی کے ساتھ نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے۔ ان کی اہلیہ اور ان کے بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور خود ہی ان کا کفیل بھی ہو۔

دوسرے مرحوم جن کا مَیں نے ذکر کرنا ہے وہ اسلام آباد پاکستان کے ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین صاحب ہیں جو 18/ اپریل کو وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وفات سے کوئی ہفتہ عشرہ قبل ان کو یہ جو کورونا وائرس پھیلا ہے اس کی علامات ظاہر ہونا شروع ہوئیں۔ اس پر ان کو ہسپتال داخل کرایا گیا۔ پہلے تو ان کی طبیعت سٹیبل (stable) ہونے لگی تھی مگر پھر 18/ اپریل کو طبیعت خراب ہوئی اور آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا جہاں تقریباً شام کو یہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ سب شادی شدہ ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ پیر محمد نقی الدین صاحب مرحوم کے ددھیال اور ننھیال سب صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا حضرت پیر مظہر الحق صاحبؓ اور نانا حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحبؓ دونوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اکابر صحابہ میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ حضرت پیر مظہر الحق صاحبؓ کو قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا کلاس فیلو ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ لدھیانے سے بچپن میں ہجرت کر کے یہ قادیان آئے اور تقریباً چھ ماہ تک یہ پیر مظہر الحق صاحبؓ وغیرہ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہنے کا بھی اعزاز نصیب ہوا۔

محترم ڈاکٹر صاحب کی والدہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کی پوتی تھیں۔ ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین صاحب 1947ء میں تقسیم ہند کے وقت تقریباً ایک سال کی عمر کے تھے یعنی تقریباً 1946ء کی ان کی پیدائش ہے۔ اس طرح تقریباً 74/ سال ان کی عمر ہوئی۔ آپ خاندان کے ہمراہ قادیان سے ہجرت کر کے پہلے لاہور آئے۔ پھر میلسی ضلع وہاڑی میں آباد ہوئے۔ 1970ء میں نشتر میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا۔ 1975-76ء میں اسلام آباد شفٹ ہوئے۔ پھر یہاں کے سرکاری ہسپتال پولی کلینک میں جاب ملی۔ کافی عرصہ یہاں خدمات بجا لانے کے بعد ملازمت چھوڑ کر ایران چلے گئے۔ دو تین سال تک وہاں کام کیا پھر واپس پاکستان آئے۔ یہاں اسلام آباد میں اپنا کلینک کھولا اور گذشتہ پچیس تیس سال سے اپنا کلینک چلا رہے تھے۔ اللہ کے فضل سے بڑا کامیاب تھا۔ غریبوں کی بڑی خدمت کرتے تھے۔

ڈاکٹر عبدالباری صاحب امیر جماعت اسلام آباد لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین صاحب گذشتہ بارہ

سال سے زائد عرصہ سے جماعت احمدیہ اسلام آباد میں قاضی کے منصب پر خدمت بجا لا رہے تھے۔ آپ کے فیصلے ہمیشہ قرآن و سنت کی روشنی میں ہوا کرتے تھے جو فریقین کے لیے نہایت تسلی کا باعث ہوتا تھا۔ انتہائی خوش اخلاق، ملنسار، پیار کرنے والے، شفیق، غریب پرور اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ ہر ایک سے مسکراتے چہرے سے ملتے۔ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے۔ اس لیے دن رات مخلوقِ خدا کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ جماعت کے غرباء اور نادار مریضوں کے لیے آپ کا کلینک ہمیشہ کھلا رہتا اور آپ اکثر بلا معاوضہ سب کو فیضیاب فرماتے۔ صرف جماعت کے ہی نہیں باقی غیروں کے لیے بھی ان کا دل اور کلینک ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ نافع الناس وجود تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اور اس میں غیر از جماعت لوگوں کی بھاری تعداد شامل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ بیان بھی ودیعت فرمائی تھی۔ چنانچہ غیر از جماعت دوستوں کو پیغامِ حق پہنچانے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ ان حالات میں بھی اللہ کے فضل سے پیغام پہنچاتے تھے۔

یہ کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے ان کو بتایا کہ جب 1970ء میں مَیں نے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا تو میں اپنے دادا حضرت پیر مظہر الحق صاحب کے پاس ربوہ گیا اور انہیں یہ خوشخبری سنائی کہ میں اپنے خاندان میں ڈاکٹر بننے والا پہلا نوجوان تھا۔ میرے دادا بڑے خوش ہوئے اور مجھے دیگر نصائح کرنے کے علاوہ یہ بھی نصیحت کی کہ اپنے مریضوں کو دوا دینے کے علاوہ ان کے لیے دعا بھی کرنا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جو طبیب اپنے بیماروں کے لیے دعا نہیں کرتا اور صرف اپنے علاج پر بھروسہ کرتا ہے وہ دراصل شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نقی الدین صاحب فرماتے تھے کہ مجھے ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کیے پچاس سال ہوئے ہیں اور میں پچاس سال سے اپنے دادا کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اپنے زیرِ علاج مریضوں کے لیے نہ صرف یہ کہ سستا علاج کرتا ہوں، ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہوں بلکہ بلاناغہ ہر روز دو نفل نماز پڑھتا ہوں۔ دو نفل ادا کرتا ہوں اور ان کے لیے دعا بھی کرتا ہوں۔ یہ ہے وہ طریق جو ہمارے ہر ڈاکٹر کو، ہر طبیب کو اپنانا چاہیے۔ صرف اپنے پیشے کی مہارت پر ہی اعتماد نہ رکھیں، صرف دوائیوں پر یقین نہ ہو بلکہ جہاں علاج کے دوران مریض کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں وہاں ان کے لیے دعا بھی ضرور کیا کریں اور اگر نفل پڑھیں تو یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔

ان کی اہلیہ عظمیٰ نقی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر انتہائی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ تبلیغِ دین کا جنون کی حد تک شوق تھا اور آپ نے اپنی زندگی میں کئی بیعتیں بھی کروائیں اور بہت سوں کو احمدیت کی صداقت کے متعلق قائل بھی کیا۔ بہت سے لوگ ہیں جو خوف کی وجہ سے یا کسی وجہ سے احمدیت تو قبول نہیں کرتے لیکن ان کو کم از کم احمدیت کی صداقت کا قائل کر لیا اور ان کو چپ کرا دیا۔ اس کے بعد پھر ان سے تعلقات بھی اچھے ہوئے۔ پھر کہتی ہیں، انہوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس محبت کے پیشِ نظر جو ان کو مریضوں سے تھی، مریضوں کے لیے دو نفل ہمیشہ پڑھتے تھے۔ پھر کہتی ہیں کہ مریضوں کی اس محبت کے پیشِ نظر وبا کے دنوں میں بھی کلینک جاتے کہ میرے مریض پریشان نہ ہوں۔ بخار ہونے پر چھٹی کی۔ پھر لکھتی ہیں یہ جو خصوصیات تھیں۔ مریضوں کو چیک کرنا اور ان کا خیال رکھنا اور ان کے لیے دعائیں کرنا ان اوصاف کے ساتھ ایک انتہائی فرمانبردار بیٹے تھے، مثالی

شوہر تھے، شفیق اور محبت کرنے والے باپ تھے اور بہن بھائیوں اور دوستوں کا بہت خیال رکھنے والے نافع الناس وجود تھے۔ زندہ خدا سے بہت گہرا تعلق تھا۔ بے حد دعا گو تھے اور زندہ و قائم خدا ان کی دعاؤں کا جواب بھی دیتا تھا۔ کہتی ہیں ہماری ایک بیٹی کے ہاں شادی کے چند سال بعد تک اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے لیے بہت دعا کرتے تھے تو ایک رات ہم اس بیٹی کے گھر رہے۔ صبح واش روم سے جب یہ تہجد کے وقت وضو کر کے یا شاید نماز کے وقت نکلے ہیں تو تھوڑا سا جھکے۔ پوچھنے پر بتایا کہ یہاں بیڈ کے ساتھ ایک بچہ تھا یعنی کشفی رنگ میں انہوں نے اور دوسری روایت میں بھی ہے کہ کشفی رنگ میں ایک بچہ دیکھا اور وہ بیڈ پر تھا۔ کہتے تھے مجھے لگا کہ وہ بچہ گرنے لگا تھا۔ اس لیے وہ ایک دم اس کو پکڑنے کے لیے جھکے تھے۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ان کی اس بیٹی کو بیٹے سے نوازا جبکہ ڈاکٹر زیادہ امید نہیں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو بھی نیک اور خادمِ دین بنائے۔

ارشد اعجاز صاحب ان کے بھانجے ہیں، داماد ہیں کہتے ہیں کہ مرحوم میرے رشتے میں سب سے بڑے ماموں تھے۔ اس لیے جب سے ہوش سنبھالا ان کے متعلق بہت کچھ سنا اور دیکھا۔ بہت دعا گو، غریب کے ہمدرد، بے نفس، انتہائی نفیس اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی خدا اور رسول کے احکامات کو سامنے رکھتے۔ کوئی بھی مشورہ گھریلو، جماعتی یا دنیوی طور پر لینا ہوتا تو وہ کہتے ہیں بلا جھجک سب سے پہلے ہمارے ذہن میں یہی آتا کہ ماموں کے پاس جایا جائے، ان سے مشورہ لیا جائے۔ اپنے ماموں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا ایک اور کشف جو شاید کسی اور کو بھی معلوم ہو وہ ایم ٹی اے سے متعلق ہے۔ کہتے ہیں غالباً 2010ء کا واقعہ ہے جبکہ ابھی موبائل فون عموماً اور آج کل کی شکل کے ٹچ موبائل پاکستان میں کم از کم عام نہ تھے۔ کہتے ہیں مَیں ماموں کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا تو بتانے لگے کہ کچھ عرصہ قبل میں نے دیکھا کہ اعلان ہوتا ہے۔ جیسے اذان ہوئی ہو اور کچھ لوگ اپنی جیب سے کچھ نکال کر اپنے کانوں کو لگا لیتے ہیں۔ معلوم کرنے پر پتا لگتا ہے کہ خلیفۃ المسیح کے خطبے کا وقت ہے اور تمام لوگ لائیو خطبہ سن رہے ہیں۔ اس بات کو کہتے ہیں کہ آج ہم ہر ہفتہ پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے خاندان سے تعلق کو نہ صرف اپنے لیے باعث عزت گردانتے تھے بلکہ باقی خاندان کے افراد کو بھی تلقین کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق ہونا چاہیے۔ صرف کسی بزرگ کے خاندان کا ہونا تو کوئی کمال نہیں ہے اس لیے اصل چیز یہ ہے کہ تمہارا اپنا تعلق ہو۔ ہر وقت دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا بلکہ جنون کی حد تک شوق تھا۔ انہوں نے بھی یہی لکھا ہے اور یہ بہت سارے لوگوں نے بھی لکھا ہے سارے بیان بھی نہیں ہو سکتے۔ یہی لکھا ہے کہ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا اور بڑے احسن رنگ میں قرآن کریم سے دلیلیں دے کر دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے۔

جلسہ سالانہ پر غیر از جماعت احباب کو خصوصاً گھر پر مدعو کرتے تھے اور پھر پُر تکلف کھانوں سے ان کی تواضع بھی کرتے۔ جلسہ ان کو سنواتے اور یوں تبلیغ کا سلسلہ بھی کھل جاتا۔ یہ کہتے ہیں جب کورونا وبا آئی تو ماموں نے کلینک جانا بند نہیں کیا۔ میں نے بڑی دفعہ فون کر کے انہیں بتایا اور سمجھانے کی کوشش کی کہ کلینک نہ جائیں تو یہی کہتے تھے کہ اگر ڈاکٹر گھر بیٹھ جائیں تو مریض کیا کریں اور پھر دلیلیں بھی دیتے تھے جس پر میں لاجواب ہو جاتا تھا

اور بہت بیماری کی حالت میں بھی کلینک جاتے تھے اور ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ ہم تو خدمت کے لیے یہاں آتے ہیں۔ ایک ڈیوٹی ہے جو دے رہے ہیں۔ کلینک کا مقصد صرف پیسہ کمانا نہیں ہے۔

ان کی بیٹی نورین عائشہ نورالدین کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب ایک نہایت شفیق اور مہربان اور دعا گو باپ تھے۔ ہر معاملے میں ہمیشہ دعا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ کہتی ہیں کہ کسی بھی حوالے سے جب ہم دعا کے لیے کہتے تو یہی کہتے کہ خود بھی دعا کرو مَیں بھی کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی لے کے ہمیں بتاتے کہ مجھے ایسی خواب آئی ہے یا اس طرح اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ پیشے کے لحاظ سے ہزاروں کی مسیحائی کرتے، ہزاروں کا مفت علاج اور کفالت کرتے۔ مریضوں سے اتنی کم فیس لیتے کہ زیادہ تر غریب ہی آپ کے مریض تھے۔ پھر لکھتی ہیں کہ میرے والد تو چلتا پھرتا قرآن تھے۔ کسی بھی معاملے کے متعلق قرآن سے رہ نمائی چاہتی ہو تو پہلے زبانی آیت پڑھتے پھر ترجمہ بیان کرتے اور سمجھاتے۔ پھر خلافت سے اس قدر محبت تھی کہ جیسے ہی ایم ٹی اے پر ایک گھنٹے کا خطبہ آنا شروع ہوا تو فوری طور پہ گھر پر ڈش کا انتظام کیا تاکہ ایم ٹی اے دیکھنے کے لیے لوگ ہمارے گھر آئیں اور خلافت سے اس محبت کی وجہ سے جلسہ سالانہ کے موقع پر جو اختتامی خطاب ہوتا ہے وہ بھی کئی غیر احمدیوں کو بلا کر سنواتے۔ ساری بیعت کی کارروائی دکھاتے۔ جلسے کی کارروائی دکھانے کے ساتھ ساتھ کھانے کا بھی اچھا انتظام ہوتا اور کہتے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہیں۔

پھر ان کی بیٹی وردہ کہتی ہیں کہ بچپن سے ہی ہمیں نماز، قرآن، روزے رکھنے، وقت پر چندے ادا کرنے اور صدقہ و خیرات کرنے کی عادت ڈالی۔ ہم بہن بھائیوں کی شادی کرتے وقت صرف اور صرف دین دیکھا۔ کبھی دنیاوی چیزوں کی پروا نہیں کی اور ہم سب کو بچپن سے ہی یہ بات بھی سکھائی کہ ہر خواہش فوراً پوری نہیں ہوتی۔ اس لیے ہمیشہ صبر اور دعا سے کام لینا پڑتا ہے۔

عبدالقدوس صاحب ان کے داماد ہیں کہتے ہیں کہ خاکسار کے ساتھ سسر کا تعلق ایک باپ کا سا تھا اور کہتے ہیں کہ مجھے ہمیشہ اس لیے ان سے ملنے کا اشتیاق رہتا کہ کوئی نئی بات، کسی آیت کی تشریح یا کوئی اختلافی مسئلہ ایک نئے پہلو سے سیکھنے کو ملے گا۔ کہتے ہیں کہ میں شادی کے شروع دنوں میں سسرال میں بے تکلف نہیں تھا، ہچکچاتا تھا۔ انہوں نے اپنی ایسی اپنائیت دکھائی کہ ہچکچاہٹ دور ہو گئی۔ پھر لکھتے ہیں کہ انہیں دنیاوی معاملات میں، سیاست میں یا کسی فیشن اور زمانے کے رجحان میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ عبادات، قرآن، دینی علوم اور اخلاقیات ہی محض ان کے پسندیدہ موضوعات ہوتے تھے۔ بدعات کے خلاف ایک ایسی چٹان تھے جس کو کوئی ہلا نہیں سکتا تھا۔ شادی وغیرہ کے موقعے پر انہوں نے بدرسومات کو سختی سے روکا۔ اگر بچیاں کوئی گیت گا لیتی تھیں جس سے کسی کو شرک کا شائبہ ہی ہوتا تو فوراً اسے روکتے اور بڑی سختی سے روکتے۔

اسی طرح ان کی بیٹی قرۃ العین ہادیہ کہتی ہیں کہ انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ کبھی کسی کے خلاف دل میں بات نہ رکھنا۔ اپنے سسرال والوں کو اپنا سمجھنا۔ کسی کو اپنی زبان سے یا عمل سے تکلیف نہ دینا۔ اور پھر انہوں نے یہ بھی بیٹی کو کہا کہ اپنے کسی اچھے کے ساتھ اچھا ہونا تو کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ برے کے ساتھ

بھی اچھا سلوک کرو اور یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام کی تعلیم ہے اور جس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس زمانے میں بتایا کہ یہی چیز ہے، یہی وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو آج کل دوسروں کو تمہاری طرف کھینچنے کے لیے متوجہ کریں گے۔ تمہاری طرف متوجہ کریں گے اور کھینچیں گے۔

پھر کہتی ہیں انہوں نے کہا کہ فساد قتل سے بڑا گناہ ہے اس لیے فساد کو روکنے کے لیے سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو۔ یہ بھی وہ اعلیٰ نصیحت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں فرمائی اور یہی وہ نصیحت ہے جو والدین اگر بچوں کو کرتے رہیں تو ایک حسین معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

آپ کے بیٹے پیر محی الدین صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ہمارے گھر کے لاؤنج میں بیٹھے درس دے رہے ہیں۔ میں بھی وہیں بیٹھا ہوا ہوں اور مجھ سے مخاطب ہو کر انہوں نے فرمایا کہ یہ گھر نہیں دَر ہے۔ اس سے تمہیں فیض ملتا ہے۔ اس دَر کو کبھی نہ چھوڑنا اور مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا باپ ولی اللہ ہے۔ اور پھر کہا یقین رکھو تمہارا باپ ولی اللہ ہے۔

غریبوں کا بہت درد رکھتے تھے۔ بہت سارے خاندانوں کا ماہانہ راشن اور بچوں کی تعلیم، ادویات اور علاج کی ذمے داری لے رکھی تھی۔ روزانہ پچاس فیصد سے زیادہ مریضوں کو مفت دیکھتے تھے۔

اسی طرح ان کے داماد عبدالصمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ قرآن کریم سے بے انتہا محبت تھی اور جب کوئی حوالہ دینا ہوتا تو آیت ضرور پڑھتے۔ پھر اس کا ترجمہ پیش کرتے۔ غیر احمدیوں سے باتوں میں جب کوئی کہتا کہ مرزا غلام احمدؑ کا کوئی نشان یا معجزہ دکھاؤ تو کہتے تھے کہ مَیں معجزہ ہوں۔ آپ ایک مکمل احمدی تھے۔ جو امید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جماعت سے تھی اس کے وہ صحیح مصداق تھے۔ ان کی شخصیت میں یہ بات موجود تھی کہ جو ان سے ملتا تھا اس کی طبیعت میں نیکی کا رجحان پیدا ہو جاتا تھا۔ یہی ایک نیک آدمی کی خاصیت ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والے بھی نیک ہوتے ہیں اور پھر یہی نہیں ہے کہ بعض دلائل سے کہہ دیا کہ میں نشان ہوں۔ بلکہ جب غیر احمدی بعض دفعہ مذاق سمجھتے کہ یہ مذاق کر رہے ہیں تو کہتے کہ مذاق نہیں کر رہا بلکہ حقیقت ہے اور دلائل سے دوسروں کو قائل کرتے تھے کہ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے اور بہت سارے احمدی جو صحیح تعلیم پر عمل کر رہے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان اور معجزہ ہیں۔ پس یہ ہے وہ معیار جو ہر احمدی کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ بجائے پرانے نشانوں کو تلاش کرنے کے خود ایک نشان بنیں۔

اسی طرح عبدالرؤوف صاحب اسلام آباد کے نائب امیر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کئی لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم تو کسی اَور ڈاکٹر کو جانتے ہی نہیں۔ اب ہم کیا کریں گے۔ کئی جماعت کے ایسے غریب دوست ہیں جن کو کبھی علاج کا مسئلہ نہیں ہوا۔ بغیر سوچے سمجھے وہ ڈاکٹر نقی صاحب کے کلینک پہنچ جاتے تھے، وہاں سے علاج کرواتے تھے۔ بہت سے غیر احمدی دوستوں نے بھی اظہار کیا ہے کہ وہ ہمارے گھر کے بڑے تھے۔ ہم ان سے مشورہ کیے بغیر کبھی کچھ کرتے ہی نہیں تھے۔ صرف احمدی ہی نہیں غیر احمدی بھی ان سے مشورہ کرتے تھے۔ بعض غیر احمدی، غیر از جماعت فیملیز جو ہیں ان کے گھریلو جھگڑے اور معاملات بھی ڈاکٹر صاحب حل کرتے کیونکہ جس

جگہ ان کا کلینک ہے وہاں تقریباً چالیس سال سے زائد عرصے سے ان کا کلینک قائم ہے اور پہلے باپ آتا تھا پھر اس کے بچے آنا شروع ہو گئے۔ کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے کئی لوگوں کے واقعات مجھے سنائے۔ بعض غیر احمدی اپنے بچوں کو نصیحت کر کے فوت ہوتے تھے کہ اپنے کسی اختلاف یا جھگڑے کے وقت ڈاکٹر نقی سے مشورہ ضرور کرنا۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ گذشتہ سال 2019ء میں جون کے آخری جمعہ کو ڈاکٹر صاحب جمعہ کی نماز کے بعد میرے دفتر میں آئے اور دروازہ بند کر کے کہنے لگے کہ تمہیں ایک بات سنانی ہے اور یہ صرف میری بیوی کو معلوم ہے۔ کہتے ہیں چار دن پہلے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میدانِ جنگ ہے جہاں لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ وہاں کھڑا ہوں کہ میں ان شہید ہونے والوں میں کیوں شمار نہیں ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز آتی ہے کہ جس کو پانچ زخم لگیں گے وہ شہید ہو گا۔ کہتے ہیں میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اونچی جگہ پر ایک فوجی کمانڈر کی طرح کھڑے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زخم گننے شروع کیے۔ تین زخم بہت گہرے تھے اور ایک ٹانگ پر بہت ہلکی خراشیں تھیں۔ مَیں نے بہت زیادہ استغفار کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی اور مَیں سوچ رہا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہو گا۔ کہتے ہیں میرے دل میں بہت زور سے چندے کا خیال ڈالا گیا اس کا حساب کرنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ میرے سے سستی ہوئی۔ اگلے دن صبح کی نماز کے لیے جب مَیں اٹھا تو میرے دل میں بہت سختی سے خیال آیا کہ میں نے ابھی تک حساب نہیں کیا۔ کہتے ہیں میں نے جا کر صبح اپنا حساب کیا تو واقعی کچھ رقم حساب کے بغیر تھی۔ کہتے ہیں آج انہوں نے دس لاکھ کا چیک سیکرٹری صاحب مال کو دے دیا اور کہتے ہیں کہ مَیں اس دن سے بہت استغفار کر رہا ہوں۔

عزیز الرحمٰن صاحب، مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ کے بیٹے ان کے بھانجے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بارہا ان سے ان کے بچپن اور زندگی بھر کے واقعات سنے۔ انتہائی نامساعد حالات میں خدا کے فضل اور والدین کی دعاؤں کے ساتھ ڈاکٹر بنے۔ بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے ایسا وقت بھی دیکھا ہے کہ کام کرنے کے لیے کاغذ خریدنے کے لیے رقم نہیں ہوتی تھی تو استعمال شدہ لفافے جمع کر کے ان کو کھول کر ان پر نوٹس وغیرہ بنایا کرتے تھے۔ اسی طرح گاؤں میں جب سکول میں پڑھتے تھے تو حساب کا ٹیچر نہیں تھا تو دوسرے گاؤں میں جا کے وہاں کے حساب کے استاد سے حساب سیکھتے تھے۔ پھر اپنے گاؤں میں آ کے اپنے بچوں کو، اپنی کلاس کے لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے۔

پابندیٔ نماز کی عادت کا واقعہ انہوں نے بیان کیا کہ جب چھوٹے تھے تو ایک روز یہ اور ان کی ہمشیرہ کھیلتے کھیلتے عشاء کی نماز ادا کیے بغیر سو گئے۔ کس طرح ان کو پابندی نماز کی عادت پڑی اس کا یہ واقعہ دلچسپ ہے۔ کہتے ہیں جب والدہ نے پوچھا کہ نماز پڑھ لی ہے۔ بچے تھے سو گئے تھے۔ تو انہوں نے سوئے سوئے کہہ دیا کہ ہاں پڑھ لی ہے۔ کہتے ہیں کہ آدھی رات کو والدہ نے آ کر اٹھایا اور وہ ڈاکٹر صاحب کی والدہ رو رہی تھیں کہ تم نے مجھ سے نماز کے بارے میں جھوٹ بولا ہے کہ تم نے پڑھ لی ہے۔ خدا تعالیٰ نے کشفاً بتا دیا تھا کہ نماز نہیں پڑھی۔ کہتے ہیں اس دن کے بعد سے پھر ہم نے کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ تو یہ تھا اور یہ احمدی ماؤں کا مقام ہونا بھی چاہیے۔ بچوں کی تربیت کی، نمازوں کی فکر تھی اور اس کے لیے دعا کرتی تھیں اور جب دردِ دل سے دعا کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نظارہ بھی دکھا

دیا کہ اچھا تو پھر صحیح صورت یہ ہے کہ تمہارے بچوں نے نماز نہیں پڑھی ان کو اٹھاؤ اور پھر روتے ہوئے انہوں نے اپنے بچوں کو جگایا۔ جس کا اتنا اثر ہوا کہ کہتے ہیں پھر ساری زندگی ہم نے کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ اکثر باتوں کا حوالہ قرآن کریم ہی سے پیش کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر خدا سے زندہ تعلق پیدا نہ ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا نہیں ہوتا کیونکہ حضور علیہ السلام کی بعثت کا مقصد ہی خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنا تھا۔

اسی طرح ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب ان کے بھانجے ہیں یہ کہتے ہیں قرآن کریم پر تدبر کرتے رہتے اور قرآن کریم کا گہرا علم رکھتے تھے۔ اکثر لمبی لمبی آیات زبانی یاد تھیں۔ پاکستان کے آج کل کے حالات کے باوجود کٹر مخالفین کو گھر پر دعوت دے کر جلسہ سالانہ کی کارروائی اور خطبات سنواتے تھے۔ آپ کی تبلیغ سے اکثر لوگ متاثر ہوتے اور اللہ کے فضل سے کئی بیعتیں بھی آپ کے ذریعے سے ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر جو ہے وہ مکرم غلام مصطفیٰ صاحب کا ہے جو یہاں لندن میں رہتے تھے۔ پھر یہاں ٹلفورڈ میں آ گئے۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے یہاں یوکے میں رضاکار کارکن تھے۔ ان کی 25/ اپریل کو 69 سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

1983ء میں خلافتِ رابعہ کے دَور میں انہوں نے بیعت کی تھی اور 1986ء میں یہ لندن آئے اور مسجد میں ٹھہرے تو آتے ہی وقف کی درخواست کی۔ کیونکہ تعلیم ان کی بہت معمولی تھی۔ اس وجہ سے شاید وقف تو منظور نہیں ہوا لیکن ایک واقفِ زندگی کی طرح یہ پہلے تو کچن میں اور پھر دفتر میں کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ان کا کاروبار بھی وسیع کر دیا۔ خالی ہاتھ آئے تھے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی کہ کچھ پراپرٹی خریدنے کی توفیق ملی۔ پھر اس سے آگے پراپرٹی بنانے کی توفیق ملی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی جس کو انہوں نے غریبوں پر بھی خرچ کیا، جماعت پر بھی خرچ کیا لیکن میں کہہ رہا تھا کہ یہ وقفِ زندگی کی حیثیت سے اس طرح رہے۔ پہلے خلافتِ رابعہ میں بھی ان کا یہی طریقہ ہو گا میرے وقت میں بھی یہ رہا کہ جب بھی دفتر سے کاروباری سلسلے میں اگر کہیں جاتے تھے، دوسرے ملک جانا ہوتا تھا یا ویسے لمبی چھٹی کرنی ہوتی۔ کچھ عرصہ دفتر نہ آنا ہوتا تھا تو باقاعدہ رخصت لیتے تھے کہ مجھے رخصت چاہیے کیونکہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور ایک واقف زندگی کی طرح انہوں نے کام کیا اور کہا کرتے تھے کہ وقف تو نہیں لیکن میں اپنے آپ کو واقف زندگی سمجھتا ہوں۔ بہر حال بڑی وفا کے ساتھ انہوں نے اپنے سے جو یہ ایک عہد کیا تھا اور اللہ سے جو وقف زندگی کا عہد کیا تھا اس کو انہوں نے پورا کیا چاہے باقاعدہ وقف میں تھے یا نہیں تھے۔

مسجد میں رہائش کے وقت ان کو کسی نے شروع میں ہوٹل میں جاب کرنے کے لیے بھیجا۔ وہاں ان کو ویٹر کے طور پر کام ملا۔ ان کو یہ ملازمت اچھی نہیں لگی۔ چنانچہ اگلے دن وہ کام چھوڑ کے آ گئے اور کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ جب مجھے بغیر کسی کام کے پیسے بھی مل رہے ہیں تو اس کام سے بہتر ہے کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر کے برتن دھولوں اور پھر ولی شاہ صاحب کے ساتھ مسجد فضل کے کچن میں کام شروع کر دیا۔ پھر حفاظتِ خاص میں بھی کچھ عرصہ ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ 1993ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے پی ایس آفس میں انہیں ڈیوٹی دی اور

اس وقت سے لے کر اب تک جیسا کہ مَیں نے کہا بڑی خوش اسلوبی سے یہ اپنی ڈیوٹی سر انجام دیتے رہے۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہیں۔

ان کی اہلیہ محمودہ مصطفیٰ صاحبہ لکھتی ہیں کہ میرا اور مصطفیٰ صاحب کا تقریباً چونتیس سال ساتھ رہا ہے اور مَیں ان سالوں کی گواہی دے سکتی ہوں کہ ان کا ہر قدم خدا تعالیٰ کے لیے ہوتا تھا۔ بے شمار اوصاف کے مالک تھے۔ ایک مخلص شوہر، باپ، بھائی اور دوست تھے۔ اپنے رشتوں کو نبھانے والے، بہت دور اندیش، ہر ایک کے کام آنے والے، بے لوث خدمت کرنے والے، بہادر اور نڈر انسان تھے۔ خلافت پر مر مٹنے والے وجود تھے۔ کہتے تھے کہ جب میں نے پاکستان میں بیعت کی تو اپنے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں نے ہمیشہ خلافت کے نزدیک رہنا ہے۔ اس وقت ان کے پاس کوئی وسائل نہیں تھے لیکن انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ وعدہ پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سامان بھی مہیا فرما دیے۔ مالی قربانی کا بہت شوق تھا۔ کہتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میرا بیٹا پیدا ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے سوچا ہے کہ میں اپنا آدھا زیور جماعت کو دے دوں تو فوراً جواب دیا کہ آدھا کیوں دیتی ہو پورا دو۔ کہتی ہیں شروع کی بات ہے کہ افریقہ کے لیے مساجد بنانے کی تحریک ہوئی تو اس وقت اپنے پاس گھر بھی نہیں تھا لیکن جو بھی پیسے جمع ہوتے تھے وہ مساجد کے چندے میں دے دیتے تھے اور اپنی ذات پر وہ کنجوسی کی حد تک خرچ کرتے تھے لیکن دوسروں پر خرچ کرنے سے پہلے کبھی سوچتے بھی نہیں تھے۔ ہمیشہ جہاں دین کو فوقیت دی وہاں ایک سچے مومن کی طرح دین اور دنیا دونوں کمائی۔ ہر کام میں مجھے ساتھ رکھا تا کہ مجھے ہر چیز کا پتا ہو اور ہمیشہ مجھ پر پورا اعتماد کیا۔ پھر کہتی ہیں کہ مصطفیٰ صاحب اپنی فیملی میں اکیلے احمدی تھے۔ جب انہوں نے بیعت کی تو اپنے ساتھ یہ وعدہ کیا کہ اپنے والد کی وراثت سے کچھ نہیں لینا اور دعا کی کہ اے اللہ! اگر تیرا مسیح سچا ہے اور مَیں نے سچا سمجھ کے بیعت کی ہے تو مجھے اپنی جناب سے دینا اور کسی کا محتاج نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمائی اور ثابت کر دیا کہ تم نے جو بیعت کا قدم اٹھایا ہے وہ حقیقتاً سچ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے بڑے مختلف طریقوں سے ان کی مدد بھی کی۔ اپنے گاؤں میں پھر انہوں نے بڑی مسجد بھی بنوائی کہ کبھی نہ کبھی تو یہ لوگ احمدی ہوں گے اور اس کے علاوہ مختلف طریقوں سے اپنے رشتے داروں کی، بہن بھائیوں کی خود مدد کرتے رہے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں ان کو اپنی دعاؤں کی قبولیت پر بھی بڑا کامل یقین تھا۔ اور اس کے بے شمار واقعات انہوں نے آگے لکھے ہیں۔

ان کی بیٹی صبیحہ مصطفیٰ کہتی ہیں کہ میرے والد کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے قائم کردہ نظامِ خلافت سے محبت کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ پر کامل درجہ توکل تھا۔ ہمیں اکثر بتایا کرتے تھے کہ مَیں نے فلاں موقعے پر یہ دعا کی جو اس طرح پوری ہوئی۔ آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ کہیں سے خلیفۃ المسیح کا تبرک مل جائے اور کہیں سے تبرک مل جاتا تو اس میں سے اپنا حصہ ضرور محفوظ کر لیتے اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں میں تقسیم کرتے تا کہ وہ بھی اس سے مستفیض ہوں۔ تبرک کو گھر میں بھی اس نیت سے جمع کرتے تا کہ جلسے کے مہمانوں کو بھی اس میں سے کچھ حصہ دے سکیں۔ کہتی ہیں کہ ابو کے، میرے والد صاحب کے بہت سارے واقف کاروں نے مجھے فون کر کے کہا کہ ہمیں ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہم ایک بار پھر یتیم ہو گئے ہیں۔ غریبوں کی مدد بھی بہت زیادہ کرتے تھے۔

کہتی ہیں جب ہم وہاں لندن میں تھے اور ٹوٹنگ سے گریسن ہال روڈ منتقل ہوئے تو ابو کی کوشش تھی کہ جلدی کوئی بڑا گھر مل جائے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی بھرپور رنگ میں خدمت کی توفیق ملے اور ہمیشہ کہتے تھے کہ گھر لینا ہے تو خلافت کے سائے میں لینا ہے۔ یہاں سے دور کبھی نہیں جانا۔ کہتی ہیں میرے والد نہایت اخلاص کے ساتھ ہر ایک کی مدد کرتے تھے۔ کوئی دکھ یا تکلیف میں مبتلا ہوتا تو اس کی بہتری کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے۔ اپنی بیماری کے دنوں سے قبل انہوں نے مجھے آخری نصیحت کی کہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ جڑے رہنا، نمازیں پڑھنا اور قرآن کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے رہنا تو اللہ ہمیشہ ساتھ دے گا۔

ان کی دوسری بیٹی ہیں۔ پہلے تو چھوٹی بیٹی کا ذکر تھا۔ بڑی بیٹی مدیحہ مصطفیٰ کہتی ہیں کہ بے شک میرے والد ایک گاؤں سے آئے تھے، زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن ان کے خیالات، دُور اندیشی اور زندگی کے اصول ان کو بہت پڑھے لکھے لوگوں سے بھی آگے لے گئے۔ آج کی دنیا میں بہت کم لوگ ایسے دیکھے ہیں جو سچے معنوں میں مرد اور عورت کو برابری کا مقام دیتے ہیں۔ انہوں نے بیٹیوں کو کبھی بوجھ نہیں سمجھا بلکہ اکثر کہتے تھے کہ جس کی بیٹی ہو گئی وہ تر گیا اور اس کے کام کے دن ختم ہو گئے اور آرام کے دن شروع ہو گئے۔ کہتی ہیں اپنے بیٹے اور بیٹیوں کی برابر تعلیم و تربیت کا فرض بخوبی نبھایا۔ اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن اس کے ساتھ انہوں نے اولاد سے محبت کے باوجود کبھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پیچھے نہیں چھوڑا۔ عید ہو یا بیٹی کی شادی ہو یا کوئی اَور کام ہو انہوں نے کبھی نماز کو نہیں چھوڑا۔ خدا پر توکل تھا۔ وہ جانتے تھے کوئی کام پیچھے نہیں رہے گا لیکن اگر فکر تھی تو اس بات کی تھی کہ عبادت کی کمی کی وجہ سے خدا کی کوئی ناراضگی نہ آجائے۔

ان کے بیٹے سرفراز محمود کہتے ہیں کہ جب ہم ٹوٹنگ میں رہا کرتے تھے تو اس وقت بھی باقاعدگی سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد فضل جاتے تھے۔ کبھی کوئی نماز مسجد میں ادا نہ کر سکتے تو اس بات کو یقینی بناتے کہ ہم سب مل کر گھر میں باجماعت نماز ادا کریں۔ کہتے ہیں مجھے کہتے تھے کہ زندگی میں تم جو چیز حاصل کرنا چاہو صرف ایک اللہ کی ذات ہی ہے جو اسے پورا کر سکتی ہے۔ اگر نماز کا وقت ہوتا تو باقی ہر کام چھوڑ کر پہلے نماز ادا کرتے۔ پھر یہ بیٹا کہتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر تک مجھے باقاعدگی سے اپنے ساتھ فجر کی نماز پر لایا کرتے تھے۔ پھر کہتا ہے ان کی دعائیں ہی تھیں جن کی برکات ہمیں حاصل ہو رہی ہیں۔ اور جب مسجد سے فجر کی نماز کے بعد آتے تو جائزہ لیتے کہ میں مسجد گیا ہوں کہ نہیں۔ اگر کبھی سستی ہو جاتی تو کہتے کہ اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کرنے میں تمہارا ہی نقصان ہے۔ اللہ کو تمہاری نمازوں کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان اپنے لیے نماز پڑھتا ہے۔ کہتے ہیں کہ علالت کی وجہ سے ہم نے ایمبولینس بلوائی تو اس وقت بڑی بھاری آواز میں سانس لے رہے تھے لیکن اس وقت بھی لیٹنے یا بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے اور کہتے ہیں کہ ہسپتال جاتے ہوئے جب سیڑھیاں اتر رہے تھے تو بار بار یہی کہا کہ نماز کو باجماعت، ہمیشہ جماعت کے ساتھ اور وقت پر ادا کرنا۔

پھر مہمان نوازی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی۔ بڑا گھر تھا تو وہاں چالیس کے قریب جلسے کے مہمان ہوتے تھے۔ یہاں جب مسجد کے قریب آئے تو چھوٹا گھر تھا تو وہاں بھی پچیس کے قریب افراد سماتے

تھے۔ اس گھر میں بھی پچیس مہمانوں کا سمانا ایک بڑا مشکل کام ہے لیکن بہر حال بڑی خوشی سے کرتے تھے۔ مَیں نے بھی ان سے کئی دفعہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بس ہم اپنا گزارہ کر لیتے ہیں اور گھر مہمانوں کو دے دیتے ہیں۔ ہمیشہ کہتے تھے کہ دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا ہے لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ کام آسان نہیں ہے۔ جب بھی کوئی دنیاوی معاملہ سامنے آئے تو دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھنا۔ یہی ہمیشہ انہوں نے بچوں کو نصیحت کی۔ کہتے ہیں مجھے ہمیشہ یہ نصیحت کی کہ ہمارا سب کچھ اللہ کی جماعت کی امانت ہے اس لیے ہمارا کام ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں اور اس امانت کو اس نیت سے بڑھائیں کہ یہ جماعت کے کام آسکے۔ ہمیشہ تلقین کرتے کہ چندے کی ادائیگی میں کبھی تاخیر نہیں کرنی اور خود مہینے کے پہلے دن ہی اپنا چندہ ادا کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مت سوچنا کہ جماعت کو ہمارے چندے کی ضرورت ہے بلکہ چندہ دینے سے ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جذب کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ علالت کے آخری ایام میں جب وینٹی لیٹر لگایا گیا تو قومہ میں جانے سے پہلے، پھر بعد میں قومہ میں چلے گئے تھے، آخری الفاظ جو انہوں نے مجھ سے کہے وہ یہی تھے کہ سرفراز مَیں جانتا ہوں کہ مہینے کا پہلا دن گزر گیا ہے۔ میری الماری میں جا کر دیکھو وہاں تمام فائلیں موجود ہیں، میرے چندے کا حساب کتاب لکھا ہوا ہے میرا پورا چندہ ادا کر دو اور میری نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا کہ ہر مہینے کے پہلے روز اپنا سارا چندہ ادا کرنا اور اس میں کبھی تاخیر نہ کرنا۔

ان کے سسر کرامت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ عزیزم مصطفیٰ نے اپنی بیوی کے رحمی رشتوں کو بڑے خلوص سے نبھایا اور خاکسار کو اپنے حقیقی والد کا درجہ دیا۔ مصطفیٰ نے ساری زندگی خدا تعالیٰ کی عبادت اور خلافت کے قدموں میں خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔

اسی طرح بلال ان کے داماد ہیں وہ کہتے ہیں مختلف قرآنی دعائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی فوٹو کاپیاں حاصل کر کے مجھے بھی اور اپنے باقی بچوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو دیا کرتے تھے کہ اس کو پڑھو اور قرآنی دعاؤں کو یاد کرو۔ کہتے ہیں مَیں نے دیکھا کہ مسجد فضل میں جو درس ہوتا تھا اس کی کاپی حاصل کر کے اس کو گھر آکر دوبارہ پڑھتے تھے اور سب کو پڑھنے کے لیے دیتے اور موبائل فون سے اس کی تصویر بنا کر اپنے دوسرے غیر احمدی بہن بھائیوں اور ان کے بچوں کو بھی بھیجا کرتے تھے اور اس کے بعد ان کو فون کر کے پوچھا کرتے تھے کہ انہوں نے پڑھا ہے یا نہیں اور پھر یوں تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ عام دنوں میں تقریباً ہر روز کسی نہ کسی کو بطور مہمان گھر لے آتے اور جلسے کے دنوں میں تو چوبیس گھنٹے مہمانوں کی آمد و رفت رہتی اور ہر ایک کو یہی کہا کرتے تھے کہ پوچھنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اپنا گھر سمجھو اور آجایا کرو۔

حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کو تو آپ خاص طور پر بہت فوقیت دیتے تھے۔ کہتے تھے ہر وقت میرے دروازے کھلے ہیں۔ اگر کوئی ایک بار ان کے گھر ٹھہرنے کے لیے جلسے پہ آجاتا اور اگلے سال کہیں اَور قیام ہوتا تو بڑے پریشان ہوتے کہ شاید میرے سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہے۔ مہمان نوازی میں کمی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ نہیں آیا۔ پھر اگر موقع ملتا تو زبردستی اسے اپنے گھر لے بھی آتے۔ اپنے باقی دنیاوی کاموں اور کاروبار کو اس طرح manage کر رکھا تھا کہ نماز کے وقت میں بھی رکاوٹ نہ بنیں۔ کاموں کو چھوڑ کر مسجد پہنچ جایا کرتے تھے۔

اسی طرح ان کے برادرِ نسبتی سہیل احمد صاحب چوہدری ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایسے وجود تھے جنہیں تین چیزوں کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ ایک عبادت، دوسرا خلافت سے تعلق اور تیسرا مہمان نوازی۔ مصطفیٰ بھائی کا گھر جلسہ کے دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں سے بھرا ایک سرائے کا منظر پیش کرتا تھا۔

اسلم خالد صاحب ہمارے پرائیویٹ سیکرٹری کے کارکن ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دفتر میں آپ سے روز کا تعلق تھا۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ نڈر، نیکیوں میں سبقت لے جانے والے، غریب پرور، مہمان نواز، چندوں میں بے مثل۔ ہر نیک کام کی تلاش رکھتے۔ دفتر میں ہر بندے سے کام حریصوں کی طرح چھین کر خود کرنے کے مشتاق رہتے۔ کہا کرتے تھے کہ یہی میری کمائی ہے اور کہتے تھے اب یہی صحیح کام ہے اور تب خوش ہوتے تھے۔

فہیم احمد بھٹی صاحب بھی کارکن پرائیویٹ سیکرٹری ہیں۔ یہ والنٹیئر ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ غالباً 1992ء سے دفتر میں کام کرنا شروع کیا۔ ان دنوں سٹاف کی کمی تھی۔ بڑی باقاعدگی سے کام کرتے۔ ایک وفادار اور جاں نثار کارکن تھے۔ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے جن میں سب سے زیادہ نمایاں پیاری اور قابلِ رشک خوبی خلافت کے ساتھ دلی پیار، اطاعت و فرمانبرداری اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر رہنمائی لینا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مالی کشائش عطا فرمائی تھی۔ جب بھی اس کا تذکرہ کرتے، ہمیشہ کہتے کہ اس دفتر میں کام کرنے اور اس دَر کی برکت سے مجھے سب کچھ ملا ہے۔

ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب کہتے ہیں کہ میرا دوستی کا تعلق 81ء-1980ء سے تھا اور احمدیت قبول کرنے سے لے کر وفات تک انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بے شمار خوبیوں کے مالک، اللہ پر توکل کرنے والے اور خلافت کے عاشق تھے۔ سندھ آ کر اپنے ایک دُور کے رشتے دار کے پاس رہنے لگ گئے کیونکہ وہاں پنجاب میں زمین پر ان پہ کچھ مقدمات ہو گئے تھے۔ وہاں سے یہ پولیس سے بچ کے آ گئے تھے۔ بہرحال وہاں ان کا احمدیت سے تعارف ہوا اور مسلسل تین سال تک ان سے تبلیغ کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس دوران بھی یہ وہاں احمدیوں کی مسجد میں باقاعدگی سے اذان دیتے رہے جس کا انہیں شروع سے شوق تھا۔ آخر میں انہوں نے ایک خواب دیکھنے کے بعد فوری طور پر بیعت کی۔ وہ خواب یہ تھی کہ گھر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تشریف لاتے ہیں اور مسکراتے ہوئے کہتے ہیں کہ دو خدام کی ضرورت ہے اور پھر سلیم صاحب اور ان کی طرف، مصطفیٰ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک تم آ جاؤ اور ایک تم اور پھر اس کے بعد انہوں نے بیعت کر لی۔

بیعت سے پہلے ہی جماعت کے اجتماع وغیرہ میں شامل ہوتے تھے۔ بیعت کے بعد اخلاص میں بہت ترقی کی۔ توجہ سے خطبات اور سوال و جواب سن کر ان میں اتنا اعتماد آ گیا تھا کہ کہتے تھے مَیں خود ہی غیر احمدی مولویوں کے لیے کافی ہوں۔ میرے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ متعدد مرتبہ انہیں عمرہ کرنے کی توفیق ملی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو 2010ء میں حج کی بھی سعادت دی۔ قادیان سے بھی محبت تھی۔ اکثر وہاں پہلے جاتے تھے۔ مرکز میں مکان کی خواہش تھی پھر وہاں مکان بنوایا اور پھر جماعت کو پیش کر دیا۔

ڈاکٹر ابراہیم ناصر بھٹی صاحب جو ان کا علاج کر رہے تھے کہتے ہیں کہ مَیں غلام مصطفیٰ صاحب کو زیادہ عرصے سے نہیں جانتا۔ آخری علالت کے دوران بحیثیت کنسلٹنٹ ان کی دیکھ بھال کا موقع ملا۔ اتفاق سے یہ وہاں

ہسپتال میں ڈاکٹر تھے اور مصطفیٰ صاحب ان کے مریض بن گئے۔ کہتے ہیں ان کو آخری بیماری میں دیکھنے کا موقع ملا۔ اس معمولی سے عرصے میں چند ایسی باتیں ہیں جو مَیں نے نوٹ کی ہیں اور جو قابلِ ذکر ہیں۔ کہتے ہیں کورونا وائرس کی بیماری کی شدت کے باعث آپ ہمیشہ نہایت پختہ طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مَیں ان کے پاس آیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ بیماری کی شدت کی وجہ سے شاید افاقہ ممکن نہ ہو۔ یہ سن کر مصطفیٰ صاحب کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر کہا کہ اللہ جو چاہے میں اسی پر راضی ہوں۔ آپ کے چہرے پر غم اور فکر کی کوئی نشانی نہیں تھی۔ نہایت مطمئن تھے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں دوسری مثال جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ خلافت سے محبت تھی کہ بیماری کی شدت کی وجہ سے ہمیں سی پی اے سی لگانے کی ضرورت پڑتی تھی جو آکسیجن پہنچانے کے لیے ایک انتہائی سخت مشین ہے جو انسان کو بسا اوقات بے قرار کر دیتی ہے اور تکلیف کی وجہ سے خوفناک حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ مشین لگانے کی وجہ سے جب انہیں تکلیف محسوس ہونے لگتی تو ان کے گھر والے انہیں میری طرف سے آکر کہتے کہ خلیفۂ وقت کا پیغام ہے اور کہتے کہ انہوں نے پیغام دیا ہے کہ ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔ جب ان کو میرا یہ پیغام ملتا تو اچانک ریلیکس ہو جاتے اور آرام سے مشین کو برداشت کرنے لگ جاتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ ان کا حوصلہ بڑھا ہے اور جسم میں ایک دم توانائی آئی ہے اور اسی طرح کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ہومیوپیتھک دوائی اس لیے نہیں کھاتے تھے کہ کوئی افاقہ ہو گا۔ صرف اس لیے کھاتے کہ ان کو مَیں نے یہ نسخہ تجویز کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں خلافت سے محبت اور وفا کا ایک ایسا بے مثال تعلق ہے کہ مَیں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔ جو وفا انہوں نے خدا تعالیٰ اور اس کے دین کے ساتھ کی ہے اور جس طرح اپنے عہدِ بیعت نبھانے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر ان سے پیار کا سلوک فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیسا کہ فرمایا تھا یہ لوگ شہداء میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی اپنی حفظ و امان میں رکھے اور اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں اپنانے اور جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے ہوں اور جماعت اور خلافت سے ہمیشہ وفا کا تعلق رکھنے والے ہوں اور والدین نے ان کے لیے جو دعائیں کی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کے حق میں قبول فرماتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22؍ مئی تا 04 جون 2020ء (خلافت نمبر) جلد 27 شمارہ 41 تا 44 صفحہ 05 تا 10)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08/ مئی 2020ء بمطابق 08/ ہجرت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج مَیں ایک بدری صحابی حضرت خَبَّابْ بن اَرَتْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کروں گا۔ حضرت خَبَّابؓ کا تعلق قبیلہ بنو سعد بن زید سے تھا۔ ان کے والد کا نام اَرَتْ بن جَنْدَلَہ تھا۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ اور بعض کے نزدیک ابو محمد اور ابو یحیٰ بھی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ میں یہ بیچ دیے گئے۔

یہ عُتبہ بن غَزْوَان کے غلام تھے۔ بعض کے نزدیک اُمِّ اَنمار خُزَاعِیہ کے غلام تھے۔ بنو زُہرہ کے حلیف ہوئے۔ اول اسلام لانے والے اصحابؓ میں یہ چھٹے نمبر پر تھے اور ان اولین میں سے ہیں جنہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر کے اس کی پاداش میں سخت مصائب برداشت کیے۔ حضرت خَبَّابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں تشریف لانے اور اس میں دعوت دینے سے پہلے اسلام لائے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 121-122 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 2 صفحہ 221 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 2 صفحہ 147 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

مجاہد کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام ظاہر کیا وہ یہ ہیں: حضرت ابوبکرؓ، حضرت خَبَّابؓ، حضرت صُہیبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت سُمیّہؓ والدہ حضرت عمارؓ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ سے محفوظ رکھا اور حضرت ابوبکرؓ کو خود ان کی قوم نے محفوظ رکھا۔ بہر حال یہ جو لکھنے والا ہے یہ ایک خاص تناظر میں یہ لکھ رہا ہے لیکن یہ بات بہر حال لازمی ہے اور اس لکھنے والے کے ذہن میں بھی شاید یہ نہیں رہا کہ باوجود اس کے جو اس نے لکھا ہے کہ ان کے چچا ابو طالب نے ان کو محفوظ رکھا یا ان کی وجہ سے حفاظت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مشرکینِ مکہ کے ہاتھوں مظالم سے محفوظ نہ رہے اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ محفوظ رہے۔ تاریخ اس پر شاہد ہے۔ انہیں بھی طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا بلکہ حضرت ابو طالب سمیت ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔ لکھنے والا تو یہ کہتا ہے کہ پھر یہ لوگ تو محفوظ رہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا یہ بھی اس کی ایک سوچ ہے کیونکہ تاریخ تو یہ کہتی ہے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہے، نہ حضرت ابوبکرؓ محفوظ رہے لیکن بہر حال وہ پھر اپنے اس خیال کا اظہار

کرتے ہوئے آگے لکھتا ہے کہ یہ تو دونوں محفوظ ہوئے لیکن باقی سب لوگوں کو لوہے کی زرہیں پہنائی گئیں اور انہیں سورج کی شدید دھوپ میں جھلسایا گیا اور جس قدر اللہ نے چاہا انہوں نے لوہے اور سورج کی حرارت کو برداشت کیا۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت خَبَّابؓ نے بہت صبر کیا اور کفار کے مطالبے یعنی اسلام سے انکار کو منظور نہیں کیا تو ان لوگوں نے ان کی پیٹھ پر گرم گرم پتھر رکھے یہاں تک کہ ان کی پیٹھ سے گوشت جاتا رہا۔ اسد الغابہ کی یہ ساری روایت ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 2 صفحه 147 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

حضرت خَبَّابؓ کا ایک واقعہ جو حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے وقت پیش آیا اس کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ ابھی حضرت حمزہؓ کو اسلام لائے صرف چند دن ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک اَور خوشی کا موقع دکھایا یعنی حضرت عمرؓ جو ابھی تک اشد مخالفین میں سے تھے مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام لانے کا قصہ بھی نہایت دلچسپ ہے۔ بہت سارے لوگوں نے سنا بھی ہوا ہے، پڑھا بھی ہوا ہے لیکن یہ تفصیل جو آپؓ نے بیان کی ہے یہ بھی میں بیان کر دیتا ہوں اور یہ بیان کرنا ان کی تاریخ کے لیے ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت میں سختی کا مادہ تو زیادہ تھا ہی مگر اسلام کی عداوت نے اسے اور بھی زیادہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اسلام سے قبل عمر غریب اور کمزور مسلمانوں کو ان کے اسلام کی وجہ سے بہت سخت تکلیف دیا کرتے تھے لیکن جب وہ انہیں تکلیف دیتے دیتے تھک گئے اور ان کے واپس آنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو خیال آیا کیوں نہ اس فتنے کے بانی کا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاتمہ کر دیا جاوے۔ یہ خیال آنا تھا کہ تلوار لے کر گھر سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی۔ راستے میں ایک شخص نے انہیں ننگی تلوار ہاتھ میں لیے جاتے دیکھا تو پوچھا۔ عمر! کہاں جاتے ہو؟ عمر نے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کرنے جاتا ہوں۔ اس نے کہا کیا تم محمد کو قتل کر کے بنو عبد مناف سے محفوظ رہ سکو گے؟ ذرا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ جھٹ پلٹے، واپس ہوئے اور اپنی بہن فاطمہ کے گھر کا راستہ لیا۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو اندر سے قرآن شریف کی تلاوت کی آواز آئی۔ جو خَبَّاب بن اَلاَرَت خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سنا رہے تھے۔ عمرؓ نے یہ آواز سنی تو غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ جلدی سے گھر میں داخل ہوئے لیکن ان کی آہٹ سنتے ہی خَبَّاب تو فوراً کہیں چھپ گئے اور فاطمہ نے قرآن شریف کے اوراق بھی اِدھر اُدھر چھپا دیے۔

حضرت عمرؓ کی بہن کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت عمرؓ اندر آئے تو للکار کر کہا میں نے سنا ہے تم اپنے دین سے پھر گئے ہو۔ یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سعید بن زید سے لپٹ گئے۔ فاطمہ اپنے خاوند کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو وہ بھی زخمی ہوئیں مگر فاطمہ نے دلیری کے ساتھ کہا۔ ہاں عمر! ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو۔ اب ہم اسلام کو نہیں چھوڑ سکتے۔ حضرت عمرؓ نہایت سخت آدمی تھے لیکن اس سختی کے پردہ کے نیچے محبت اور نرمی کی بھی ایک جھلک تھی جو بعض اوقات اپنا رنگ دکھاتی تھی۔ بہن کا یہ دلیرانہ کلام سنا، یہ بات سنی تو آنکھ اوپر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ خون میں تربہ تر تھی۔ اس نظارہ کا عمر کے قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بہن سے

کہنے لگے کہ مجھے وہ کلام تو دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے؟ فاطمہ نے کہا کہ میں نہیں دکھاؤں گی کیونکہ تم ان اوراق کو ضائع کر دوگے، ان صفحوں کو ضائع کر دوگے۔ عمر نے جواب دیا۔ نہیں نہیں تم مجھے دکھاؤ۔ میں ضرور واپس کر دوں گا۔ فاطمہ نے کہا مگر تم نجس ہو، ناپاک ہو اور قرآن کو پاکیزگی کی حالت میں ہاتھ لگانا چاہیے۔ پس تم پہلے غسل کر لو تو پھر دکھادوں گی اور پھر دیکھ لینا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ غالباً ان کا منشا یہ بھی ہو گا کہ غسل کرنے سے عمر کا غصہ بالکل فرو ہو جائے گا اور وہ ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ جب عمر غسل سے فارغ ہوئے تو فاطمہ نے قرآن کے اوراق نکال کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ انہوں نے اٹھا کر دیکھا تو سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرعوب دل کے ساتھ انہیں پڑھنا شروع کیا اور ایک ایک لفظ اس سعید فطرت کے اندر گھر کیے جاتا تھا اپنا اثر دکھا رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے جب حضرت عمرؓ اس آیت پر پہنچے کہ

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ۔ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡہَا لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا تَسۡعٰی۔ (طٰہٰ:15-16)

یعنی میں ہی اس دنیا کا واحد خالق و مالک ہوں میرے سوا اور کوئی قابلِ پرستش نہیں۔ پس تمہیں چاہیے کہ صرف میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کے لیے اپنی دعاؤں کو وقف کر دو۔ دیکھو! موعود گھڑی جلد آنے والی ہے مگر ہم اس کے وقت کو مخفی رکھے ہوئے ہیں تا کہ ہر شخص اپنے کیے کا سچا سچا بدلہ پا سکے۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی تو گویا ان کی آنکھ کھل گئی اور سوئی ہوئی فطرت چونک کر بیدار ہو گئی۔ بے اختیار ہو کر بولے۔ یہ کیسا عجیب اور پاک کلام ہے۔ خَبَّابؓ نے یہ الفاظ سنے تو فوراً باہر نکل آئے اور خدا کا شکر ادا کیا اور کہا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ ہے کیونکہ خدا کی قسم! ابھی کل ہی مَیں نے آپؐ کو یہ دعا کرتے سنا تھا کہ یا اللہ! تو عمر ابن الخطاب یا عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل میں سے کسی ایک کو ضرور اسلام عطا کر دے۔ حضرت عمرؓ کو اب ایک ایک پل گراں تھی۔ اس کلام کو پڑھنے کے بعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچاننے کے بعد ان کے لیے اب یہاں ٹِک رہنا بڑا مشکل ہو رہا تھا۔ انہوں نے خَبَّابؓ سے کہا کہ مجھے ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ بتاؤ وہ کہاں ہے۔ مگر کچھ ایسے آپے سے باہر ہو رہے تھے کہ تلوار اسی طرح ننگی کھینچ رکھی تھی۔ یہ خیال نہیں آیا کہ تلوار بھی میان میں ڈال لیں۔ ننگی تلوار کو اسی طرح ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ بہرحال اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں مقیم تھے۔ چنانچہ خَبَّابؓ نے انہیں وہاں کا پتہ بتا دیا۔ عمرؓ وہاں گئے اور دروازے پر پہنچ کر زور سے دستک دی۔ صحابہؓ نے دروازے کی دراڑ میں سے عمر کو ننگی تلوار تھامے ہوئے دیکھ کر دروازہ کھولنے میں تامل کیا، ہچکچاہٹ کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دروازہ کھول دو اور حضرت حمزہؓ نے بھی کہا، حضرت حمزہؓ بھی وہاں تھے کہ دروازہ کھول دو۔ اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اگر نیت بد ہے تو واللہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ دروازہ کھولا گیا۔ عمر ننگی تلوار ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوئے۔ ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور عمر کا دامن پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور کہا عمر کس ارادے سے آئے ہو؟ واللہ میں دیکھتا ہوں کہ تم خدا کے عذاب کے لیے نہیں بنائے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَیں دیکھتا ہوں کہ تم خدا کے عذاب کے لیے نہیں بنائے گئے۔ عمرؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! مَیں مسلمان ہونے آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سنے تو خوشی سے جوش میں اللہ اکبر کہا اور ساتھ ہی صحابہؓ نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 157 تا 159)

حضرت خَبَّابؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبے کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک دیے بیٹھے تھے۔ ہم نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ ہمارے لیے نصرت طلب نہیں کریں گے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تنگی کے حالات میں ہمارے لیے اللہ سے دعا نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں سے ایک شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا پھر اسے اس میں گاڑ دیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور وہ اس کے سر پر رکھا جاتا اور اس شخص کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے اور یہ بات اس کو اس کے دین سے نہ روک سکتی اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت ہڈیوں یا پٹھوں سے نوچ کر الگ کر دیا جاتا اور یہ بات اس کو اس کے دین سے نہ روک سکتی۔ پھر آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! اللہ اس کام کو یعنی جو میرا مشن ہے اس کو ضرور پورا کرے گا۔ جس مقصد کے لیے میں آیا ہوں وہ ضرور پورا ہو گا، آسانیاں بھی آئیں گی۔ پھر آگے آپؐ نے فرمایا یہاں تک کہ ایک سوار صَنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا۔ صَنعاء اور حضر موت یمن کے دو شہر ہیں اور کہتے ہیں ان دونوں کے درمیان 216 میل کا فاصلہ ہے۔ بہرحال آپؐ نے فرمایا کہ یہ سفر کرے گا اور اس کو سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔ یا یہ بھی فرمایا کہ نہ اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے حملہ آور ہونے کا ڈر ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا مگر تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ صبر سے یہ سارا کام ہو گا۔ بخاری کی روایت ہے یہ۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث نمبر 3612)

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 311 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسری جگہ یہ روایت اس طرح درج ہوئی ہے۔ حضرت خَبَّابؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے اور آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! کیا آپؐ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے اس قوم کے خلاف جن کی نسبت ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمیں ہمارے دین سے نہ پھیر دیں؟ تو آپؐ نے مجھ سے اپنا چہرہ تین مرتبہ پھیرا۔ چہرہ پرے کر لیا اور جب بھی میں آپؐ سے یہ عرض کرتا تو آپؐ اپنا منہ موڑ لیتے۔ تیسری دفعہ آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو۔ خدا کی قسم! تم سے پہلے خدا کے ایسے مومن بندے گزرے ہیں جن کے سر پر آرا رکھ دیا جاتا اور انہیں دو ٹکڑے کر دیا جاتا مگر وہ اپنے دین سے پیچھے نہ ہٹے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تمہاری راہیں کھولنے والا اور تمہارے کام بنانے والا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 3 صفحہ 431-432 کتاب معرفۃ الصحابۃ باب ذکر مناقب خَبَّاب بن الارت حدیث 5643)

حضرت خَبَّابؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں لوہار تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا قرض تھا۔ میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں ہرگز تمہارا قرض ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمدؐ کا انکار نہ کرو۔ اس بات کا اعلان نہ کرو کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے باہر آتا ہوں۔ جب تک تم محمد کا انکار نہ کرو گے میں ادا نہیں کروں گا تو حضرت خَبَّابؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس سے کہا کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز انکار نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو مرے اور پھر زندہ کیا جائے یعنی ناممکن ہے کہ میں انکار کروں۔ آگے سے اس نے بھی اس طرح کا جواب دیا کہ جب میں مرنے کے بعد زندہ کیا جاؤں گا اور اپنے مال اور اولاد کے پاس آؤں گا تو اس وقت تیرا قرض ادا کر دوں گا۔ اس نے بھی کہہ دیا میں نے تو نہیں دینا۔ حضرت خَبَّابؓ کہتے ہیں کہ اسی کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں کہ

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۔ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا۔ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا۔ (مریم:78 تا 81)

کیا تو نے اس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا جس نے ہمارے نشانوں کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے یقیناً بہت سا مال اور بہت سے بیٹے دیے جائیں گے۔ کیا اس نے غیب کا حال معلوم کر لیا ہے یا خدائے رحمان سے کوئی وعدہ لے لیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا ہم اس کے اس قول کو محفوظ رکھیں گے اور اس کے عذاب کو لمبا کر دیں گے اور جس چیز پر وہ فخر کر رہا ہے اس کے ہم وارث ہو جائیں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 122 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت خَبَّابؓ لوہار تھے اور تلواریں بنایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت الفت رکھتے تھے اور ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ان کی مالکہ کو اس کی خبر ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خَبَّابؓ کے پاس آتے ہیں تو وہ گرم گرم لوہا حضرت خَبَّاب کے سر پر رکھنے لگی۔ لوہے کا کام تھا۔ لوہے کو بھٹی میں ڈالتے تھے تو وہ گرم لوہا ان کے سر پر رکھنے لگی۔ حضرت خَبَّاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اللہ خَبَّاب کی مدد کر۔ آپؐ نے دعا کی۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روایت میں ہے کہ ان کی مالکہ ام انمار جو تھی اس کے سر میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی اور وہ کتوں کی طرح آوازیں نکالتی تھی۔ اس سے کہا گیا کہ تُو داغ لگوا لے۔ یعنی اپنے سر پہ گرم لوہا لگوا۔ چنانچہ حضرت خَبَّابؓ گرم لوہے سے اس کے سر کو داغتے تھے۔ مجبور ہوئی تو پھر وہ حضرت خَبَّاب کے ذریعے سے اپنے سر پہ گرم لوہا لگواتی تھی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 2 صفحہ 148 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

ابولیلیٰ کندی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت خَبَّابؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو کہا کہ قریب آ جاؤ کیونکہ سوائے عَمَّار بن یاسر کے اس مجلس کا تم سے زیادہ مستحق کوئی نہیں۔ حضرت خَبَّابؓ اپنی پیٹھ کے وہ نشانات دکھانے لگے جو مشرکین کے تکلیف دینے سے پڑ گئے تھے۔ طبقات الکبریٰ کی یہ روایت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 122 خَبَّاب بن ارت دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

ایک اَور جگہ کمر کے زخم دکھانے کے بارے میں ذرا تفصیل سے اس طرح روایت آتی ہے۔ شعبی سے

روایت ہے کہ حضرت خَبَّابؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے حضرت خَبَّابؓ کو اپنی نشست گاہ پر بٹھایا اور فرمایا سطح زمین پر کوئی شخص اس مجلس کا ان سے زیادہ مستحق نہیں سوائے ایک شخص کے۔ حضرت خَبَّابؓ نے کہا اے امیر المومنین! وہ کون ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ بلال ہے۔ حضرت خَبَّابؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المومنین! وہ مجھ سے زیادہ مستحق نہیں ہے کیونکہ بلال جب مشرکوں کے ہاتھ میں تھے تو ان کا کوئی نہ کوئی مددگار تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیا کرتا تھا مگر میرے لیے کوئی نہ تھا جو میری حفاظت کرتا۔ ایک روز میں نے خود کو اس حالت میں دیکھا کہ لوگوں نے مجھے پکڑ لیا اور میرے لیے آگ جلائی۔ پھر انہوں نے مجھے اس میں ڈال دیا۔ حضرت خَبَّاب کہتے ہیں کہ ایک روز میری یہ حالت تھی۔ مَیں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ لوگوں نے مجھے پکڑ لیا۔ میرے لیے آگ جلائی اور پھر اس میں مجھے ڈال دیا۔ آگ کے کوئلوں پہ جو گرم کوئلے تھے ایک آدمی نے مجھے اس میں پھینک کے اپنا پاؤں میرے سینے پہ رکھ دیا۔ لوگوں نے مجھے اس میں پھینک دیا اور اس کے بعد ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پہ رکھ دیا تو میری کمر ہی تھی جس نے مجھے گرم زمین سے بچایا یا کہا کہ میری کمر ہی تھی جس نے زمین کو ٹھنڈا کیا۔ پھر انہوں نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا ہٹایا تو وہ برص کی طرح سفید تھی۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 123 خَبَّاب بن ارت دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یعنی گرم کوئلوں پر لٹایا تو کوئی چیز ان کوئلوں کو ٹھنڈا کرنے والی نہیں تھی۔ جسم کی جو کھال اور چربی تھی وہی پگھل کے اس کو ٹھنڈا کر رہی تھی۔

پھر اس بارے میں ایک روایت اس طرح بھی ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت خَبَّابؓ سے ان مصائب کے بارے میں پوچھا جو انہیں مشرکین سے پہنچتے تھے تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! میری پیٹھ دیکھیں۔ جب حضرت عمرؓ نے پیٹھ دیکھی تو فرمایا میں نے ایسی پیٹھ کسی کی نہیں دیکھی۔ حضرت خَبَّابؓ نے بتایا کہ آگ جلائی جاتی تھی اور اس پر مجھے گھسیٹا جاتا تھا اور اس آگ کو اور کوئی چیز نہ بجھاتی تھی سوائے میری کمر کی چربی کے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد2 صفحہ 148 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خَبَّابؓ کے بارے میں جو بیان کیا ہے وہ اس طرح ہے۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ "یاد رکھنا چاہیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر جن لوگوں نے سب سے زیادہ تکلیفیں اٹھائیں وہ غلام ہی تھے۔ چنانچہ خَبَّاب بن الارتؓ ایک غلام تھے جو لوہار کا کام کرتے تھے۔ وہ نہایت ابتدائی ایام میں آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" پر ایمان لے آئے۔ لوگ انہیں سخت تکالیف دیتے تھے حتیٰ کہ انہی کی بھٹی کے کوئلے نکال کر ان پر انہیں لٹا دیتے تھے اور اوپر سے چھاتی پر پتھر رکھ دیتے تھے تاکہ آپؓ کمر نہ ہلا سکیں۔ ان کی مزدوری کا روپیہ جن لوگوں کے ذمہ تھا وہ روپیہ ادا کرنے سے منکر ہو گئے۔ مگر باوجود ان مالی اور جانی نقصانوں کے آپؓ ایک منٹ کے لیے بھی متذبذب نہ ہوئے اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ آپؓ کی پیٹھ کے نشان آخر عمر تک قائم رہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی حکومت کے ایام میں اِنہوں نے اپنے گذشتہ مصائب کا ذکر کیا تو اُنہوں نے اِن سے پیٹھ دکھانے کو کہا۔ جب انہوں نے پیٹھ پر سے کپڑا اٹھایا تو تمام پیٹھ پر ایسے سفید داغ نظر آئے جیسے کہ

برص کے داغ ہوتے ہیں۔" (دنیا کا محسنؐ، انوار العلوم جلد 10 صفحہ 273)

پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اَور جگہ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ ایک ابتدائی نو مسلم غلام خَبَّابؓ کی پیٹھ ننگی ہوئی تو ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ کا چمڑہ انسانوں جیسا نہیں، جانوروں جیسا ہے۔ وہ گھبرا گئے اور ان سے دریافت کیا کہ آپؓ کو یہ کیا بیماری ہے؟ وہ ہنسے "یعنی حضرت خَبَّابؓ ہنسے" اور کہا بیماری نہیں یہ یادگار ہے اس وقت کی جب ہم نَو مسلم غلاموں کو عرب کے لوگ مکہ کی گلیوں میں سخت اور کھردرے پتھروں پر گھسیٹا کرتے تھے اور متواتر یہ ظلم ہم پر روا رکھے جاتے تھے۔ اسی کے نتیجہ میں میری پیٹھ کا چمڑہ یہ شکل اختیار کر گیا ہے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 193)

ان ابتدائی مسلمانوں کو جو غریب بھی تھے اور اکثر غلام بھی تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد جن تکالیف میں سے انہیں گزرنا پڑا جس کا ذکر ابھی ہم نے حضرت خَبَّابؓ کے حوالے سے سنا ہے کہ کبھی آگ پہ لٹا دیا جاتا، کبھی ان کو پتھروں پہ گھسیٹا جاتا۔ یہ تکلیفیں تو انہوں نے برداشت کر لیں اور جب بعد میں اسلام کی ترقی ہوئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے کس طرح نوازا اور ان کا دنیاوی مقام بھی کس طرح قائم فرمایا اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

حضرت عمرؓ ایک دفعہ اپنے زمانۂ خلافت میں مکہ تشریف لائے تو شہر کے بڑے بڑے رؤساء جو مشہور خاندانوں میں سے تھے ان کے ملنے کے لیے آئے۔ انہیں خیال پیدا ہوا کہ حضرت عمرؓ ہمارے خاندانوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس لیے اب جبکہ وہ خود بادشاہ ہیں ہمارے خاندانوں کا بھی پوری طرح اعزاز کریں گے اور ہم پھر اپنی گم گشتہ عزت کو حاصل کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے آپؓ سے باتیں شروع کر دیں۔ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں حضرت بلالؓ آ گئے۔ تھوڑی دیر گزری تو حضرت خَبَّابؓ آ گئے اور اس طرح یکے بعد دیگرے اول الایمان غلام آتے چلے گئے یعنی شروع میں جو ایمان لانے والے تھے وہ غلام تھے۔ وہ سارے ایک کے بعد دوسرا آتے چلے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ان رؤساء یا ان کے آباء کے غلام رہ چکے تھے۔ یہ جو نوجوان رؤساء بیٹھے تھے یا اس وقت کے جو رؤساء بیٹھے تھے یہ سارے آنے والے جو تھے یہ ان کے آباؤ اجداد کے غلام تھے۔ اور جب وہ غلام تھے تو اس وقت اپنی طاقت کے زمانے میں وہ ان پر شدید ترین مظالم بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ہر غلام کی آمد پر اس کا استقبال کیا، جب بھی یہ لوگ حضرت خَبَّابؓ یا حضرت بلالؓ وغیرہ آتے تھے، جب بھی یہ بہت سارے اول الایمان لوگ آئے اور جو غلام بھی تھے کسی زمانے میں۔ جب بھی وہ مجلس میں آتے تو حضرت عمرؓ بڑی اہمیت سے ان کا استقبال کرتے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہر غلام کی آمد پر اس کا استقبال کیا اور رؤساء سے کہا کہ آپ ذرا پیچھے ہو جائیں۔ رؤساء مجلس میں آگے بیٹھے ہوتے تھے جب یہ پرانے ایمان لانے والے آتے تھے تو آپؓ ان رؤساء کو جو مکہ کے رؤساء تھے کہتے ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ان کو آگے بیٹھنے دو حتیٰ کہ وہ نوجوان رؤساء جو آپؓ سے، حضرت عمرؓ سے ملنے آئے تھے ہٹتے ہٹتے دروازے تک پہنچ گئے۔ اس زمانے میں کوئی بڑے بڑے ہال تو ہوتے نہیں تھے، ایک چھوٹا سا کمرہ ہو گا اور چونکہ وہ سب اس میں سا نہیں سکتے تھے اس لیے پیچھے ہٹتے ہٹتے ان رؤساء

کو جوتیوں میں بیٹھنا پڑا۔ جب مکہ کے وہ رؤساء جوتیوں میں جا پہنچے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح ایک کے بعد ایک مسلمان غلام آیا اور اس کو آگے بٹھانے کے لیے ان لوگوں کو یا رؤساء کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا گیا تو ان کے دل کو سخت چوٹ لگی۔

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بھی اس وقت کچھ ایسے سامان پیدا کر دیے کہ یکے بعد دیگرے کئی ایسے مسلمان آ گئے جو کسی زمانے میں کفار کے غلام رہ چکے تھے۔ اگر ایک بار ہی وہ رؤساء پیچھے ہٹتے تو ان کو احساس بھی نہ ہوتا مگر چونکہ بار بار ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اس لیے وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکے اور اٹھ کر باہر چلے گئے۔ باہر نکل کر وہ ایک دوسرے سے شکایت کرنے لگے کہ دیکھو آج ہماری کیسی ذلت و رسوائی ہوئی ہے۔ ایک ایک غلام کے آنے پر ہم کو پیچھے ہٹایا گیا ہے یہاں تک کہ ہم جوتیوں میں جا پہنچے۔ اس پر ان میں سے ایک نوجوان بولا اس میں کس کا قصور ہے؟ عمرؓ کا ہے یا ہمارے باپ دادا کا ہے؟ اگر تم سوچو تو معلوم ہو گا کہ اس میں حضرت عمرؓ کا تو کوئی قصور نہیں۔ یہ ہمارے باپ دادا کا قصور تھا جس کی آج ہمیں سزا ملی کیونکہ خدا نے جب اپنا رسول مبعوث فرمایا تو ہمارے باپ دادا نے مخالفت کی مگر ان غلاموں نے اس کو قبول کیا اور ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کیا۔ اس لیے آج اگر ہمیں مجلس میں ذلیل ہونا پڑا ہے تو اس میں عمرؓ کا کوئی قصور نہیں ہمارا اپنا قصور ہے۔ اس کی یہ بات سن کر دوسرے کہنے لگے کہ ہم نے یہ تو مان لیا کہ یہ ہمارے باپ دادا کے قصور کا نتیجہ ہے مگر کیا اس ذلت کے داغ کو دور کرنے کا کوئی ذریعہ بھی ہے یا کوئی نہیں ہے؟ اس پر سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آتی چلو حضرت عمرؓ سے ہی پوچھ لیں کہ اس کا کیا علاج ہے۔ چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے اس کو آپ بھی خوب جانتے ہیں اور ہم بھی خوب جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ معاف کرنا میں مجبور تھا کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں معزز تھے۔ شاید تمہارے غلام ہوں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہ لوگ معزز تھے۔ اس لیے میرا بھی فرض تھا کہ میں ان کی عزت کرتا۔ انہوں نے کہا ہم جانتے ہیں یہ ہمارے ہی قصور کا نتیجہ ہے لیکن آیا اس عار کو مٹانے کا بھی کوئی ذریعہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تو اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آج کل اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ وہ لوگ جو مکہ کے رؤساء تھے انہیں مکہ میں کس قدر رسوخ حاصل تھا لیکن حضرت عمرؓ ان کے خاندانی حالات کو بخوبی جانتے تھے۔ آپؓ مکے میں پیدا ہوئے تھے یعنی حضرت عمرؓ مکے میں پیدا ہوئے تھے اور مکہ میں بڑے ہوئے تھے اس لیے حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ ان نوجوانوں کے باپ دادا کس قدر عزت رکھتے تھے۔ آپؓ جانتے تھے کہ کوئی شخص ان کے سامنے آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا تھا اور آپؓ جانتے تھے کہ انہیں کس قدر رعب اور دبدبہ حاصل تھا۔

جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضرت عمرؓ کے سامنے ایک ایک کر کے یہ تمام واقعات آ گئے اور آپؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ اس وقت آپؓ غلبہ رُقت کی وجہ سے بول بھی نہ سکے صرف آپؓ نے ہاتھ اٹھایا اور شمال کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ شمال میں یعنی شام میں بعض اسلامی جنگیں ہو رہی ہیں۔ اگر تم ان جنگوں

میں شامل ہو جاؤ تو ممکن ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ وہاں سے اٹھے اور جلد ہی ان جنگوں میں شامل ہونے کے لیے چل پڑے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ رئیس زادے جتنے تھے ان میں سے ایک شخص بھی زندہ واپس نہیں آیا۔ سب اسی جگہ شہید ہو گئے اور اس طرح انہوں نے اپنے خاندانوں کے نام پر سے داغِ ذلت کو مٹا دیا۔ (ماخوذاز تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 65 تا 67)

نتیجہ یہی ہے کہ قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ جنہوں نے شروع میں قربانیاں کیں ان کو عزت ملی۔ بعد میں اگر آئے اور اس ذلت کے داغ کو مٹانا ہے تو پھر بھی قربانیوں سے ہی مٹایا جا سکتا ہے۔

جب حضرت خَبَّابؓ اور حضرت مقداد بن عمروؓ نے مدینہ ہجرت کی تو یہ دونوں حضرت کلثوم بن الہِدمؓ کے ہاں ٹھہرے اور حضرت کلثومؓ کی وفات تک انہی کے گھر ٹھہرے رہے۔ حضرت کلثومؓ کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کی طرف نکلنے سے کچھ عرصے پہلے ہوئی تھی۔ پھر وہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ پانچ ہجری میں بنو قریظہ کو فتح کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 123 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد2 صفحہ57 غزوۃ رسول اللہ ﷺ الی بنی قریظۃ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خَبَّابؓ اور حضرت خراش بن صِمَّہ کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیمؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ ایک دوسرے قول کے مطابق آپؐ نے حضرت خَبَّابؓ کی مؤاخات حضرت جَبْر بن عَتِیکؓ کے ساتھ قائم فرمائی۔ علامہ ابن عبد البرؒ کے نزدیک پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 21 خَبَّاب بن الارت دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء)

حضرت خَبَّابؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 123 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیہ بیروت،1990ء)

ابوخالد بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت خَبَّابؓ آئے اور خاموشی سے بیٹھ گئے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپؓ کے دوست آپؓ کے پاس اکٹھے ہوئے ہیں تاکہ آپؓ ان سے کچھ بیان کریں یا انہیں کچھ حکم دیں۔ حضرت خَبَّابؓ نے کہا میں انہیں کس بات کا حکم دوں! ایسا نہ ہو کہ مَیں انہیں کسی ایسی بات کا حکم دوں جو مَیں خود نہیں کرتا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد2 صفحہ 149 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کا یہ معیار تھا۔

عبداللہ بن خَبَّاب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی اور اس کو بہت لمبا کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے ایسی نماز پڑھائی ہے کہ اس جیسی پہلے کبھی نہیں پڑھائی۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ رغبت اور خوف کی نماز ہے۔ میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو عطا کی ہیں اور ایک کو روکے رکھا ہے۔ میں نے اللہ سے مانگا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ

کرے جو اللہ نے عطا فرما دی۔ میں نے اللہ سے یہ مانگا کہ میری امت پر کوئی دشمن ان کے اغیار میں سے مسلط نہ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما دی۔ بحیثیت امت آج بھی امت قائم ہے اور اگر کوئی مسلط کرتے ہیں تو یہ خود حکومتیں اپنے اوپر مسلط کرتی ہیں۔ بحیثیت امت اللہ تعالیٰ کے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قائم ہے۔ اور پھر فرمایا اور میں نے اللہ سے مانگا کہ میری امت باہم ایک دوسرے سے نہ لڑے۔ یہ اللہ نے مجھے عطا نہیں کی۔

(سنن الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی سؤال النبیﷺ ثلاثا فی امته حدیث نمبر2175)

اور نتیجہ آج یہ ہے کہ فرقہ بازیاں، کفر کے فتوے یہ سب کچھ چل رہا ہے۔

طارق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت نے حضرت خَبَّابؓ کی عیادت کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوعبداللہ! خوش ہو جاؤ کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس حوضِ کوثر پر جاتے ہو۔ حضرت خَبَّابؓ نے کہا کہ تم نے میرے سامنے ان بھائیوں کا ذکر کیا ہے جو گزر گئے ہیں اور انہوں نے اپنے اجروں میں سے کچھ نہ پایا اور ہم ان کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ ہمیں دنیا سے وہ کچھ حاصل ہو گیا جس کے متعلق ہم ڈرتے ہیں کہ شاید یہ ہمارے گذشتہ کیے گئے اعمال کا ثواب ہے جو دنیا ہمیں مل گئی۔ یہیں دنیا میں ثواب مل گیا۔ حضرت خَبَّابؓ بہت شدید اور طویل مرض میں مبتلا رہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه جلد 2 صفحه 149 خَبَّاب بن ارت دار الکتب العلمیة بیروت2003ء)

حَارِثَہ بن مُضَرِّب سے مروی ہے کہ میں حضرت خَبَّابؓ کے پاس ان کی عیادت کے لیے آیا۔ وہ سات جگہ سے علاج کی خاطر داغ دیے گئے تھے۔ میں نے انہیں کہتے سنا کہ اگر مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ موت کی تمنا کرے تو مَیں اس کی تمنا کرتا یعنی اتنی تکلیف میں تھے۔ ان کا کفن لایا گیا جو قَبَاطی کپڑے کا تھا۔ باریک کپڑا جو مصر میں تیار ہوتا تھا تو وہ رونے لگے۔ پھر انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو ایک چادر کا کفن دیا گیا جو ان کے پاس پاؤں پر کھینچی جاتی تو سر کی جانب سے سکڑ جاتی اور جب سر کی طرف کھینچی جاتی تو پاؤں کی طرف سے سکڑ جاتی یہاں تک کہ ان پر اذخر گھاس ڈالی گئی۔ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا کہ میں ایک دینار کا مالک تھا نہ ایک درہم کا۔ یعنی کچھ بھی میرے پاس نہیں تھا نہ دینار تھا نہ درہم تھا۔ ایک دینار بھی نہیں تھا اور اب کیا حال ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اب میرے مکان کے کونے میں صندوق میں پورے چالیس ہزار درہم ہیں اور مَیں ڈرتا ہوں کہ ہماری طیّب چیزیں ہمیں اس زندگی میں نہ دے دی گئی ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحه 123 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)
(لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 484 علی آصف پرنٹرز لاہور 2005ء)

حضرت خَبَّابؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی رضا چاہتے تھے اور ہمارا اجر اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ ہم میں سے ایسے بھی تھے جو وفات پا گئے اور انہوں نے اپنے اجر سے کچھ نہیں کھایا۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ہیں۔ اور ہم میں سے ایسے بھی ہیں جن کا پھل پک گیا اور وہ اس پھل کو چن رہے ہیں۔ حضرت مصعبؓ اُحد کے دن شہید ہوئے تھے اور ہمیں صرف ایک ہی چادر ملی تھی کہ جس

سے ہم ان کو کفناتے۔ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں نکل جاتے اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر نکل جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر اِذْخر گھاس ڈال دیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا لم یجد کفنا الا ما یواری رأسه..... حدیث 1276)

زَید بن وَھْب نے بیان کیا کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ آ رہے تھے جب وہ جنگ کے بعد صفین سے لَوٹ رہے تھے یہاں تک کہ جب آپؓ کوفہ کے دروازے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے داہنی طرف سات قبریں ہیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یہ قبریں کیسی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپؓ کے صفین کے لیے نکلنے کے بعد خَبَّابؓ کی وفات ہو گئی۔ انہوں نے وصیت کی کہ کوفہ سے باہر دفن کیا جائے۔ وہاں لوگوں کا دستور تھا کہ اپنے مُردوں کو اپنے صحنوں میں اور اپنے گھروں کے دروازوں کے ساتھ دفن کیا کرتے تھے مگر جب انہوں نے حضرت خَبَّابؓ کو دیکھا کہ انہوں نے باہر دفن کرنے کی وصیت کی تو لوگ بھی دفن کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے کہا اللہ خَبَّاب پر رحم کرے! وہ اپنی خوشی سے اسلام لائے۔ اور انہوں نے اطاعت کرتے ہوئے ہجرت کی۔ اور ایک مجاہد کے طور پر زندگی گزاری۔ اور جسمانی طور پر وہ آزمائے گئے۔ اور جو شخص نیک کام کرے اللہ اس کا اجر ضائع نہیں کرتا یعنی ان کی جسمانی تکلیفیں بیماریاں بہت لمبی چلیں۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اور جو شخص نیک کام کرے اللہ اس کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ حضرت علیؓ ان قبروں کے نزدیک گئے اور کہا اے رہنے والو جو مومن اور مسلمان ہو تم پر سلامتی ہو۔ تم آگے جا کر ہمارے لیے سامان کرنے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے عنقریب تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اور انہیں بخش دے اور اپنے عفو کے ذریعہ ہم سے اور ان سے درگزر کر۔ خوشخبری ہو اس شخص کو جو آخرت کو یاد کرے اور حساب کے لیے عمل کرے اور جو اس کی ضرورت کو پوری کرنے والی چیز ہو وہ اس پر قناعت کرے اور اللہ عزوجل کو راضی رکھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد2 صفحه 149 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمية بيروت 2003ء)

حضرت علیؓ نے وہاں یہ دعا کی۔

حضرت خَبَّابؓ کی وفات 37ھ ہجری میں 73 برس کی عمر میں ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحه 124 خَبَّاب بن الارت دار الکتب العلمية بيروت 1990ء)

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22 مئی تا 04 جون 2020ء (خلافت نمبر) جلد 27 شمارہ 41 تا 44 صفحہ 11 تا 14)

20

مورخہ 15؍ مئی 2020ء بروز جمعۃ المبارک امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ الودود تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ارشاد نہیں فرمایا۔ تاہم اس موقعے پر احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کے نام ایک پیغام ارشاد فرمایا جسے محترم منیر احمد جاوید پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے ایم ٹی اے کے توسّط سے احبابِ جماعت کے سامنے پیش کیا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ الودود بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مجھے افسوس ہے کہ آج میں جمعہ نہیں پڑھا سکوں گا کیونکہ گذشتہ دنوں گھر کے صحن میں چلتے ہوئے میٹ (mat) سے پاؤں کو ٹھوکر لگنے کی وجہ سے پاؤں پھسلا جس کی وجہ سے پکی جگہ پر گرنے سے ماتھے اور ناک پر کافی چوٹ آئی ہے اس لیے جمعہ پڑھانا مشکل ہے۔ ڈاکٹر کا بھی یہی مشورہ ہے کہ آرام کیا جائے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور اگلے جمعہ کو ان شاء اللہ حاضر ہو سکوں۔

نیز اب رمضان کا آخری عشرہ ہے اس میں جماعت کے لیے بھی بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر شر سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ پاکستان میں تو آج کل سیاستدان بھی اور میڈیا بھی جماعت کی مخالفت میں بہت تیز ہوئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر سیاست کھیل رہے ہیں۔ اور احمدیوں کو بہت زیادہ اس بنیاد پر نشانہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ احمدیوں کو اور پوری قوم کو ان کے اس کھیل کے بد اثرات سے محفوظ رکھے۔ بہر حال ان کے ہر حملے کے جواب میں ہمارا کام دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا ہے۔ رمضان کے اس آخری عشرہ میں پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور عاجزانہ دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا رحم اور فضل مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس کے بعد محترم ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی میڈیکل رپورٹ سے احباب جماعت کو مطلع کیا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت سے متعلق اطلاع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو گرنے سے ماتھے اور گھٹنے پر چوٹیں آئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے یہ تمام سطحی رہی ہیں۔ اور ماتھے اور باقی اعضاء میں کوئی گہری چوٹ نہیں آئی۔ کچھ سوجن یعنی کہ ورم باقی ہے لیکن وہ آہستہ آہستہ کم ہو رہا ہے۔

ان شاء اللہ کامل شفا ہو جائے گی۔ حضور بنا تکلیف کے چل پھر رہے ہیں اور عمومی حالت بہت بہتر ہے۔ الحمد للہ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ درخواست تھی کہ کچھ دن آرام فرمائیں اور جمعہ بھی نہ پڑھائیں جو حضور نے ازراہِ شفقت منظور فرمالی۔ جزاکم اللہ

احباب جماعت اپنے نہایت شفیق اور پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً کَامِلًا عَاجِلًا لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَ کُنْ مَعَهٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرهُ نَصْرًا عَزِیْزًا

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22/ مئی 2020ء بمطابق 22/ ہجرت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سب سے پہلے تو ان سب احمدیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے گذشتہ دنوں میرے گرنے پر، چوٹ لگنے پر اپنے غیر معمولی جذبات کا اظہار کیا اور بڑی تڑپ سے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی بہترین جزا دے، اخلاص و وفا میں بڑھائے۔ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق آپس کی محبت، خاص طور پر خلیفۂ وقت سے یہ اخلاص و وفا کی مثال صرف جماعت احمدیہ ہی میں مل سکتی ہے۔ یہ دو طرفہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ یہاں یہ بھی نہیں پتا چلتا کہ کون زیادہ دوسرے کے لیے درد رکھتا ہے۔ بعض دفعہ تو یہ لگتا ہے کہ افرادِ جماعت کی خلافت سے محبت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور خلیفۂ وقت کی جماعت کے افراد کے ساتھ جو تعلق اور محبت ہے بعض لوگوں کی مثالیں ایسی ہیں جنہیں دیکھ کر لگتا ہے کہ اس معیار کی نہیں ہے لیکن بہرحال یہ دو طرفہ محبت ہے، دو طرفہ تعلق ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے ایک ایسا تعلق ہے جس کی کوئی مثال دنیاوی رشتوں میں نہیں ملتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فقرہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے کہ

"خلیفۂ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔"

(خطباتِ ناصر جلد 4 صفحہ 423 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 ستمبر 1972ء)

یہ آپ لوگوں کی دعاؤں کی ہی قبولیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی طور پر جو زخم ہیں جلدی مندمل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا کہ چہرے کے زخم عموماً جلدی ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ جس رفتار سے یہ ٹھیک ہوئے ہیں مجھے بھی اتنا خیال نہیں تھا۔ ان کو مَیں نے یہی کہا تھا کہ علاج تو اپنی جگہ لیکن اصل چیز دعائیں ہیں جو احمدی کر رہے ہیں۔ مجھے بھی یہ خیال تھا کہ کئی زخم ہیں اور اس کے کھرنڈ اترتے ہوئے بھی کم از کم دو ہفتے تو لگیں گے پھر شاید زخموں کے کچھ نشان بھی رہ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے سات آٹھ دن میں ہی سب صاف ہو گیا۔ اس چوٹ کی وجہ سے مجھے مرہم عیسیٰ لگانے کا جو تجربہ ہوا وہ بھی بتا دیتا ہوں کہ کچھ عرصہ ہوا امیر محمود احمد صاحب ناصر نے سریانی نسخے کے مطابق بنا کے مجھے بھجوائی تھی۔ وہ مَیں نے اب استعمال کی۔ اسی طرح ہومیو پیتھک کریم کیلنڈولا (Calendula) ہے۔ بہرحال اصل فضل تو اللہ تعالیٰ کا ہے وہی شافی ہے۔ دوائیوں کا جو مَیں نے ذکر کیا تو وہ اس لیے کہ شاید دوسروں کو بھی فائدہ ہو جائے بعض دفعہ ضرورت پڑتی ہے۔ بہرحال اب یہ دعا کریں کہ چوٹ کے جو باقی

اثرات ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی جلد بہتر فرمائے۔ جو بد اثرات ہیں دور فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہی اصل طاقت ہے جو دعاؤں سے ملتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ ہوا میرے کندھے اور بازوؤں میں شدید درد تھی۔ ہاتھ اٹھانا مشکل تھا۔ دوسرے ہاتھ کی مدد لینی پڑتی تھی۔ یہاں سپیشلسٹ ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے یہ کہا کہ یہ درد چھ ہفتے سے تین چار مہینے تک رہ سکتی ہے۔ بہر حال چند دن کے بعد پھر اس نے معائنہ کیا، دیکھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوے فیصد درد ختم ہو چکی تھی۔ اس نے بڑی حیرت کا اظہار کیا۔ اسے مَیں نے یہی کہا تھا کہ جب لاکھوں لوگ دعا کر رہے ہوں تو اسی طرح اللہ تعالیٰ فضل فرما دیتا ہے۔ انگریز تھا کہنے لگا میں عیسائی بھی ہوں اور ہمارا خاندان مذہبی بھی ہے۔ دعاؤں پر مجھے بھی یقین ہے اور کہنے لگا کہ یقیناً یہ دعا سے ہی ہوا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو ہمیں ہر وقت مانگنا چاہیے اور اس کے آگے جھکنا چاہیے۔ آج کل ہم جس حالت سے گزر رہے ہیں اس میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔ یوکے سے بھی رپورٹیں آ رہی ہیں اور باقی ممالک سے بھی یہ رپورٹس آ رہی ہیں کہ ان حالات میں احباب جماعت کو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کی بہت توجہ پیدا ہوئی ہے۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے گھروں میں خاص طور پر گھر والے مل کر نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ درس و تدریس بھی ہوتا ہے۔ کسی نہ کسی کتاب، حدیث اور قرآن کا درس بھی ہوتا ہے جس سے بڑوں کا علم بھی بڑھ رہا ہے اور بچوں کو بھی دینی علم سے آگاہی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس عرصے میں رمضان بھی آ گیا اور لوگوں کی عبادت کی طرف جو توجہ پیدا ہو رہی تھی اس میں پہلے سے بڑھ کر اضافہ ہوا۔ اب یہ رمضان تو ختم ہو رہا ہے اور اسی طرح کچھ حد تک لاک ڈاؤن پر بھی مختلف حکومتیں پابندیاں نرم کرنے کا ارادہ کر رہی ہیں۔ بعض حکومتیں کر بھی چکی ہیں۔ بعض جگہ یہ نرمی پیدا ہو گئی ہے۔ ایک بات تو مَیں یہ کہنا چاہوں گا کہ پابندیوں پر نرمی کے ساتھ جو حکومت نے شرائط لگائی ہیں ان پر ہر احمدی کو کاربند ہونے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن سب سے بڑی بات اور اہم چیز جو ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنی چاہیے یہ ہے کہ کاروباروں کی اجازت اور باہر نکلنے کی نرمی اور پھر رمضان کے مہینے کا گزر جانا کسی احمدی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جو نیکیاں انہوں نے اپنائی تھیں انہیں ختم کرنے والا یا ان میں کمی کرنے والا نہ بنائے بلکہ ان نیکیوں کو اور باجماعت نمازوں کو جب تک مسجد میں جانے پر پابندی ہے گھروں میں جاری رکھنا اور جب مسجد جانے کی اجازت مل جائے گی تو مسجد کو آباد رکھنا اپنے پر پہلے سے بڑھ کر فرض کریں۔ عورتیں گھروں میں نمازوں کا خاص اہتمام کریں تاکہ بچے بھی اپنے سامنے نمونے دیکھنے والے ہوں۔ ان کا بھی خدا تعالیٰ پر ایمان اور یقین بڑھے۔ گھروں میں درس و تدریس کا چند منٹ کے لیے سلسلہ جاری رہے تاکہ دینی علم بھی بڑھے اور علم و معرفت بھی بڑھے۔ اسی طرح ایم ٹی اے کے پروگراموں کو دیکھنے کی طرف بھی توجہ رکھیں۔ پہلے بھی مَیں اس بارے میں کہہ چکا ہوں۔

پس نہ لاک ڈاؤن کے بعد اور نہ ہی رمضان کے بعد ان نیکیوں کو ہم میں سے کسی کو بھولنا چاہیے بلکہ جاری رکھنا چاہیے۔ کبھی کسی احمدی کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا عہد کرتا ہے اپنے عہدِ بیعت کو بھولنا نہیں چاہیے۔ مومن کا یہ کام نہیں کہ کبھی ان لوگوں میں شامل ہو جن کے

بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشکل میں گرفتار ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں، اس کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اسے پکارتے ہیں اور جب تکلیف دور ہو جائے تو خدا تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔

آج کل لوگ اس تلاش میں ہیں کہ یہ کورونا وائرس کی بیماری طبعی حادثہ ہے یا عذابِ الٰہی ہے۔ اس قسم کی آفات اور وبائیں جو آتی ہیں ان میں ایک مومن کا کام ہے کہ پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی طرف جھکے۔ صرف اسی کی تلاش میں نہ رہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اور یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بے شمار وعدے ہیں جو پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔ اگر کوئی انذاری پہلو رکھنے والی باتیں ہیں تو سب سے پہلے ایک مومن کا کام ہے کہ لرزاں و ترساں ہو۔ خوفزدہ ہو اور اپنے ایمان و ایقان کو مضبوط کرے۔ اپنے اچھے انجام کے لیے دعا کرے۔ اصل چیز یہی ہے کہ انجام بخیر ہو۔ مَیں نے کئی مرتبہ بتایا ہے کہ یہ آفات اور طوفان اور بلائیں جو اس زمانے میں آ رہی ہیں ان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے خاص تعلق ہے۔ پس ہمیں اپنے ایمان و ایقان اور انجام بخیر کے لیے بھی بہت دعائیں کرنی چاہئیں اور دنیا کے بچانے کے لیے بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی جب اللہ تعالیٰ نے طاعون کو نشان کے طور پر ظاہر ہونے کی آپؑ کو واضح خبر دی تھی بے چین ہو ہو کر دنیا کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ بند دروازوں کے پیچھے سے آپؑ کی دعاؤں کی حالت کو سننے والے بیان کرتے ہیں کہ اس طرح شدتِ گریہ کی آوازیں آ رہی ہوتی تھیں جیسے کہ آگ پر رکھی ہوئی ہنڈیا میں پانی کے ابلنے کی آوازیں آتی ہیں کہ انسانیت کو اللہ تعالیٰ بچا لے۔

(ماخوذ از خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کے لیے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 514)
(ماخوذ از رجسٹر روایات (غیر مطبوعہ) جلد 7 صفحہ 107 روایات حضرت ماسٹر محمد اللہ داد صاحبؓ)

پس انسانیت کے لیے آپؑ کا رحم اور شفقت اللہ تعالیٰ کے آپؑ کو نشان کے بتانے کے باوجود غالب تھا اور ان کے اس بیماری کی تباہی سے بچنے کے لیے، اس وبا کی تباہی سے بچنے کے لیے آپؑ دعا کر رہے ہوتے تھے۔ پس بڑے درد سے دعا کر رہے ہوتے تھے۔ پس ہم نے بھی آپؑ کے اس نمونے کو دیکھنا ہے۔

بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مضمون 'حوادث طبعی یا عذاب الٰہی' کو لے کر آج کل جو وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے تبصرے بھی کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ جیسا کہ مَیں کہہ چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے بعد آفات اور بلاؤں کی تعداد بڑھی ہے اور اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمایا ہوا ہے کہ یہ آئیں گی اور تباہیاں آئیں گی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں لیکن جیسا کہ مَیں گذشتہ خطبات میں بیان کر چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض ایمان والے بھی قانونِ قدرت کے تحت اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں لیکن ان کا مقام شہید کا ہوتا ہے اور ان کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 252)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بھی ان کا انجام انہیں جنت میں لے جانے والا ہوتا ہے

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جنازے پر لوگ اس شخص کی تعریف کریں، اس کی خدمات کی تعریف کریں، اس کے حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ادائیگی کی گواہی دیں اور تعریف کریں اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فیمن یثنی علیہ خیر او شر من الموتیٰ حدیث 949)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سارے لوگ ہیں، بعض ایسے احمدی مخلصین ہیں جن کے بارے میں ہر ایک کے یہی تأثرات تھے لیکن ان وباؤں کے اثرات کو دیکھنے والی جو اصل چیز ہے وہ یہ ہے کہ اس سے عمومی طور پر دنیاداروں پر کیا اثر ہو رہا ہے۔ دنیاداروں کے تو ہوش و حواس گم ہو رہے ہیں اور ہوتے ہیں اور آج کل یہ دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ان کی حالت ہو چکی ہے۔ نہ صرف لوگوں کی بلکہ بڑی بڑی حکومتوں کی، بڑے بڑے پہاڑوں کی، حکومتیں جو اپنے آپ کو پہاڑوں کی طرح مضبوط سمجھتی ہیں۔ ان بڑی بڑی مضبوط حکومتوں کی معیشتیں اور نظام درہم برہم ہو گئے ہیں اور اس کے اثر سے اپنے عوام کی توجہ پھیرنے کے لیے جو کوشش وہ کر رہے ہیں وہ اَور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ وہ ان کو جنگ اور معیشت کی مزید تباہی میں دھکیل دے گی۔ پس جب تک یہ لوگ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا نہیں کریں گے جس سے فسادوں کی کیفیت دور نہ ہو تو ایک کے بعد دوسری تباہی میں یہ لوگ خود ڈوبتے چلے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مسلمان ہونا یا مذہبی غلطیوں کا نہ ہونا یا مذہبی غلطیوں کا جو مؤاخذہ ہے یہ تو قیامت کے دن ہے، اللہ تعالیٰ اس وقت دیکھے گا لیکن فتنہ و فساد اور حقوق غصب کرنا اور خدا کے بندوں کا استہزا کرنا یہ بے چین کرنے والی تباہیاں لاتا ہے۔

(ماخوذ از کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 5)

بہرحال ہمارا کام دعا کرنا اور دنیا کو سمجھانا اور اپنی حالتوں کو پاک بنانا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے جس مضمون کی میں نے بات کی ہے وہ لمبا مضمون ہے لیکن ہر احمدی کو جس بات کی طرف توجہ دینی چاہیے اس مضمون کے پڑھنے سے وہ صرف یہ نہیں کہ پہلی قوموں کے ساتھ کیا ہوا یا اب کیا ہو گا یا کیا ہو رہا ہے اور کیا تباہی ہے اور کیا نہیں۔ یقیناً یہ باتیں بھی خوفزدہ کرنے والی ہونی چاہئیں۔ اپنی حالتوں کی طرف توجہ دینے والی ہونی چاہئیں لیکن جو اصل بات ہے جو الفاظ قابلِ غور ہیں وہ یہ ہے جو کہ آپؒ نے لکھا ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ کے لیے اس میں تنبیہ اور بشارت بھی ہے۔ تنبیہ یہ کہ صرف احمدیت کا عنوان بچانے کے لیے کافی نہیں ہو گا بلکہ تقویٰ کی شرط بھی ساتھ لگی ہوئی ہے اور بشارت کا پہلو یہ ہے کہ جماعت میں جو عملی کمزوریاں آ چکی ہوں گی بڑی تیزی کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش احمدی کرے گا۔ پس خلاصہ یہ کہ جنہوں نے بیعت کا صرف نام لگایا ہوا ہے، ایک لیبل (label) ہے وہ آپؑ کی پاک تعلیم کی طرف لوٹیں گے تو پھر ہی بچت ہے اور خدا کی طرف یہ لوٹنا ہی ان کے لیے بشارت ہے ورنہ کوئی بشارت نہیں۔

(ماخوذ از حوادث طبعی یا عذاب الٰہی صفحہ 121)

اور جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ ان دنوں میں جو خاص توجہ پیدا ہوئی ہوئی ہے اسے اب قائم رکھیں اور خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائیں کیونکہ دنیا کی تباہی کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف جب دنیا کی نظر ہو گی، توجہ ہو گی، حقوق کی ادائیگی کی طرف جب نظر ہو گی تو پھر لوگ جماعت کی طرف ہی

دیکھیں گے، پھر احمدی ہی ہوں گے جو دنیا کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے لیکن اس سے پہلے ہمیں درد کے ساتھ یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ نوبت ہی نہ آئے جب دنیا اس حد تک آگے چلی جائے کہ وہاں سے روشنی اور امن کی طرف آنے کے راستے ہی بند ہو جائیں۔ اس سے پہلے ہی لوگوں کی نظر اس طرف پھر جائے۔

پس ہمیں دعاؤں کے ساتھ اپنے نمونے بھی دکھانے کی ضرورت ہے، دنیا کو بتانے کی ضرورت ہے کہ ایک دوسرے کے حق ادا کر کے ہی تم اللہ تعالیٰ کے رحم کو حاصل کر سکتے ہو اور خدا تعالیٰ جو واحد خدا ہے اس کا رحم حاصل کیے بغیر نہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے ہماری کوشش کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ مرنے کے بعد انجام بخیر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دنوں میں جہاں جماعت کے افراد عبادتوں کی طرف توجہ دے رہے ہیں وہاں نوجوان بھی اور صحت مند انصار بھی اور لجنہ بھی خدمت خلق کے کام بھی کر رہے ہیں۔ اس بارے میں بھی ہر جگہ سے بڑی اچھی رپورٹس آ رہی ہیں۔ یہ خدمت خلق بعض بھٹکے ہوؤں کو، دنیا داروں کو راستے دکھانے کا بھی باعث بن رہی ہے۔

گذشتہ دنوں کینیڈا کی رپورٹ تھی کہ ایک عورت نے رات دو بجے خدام کی جو ہمسایوں کی ہیلپ لائن ہے اس کو ہر جگہ سے مایوس ہو کر فون کیا کہ یہ میری مجبوری ہے، میرا لڑکا بیمار ہے اور دوائی حاصل کرنے کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں، ہر جگہ سے انکار ہو گیا ہے۔ وہ کہتی تھی سب نے یہی کہا ہے کہ صبح سے پہلے نہیں مل سکتی اور اس کی بہت بری حالت ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں خدا ہے۔ گو میں خدا کو نہیں مانتی چلو آج آزماتے ہیں۔ کہتی ہے میں نے انتہائی کرب اور اضطرار کی حالت میں کہا کہ اے خدا! اگر تُو ہے تو میرا بیٹا اس بری حالت میں ہے اس کی دوائی کا انتظام کر دے اور ساتھ ہی کہتی ہے کہ مجھے خدام کی ہیلپ لائن (helpline) کا بھی خیال آیا۔ فون کیا تو کسی آدمی نے فون اٹھایا۔ اسے اپنی ضرورت بتائی تو اس نے کہا کوشش کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اسی شخص کا فون آیا کہ اس وقت رات کے دو بجے ہیں انتظام مشکل ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تمہارے لڑکے کی حالت کیا ہے؟ میں نے پھر ساری صورتِ حال بتائی اور بڑی بے چینی کا اظہار کیا تو اس نے کہا اچھا مَیں خود جا کے دیکھتا ہوں، کسی جگہ جا کے دیکھتا ہوں۔ ایک فارمیسی فلاں جگہ پہ کھلی ہوتی ہے۔ اگر کھلی ہوئی تو دوائی لے آتا ہوں۔ وہ رات کو اٹھ کے گیا۔ کہتی ہے اس کو جب میں نے جگایا تھا تو وہ نیند کی حالت میں تھا لیکن پھر بھی وہ پچاس کلو میٹر کا سفر کر کے گیا اور مجھے دوائی لا کر دی۔ اس بات سے مجھے خدا کے ہونے کا یقین آ گیا اور یہ یقین احمدی خادم کی وجہ سے مجھے ملا اور میں اس کے لیے شکر گزار ہوں۔

پس ان دنوں میں ہم خدمتِ انسانیت کر کے بندوں کو خدا کے قریب لانے کا بھی ذریعہ بن سکتے ہیں اس کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے۔ نہ یہ کہ یہ دیکھتے رہیں کہ تباہی آتی ہے یا نہیں آتی۔ اور پھر رمضان میں جو سبق ہمیں دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنے کا ملا ہے اسے بھی جاری رکھنا چاہیے کہ ہمیشہ دوسروں کی تکلیف کا احساس کرتے رہیں کیونکہ رمضان کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ احساس دلایا جائے کہ دوسروں کی تکلیف کا احساس کرو۔

پس ایک دنیا کا ماحول جو عمومی طور پر اس وبا کی وجہ سے بنا ہوا ہے اور ایک رمضان کا ماحول اب ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانے والا بنا رہنا چاہیے۔ رمضان تو کل یا پرسوں چلا جائے گا، ختم ہو جائے گا لیکن اس کی نیکیاں ہمیں ہمیشہ اپنے اندر رکھنی چاہئیں۔ وہ پاک تبدیلیاں جو ہم نے کی ہیں وہ ہمیشہ اپنے اندر رکھنی چاہئیں اور پھر جب لاک ڈاؤن میں نرمی آئے تو ہمیں اپنی ذاتی بھی اور انسانیت کے لیے بھی ذمہ داریوں کو نہیں بھولنا چاہیے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے جہاں خود اللہ تعالیٰ کا حق اور بندوں کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں وہاں دوسروں کو بھی اس طرف توجہ دلاتے رہیں اور اپنے پاک نمونوں سے دنیا کو خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے والا بنانے کی کوشش کریں۔ ہم نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے۔ آپؑ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جہاں آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی روشنی میں ہمارے مقام و معیار کی طرف توجہ دلانے کی کوشش نہ فرماتے ہوں۔

پس ہمیں ہر وقت آپ کی نصائح کی جگالی کرتے رہنا چاہیے تا کہ حقیقی ایمان و ایقان ہمیں حاصل ہو۔ دوسروں کی کمزوریوں کی طرف نظر رکھنے کی بجائے ہم اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ اس حوالے سے اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالے بھی آپ کے سامنے پیش کروں گا جن پر ہمیں غور کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں کس مقام اور معیار پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک جگہ ہمارے اس معیار کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"چاہیے کہ ہر ایک شخص تہجد میں اٹھنے کی کوشش کرے اور پانچ وقت کی نمازوں میں بھی قنوت ملا دیں۔ ہر ایک خدا کو ناراض کرنے والی باتوں سے توبہ کریں۔ توبہ سے یہ مراد ہے کہ ان تمام بدکاریوں اور خدا کی نارضامندی کے باعثوں کو چھوڑ کر ایک سچی تبدیلی کریں اور آگے قدم رکھیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ اس میں بھی خدا کا رحم ہوتا ہے۔" فرمایا "عاداتِ انسانی کو شائستہ کریں۔ غضب نہ ہو۔ تواضع اور انکسار اس کی جگہ لے لے۔ اخلاق کی درستی کے ساتھ اپنے مقدور کے موافق صدقات کا دینا بھی اختیار کرو۔

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ (الدھر:9)

یعنی خدا کی رضا کے لیے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہم دیتے ہیں اور اس دن سے ہم ڈرتے ہیں جو نہایت ہی ہولناک ہے۔ قصہ مختصر دعا سے، توبہ سے کام لو اور صدقات دیتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ساتھ تم سے معاملہ کرے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 208)

پھر جماعت کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کسی کی پروا نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر

اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں ان کی مالک پروا نہیں کرتا کہ کوئی مویشی آکر ان کو کھا جاوے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں ڈال دیوے۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پروا نہیں۔"

فرمایا "...... چاہیے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ...... ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔" فرمایا کسی کی پروا نہ کرو۔ "...... اس بات کو وصیت کے طور پر یاد رکھو کہ ہرگز تُندی اور سختی سے کام نہ لینا۔" مخالفت کریں گے لیکن تم نے ہرگز ی تُندی اور سختی سے کام نہیں لینا۔ "بلکہ نرمی اور آہستگی اور خُلق سے ہر ایک کو سمجھاؤ۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 266 تا 268)

ہماری اخلاقی حالتوں کی درستی اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا:

"ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بعض بندوں سے فرمائے گا کہ تم بڑے برگزیدہ ہو اور میں تم سے بہت خوش ہوں کیونکہ میں بہت بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں ننگا تھا تم نے کپڑا دیا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی۔ وہ کہیں گے کہ یا اللہ! تُو تو ان باتوں سے پاک ہے۔ تُو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب وہ فرمائے گا کہ میرے فلاں فلاں بندے ایسے تھے تم نے ان کی خبر گیری کی۔ وہ ایسا معاملہ تھا کہ گویا تم نے میرے ساتھ ہی کیا۔ پھر ایک اَور گروہ پیش ہو گا۔ ان سے کہے گا کہ تم نے میرے ساتھ برا معاملہ کیا۔ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ دیا۔ پیاسا تھا پانی نہ دیا۔ ننگا تھا مجھے کپڑا نہ دیا۔ میں بیمار تھا میری عیادت نہ کی۔ تب وہ کہیں گے کہ یا اللہ تعالیٰ تُو تو ایسی باتوں سے پاک ہے۔ تُو کب ایسا تھا جو ہم نے تیرے ساتھ ایسا کیا؟ اس پر وہ فرمائے گا کہ میرا فلاں فلاں بندہ اس حالت میں تھا اور تم نے ان کے ساتھ کوئی ہمدردی اور سلوک نہ کیا وہ گویا میرے ہی ساتھ کرنا تھا۔"

یہاں کوئی شرط نہیں ہے کہ مسلمان ہے یا ہندو ہے یا عیسائی ہے یا کون ہے۔ فرمایا "غرض نوعِ انسان پر

شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 102-103)

پھر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

"اصل بات یہ ہے کہ سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد ہی کا ہے کیونکہ ہر وقت اس کا معاملہ پڑتا ہے اور ہر آن یہ ابتلا سامنے رہتا ہے۔ پس اس مرحلہ پر بہت ہی ہوشیاری سے قدم اٹھانا چاہیے۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس کی تخریب اور بربادی کے لیے سعی کی جاوے۔ پھر وہ اس فکر میں پڑ کر جائز اور ناجائز امور کی بھی پروا نہیں کرتے۔ اس کو بدنام کرنے کے واسطے جھوٹی تہمت اس پر لگاتے، افترا کرتے اور اس کی غیبت کرتے اور دوسروں کو اس کے خلاف اکساتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ معمولی دشمنی سے کس قدر برائیوں اور بدیوں کا وارث بنا اور پھر یہ بدیاں جب اپنے بچے دیں گی تو کہاں تک نوبت پہنچے گی۔"

اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہی آج کل دنیا کا حال ہو رہا ہے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اور قومی اور حکومتی طور پر بھی۔ فرمایا کہ "میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کر دو۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تم خدا تعالیٰ کے ہو جاؤ تو وہ دشمنوں کو بھی تمہارے خادموں میں داخل کر سکتا ہے لیکن اگر تم خدا ہی سے قطع تعلق کیے بیٹھے ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی رشتہ دوستی کا باقی نہیں۔ اس کے خلاف مرضی تمہارا چال چلن ہے۔ پھر خدا سے بڑھ کر تمہارا دشمن کون ہو گا؟ مخلوق کی دشمنی سے انسان بچ سکتا ہے لیکن جب خدا دشمن ہو تو پھر اگر ساری مخلوق دوست ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تمہارا طریق انبیاء علیہم السلام کا سا طریق ہو۔ خدا تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ ذاتی اعداء کوئی نہ ہوں۔

خوب یاد رکھو کہ انسان کو شرف اور سعادت تب ملتی ہے جب وہ ذاتی طور پر کسی کا دشمن نہ ہو۔ ہاں اللہ اور اس کے رسول کی عزت کے لیے الگ امر ہے یعنی جو شخص خدا اور اس کے رسول کی عزت نہیں کرتا بلکہ ان کا دشمن ہے اسے تم اپنا دشمن سمجھو۔" لیکن اس دشمنی کے سمجھنے کی بھی وضاحت فرما دی۔

فرمایا "اس دشمنی سمجھنے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ تم اس پر افترا کرو اور بلاوجہ اس کو دکھ دینے کے منصوبے کرو۔ نہیں۔ بلکہ اس سے الگ ہو جاؤ اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرو۔ ممکن ہو تو اس کی اصلاح کے لیے دعا کرو۔ اپنی طرف سے کوئی نئی بھاجی اس کے ساتھ شروع نہ کرو۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 104-105)

پھر اخلاقی معیاروں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

"اخلاقی حالت ایسی درست ہو کہ کسی کو نیک نیتی سے سمجھانا اور غلطی سے آگاہ کرنا ایسے وقت پر ہو کہ اسے برا معلوم نہ ہو۔ کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھا جاوے۔ دل شکنی نہ کی جاوے۔ جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں۔ دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ مال و دولت یا نسبی بزرگی پر بے جا فخر کر کے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۔(الحجرات:14)

دوسروں کے ساتھ بھی پورے اخلاق سے کام لینا چاہیے۔ جو بد اخلاقی کا نمونہ ہوتا ہے، وہ بھی اچھا نہیں۔ ہماری جماعت کے ساتھ لوگ مقدمہ بازی کا صرف بہانہ ہی ڈھونڈتے ہیں۔ لوگوں کے لیے ایک طاعون ہے۔ ہماری جماعت کے لیے دو طاعون ہیں۔ اگر کوئی جماعت میں سے ایک شخص برائی کرے گا تو اس ایک سے ساری جماعت پر حرف آئے گا۔ دانش مندی، حلم اور درگزر کے ملکہ کو بڑھاؤ۔ نادان سے نادان کی باتوں کا جواب بھی متانت اور سلامت روی سے دو۔ یاوہ گوئی کا جواب یاوہ گوئی نہ ہو۔" فرمایا کہ "...... مناسب ہے کہ ان ابتلا کے دنوں میں اپنے نفس کو مار کر تقویٰ اختیار کریں۔ میری غرض ان باتوں سے یہی ہے کہ تم نصیحت اور عبرت پکڑو۔ دنیا فنا کا مقام ہے، آخر مرنا ہے۔ خوشی دین کی باتوں میں ہے۔ اصلی مقصد تو دین ہی ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 208-209)

پھر ایک اَور موقعے پر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہیے کہ نری لفاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو۔" ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہیے کہ نری لفاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو۔ "اندرونی تبدیلی کرنی چاہیے۔ صرف مسائل سے تم خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔" کہ مسائل جان لیے۔ یہ نہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہو گا۔ "اگر اندرونی تبدیلی نہیں تو تم میں اور تمہارے غیر میں کچھ فرق نہیں۔ اگر تم میں مکر، فریب، کسل اور سستی پائی جائے تو تم دوسروں سے پہلے ہلاک کیے جاؤ گے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے بوجھ کو اٹھائے اور اپنے وعدے کو پورا کرے۔ عمر کا اعتبار نہیں۔" فرمایا "...... جو شخص قبل از وقت نیکی کرتا ہے امید ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔ اپنے نفس کی تبدیلی کے واسطے سعی کرو۔ نماز میں دعائیں مانگو۔ صدقات خیرات سے اور دوسرے ہر طرح کے حیلہ سے

وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا ۔(العنکبوت:70)

میں شامل ہو جاؤ۔ جس طرح بیمار طبیب کے پاس جاتا، دوائی کھاتا، مسہل لیتا، خون نکلواتا، ٹکور کرواتا اور شفا حاصل کرنے کے واسطے ہر طرح کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح اپنی روحانی بیماریوں کو دور کرنے کے واسطے ہر طرح کوشش کرو۔ صرف زبان سے نہیں بلکہ مجاہدہ کے جس قدر طریق خدا تعالیٰ نے فرمائے ہیں وہ سب بجا لاؤ۔ صدقہ خیرات کرو۔ جنگلوں میں جا کر دعائیں کرو۔" فرمایا کہ "...... اللہ تعالیٰ حیلے کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ جب انسان

تمام حیلوں کو بجالاتا ہے تو کوئی نہ کوئی نشانہ بھی ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 188-189)

یعنی نشان بھی ہو جاتا ہے۔ پس ان دنوں میں خاص طور پر جبکہ پاکستان اور بعض ممالک میں احمدیوں کے خلاف ایک ابال اٹھا ہوا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کو جذب کرنے کے لیے ہر قسم کا حیلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دشمن جب اپنی دشمنی میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے تو ہمیں بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کو جذب کرنے کے لیے پہلے سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

اسی طرح اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور آپؐ کے اسوہ کی حقیقت ہم پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمائی کہ یہ جو ساری چیزیں ہیں، یہ اعلیٰ اخلاق، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی یہ آپؐ کے اسوہ پر چل کر ہی ہو سکتی ہیں اور ہمیں بار بار یہی فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو نہ چھوڑو۔ اس بارے میں نصیحت کرتے ہوئے ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ

"مَیں یہ بھی تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں یا خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں۔" یعنی اپنے بنائے ہوئے جو وِرد ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں فرمایا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں، "میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا وہ محض فضول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر منعم علیہم کی راہ کا سچا تجربہ کار اَور کون ہو سکتا ہے جن پر نبوت کے بھی سارے کمالات ختم ہو گئے۔ آپؐ نے جو راہ اختیار کی وہ بہت ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ ایجاد کرنا خواہ وہ بظاہر کتنی ہی خوش کن معلوم ہوتی ہو میری رائے میں ہلاکت ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 355)

ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ کرنے والوں کی یہی حالت نظر آتی ہے کہ پیروں فقیروں اور نام نہاد علماء کی غلط تشریحوں سے اسلام کی تعلیم کا کچھ سے کچھ بگاڑ دیا ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو حقیقی مسلمان کہتے ہیں اور ہمیں دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ پھر اس مقام محمدی کو مزید کھول کر بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپؐ کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ نہیں آسکتا۔ چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بدیں الفاظ بتاتا ہے۔" فارسی کا شعر ہے۔

"بزہد وورَع کُوش وصِدق وصَفا ولیکن میَفزائے بَر مصطفیٰ"

(کہ زہد و تقویٰ اور صدق و صفا کے لیے ضرور کوشش کرو مگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق سے تجاوز نہ کرو۔) "آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی راہ کو ہر گز نہ چھوڑو۔ میں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لیے ہیں۔ الٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کیے جاتے ہیں

لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاءؑ کی یہ سنت نہیں کہ وہ الٹے سیدھے لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور ارّہ کے ذکر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لیے اسوۂ حسنہ فرمایا" (آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اسی لیے اسوۂ حسنہ فرمایا۔)

"لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔" (الاحزاب:22)

یعنی تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی اسوۂ حسنہ ہے۔ فرمایا" آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نقش قدم پر چلو اور ایک ذرہ بھر بھی ادھر یا ادھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 356)

پھر فرماتے ہیں "غرض منعم علیہم لوگوں میں جو کمالات ہیں اور

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (الفاتحہ:7)

میں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ان کو حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی تا کہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 356)

پس ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متبعین میں شامل ہیں اور اسی میں ہماری بقا ہے کہ آپؐ کے غلام صادقؑ کی بیعت میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متبعین میں شامل ہوں اور آپؐ کے اسوہ کو اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ اپنانے کی کوشش کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپؐ کے حکموں پر عمل کر کے منعم علیہ گروہ میں شامل ہوں اور اس گروہ کے بداثرات سے ہمیشہ بچے رہیں جو اللہ تعالیٰ کا غضب سہیڑنے والا اور گمراہ ہے۔ اپنی نمازوں میں خاص ذوق وشوق پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر چلتے ہوئے ہمیشہ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔

اسیرانِ راہِ مولیٰ کے لیے بھی دعائیں کریں اور اسیران میں سے بعض جن پر ظالمانہ طور پر بڑی سخت دفعات لگائی گئی ہیں ان کے لیے خاص طور پر دعا کریں۔ گذشتہ دنوں ایک احمدی خاتون رمضان بی بی صاحبہ کو توہین رسالت کی دفعہ لگا کر جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ اس خاندان نے غالباً 2002ء میں بیعت کی تھی۔ ان کے خاوند نے مجھے لکھا کہ ہم قربانی سے نہیں ڈرتے اور نہ جیل میں جانے کا غم ہے۔ میری بیوی کو اور مجھے جو غم ہے تو اس بات کا ہے کہ جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی خاطر ہم مرمٹنے والے ہیں اس کی توہین کا ہم پر الزام لگایا گیا ہے۔ یہ درد ہے ہمیں۔ پس ان کو بھی اور ان اسیران کو بھی جن کو اس الزام میں سزائے موت سنائی گئی ہے ان کو ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی معجزانہ رہائی کے سامان پیدا فرمائے اور اپنا رحم فرمائے۔ عدلیہ اور حکومت کو توفیق دے کہ وہ انصاف پر قائم ہوں۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں تو خدا اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

حقیقی خوف اور محبت بھی ان میں پیدا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔

اور اس کے علاوہ بھی مَیں بعض دعاؤں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو پہچاننے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو۔ اسلام کی حقیقی تعلیم پر ہم عمل کرنے والے ہوں۔ ہمارے گھر پیار اور محبت کے نمونے ہوں۔ جو بچے اپنے ماں باپ کے آپس کے جھگڑوں سے پریشان ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پریشانیاں بھی دور فرمائے۔ تمام واقفینِ زندگی کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بے نفس ہو کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اپنا وقف نبھانے والے ہوں۔ واقفینِ نو کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اور اپنے ماں باپ کے عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شہدائے احمدیت اور ان کے خاندانوں کے لیے دعا کریں۔ مشکلات میں گھرے ہوئے تمام احمدیوں کے لیے دعا کریں۔ ایک دوسرے کے لیے اور اپنے لیے بھی دعائیں کریں۔ دوسروں کے لیے دعائیں کرنا، ایک دوسرے کے لیے جو دعائیں ہیں یہ پھر اپنے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے والا بناتی ہیں۔

بچیوں کے رشتوں کے لیے دعائیں کریں خاص طور پر ان بچیوں کے لیے جن کے رشتوں میں بلاوجہ کی تاخیر ہو رہی ہے۔ ان حالات میں اور اس کے بعد جو دنیا کے معاشی حالات ہونے ہیں اس کے بد اثرات سے ہر احمدی کے محفوظ رہنے کے لیے دعا کریں۔ ان حالات کی وجہ سے جماعت کے کاموں اور منصوبوں میں بھی کوئی روک پیدا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کی ترقی کے سامان مہیا فرماتا رہے۔ ان حالات میں مالی قربانی کرنے والوں کے لیے بھی بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت دے۔ ایم ٹی اے کے کارکنان کے لیے بھی دعائیں کریں۔ ان میں سے والنٹیئرز (volunteers) بھی ہیں اور کارکنان بھی ہیں۔ یہ بڑی محنت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ عالمِ اسلام کے لیے دعا کریں۔ ان کے آپس کے جھگڑے بھی ختم ہوں اور وہ لوگ امن کے ساتھ رہنا سیکھیں اور اسلام مخالف طاقتوں کے شر سے اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کے آپس کے اختلافات ختم ہوں۔

بعض اَور دعائیں بھی مَیں اس وقت پڑھوں گا وہ بھی آپ میرے ساتھ دہراتے رہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

(سنن ابو داؤد کتاب الوتر باب ما یقول الرجل اذا خاف قوما حدیث 1537)

ہم تجھے ان کے سینوں میں رکھتے ہیں یعنی تیرا رعب ان کے سینوں میں بھر جائے اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الکرب حدیث 6346)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عظمتوں والا اور بڑا ہی بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی

عرش کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو کہ آسمان وزمین اور عرش کریم کا رب ہے۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ۔

(سنن الترمذی ابواب القدر باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن حدیث 2140)

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰي وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فی الادعیۃ 2721)

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور غنیٰ مانگتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سُخْطِكَ۔

(صحیح مسلم کتاب الرقاق باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء ...... الخ حدیث 2739)

اے اللہ! میں تیری نعمت کے زائل ہو جانے، تیری عافیت کے ہٹ جانے، تیری اچانک سزا اور ان سب باتوں سے پناہ مانگتا ہوں جن سے تُو ناراض ہو۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

(الاعراف:24)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور گھاٹا پانے والوں میں ہوں گے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

(آل عمران:9)

اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دینا بعد اس کے جو تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے حضور سے رحمت عطا کرنا۔ یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (البقرۃ:202)

یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی کامیابی عطا کر اور آخرت میں بھی کامیابی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دعا ہے کہ

اے ربُّ العالمین! مَیں تیرے احسانوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تُو نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تُو راضی ہو جائے۔ مَیں تیرے وجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما، رحم فرما، رحم فرما اور دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کیونکہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین

(ماخوذ از مکتوباتِ احمدؑ جلد دوم صفحہ 159 مکتوب بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ مکتوب نمبر 3)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اس رمضان کا یہ آخری جمعہ ہے اس رمضان میں جو نیک کام ہم سے ہوئے یا جو تبدیلیاں ہم نے پیدا کی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جاری رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور یہ دعائیں بھی ہمارے حق میں قبول فرمائے۔

عید کے بارے میں بھی اعلان کر دوں کہ بہت سارے لوگوں نے مجھے لکھا کہ یہاں کی جو ویب سائٹ ہے اس کے مطابق تو چوبیس کو عید کر رہے ہیں۔ چوبیس کو عید نہیں بنتی۔ اتوار کو چاند نظر نہیں آ سکتا۔ پھر مَیں نے دوبارہ لکھا۔ اور دو دفعہ، تین دفعہ یہاں جو ہمارے ماہرین ہیں ان کی بھی دوبارہ میٹنگ کروائی۔ پھر اس میں کچھ اَور بھی شامل کیے۔ امیر صاحب کو مَیں نے کہا تھا خود بھی دیکھیں۔

پھر انہوں نے ایک نقشہ بنا کے مجھے بھیجا اس میں جو ویب سائٹ پہ بڑے شہر ہیں ان میں تو یقیناً تیئس تاریخ کو چاند نظر نہیں آ سکتا لیکن جو انہوں نے نقشہ بنا کے بھیجا ہے اس کے مطابق ان میں بعض علاقے ہیں، فالمتھ (Falmouth) اور پینزینس (Penzance) اور ہیل (Hale) یہ علاقے ہیں جہاں کھلی آنکھ سے تیئس تاریخ کو چاند نظر آ سکتا ہے اور اگر کسی ملک کے ایک علاقے میں چاند نظر آ سکتا ہو تو باقی جگہ بھی عید کی جا سکتی ہے۔ مسلمان ممالک میں جو رؤیت ہلال کمیٹیاں ہیں وہ بھی اسی طرح جائزے لیتی ہیں۔ بہر حال اس جائزے کے بعد، دو تین دفعہ دوبارہ جائزہ لینے کے بعد یہی فیصلہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عید اتوار کو چوبیس تاریخ کو ہو گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12/جون 2020ء جلد 27 شمارہ 47 صفحہ 05 تا 09)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29؍ مئی 2020ء بمطابق 29؍ ہجرت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعے پر فرمایا کہ "مَیں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 336)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس صدق و اخلاص اور تعلق و محبت کے نظارے تو ہم نے دیکھے۔ صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے شمار واقعات ہیں۔ پرانے احمدی خاندانوں میں اس تعلق کی روایات بھی چل رہی ہیں اور ہمارے لٹریچر میں خلفاء کے خطبات میں، خطابات میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے لیکن یہ تعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا اور ان خاندانوں میں چلا آرہا ہے اور نئے شامل ہونے والوں کو بھی ہے اور ہونا چاہیے وہ تعلق وہیں تک ہی محدود نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس کی نچلی کڑی سے بھی اتنا ہی مضبوط تعلق ہے اور یہی تعلق ہے جو جماعت کی اکائی اور وحدت کی نشانی اور ضمانت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے اطلاع پانے کے بعد اپنے اس دنیا سے رخصت ہونے کی خبر جماعت کو دی تو ساتھ ہی جماعت کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر جماعت میں سلسلۂ خلافت کے جاری ہونے کی خوشخبری بھی دی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں یہ تحریر فرمایا کہ

"تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305-306)

پس اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے مطابق آپؑ کی وفات کے بعد خلافت کا نظام جاری ہوا اور صرف نظام کا جاری ہونا ہی کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک خلیفۂ وقت اور افرادِ جماعت کے درمیان اخلاص و وفا اور ارادت و مودّت کا تعلق نہ ہو اور یہ تعلق اللہ تعالیٰ ہی پیدا کر سکتا ہے۔ کوئی انسان یا انسانی کوشش اس تعلق کو نہ پیدا کر سکتی ہے نہ قائم رکھ سکتی ہے اور جماعت کی اکائی اور وحدت اور ترقی کی ضمانت یہی تعلق ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے وعدے کے پورا ہونے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات و نصرت اور سلسلہ احمدیہ کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔ خلافت کے ساتھ افرادِ جماعت کا جو تعلق ہے جس میں پرانے احمدی بھی شامل ہیں اور نئے آنے والے بھی، نوجوان بھی اور بچے بھی، مرد بھی اور عورتیں بھی، دور دراز رہنے والے احمدی بھی جنہوں نے کبھی خلیفۂ وقت کو دیکھا بھی نہیں ہے سب شامل ہیں لیکن یہ سب لوگ جو ہیں اخلاص و وفا میں بڑھے ہوئے ہیں اور بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خلیفۂ وقت کا پیغام پہنچے تو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

محبت اور تعلق کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اور یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے پورا ہونے کی فعلی شہادت ہیں اور جماعت کی ترقی بھی اس تعلق سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا جو جماعت کو خلافت سے تعلق ہے اور خلیفۂ وقت کو جماعت سے ہے یہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات و نصرت کا ثبوت ہے اور یہ صرف باتیں نہیں ہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں ایسے واقعات ہیں جہاں افرادِ جماعت اس بات کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ان واقعات کو جمع کیا جائے تو بے شمار ضخیم جلدیں اس کی بن جائیں گی۔

بہرحال اس وقت مَیں بعض واقعات، جذبات اور احساسات کا ذکر کروں گا جو جماعت کو خلیفۂ وقت سے ہر زمانے میں رہے اور اب تک ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد سے شروع ہوئے جو آج 112 سال مکمل ہونے کے بعد بھی اسی طرح قائم ہیں۔ مخالفین تو سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا لیکن افرادِ جماعت کا ارادت و مودت اور اخلاص و وفا کا تعلق خلافت سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور کیوں نہ ہو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہے۔ بہرحال اب مَیں چند واقعات پیش کرتا ہوں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے مَیں شروع کرتا ہوں۔ ایک دو واقعات پہلے بیان کروں گا۔

ایڈیٹر صاحب البدر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علالت کے ایام کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ان ایام میں خدام کے خطوط عیادت کے کثرت سے آ رہے ہیں اور ان خطوں پہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا مَیں ان سب کے واسطے دعا کرتا ہوں جو عیادت کا خط لکھتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ عشاق عجیب پیرایوں میں اپنی محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان میں سے چند خطوط کا اقتباس بطور نمونہ درج کرتا ہوں۔

حکیم محمد حسین صاحب قریشی لکھتے ہیں مَیں نے تو ایک روز جناب باری میں عرض کی تھی کہ اے مولا! حضرت نوحؑ کی زندگی کی ضرورتیں تو مختص المقام تھیں اور اب تو ضرورتیں جو پیش ہیں ان کو بس تُو ہی جانتا ہے۔ ہماری عرض قبول کر اور ہمارے امام کو نوح کی سی عمر عطا کر۔

پھر برادر محمد حسن صاحب پنجابی مدراس سے لکھتے ہیں کہ حضرت صاحب کی روبہ صحت ہونے کی خبر پڑھ کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی جس کا اندازہ میرا مولا کریم اور رحیم خدا ہی جانتا ہے۔

(ماخوذ از البدر، مورخہ 16/ فروری 1911ء صفحہ 2 جلد 10 شمارہ 16)

پھر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں: "محبت عجیب چیز ہے۔ ہمارے دوست میاں محمد بخش صاحب جو ملک آسٹریلیا میں تجارت کرتے ہیں اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ قادیان کی اخبار کی ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے متعلق جو سرخی قائم کرتے ہیں اس میں صرف خلیفۃ المسیح کے الفاظ نہ ہوں بلکہ سرخی میں ہی آپ کی صحت وعافیت کے متعلق کوئی لفظ اشارہ کرتا ہو کیونکہ بدر کو کھولنے کے وقت سب سے اول جن الفاظ کو ہماری مشتاق نگاہیں تلاش کرنے کو دوڑتی ہیں وہ اسی سرخی کے الفاظ ہیں اور ہمارا جی چاہتا ہے کہ خود اس سرخی میں ایسے الفاظ ہوں جو اندرونی عبارت پڑھنے سے قبل ہی ہمارے دلوں کو راحت پہنچانے والے ہو جائیں۔ سو ہم اپنے عزیز دوست کے اس اخلاص کو" ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "اپنے عزیز دوست کے اخلاص کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان کے منشاء کے مطابق اس دفعہ سرخی قائم کرتے ہیں۔"

(البدر، مورخہ 6/ اپریل 1911ء صفحہ 1 جلد 10 شمارہ 22،23)

پھر حضرت ابوعبداللہ صاحب جو کھیوہ باجوہ کے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے ایک دن عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت ارشاد فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ مَیں نہیں سمجھتا کوئی چیز کرنے کی ہو اور آپ کر نہ چکے ہوں۔ انہوں نے فرمایا مولوی صاحب! مَیں نہیں سمجھتا کوئی چیز کرنے کی ہو اور آپ کر نہ چکے ہوں۔ اب تو حفظ قرآن ہی باقی ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بات سن کر تقریباً پینسٹھ سال کی عمر میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا اور باوجود اتنی عمر ہونے کے حافظ قرآن ہو گئے۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل 8/ دسمبر 2010ء صفحہ 4 بحوالہ الفضل قادیان 19/ اپریل 1947ء)

یہ تھا کہ کسی طرح مَیں خلیفۃ المسیح کا حکم بجالاؤں۔ اس پہ عمل کروں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں جب شدھی نے زور پکڑا۔ یہ 1923ء میں ملکانے کے علاقے میں شروع ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بے قرار ہوا۔ اور آپؓ نے اسی سال، 9/ مارچ کو خطبہ جمعہ میں احمدیوں کو اپنے خرچ پر ان علاقوں میں جانے اور دعوت الی اللہ کے ذریعے ان مرتدین کو واپس لانے کا منصوبہ جماعت کے سامنے رکھا۔ اس تحریک پہ جماعت نے والہانہ لبیک کہا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ سرکاری ملازمین، اساتذہ، تُجّار غرضیکہ ہر طبقے سے فدائی ان علاقوں میں دعوت الی اللہ کرتے رہے اور ان کی مساعی کے نتیجہ میں ہزاروں روحیں ایک بار پھر خدائے واحد کا کلمہ پڑھنے لگیں۔ ایک معمر بزرگ قاری نعیم الدین صاحب بنگالی نے ایک روز جب حضور مجلس میں تشریف رکھتے تھے اجازت لے کر عرض کیا کہ گو میرے بیٹے مولوی ظل الرحمٰن اور مطیع الرحمٰن متعلم بی اے کلاس نے مجھ سے کہا نہیں مگر مَیں نے اندازہ کیا ہے کہ حضور نے جو کل راجپوتانہ میں جا کر دعوت الی اللہ کرنے کے لئے وقفِ زندگی کی تحریک کی ہے اور جن حالات میں وہاں رہنے کی شرائط پیش کی ہیں

شاید ان کے دل میں ہو کہ اگر وہ حضور کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کریں گے تو مجھے جو اُن کا بوڑھا باپ ہوں کوئی تکلیف ہو گی لیکن میں حضور کے سامنے خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مجھے ان کے جانے اور تکلیف اٹھانے میں ذرا بھی غم یا رنج نہیں ہے۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اگر یہ دونوں خدا کی راہ میں کام کرتے ہوئے مارے بھی جائیں تو اس پر میں ایک بھی آنسو نہیں گراؤں گا بلکہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا۔ پھر یہی دونوں نہیں میرا تیسرا بیٹا محبوب الرحمٰن بھی اگر خدمت دین کرتا ہوا مارا جائے اور اگر میرے دس بیٹے اَور ہوں اور وہ بھی مارے جائیں تو بھی میں کوئی غم نہیں کروں گا۔ اس پر حضور نے بھی اور احبابِ جماعت نے جزاک اللہ کہا۔

(ماخوذ از الفضل 15/ مارچ 1923ء صفحہ 11)

1924ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یورپ کے سفر پر تشریف لائے تھے۔ وہ عارضی جدائی جو تھی اس نے بھی احباب جماعت کو بے چین کر دیا ہوا تھا۔ اس ایک روایت سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ بابو سراج الدین صاحب سٹیشن ماسٹر لکھتے ہیں کہ "میرے آقا! ہم دور ہیں، مجبور ہیں۔ اگر ممکن ہوتا تو حضور کے قدموں کی خاک بن جاتے تاکہ جدائی کے صدمے نہ سہتے۔ آقا! میں چار سال سے دارالامان نہیں گیا تھا مگر دل کو تسلی تھی کہ جب چاہوں گا حضور کی قدم بوسی کر لوں گا لیکن اب ایک ایک دن مشکل ہو رہا ہے۔ اللہ پاک حضور کو بخیر و عافیت، مظفر و منصور جلدی واپس لائے۔" (سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 475)

یہ محبت کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ

" ایک نوجوان نے گذشتہ سال میری تحریک کو سنا۔ وہ ضلع سرگودھا کا باشندہ ہے۔ وہ نوجوان بغیر پاسپورٹ کے ہی افغانستان جا پہنچا۔" انہوں نے کہا خلیفۂ وقت کا ارشاد ہے۔ ایک تعلق ہے اور اس کو بجالانا ضروری ہے۔ تحریک تبلیغ کی تھی۔ سنا تو افغانستان پہنچ گیا "اور وہاں تبلیغ شروع کر دی۔" پاسپورٹ بھی پاس نہیں تھا۔" حکومت نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تو وہاں قیدیوں اور افسروں کو تبلیغ کرنے لگا اور وہاں کے احمدیوں سے بھی وہیں واقفیت بہم پہنچا لی اور بعض لوگوں پر اثر ڈال لیا۔ آخر افسروں نے رپورٹ کی کہ یہ تو قید خانہ میں بھی اثر پیدا کر رہا ہے۔ ملانوں نے قتل کا فتویٰ دیا مگر وزیر نے کہا کہ یہ انگریزی رعایا ہے اسے ہم قتل نہیں کر سکتے۔ آخر حکومت نے اپنی حفاظت میں اسے ہندوستان پہنچا دیا۔" حضرت خلیفہ ثانی لکھتے ہیں "اب وہ کئی ماہ کے بعد واپس آیا ہے۔ اس کی ہمت کا یہ حال ہے کہ میں نے اسے کہا کہ تم نے غلطی کی۔ اَور بہت ممالک تھے جہاں تم جا سکتے تھے اور وہاں گرفتاری کے بغیر تبلیغ کر سکتے تھے تو وہ فوراً بول اٹھا کہ اب آپ کوئی ملک بتا دیں مَیں وہاں چلا جاؤں گا۔ اس نوجوان کی والدہ زندہ ہے لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار تھا کہ بغیر والدہ کو ملے کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ ہو جائے مگر میرے کہنے پر وہ والدہ کو ملنے جا رہا ہے۔" حضرت خلیفہ ثانیؓ فرماتے ہیں کہ "اگر دوسرے نوجوان بھی اس پنجابی کی طرح جو افغانستان سے آیا ہے ہمت کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 44)

شام کے ایک دوست محمد الشواء صاحب تھے۔ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف

لے گئے تھے تو ان کو لبنان جانے کا بھی آپ کے ساتھ شرف حاصل ہوا تھا۔ بڑے اچھے وکیل تھے اور خلافت سے ایک ایسا تعلق تھا کہ جو بہت مضبوط تھا۔ وکیل تھے اس لئے چاہتے تھے کہ ہر بات دلیل سے کی جائے لیکن جب انہیں یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے یہ کہا گیا ہے تو کہتے تھے بس ختم۔ جب یہ حکم آگیا تو بات ختم ہو گئی۔ اب یہی فیصلہ ہے۔ تو یہ تعلق تھا ان لوگوں کا۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 23/ اکتوبر 2009ء خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 503-504)

خلافت ثالثہ کا زمانہ آیا تو امریکہ کی سسٹر نعیمہ لطیف ایک احمدی خاتون تھیں۔ ان کو "خلافت اور خلیفۂ وقت سے عشق کی حد تک پیار تھا اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کو اولین ترجیح دیتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے امریکہ کے دورے کے دوران ایک یونیورسٹی میں پردے کی اہمیت پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا خطاب سن کر اسی وقت حجاب لے لیا اور اس زمانہ میں اپنے علاقہ میں واحد خاتون تھیں جو اسلامی پردے میں نظر آتی تھیں۔"

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 605 خطبہ جمعہ فرمودہ 03/ اکتوبر 2014ء)

تڑپ تھی کہ خلیفۂ وقت کا حکم ہے۔ ایک تعلق ہے اور اس تعلق کو نبھانا ہے اور مَیں نے بیعت کی ہے تو اس حکم کو پورا بھی کرنا ہے۔

نذیر احمد صاحب سانول ضلع خانیوال نے یہ واقعہ سنایا ہے کہ ایک مخلص احمدی مکرم مہر مختار احمد صاحب آف باگڑ سرگانہ تھے۔ ان کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ 1974ء کے حالات میں مخالفین نے آپ کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ آپ کے پُرجوش داعی الی اللہ ہونے کی وجہ سے برادری نے بھی سخت مخالفت کی اور مکمل بائیکاٹ کیا۔ اس بات سے آپ پہلے سے زیادہ اپنے ایمان میں پختہ ہو گئے اور اپنے دائرہ احباب میں وسعت پیدا کر لی۔ مخالفین نے بھی اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں اور معاندین کی کارروائیاں بڑھنی شروع ہو گئیں۔ آپ نے بچوں کے حصول تعلیم اور پاکیزہ ماحول میں پرورش دینے کے لیے اپنا رقبہ جو تھا اس زرعی زمین کو فروخت کر کے ربوہ کے ماحول میں ٹھیکے پر رقبہ لے کر کاشت شروع کر دی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کی اور بتایا کہ باگڑ سرگانہ سے جو گاؤں کا نام تھا، زمین فروخت کر کے ربوہ کے قریب میں نے ٹھیکے پر زمین لے لی ہے اور فصل کاشت کر لی ہے تو حضورؒ نے اسے پسند نہیں فرمایا کہ علاقے کو خالی نہیں چھوڑنا تھا۔ اس پر آپ نے فوراً تعمیل کی۔ مالک رقبہ سے ٹھیکے کی رقم واپس طلب کی۔ اس کے انکار پر آپ کھڑی فصل اور ٹھیکے کی رقم لیے بغیر واپس اپنے وطن باگڑ سرگانہ آگئے اور کوشش کر کے اپنی فروخت شدہ زمین دوبارہ خریدی۔ مہنگے داموں خریدی اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کر لی ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پہ خوشنودی کا اظہار فرمایا اور مہر صاحب بھی اس بات پہ بڑے خوش ہوتے تھے۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل 10/ مئی 2010ء صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک دفعہ اپنے ایک خطبے میں بیان فرمایا کہ مَیں 1970ء میں افریقہ کے دورے پر گیا۔ وہاں ایک جگہ ہمارے مبلغ نے ایسا پروگرام بنایا تھا جو میرے لئے بڑا تکلیف دہ تھا کیونکہ سو میل کے قریب فاصلہ طے کر کے میں ایک جگہ ایسے وقت پہنچا کہ میں جماعت سے مصافحہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے تکلیف دہ

نہیں تھا کہ سو میل کا سفر تھا۔ اس لئے تکلیف دہ تھا کہ پروگرام اتنا مختصر تھا کہ وہاں کی جماعت سے مصافحہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہاں ایک ایڈریس دینا تھا جس میں غیر ملکی عیسائی بھی آئے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایڈریس دیا، سوال وجواب ہوتے رہے اس میں بہت دیر ہو گئی اور جب خاصا وقت گزر چکا تو ہمارے مبلغ نے اعلان کیا کہ مصافحے نہیں ہوں گے۔ حضور فرماتے ہیں کہ اور وہ لوگ جن کی ساری عمر میں پہلی دفعہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ سے ملاقات ہوئی تھی، ان کے پاس گیا تھا اور ان کو پتا نہیں تھا پھر کب ان کو موقع ملے وہ اس اعلان کے باوجود مصافحے کے لئے ٹوٹ پڑے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں کہ مقامی احمدی دوستوں نے میرے پرائیویٹ سیکرٹری اور دوسرے ساتھیوں کو اتنے دھکے دیئے کہ ان کو پتا ہی نہیں لگا کہ وہ کہاں گئے اور مصافحہ شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے مصافحہ تو شروع ہو گیا لیکن مصافحہ عام مصافحہ نہیں تھا۔ ہر شخص میرا ہاتھ پکڑتا تھا اور پھر چھوڑتا ہی نہیں تھا۔ میرا منہ دیکھتا تھا اور میرا ہاتھ چھوڑتا ہی نہیں تھا۔ اور ساتھ والا انتظار کرتا رہتا تھا اور آخر تنگ آ کر، یہ واقعہ بیسیوں مصافحوں میں ہوا کہ اگلا آنے والا ایک ہاتھ سے اس کا بازو پکڑتا تھا اور دوسرے ہاتھ سے میرا بازو پکڑ کے جھٹکا دے کر چھڑاتا تھا اور پھر خود مصافحہ کرنے لگ جاتا تھا اور وہ بھی ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ پھر اگلے آدمی کو بھی یہی کرنا پڑتا تھا۔ بہرحال حضور فرماتے ہیں کہ بڑی مشکل سے ہم وہاں سے نکلے۔ فرماتے ہیں غیروں کو بتانے کے لیے کہ اپنوں کو تو مَیں نہیں کہہ رہا۔ ان کو تو خلافت کا اور افراد جماعت کا جو تعلق ہے اس کا پتا ہے۔ لوگوں کو بتادوں کہ میں اتنا احمق نہیں کہ میں یہ سمجھنے لگ جاؤں کہ میری کسی خوبی کے نتیجہ میں پانچ چھ ہزار میل دور میری اس قسم کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی کہ جنہوں نے مجھے کبھی دیکھا نہ میرے حالات ہی زیادہ تر جانتے تھے۔ وہ لوگ بھی اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر مصافحے کے لئے آگے آ رہے تھے۔ یہ محبت اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔

(ماخوذ از خطبات ناصر جلد ششم صفحہ 547-548 خطبہ فرمودہ 22/ اکتوبر 1976ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ آتا ہے۔ آپؒ کہتے ہیں کہ

افریقہ میں جو عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں یہ پرانے واقفین کی قربانیوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو حیرت انگیز تبدیلیاں آج وہاں نظر آ رہی ہیں وہ ایسی عظیم الشان ہیں کہ ان کا تصور وہاں کی جماعتیں بھی نہیں کر سکتی تھیں کتنی حیرت انگیز ملک کے اندر تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ بعض احمدی بڑے بڑے صاحبِ تجربہ اور اپنے ملکوں کی حکومتوں میں بااثر انہوں نے مجھے بتایا کہ خود ہمیں بھی علم نہیں تھا کہ ہماری قوم احمدیت سے محبت اور تعاون میں اتنا آگے بڑھ چکی ہے اور اتنا زیادہ وہ اس وقت تیار ہے کہ اسے پیغام پہنچایا جائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ایک صاحب ان کا نام لینا مناسب نہیں۔ ان کے ملک کا نام بھی ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی یہ ہو کیا رہا ہے کہ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ہماری قوم کو کسی جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی ایسی خدمت کی توفیق ملے گی اور ایسے محبت کے اظہار کا موقع ملے گا۔ میرے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے یہاں حکومت کے سربراہوں کے ساتھ تو ہوتا دیکھا ہے۔ اور وہ بھی دنیاوی نظر سے

ہوتا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کے ساتھ ایسا سلوک نہیں دیکھا اور یہ بھی انہوں نے بتایا کہ اس میں ہماری جماعت کی کوششوں کا دخل نہیں ہے جو کچھ ہو رہا ہے غیب سے ہو رہا ہے اور حیرت انگیز طریق پر ہو رہا ہے۔

(ماخوذ از خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 134)

تو یہ سارا کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کردہ ہے۔ پھر حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ پاکستان کے متعلق ایک موقع پر ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، بعض برائیوں کی نشان دہی کی تھی کہ

"پاکستان میں بھی بعض خرابیاں مثلاً ویڈیو کیسٹ کے غلط استعمال سے متعلق شروع ہوئیں۔" آپؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک خطبے میں اعلان کیا تھا کہ بعض گندی رسمیں راہ پا رہی ہیں اس سے قومی اخلاق تباہ ہو جائیں گے اور گھروں کے امن اٹھ جائیں گے اور میاں بیوی کے وفا کے سلسلے ٹوٹ جائیں گے اور ان کے تعلقات میں رخنے پڑ جائیں گے، دراڑیں پڑ جائیں گی۔ ہرگز اس رجحان کو پنپنے نہ دیں۔

چنانچہ مجھے پاکستان سے جو خطوط ملے ان سے میرا دل" حضرت خلیفة المسیح الرابع فرماتے ہیں "پاکستان سے جو خطوط ملے ہیں ان سے میرا دل خدا کے حضور سجدہ ریز ہوا اور بار بار ہوا کہ وہ لوگ جو بعض بدیوں میں مبتلا تھے انہوں نے صاف لکھا کہ ہم ان غلط کاموں میں پڑ گئے تھے۔ اللہ کا احسان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے وابستہ ہیں اور براہ راست جب آپ کی آواز ہم تک پہنچی ہے تو یہ سارے جھوٹے بت توڑ کر ہم نے اپنے دلوں سے باہر پھینک دیے۔ تو جماعت میں" آپؒ فرماتے ہیں "جماعت میں نیکی کی آواز پر لبیک کہنے کا جو مادہ ہے یہ صداقت کی اصل روح ہے اور یہ صداقت کی روح کبھی کوئی جھوٹا دنیا میں نہیں بنا سکتا۔"

(خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 920)

پھر اب میرے وقت کی باتیں ہیں۔ 2004ء میں مَیں نے نائیجیریا کا دورہ کیا۔ دو دن کا دورہ تھا۔ پہلے پروگرام نہیں تھا۔ اتفاق سے اور مجبوری سے بن گیا کیونکہ فلائٹ وہاں سے ملتی تھی لیکن وہاں جا کے یہ احساس ہوا کہ یہاں آنا بڑا ضروری تھا۔ نہ آتے تو بڑا غلط ہوتا۔ کچھ عرصہ پہلے نائیجیریا جماعت کا جلسہ ہو چکا تھا اور لوگ بڑی تعداد میں اس جلسے میں وہاں شامل بھی ہو چکے تھے۔ یہ خیال نہیں تھا کہ میرے وہاں جانے پر دور دور سے لوگ آ سکیں گے لیکن صرف دو گھنٹے کے لیے وہ مجھے ملنے کے لیے آئے۔ وہاں لوگ آئے اور تقریباً تیس ہزار کے قریب مرد و زن جمع ہو گئے اور ان کے جو اخلاص و وفا کے نظارے تھے جو ہم نے دیکھے وہ بھی قابل دید تھے۔

خلافت سے اخلاص کا تعلق اور جو محبت ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے کبھی خلیفۂ وقت کو دیکھا بھی نہیں براہ راست جب دیکھا تو ایسا اظہار کیا کہ حیرت ہوتی تھی۔ واپسی کے وقت دعا میں بعض خواتین اور لوگ اتنے جذباتی تھے اور اس طرح تڑپ رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی اور یہ محبت صرف خدا تعالیٰ ہی پیدا کر سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی خاطر ہی ہو سکتی ہے۔ مولوی کہتے ہیں کہ ہم نے افریقہ کے فلاں ملک میں جماعت کے مشن بند کروا دیے اور فلاں میں ہمارے سے وعدے ہو چکے ہیں کہ مشن بند ہو جائیں گے اور یہ کر دیا اور وہ کر دیا۔ بڑی بڑیں مارتے رہتے ہیں لیکن ان سے کوئی پوچھے کہ یہ اخلاص و وفا جو وہاں کے لوگ دکھاتے ہیں اور یہ چہرے جو ایم ٹی اے

اب تو دنیا کو بھی دکھانے لگ گئی ہے اور پھر ہم خود بھی وہاں جا کر دیکھ رہے ہیں یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا یہ مشن بند کرانے کا نتیجہ ہے۔ بہرحال انہوں نے تو اپنی بڑیں مارنی ہیں مارتے رہیں لیکن یہ باتیں ہمارے ایمان کو مضبوط کرتی ہیں اور اس میں زیادتی کا باعث بنتی ہیں۔

(ماخوذ از خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 253-254)

گھانا کا دورہ تھا جو 2008ء کا دورہ تھا وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے ایک زمین خریدی ہے، بڑا وسیع رقبہ ہے تقریباً پانچ سو ایکڑ کے قریب وہاں جلسہ تھا اور اکثر احباب و خواتین میرے جانے سے پہلے پہنچ چکے تھے اور اس نئی جگہ پہ پہلے ایک پولٹری فارم ہوتا تھا اس کے شیڈ (shed) تھے اس کو بدل کر وہاں کی جماعت نے جلسے کے لیے کچھ رہائش بھی بنا دی تھی، کھڑکیاں دروازے لگا کر بیرک جیسی بن گئی تھیں لیکن اس کے باوجود جگہ کی تنگی تھی بہت سارے لوگ شامل ہوئے لیکن جو لوگ وہاں آئے ہوئے تھے کسی نے بھی اس جگہ کی تنگی کی شکایت نہیں کی۔ کوئی شکوہ نہیں کیا۔ جلسے میں ان میں بہت لوگ ایسے تھے جو بڑے اچھے کھاتے پیتے لوگ تھے، کاروباری لوگ تھے، سکولوں کے پڑھانے والے تھے، دوسرے کام کرنے والے تھے۔ اگر ان کو رہائش نہیں ملی تو باہر صف بچھا کر آرام سے سو گئے۔ ایک تو ویسے ہی اس گھانین قوم میں صبر ہے لیکن ان دنوں میں تو خاص طور پر انہوں نے بہت صبر دکھایا۔ کسی نے ایک دو ایسے لوگوں سے پوچھا جو اس طرح باہر پڑے ہوئے تھے کہ تمہیں بڑی تکلیف ہوئی ہو گی تو انہوں نے کہا ہم تو جلسہ سننے آئے ہیں اور خلیفۂ وقت کی موجودگی میں جلسہ ہو رہا ہے۔ دو دن کی عارضی تکلیف سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم خوش ہیں کہ اس جلسے میں شمولیت کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی۔

برکینا فاسو سے بھی لوگ وہاں آئے ہوئے تھے۔ دوسرے ہمسایہ ممالک سے آئے ہوئے تھے۔ مجھے پتا لگا کہ برکینا فاسو سے جو قافلہ آیا ہوا ہے بہت بڑا تھا ان میں بعض لوگوں کو کھانا نہیں ملا، تین ہزار کے قریب ان کی تعداد تھی۔ سب سے بڑی تعداد انہی کی تھی جو وہاں گئی تھی۔ تین سو خدام سائیکلوں پر بھی سولہ سو کلو میٹر کا سفر کر کے وہاں آئے تھے۔ بہرحال وہاں کے ایک مبلغ کو مَیں نے کہا ان کو کھانا نہیں ملا۔ ان سے معذرت کر دیں اور آئندہ آپ لوگوں نے ان کا خیال بھی رکھنا ہے۔ جب انہوں نے ان کو معذرت کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم جس مقصد کے لیے آئے تھے وہ ہم نے حاصل کر لیا۔ کھانے کا کیا ہے وہ تو روز کھاتے ہیں۔ اب یہ غریب لوگ بیچارے روز بھی کیا کھاتے ہوں گے۔ انہوں نے کہا جو کھانا ہم اس وقت کھا رہے ہیں، روحانی فائدہ اٹھا رہے ہیں وہ روز روز کہاں ملتا ہے۔ برکینا فاسو کی جماعت اب بھی اتنی پرانی نہیں ہے۔ جب میں دورے پر گیا ہوں تو اس وقت میرا خیال ہے دس پندرہ سال پرانی تھی۔ اب تیس سال پرانی ہو گئی ہو گی لیکن یہ لوگ اخلاص و وفا اور محبت میں ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ غربت کا یہ حال ہے کہ بعض لوگ ایک جوڑا جو کپڑے پہن کے آئے تھے وہی کپڑے ان کے پاس تھے، اسی میں تین چار دن یا پانچ دن یا ہفتہ گزارا اور پھر سفر بھی کیا۔ پیسے جوڑ جوڑ کے جلسے پر پہنچے تھے کہ خلافت جوبلی کا جلسہ ہے اور خلیفۂ وقت کی موجودگی میں ہو رہا ہے اس لیے ہم نے اس میں ضرور شامل ہونا ہے۔ پس ایسی محبت خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کون پیدا کر سکتا ہے۔ جو خدام سائیکلوں پر سوار ہو کر آئے تھے ان کے اخلاص کا اندازہ بھی اس بات سے ہوتا ہے کہ مختلف جگہوں پر پڑاؤ کرتے ہوئے سات دن مسلسل سفر کرتے رہے

اور یہاں پہنچے۔ ان سائیکل سواروں میں بعض پچاس ساٹھ سال کی عمر کے لوگ بھی تھے اور تیرہ چودہ سال کے دو بچے بھی شامل تھے۔ وہاں کے خدام الاحمدیہ کے جو صدر صاحب تھے، انہوں نے کسی کے پوچھنے پر کہ کس طرح ہوا؟ بڑی مشکل ہوئی ہو گی؟ جواب دیا کہ ابتدائی مسلمانوں نے اسلام کی خاطر بے شمار قربانیاں دی ہیں۔ ہم یہ چاہتے تھے کہ ہمارے خدام بھی ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار ہوں اور ہماری خواہش تھی کہ خلافت جوبلی کے سلسلے میں کوئی ایسا پروگرام کیا جائے جس سے خلافت کے ساتھ ہمارے اخلاص اور وفا کا اظہار ہو اور ہم خلیفۂ وقت کو بتائیں کہ ہم قربانی کے لیے تیار ہیں اور ہر چیلنج کے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جب یہ سائیکل سوار سفر شروع کرنے لگے تھے تو ٹی وی کے نمائندے نے وہاں ان سے پوچھا کہ سائیکل تو آپ لوگوں کے بہت خستہ حالت میں ہیں۔ یہاں کے یورپ کے سائیکلوں کی طرح تو نہیں۔ ٹوٹے ہوئے سائیکل ہیں اور عام سائیکل ہیں کس طرح اتنا بڑا سفر کریں گے تو جماعتی نمائندے نے ان کو کہا کہ اگرچہ سائیکل خستہ ہیں لیکن ایمان اور عزم ہمارا بہت بڑا ہے۔ ہم خلافت کے انعام کے شکرانے کے طور پر یہ سفر اختیار کر رہے ہیں اور جب نیشنل ٹی وی نے یہ خبر نشر کی تو اس ٹی وی نے اس خبر کا آغاز بھی اس طرح کیا، جو سرخی پڑھی گئی وہ اس طرح تھی کہ اللہ کی خاطر خلافت جوبلی کے لیے واگا سے اکرا کا سفر۔ واگا برکینا فاسو کا دارالحکومت ہے اور اکرا گھانا کا دارالحکومت ہے اور لکھا کہ اگرچہ سائیکل خستہ ہیں لیکن ایمان بہت ہی مضبوط ہے۔ اخبار نے جو خبر دی تو یہ سرخی جمائی۔

یہ احمدی کوئی پیدائشی احمدی نہیں ہیں، کوئی صحابہ کی اولاد میں نہیں ہیں بلکہ ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے بعض ایسے علاقوں کے رہنے والے ہیں جہاں کچی سڑکیں ہیں اور بعض جگہ سڑکیں بھی نہیں ہیں۔ ایسی جگہوں پر رہنے والے لوگ جہاں پانی بجلی کی سہولتیں بھی نہیں تھیں۔ ان لوگوں نے چند سال پہلے احمدیت قبول کر کے پھر اخلاص و وفا کے ایسے نمونے دکھائے کہ حیرت ہوتی ہے۔ بعض جگہ ان کو غربت و افلاس نے بالکل بے حال کیا ہوا ہے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی جماعت میں شامل ہو کر وہ اخلاص ان میں پیدا ہو گیا ہے کہ جہاں دین کا سوال پیدا ہوا یا جب بھی سوال پیدا ہو وہاں ان کے عزم چٹانوں کی طرح مضبوط ہیں اور ہر قربانی کے لیے تیار ہیں اور محبت سے لبریز ہیں۔ پس ہمیشہ ہمیں دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص و وفا کو بھی بڑھائے اور ہم سب کے اخلاص و وفا کو بڑھاتا چلا جائے۔

برکینا فاسو کے ایک دوست عیسیٰ صاحب تھے۔ انہوں نے کہا کہ مَیں نے 2005ء میں بیعت کی تھی اور جب ان سے پوچھا گیا تو اس وقت تین سال ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بتایا کہ تین سال تو ہو گئے ہیں لیکن مجھے آج پتا چلا ہے کہ میں کیا ہوں اور کتنا خوش قسمت ہوں اور میں نے کیا پایا ہے۔ اپنی خوشی کا اظہار میرے بیان سے باہر ہے کیونکہ آج میں نے خلیفۂ وقت کو دیکھا اور ملاقات کی۔ بعض کی خلافت سے محبت آنسوؤں کی شکل میں ان کی آنکھوں سے بہ رہی تھی۔ تو یہ اخلاص و وفا ہے جو نئی قائم ہونے والی جماعتوں میں ہے۔

(ماخوذ از خطبات مسرور جلد ششم صفحہ 183 تا 186)

گذشتہ سال کسی فتنہ پرداز کی وجہ سے کہ اس نے ایک غلط فہمی کو پکڑ کر فتنہ پھیلانے کی کوشش کی تو جماعت کے بعض مخلصین بھی، نوجوان مخلصین تو تھے لیکن نوجوانوں میں زیادہ تر اس کی باتوں میں آ گئے اور ان کا رویہ

ذرا عجیب ہو گیا۔ اپنے آپ کو احمدی کہتے تھے لیکن نظام سے علیحدہ ہو رہے تھے۔ بہرحال مالی سے میں نے ان کے ایک مقامی مبلغ معاذ صاحب کو وہاں بھیجا۔ انہوں نے وہاں جا کے ان کو سمجھایا۔ جب بتایا کہ تم ایک طرف کہتے ہو خلافت سے تمہارا تعلق ہے اور دوسری طرف نظام سے ہٹ رہے ہو تو یہ درست نہیں ہے تو تقریباً تمام نے معافی کے خطوط لکھنے شروع کر دیے اور انہوں نے کہا کہ ہم غلط فہمی کی وجہ سے اور تربیت کی کمی کی وجہ سے ان باتوں میں آ گئے تھے۔ ہمارا خلافت کے ساتھ وفا کا مکمل تعلق ہے اور ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ خلافت سے کبھی علیحدہ ہوں۔ چنانچہ دوبارہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظامِ جماعت کا حصہ بن گئے۔ تربیت کی کمی تھی تو اُکھڑے۔ جہاں احساس دلایا گیا تو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا اور خلافت سے کامل وفا کے تعلق کا اظہار کیا اور کہا کہ جب ہم علیحدہ تھے تب بھی ہم خلافت سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے۔ ہم تو بعض عہدے داروں سے علیحدہ ہوئے تھے۔ تو بہرحال یہ ان کی وفا اور اخلاص کا معیار ہے، تعلق ہے۔ اسی طرح گیمبیا سے آئے ہوؤں کا بھی یہی حال تھا۔ آئیوری کوسٹ سے لوگ آئے تھے۔ دوسرے ممالک سے آئے ہوئے تھے۔ ہر ایک اپنے اپنے انداز میں اخلاص اور وفا اور فدائیت میں بڑھا ہوا تھا۔

گھانا میں جلسے کے دوران پہلے بھی مَیں بیان کر چکا ہوں لمبا فاصلہ تھا۔ جلسہ گاہ سے لے کے جہاں ہماری رہائش تھی۔ وہاں اس تک پہنچنے میں سڑک ذرا بل کھاتی جاتی تھی۔ اس لئے ایک کلومیٹر زائد بن جاتا تھا۔ عورتیں مرد کھڑے ہوتے تھے۔ عورتوں نے بچوں کو اٹھایا ہوتا تھا اور سلام کرواتی تھیں۔ محبت کا ایک اظہار ہو رہا ہوتا تھا، محبت ٹپک رہی ہوتی تھی۔ خلافت جوبلی کے جلسے میں وہاں عورتوں کی تعداد بھی تقریباً پچاس ہزار تھی اور سب خلافت سے اخلاص و وفا کا اظہار کر رہے تھے اور ان کی محبت ان کی آنکھوں سے، ان کے رویے سے، ان کی شکلوں سے، ان کے چہروں سے ٹپک رہی ہوتی تھی۔ پھر یہ سب لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا بھی جانتے ہیں۔ نمازوں میں بھی اور تہجد میں بھی بڑی باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے۔

نائیجیریا میں جب دوسری دفعہ گیا ہوں تو بینن سے بائی روڈ (by road) گیا تھا یا یہ پہلی دفعہ والا ہی قصہ ہے۔ غالباً 2004ء کا ہی ذکر ہے، بہرحال راستے میں ایک جگہ تھی وہاں رکنا تھا۔ پہلے تو پروگرام نہیں تھا لیکن انہوں نے کہا کہ مسجد نئی بنی ہے دیکھ لیں تو وہاں لوگ موجود تھے۔ ان سب کی مردوں کی بچوں کی یہ خواہش تھی کہ مصافحہ ہو جائے۔ عورتیں چاہتی تھیں قریب سے دیکھ لیں۔ وقت کی کمی کی وجہ سے مصافحہ تو ممکن نہیں تھا لیکن جو زور لگا کے کر سکتے تھے انہوں نے کر بھی لیا۔ اس رَش میں ایک وقت بڑا دباؤ پڑ گیا تھا تو ہمارے قافلے کے ایک ساتھی نے کسی عورت کو کہہ دیا پیچھے ہٹ جاؤ۔ تو بڑے غصے میں وہ عورت آئی اور لگتا تھا غصے میں اس شخص کو اٹھا کر باہر پھینک دے گی کہ تم ہوتے کون ہو کہ میرے اور خلیفۂ وقت کے درمیان میں حائل ہو جاؤ۔ تو بہرحال یہ ان کے جذبات تھے۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں خاموش ہونے کے لیے کہا اور کہا بیٹھ جائیں۔ تب وہاں سینکڑوں کی تعداد میں جو احمدی تھے وہ خاموش ہوئے اور بیٹھ گئے۔ یہ ہے ان کا خلافت سے تعلق۔

(ماخوذ از خطبات مسرور جلد ششم صفحہ 190-191)

امریکہ کو دنیا سمجھتی ہے کہ وہاں صرف مادی سوچ رکھنے والے لوگ ہیں اور دین سے ان کا تعلق کم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی اپنے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح ایک دفعہ ان کو ایک خطرے کا خط ملا تھا۔ امکان تھا۔ جب بات باہر نکلی تو اس پر وہاں کے دو سیکیورٹی کے ماہرین احمدی تھے وہ خود ہی پہنچ گئے اور ساری رات باہر رہ کر پہرہ دیتے رہے۔ تو بہر حال امریکہ والوں میں بھی بڑا اخلاص ہے۔ میرے دورے کے دوران جب بھی مَیں وہاں دورے پہ گیا ہوں انہوں نے ہمیشہ اخلاص و وفا کا اظہار کیا ہے۔ یہاں بھی امریکہ سے وفود آتے ہیں وہ بھی اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ کس طرح ان کو خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق ہے اور ان کا عمل اس بات کو ردّ کرتا ہے کہ وہ صرف دنیا داری میں ملوّث ہیں۔ نوجوان ڈیوٹی دینے والوں نے مستقل میرے ساتھ رہ کر اپنا وقت گزارا ہے، وہ سفر میں ساتھ رہے اور اپنے کاروباروں کو اور نوکریوں کو بعضوں نے داؤ پر لگا دیا، کوئی پروا نہیں کی۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے بتایا کہ ہماری نوکریاں شروع ہوئی تھیں اور جلسے کے لیے آپ سے ملاقات کے لیے رخصت نہیں مل رہی تھی تو ہم نوکریاں چھوڑ کر آ گئے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 424)

کینیڈا کے خدام ہیں ان کا بھی یہی رویہ ہے۔ نوجوان ہیں، بچے ہیں، عورتیں ہیں۔ دنیا میں چاہے امریکہ ہو یا کینیڈا ہو یا یورپ کا کوئی ملک ہو، ہر جگہ اخلاص و وفا کے نمونے دکھائے جاتے ہیں اور یہ اخلاص و وفا کوئی انسانی کوشش پیدا نہیں کر سکتی۔ چند سال پہلے جرمنی میں مَیں نے ایک خطبہ دیا تھا جس میں خلافت کے ساتھ اطاعت اور وفا کا مضمون بیان کیا تھا۔ وہ صرف جرمنی والوں کے لیے نہیں تھا بلکہ وہ تو ہر ایک کے لیے تھا اور ہونا چاہیے لیکن وہاں کے حالات کی وجہ سے چند مثالیں میں نے جرمنی کی دے دی تھیں۔ بہر حال اس پر دنیا بھر کے احمدیوں نے ردّ عمل دکھایا اور فوری طور پر خلافت کی کامل اطاعت اور مکمل وفا کا اظہار کیا۔ جرمنی والوں نے بھی اسی طرح اظہار کیا اور جرمنی میں تو خاص طور پر بعض نے اس بات پر اظہار کیا کہ ہم میں سے بعض عہدے دار بعض ہدایات کی تاویلیں اور توجیہیں نکالنے لگ جاتے ہیں اور آئندہ ان شاء اللہ ایسا نہیں ہو گا۔ اللہ کرے کہ وہ اس پر قائم بھی رہیں اور دنیا کے ہر ملک میں یہ قائم رہیں۔

(ماخوذ از خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 369)

اردن سے قاسم صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی سب سے خوبصورت اور عظیم دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خلافت کی محبت اور اطاعت میرے دل میں خود پیدا کر دی ہے۔ کہتے ہیں چند سال قبل جب میں نے بیعت کا فیصلہ کیا تو میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ کیا واقعی جماعت اب تک حق پر ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقصد پر گامزن ہے یا نہیں؟ اس وقت تک مجھے خلافت کا کچھ علم نہ تھا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے خواب میں مجھے دکھایا کہ خلیفۃ المسیح سلامتی اور امن پھیلا رہے ہیں اور لڑائی جھگڑا کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں میں نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ پر رکھا" یہ خط وہ مجھے لکھ رہے ہیں۔ "اور انگوٹھی کو بوسہ دیا۔ اس وقت میں نے آپ کی شفقت اور مہربانی کو محسوس کیا اور میرے دل میں آپ کے لئے غیر معمولی محبت پیدا ہو گئی جو دن بدن بڑھ رہی ہے۔ میں تجدید بیعت کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی اطاعت سے

نکلنے والے ہر شخص سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔"

(جلسہ سالانہ برطانیہ 2017ء سے دوسرے روز بعد دوپہر کا خطاب، الفضل انٹرنیشنل 6/ اپریل 2018ء صفحہ 15)

پھر بلغاریہ ہے وہاں ہمارے مخالفین نے مخالفت کی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اب بڑے عرصے کے بعد جا کے جماعت رجسٹرڈ ہوئی ہے۔ ایک دفعہ رجسٹریشن کینسل ہو گئی تھی۔ بعض احمدی احباب کو بلغاریہ کے مفتی نے لالچ وغیرہ دے کر جماعت سے انکار کرنے کے لیے بھی کہا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام احمدی نہ صرف یہ کہ ایمان پر قائم ہیں بلکہ پہلے سے بڑھ کر اخلاص کا نمونہ دکھا رہے ہیں اور خلافت احمدیہ کے ساتھ وفا کا تعلق ثابت کر رہے ہیں۔ ایک خاتون تھیں ان کے پاس تین افراد گئے اور جماعت سے انکار اور اپنے ساتھ شامل ہونے پر مدد کا بھی کہا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اس خاتون نے، اس مجاہدہ نے بڑے زور سے کہا کہ احمدیت سچی ہے اور مَیں اپنے خلیفہ سے مل کے آئی ہوں اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ نے مجھے تین چار خوابیں دکھائی ہیں اور بتا دیا ہے کہ یہ جماعت سچی ہے۔ اس لیے اب اسے چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ماخوذ از اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 30/ جون 2013ء۔ الفضل انٹرنیشنل جلد 20 شمارہ 44 مورخہ یکم نومبر تا 07 نومبر 2013ء صفحہ 14)

بینن کے آج کل جو مبلغ انچارج ہیں وہ لکھتے ہیں کہ نومبائعین کے جلسے میں ایک نومبائع رزاق صاحب نے نومبائعین کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کے نظام میں کسی کو مسئلہ ہو تو وہ چیف کے پاس جاتا ہے۔ نہ بات بنے تو تحصیلدار کے پاس جاتا ہے۔ پھر میئر کے پاس جاتا ہے۔ پھر وزیر کے پاس جاتا ہے پھر صدر مملکت کے پاس اور وہ بھی پتا نہیں آپ کی بات سنے یا نہ سنے، کام کرے یا نہ کرے لیکن جماعت احمدیہ کا نظام تو کمال ہے جماعت احمدیہ کے پاس تو خلیفہ ہے جو ہر ایک کی بولی سمجھتے ہیں اور ہر رنگ و نسل کو نوازتے ہیں۔ کہنے لگے یہ خلافتِ احمدیہ کی ہی برکت ہے کہ ہم قرآن پڑھنے لگ گئے ہیں اور وہ اسلام جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے وہ آج ہم تک پہنچ گیا ہے۔

فرانس سے لیلیٰ صاحبہ کہتی ہیں میں نے 2017ء میں بیعت کی تھی۔ ہر صبح آپ کا خط پڑھتی ہوں جس نے میری زندگی بدل کے رکھ دی ہے۔ آپ کی حفاظت اور تائید اور نصرت کے لیے تمام نمازوں میں دعا کرتی ہوں۔ اب یہ دعا کی تحریک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی ہوئی ہے۔ بیعت کے بعد ایک نئی انسان بن گئی ہوں۔

مالی کے ریجن ساں (San) کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ہماری ایک جماعت وولوں (Wolon) کے ایک ممبر عبدالرحمٰن کولیبالی صاحب ہیں۔ وفات پا گئے ہیں۔ انہوں نے کچھ عرصہ قبل اپنے بچوں کو جمع کر کے وصیت کی کہ اگر میں جوان ہوتا اور چل پھر سکتا تو میں جماعت کے مشن میں جا کر بیٹھ جاتا اور جماعت مجھے جو بھی کام دیتی وہ کرتا اور اس کے ساتھ انہوں نے اپنے بچوں کو نصیحت کی کہ ان کا دو ماہ کا چندہ رہتا ہے ان کو ان کی زندگی کا پتا نہیں لیکن وہ ضرور ادا کر دیا جائے تا کہ میں قرض دار ہونے کی صورت میں اس دنیا سے نہ جاؤں۔ تیسری انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت یہ کی کہ خلافت سے وفادار رہنا اور اس سے بے وفائی نہ کرنا اور ہمیشہ چندے دیتے رہنا۔

گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک خاتون رحمت جالو صاحبہ ہیں انہوں نے بیعت کی۔ جب انہیں

خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کا بتایا تو انہوں نے اسی وقت سوڈلاسی ادا کر دیے۔ ان کی چھوٹی سی دکان ہے۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ دیتی ہیں اور کہنے لگیں کہ مَیں تو صرف اللہ اور خلیفۂ وقت کا پیار چاہتی ہوں۔ یہ تعلق اور محبت ہے جس کی وجہ سے میں دیتی ہوں اور خدا کی خاطر قربانی دے رہی ہوں۔

تاجکستان کے دوست عزت امان صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب میری والدہ کی عمر بہتّر سال تھی تو شدید بیمار ہو گئیں۔ پہلے ہی کئی سالوں سے دل کے عارضہ اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے بیمار رہتی تھیں لیکن اس بیماری کی وجہ سے ان کی صحت بہت کمزور ہو گئی اور ڈاکٹر کی باتوں سے ہم رشتے داروں میں مایوسی پھیل گئی۔ کہتے ہیں خلیفۃ المسیح کے ساتھ ملاقات اور اس تعلق کی وجہ سے مجھے یقین تھا کہ میں دعا کے لیے کہوں گا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ بہرحال کہتے ہیں جب مَیں نے لکھا تو دعاؤں کے ساتھ ہومیوپیتھک دوائیاں بھی مجھے ملیں۔ میری والدہ ٹھیک ہو گئیں اور اس وقت جب انہوں نے لکھا تھا میری والدہ کی عمر اناسی سال ہے اور وہ حج کا ارادہ بھی رکھتی ہیں اور یہ خلافت کے ساتھ تعلق اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندگی دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان اور یقین پیدا کرنے کے لیے ایسے نظارے دکھا دیتا ہے تا کہ بتائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اور سچ تھا۔

ایک احمدی بچے کی خلافت سے محبت کا واقعہ طاہر ندیم صاحب لکھتے ہیں کہ ترکی کے دورے کے دوران ایک احمدی دوست کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ بیٹھے ہی تھے کہ ان کا تین چار سال کا بچہ آیا اور سلام کر کے میرے کان میں کچھ کہنے لگا۔ کان میں کہنے لگا کہ میں نے حضور کو خط بھجوانا ہے۔ کیا آپ لے جائیں گے؟ میں نے کہا ٹھیک ہے لے جاؤں گا کیوں نہیں۔ اس پر وہ بچہ کاغذ پر دو لائنیں، الٹی سیدھی لکیریں کھینچ کر لے آیا۔ میں نے اس سے پوچھا خط میں کیا لکھا ہے؟ کہنے لگا میں نے لکھا ہے کہ حضور مجھے آپ سے محبت ہے۔ کہتے ہیں میں نے یہ خط یہاں دے دیا۔ اس کا جواب بھی میری طرف سے چلا گیا۔ جب اس بچے کو جواب ملا ہے تو اس کے والد کے بقول اس کی بھی اور اس کے باقی سب گھر والوں کی بھی خوشی دیدنی تھی۔

اسی طرح ایک اَور بچے کی مثال ہے۔ میسیڈونیا کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ گذشتہ دنوں بوسنیا کے دورے کے دوران میری ایک دوست سے واقفیت ہوئی۔ پاکستانی دوست تھے تبلیغی گفتگو ہوئی۔ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس نے بتایا کہ کچھ عرصہ قبل دبئی ایئرپورٹ پر ان کی ملاقات ایک فیملی سے ہوئی تھی جن کی ایک تین چار سالہ بچی کہہ رہی تھی ہم سب کو نماز پڑھنی چاہیے اور سچ بولنا چاہیے۔ جب مجھے پتا چلا کہ اس فیملی کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے تو میں نے اس بچی سے پوچھا کہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ تو کہنے لگی کہ لندن میں پیارے حضور سے ملنا چاہتی ہوں۔ کہتا ہے کہ اس بات نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا کہ اتنی چھوٹی عمر ہے اور اس کی سب سے بڑی خواہش خلیفہ سے ملاقات کرنا ہے۔

اسی طرح آج کل بچوں کی ایک گیم تھی۔ اس پر جب میں نے روکا کہ نہیں کھیلنی اس سے بعض دفعہ غلط عادتیں پڑ جاتی ہیں تو والدین پہلے تو پریشان ہوئے کہ ہم کس طرح بچوں کو روکیں گے لیکن اکثر والدین نے مجھے لکھا

کہ آپ کا خطبہ سننے کے بعد بچوں نے خود آ کر ہمیں کہا کہ کیونکہ اب خلیفۂ وقت کی طرف سے آ گیا ہے کہ نہیں کھیلنا تو ہم نہیں کھیلیں گے اور اب بھی اکثر مجھے خط آتے ہیں۔ لوگ لکھتے ہیں کہ کیا ہم یہ کھیل اب اتنی دیر کھیل سکتے ہیں یا کر سکتے ہیں یعنی کہ ان میں ایک احساس ہے کہ خلیفۂ وقت کے ساتھ جو تعلق ہے اس کی وجہ سے ہم نے دھوکا نہیں دینا اور وہ کام کرنا ہے جو خلیفۂ وقت ہماری بہتری کے لیے چاہتا ہے۔

ہونڈوروس کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک مقامی احمدی "پرسی موریو" مختلف مسائل کا شکار تھے۔ ان کے حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے کہا کہ اپنی پریشانیوں کے حوالے سے دعا کے لیے خلیفۂ وقت کو خط لکھیں۔ جب انہوں نے خط لکھا تو کہتے ہیں کہ ان کے اکثر مسائل خود بخود حل ہونا شروع ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ اس سے مجھے ایک غیبی طاقت ملی ہے اور خلافت پہ میرا یقین اور اعتماد بڑھا ہے۔

مراکش سے اَفَارِی صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے میرے دل اور زندگی کو رحمت اور برکت سے منور کر دیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے۔ مجھے آپ کو دیکھ کر نشہ سا ہونے لگتا ہے۔ ایک عجیب و غریب احساس ہوتا ہے۔ میں نہ کبھی آپ کے ساتھ بیٹھا نہ کبھی بات کی۔ یقیناً یہ خدا کی عطا کردہ اور سچی محبت ہے۔ اللہ آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔

پھر یمن سے ایمان صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ مجھے حضور سے اپنے آپ، اپنے بچوں اور اپنے اہل اور سب لوگوں سے زیادہ محبت ہے۔ اس سے میرے دل کی تسکین اور سرور کا سامان ہوتا ہے اور پھر مجھے امید بھی ہوتی ہے کہ ان شاء اللہ حالات درست ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور آپؑ کے بعد خلافت اس لیے قائم ہوئی کہ بگاڑ کی اصلاح ہو اور ہمارے ہمومِ دنیا سے بوجھل دلوں میں امید پیدا ہو۔ میری حالت تو ایسی ہے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے خدا! اگر تُو ہم سے ناراض نہیں تو پھر ہمیں اَور کسی بات کی پروا نہیں۔ میری خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ مَیں ان خوش قسمتوں میں سے ہوں جن سے آپ محبت کرتے ہیں اور جن سے اور جن کی ازواج اور اولاد سے آپ خوش ہیں۔

پھر توفیق صاحب تیونس سے ہیں۔ یہ لکھتے ہیں ہمیں آپ سے محبت ہے۔ ہم آپ کی کشتی پر سوار ہیں اور اس میں تربیت پائی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے چشمہ سے کھایا پیا۔ ہم اپنے عہد پر قائم ہیں۔ آپ کے ساتھ جڑے بغیر ہماری اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ہم دنیا نہیں چاہتے صرف یہ تمنا ہے کہ ہمارے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں اس مبارک جماعت کی پیروی کی برکت سے کامیاب ہو گیا۔ عہد پر قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق ملے اور مسلمانوں کے اتحاد کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

بہرحال یہ چند مثالیں میں نے دی ہیں جو اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ دلوں میں اخلاص و وفا کا تعلق اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور کوئی دنیاوی طاقت اسے چھین نہیں سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا ہوتے تم دیکھو گے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے اکثریت کو ان وعدوں کو پورا ہوتے دیکھنے کی توفیق ملے۔

اب ایم ٹی اے کے بارے میں بھی مَیں ایک اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا میں پھیلانے کے بارے میں تھا۔ بہرحال 27؍ مئی سے، یوم خلافت والے دن سے ایک نئی ترتیب کے ساتھ یہ چینل شروع کیے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل میں بیان کر دیتا ہوں۔ شروع میں بعض جگہ امریکہ میں خاص طور پر کچھ تھوڑی سی مشکل بھی پیش آئی تھی لیکن اب امید ہے حل ہو گئی ہو گی۔ لیکن بہرحال اس نظام کے ساتھ جو شروع کیا گیا ہے میں یہ کچھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مختلف ریجنز کے اعتبار سے ایم ٹی اے کو آٹھ چینلز میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

ایم ٹی اے وَن جو ہے یہ چینل عموماً یوکے اور یورپ کے بعض علاقوں کے ناظرین کے لیے ہو گا۔ اس چینل کی مین لینگویج (main language)، جو زبانیں ہیں وہ انگریزی اور اردو ہوں گی۔ اسی چینل پر انگریزی اور اردو زبانوں کے پروگرام نشر کیے جائیں گے نیز بعض دوسری زبانوں کے پروگرام بھی انگریزی اور اردو ترجمے کے ساتھ نشر کیے جائیں گے۔ میرے لائیو نئے ریکارڈڈ پروگرام بھی اسی چینل کے پروگرام MTA 1 ورلڈ کے طور پر باقی تمام چینل پر بھی نشر ہوں گے۔

MTA 2 یورپ۔ یہ چینل یورپ اور مڈل ایسٹ کے ممالک کے ناظرین کے لیے ہو گا۔ اس پر اردو، انگریزی، ٹرکش، فرنچ، سپینش، جرمن، ڈچ، رشین اور Persian (فارسی) زبانوں کے پروگرام نشر کیے جائیں گے۔ اس پر اس وقت مختلف زبانوں کی دو دو گھنٹے کی سروسز چلتی ہیں۔ مذکورہ بالا زبانوں کے پروگراموں کا اسی طرح پر اضافہ کر دیا جائے گا۔

MTA 3 العربیۃ۔ یہ چینل اسی طرح چلتا رہے گا جس طرح اس وقت چل رہا ہے۔ اس چینل کی مین (main) زبان عربی ہو گی۔

MTA 4 افریقہ۔ یہ چینل مشرقی افریقہ اور مغربی افریقہ کے ممالک کے ناظرین کے لیے ہو گا۔ اس چینل کی مین لینگویج یا مین لینگویجز انگریزی، فرنچ اور سواحیلی ہوں گی اور انہی زبانوں کے پروگرام اس پر نشر کیے جائیں گے۔

MTA 5 افریقہ۔ یہ چینل مغربی افریقہ کے ممالک کے ناظرین کے لیے ہو گا۔ اس چینل کی جو مین زبان ہے وہ انگریزی ہو گی۔ اس کے علاوہ کریول، ہاؤسا، چوئی اور یوروبا زبانوں کے پروگرام بھی نشر کیے جائیں گے۔

MTA 6 ایشیا۔ یہ چینل ایشیا سیٹ پر ہو گا اور ایشیا، فار ایسٹ، انڈونیشیا، جاپان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور رشیا وغیرہ ممالک کے ناظرین کے لیے ہو گا۔ اس چینل کی جو مین زبانیں ہیں وہ اردو، انگریزی اور انڈونیشین ہوں گی۔ اس پر اردو، انگریزی، بنگالی، پشتو، سندھی، سرائیکی، فارسی، انڈونیشین اور رشین زبانوں کے پروگرام نشر کیے جائیں گے۔ پہلے بھی اس طرح ہو رہے ہیں لیکن وقت کے حساب سے ان کی اس طرح تھوڑی سی تقسیم کر دی گئی ہے۔ متعلقہ ملکوں کو وہ پروگرام مل چکے ہوں گے۔

MTA 7 ایشیا۔ یہ HD چینل ہے، چھوٹی ڈش پر دیکھا جائے گا۔ یہ انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال وغیرہ ممالک کے ناظرین کے لیے ہو گا۔ اس چینل کی جو زبانیں ہیں وہ اردو، بنگالی اور ہندی ہوں گی۔ ان

کے علاوہ اس پر تامل اور ملیالم زبانوں کے پروگرام بھی نشر کیے جائیں گے۔

MTA 8 امریکہ۔ یہ چینل امریکہ، نارتھ امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کے ناظرین کے لیے ہوگا۔ پہلے بھی یہ چل رہا ہے۔ اس میں تھوڑی سی ترتیب بدلی گئی ہے۔ تھوڑی سی تبدیلی کی گئی ہے۔ بہرحال اصل میں تو اصولی طور پر یہ وہی سارے چینل اسی طرح جاری ہیں جس طرح پہلے جاری تھے۔ بہرحال یہ جو اس میں ایم ٹی اے آٹھ امریکہ کا نام دیا گیا ہے یہ امریکہ، نارتھ امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کے ناظرین کے لیے ہوگا۔ چینل کی زبانیں انگریزی اور اردو ہوں گی۔ اس کے علاوہ فرنچ اور سپینش زبانوں کے پروگرام بھی اس پر نشر کیے جائیں گے۔

ایم ٹی اے کے جو لائیو پروگرام ہیں۔ ان میں ایم ٹی اے کے درج ذیل لائیو پروگرام مختلف چینلز پر نشر ہوں گے:

راہ ھدیٰ، الحوار المباشر اور بنگلہ پروگرام ایم ٹی اے کے تمام چینلز پر۔ ان پروگراموں کا ترجمہ ان چینلز کی مین لینگوئجز کے ساتھ نشر کیا جائے گا اور پھر ایم ٹی اے جرنل (Journal)، اسلام سوئسٹین (Sesiyetin) یہ جرمنی کی زبانیں ہیں یا الفاظ ہیں۔ یہ MTA 2 یورپ پر نشر کیے جائیں گے۔ Horizen de Islam یہ ایم ٹی اے 1، ایم ٹی اے 2 یورپ، ایم ٹی اے 4 افریقہ اور ایم ٹی اے 5 افریقہ پر اس چینل کی مین لینگوئج کے ساتھ فرنچ میں نشر کیا جائے گا۔ اس کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ آتا رہے گا اور اسی طرح انتخابِ سخن وغیرہ کے جو پروگرام ہیں وہ بھی ایم ٹی اے 1 پر اور ایم ٹی اے 2 پر یورپ پر ایم ٹی اے 6 ایشیا پر اور ایم ٹی اے 7 ایشیا پر نشر ہوگا۔

بہرحال چینلوں کے حساب سے بھی یہ تھوڑی سی تبدیلی کی گئی ہے اور شاید بعض دفعہ سیٹنگ میں بھی عموماً کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ پہلے ہی چل رہے ہیں۔ اسی طرح مختلف چینلوں کو اس حساب سے یہ نام دیے گئے ہیں۔

بہرحال یہ جو نظام بنایا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے اور ایم ٹی اے کو پہلے سے بڑھ کر اسلام کا حقیقی پیغام دنیا کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19/جون 2020ء جلد 27 شمارہ 49 صفحہ 05 تا 10)

23

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ جون 2020ء بمطابق 05/ احسان 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج مَیں پھر صحابہؓ کا، بدری صحابہؓ کا ذکر کروں گا۔ ان میں سے جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت صُہَیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت صُہَیب کے والد کا نام سِنَان بن مالک اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت قَعِید تھا۔ حضرت صُہَیب کا وطن موصَل تھا۔ حضرت صُہَیب کے والد یا چچا کسریٰ کی طرف سے اُبُلَّہ کے عامل تھے۔ اُبُلَّہ دَجلہ کے کنارے ایک شہر ہے جو بعد میں بَصرہ کہلایا۔ رومیوں نے اس علاقے پر حملہ کیا تو انہوں نے حضرت صُہَیب کو قیدی بنا لیا جبکہ وہ ابھی کم عمر تھے۔ ابوالقاسم مغربی کے مطابق حضرت صُہَیبؓ کا نام عُمیرہ تھا، رومیوں نے صُہَیب نام رکھ دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ169-170 صُھَیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت2017ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد4 صفحہ33-34 صُھَیب بن سنان، دارالفکر بیروت 2001ء)(معجم البلدان جلد1 صفحہ 99 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت صُہَیب کا رنگ نہایت سرخ تھا۔ قد نہ لمبا تھا اور نہ ہی چھوٹا اور سر پر گھنے بال تھے۔

(اسد الغابہ جلد3 صفحہ 41 صُھَیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت2016ء)

حضرت صُہَیبؓ نے رومیوں میں پرورش پائی۔ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ کَلب نے انہیں رومیوں سے خرید لیا (یہ ایک اَور شخص تھا) اور انہیں لے کر مکہ آ گیا۔ پھر عبداللہ بن جُدعَان نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت صُہَیب عبداللہ بن جدعان کی وفات تک اس کے ساتھ مکے میں رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو گئی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت صُہَیب کی اولاد کہتی ہے کہ حضرت صُہَیب جب عقل و شعور کی عمر کو پہنچے تو روم سے بھاگ کر مکے آ گئے اور عبداللہ بن جدعان کے حلیف بن گئے اور ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ170 صُھَیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت2017ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ "ایک غلام صُہَیبؓ تھے جو روم سے پکڑے ہوئے آئے تھے۔ یہ عبداللہ بن جُدعان کے غلام تھے جنہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپؐ کے لیے انہوں نے کئی قسم کی تکالیف اٹھائیں۔"

(تفسیر کبیر جلد6 صفحہ 443)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اس ضمن میں بیان فرمائی کہ قرآن کریم میں جو ہے

کہ کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں یا غلاموں کی مدد سے بنالیا ہے تو اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ یہ غلام تو مسلمان ہونے کی وجہ سے مصائب اور ظلموں کا نشانہ بنے تو کیا انہوں نے یعنی ان غلاموں نے ان تکلیفوں کو اپنے اوپر وارد کرنے کے لیے، سہیڑنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی اور پھر نہ صرف یہ کہ چھپ کے مدد کی یہ ظاہر بھی ہوا اور پھر نہایت ثابت قدمی سے مصائب اور ظلم برداشت بھی کیے تو اس بات کو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ یہ انتہائی بودا اعتراض ہے۔ یہ تو ان مومنین کا، ان لوگوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان تھا جس نے انہیں ثابت قدم رکھا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام سیکھا اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر ایمان لائے تو بہر حال اس ضمن میں یہ بیان تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 441 تا 443)

حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں صُہَیبؓ سے دارِ ارقم کے دروازے پر ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ صُہَیبؓ نے مجھ سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپؐ کا کلام سنوں۔ حضرت صُہَیبؓ نے کہا کہ مَیں بھی یہی چاہتا ہوں۔ حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ پھر ہم دونوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا جس پر ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم سارا دن وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہم نے شام کی۔ پھر ہم وہاں سے چھپتے ہوئے نکلے۔ حضرت عمارؓ اور حضرت صُہَیبؓ نے تیس سے زائد افراد کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 171 صُهَيب بن سنان، دار الکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام لانے میں سبقت رکھنے والے چار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں عرب میں سبقت رکھنے والا ہوں۔ صُہَیبؓ روم میں سبقت رکھنے والا ہے۔ سلمانؓ اہلِ فارس میں سبقت رکھنے والا ہے۔ اور بلالؓ حبش میں سبقت رکھنے والا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 39 صُهَيب بن سنان، دار الکتب العلمیہ بیروت 2016ء)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ پر شریعت اتری تھی اور ابو بکرؓ اور عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور صُہَیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے چچا ابو طالب کے ذریعہ محفوظ رکھا اور ابو بکر کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعہ سے محفوظ رکھا۔ اس بارے میں گذشتہ خطبے میں مَیں وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ راوی کا خیال ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان ظلموں کا نشانہ بننا پڑا تھا۔ گو شروع میں کچھ بچت ہوئی لیکن پھر بننا پڑا۔ بہر حال راوی کہتا ہے کہ باقیوں کو مشرکوں نے پکڑ لیا اور لوہے کی زرہیں پہنائیں اور انہیں دھوپ میں جلاتے تھے۔ پس ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے ان کے ساتھ جس بات پر وہ چاہتے تھے موافقت نہ کرلی ہو سوائے بلالؓ کے کیونکہ ان پر اپنا نفس اللہ کی خاطر بے حیثیت ہو

گیا تھا اور وہ اپنی قوم کے لیے بھی بے حیثیت تھے۔ وہ ان کو پکڑتے اور لڑکوں کے سپرد کر دیتے اور انہیں مکے کی گھاٹیوں میں گھماتے پھرتے اور بلالؓ اَحَد، اَحَد کہتے جاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل سلمان و ابی ذر و مقداد، حدیث نمبر 150)

بہرحال سختیاں تو ان سب نے برداشت کی تھیں جیسا کہ مَیں نے کہا اور ہر ایک نے اپنے ایمان پر ثابت قدمی کا اظہار کیا لیکن بہرحال حضرت بلالؓ کے بارے میں جو روایت ہے وہ یہی ہے کہ آپؓ کو بہت زیادہ ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔

پھر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صُہَیبؓ ان مومنین میں سے تھے جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور جنہیں مکے میں اللہ کی راہ میں اذیّت دی جاتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 171 صُهَيب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

تکلیفوں سے ان کو بھی بہت زیادہ گزرنا پڑا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمار بن یاسرؓ کو اتنی تکلیف دی جاتی کہ انہیں معلوم نہ ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہی حالت حضرت صُہَیبؓ، حضرت ابو فَائِدؓ، حضرت عامر بن فُہَیرہؓ اور دیگر اصحاب کی تھی۔ ان اصحاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(النحل: 111)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 34 صُهَيب بن سنان، دارالفکر بیروت 2001ء)

پھر تیرا رب یقیناً ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ فتنہ میں مبتلا کیے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ایک روایت کے مطابق مدینے کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے جو سب سے آخر پر آئے وہ حضرت علیؓ اور حضرت صُہَیب بن سنانؓ تھے۔ یہ نصف ربیع الاوّل کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قُبا میں قیام پذیر تھے ابھی مدینہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 172 صُهَيب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صُہَیبؓ جب ہجرتِ مدینہ کے لیے نکلے تو مشرکین کے ایک گروہ نے آپؓ کا تعاقب کیا تو اپنی سواری سے اترے اور ترکش میں جو کچھ تھا وہ نکال لیا اور کہا اے قریش کے گروہ! تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ماہر تیر اندازوں میں سے ہوں۔ اللہ کی قسم! تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ جتنے تیر میرے پاس ہیں وہ سب تمہیں مار نہ لوں۔ پھر مَیں اپنی تلوار سے تمہیں ماروں گا یہاں تک کہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہ رہے۔ لہٰذا تم لوگ جو چاہو کرو اگر میرا مال چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے مال کے بارے میں بتا دیتا ہوں کہ میرا مال کہاں ہے اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت صُہَیبؓ نے بتا دیا اور جب وہ، حضرت صُہَیبؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سودے نے ابو یحیٰ کو فائدہ پہنچایا۔ سودا نفع مند ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ (البقرۃ:208)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 171-172 صُهَيب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صُہیب مکہ سے ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ قبا میں تھے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ یعنی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے۔ اس وقت ان سب کے سامنے تازہ کھجوریں تھیں جو حضرت کلثوم بن ہِدمؓ لائے تھے۔ راستے میں حضرت صُہَیبؓ کو آشوب چشم ہو گیا تھا، آنکھوں کی تکلیف ہو گئی تھی اور انہیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ سفر کی وجہ سے تھکان بھی تھی۔ حضرت صُہیبؓ کھجوریں کھانے کے لیے لپکے تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! صُہیب کی طرف دیکھیں اسے آشوبِ چشم ہے اور وہ کھجوریں کھا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاقاً فرمایا کہ تم کھجور کھا رہے ہو جبکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے۔ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں، بہ رہی ہیں۔ حضرت صُہَیبؓ نے عرض کیا میں اپنی آنکھ کے اس حصہ سے کھا رہا ہوں جو ٹھیک ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔ پھر حضرت صُہَیبؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہجرت میں مجھے ساتھ لے کر جائیں گے مگر آپ چلے آئے اور مجھے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے مجھے ساتھ لے کر جانے کا وعدہ کیا تھا تاہم آپؐ بھی تشریف لے آئے اور مجھے چھوڑ آئے۔ قریش نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے محبوس کر دیا اور میں نے اپنی جان اور اپنے گھر والوں کو اپنے مال کے عوض خریدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا نفع مند ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ (البقرۃ:208)

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے۔ حضرت صُہَیبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے ایک مُدّ، تقریباً آدھا کلو آٹا زادِ راہ کے طور پر لیا تھا۔ اسے میں نے اَبواء مقام پر گوندھا تھا یہاں تک کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 172 صُهَيب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

اس سفر میں صرف اتنا کھایا۔ یہی خوراک تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ

"صُہَیبؓ ایک مالدار آدمی تھے۔ یہ تجارت کرتے تھے اور مکہ کے باحیثیت آدمیوں میں سمجھے جاتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ مالدار بھی تھے اور آزاد بھی ہو چکے تھے....." اب تو غلام نہیں رہے تھے" ان کو مار مار کر بیہوش کر دیتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو آپؐ کے بعد صُہَیبؓ نے

بھی چاہا کہ وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں مگر مکہ کے لوگوں نے ان کو روکا اور کہا کہ جو دولت تم نے مکہ میں کمائی ہے تم اسے مکہ سے باہر کس طرح لے جا سکتے ہو؟ ہم تمہیں مکہ سے جانے نہیں دیں گے۔ صُہَیبؓ نے کہا اگر میں یہ سب کی سب دولت چھوڑ دوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے؟ وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور آپؓ اپنی ساری دولت مکہ والوں کے سپرد کر کے خالی ہاتھ مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا صُہَیبؓ! تمہارا یہ سودا سب پہلے سودوں سے نفع مند رہا۔ یعنی پہلے اسباب کے مقابلہ میں تم روپیہ حاصل کیا کرتے تھے مگر اب روپیہ کے مقابلہ میں تم نے ایمان حاصل کیا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 194-195)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صُہَیبؓ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان کے اور حضرت حارث بن صِمَّہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت صُہیبؓ غزوۂ بدر، اُحُد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 39 صُهَیب بن سنان مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2016ء)

حضرت عَائِذ بن عَمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صُہَیبؓ اور حضرت بلالؓ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ابوسفیان بن حَرْب کا گزر ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تلواریں ابھی اللہ کے دشمن کی گردن پر نہیں چلیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تم قریش کے سرکردہ اور سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ! شاید تم نے انہیں غصہ دلا دیا ہے۔ اگر تم نے انہیں غصہ دلایا ہے تو تم نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو غصہ دلایا ہے۔ پس حضرت ابوبکرؓ ان لوگوں کے پاس واپس گئے اور کہا کہ اے ہمارے بھائیو! شاید تم ناراض ہو گئے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں اے ابوبکرؓ! اللہ آپؓ سے مغفرت فرمائے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 885 حدیث عائذ بن عمرو، عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت صُہَیبؓ بیان کرتے ہیں کہ جس معرکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے مَیں اس میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی بیعت لی میں اس میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی سریہ روانہ فرمایا مَیں اس میں شامل تھا اور آپؐ جس غزوے کے لیے بھی روانہ ہوئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھا۔ مَیں آپؐ کے دائیں طرف ہوتا یا بائیں طرف۔ لوگ جب سامنے سے خطرہ محسوس کرتے تو میں لوگوں کے آگے ہوتا۔ جب لوگ پیچھے سے خطرہ محسوس کرتے تو میں ان کے پیچھے ہوتا۔ اور میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے اور اپنے درمیان نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 35 صُهَیب بن سنان، دار الفکر بیروت 2001ء)

حضرت صُہَیبؓ بڑھاپے میں لوگوں کو جمع کر کے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارناموں کے دلچسپ واقعات سنایا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 268 صُہَیب بن سنان مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت صُہَیبؓ کی زبان میں عجمیت تھی یعنی عربوں والی فصاحت نہیں تھی۔ زَید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ حضرت صُہَیبؓ کے ایک باغ میں داخل ہوئے جو عالیہ مقام میں تھا۔ حضرت صُہَیبؓ نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو کہا یَنَّاسْ یَنَّاسْ۔ حضرت عمرؓ کو لگا کہ اَلنَّاس کہہ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا اسے کیا ہوا ہے؟ یہ لوگوں کو کیوں بلا رہا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا کہ وہ اپنے غلام کو بلا رہے ہیں جس کا نام یُحَنَّس ہے۔ زبان میں گرہ کی وجہ سے وہ اسے ایسا کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہاں باتیں ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے صُہَیبؓ! تین باتوں کے علاوہ میں تم میں کوئی عیب نہیں دیکھتا۔ اگر وہ تم میں نہ ہوتیں تو میں تم پر کسی کو فضیلت نہ دیتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہو جبکہ تمہاری زبان عجمی ہے۔ اور تم اپنی کنیت ابو یحیٰی بتاتے ہو جو ایک نبیؑ کا نام ہے۔ اور تم اپنا مال فضول خرچ کرتے ہو۔ حضرت صُہیبؓ نے جواب میں کہا جہاں تک میرے مال فضول خرچ کرنے کا تعلق ہے تو میں اسے وہیں خرچ کرتا ہوں جہاں خرچ کرنے کا حق ہوتا ہے۔ فضول نہیں کرتا۔ جہاں تک میری کنیت کا تعلق ہے تو وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو یحیٰی رکھی تھی اور میں اس کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ اور جہاں تک میرے عرب کی طرف منسوب ہونے کا تعلق ہے تو رومیوں نے مجھے کم سنی میں قیدی بنا لیا تھا اس لیے میں نے ان کی زبان سیکھ لی۔ مَیں قبیلہ نَمِرْ بِن قَاسِطْ سے تعلق رکھتا ہوں۔

حضرت عمرؓ حضرت صُہَیبؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے بارے میں اعلیٰ گمان رکھتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو آپؓ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ صُہَیبؓ پڑھائیں گے اور تین روز تک مسلمانوں کی امامت کروائیں گے یہاں تک کہ اہل شوریٰ اُس پر متفق ہو جائیں جس نے خلیفہ بننا ہے۔

حضرت صُہَیبؓ کی وفات ماہ شوال 38 ہجری میں ہوئی، بعض کے مطابق 39 ہجری میں وفات ہوئی۔ وفات کے وقت حضرت صُہَیبؓ کی عمر تہتر برس تھی، بعض روایات کے مطابق ستر برس تھی۔ آپؓ مدینہ میں دفن ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 41 صُهَيب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت 2016ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ حضرت سعد بن ربیعؓ ہیں۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو حارِث سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام رَبِیع بن عَمرو اور والدہ کا نام ھُزَیْلَہ بنتِ عِنَبَہ تھا۔ حضرت سعدؓ کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام عَمْرَہ بنت حَزم اور دوسری کا نام حَبِیبَہ بنتِ زَید تھا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی ام سعد تھیں ایک جگہ انہیں اُمِّ سعید بھی لکھا گیا ہے ان کا اصل نام جمیلہ تھا۔

(الطبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 395، جلد 8 صفحہ 303، ام عمارۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء)
(عمدۃ القاری جلد 20 صفحہ 216 داراحیاء الترا ث العربی بیروت 2003ء)

حضرت سعد بن ربیعؓ زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے جبکہ بہت کم لوگ یہ جانتے تھے۔ حضرت سعد قبیلہ بنو حارث کے نقیب تھے۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رَوَاحہؓ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے۔ حضرت سعدؓ بیعت عَقَبہ اولیٰ اور عَقَبہ ثانیہ میں شامل تھے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 432 دارالکتب العلمیہ بیروت 2016ء)

ہجرت مدینہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور سعد بن ربیعؓ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ تو سعد بن ربیعؓ نے کہا میں انصار میں سے زیادہ مالدار ہوں۔ سو میں تقسیم کر کے نصف مال آپؓ کو دے دیتا ہوں اور میری دو بیویوں میں سے جو آپؓ پسند کریں میں آپؓ کے لیے اس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے آپؓ نکاح کر لیں۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم صرف یہ بتاؤ یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ حضرت سعدؓ نے بتایا کہ قینقاع کا بازار ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ یہ معلوم کر کے صبح سویرے وہاں گئے اور پنیر اور گھی لے آئے۔ پھر اسی طرح ہر صبح وہاں بازار میں جاتے رہے۔ ابھی کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ آئے اور ان پر زعفران کا نشان تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پتا تھا کہ ان کی شادی ہو گئی ہے۔ زعفران کا نشان ڈالتے تھے تو مطلب تھا کہ شادی ہو گئی ہے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے کہا کہ انصار کی ایک عورت سے تو آپؐ نے فرمایا کتنا مہر دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ایک گٹھلی کے برابر سونا یا کہا سونے کی گٹھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی سہی۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب ما جاء فی قول اللہ عزّ وجلّ فاذا قضیت الصلوٰۃ۔۔۔حدیث نمبر 2048)

ان کی حیثیت کے مطابق ان کو ولیمہ کی دعوت کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت سعد بن ربیعؓ غزوۂ بدر و اُحد میں شامل ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ غزوۂ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سعد بن ربیع کی خبر کون لائے گا؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں۔ چنانچہ وہ مقتولین میں جا کر تلاش کرنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے اس شخص کو دیکھ کر کہا تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمہاری خبر لے کے جاؤں تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دینا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم آئے ہیں اور میرے سے لڑنے والے دوزخ میں پہنچ گئے ہیں یعنی جس نے بھی میرے سے لڑائی کی اس کو میں نے مار دیا ہے اور میری قوم کو یہ کہنا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر نہیں ہو گا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں اور تم لوگوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص ان کے پاس گیا تھا وہ حضرت اُبَی بن کعبؓ تھے۔ حضرت سعدؓ نے حضرت اُبَی بن کعبؓ سے کہا اپنی قوم سے کہنا کہ تم سے سعد بن ربیعؓ کہتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور ایک اَور روایت بھی ہے کہ اَور جو عہد تم لوگوں نے عَقَبہ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اس کو یاد کرو۔ اللہ کی قسم! اللہ کے حضور تمہارے لیے کوئی عذر نہ ہو گا اگر کفار تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ حرکت کر رہی ہو یعنی کوئی شخص بھی زندہ باقی رہے تو اللہ کے نزدیک

یہ کوئی عذر نہیں ہو گا۔ حضرت اُبَی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی وہیں تھا یعنی حضرت سعدؓ کے پاس ہی تھے تو حضرت سعد بن ربیعؓ کی وفات ہو گئی۔ اس وقت وہ زخموں سے چور تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس حاضر ہوا اور آپؐ کو سب بتا دیا کہ یہ گفتگو ہوئی تھی۔ یہ ان کی حالت ہے اور اس طرح شہید ہو گئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ وہ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ رہا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ396 دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء) (الاستیعاب جلد 2 صفحہ157، دارالکتب العلمیہ بیروت2010 ء)(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 432-433، دارالکتب العلمیہ بیروت 2016ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت سعدؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی میدان میں اتر آئے ہوئے تھے اور شہداء کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع تھی۔ جو نظارہ اس وقت، یعنی جب جنگ ختم ہو گئی، مسلمانوں کے سامنے تھا وہ خون کے آنسو رلانے والا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی بھی تھے لیکن آپ پھر بھی میدان میں آ گئے۔ شہداء کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع ہوئی، کس طرح تدفین کرنی ہے۔ زخمیوں کو سنبھالنے کی طرف توجہ ہوئی تو بہر حال اس وقت جو نظارہ مسلمانوں کے سامنے تھا وہ ایسا خوفناک تھا کہ کہتے ہیں کہ خون کے آنسو رلانے والا تھا۔ ستر مسلمان خاک و خون میں لتھڑے ہوئے میدان میں پڑے تھے اور عرب کی وحشیانہ رسم مُثلہ کا مہیب نظارہ پیش کر رہے تھے۔ یعنی نہ صرف یہ کہ شہید ہوئے تھے بلکہ مُثلہ کیا گیا تھا۔ ان کے اعضاء کاٹے گئے تھے۔ ان کی شکلوں کو بگاڑا گیا تھا۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ان مقتولین میں صرف چھ مہاجر تھے اور باقی سب انصار سے تعلق رکھتے تھے۔ قریش کے مقتولوں کی تعداد تیئس تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا اور رضاعی بھائی حمزہ بن عبد المطلبؓ کی نعش کے پاس پہنچے تو بے خود سے ہو کر رہ گئے کیونکہ ظالم ہند جو زوجہ ابوسفیان تھی، نے ان کی نعش کو بری طرح بگاڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک تو آپؐ خاموشی سے کھڑے رہے اور آپؐ کے چہرے سے غم و غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ ایک لمحہ کے لیے آپؐ کی طبیعت اس طرف بھی مائل ہوئی کہ مکہ کے ان وحشی درندوں کے ساتھ جب تک انہی کا سا سلوک نہ کیا جائے گا وہ غالباً ہوش میں نہیں آئیں گے۔ ان کو سبق نہیں ملے گا مگر آپؐ اس خیال سے رک گئے اور صبر کیا بلکہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُثلہ کی جو رسم تھی، شکلوں کو بگاڑنے والی رسم، اعضاء کاٹنے والی رسم اس کو اسلام میں ہمیشہ کے لیے ممنوع قرار دے دیا اور فرمایا دشمن خواہ کچھ کرے تم اس قسم کے وحشیانہ طریق سے بہر حال باز رہو اور نیکی اور احسان کا طریق اختیار کرو۔ آپؐ کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب اپنے بھائی حمزہؓ سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ وہ بھی مسلمانوں کی ہزیمت کی خبر سن کر مدینہ سے نکل کے آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صاحبزادے زُبیر بن العوامؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو ماموں کی نعش نہ دکھانا مگر بہن کی محبت کب چین لینے دیتی تھی۔ بیٹے نے تو کہا کہ حضرت حمزہؓ کی نعش نہ دیکھیں کیونکہ مثلہ کیا ہوا ہے۔ چہرہ بگاڑا ہوا ہے۔ انھوں نے اصرار کے ساتھ کہا کہ مجھے حمزہؓ کی نعش دکھا دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ صبر کروں گی اور کوئی جزع فزع کا کلمہ منہ سے نہیں نکالوں گی۔ چنانچہ وہ گئیں اور بھائی کی نعش دیکھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھتی ہوئی خاموش ہو گئیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ قریش نے دوسرے صحابہ کی نعشوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحشؓ کی نعش کو بھی بری طرح بگاڑا گیا تھا۔ جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نعش سے ہٹ کر دوسری نعش کی طرف جاتے تھے آپؐ کے چہرے پر غم والم کے آثار زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ غالباً اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جا کر دیکھے کہ سعد بن الربیع رئیسِ انصار کا کیا حال ہے۔ آیا وہ زندہ ہیں یا شہید ہوگئے ہیں؟ کیونکہ میں نے لڑائی کے وقت دیکھا تھا کہ وہ دشمن کے نیزوں میں بری طرح گھرے ہوئے تھے۔ آپؐ کے فرمانے پر ایک انصاری صحابی ابی بن کعبؓ گئے اور میدان میں اِدھر اُدھر سعدؓ کو تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر انہوں نے اونچی اونچی آوازیں دینی شروع کیں اور سعدؓ کا نام لے لے کر پکارا مگر پھر بھی کوئی سراغ نہ ملا۔ مایوس ہو کر وہ واپس جانے کو تھے کہ انہیں خیال آیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر تو پکاروں شاید اس طرح پتہ چل جاوے۔ پہلے تو خالی نام لے کر پکارا پھر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کے اس طرح پکاروں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں تلاش کرنے کے لیے مجھے بھیجا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ سعد بن ربیعؓ کہاں ہیں؟ مجھے رسول اللہؐ نے ان کی طرف بھیجا ہے۔ اس آواز نے سعدؓ کے نیم مردہ جسم میں ایک بجلی کی لہر دوڑا دی۔ لاشوں کے بیچ میں نیم مردہ پڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو ایک دم جسم میں جنبش پیدا ہوئی اور انہوں نے چونک کر مگر نہایت دھیمی آواز میں جواب دیا۔ کون ہے؟ میں یہاں ہوں۔

ابی بن کعبؓ نے غور سے دیکھا تو تھوڑے فاصلہ پر مقتولین کے ایک ڈھیر میں سعدؓ کو پایا جو اس وقت نزع کی حالت میں جان توڑ رہے تھے۔ ابی بن کعبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے بھیجا ہے کہ تمہاری حالت سے آپؐ کو اطلاع دوں۔ سعد نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا کے رسولوں کو اُن کے متبعین کی قربانی اور اخلاص کی وجہ سے جو ثواب ملا کرتا ہے خدا آپؐ کو وہ ثواب سارے نبیوں سے بڑھ چڑھ کر عطا فرمائے اور آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور میرے بھائی مسلمانوں کو بھی میرا اسلام پہنچانا اور میری قوم سے کہنا کہ اگر تم میں زندگی کا دم ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر سعدؓ نے جان دے دی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 500-501)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کا ذکر اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "جنگ احد کا ایک واقعہ ہے۔ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزاء "عزیزوں" کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ تم میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے اور اس کے بعد انہوں نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ میرے بھائی مسلمانوں کو میرا

سلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں۔" ہم تو جا رہے ہیں۔ اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔" اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔" حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "دیکھو ایسے وقت جب انسان سمجھتا ہو کہ میں مر رہا ہوں کیا کیا خیالات اس کے دل میں آتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے میری بیوی کا کیا حال ہو گا۔ میرے بچوں کو کون پوچھے گا۔ مگر اس صحابیؓ نے کوئی ایسا پیغام نہ دیا۔ صرف یہی کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اس دنیا سے جاتے ہیں تم بھی اسی راستہ سے ہمارے پیچھے آ جاؤ۔" سب سے بڑا کام یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنی ہے۔ لکھتے ہیں کہ "ان لوگوں کے اندر یہی ایمان کی طاقت تھی جس سے انہوں نے دنیا کو تہ و بالا کر دیا اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے۔ قیصر روم حیران تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کسریٰ نے اپنے سپہ سالار کو لکھا کہ اگر تم ان عربوں کو بھی شکست نہیں دے سکتے تو پھر واپس آ جاؤ اور گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھو۔" اس نے اپنے جرنیل کو یہ کہا کہ "یہ گوہ کھانے والے لوگ ہیں ان کو بھی تم نہیں روک سکتے۔" بالکل معمولی لوگ ہیں، کھانا بھی ان کو نہیں ملتا۔ گوہ کھاتے ہیں یہ لوگ۔" اس نے جواب دیا کہ یہ تو آدمی معلوم ہی نہیں ہوتے۔ یہ تو کوئی بلا ہیں۔ یہ تلواروں اور نیزوں کے اوپر سے کودتے ہوئے آتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 338)

ان میں ایسا جوش و جذبہ ہے۔ ان کو ہم کس طرح شکست دے سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی صاحبزادی ام سعد حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے اس کے لیے اپنا کپڑا بچھا دیا۔ حضرت عمرؓ آئے تو انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا۔ حضرت عمر نے کہا اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی اور اس نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا جبکہ مَیں اور تم باقی رہ گئے۔

(الاصابہ جلد 2 صفحہ 315 سعد بن الربیع، دار الفکر بیروت 2001ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیع کی بیوی اپنی دونوں بیٹیوں کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں سعد بن ربیعؓ کی بیٹیاں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتے ہوئے احد کے دن شہید ہو گئے تھے۔ اور ان کے چچا نے ان دونوں کا مال لے لیا ہے یعنی حضرت سعدؓ کی جائیداد جو تھی اِن کے چچا نے لے لی ہے۔ انہیں کچھ نہیں ملا اور ان کے لیے مال نہیں چھوڑا اور ان دونوں کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا جب تک ان کے پاس مال نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ اس پر میراث کے احکام پر مشتمل آیت نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے چچا کو بلوایا اور فرمایا کہ سعد کی بیٹیوں کو سعد کے مال کا تیسرا حصہ دو اور

ان دونوں کی والدہ کو آٹھواں حصہ دو اور جو بچ جائے وہ تمہارا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی میراث البنات، حدیث نمبر 2092)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس بارے میں کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں اس طرح لکھی ہے کہ حضرت سعدؓ ایک متمول آدمی تھے۔ اچھے کھاتے پیتے تھے۔ اپنے قبیلہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ صرف دو لڑکیاں تھیں اور بیوی تھی۔ چونکہ ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ورثہ کے متعلق کوئی جدید احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور صحابہ میں قدیم دستور عرب کے مطابق، عرب کا جو دستور تھا اس کے مطابق ورثہ تقسیم ہوتا تھا۔ متوفّٰی یعنی فوت ہونے والے کی نرینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں اس کے جدی اقرباء جو تھے جائیداد پر قابض ہو جاتے تھے اور بیوہ اور لڑکیاں یوں ہی خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں۔ اس لیے سعد بن ربیع کی شہادت پر ان کے بھائی نے سارے ترکے پر قبضہ کر لیا اور ان کی بیوہ اور لڑکیاں بالکل بے سہارا رہ گئیں۔ اس تکلیف سے پریشان ہو کر سعد کی بیوہ اپنی دونوں لڑکیوں کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ساری سرگزشت سنا کر اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت صحیحہ کو اس درد کے قصہ نے ایک ٹھیس لگائی مگر چونکہ ابھی تک اس معاملہ میں خدا کی طرف سے آپؐ پر کوئی احکام نازل نہیں ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا تم انتظار کرو۔ پھر جو احکام خدا کی طرف سے نازل ہوں گے ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں توجہ فرمائی اور ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ آپ پر ورثہ کے معاملہ میں بعض وہ آیات نازل ہوئیں جو قرآن شریف کی سورۃ النساء میں بیان ہوئی ہیں۔ اس پر آپؐ نے سعد کے بھائی کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ سعد کے ترکہ میں سے دو ثُلث ان کی لڑکیوں اور ایک ثُمن اپنی بھاوجہ کے سپرد کر دو اور جو باقی بچے وہ خود لے لو۔ اس وقت سے تقسیم ورثہ کے متعلق جدید احکام کی ابتدا قائم ہو گئی جس کی رو سے بیوی اپنے صاحب اولاد خاوند کے ترکہ میں آٹھویں حصہ کی اور بے اولاد خاوند کے ترکہ میں چہارم حصہ کی اور لڑکیاں اپنے باپ کے ترکہ میں اپنے بھائی کے حصہ کی نسبت نصف حصہ کی اور اگر بھائی نہ ہو تو سارے ترکہ میں سے حالات کے اختلاف کے ساتھ دو ثلث یا نصف کی (تین چوتھائی یا نصف کی، دو تہائی یا نصف کی) اور ماں اپنے صاحب اولاد لڑکے کے ترکہ میں چھٹے حصہ کی اور بے اولاد لڑکے کے ترکہ میں تیسرے حصہ کی حق دار قرار دی گئی اور اسی طرح دوسرے ورثاء کے حصے مقرر ہو گئے۔ اور عورت کا وہ فطری حق جو اس سے چھینا جا چکا تھا اسے واپس مل گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آگے ایک نوٹ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس موقع پر یہ نوٹ بھی غیر ضروری نہیں ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ نے طبقہ نسواں کے تمام جائز اور واجبی حقوق کی پوری پوری حفاظت فرمائی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا آپؐ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے عورت کے حقوق کی ایسی حفاظت کی ہو جیسی آپؐ نے کی ہے۔ چنانچہ ورثہ میں، بیاہ شادی میں، خاوند بیوی کے تعلقات میں، طلاق و خلع میں،

اپنی ذاتی جائیداد پیدا کرنے کے حق میں، اپنی ذاتی جائیداد کے استعمال کرنے کے حق میں، تعلیم کے حقوق میں، بچوں کی ولایت و تربیت کے حقوق میں، قومی اور ملکی معاملات میں حصہ لینے کے حق میں، شخصی آزادی کے معاملہ میں، دینی حقوق اور ذمہ داریوں میں الغرض دین و دنیا کے ہر اس میدان میں جس میں عورت قدم رکھ سکتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تمام واجبی حقوق کو تسلیم کیا ہے اور اس کے حقوق کی حفاظت کو اپنی امت کے لیے ایک مقدس امانت اور فرض کے طور پر قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کی عورت آپؐ کی بعثت کو اپنے لیے ایک نجات کا پیغام سمجھتی تھی۔

پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے رستہ سے ہٹنا پڑتا ہے یعنی مضمون جو بیان ہو رہا ہے اس سے پرے ہٹ رہا ہوں۔ اگر میں اس کی مزید تفصیلات بیان کرتا تو ہٹنا پڑتا ورنہ میں بتاتا (کیونکہ یہ عورتوں کے حقوق کا مضمون نہیں بیان ہو رہا اس لیے بیان نہیں کر سکتا) کہ عورت کے معاملہ میں آپؐ کی تعلیم حقیقتاً اس اعلیٰ مقام پر قائم ہے جس تک دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی تمدن نہیں پہنچا اور یقیناً آپؐ کا یہ پیارا قول ایک گہری صداقت پر مبنی ہے کہ

حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمُ النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ

یعنی دنیا کی چیزوں میں سے میری فطرت کو جن چیزوں کی محبت کا خمیر دیا گیا ہے وہ عورت اور خوشبو ہیں مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز یعنی عبادت الٰہی میں رکھی گئی ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 507 تا 509)

آج کی دنیا عورت کے حقوق کی بات کرتی ہے اور چند سطحی باتوں کو اٹھا کر جن کا آزادی سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسلام نے جو پابندیاں لگائی ہیں وہ بھی عورت کی عزت قائم کرنے اور گھروں کے سکون اور اگلی نسل کی تربیت کے لیے رکھی ہیں ان پر اسلام پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عورت کی آزادی اور حقوق دلوانے کی حقیقی تعلیم اسلام کی ہی ہے۔ اللہ کرے کہ دنیا اس حقیقت کو سمجھ کر غلاظتوں اور فسادوں سے بچ سکے اور ہماری عورتیں بھی اس حقیقت کو سمجھیں۔ بعض دفعہ دنیا کے پیچھے چل پڑتی ہیں کہ دنیا کی آزادی یہ ہے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھیں اور جو مقام اسلام نے عورت کو دیا ہے اس کو سمجھیں کیونکہ وہ نہ کسی مذہب نے دیا ہے اور نہ ہی نام نہاد روشن خیال حقوق نسواں کے اداروں نے دیا ہے یا تحریک نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی اسلامی تعلیم کے مطابق توفیق عطا فرمائے تا کہ یہ معاشرہ پُرامن معاشرہ ہو۔

اس کے بعد میں مختصراً موجودہ حالات کے لیے بھی دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جہاں کورونا کی وبا سے اور آفات سے دنیا کو پاک کرے وہاں انسانوں کو یہ عقل اور سمجھ بھی دے کہ ان کی بقا اور بچت ایک خدا کی طرف جھکنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں ہے۔ اپنی قربانی دیتے ہوئے دنیا سے فتنہ و فساد ختم کرنے میں ہے۔ حکومتوں کو اللہ تعالیٰ عقل دے کہ انصاف پر مبنی نظام چلائیں۔ امریکہ میں بھی آج کل جو بے چینی اور بدامنی پھیلی ہوئی ہے اس سے ہر احمدی کو خصوصاً اس کے بد اثرات سے محفوظ رکھے۔ وہاں عوام کو بھی صحیح رنگ میں اپنے مطالبے پیش کرنے اور حقوق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر افریقن امریکن توڑ پھوڑ کے ذریعہ

سے اپنے گھروں کو جلائیں گے تو اس کا نقصان ان کو ہی ہو گا کیونکہ اس پر تو کئی افریقن لیڈروں نے بھی کہا ہے کہ اپنے گھروں کو تو نہ جلاؤ۔ اپنے گھروں کی توڑ پھوڑ تو نہ کرو۔ ہاں اپنے حق لو اور جائز طریقے سے لو۔ جہاں تک حکومت اجازت دیتی ہے پروٹسٹ (protest) بھی ہوں لیکن اپنی جائیدادوں کو تباہ کرنے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ الٹا نقصان ہو گا۔ اس لیے اس بارے میں بھی پروٹسٹ کرنے والوں کو سوچنا چاہیے۔ بہر حال یہ جو سارے فسادات ہو رہے ہیں اس کے تناظر میں حکومتی نظام کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ طاقت استعمال کر کے ہی مسائل حل نہیں ہوتے اور نہ ہی طاقت تمام مسائل کا حل ہے بلکہ انصاف سے تمام شہریوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے حکومتیں چلا کرتی ہیں اور ملک میں امن اور استحکام قائم ہو سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔ جتنی مرضی کوئی طاقتور حکومت ہو اگر عوام میں بے چینی ہے تو کوئی حکومت اس کے سامنے ٹک نہیں سکتی۔ بہر حال اللہ کرے کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی فساد ہیں ہر جگہ فساد دور ہوں اور حکومتیں عوام کے حق ادا کرنے والی ہوں اور عوام اپنے حقوق کے لیے جائز حد تک حکومتوں پر دباؤ ڈالنے والے ہوں۔

اسی طرح پاکستانی حکومت کو بھی سوچنا چاہیے کہ صرف ملّاں کے خوف سے آج کل احمدیوں پر جو ظلم اور سختیاں بڑھ رہی ہیں وہ نہ کریں بلکہ انصاف سے حکومت چلائیں۔ اپنی تاریخ سے سبق لے لیں۔ احمدیت کے معاملے کو لے کر یا اس ایشو (issue) کو لے کر اور ظلم کر کے نہ پہلی حکومتوں کی حکومت قائم رہ سکی ہے نہ آئندہ کسی کی رہ سکے گی۔ اس لیے اس خیال کو چھوڑ دیں کہ اس ایشو سے حکومتوں کو لمبا کر سکتے ہیں۔ ہاں ان ظلموں کے نتیجے میں دنیا میں احمدیت کی ترقی پہلے سے بڑھ کر ہوئی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہوتی رہے گی۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ بہر حال ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ظلم اور فساد اور بدامنی کو دور فرمائے اور جو وبا آج کل پھیلی ہوئی ہے، بیماری پھیلی ہوئی ہے اس میں سے انسان سبق حاصل کر کے اپنی حالتوں میں تبدیلیاں پیدا کرے اور ہم احمدیوں کو پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق اور اس کے بندوں کا حق ادا کرنے کی توفیق ملے تا کہ ہم زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے والے بن سکیں اور ترقیات کو جلد سے جلد اپنے سامنے ہوتا ہوا دیکھ سکیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26/جون 2020ء جلد 27 شمارہ 51 صفحہ 05 تا 09)

24

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12/جون 2020ء بمطابق 12/احسان 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن صحابہؓ کا مَیں ذکر کروں گا ان میں سے ایک حضرت سعید بن زیدؓ ہیں۔ حضرت سعیدؓ کے والد کا نام زَید بن عَمْرو اور والدہ کا نام فاطمہ بنت بَعْجَۃ تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ عدی بن کعب بن لُؤیّ سے تھا۔ حضرت سعید بن زیدؓ کی کنیت اَبُوالْاَعْوَر تھی جبکہ بعض نے ابو ثَور بھی بیان کی ہے۔ ان کا قد لمبا، رنگ گندمی اور بال گھنے تھے۔ یہ حضرت عمر بن خطابؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ ان کا شجرۂ نسب چوتھی پشت پر نُفَیل پر جا کر حضرت عمرؓ سے ملتا ہے جبکہ آٹھویں پشت پر کَعب بن لُؤیّ پر جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 476 سعید بن زید دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 292، 294 سعید بن زید ومن بنی عدی بن کعب بن لُؤَیٍّ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 155)

حضرت سعیدؓ کی بہن عاتکہ کی شادی حضرت عمرؓ سے اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ کی شادی حضرت سعیدؓ سے ہوئی تھی اور یہ وہی بہن ہیں جو حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا باعث بھی بنیں۔ حضرت سعیدؓ کے والد زَید بن عمروؓ زمانۂ جاہلیت میں ایک خدا کی عبادت کیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے دین کی تلاش کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جو حضرت ابراہیمؑ کا معبود ہے وہی میرا معبود ہے اور جو ابراہیم کا دین ہے وہی میرا دین ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 476 سعید بن زید دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 368 زید بن عَمْرو بن نُفَیل دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

اس زمانے میں بھی موحد موجود تھے۔ بعض بچے بھی سوال کر دیتے ہیں کہ اسلام سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا دین تھا؟ کس کی عبادت کرتے تھے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے بڑھ کر موحد تھے اور وہ بھی ایک خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔

زید بن عَمْرو ہر قسم کے فسق و فجور غرضیکہ مشرکین کے ذبیحہ سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہوئی جس کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زَید بن عَمْرو بن نُفَیل سے بَلْدَحْ مقام کے نیچے ملے پیشتر اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

دعوائے نبوت سے پہلے کی بات ہے۔ بَلْدَحْ یہ مکّے سے مغرب کی طرف ایک وادی کا نام ہے، مکّے کی طرف جاتے ہوئے تَنْعِیْم کے راستے میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے سے انکار کر دیا۔ زَید نے کہا کہ مَیں بھی اس سے نہیں کھایا کرتا جو تم اپنے تھانوں میں ذبح کرتے ہو اور مَیں صرف وہی کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احتیاط کے تقاضے کے تحت نہیں کھایا کہ غیر اللہ کے نام پر یہ چیزیں ذبح کی گئی ہیں۔ اس پر زَید نے بھی کہا کہ مَیں بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کی ہوئی چیزیں نہیں کھاتا۔ اور پھر روایت آگے چلتی ہے کہ زَید بن عَمْرو قریش کی قربانیوں کو معیوب سمجھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بکری کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور آسمان سے اس کے لیے پانی برسایا اور زمین سے اس کے لیے چارہ اگایا۔ پھر تم اس کو اللہ کے سوا اَوروں کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ یعنی اس غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کو بُرا منایا کرتے تھے اور اس کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل مناقب الانصار باب حدیث زَید بن عمرو بن نُفَیل حدیث 3826)

(فرہنگ سیرت صفحہ 61 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

زید بن عَمْرو کفر و شرک سے متنفر ہوئے تو انہوں نے حق کی تلاش میں دور دراز ممالک کا سفر کیا۔ اُن کے اس سفر کے متعلق صحیح بخاری کی ایک اَور روایت میں یوں بیان ہوا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ زَید بن عَمْرو بن نُفَیل شام کے ملک کی طرف دین کے متعلق دریافت کرنے کے لیے گئے تا کہ اس کی پیروی کریں۔ چنانچہ وہ ایک یہودی عالم سے ملے جس سے اِنہوں نے اُن کے دین کے متعلق پوچھا۔ اِنہوں نے کہا، یہودی عالم سے پوچھا کہ مجھے بتائیں شاید میں تمہارا دین اختیار کر لوں۔ تو اس نے کہا کہ ہمارے مذہب پر نہ ہونا یہ تو بگڑ چکا ہے ورنہ تم بھی غضبِ الٰہی سے اپنا حصہ لو گے۔ زَید نے کہا مَیں تو اللہ کے غضب سے بھاگ رہا ہوں اور مَیں تو اللہ کی ناراضگی کو کبھی برداشت نہیں کروں گا اور مَیں اس کی طاقت کہاں رکھتا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تم مجھے اس کے علاوہ کسی دین کا پتا دیتے ہو؟ اس یہودی عالم نے کہا کہ مَیں تو یہی جانتا ہوں کہ انسان حنیف ہو۔ زَید نے کہا حنیف کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ ابراہیم کا دین۔ نہ وہ یہودی تھے نہ نصرانی اور وہ صرف اللہ ہی کی پرستش کرتے تھے۔ پھر زَید وہاں سے نکلے اور نصاریٰ کے ایک عالم سے ملے اس سے بھی یہی ذکر کیا۔

اس نے کہا کہ تم ہمارے مذہب پر کبھی نہ ہونا ورنہ تم اللہ کی لعنت سے اپنا حصہ لو گے۔ زَید نے کہا کہ مَیں اللہ کی لعنت سے بھاگ رہا ہوں اور مَیں اللہ کی لعنت اور نہ اس کا غضب برداشت کر سکتا ہوں اور مجھے یہ طاقت ہی کہاں ہے۔ کیا تم مجھے کسی اَور دین کا پتا دیتے ہو؟ اس نے کہا کہ مَیں یہی جانتا ہوں کہ انسان حنیف ہو۔ زَید نے پوچھا یہ حنیف کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا ابراہیم کا دین۔ نہ وہ یہودی تھے نہ نصرانی اور صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ جب زَید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ان کی رائے دیکھی تو وہ وہاں سے نکلے۔ جب باہر میدان میں آئے تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے اللہ! مَیں یہ اقرار کرتا ہوں کہ مَیں

حضرت ابراہیمؑ کے دین پر ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل مناقب الانصار باب حدیث زَید بن عمرو بن نُفَیل حدیث 3627)

زید بن عَمْرو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ کی بعثت سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ حضرت عَامِر بن رَبِیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ زَید بن عَمْرو دین کی تلاش میں رہے اور انہوں نے نصرانیت اور یہودیت اور بتوں اور پتھروں کی پرستش سے کراہت کا اظہار کیا اور انہوں نے اپنی قوم سے اختلاف کیا اور ان کے بتوں اور جن کی ان کے آباؤ اجداد عبادت کیا کرتے تھے ان کو چھوڑ دینے کا اظہار کیا۔ اور نہ ہی وہ ان کا ذبیحہ کھاتے تھے۔ ایک بار انہوں نے مجھے کہا کہ اے عامر! دیکھو مجھے اپنی قوم سے اختلاف ہے۔ میں ابراہیمی ملّت کی پیروی کرنے والا ہوں اور جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اس کے بعد اسماعیلؑ کی اتباع کرتا ہوں جو اسی قبلے کی طرف نماز پڑھتے تھے اور میں اسماعیلؑ کی نسل سے ایک نبی کا منتظر ہوں لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اس کا زمانہ نصیب نہیں ہو گا کہ اس کی تصدیق کروں اور اس پر ایمان لاؤں اور گواہی دوں کہ وہ سچا نبی ہے۔

اے عامر! اگر تم اس نبی کا زمانہ پاؤ تو اسے میرا سلام کہنا۔ عامر کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو مَیں مسلمان ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زَید بن عَمْرو کا پیغام دیا اور سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے سلام کا جواب دیا اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا مَیں نے اس کو جنت میں اس طرح دیکھا کہ وہ اپنے دامن کو سمیٹ رہا تھا۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 156)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحہ 290 سعید بن زید دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

زید بن عَمْرو کو اپنے مُوَحِّد ہونے پر نہایت فخر تھا۔ حضرت اَسْماء بنتِ ابو بکر زمانہ جاہلیت کا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے زَید بن عَمْرو بن نُفَیل کو دیکھا کہ کعبے سے اپنی پیٹھ لگائے کھڑے یہ کہہ رہے تھے کہ اے قریش کے لوگو! اللہ کی قسم!! تم میں سے کوئی بھی میرے سِوا ابراہیم کے دین پر نہیں ہے۔ اور زَید بیٹیوں کو زندہ نہیں گاڑتے تھے جو عربوں کے بعض قبیلوں کی رسم تھی کہ بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ وہ نہیں گاڑتے تھے بلکہ جو شخص اپنی بیٹی مارنا چاہتا تھا، ان کو پتا لگ جاتا تو وہ اسے کہتے کہ اسے نہ مارو۔ مَیں اس کا خرچ اور خوراک تمہاری جگہ مہیا کروں گا۔ چنانچہ وہ اس کو لے لیتے۔ جب وہ جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے کہ اگر تم چاہو تو مَیں اسے تمہارے سپرد کیے دیتا ہوں اور اگر چاہو تو میں اس کے سب کام پورے کر دوں گا۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل مناقب الانصار باب حدیث زَید بن عمرو بن نُفَیل حدیث 3828)

یعنی شادی وغیرہ کے خرچے بھی پورے کر دوں گا۔ ایک دوسری روایت میں حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ بیان کرتی ہیں، پہلی روایت بخاری کی تھی اور دوسری اسماء الرجال کی کتاب "اسد الغابہ" کی ہے۔ حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ بیان کرتی ہیں میں نے زَید بن عَمْرو بن نُفَیل کو کعبہ سے پیٹھ لگائے ہوئے کھڑے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اے قریش کے لوگو! اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں زید کی جان ہے کہ میرے سِوا تم میں سے کسی نے بھی ابراہیمؑ کے دین پر صبح نہیں کی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! کاش کہ مَیں تیری عبادت کا پسندیدہ طریق جانتا تو

مَیں اسی طرح تیری عبادت کرتا لیکن میں اس سے واقف نہیں ہوں۔ پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سجدہ کرتے۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 369-370زید بن عَمْرو بن نُفَیل دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2003ء)

سعید بن مُسَیب سے مروی ہے کہ زَید بن عَمْرو کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ اس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو یہ کہہ رہے تھے کہ مَیں دینِ ابراہیمؑ پر ہوں۔ یہ ذکر تو حضرت سعید بن زیدؓ کا ہو رہا تھا۔ ان کے والد کا ذکر ضمناً آگیا اور بیٹے کو بھی اسلام میں جو مقام ملا اور پھر باپ کی جو نیکیاں تھیں اس کی وجہ سے یہ بھی تاریخ میں محفوظ ہو گیا اور اس لیے مَیں نے یہاں بیان بھی کر دیا کیونکہ یہ روایتیں بخاری میں بھی ملتی ہیں۔ بہرحال اب حضرت سعید بن زیدؓ کا بقایا ذکر کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے زَید بن عَمْرو کے متعلق دریافت کیا۔ یعنی حضرت سعیدؓ کے والد کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زَید بن عَمْرو کی مغفرت کرے اور ان پر رحم کرے۔ ان کی موت دینِ ابراہیم پر ہوئی۔ اس کے بعد جب بھی مسلمان زَید بن عَمْرو کا ذکر کرتے تو ان کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 156-157)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 291سعید بن زیدومن بنی عدی بن کعب بن لُؤَیٍّ ۔دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زَید بن عَمْرو کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا وہ قیامت کے دن اکیلے ایک امّت کے برابر اٹھائے جائیں گے۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 368زید بن عَمْرو بن نُفَیل دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2003ء)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت سعید بن زَید حضرت عمر کے بہنوئی تھے اور حضرت سعید بن زَید کی ہمشیرہ عاتکہ بنت زَید حضرت عمرؓ کے عقد میں آئی تھیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی بیوی حضرت فاطمہ بنت خطابؓ اوائل اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے، شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لے آئے تھے اور حضرت سعیدؓ کی اہلیہ جیسا کہ پہلے بھی میں ذکر کر چکا ہوں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا سبب بنی تھیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 476سعید بن زیددارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 292 سعید بن زیدومن بنی عدی بن کعب بن لُؤَیٍّ ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

اس کی تفصیل تو پچھلی دفعہ حضرت خَبَّاب بن اَرَتؓ کے ذکر میں بیان ہو چکی ہے لیکن بہرحال یہاں کیونکہ حضرت سعیدؓ کا حوالہ بھی ہے اس لیے مختصراً کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ

حضرت حمزہؓ کو اسلام لائے ابھی صرف چند دن گذرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک اور خوشی کا موقع دکھایا اور حضرت عمرؓ بھی جو اسلام کے اشد مخالف تھے وہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمرؓ میں سختی کا مادہ تو پہلے ہی

تھا۔ ان کی فطرت میں ہی تھا لیکن اسلام کی عداوت نے، دشمنی نے اسے اَور بھی زیادہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اسلام سے قبل غریب اور کمزور مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے کی وجہ سے بہت زیادہ تکلیف دیا کرتے تھے۔ ایک دن انہیں خیال آیا کہ ان کو تو میں تکلیفیں دیتا رہتا ہوں لیکن یہ لوگ تو (پھر بھی) باز نہیں آتے اور اپنے ایمان پر پکے ہیں تو کیوں نہ اس فتنہ کے بانی کو ختم کر دیا جائے۔ اس نیت سے گھر سے نکلے۔ ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا انہوں نے کہا عمر! بڑے غصہ میں ننگی تلوار لے کر کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا آج میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فوراً اپنا رخ پلٹا اور اپنی بہن کے گھر کی طرف چلے گئے۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو اندر سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ خَبَاب بن اَرَتؓ بڑی خوش الحانی سے وہ پڑھ رہے تھے۔ یہ آواز سن کر حضرت عمرؓ کا غصہ اَور بڑھ گیا۔ جلدی سے ایک دم دروازہ کھول کر گھر میں داخل ہوئے۔

بہرحال اس آہٹ سے خبابؓ تو فوراً کہیں چھپ گئے۔ پردہ یا کسی جگہ کوئی چھپنے کی جگہ تھی اور فاطمہ نے جو اُن کی بہن تھیں انہوں نے فوری طور پر قرآن شریف کے اوراق بھی اِدھر اُدھر چھپا دیے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت سعیدؓ سے کہا کہ سنا ہے تم لوگ اپنے دین سے پھر گئے ہو؟ اور یہ کہہ کے مارنے کے لیے اپنے بہنوئی سعید بن زیدؓ سے لپٹ گئے۔ فاطمہ اپنے خاوند کو بچانے کے لیے بیچ میں آ گئیں لیکن اس وقت حضرت عمرؓ کا حملہ ایسا تھا کہ حضرت فاطمہؓ بھی اس کی زد میں آ گئیں اور زخمی بھی ہو گئیں۔ بہرحال زخمی ہونے کے بعد فاطمہ کی جرأت بڑھی۔

انہوں نے بڑے جوش سے کہا کہ ہاں عمر ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ جو تمہارے سے ہو سکتا ہے کر لو لیکن ہم اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔ بہرحال بہن کا یہ جرأت مندانہ اور دلیرانہ کلام سنا، یہ بات سنی تو آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھا۔ اور جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ بہن بھی خون وخون ہوئی ہوئی ہے۔ اُس کو بھی ایسی چوٹ لگی تھی کہ چہرے سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نظارے کا حضرت عمرؓ کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا اور فوراً انہوں نے کہا اچھا مجھے اپنا وہ کلام تو دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔ فاطمہؓ نے کہا اس طرح نہیں۔ کیونکہ تم ان اوراق کو ضائع کر دو گے۔

عمرؓ نے جواب دیا کہ نہیں۔ نہیں کرتا۔ واپس کر دوں گا۔ تو اس پر حضرت فاطمہؓ نے کہا پھر بھی اس طرح نہیں دکھایا جا سکتا۔ پہلے تم جا کے غسل کر لو، پھر دیکھنا۔ چنانچہ جب غسل کر کے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے قرآن کریم کے اوراق نکال کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ انہوں نے اٹھا کر دیکھا تو سورۃ طٰہٰ کی یہ ابتدائی آیات تھیں اور حضرت عمرؓ بڑے مرعوب دل کے ساتھ انہیں پڑھنے لگے۔ فطرت سعید تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی تھی۔ جب پڑھنا شروع کیا تو ہر ہر لفظ ان کے دل میں اترتا گیا اور پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے، یہ دو آیات ہیں کہ

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی۔(طٰہٰ:15-16)

یعنی مَیں ہی اس دنیا کا واحد خالق ومالک ہوں۔ میرے سوا اَور کوئی قابل پرستش نہیں۔ پس تمہیں چاہیے کہ صرف میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کے لیے اپنی دعاؤں کو وقف کر دو۔ دیکھو موعود گھڑی جلد آنے والی ہے مگر ہم اس کے وقت کو مخفی رکھے ہوئے ہیں تاکہ ہر شخص اپنے کیے کا سچا بدلہ پا سکے۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی تو گویا ان کی آنکھ کھل گئی اور بے اختیار ہو کے بولے۔ کیسا عجیب کلام ہے؟ کیسا پاک کلام ہے؟ خَبابؓ نے جب یہ الفاظ سنے، وہ چھپے ہوئے تھے تو فوراً باہر نکل آئے اور خدا کا شکر ادا کیا اور پھر انہوں نے کہا کہ یہ جو تبدیلی پیدا ہوئی ہے یہ رسول اللہؐ کی دعا کا نتیجہ ہے کیونکہ خدا کی قسم! ابھی کل ہی مَیں نے آپؐ کو یہ دعا کرتے سنا تھا کہ یا اللہ! تُو عمر ابن الخطاب یا عَمْرو بن ہشام یعنی ابوجہل میں سے کوئی ایک ضرور اسلام کو عطا کر دے۔ بہرحال حضرت عمرؓ نے اس بات پر حضرت خَبابؓ سے کہا کہ مجھے ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتاؤ۔ کہاں ہیں وہ؟ اور تلوار بھی انہوں نے نیام میں نہیں ڈالی ہوئی تھی۔ اسی طرح کھینچی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں دارِ ارقم میں ہوتے تھے۔ چنانچہ خَبابؓ نے انہیں وہاں کا پتہ بتا دیا۔ حضرت عمر وہاں گئے۔ دروازے پر پہنچ کے زور سے دستک دی۔ صحابہؓ نے دروازے کی دراڑ سے دیکھا تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے کھڑے ہیں اور یہ دیکھ کر دروازہ کھولنے میں تأمل کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ حضرت حمزہؓ نے بھی کہا (حضرت حمزہؓ بھی وہاں موجود تھے) کہ دروازہ کھول دو۔ اگر تو نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اگر بدارادہ ہوا تو اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ دروازہ کھولا گیا۔ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے اندر داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کا پلو پکڑ کے کھینچا اور فرمایا عمر کس ارادے سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں مسلمان ہونے آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سنے تو خوشی سے اللہ اکبر! کہا اور یہ لکھا ہے کہ ساتھ ہی صحابہؓ نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ مکہ کی پہاڑیاں بھی گونج اٹھیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 157 تا 159)

تو یہ حضرت سعیدؓ تھے جو حضرت عمرؓ کے بھی اسلام لانے کا ذریعہ بنے۔ حضرت سعید بن زیدؓ اولین مہاجرین میں سے تھے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت رِفَاعَہ بن عَبدُالمُنذِر کے ہاں ٹھہرے جو حضرت اَبُولُبَابَہ کے بھائی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مؤاخات حضرت رَافع بن مالکؓ سے جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت اُبَی بن کَعبؓ سے کروائی۔ حضرت سعید بن زیدؓ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 476 سعید بن زید دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 292 سعید بن زیدومن بنی عدی بن کعب بن لُؤَیّ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

اور اسی وجہ سے ان سب صحابہؓ کو جن کو کسی نہ کسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شامل فرمایا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان کو کسی رنگ میں بھی حصہ دے کر شامل فرمایا گیا ان کو

بدری صحابہؓ میں شمار کیا جا رہا ہے۔

ان کی جنگ بدر میں نہ شامل ہونے کی وجہ حضرت طلحہ بن عُبَیْدُ اللہؓ کے ذکر میں بیان ہو چکی ہے تاہم یہاں بھی بیان کرنا ضروری ہے اس لیے بیان کر دیتا ہوں۔ ویسے بھی اس کو دو تین مہینے گزر گئے ہیں اور یہاں بیان کرنا ضروری بھی ہے۔

بہرحال حضرت سعید بن زیدؓ کی جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک قافلے کی شام سے روانگی کا اندازہ فرمایا تو آپؐ نے مدینے سے اپنی روانگی سے دس روز پہلے حضرت طلحہ بن عُبَیْدُ اللہؓ اور حضرت سعید بن زَیدؓ کو قافلے کی خبر رسانی کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں حَوراء پہنچے۔ یہ وہاں ایک جگہ ہے۔ وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ قافلہ ان کے پاس سے گزرا۔ حَوْرَاء بحیرۂ احمر پر واقع ایک پڑاؤ ہے جہاں سے حجاز اور شام کے درمیان چلنے والے قافلے گذرتے تھے۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ کے واپس آنے سے پہلے ہی یہ خبر معلوم ہو گئی کہ وہ قافلہ تو وہاں سے گذر کے چلا گیا ہے۔ اب اس طرف آنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اس وقت وہ قافلہ ادھر آنے کی بجائے جب گذر گیا تو ابھی صحیح حالات کی خبر تو نہیں تھی لیکن یہ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچ گئی کہ قافلہ وہاں سے گذر گیا ہے۔ اس پر آپؐ نے صحابہ کو بلایا اور قریش کے قافلے کے قصد سے روانہ ہوئے مگر قافلہ ساحل کے ساتھ راستے سے تیزی سے نکل گیا اور تلاش کرنے والوں سے بچنے کے لیے دن رات چلتا رہا۔ قافلے والوں نے بھی اپنا راستہ بدل لیا تو ادھر ٹکراؤ نہیں ہوا۔ جس راستے سے ان کے آنے کی توقع تھی وہاں سے نہیں گزرا بلکہ ایک چکر کاٹ کے ساحل کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت طلحہ بن عُبَید اللہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلے کی خبر دیں۔

ان دونوں کو آپؐ کی غزوۂ بدر کے لیے روانگی کا علم نہیں تھا۔ یہ مدینہ اس دن پہنچے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں قریش کے لشکر سے مقابلہ کیا تھا۔ یہ دونوں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور آپؐ کی بدر سے واپسی پر تُرْبَان میں ملے۔ تُرْبَان مدینہ سے انیس میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے جس میں کثرت سے میٹھے پانی کے کنویں ہیں۔ غزوۂ بدر کے لیے جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قیام فرمایا تھا۔ یہ تجارتی قافلہ دوسرا تھا جو ادھر سے نکل گیا لیکن مکّے سے حملہ کرنے کے لیے جو ایک فوج آئی تھی وہ دوسری تھی جن کی بدر کے مقام پر مڈھ بھیڑ ہوئی لیکن بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے نکلے تھے کہ اس قافلے کو دیکھیں کہ ان کی نیت کیا ہے۔ یہ نہیں پتا تھا کہ ایک فوج بھی آ رہی ہے۔ بہرحال آگے ذکر یہ ہے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ جنگ میں شامل نہ ہوئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا اور یہ دونوں بدر میں شاملین ہی قرار دیے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 292-293 سعید بن زیدومن بنی عدی بن کعب بن لؤیّ ۔دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(السیرۃ النبویۃ علیٰ ضوء القرآن والسنۃ جلد2 صفحہ 123)(فرہنگ سیرت صفحہ 75 زوار اکیڈیمی کراچی 2003ء)

حضرت سعید بن زَیدؓ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہؓ میں سے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی دنیا میں جنت کی خوشخبری ملی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ اور ابوعُبَیدہ بن الجرّاحؓ میں سے ایک ایک کا نام لے کر فرمایا کہ یہ جنتی ہیں۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 155)

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نو لوگوں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی یہی کہوں، گواہی دوں تو گناہ گار نہیں ہوں گا۔ کہا گیا وہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر ارہ اے حِرَاء! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہے۔ کسی نے پوچھا وہ دس جنتی لوگ کون ہیں؟ حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ اور کہا گیا کہ دسواں کون ہے تو حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا وہ میں۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی الاعور وا سمہ سعید بن زَید حدیث 3757)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 478 سعید بن زَید دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016)

سعید بن جُبَیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ میدانِ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوتے یعنی آپؐ کا دفاع کرتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 478سعید بن زیددارالکتب العلمیۃ)

حکیم بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعید بن زیدؓ کی انگوٹھی میں قرآن کریم کی آیت لکھی ہوئی دیکھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 294 سعید بن زیدومن بنی عدی بن کعب بن لُؤَیٍّ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شام کے معرکے میں جب باقاعدہ فوج کشی ہوئی تو حضرت سعید بن زیدؓ حضرت ابوعبیدہؓ کے ماتحت پیدل فوج کی افسری پر متعین ہوئے۔ دمشق کے محاصرے اور یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں نمایاں شجاعت اور جانبازی کے ساتھ شریک رہے۔ جنگ کے دوران حضرت سعید بن زَیدؓ کو دمشق کی گورنری پر مامور کیا گیا لیکن انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ جہاد کریں اور مَیں اس سے محروم رہوں۔ اس لیے خط پہنچتے ہی میری جگہ پر کسی اَور کو بھیج دیں اور مَیں جلد سے جلد آپ کے پاس پہنچتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے مجبوراً یزید بن ابوسفیان کو بھجوا دیا اور حضرت سعید بن زیدؓ دوبارہ جنگ میں شامل ہو گئے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 164)(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 138 حضرت سعید بن زیدؓ مطبوعہ دار اشاعت)

حضرت سعید بن زیدؓ کے سامنے بہت سے انقلابات برپا ہوئے، بیسیوں خانہ جنگیاں پیش آئیں اور گو وہ

اپنے زہد و اتقاء کے باعث ان جھگڑوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہے تاہم جس کی نسبت جو رائے رکھتے تھے اس کو آزادی کے ساتھ ظاہر کرنے میں تأمّل بھی نہیں کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ عموماً کوفہ کی مسجد میں فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں نے عثمانؓ کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے اگر احد پہاڑ متزلزل ہو جائے تو کچھ عجب نہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 139)

اسی طرح ایک روز کوفہ کی جامع مسجد میں مُغِیرہ بن شُعْبَہ نے حضرت علیؓ کی شان میں برا بھلا کہا تو حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا اے مغیرہ بن شعب! اے مغیرہ بن شعب! اے مغیرہ بن شعب! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ دس جنت میں ہوں گے اور ان میں سے ایک حضرت علیؓ بھی تھے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 165)

حضرت سعید بن زَیدؓ مستجاب الدعوات تھے۔ ایک مرتبہ ان پر زمین پر قبضہ کرنے کا الزام لگایا گیا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت سعید بن زیدؓ کی زمین کے ساتھ ملحقہ زمین ایک خاتون اَرْوٰی بنت اُوَیس کی تھی۔ اس نے حضرت معاویہؓ کی طرف سے مقرر کردہ مدینہ پر گورنر مَرْوَان بن حَکَم کے پاس شکایت کی کہ سعید نے ظلم سے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ مَرْوَان نے تحقیق کے لیے آدمی مقرر کیے تو حضرت سعید نے انہیں جواب دیا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد ظلم کر سکتا ہوں کہ جو ظلم کی راہ سے ایک بالشت زمین بھی غصب کرے گا قیامت کے دن ساتوں زمینیں اس کے گلے کا طوق ہوں گی۔

اس کے بعد انہوں نے کہا اے خدا! اگر اَرْوٰی جھوٹ بولتی ہے تو اس کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک اس کی نظر نہ جاتی رہے اور اس کی قبر اس کے گھر کا کنواں نہ بنے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اَرْوٰی پہلے بصارت کی نعمت سے محروم ہوئی۔ پھر ایک روز چلتے ہوئے اپنے ہی گھر کے کنویں میں گر کر مر گئی۔ اس کے بعد یہ محاورہ بن گیا اور اہل مدینہ یہ کہنے لگے کہ أَعْمَاكَ اللّٰہُ کَمَا أَعْمٰی آرْوٰی کہ اللہ تجھے اسی طرح اندھا کرے جس طرح اس نے اَرْوٰی کو اندھا کیا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 477 سعید بن زَید دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء) (ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 164-165)

حضرت سعید بن زیدؓ نے پچاس یا اکاون ہجری میں تقریباً ستّر برس کی عمر میں جمعے کے دن وفات پائی۔ بعض روایات کے مطابق وفات کے وقت ان کی عمر ستّر سال سے متجاوز تھی، زیادہ تھی۔ نواحِ مدینہ میں بمقام عَقِیْق ان کا مستقل مسکن تھا اور عقیق!! جزیرۂ عرب میں اس نام کی کئی وادیاں ہیں۔ ان میں سب سے اہم مدینہ کی وادی عقیق ہے جو مدینے کے جنوب مغرب سے شمال مشرق تک پھیلی ہوئی ہے اور اس میں مدینہ منورہ کی ساری وادیاں آ کر شامل ہو جاتی ہیں۔ بہر حال حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کی تیاری کر رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت سعید کی وفات کی خبر سنی تو وہ جمعہ پر نہیں گئے بلکہ اسی وقت عقیق کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وَقاصؓ نے غسل دیا اور ان کی نعش مبارک لوگ کندھوں پر رکھ کر مدینہ لائے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نماز جنازہ

پڑھائی اور مدینہ میں ان کی تدفین ہوئی۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 478 سعید بن زَید دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 138 حضرت سعید بن زیدؓ مطبوعہ دار اشاعت کراچی)
(فرہنگ سیرت، صفحہ 204 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ کی وفات کی خبر سنی تو وہ جمعہ پر جانے کی تیاری کر رہے تھے لیکن وہ جمعہ پر نہ گئے اور ان کی طرف گئے اور انہیں غسل دیا، خوشبو لگائی اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی جبکہ عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعید بن زَیدؓ کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے غسل دیا اور خوشبو لگائی پھر گھر آئے اور خود بھی غسل کیا۔ پھر جب گھر سے باہر نکلے تو کہا کہ حضرت سعید بن زَیدؓ کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا بلکہ گرمی کی وجہ سے میں نے غسل کیا ہے۔ حضرت سعید بن زیدؓ کی نماز جنازہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے پڑھائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ دونوں قبر میں اترے یعنی نعش کو لحد کے اندر رکھنے کے لیے لحد میں آئے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 478 سعید بن زید دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 138 حضرت سعید بن زیدؓ مطبوعہ دار اشاعت کراچی)

حضرت سعید بن زیدؓ نے مختلف اوقات میں دس شادیاں کیں اور ان بیویوں سے تیرہ لڑکے اور انّیس لڑکیاں ان کی پیدا ہوئیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 292 سعید بن زیدومن بنی عدی بن کعب بن لُؤَیّ ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 140 حضرت سعید بن زیدؓ مطبوعہ دار اشاعت کراچی)

اگلا ذکر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ہے۔ اس کا کچھ مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عَبدِ عَمرو تھا اور دوسری روایت کے مطابق عَبْدُ الْکَعْبَہ تھا۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر عبد الرحمٰن رکھ دیا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو زُہرہ بن کِلَاب سے تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 92 عبد الرحمٰن بن عوف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

سَہلَہ بنت عاصِم بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عَوفؓ سفید، خوبصورت آنکھوں والے، لمبی پلکوں، لمبے ناک والے تھے۔ سامنے کے اوپر والے دانت میں سے کچلی والے دانت لمبے تھے۔ کانوں کے نیچے تک بال تھے۔ گردن لمبی، ہتھیلیاں مضبوط اور انگلیاں موٹی تھیں۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 847 عبد الرحمٰن بن عوف مطبوعہ دار الجیل بیروت)

اِبراہیم بن سَعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ دراز قد، سفید رنگ جس میں سرخی کی آمیزش تھی، خوبرو، نرم جلد والے تھے۔ خضاب نہیں لگاتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پاؤں سے لنگڑے تھے۔ آپؓ کی یہ لنگڑاہٹ اُحُد کے بعد ہوئی کیونکہ اُحُد کے میدان میں راہ حق میں زخمی ہوئے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 292 عبد الرحمٰن بن عوف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ان دس اصحاب میں شامل تھے جن کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت

مل گئی تھی۔ آپؓ ان اصحابِ شوریٰ کے چھ افراد میں سے ایک ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے خلافت کے انتخاب کے لیے مقرر فرمایا اور ان افراد کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت ان سب سے راضی تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 290 عبد الرحمٰن بن عوف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت عبد الرحمٰن بن عَوفؓ عَامُ الفِیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ان قلیل افراد میں سے تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ابتدائی آٹھ اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دارِ ارقم کو تبلیغی مرکز بنایا تو آپؓ اس سے بھی پہلے حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ حبشہ کی طرف جانے والی دونوں ہجرتوں میں شامل تھے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صفحہ 103-104)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 92 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیة بیروت)

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عَوفؓ بیان کرتے ہیں جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور سَعْد بن رَبِیعؓ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ تو سَعْد بن رَبِیعؓ نے کہا کہ مَیں انصار میں سے زیادہ مالدار ہوں۔ (یہ روایت سَعْد بن رَبِیعؓ کے ذکر میں بھی آچکی ہے لیکن بہرحال یہاں بھی ذکر کرتا ہوں۔) سو میں تقسیم کر کے نصف مال آپ کو دے دیتا ہوں اور میری دو بیویوں میں سے جو آپ پسند کریں میں آپ کے لیے اس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے آپ نکاح کر لیں۔ یہ سن کر حضرت عبد الرحمٰنؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے اہل اور مال میں آپؓ کے لیے برکت رکھ دے۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو۔

حضرت سعدؓ نے بتایا کہ قَیْنُقَاع کا بازار ہے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ یہ معلوم کر کے صبح سویرے وہاں گئے۔ وہاں کاروبار کیا اور انہوں نے وہاں پنیر اور گھی منافع کے طور پر بچایا اور اسے لے کر حضرت سعدؓ کے گھر والوں کے پاس واپس پہنچے۔ پھر اسی طرح ہر صبح آپؓ وہاں بازار میں جاتے اور کاروبار کرتے رہے اور منافع کماتے رہے۔ ابھی کچھ عرصہ گزرا تھا کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ آئے اور ان پر زعفران کا نشان تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے کہا کہ انصار کی ایک عورت سے۔ فرمایا کتنا مہر دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے برابر سونا یا کہا سونے کی گٹھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ بھی کرو خواہ ایک بکری کا ہی سہی۔

(صحیح البخاری کتاب البیوع باب وقول اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع الخ حدیث 2048-2049)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے آپ کو اس حالت میں بھی دیکھا کہ اگر میں کوئی پتھر بھی اٹھاتا تو امید کرتا کہ نیچے سونا یا چاندی ملے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تجارت میں اتنی برکت رکھ دی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 93 عبد الرحمٰن بن عوف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عبدالرحمٰن بن عَوفؓ غزوۂ بدر، اُحد سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 95 عبد الرحمٰن بن عوف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

جنگِ بدر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ مَیں بدر کی لڑائی میں صف میں کھڑا تھا کہ میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو انصاری لڑکے ہیں۔ ان کی عمریں چھوٹی ہیں۔ میں نے آرزو کی کہ کاش میں ایسے لوگوں کے درمیان ہوتا جو ان سے زیادہ جوان اور تنومند ہوتے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ سے دبا کر پوچھا کہ چچا کیا ابوجہل کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ پاؤں تو میری آنکھ سے اس کی آنکھ جدا نہ ہو گی جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جس کی مدت پہلے مقدّر ہے۔ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں پھر دوسرے نے مجھے ہاتھ سے دبایا اس نے بھی مجھے اسی طرح پوچھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہو گا کہ میں نے ابوجہل کو لوگوں میں چکر لگاتے دیکھا۔ میں نے کہا دیکھو یہ ہے تمہارا وہ ساتھی جس کے متعلق تم نے مجھ سے دریافت کیا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں جلدی سے اپنی تلواریں لیے اس کی طرف لپکے اور اسے اتنا مارا کہ اس کو جان سے مار ڈالا اور پھر لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو مارا ہے۔ دونوں نے کہا میں نے اس کو مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ کر صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے تلواروں کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں نے ہی اس کو مارا ہے۔ اس کا سامانِ غنیمت مُعاذ بن عَمْرو بن جَمُوح کو ملے گا اور ان دونوں کا نام مُعاذ تھا۔ مُعاذ بن عَفْراء اور مُعاذ بن عَمْرِو بن جَمُوح۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

ابوجہل کے قتل کے سلسلہ میں یہ وضاحت پہلے بھی ہو چکی ہے۔ دوبارہ بیان کر دیتا ہوں کہ بعض روایات میں ہے کہ عَفْراء کے دو بیٹوں مُعَوِّذؓ اور مُعاذؓ نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا اور بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ امام ابنِ حَجَر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ مُعاذ بن عَمْرو اور مُعاذ بن عَفْراء کے بعد مُعَوِّذ بن عَفْراء نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔ یہ بھی شرحِ بخاری فتح الباری میں لکھا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب حدیث 3141، کتاب المغازی باب قتل ابی جھل حدیث 3961-3962) (فتح الباری شرح صحیح بخاری جزء 7 صفحہ 295-296 المکتبۃ السلفیۃ)

اس واقعے کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ابوجہل جو مکہ کے تمام گھرانوں کا سردار اور کفار کی فوج کا کمانڈر تھا جب بدر کی جنگ کے موقعے پر وہ فوج کی ترتیب کر رہا تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عَوفؓ جیسا تجربہ کار جرنیل کہتا ہے کہ میں نے اپنے دائیں بائیں دو انصاری لڑکوں کو دیکھا جو پندرہ پندرہ سال کی عمر کے تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا آج دل کی حسرتیں نکالنے کا موقع نہیں۔ بدقسمتی سے میرے اردگرد ناتجربہ کار بچے اور وہ بھی انصاری بچے کھڑے ہیں جن کو جنگ سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ مَیں اسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ دائیں طرف سے میرے پہلو میں کہنی لگی۔ مَیں نے سمجھا کہ دائیں طرف کا بچہ کچھ کہنا چاہتا ہے اور میں نے اس کی طرف اپنا منہ موڑا۔ اس نے کہا چچا ذرا جھک کر بات سنو۔ میں آپ کے کان میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں تا کہ میرا ساتھی اس بات کو سن نہ لے۔ وہ کہتے ہیں جب مَیں نے اپنا کان اس کی طرف جھکایا تو اس نے کہا چچا وہ ابوجہل کون سا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر دکھ دیا کرتا تھا۔ چچا میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں اس کو ماروں۔

وہ کہتے ہیں کہ ابھی اس کی یہ بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ میرے بائیں پہلو میں کہنی لگی اور مَیں اپنے بائیں طرف کے بچہ کی طرف جھک گیا اور اس بائیں طرف والے بچہ نے بھی یہی کہا کہ چچا وہ ابوجہل کونسا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا دکھ دیا کرتا تھا؟ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آج اس کو ماروں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں باوجود تجربہ کار سپاہی ہونے کے میرے دل میں یہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ ابوجہل جو فوج کا کمانڈر تھا، جو تجربہ کار سپاہیوں کے حلقہ میں کھڑا تھا اس کو میں مار سکتا ہوں۔ میں نے انگلی اٹھائی اور ایک ہی وقت میں ان دونوں لڑکوں کو بتایا کہ وہ سامنے جو شخص خود پہنے زرہ میں چھپا ہوا کھڑا ہے جس کے سامنے مضبوط اور بہادر جرنیل ننگی تلواریں اپنے ہاتھوں میں لیے کھڑے ہیں وہ ابوجہل ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں ان کو بتاؤں کہ تمہارے جیسے ناتجربہ کار بچوں کے اختیار سے یہ بات باہر ہے مگر وہ، (عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ) میری وہ انگلی جو اشارہ کر رہی تھی ابھی نیچے نہیں جھکی تھی کہ جیسے باز چڑیا پر حملہ کرتا ہے اسی طرح وہ دونوں انصاری بچے کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے ابوجہل کی طرف دوڑنا شروع ہوئے۔

ابوجہل کے آگے عکرمہ اس کا بیٹا کھڑا تھا جو بڑا بہادر اور تجربہ کار جرنیل تھا مگر یہ انصاری بچے اس تیزی سے گئے کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کس مقصد کے لیے یہ آگے بڑھے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ابوجہل پر حملہ کرنے کے لیے کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے عین پہرہ داروں تک جا پہنچے۔ ننگی تلواریں اپنے ہاتھ میں لیے جو پہرے دار کھڑے تھے وہ وقت پر اپنی تلواریں بھی نیچے نہ لا سکے۔ صرف ایک پہرے دار کی تلوار نیچے جھک سکی اور ایک انصاری لڑکے کا بازو کٹ گیا مگر جن کو جان دینا آسان معلوم ہوتا تھا ان کے لیے بازو کا کٹنا کیا روک بن سکتا تھا۔

جس طرح پہاڑ پر سے پتھر گرتا ہے اسی طرح وہ دونوں لڑکے پہرہ داروں پر دباؤ ڈالتے ہوئے ابوجہل پر جا گرے اور جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی کفار کے کمانڈر کو جا گرایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں جنگ کے آخری وقت میں وہاں پہنچا جہاں ابوجہل جان کندنی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا سناؤ کیا حال ہے؟ اس نے کہا مر رہا ہوں۔ پر حسرت سے مر رہا ہوں کیونکہ مرنا تو کوئی بڑی بات نہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ دل کی حسرت نکالنے سے پہلے انصار کے دو چھوکروں نے مجھے مار گرایا۔

مکہ کے لوگ انصار کو بہت حقیر سمجھا کرتے تھے۔ اس لیے اس نے افسوس کے ساتھ اس کا ذکر کیا اور کہا یہی حسرت ہے جو اپنے دل میں لیے مر رہا ہوں کہ انصار کے دو چھوکروں نے مجھے مار ڈالا۔ پھر وہ ان سے کہنے لگا میں

اس قدر شدید تکلیف میں ہوں۔ عبداللہ بن مسعود کو ابوجہل نے کہا کہ میں بڑی شدید تکلیف میں ہوں۔ کیا تم مجھ پر، میرے پر ایک احسان کرو گے۔ اگر تلوار کے ایک وار سے میرا خاتمہ کر دو مگر دیکھنا میری گردن ذرا لمبی کاٹنا کہ جرنیل کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی گردن لمبی کاٹی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کی یہ بات تو مان لی کہ مجھے قتل کر دو اور اس دکھ سے بچا لو مگر انہوں نے ٹھوڑی کے پاس سے اس کی گردن کو کاٹا۔ گویا مرتے وقت اس کی یہ حسرت بھی پوری نہ ہوئی کہ اس کی گردن لمبی کاٹی جائے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد8 صفحہ 100-101)

حضرت مصلح موعودؓ نے قربانیوں کے ضمن میں یہ ذکر، یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ کس طرح بچوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت تھی اور کس طرح آپؐ کے دشمن سے وہ بدلہ لینا چاہتے تھے۔

یہ واقعہ پہلے بھی ایک دو دفعہ بیان ہو چکا ہے لیکن بہر حال یہ قربانیاں تھیں، یہ محبت تھی اور ان سب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عشق تھا جس کی وجہ سے ان کو اپنی جانوں کی پروا نہیں تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا باقی ذکر جو ہے ان شاء اللہ آئندہ کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ جولائی 2020ء جلد27 شمارہ 53 صفحہ 05 تا 09)

25

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 19؍ جون 2020ء بمطابق 19؍ احسان 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ذکر ہو رہا تھا اور اس کا کچھ حصہ رہ گیا تھا جو آج مَیں بیان کروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے اُمَیَّہ بن خَلَف کے ساتھ پرانے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس کی بابت ایک تفصیلی واقعہ صحیح بخاری میں بیان ہوا ہے جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے امیہ بن خلف کو خط لکھا کہ وہ مکے میں میرے مال اور جائیداد کی حفاظت کرے اور مَیں اس کے مال و اسباب کی مدینہ میں حفاظت کروں گا۔ جب مَیں نے اپنا نام عبدالرحمٰن لکھا تو امیہ نے کہا کہ مَیں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا۔ تم مجھے اپنا وہ نام بتاؤ، وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا۔ کہتے ہیں کہ اس پر مَیں نے اپنا نام عبدِ عمرو لکھا۔ جب وہ بدر کی جنگ میں تھا تو مَیں ایک پہاڑی کی طرف نکل گیا جبکہ لوگ سو چکے تھے تا مَیں اس کی حفاظت کروں تو بلالؓ نے اسے کہیں دیکھ لیا چنانچہ حضرت بلالؓ گئے اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ امیہ بن خلف ہے۔ اگر یہ بچ نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس پر حضرت بلالؓ کے کچھ لوگ ہمارے یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور امیہ بن خَلَف کے تعاقب میں نکلے کیونکہ یہ اس کو بچانے کے لیے نکلے تھے، پناہ میں لینے کے لیے نکلے تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں ڈرا کہ وہ ہمیں پالیں گے۔ ہمیں پکڑ لیں گے اس لیے مَیں نے اس کے بیٹے کو اس کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ اس کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جائیں یعنی بیٹے کے ساتھ وہ مسلمان لوگ جو پیچھے آ رہے تھے لڑائی میں مشغول ہو جائیں اور ہم ذرا آگے نکل جائیں۔ مَیں ان کو محفوظ جگہ پر لے جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ اس کے بیٹے کو ان لوگوں نے مار ڈالا۔ پھر کہتے ہیں کہ انہوں نے میرا داؤ کارگر نہ ہونے دیا اور ہمارا پیچھا کیا۔ امیہ چونکہ بھاری بھرکم آدمی تھا اس لیے جلدی ادھر ادھر نہ ہو سکا۔ آخر جب انہوں نے ہمیں پا لیا تو مَیں نے اسے کہا بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا۔ مَیں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا کہ اسے بچاؤں تو انہوں نے میرے نیچے سے اس کے بدن میں تلواریں گھونپیں یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ ان میں سے ایک کی تلوار سے میرے پاؤں پر بھی زخم آ گیا۔

(صحیح البخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب حدیث 2301)

تاریخ طبری میں اس کی مزید تفصیل یوں بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ مکّے میں امیہ بن خلف میرا دوست تھا۔ اس وقت میرا نام عبدعمرو تھا۔ مکّہ ہی میں جب مَیں اسلام لایا تو میرا نام

عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ اس کے بعد وہیں جب کبھی وہ مجھ سے ملتا تو کہتا اے عبد عمرو! کیا تم اپنے باپ کے رکھے ہوئے نام سے اعراض کرتے ہو؟ مَیں کہتا ہاں۔ اس پر وہ کہتا مگر میں رحمٰن کو نہیں جانتا۔ مناسب یہ ہے کہ کوئی اَور نام تجویز کرو اس سے مَیں تمہیں مخاطب کروں گا کیونکہ اپنے سابق نام پر تم مجھے جواب نہیں دیتے اور جس بات سے مَیں ناواقف ہوں اس کے نام کے ساتھ مَیں تمہیں نہیں پکاروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ جب وہ مجھے 'اے عبد عمرو!' کہہ کر پکارتا تو مَیں اسے جواب نہیں دیتا تھا۔ مَیں نے کہا کہ اے ابو علی! اس کے متعلق تم جو چاہو مقرر کر دو۔ یہ جو ہے یہ پرانا نام ہے تو مَیں اس کا جواب نہیں دوں گا۔ اس نے کہا اچھا تمہارا نام عَبْدِ اِلٰہ بہتر ہو گا۔ مَیں نے کہا اچھا۔ چنانچہ اس کے بعد جب مَیں اور وہ ملتے تو وہ مجھے عَبْدِ اِلٰہ کے نام سے پکارتا۔ مَیں اسے جواب دیتا اور اس سے باتیں کرتا یہاں تک کہ بدر کا دن آگیا۔ مَیں امیہ کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنے بیٹے علی بن امیہ کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔ میرے پاس کئی زرہیں تھیں جنہیں مَیں نے حاصل کیا تھا۔ مَیں ان کو لیے جا رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی کہ اے عبد عمرو! مَیں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اس نے کہا اے عَبْدِ اِلٰہ! مَیں نے کہا ہاں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کیا مَیں تمہارے لیے ان زِرہوں سے جن کو تم لیے جا رہے ہو زیادہ بہتر نہیں ہوں؟ مَیں نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو آجاؤ۔ مَیں نے زِرہیں وہاں پھینک دیں یعنی اسے پناہ دینے کے لیے اور اس کا اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا آج کے جیسا دن میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ جیسا کہ آج دن گزرا ہے مَیں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ مَیں ان دونوں کو ساتھ لے کر چل دیا۔ مَیں باپ بیٹے کے بیچ میں ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ امیہ نے مجھ سے پوچھا کہ اے عَبْدِ اِلٰہ! تم میں وہ کون ہے جس کے سینے پر شتر مرغ کا پَر بطور نشان آویزاں تھا۔ مَیں نے کہا وہ حمزہ بن عبدالمطلبؓ ہے۔ اس نے کہا ہماری یہ حالت اسی کی بدولت ہے۔ یہ جو ہمارا بُرا حال ہوا ہے اس کی بدولت ہے۔ بہرحال کہتے ہیں مَیں ان کو لیے چلا جا رہا تھا کہ بلالؓ نے اسے میرے ہمراہ دیکھ لیا۔ یہ امیہ مکّے میں حضرت بلالؓ کو اذیتیں دیتا تھا تاکہ وہ اسلام ترک کر دیں۔ وہ ان کو مکے کی صاف چٹان پر جب وہ دھوپ سے خوب تپ جاتی لے جاتا اور اس پر ان کو پیٹھ کے بل لٹا دیتا۔ پھر ایک بڑے پتھر کے متعلق حکم دیتا جس پر وہ پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا اور پھر کہتا کہ جب تک تو محمدؐ کے دین کو ترک نہیں کرے گا تجھے سزا ملتی رہے گی مگر باوجود اس عذاب کے بلال یہی کہتے 'اَحَد، اَحَد'۔ یعنی وہ ایک ہے، وہ ایک ہے۔ اس لیے اب جب اس کی نظر اس پر پڑی یعنی حضرت بلالؓ کی امیہ پر جب نظر پڑی تو کہنے لگے کہ امیہ بن خَلَف کفر کا سرغنہ ہے۔ مَیں نجات نہ پاؤں اگر یہ بچ جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اے بلال! یہ دونوں میرے قیدی ہیں۔ بلالؓ نے پھر کہا مَیں نجات نہ پاؤں اگر یہ بچ جائے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا اے ابن سَوداء! تم سنتے ہو۔ بلال نے پھر کہا میں نجات نہ پاؤں اگر یہ بچ جائے۔ پھر حضرت بلالؓ نے نہایت زور سے چلّا کر کہا اے اللہ کے انصار! یہ کفار کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے۔ میں ہلاک ہو جاؤں اگر یہ بچ جائے۔ ان کی اس آواز پر لوگوں نے ہمیں ہر طرف سے گھیر لیا اور قید سا کر لیا۔ میں اسے بچانے لگا۔ ایک شخص نے اس کے بیٹے پر تلوار ماری اور وہ گر پڑا۔ اس وقت امیہ نے اس زور سے چیخ ماری کہ میں نے اس جیسی کبھی نہیں سنی۔ میں نے کہا بھاگ جاؤ مگر بھاگ نہیں سکتے۔ اللہ کی قسم!

مَیں تیرے کسی کام نہیں آسکتا۔ اتنے میں حملہ آوروں نے ان دونوں پر اپنی تلواروں سے حملہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں کا کام تمام کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بلالؓ پر رحم کرے۔ میری زرہیں بھی گئیں اور قیدی کو انہوں نے زبردستی مجھ سے چھین لیا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 35 باب ذکر وقعة بدر الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنگِ اُحُد میں بھی شامل ہوئے۔ غزوہ احد کے دن جب لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 95 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

غزوۂ احد کے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اکیس زخم آئے اور پاؤں میں ایسا زخم آیا کہ آپؓ لنگڑا کر چلتے تھے اور سامنے کے دو دانت بھی شہید ہوئے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء3 صفحہ 476 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ شعبان چھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی قیادت میں سات سو آدمیوں کو دُوْمَۃُ الْجَندل کی طرف بھیجا۔ اپنے دست مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کا عمامہ ان کے سر پر باندھا جس کا شملہ ان کے کندھوں کے درمیان رکھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا ابو محمد! مجھے دُوْمَۃُ الْجَندل کی طرف سے تشویش ناک خبریں آ رہی ہیں۔ وہاں مدینے پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع ہو رہا ہے۔ تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے ادھر روانہ ہو جاؤ۔ سات سو مجاہد تمہارے ساتھ جائیں گے۔ دُوْمَۃُ الْجَندل پہنچ کر وہاں کے سردار اور اس کے قبیلہ کلب کو پہلے اسلام کی دعوت دینا لیکن اگر لڑائی کی نوبت آئے تو دیکھنا کسی کو دھوکا نہ دینا۔ خیانت اور بدعہدی نہ کرنا۔ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا اور خدا کے باغیوں سے دنیا کو پاک کر دینا۔ ان احتیاطوں کے ساتھ پھر جنگ کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دُوْمَہ پہنچ کر ان کو تین دن تک اسلام کی دعوت دی۔ وہ تین دن تک انکار کرتے رہے۔ پھر اَصْبَغْ بِنْ عَمْرو کَلْبِی جو عیسائی تھا اور ان کا سردار تھا اس نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا حال لکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس سردار کی بیٹی تُمَاضِرْ سے شادی کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس سے شادی کی اور اس کے ہمراہ مدینہ واپس آئے۔ تُمَاضِرْ بعد میں اُمِّ اَبُو سَلَمَہ کہلائیں۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 106) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ96 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت) (عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 875 البدر پبلیکیشنز لاہور)

عمر بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ چودہ ہجری میں جنگ جِسْر کے موقع پر حضرت عمرؓ کو جب حضرت اَبُو عُبَید بن مسعودؓ کی شہادت کی اطلاع ملی۔ یہ جو جنگ جِسر ہے پہلے بھی یہ بیان ہو چکا ہے۔ فارسیوں کے ایک ہاتھی نے ان کو کچل دیا تھا۔ بہرحال جب اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ اہل فارس نے آلِ کسریٰ میں سے ایک شخص کو تلاش کر کے اپنا بادشاہ بنایا ہے تو آپؓ نے مہاجرین اور انصار کو دعوتِ جہاد دی اور مدینہ سے روانہ ہو کر صِرَارْ مقام پر قیام کیا۔ صِرار مدینہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر عراق کے راستے

پر واقع ایک جگہ ہے۔ بہر حال وہاں آپؓ نے قیام کیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو آگے روانہ کیا تا کہ وہ اَعْوَص پہنچ جائیں۔ آپؓ نے مَیْمَنَہ یعنی فوج کا جو دایاں بازو تھا اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو اور مَیْسَرَہ جو فوج کا بایاں بازو تھا اس پر زُبیر بن عوامؓ کو مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر کر آئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے آپؓ کو فارس جانے کا مشورہ دیا۔ یہ قافلہ جب روانہ ہوا تھا تو صِرار آنے تک حضرت عمرؓ نے کسی سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر آپؓ نے مشورہ کیا۔ حضرت طلحہؓ واپس آئے تو وہ بھی ان لوگوں کے ہم خیال تھے۔ پہلے حضرت طلحہؓ وہاں نہیں تھے۔ جب واپس آئے تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے آگے جانا چاہیے۔ مگر حضرت عبد الرحمٰنؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپؓ کو جانے سے روکا اور روکنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ آج سے پہلے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی پر اپنے ماں باپ کو قربان نہیں کیا اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا کروں گا مگر آج کہتا ہوں کہ اے وہ کہ جس پر میرے ماں باپ فدا ہوں اس معاملے کا آخری فیصلہ آپؓ مجھ پر چھوڑ دیں۔ حضرت عمرؓ جو اس وقت خلیفہ تھے آپؓ نے ان کو یہ جواب دیا۔ آپؓ وہاں یعنی صِرَار کے مقام پر رک جائیں اور ایک بڑے لشکر کو روانہ فرما دیں۔ شروع سے لے کر اب تک آپؓ دیکھ چکے ہیں کہ آپؓ کے لشکروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ رہا ہے۔ اگر آپؓ کی فوج نے شکست کھائی تو وہ آپ کی شکست کی مانند نہ ہو گی۔ انہوں نے کہا، جواز پیش کیا کہ اگر ابتدا میں آپؓ قتل ہو گئے یا شکست کھا گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر مسلمان کبھی تکبیر نہیں پڑھ سکیں گے اور نہ ہی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت دے سکیں گے۔ اس وقت جب یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں تو حضرت عمرؓ کسی شخص کی تلاش میں تھے جس کو فوج کا کمانڈر بنا کر بھیجا جائے۔ اسی دوران ان کی خدمت میں، حضرت عمرؓ کی خدمت میں حضرت سعدؓ کا خط آیا۔ حضرت سعدؓ اس وقت نجد کے صدقات پر مامور تھے۔ حضرت عمرؓ نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی باتیں سن کے فرمایا اچھا پھر مجھے کوئی آدمی بتلاؤ کس کو بنایا جائے؟ کس کے سپرد کیا جائے؟ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے کہا کہ آدمی تو آپ کو مل گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون ہے؟ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے کہا کچھار کا شیر سعد بن مالکؓ۔ یعنی یہ بہت بہادر انسان ہے۔ بڑا اچھا کمانڈر ہے۔ اس کو کمانڈر بنا کے بھیجیں۔ باقی لوگوں نے بھی اس مشورے کی تائید کی۔ یہ بھی تاریخ طبری کا حوالہ ہے۔

(تاریخ الطبری جزء 3 صفحہ 381-382 باب ذکر امر القادسیة مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)
(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 287 سنة 13 ذِکْرُ وَقْعَةِ قُسِّ النَّاطِفِ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)
(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 172 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں مختلف قبیلوں اور صحابہ کو رہائش کے لیے جگہ عطا کی۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے قبیلے کو مسجد نبویؐ کے عقب میں کھجوروں کے ایک جھنڈ میں رہائش کے لیے زمین عطا کی۔ پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمرؓ کو بطور جاگیر بھی زمین عطا فرمائی۔ آلِ عمر سے یہ جاگیر پھر حضرت زبیرؓ نے خرید لی۔ حضرت عمرؓ کی اولاد سے پھر یہ جاگیر حضرت زبیرؓ نے خرید لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے وعدہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب مسلمانوں کے ہاتھ پر شام فتح کرے گا تو تمہارے لیے فلاں حصہ زمین ہو گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب ملکِ شام میں اسلام کو فتوحات ملیں تو حضرت عبد الرحمٰن

بن عوفؓ کو ان کی زمین دی گئی۔ اس علاقے کا نام سَلِیْل تھا جہاں انہیں زمین دینے کا وعدہ دیا گیا تھا۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 105-106)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو یہ سعادت بھی ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ چنانچہ حضرت مُغِیرہؓ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے فجر کی نماز سے پہلے تشریف لے گئے۔ میں نے آپؐ کے ساتھ پانی کا مشکیزہ اٹھایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف واپس آئے جہاں میں فاصلے پہ کھڑا تھا تو میں مشکیزے سے آپؐ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا اور آپؐ نے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے۔ پھر آپؐ نے اپنا چہرۂ مبارک دھویا۔ پھر آپؐ اپنے بازوؤں کو اپنے جبے سے باہر نکالنے لگے لیکن جبہ کی آستینیں تنگ تھیں اس لیے اپنے ہاتھ جبے کے اندر داخل کیے اور اپنے بازوؤں کو جبے کے نیچے سے نکال کر کہنیوں تک دھوئے۔ پھر آپؐ نے اپنے موزوں پر مسح کر کے ان کو صاف کیا۔ پھر آگے چل پڑے۔ مغیرہؓ کہتے ہیں میں بھی آپؐ کے ساتھ آگے چلا یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو پایا کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو آگے کر چکے تھے اور وہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میں سے ایک رکعت پائی یعنی اس وقت تک فجر کی نماز کی ایک رکعت ہو چکی تھی۔ دوسری رکعت تھی صف میں کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سلام پھیرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ دوسری رکعت جو رہ گئی تھی پوری کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو اس بات نے مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا کر دی اور بکثرت تسبیح کرنے لگے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز ختم کر لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے ٹھیک کیا یا یہ کہا کہ اچھا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کی وجہ سے ان پر رشک کا اظہار کیا کہ بہت اچھا کیا۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ جب ہم پہنچے تھے تو اس وقت میں نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن کو پیچھے کر دوں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو۔ ان کو نماز پڑھانے دو۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی اپنی زندگی میں امت کے کسی نیک آدمی کے پیچھے نماز ضرور پڑھتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب تقدیم الجماعة من یصلی بھم اذا تاخر الامام حدیث 274)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ95من بنی زھرۃ بن کلاب دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

ایک اَور بڑا اعزاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بخشا۔ نہ صرف یہ کہا کہ بڑا اچھا ہے، نماز پڑھائی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ نبی کا، میرا تمہارے پیچھے نماز پڑھنا اس بات کی بھی تصدیق ہے کہ تم نیک آدمی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ظہر سے پہلے لمبی نماز پڑھا کرتے تھے یعنی نفل پڑھا کرتے تھے۔ جب اذان سنتے تو فوراً نماز کے لیے تشریف لے آتے۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 107)

ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا عبدالرحمٰنؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور یہ دعا کر رہے

ہیں کہ 'اللہ! مجھے نفس کے بخل سے بچائیو۔'

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 110)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ جس سال حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے اس سال آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امیر حج مقرر کیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 379-380 باب ذکر ابتداء امر القادسیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جوؤں کی کثرت کی شکایت لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ مجھے اجازت فرمائیں گے کہ میں ریشمی لباس پہن لوں۔ اس وقت کسی وجہ سے جوئیں پیدا ہو گئیں۔ سر میں شاید پیدا ہو گئی ہوں گی۔ عام جو سادہ کاٹن کا لباس ہے اس میں ختم نہیں ہو رہی تھیں تو اس وقت آپؓ نے اجازت لی کہ ریشمی لباس پہن لوں۔ اس سے ذرا بچت ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرما دی کہ ٹھیک ہے پہن لیا کرو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ وفات پا گئے اور حضرت عمرؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے بیٹے ابو سلمہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ ابو سلمہ نے ریشمی قمیض پہن رکھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کیا پہن رکھا ہے؟ پھر انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ نے ابو سلمہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر قمیض پھاڑ دی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت عنایت فرمائی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو اس لیے اجازت عطا فرمائی تھی کہ آپؓ نے ان کے حضور جوؤں کی شکایت کی تھی۔ یہ اجازت آپؓ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 96 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

سعد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک چادر پہنا کرتے تھے یا کسی وقت ایک چادر پہنی ہوئی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ سو درہم تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 97 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یعنی ایسے حالات تھے کہ انتہائی قیمتی لباس بھی پہنتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل دیکھیں کہ جب ہجرت کی تو کچھ بھی پاس نہیں تھا لیکن اس کے بعد قیمتی ترین لباس بھی پہنا اور بے شمار جائیداد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا کر دی۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت کے وقت حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ جب آپؓ نے اس کا ارادہ کیا تھا اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ بتاؤ عمرؓ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اے خلیفۂ رسولؐ! وہ اَوروں کی بنسبت آپؓ کی رائے سے بھی افضل ہیں مگر ان کے مزاج میں ذرا شدّت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ شدّت اس وجہ سے تھی کہ وہ مجھ کو نرم دیکھتے تھے۔ میں بہت نرم تھا اس لیے وہ ذرا شدّت دکھاتے تھے تا کہ معاملہ balanced رہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جب معاملہ ان کے سپرد ہو گا تو اس قسم کی اکثر باتیں وہ چھوڑ دیں گے۔ پھر اس میں شدّت نہیں دیکھو گے۔

پھر فرمایا اے ابو محمد! مَیں نے ان کو بغور دیکھا ہے کہ جس وقت کسی شخص پر کسی معاملے میں مَیں غضبناک ہوتا تھا یعنی حضرت ابو بکرؓ فرما رہے ہیں جب مجھے کسی بات پر غصہ آتا تھا تو عمر مجھ کو اسی پر راضی ہونے کا مشورہ دیتے تھے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کا مشورہ نرمی کا ہوتا تھا۔ اور جب کبھی میں کسی پر نرم ہوتا تھا تو مجھ کو اس پر سختی کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اے ابو محمد! یہ باتیں جو مَیں نے تم سے کہی ہیں تم ان کا کسی اَور سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اچھا۔

(تاریخ الطبری جلد 3 ذکر استخلافہ عمر بن الخطاب صفحہ 352 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

فتح مکہ کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اطراف میں کچھ وفود بھیجے تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو جَذِیْمَہ کی طرف بھیجا۔ بنو جَذِیْمَہ نے جاہلیت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے والد عوف اور حضرت خالد کے چچا فاکِہْ بن مغیرہ کا قتل کیا تھا۔ حضرت خالد سے وہاں غلطی سے اس قبیلے کے ایک شخص کا قتل ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا علم ہوا تو آپؐ نے ناپسند کیا۔ آپؐ نے اس کی دیت بھی ادا کی اور جو کچھ حضرت خالدؓ نے ان سے لیا تھا اس کی قیمت ادا کر دی۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حضرت خالدؓ کے اس فعل کا علم ہوا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت خالدؓ کو کہا کہ تم نے اس کو اس لیے قتل کیا کہ انہوں نے تمہارے چچا کو قتل کیا تھا؟ حضرت خالدؓ نے جواب میں سختی سے کہا کہ انہوں نے تمہارے باپ کو بھی قتل کیا تھا۔

حضرت خالدؓ نے مزید کہا تم جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے تو تم ان دنوں کو بہت لمبا کرنا چاہتے ہو یعنی ان سے تم بڑا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ یعنی کہ تم ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہو اس لیے بڑا اعزاز سمجھتے ہو۔ اس وجہ سے مجھے یہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی کیونکہ حضرت خالدؓ نے ذرا غصے اور ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا میرے اصحاب کو چھوڑ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو ان کے معمولی خرچ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ان لوگوں کا یہ بہت بڑا مقام ہے۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 108-109)

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء 3 صفحہ 479 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ان ابتدائی صحابہ کی قربانیاں بہت زیادہ تھیں ان کا مقابلہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے متعلق فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے سرداروں کے سردار ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ عبدالرحمٰن آسمان میں بھی امین ہے اور زمین میں بھی امین ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء 2 صفحہ 846 عبد الرحمٰن بن عوف دار الجیل بیروت)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک دفعہ اتنے سخت بیمار ہوئے کہ غشی طاری ہو گئی۔ ان کی اہلیہ کے منہ سے چیخ نکل گئی یعنی کافی بُری حالت ہو گئی تو اس غم کی حالت میں ان کی چیخ نکلی۔ بہرحال جب ان کو اس کے بعد صحت میں بہتری بھی آ گئی۔ طبیعت میں جب ان کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ مجھے جب غشی طاری ہوئی تھی تو میرے پاس دو شخص آئے۔ اس وقت جو نظارہ میں نے دیکھا کہ اس حالت میں دو شخص آئے اور انہوں نے کہا چلو غالب

امین ذات کے سامنے تمہارا فیصلہ کراتے ہیں۔ تو ان دونوں کو ایک شخص اَور ملا، ایک تیسرا شخص ملا اور کہنے لگا اسے مت لے جاؤ کیونکہ یہ ماں کے پیٹ سے ہی سعادت مند ہے۔ یہ نظارہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے بارے میں دیکھا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء 4 صفحه291 عبد الرحمٰن بن عوف دار الكتب العلمية بيروت 1995ء)

نَوْفَل بن اِیَاس هُذَلِی کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عَوفؓ ہماری مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ بہترین ساتھی تھے۔ ایک دن وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ غسل کر کے باہر آئے اور ہمارے پاس ایک برتن لائے جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ پھر پتا نہیں کیا ہوا کہ رونے لگے۔ ہم نے پوچھا ابو محمد! آپؓ کیوں رو رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل خانہ جَو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یعنی جَو کی روٹی بھی پوری طرح نہیں ملتی تھی۔ پھر فرمایا کہ مَیں نہیں سمجھتا کہ جس چیز کے لیے ہمیں تاخیر ملی وہ ہمارے لیے بہتر ہو۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء 4 صفحه 291 عبد الرحمٰن بن عوف دار الكتب العلمية بيروت 1995ء)

یعنی ہمیں جو اتنا عرصہ زندہ رہنے کا موقع ملا ہے یہ ہمارے لیے بہتر ہے یا کوئی ابتلا یا امتحان ہے۔ یہ تھے صحابہ کے جذبات۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کا خوف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں کے لیے جذبات کا اظہار۔ انہی جذبات کا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان سے تعلق نہیں تھا بلکہ صحابہ کے لیے بھی اس مثالی محبت کا یہ اظہار ہوتا تھا جو آپس میں صحابہ کو ایک دوسرے سے تھی۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ آتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس ایک روز افطاری کے وقت کھانا لایا گیا۔ انواع و اقسام کے کھانے جب دستر خوان کی زینت بنے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ایک لقمہ اٹھایا۔ مختلف قسم کے کھانے آئے اور ایک لقمہ اس میں سے آپؓ نے کھانے کے لیے اٹھایا۔ جب لقمہ منہ میں ڈالا تو رقت طاری ہو گئی اور یہ کہہ کر کھانے سے ہاتھ اٹھا لیے کہ مصعب بن عُمیرؓ احد میں شہید ہوئے۔ وہ ہم سے بہتر تھے۔ ان کی چادر کا ہی کفن پہنایا گیا۔ یعنی کفن کے لیے کپڑا نہیں تھا تو جو چادر انہوں نے اوڑھی ہوئی تھی اسی کا کفن پہنایا گیا اور اس کفن کی کیا حالت تھی؟ اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا، سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن کہنے لگے کہ حمزہؓ شہید ہوئے۔ وہ بھی مجھ سے بہتر تھے لیکن ہمیں مالی فراخی اور دنیاوی آسائش عطا کی گئی اور ہمیں اس سے حصہ وافر ملا۔ مجھے ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلد اس دنیا میں مل گیا۔ اس کے بعد وہ رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ یہ خوف تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خشیت تھی۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 111-112)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ آئے اور کہا کہ اے میری ماں! مجھے اندیشہ ہے کہ مال کی کثرت مجھے ہلاک نہ کر دے کیونکہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ انہوں نے جواب دیا بیٹا خرچ کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو کوئی ہلاکت کا سوال نہیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعض ساتھی ایسے بھی ہوں گے کہ میری ان سے جدائی کے بعد وہ دوبارہ مجھے کبھی نہیں دیکھ سکیں گے یعنی بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ اس مقام پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جب باہر نکلے تو راستے میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ

کو یہ بات بتائی تو حضرت عمرؓ خود حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتائیے کہ کیا میں ان میں سے ہوں؟ یہ جو آپؓ نے بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے نہیں ملیں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ نہیں دیکھ سکیں گے مَیں ان میں سے ہوں؟ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ نہیں آپؓ ان میں سے نہیں ہیں لیکن آپؓ کے بعد میں کسی کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکیں گے یا نہیں۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء 2 صفحہ 848، 849 عبد الرحمٰن بن عوف دار الجیل بیروت)

یعنی کسی کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ آپؐ کو ضرور دیکھیں گے لیکن یہ بھی واضح ہو جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ تو ان لوگوں میں سے ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے جن کو جنت کی بشارت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی لیکن پھر بھی ان لوگوں میں خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت اتنی تھی کہ ہر وقت فکر میں رہتے تھے اور حضرت ام سلمہؓ کی یہ بات سن کے بھی آپؓ نے فوراً بہت زیادہ صدقہ و خیرات کی۔

ایک روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ شام کی طرف نکلے یہاں تک کہ وہ سَرْغ مقام پر پہنچے۔ سَرْغ جو ہے وہ شام اور حجاز کے سرحدی علاقے میں واقع وادیٔ تبوک کی ایک بستی کا نام ہے جو مدینے سے تیرہ راتوں کی مسافت پر ہے۔ یعنی اس وقت جو سواریوں کا انتظام تھا ان کے ساتھ تیرہ راتیں مسلسل چلتے رہیں تو اس کی اتنی مسافت تھی۔ وہاں پہنچے تو آپؓ کی ملاقات فوجوں کے کمانڈر حضرت ابو عُبَیدہ بن الْجرّاحؓ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی۔ یہ واقعہ اٹھارہ ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شام کی فتوحات کے بعد کا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ شام کے ملک میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس مشورے کے لیے اولین مہاجرین کو بلاؤ۔ شروع کے جو مہاجرین ہیں ان کو بلاؤ۔ وہ کیا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ کیا مگر مہاجرین میں اختلاف رائے ہو گئی۔ بعض کا کہنا تھا کہ اس معاملے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے یعنی سفر جاری رکھنا چاہیے جبکہ بعض نے کہا کہ اس لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام شامل ہیں اور ان کو اس وبا میں ڈالنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو بھجوا دیا اور پھر انصار کو مشورے کے لیے بلایا۔ ان سے مشورہ لیا مگر انصار کی رائے میں بھی مہاجرین کی طرح اختلاف ہو گیا۔ کچھ نے کہا واپس چلے جائیں اور کچھ نے کہا آگے چلیں۔ حضرت عمرؓ نے انصار کو بھجوایا اور پھر فرمایا: قریش کے بوڑھے لوگوں کو بلاؤ۔ قریش کے اُن بوڑھے لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے۔ ان کو بلایا گیا انہوں نے یک زبان ہو کر مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں۔ کوئی ضرورت نہیں۔ وہاں وبا پھوٹی ہوئی ہے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور وبائی علاقے میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کا مشورہ مان کے لوگوں میں واپسی کا اعلان کروا دیا۔ حضرت ابو عُبَیدہ بن جرّاحؓ نے اس موقعے پر سوال کیا 'کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟' آپؓ اس وبا کے ڈر سے واپس جا رہے ہیں تو یہ تو اللہ کی تقدیر ہے، بیماری پھیلی ہوئی ہے کیا آپؓ اس سے فرار ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ

سے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ! کاش تمہارے علاوہ کسی اَور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہاں ہم اللہ کی ایک تقدیر سے فرار ہوتے ہوئے اللہ ہی کی ایک دوسری تقدیر کی طرف جاتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے آگے ان کو اس کی مثال دی کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کیا ہے۔ مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ان کو لے کر ایسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز ہو اور دوسرا خشک تو کیا ایسا نہیں کہ اگر تم اپنے اونٹوں کو سرسبز جگہ پر چراؤ تو وہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر تم ان کو خشک جگہ پر چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہے۔ اب اللہ کی تقدیر نے تمہارے اوپر دو آپشن دے دیے ہیں ایک سبز چراگاہ ہے ایک جہاں بالکل خشک جگہ ہے، بنجر ہے، اکا دکا جھاڑیاں ہیں یا تھوڑا بہت گھاس ہے۔ اب تم کہہ دو کہ یہ سبزہ اپنی تقدیر سے اگا ہے اور یہ جو خشکی ہے وہ کسی اور تقدیر سے ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیریں ہیں۔ اب تم نے فیصلہ کرنا ہے۔ کون سی بہتر آپشن لینی ہے۔ ظاہر ہے تم سرسبز جگہ پر چراؤ گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کو یہ باتیں کہیں۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی آ گئے جو پہلے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے پاس اس مسئلے کا علم ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا آپ لوگوں سے مشورہ لے رہے ہیں میں بتاتا ہوں مجھے اس کا علم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں کوئی وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر کوئی مرض کسی ایسی جگہ پر پھوٹ پڑے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے باہر مت نکلو۔ جہاں وبا پھوٹ پڑی ہے وہاں جانا نہیں اور جس علاقے میں رہتے ہو وہاں وبا ہے تو پھر وہاں سے اس وقت باہر نہ نکلو اور اپنے آپ کو وہیں رکھو تا کہ وہ مرض اور وبا جو ہے وہ باہر دوسرے لوگوں میں نہ پھیلے۔ آج کل لاک ڈاؤن میں دنیا اس پر جو عمل کر رہی ہے جنہوں نے وقت پہ کیا وہاں کافی حد تک اس کو محدود کر لیا۔ بیماری کو contain کر لیا۔ جہاں نہیں کر سکے اور لاپروائی کی وہاں یہ پھیلتی جا رہی ہے۔ بہرحال یہ بنیادی نکتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں اپنے صحابہ کو بتا دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور واپس لَوٹ گئے۔

(صحیح بخاری کتاب الطب باب ما یُذکر فی الطاعون حدیث نمبر 5729)

حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب صحیح حالت میں تھے تو آپ سے درخواست کی جاتی کہ آپؓ کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیں لیکن آپؓ انکار فرماتے۔ پھر ایک روز آپؓ منبر پر تشریف لائے اور چند باتیں کہیں اور فرمایا: اگر میں مر جاؤں تو تمہارا معاملہ ان چھ افراد کے ذمے ہو گا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں چھوڑا ہے جبکہ آپؐ ان سب سے راضی تھے۔ حضرت علی بن ابو طالبؓ اور آپؓ کے نظیر حضرت زُبیر بن العوامؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور آپؓ کے نظیر حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت طلحہ بن عُبَیْدُ اللہؓ اور آپؓ کے نظیر حضرت سعد بن مالکؓ۔ فرمایا خبردار! مَیں تم سب کو فیصلہ کرنے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور تقسیم میں انصاف اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ ابوجعفرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے شوریٰ کے اراکین سے کہا کہ اپنے معاملے میں آپس میں مشورہ کرو پھر اگر دو دو ہوں تو پھر دوبارہ مشورہ کرو اور

اگر چار اور دو ہوں تو اکثریت کی تعداد کو اختیار کرو۔ زید بن اسلم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تین اور تین کی رائے متفق ہو جائے تو جس طرف حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہوں گے اس طرف کے لوگوں کی سنو اور اطاعت کرو۔

عبد الرحمٰن بن سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے تو آپؓ نے فرمایا: صہیبؓ تم لوگوں کو نماز پڑھائیں گے یعنی حضرت صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور یہ بات آپؓ نے تین مرتبہ کہی۔ اپنے اس معاملے میں مشاورت کرو اور یہ معاملہ ان چھ افراد کے سپرد ہے۔ جو شخص تمہارے حکم میں تردّد کرے یعنی جو تمہاری مخالفت کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔ اگلا حکم جو ہے جب ضرورت پڑے، جب انتخاب خلافت ہو تو ان چھ افراد پر ہو گا۔ اس وقت تک حضرت صہیبؓ جو ہیں وہ امامت کرواتے رہیں گے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے کچھ گھڑی قبل حضرت ابو طلحہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا اے ابو طلحہؓ! تم اپنی قوم انصار میں سے پچاس افراد کو لے کر ان اصحابِ شوریٰ کے پاس چلے جاؤ اور انہیں تین دن تک نہ چھوڑنا یہاں تک کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر نہ منتخب کر لیں۔ اے اللہ! تُو ان پر میرا خلیفہ ہے۔

اسحاق بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کچھ دیر حضرت عمرؓ کی قبر پر رکے۔ پھر اس کے بعد اصحابِ شوریٰ کے ساتھ رہے۔ پھر جب ان اصحابِ شوریٰ نے اپنا معاملہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد کر دیا کہ وہ اختیار رکھتے ہیں کہ جس کو بھی امیر مقرر کر دیں تو حضرت ابو طلحہؓ اپنے ساتھیوں سمیت اس وقت تک حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے گھر کے دروازے پر رہے جب تک کہ حضرت عثمانؓ کی بیعت نہ کی گئی۔

حضرت سلمہ بن ابو سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ پھر اس کے بعد حضرت علیؓ نے۔ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام عمر بن عَمِیْرَہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ پھر اس کے بعد سب لوگوں نے بیعت کی۔

(الطبقات الکبریٰ جزء3صفحہ 44 تا 46 ذکر الشوریٰ وماکان من امرھم، ذکر بیعة عثمان...، دارالکتب العلمیة بیروت، 1990ء)

بخاری کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نماز کے شروع میں ہی جب آپ نے اللہ اکبر کہا اور پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے قاتلانہ حملہ ہوا تو اس وقت زخمی حالت میں حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے لیے آگے کر دیا، وہ قریب تھے اور اس وقت حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے مختصر نماز پڑھائی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قصة البیعة و الاتفاق علی عثمان بن عفان حدیث 3700)

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے انتخاب کے موقع پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا کردار بیان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔ پہلے دو روایتیں آئی ہیں۔ ان میں سے ایک جگہ صرف یہ اختلاف ہے۔ باقی تو وہی باتیں ہیں۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور آپؓ نے محسوس کیا کہ اب آپؓ کا آخری وقت قریب ہے تو آپؓ نے چھ آدمیوں کے متعلق وصیت کی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو

خلیفہ مقرر کر لیں۔ وہ چھ آدمی یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی آپؓ نے اس مشورے میں شریک کرنے کے لیے مقرر فرمایا مگر خلافت کا حقدار قرار نہ دیا اور وصیت کی کہ یہ سب لوگ تین دن میں فیصلہ کریں اور تین دن کے لیے حضرت صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور مشورہ کی نگرانی مِقداد بن اسودؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں اور خود تلوار لے کر دروازے پر پہرہ دیتے رہیں۔

پچھلی روایتوں میں حضرت طلحہؓ کا ذکر آ رہا ہے لیکن آپؓ نے مختلف جگہ سے اپنا جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ مقداد بن اسود کے سپرد پہرہ کیا گیا تھا جب تک انتخاب خلافت ہو رہا ہے اور فرمایا کہ جس پر کثرت رائے سے اتفاق ہو سب لوگ اس کی بیعت کریں اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دو لیکن اگر دونوں طرف تین تین ہو جائیں تو عبداللہ بن عمرؓ ان میں سے جس کو تجویز کریں وہ خلیفہ ہو۔ اگر اس فیصلے پر راضی نہ ہوں تو جس طرف حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں وہ خلیفہ ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ کے مطابق حضرت طلحہؓ اس وقت مدینہ میں نہیں تھے۔ اس لیے پانچ افراد تھے۔ پانچوں اصحاب نے مشورہ کیا مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ آخر پانچ افراد نے مشورہ کیا۔ حضرت طلحہؓ کے علاوہ جو باقی پانچ افراد تھے انہوں نے مشورہ کیا۔ کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ بہت لمبی بحث کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اچھا جو شخص اپنا نام واپس لینا چاہتا ہے وہ بولے۔ جب سب خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا۔ پھر باقی دو نے۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔ آخر انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے عہد لیا کہ وہ فیصلہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ انہوں نے عہد کیا اور سب کام ان کے سپرد ہو گیا۔ یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو بھی فیصلہ کریں گے۔ کوئی رعایت نہیں، طرف داری نہیں ہو گی۔ جب عہد ہو گیا تو سارا کام حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تین دن مدینے کے ہر گھر گئے اور مردوں اور عورتوں سے پوچھا کہ ان کی رائے کس شخص کی خلافت کے حق میں ہے۔ سب نے یہی کہا کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت منظور ہے چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ خلیفہ ہو گئے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 484-485)

اس مضمون کی ایک اَور روایت بھی ہے۔ وہ کافی لمبی ہے۔ باقی حصہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ذکر میں آئندہ بیان ہو گا تو اس کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی بعد میں علیحدہ بیان ہو جائے گی ان شاء اللہ۔ یا ہو سکتا ہے کہ وہ لمبی روایت جو میرے خیال میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ضمن میں ہے یا حضرت عمرؓ کی زندگی کے بارے میں ہے تو وہ وہاں بھی بیان ہو سکتی ہے۔ بہرحال اس کے باوجود بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی زندگی کے واقعات کا، ان کی نیکیوں کا، ان کی سیرت کا کچھ حصہ ہے۔ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبے میں بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10 جولائی 2020ء جلد 27 شمارہ 55 صفحہ 05 تا 09)

26

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 26؍ جون 2020ء بمطابق 26؍ احسان 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں بھی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ذکر کیا گیا تھا اور بقایا کچھ حصہ اس ذکر کا رہتا تھا جو آج بیان کروں گا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی سخاوت بھی مشہور تھی اور مالی قربانیاں بھی انہوں نے بہت کیں۔ اس حوالہ سے آج اکثر حوالے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے وصیت کی تھی کہ جنگِ بدر میں شریک ہونے والے ہر ایک کو چار سو دینار ان کے ترکہ میں سے دیے جائیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اس وقت ان اصحاب کی تعداد سو تھی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء 4 صفحه293 عبد الرحمٰن بن عوف دار الفکر بیروت1995ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرامؓ کو غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو اللہ کی راہ میں مال اور سواری مہیا کرنے کی تحریک بھی فرمائی۔ اس پر سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ آئے اور اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے کر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے تو انہوں نے عرض کیا نصف چھوڑ کر آیا ہوں۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اَوقیہ دیے۔ ایک اَوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یعنی تقریباً چار ہزار درہم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان بن عفانؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

(السیرة الحلبیة جلد 3 صفحه 184 غزوه تبوك مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 2002ء)

(لغات الحدیث جلد 4 صفحه527زیر لفظ "اوقیه")

حضرت ام بکر بنت مِسْوَرؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ سے ایک زمین چالیس ہزار دینار کے عوض خریدی اور بنو زُھْرَہ کے غرباء اور ضرورت مندوں اور امہات المومنین میں تقسیم فرما دی۔ مِسْوَر بن مَخْرَمہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس زمین میں سے ان کا

حصہ دیا تو حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد تم سے حسن سلوک وہی کرے گا جو نہایت درجہ صبر کرنے والا ہو گا۔ پھر آپؓ نے دعا دی کہ اے اللہ! عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جنت کے چشمہ سلسبیل کا مشروب پلا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 98 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)
(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 119)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد میرے اہل خانہ کی خبر گیری کرنے والا شخص سچا اور نیکوکار ہی ہو گا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ امہات المومنینؓ کو ان کی سواریوں سمیت لے کر نکلتے۔ انہیں حج کراتے اور ان کے کجاووں پر پردے ڈالتے اور پڑاؤ کے لیے ایسی گھاٹیاں منتخب کرتے جن میں گزرگاہ نہ ہوتی تاکہ بے پردگی نہ ہو اور آزادی سے وہ پڑاؤ کر سکیں۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء 4 صفحہ 292 عبد الرحمٰن بن عوف دار الفکر بیروت 1995ء)

ایک بار مدینے میں اجناس خوردنی کا قحط تھا۔ اسی اثنا میں شام سے سات سو اونٹوں پر مشتمل گندم، آٹا اور خوردنی اشیاء کا قافلہ مدینہ آیا جس سے مدینے میں ہر طرف شور مچ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ عرض کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا سات سو اونٹوں کا قافلہ آیا ہے جس پر گندم آٹا اور کھانے کی اشیاء لدی ہوئی ہیں۔ امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ فرماتے تھے کہ عبدالرحمٰنؓ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہو گا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی یہ روایت جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو پہنچی تو وہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے ماں! مَیں آپؓ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ یہ سارا غلہ اور خوردنی اشیاء اور یہ سب باردانہ اور اونٹوں کے پالان تک میں نے راہِ خدا میں دے دیے تاکہ میں چل کر جنت میں جاؤں۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء 3 صفحہ 478 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 110-111)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے انفاق فی سبیل اللہ کے بیشتر واقعات صحابہ کے حالات مدوّن کرنے والوں نے جمع کیے ہیں۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک دن میں تیس غلام آزاد کیے۔ (روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 110)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو کچھ روپے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے قرض مانگا۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپؓ مجھ سے ہی کیوں مانگتے ہیں۔ آپؓ بیت المال سے بھی قرض لے سکتے ہیں اور عثمانؓ یا کسی اَور صاحبِ استطاعت سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ شاید بیت المال کو رقم واپس کرنا بھول جاؤں اور کسی دوسرے سے لوں تو شاید وہ لحاظ یا کسی اَور وجہ سے مجھ سے رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ کرے اور مَیں بھول جاؤں لیکن تم اپنی رقم مجھ سے مانگ کر بھی ضرور واپس لے لو گے۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 882 البدر پبلیکشنز لاہور)

آپس میں بے تکلفی کی یہ حالت تھی اور جب ان کو ضرورت ہوتی تو وہ لے بھی لیا کرتے تھے، لے سکتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بیٹے ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابنِ عوف! تم جنت میں رینگتے ہوئے داخل ہو گے کیونکہ مالدار ہو۔ پس راہ خدا میں خرچ کرو تا کہ اپنے قدموں پر چل کر جنت میں داخل ہو سکو۔ یہ جو حضرت عائشہ والی پہلی روایت ہے اس سے بھی یہ ملتی جلتی روایت ہے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! راہِ خدا میں کیا خرچ کروں؟ فرمایا جو موجود ہے خرچ کرو۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا سارا؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ یہ ارادہ کر کے نکلے کہ سارا مال راہ خدا میں دے دوں گا۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا کہ تمہارے جانے کے بعد جبرئیل آئے۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن کو کہو کہ مہمان نوازی کرے۔ مسکین کو کھانا کھلائے۔ سوالی کو دے اور دوسروں کی نسبت رشتہ داروں پر پہلے خرچ کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کا مال پاک ہو جائے گا۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جزء 3 صفحه 97 من بنی زهرة بن كلاب دار الكتب العلمية بيروت 1990ء)

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب صفحہ 112)

اور پاک مال، اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسا خرچ کیا ہوا مال جو ہے اس سے پھر گھٹنوں کے بل نہیں بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ پاؤں پہ کھڑے ہو کے جنت میں جاؤ گے۔ نتیجہ آگے یہی نکلتا ہے۔ ایک بار اپنا آدھا مال جو چار ہزار درہم تھا راہ خدا میں دے دیا۔ پھر ایک مرتبہ چالیس ہزار درہم۔ پھر ایک بار چالیس ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ دیا۔ ایک دفعہ پانچ صد گھوڑے راہ خدا میں وقف کیے۔ پھر دوسری دفعہ پانچ سو اونٹ راہ خدا میں دیے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء 3 صفحه478 عبد الرحمٰن بن عوف دار الكتب العلمية بيروت)

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 111)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بیٹے ابوسَلَمہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ابا نے امہات المومنینؓ کے حق میں ایک باغیچے کی وصیت فرمائی۔ اس باغیچے کی قیمت چار لاکھ درہم تھی۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 119)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے راہِ خدا میں دینے کے لیے پچاس ہزار دینار کی وصیت کی تھی۔ ترکے میں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، سو گھوڑے تھے جو بقیع میں چرتے تھے۔ جُرْف جو مدینے سے تین میل شمال کی جانب ایک جگہ ہے جہاں حضرت عمرؓ کی کچھ جائیداد تھی۔ اس مقام پر بیس پانی کھینچنے والے اونٹوں سے آپ زراعت کرتے تھے اور اسی سے گھر والوں کے لیے سال بھر کا غلہ مل جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ترکے میں اتنا سونا چھوڑا جو کلہاڑیوں سے کاٹا گیا یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھوں میں اس سے چھالے پڑ گئے۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جزء 3 صفحه 100-101 عبد الرحمٰن بن عوف دار الكتب العلمية بيروت 1990ء)

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 118)(فرہنگ سیرت صفحہ 87 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتقال اکتیس ہجری میں ہوا۔ بعض کے نزدیک بتیس ہجری میں ہوا۔ بہتّر (72) برس زندہ رہے۔ بعض کے نزدیک اٹھہتر برس اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی نماز جنازہ

پڑھائی۔ ایک قول کے مطابق حضرت زبیر بن العوامؓ نے جنازہ پڑھایا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء4 صفحه293 عبد الرحمٰن بن عوف دار الفکر بیروت1995ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحه 100 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات پر چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر حضرت سعد بن مالکؓ نے کہا۔ وَاجَبَلَاہ۔ کہ ہائے افسوس پہاڑ جیسی شخصیت اٹھ گئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ابنِ عوف اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے دنیا کے چشمے سے صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ابنِ عوف نے اچھا زمانہ پایا اور بُرے وقت سے پہلے چلے گئے۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد دوم صفحہ 117)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنے پسماندگان میں تین بیویاں چھوڑیں۔ ہر ایک بیوی کو اس کے آٹھویں حصے میں سے اسّی اسّی ہزار درہم دیے گئے جبکہ ایک دوسری روایت میں آپ کی چار بیویاں تھیں اور ہر ایک کے حصے میں اسّی ہزار درہم آئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحه 101 عبد الرحمٰن بن عوف دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

اب اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام حضرت سعد بن مُعاذؓ ہے۔ حضرت سعد بن مُعاذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ اَوس کی شاخ بنو عَبْدُالْاَشْہَل سے تھا اور آپ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ آپؓ کے والد کا نام معاذ بن نعمان تھا اور والدہ کا نام کَبْشَہؓ بِنْتِ رَافِع تھا جو صحابیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ حضرت سَعد بن مُعاذؓ کی کنیت ابو عَمرو تھی۔ حضرت سَعد بن مُعاذؓ کی بیوی کا نام ہِندؓ بنت سِماکؓ تھا جو صحابیہ تھیں۔ حضرت ہندؓ سے حضرت سَعد بن مُعاذؓ کی اولاد میں عَمرو اور عبداللہ تھے۔ حضرت سَعد بن مُعاذؓ اور حضرت اُسَید بن حُضَیر نے حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہونے والے ستّر صحابہ سے پہلے مدینہ آ گئے تھے۔ ان کو مدینہ بھجوایا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے اور انہیں قرآن پڑھ کر سناتے۔ جب حضرت سَعد بن مُعاذؓ نے اسلام قبول کیا تو بنو عبد الاشہل سے کہا کہ مجھ پر حرام ہے کہ مَیں تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام کروں یہاں تک کہ تم اسلام قبول کر لو۔ چنانچہ اس قبیلے کے سب افراد نے اسلام قبول کر لیا اور انصار میں سے بنو عبد الاشہل کا گھرانہ وہ پہلا گھرانہ تھا جس کے سب مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت سَعد بن مُعاذؓ حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ اور حضرت اسعد بن زُرارہؓ کو اپنے گھر لے آئے۔ مُصْعَب بن عُمَیرؓ اور اَسْعَد بن زُرَارہؓ دونوں آدمیوں کو لے آئے۔ پھر وہ دونوں حضرت سَعد بن مُعاذؓ کے گھر میں ہی لوگوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ حضرت سَعد بن مُعاذؓ اور حضرت اَسْعَد بن زُرَارہؓ خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت سَعد بن مُعاذؓ اور حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ نے بنو عبد الاشہل کے بت توڑے تھے۔ ایک ہی خاندان کے تھے۔ اس لیے جب سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا تو انہوں نے ان کے بت توڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کی مؤاخات حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کی تھی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی مؤاخات حضرت ابوعُبَیدہ بن الجَرّاحؓ

سے کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ320-321 "سَعْد بِنْ مُعَاذ" دار الکتب العلمية بيروت 1990ء)(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 461 "سَعْد بِنْ مُعَاذ" دار الکتب العلمية بيروت2003ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد03صفحہ70 "سَعْد بِنْ مُعَاذ" دار الکتب العلمية بيروت 1995ء)

حضرت سَعد بن مُعاذؓ کے قبولیت اسلام کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں جو لکھا ہے وہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ

بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے ان بارہ نو مسلمین نے درخواست کی کہ کوئی اسلامی معلم ہمارے ساتھ بھیجا جاوے تا کہ وہ ہمیں وہاں دین سکھائے ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور ہمارے مشرک بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصعَب بن عُمیرؓ کو جو قبیلہ عبد الدّار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ حضرت مُصعَب بن عُمیرؓ کو بھیج دیا۔ اسلامی مبلغ ان دنوں میں قاری یا مُقری کہلاتے تھے کیونکہ ان کا کام زیادہ تر قرآن شریف سنانا تھا کیونکہ یہی تبلیغِ اسلام کا بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ مُصعَب بھی جب مبلغ بن کے یثرب میں گئے تو اسی وجہ سے مُقری کے نام سے مشہور ہو گئے۔

مُصعَب بن عُمیرؓ نے مدینہ پہنچ کر اَسعَد بن زُرارہؓ کے مکان پر قیام کیا۔ غالباً اس کا کچھ حصہ مَیں مُصعَب بن عُمیرؓ کے ذکر میں بھی بتا چکا ہوں۔ بہرحال یہاں بھی یہ ذکر ہے۔ انہوں نے اَسعَد بن زُرارہؓ کے مکان پر قیام کیا جو مدینے میں سب سے پہلے مسلمان تھے۔ یہ اَسعَد بن زُرارہؓ ویسے بھی ایک نہایت مخلص اور باا ثر بزرگ تھے اور اسی مکان کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اور چونکہ مدینے میں مسلمانوں کو اجتماعی زندگی نصیب تھی اور تھی بھی نسبتاً امن کی زندگی، اس لیے اَسعَد بن زرارہؓ کی تجویز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصعَب بن عُمیرؓ کو جمعے کی نماز کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح مسلمانوں کی اشتراکی زندگی کا آغاز اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ جمعہ باقاعدہ وہاں پڑھا جانے لگا اور اسلام کا چرچا بھی ہونے لگا اور اَوس اور خزرج بڑی سرعت کے ساتھ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ بعض صورتوں میں تو ایک قبیلے کا قبیلہ ایک دن میں ہی سب کا سب مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ بنو عبد الاشہل کا قبیلہ بھی اسی طرح ایک ہی وقت میں اکٹھا مسلمان ہوا تھا۔ یہ قبیلہ انصار کے مشہور قبیلہ اوس کا ایک ممتاز حصہ تھا اور اس کے رئیس کا نام سَعد بن مُعاذؓ تھا جو صرف قبیلہ بنو عبد الاشہل کے ہی رئیس اعظم نہیں تھے بلکہ تمام قبیلہ اوس کے سردار تھے۔

جب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہوا تو سَعد بن مُعاذؓ کو یہ بُرا معلوم ہوا اور انہوں نے اسے روکنا چاہا۔ جب سَعد بن مُعاذؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب اسلام مدینے میں پھیلنا شروع ہوا یہ قبیلے کے رئیس تھے تو ان کو بہت برا لگا۔ مگر اَسعَد بن زُرارہؓ سے ان کی بہت قریب کی رشتہ داری تھی ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے اور اسعد مسلمان ہو چکے تھے اس لیے سَعد بن مُعاذؓ خود براہِ راست دخل دیتے ہوئے جھجکتے تھے۔ رکتے تھے کہ آپس میں رشتہ داریوں میں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ایک دوسرے رشتہ دار اُسید بن الحضیر سے

کہا کہ اَسْعَد بن زُرَارہؓ کی وجہ سے مجھے تو کچھ حجاب ہے مگر تم جا کر مُصْعَب کو روک دو کہ ہمارے لوگوں میں یہ بے دینی نہ پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے جو مبلغ بھیجے تھے ان کو جا کے روکو کہ یہ دین ہمارے شہر میں نہ پھیلائیں اور اسعدؓ سے بھی کہہ دو کہ یہ طریق اچھا نہیں ہے۔ اُسَید جو تھے وہ قبیلہ بنو اَشْہَل کے ممتاز رؤسا میں سے تھے۔ حتی کہ ان کا والد جنگِ بُعَاث میں تمام اوس کا سردار رہ چکا تھا۔ جنگ بُعَاث جو ہے اس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ یہ جنگ اسلام سے قبل مدینے کے دو قبائل اوس اور خزرج کے درمیان ہوئی تھی۔

بہرحال سَعد بن مُعاذؓ کے بعد اُسَید بن حُضَیرؓ کا اپنے قبیلہ پر بہت اثر تھا۔ چنانچہ سعدؓ کے کہنے پر وہ مُصْعَب بن عُمَیرؓ اور اَسْعَد بن زرَارہؓ کے پاس گئے اور مصعبؓ سے مخاطب ہو کر غصہ کے لہجہ میں کہا۔ تم کیوں ہمارے آدمیوں کو بے دین کرتے پھرتے ہو۔ اس سے باز آجاؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ پیشتر اس کے کہ مصعبؓ کچھ جواب دیتے اسعدؓ نے آہستگی سے مصعبؓ سے کہا کہ یہ اپنے قبیلہ کے ایک بااثر رئیس ہیں ان سے بہت نرمی اور محبت سے بات کرنا۔ چنانچہ مصعبؓ نے بڑے ادب اور محبت کے رنگ میں اسیدؓ سے کہا کہ آپ ناراض نہ ہوں بلکہ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر تشریف رکھیں، ٹھنڈے دل سے ہماری بات سن لیں اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کریں۔ اُسَیدؓ اس بات کو معقول سمجھ کر بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے انہیں قرآن شریف سنایا اور بڑی محبت کے پیرایہ میں اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا۔ اُسیدؓ پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہو گئے اور پھر کہنے لگے کہ میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے جو اگر ایمان لے آیا تو ہمارا سارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا جس نے مجھے بھیجا ہے۔ تم ٹھہرو میں اسے بھی یہاں بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسید اٹھ کر چلے گئے اور کسی بہانہ سے سَعد بن مُعاذؓ کو مُصْعَب بن عُمَیرؓ اور اَسْعَد بن زُرَارہؓ کی طرف بھجوا دیا۔ سَعد بن مُعاذؓ آئے اور بڑے غضبناک ہو کر اَسْعَد بن زُرَارہؓ سے کہنے لگے کہ دیکھو اسعد! تم اپنی قرابت داری کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔ میری جو تمہارے سے رشتہ داری ہے اس کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس پر مصعبؓ نے جو مبلغ تھے اور مکہ سے آئے ہوئے تھے، اسی طرح نرمی اور محبت کے ساتھ ان کو ٹھنڈا کیا۔ حضرت مصعبؓ نے بڑی محبت سے ان سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ ذرا تھوڑی دیر تشریف رکھ کر میری بات سن لیں اور پھر اگر اس میں کوئی چیز قابل اعتراض ہو تو بے شک ردّ کر دیں۔ سعد نے کہا ہاں یہ مطالبہ معقول ہے اور اپنا نیزہ ٹیک کر بیٹھ گئے۔ نیزہ ان کے ہاتھ میں تھا اور اکثر جو تھے وہ اس طرح ہی ہتھیار لے کے پھرا کرتے تھے۔ اور مصعبؓ نے اسی طرح پہلے قرآن شریف کی تلاوت کی اور پھر اپنے دلکش رنگ میں اسلامی اصول کی تشریح کی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ بت بھی رام تھا۔ یعنی دل ان کا نرم ہو گیا اور ان پر بھی اسلام کی تعلیم کا اثر ہو گیا۔ چنانچہ سعدؓ نے مسنون طریق پر غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھ دیا اور پھر اس کے بعد سعدؓ اور اُسَید بن حُضَیرؓ دونوں مل کر اپنے قبیلہ والوں کی طرف گئے اور سعدؓ نے ان سے اپنے قبیلے والوں سے مخصوص عربی انداز میں پوچھا کہ اے بنی عبد الاَشْہَل تم مجھے کیسا جانتے ہو؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ آپ ہمارے سردار اور سردار ابن سردار ہیں اور آپ کی بات پر ہمیں کامل اعتماد ہے۔ سعدؓ نے کہا تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لاؤ۔ اسی وقت تبلیغ بھی شروع کر دی۔ اس کے بعد سعدؓ نے انہیں اسلام کے

اصول سمجھائے یعنی اپنے قبیلے والوں کو اسلام کے اصول سمجھائے۔ تعلیم دی اور کہتے ہیں کہ ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی اور دن ختم نہیں ہوا تھا کہ شام سے پہلے پہلے ہی تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور سعدؓ اور اسیدؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی قوم کے بت نکال کر توڑے۔

سَعد بن مُعاذؓ اور اُسَید بن حُضَیرؓ جو اس دن مسلمان ہوئے تھے دونوں چوٹی کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور انصار میں تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ لَا رَیْب ان کا بہت ہی بلند مقام تھا۔ کوئی شک نہیں اس میں کہ ان کا بہت بلند مقام تھا۔ بالخصوص سَعد بن مُعاذؓ کو تو انصارِ مدینہ میں وہ پوزیشن حاصل تھی جو مہاجرین مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کو حاصل تھی۔ یہ نوجوان نہایت درجہ مخلص، نہایت درجہ وفادار اور اسلام اور بانی اسلامؐ کا ایک نہایت جاں نثار عاشِق نکلا اور چونکہ وہ اپنے قبیلے کا رئیس اعظم بھی تھا اور نہایت ذہین تھا۔ اسلام میں اسے وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو صرف خاص بلکہ اَخَصّ صحابہ کو حاصل تھی، بہت ہی خاص صحابہ کو وہ حاصل تھی اور لَا رَیْب اس کی جوانی کی موت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سعدؓ کی موت پر تو رحمٰن کا عرش بھی حرکت میں آگیا ہے ایک گہری صداقت پر مبنی تھا۔ ان کی جوانی میں موت ہو گئی تھی۔

غرض اس طرح سرعت کے ساتھ اوس اور خزرج میں اسلام پھیلتا گیا۔ یہود خوف بھری آنکھ کے ساتھ یہ نظارہ دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں یہ کہتے تھے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 224 تا 227)
(فرہنگ سیرت صفحہ 60 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کتاب سیرت خاتم النبیینؐ میں مزید ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں تشریف لائے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ قریش مکہ کی طرف سے عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس قبیلہ خزرج اور اس کے مشرک رفقاء کے نام، مکہ والوں کی طرف سے ایک تہدیدی خط آیا کہ تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پناہ سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔

چنانچہ اس خط کے الفاظ یہ تھے کہ تم لوگوں نے ہمارے آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے اور ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو تم اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے خلاف جنگ کرو یا کم از کم اسے اپنے شہر سے نکال دو ورنہ ہم اپنا سارا لاؤ لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہو جائیں گے اور تمہارے سارے مردوں کو تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنے لیے جائز کر لیں گے۔

جب مدینہ میں یہ خط پہنچا تو عبد اللہ اور اس کے ساتھی جو پہلے سے ہی دل میں اسلام کے سخت دشمن ہو رہے تھے۔ ان کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، اسلام کے خلاف کینے پنپ رہے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے تیاری شروع کر دی، تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی تو آپؐ فوراً ان لوگوں سے ملے اور ان لوگوں کے پاس گئے۔ ان کو، عبد اللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کو سمجھایا کہ میرے ساتھ جنگ کرنے میں تمہارا اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ تمہارے ہی بھائی بند

تمہارے مقابلے میں ہوں گے۔ یہ لوگ جو مسلمان ہوئے ہیں یہ تمہارے قبیلے کے لوگ ہیں، تمہارے شہر کے لوگ ہیں اور جب جنگ کرو گے تو یہی لوگ میری طرف سے تمہارے خلاف لڑیں گے۔ یعنی اوس اور خزرج کے مسلمانوں نے بہر حال میرا ساتھ دینا ہے۔ آپؐ نے انہیں یہ فرمایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا پس میرے ساتھ جنگ کرنے کے صرف یہ معنے ہوں گے کہ تم لوگ اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں اور باپوں کے خلاف تلوار اٹھاؤ۔ اب تم خود سوچ لو کہ یہ ٹھیک ہے۔ عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کو جن کے دلوں میں ابھی تک جنگ بُعاث کی تباہی کی یاد تازہ تھی۔ آپس میں یہ لڑتے رہے تھے۔ اس جنگ سے بڑی تباہی پھیلی تھی۔ ان کو یہ بات سمجھ آگئی کہ دوبارہ آپس میں ہی لڑنا پڑے گا اور وہ اس ارادے سے باز آ گئے۔

جب قریش کو اس تدبیر میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے کچھ عرصے کے بعد اسی قسم کا ایک خط مدینے کے یہود کے نام بھی ارسال کیا۔ دراصل کفار مکہ کی غرض یہ تھی کہ جس طرح بھی ہو اسلام کے نام ونشان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاوے۔ دنیا سے اس کا نام ہی ختم کر دیا جائے۔ مسلمان ان کے مظالم سے تنگ آکر حبشہ گئے۔ جب حبشہ کی پہلی ہجرت ہوئی تھی تو وہاں انہوں نے، کافروں نے ان کا پیچھا کیا۔ تو ہمیشہ پہلے دن سے ہی یہی کوشش کی تھی اور اس بات کی کوشش میں اپنی انتہائی طاقت صرف کر دی کہ نیک دل نجاشی ان مظلوم غریب الوطنوں کو مکہ والوں کے حوالے کر دے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ آگئے تو قریش نے آپ کا تعاقب کر کے آپ کو گرفتار کر لینے میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ پوری کوشش کی۔ ہر موقع پر انہوں نے کوشش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اسلام کو کسی طرح ختم کیا جائے اور اب جب انہیں یہ علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب مدینہ پہنچ گئے ہیں اور وہاں اسلام سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے تو انہوں نے یہ تہدیدی خط بھیج کر مدینہ والوں کو آپؐ کے ساتھ جنگ کر کے اسلام کو ملیامیٹ کر دینے یا آپؐ کی پناہ سے دستبردار ہو کر آپؐ کو مدینہ سے نکال دینے کی تحریک کی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ یہ خط جو لکھا تھا تو قریش کے اس خط سے عرب کی اس رسم پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ وہ اپنی جنگوں میں اپنے دشمنوں کے ساتھ دشمن کے سارے مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں پر قبضہ کر لیا کرتے تھے اور پھر ان کو اپنے لیے جائز سمجھتے تھے اور نیز یہ کہ مسلمانوں کے متعلق ان کے ارادے اس سے بھی زیادہ خطرناک تھے کیونکہ جب یہ سزا انہوں نے مسلمانوں کے پناہ دینے والوں کو دینی تھی اور یہ ان کے لیے تجویز کی تھی کہ ہم تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور عورتوں کو اپنے لیے جائز کر لیں گے تو خود مسلمانوں کے لیے تو یقیناً وہ اس سے بھی زیادہ سخت ارادے رکھتے ہوں گے۔ بہر حال قریش مکہ کا یہ خط ان کے کسی عارضی جوش کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ مستقل طور پر اس بات کا تہیہ کر چکے تھے کہ مسلمانوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دینا۔ ان کو چین نہیں لینے دیں گے اور اسلام کو دنیا سے مٹا کر چھوڑیں گے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہے۔

لکھتے ہیں کہ یہ تاریخی واقعہ مکہ کے خونی ارادوں کا پتہ دے رہا ہے۔ وہ واقعہ اس طرح ہے جس کی بخاری میں روایت آتی ہے کہ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد سَعد بن مُعاذؓ جو قبیلہ اوس کے رئیس اعظم تھے اور مسلمان ہو چکے

تھے عمرہ کے خیال سے مکہ گئے اور اپنے زمانہ جاہلیت کے دوست، پرانے زمانے میں، جاہلیت کے زمانے میں امیہ بن خَلَف رئیس مکہ ان کا دوست تھا۔ وہ اس کے پاس جاکے ٹھہرے۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ اکیلے عمرہ ادا کرنے، طواف کرنے گئے تو مکہ والے ان کے ساتھ ضرور چھیڑ چھاڑ کریں گے۔ اس لیے انہوں نے فتنہ سے بچنے کے لیے امیہ سے کہا کہ میں کعبۃ اللہ کا طواف کرنا چاہتا ہوں۔ تم میرے ساتھ ہو کر ایسے وقت میں مجھے طواف کرا دو جبکہ میں علیحدگی میں امن کے ساتھ اس کام سے فارغ ہو کر اپنے وطن واپس چلا جاؤں۔ چنانچہ امیہ بن خَلَف دوپہر کے وقت جبکہ لوگ عموماً اپنے اپنے گھروں میں ہوتے ہیں سعد کو لے کر کعبہ کے پاس پہنچا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ عین اسی وقت ابوجہل بھی وہاں آنکلا اور جونہی اس کی نظر سعدؓ پر پڑی اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا مگر اپنے غصہ کو دبا کر وہ امیہ سے یوں مخاطب ہوا کہ اے ابوصفوان! یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے؟ امیہ نے کہا کہ یہ سَعد بن مُعاذؓ رئیس اوس ہے۔ اس پر ابوجہل نہایت غضبناک ہو کر سعدؓ سے مخاطب ہوا کہ کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ اس مرتد (نعوذ باللہ) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دینے کے بعد تم لوگ امن کے ساتھ کعبہ کا طواف کر سکو گے اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اس کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور امداد کی طاقت رکھتے ہو؟ کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر اس وقت تیرے ساتھ ابوصفوان نہ ہوتا تو اپنے گھر والوں کے پاس بچ کر نہ جاتا سَعد بن مُعاذؓ فتنہ سے بچتے تھے مگر ان کی رگوں میں بھی ریاست کا خون تھا اور دل میں ایمانی غیرت جوش زن تھی۔ کڑک کر بولے کہ واللہ! اگر تم نے ہم کو کعبہ سے روکا تو یاد رکھو کہ پھر تمہیں بھی تمہارے شامی راستے پر امن نہیں مل سکے گا۔ ہم بھی راستے میں بیٹھے ہیں ہم بھی تمہارے خلاف بہت کچھ کریں گے۔ امیہ نے ان کی جو یہ بات سنی اور اسی طرح ان کا غصہ بھی دیکھا تو کہنے لگا کہ سعد دیکھو! ابوالحکم سید اہلِ وادی کے مقابلہ میں یوں آواز بلند نہ کرو۔ کہ یہ ابوالحکم جو ہے مکہ والے ابوجہل کا نام ابوالحکم لیتے تھے، مکہ کی وادی کا یہ سردار ہے۔ اس کے سامنے اس طرح بلند آواز سے نہ بولو۔ سعدؓ بھی غصے میں تھے اس کی یہ بات سن کے امیہ کو کہنے لگے کہ جانے دو امیہ! تم اس بات میں نہ پڑو۔

واللہ! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی نہیں بھولتی کہ تم کسی دن مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو گے۔ یعنی امیہ جو ہے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو گا۔ یہ خبر سن کر امیہ بن خَلَف سخت گھبرا گیا اور گھر میں آکر اس نے اپنی بیوی کو سعدؓ کی اس بات سے اطلاع دی اور کہا کہ خدا کی قسم! مَیں تو اب مسلمانوں کے خلاف مکہ سے نہیں نکلوں گا۔ یہ یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کی ہے اور ہمیشہ آپؐ کی باتیں پوری ہوتی ہیں تو میرے متعلق بھی یہ بات پوری ہو جائے گی۔ لیکن تقدیر کے نوشتے پورے ہونے تھے۔ بدر کے موقع پر امیہ کو مجبوراً مکہ سے نکلنا پڑا اور وہیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو کر اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا۔ یہ امیہ وہی تھا جو حضرت بلالؓ پر اسلام کی وجہ سے نہایت سخت مظالم کیا کرتا تھا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 280 تا 282)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت سَعد بن مُعاذؓ عمرے کی نیت سے چلے گئے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے اور وہ امیہ بن خَلَف ابوصفوان کے پاس

اترے۔ انہوں نے یہ روایت کی کہ اس کے پاس اترے۔ پرانی واقفیت تھی۔ امیہ حضرت سعدؓ کے پاس مدینے میں آ کے ٹھہرا کرتا تھا اور جب آپؓ نے عمرے کا ارادہ کیا تو یہی سوچا کہ اس کے پاس ٹھہریں اور امن سے عمرہ کر سکیں۔ امیہ کی عادت تھی کہ جب شام کی طرف جاتا تھا تو مدینے سے گزرتا تھا اور حضرت سعدؓ کے پاس ٹھہرتا تھا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ پرانی واقفیت تھی۔ وہ ان کے پاس مدینے میں ٹھہرتا تھا تو آپؓ نے، حضرت سعدؓ نے بھی ارادہ کیا کہ اس کے پاس ٹھہریں۔ جب آپؓ نے ذکر کیا کہ میں نے عمرہ کرنا ہے تو امیہ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ ابھی انتظار کرو۔ جب دوپہر ہو اور لوگ غافل ہو جائیں تو جا کر طواف کر لینا۔ روایت والے کہتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ حضرت سعدؓ طواف کر رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ابوجہل ہے۔ ابوجہل اس دوران آ گیا اور وہ کہنے لگا یہ کون ہے؟ یہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے؟ حضرت سعدؓ نے کہا میں سعد ہوں۔ خود ہی جواب دیا میں سعد ہوں۔ ابوجہل بولا کیا تم خانہ کعبہ کا طواف امن سے کرو گے حالانکہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا ہاں۔ تب ان دونوں نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ یہ راوی روایت کرتے ہیں۔ امیہ نے حضرت سعد سے کہا ابوالحکم پر اپنی آواز اونچی نہ کرو کیونکہ وہ باشندگانِ وادی کا سردار ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا یعنی ابوجہل کو کہا بخدا! اگر تم نے بیت اللہ کا طواف کرنے سے مجھے روکا تو میں بھی شام میں تمہاری تجارت بند کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر امیہ حضرت سعدؓ سے یہی کہتا رہا کہ اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور ان کو روکتا رہا۔ حضرت سعدؓ غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے ہمیں ان باتوں سے رہنے دو۔ میں اور یہ ابوجہل بات کر رہے ہیں، ہمیں بات کرنے دو اور امیہ کو کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ امیہ کو یہی قتل کروانے والا ہے یعنی ابوجہل جو ہے یہی تمہارے قتل کا ذریعہ بنے گا۔ امیہ نے کہا، مجھے؟ حضرت سعدؓ نے کہا ہاں۔ یہ سن کر امیہ بولا اللہ کی قسم! محمدؐ جب بات کہتے ہیں تو جھوٹی بات نہیں کہتے۔ آخر وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آیا اور کہنے لگا کیا تمہیں علم نہیں کہ میرے یثربی بھائی نے مجھ سے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا کیا کہا؟ امیہ نے کہا کہتا ہے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ابوجہل ہی میرا قاتل ہو گا۔ اس کی بیوی نے کہا اللہ کی قسم! محمد تو جھوٹی بات نہیں کیا کرتے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے کہ جب وہ بدر کی طرف نکلے اور مدد طلب کرنے کے لیے فریادی آیا تو امیہ کی بیوی نے اسے کہا کہ کیا وہ بات تمہیں یاد نہیں جو تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کہی تھی۔ بدر کے لیے جب نکلنے لگے تو یاد کرایا کہ تم جا رہے ہو لیکن وہ بات یاد رکھو۔ کہتے تھے اس نے چاہا کہ نہ نکلے یعنی امیہ نے اس بات پر چاہا کہ نہ نکلے مگر ابوجہل نے اسے کہا کہ تم اس وادی کے رؤسا میں سے ہو تو ایک دو دن کے لیے ہی ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ دو دن کے لیے چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کرا دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث: 3632)

ایک دوسری روایت میں امیہ بن خَلَف کے جنگِ بدر میں شریک ہونے اور قتل کیے جانے کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا امیہ! بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرماتے

تھے کہ وہ یعنی صحابہ تمہیں مار ڈالیں گے۔ اس نے پوچھا مکہ میں؟ حضرت سعدؓ نے کہا کہ یہ میں نہیں جانتا۔ امیہ حضرت سعد کی یہ بات سن کر بہت ڈر گیا۔ جب امیہ اپنے گھر گیا تو اپنی بیوی صفیہ یا کریمہ بنت مُعْمَر سے کہنے لگا کہ اے ام صفوان! تو نے سعد کی بات سنی جو اس نے میرے بارے میں کہی۔ بیوی نے کہا کہ کیوں سعدؓ کیا کہتا ہے؟ اس پر امیہ نے کہا وہ کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیان کیا ہے کہ وہ مجھ کو مار ڈالیں گے۔ میں نے پوچھا کہ مکہ میں؟ تو اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ پھر امیہ نے کہا کہ بخدا میں مکہ سے نکلوں گا ہی نہیں۔ اس قدر خوفزدہ ہو گیا۔ جب بدر کی جنگ ہوئی تو ابوجہل نے لوگوں سے جنگ کے لیے نکلنے کو کہا اور امیہ کو بھی کہا کہ اپنے قافلے کو بچانے کے لیے پہنچو۔ امیہ نے نکلنا پسند نہیں کیا۔ ابوجہل امیہ کے پاس آیا۔ جب بھیجے ہوئے پیغامبر کو انکار کر دیا تو پھر ابوجہل خود آیا اور کہنے لگا کہ ابوصفوان! جب لوگ تمہیں دیکھیں گے کہ تم ہی پیچھے رہ گئے ہو جبکہ تم اہلِ وادی کے سردار ہو تو وہ بھی تمہارے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے۔ ابوجہل اسے سمجھاتا رہا۔ آخر امیہ نے کہا کہ اگر تم نے مجبور ہی کرنا ہے تو بخدا میں مکہ سے ایک نہایت ہی عمدہ اونٹ خریدوں گا۔ اس کے بعد امیہ نے کہا ام صفوان میرے لیے سفر کا سامان تیار کرو۔ اپنی بیوی سے کہا تو وہ اسے کہنے لگی کہ تم وہ بات بھول گئے ہو جو تم سے تمہارے یثربی بھائی نے کہی تھی۔ کہنے لگا نہیں۔ مَیں بھولا نہیں ہوں۔ میں تھوڑی دور ان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ واپس آجاؤں گا آخر تک نہیں جاؤں گا۔ جب امیہ نکلا تو جس منزل میں بھی وہ اترتا وہاں اپنا اونٹ کا گھٹنا باندھ دیتا۔ وہ یہی احتیاط کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے بدر میں اس کو ہلاک کر دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی، باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر حدیث : 3950)

اس قتل کا واقعہ پہلے بھی ایک جگہ بیان ہو چکا ہے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ذکر میں گذشتہ خطبے میں بھی بیان ہو چکا ہے جب حضرت بلالؓ نے انصار کو بلا کر اس کے ظلم کی وجہ سے اسے قتل کروا دیا جو وہ حضرت بلالؓ پر کیا کرتا تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سَعد بن مُعاذؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "مدینہ کے ایک رئیس سَعد بن مُعاذؓ جو اوس قبیلہ کے سردار تھے بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے مکہ گئے تو ابوجہل نے ان کو دیکھ کر بڑے غصہ سے کہا۔ کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ اس مرتد (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دینے کے بعد تم لوگ امن کے ساتھ کعبہ کا طواف کر سکو گے اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اس کی حفاظت اور امداد کی طاقت رکھتے ہو؟ خدا کی قسم! اگر اس وقت تیرے ساتھ ابوصفوان نہ ہوتا تو تُو اپنے گھر والوں کے پاس بچ کر نہ جا سکتا۔ سَعد بن مُعاذؓ نے کہا واللہ! اگر تم نے ہمیں کعبہ سے روکا تو یاد رکھو پھر تمہیں بھی تمہارے شامی راستہ پر امن نہیں مل سکے گا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 235-236)

حضرت سَعد بن مُعاذؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ غزوۂ بدر کے روز اوس کا جھنڈا حضرت سَعد بن مُعاذؓ کے پاس تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 321-322 "سَعْد بِن مُعَاذٌ"، دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

غزوۂ بدر کے موقعے پر حضرت سَعد بن مُعاذؓ کا جوش و جذبہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و فدائیت کا اظہار اس واقعے سے ہوتا ہے جو بدر میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے دی تھی اور جس کا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں یوں ذکر کیا ہے کہ

جب مسلمان وادی صَفْرَا، صَفْرَا بھی بدر اور مدینے کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جہاں آپ نے بدر کا تمام مال غنیمت مسلمانوں میں برابر تقسیم فرمایا تھا۔ اس وادی میں کھجور کے درخت اور کھیتی باڑی بھی کثرت سے ہوتی ہے۔ اس کے اور بدر کے درمیان ایک مرحلے کا فاصلہ ہے۔ بہرحال جب وہ اس وادی کے ایک پہلو سے گزرے اور گزرتے ہوئے ذَفِرَانْ میں پہنچے جو بدر سے صرف ایک منزل ورے ہے تو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قافلے کی حفاظت کے لیے قریش کا ایک بڑا جرار لشکر مکہ سے آرہا ہے۔ وہ ایک تجارتی قافلہ جو پہلے تھا اس کی مدد کے لیے ایک اَور جرار لشکر آرہا ہے۔ ان کو شک تھا کہ شاید مدینہ والے اس قافلے پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اب چونکہ اخفائے راز کا موقع گزر چکا تھا۔ چھپی ہوئی بات نہیں رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع کر کے انہیں اس خبر سے اطلاع دی اور ان سے مشورہ پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! ظاہری اسباب کا خیال کرتے ہوئے تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ سے سامنا ہو کیونکہ لشکر کے مقابلہ کے لیے ہم ابھی پوری طرح تیار نہیں۔ مگر آپؐ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا۔ دوسری طرف اکابر صحابہ نے یہ مشورہ سنا تو اٹھ اٹھ کر جاں نثارانہ تقریریں کیں اور عرض کیا کہ ہمارے جان و مال سب خدا کے ہیں۔ ہم ہر میدان میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ چنانچہ مقداد بن اسودؓ نے جن کا دوسرا نام مقداد بن عمرو بھی تھا کہا یا رسول اللہؐ! ہم موسیٰ کے اصحاب کی طرح نہیں ہیں کہ آپؐ کو یہ جواب دیں کہ جا تُو اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؐ جہاں بھی چاہتے ہیں لے چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اور ہم آپؐ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہو کر لڑیں گے۔ آپؐ نے یہ تقریر سنی تو آپؐ کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتمانے لگا۔ مگر اس موقع پر بھی آپؐ انصار کے جواب کے منتظر تھے۔ چاہتے تھے کوئی انصاری سردار بھی یہی باتیں کہے۔ وہ کچھ بولیں کیونکہ آپؐ کو یہ خیال تھا کہ شاید انصار یہ سمجھتے ہوں کہ بیعتِ عقبہ کے ماتحت ہمارا فرض صرف اس قدر ہے کہ اگر عین مدینہ پر کوئی حملہ ہو تو اس کا دفاع کریں۔ چنانچہ باوجود اس قسم کی جاں نثارانہ تقریروں کے آپؐ یہی فرماتے گئے کہ اچھا پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جاوے؟ سَعد بن مُعاذؓ رئیس اوس نے آپؐ کا منشا سمجھا اور انصار کی طرف سے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! شاید آپؐ ہماری رائے پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو پھر اب آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپؐ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم سب کو لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔ آپؐ نے یہ تقریر سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو اور خوش ہو کیونکہ اللہ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے ان دو گروہوں

یعنی لشکر اور قافلہ میں سے کسی ایک گروہ پر وہ ہم کو ضرور غلبہ دے گا اور خدا کی قسم! مَیں گویا اس وقت وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہو کر گریں گے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 354-355)

(فرہنگِ سیرت صفحہ 173 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

اور پھر ویسا ہی ہوا۔

بہر حال ابھی ان کا ذکر چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبہ میں بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 17/ جولائی 2020ء جلد 27 شمارہ 57 صفحہ 5 تا 09)

27

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/جولائی 2020ء بمطابق 03/وفا 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبات سے حضرت سعد بن مُعاذؓ کا ذکر چل رہا تھا۔ جنگِ بدر میں عہدِ وفا کے اظہار کا ایک واقعہ جس کا گذشتہ خطبے میں بھی ذکر ہوا تھا اسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ آپؓ اس طرح فرماتے ہیں کہ

"یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جہاں عشق ہوتا ہے وہاں کوئی شخص بھی نہیں چاہتا کہ میرے محبوب کو کوئی تکلیف پہنچے اور کوئی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا محبوب لڑائی میں جائے بلکہ ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ محبوب لڑائی سے بچ جائے۔ اسی طرح صحابہؓ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ آپؐ لڑائی پر جائیں۔ صحابہؓ اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ ہم لڑائی پر کیوں جائیں بلکہ ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑائی پر جانا ناپسند تھا اور یہ ان کی طبعی خواہش تھی جو ہر محب کو اپنے محبوب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قریب پہنچے تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارا مقابلہ قافلے سے نہیں بلکہ فوج کے ساتھ ہو گا۔ پھر آپؐ نے ان سے مشورہ لیا اور فرمایا کہ بتاؤ تمہاری کیا صلاح ہے؟ جب اکابر صحابہؓ نے آپؐ کی یہ بات سنی تو انہوں نے باری باری اٹھ اٹھ کر نہایت جاں نثارانہ تقریریں کیں اور عرض کیا ہم ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ ایک اٹھتا اور تقریر کر کے بیٹھ جاتا۔ پھر دوسرا اٹھتا اور مشورہ دے کر بیٹھ جاتا۔ غرض جتنے بھی اٹھے انہوں نے یہی کہا کہ اگر ہمارا خدا ہمیں حکم دیتا ہے تو ہم ضرور لڑیں گے مگر جب کوئی مشورہ دے کر بیٹھ جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے مجھے مشورہ دو اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی تک جتنے صحابہؓ نے اٹھ اٹھ کر تقریریں کی تھیں اور مشورے دیے تھے وہ سب مہاجرین میں سے تھے مگر جب آپؐ نے بار بار یہی فرمایا کہ مجھے مشورہ دیا جائے تو سعد بن مُعاذؓ رئیس اوس نے آپؐ کا منشاء سمجھا اور انصار کی طرف سے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ کی خدمت میں مشورہ تو عرض کیا جا رہا ہے مگر آپؐ پھر بھی یہی فرماتے ہیں کہ مجھے مشورہ دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ انصار کی رائے پوچھنا چاہتے ہیں۔ اس وقت تک اگر ہم خاموش تھے تو صرف اس لیے کہ اگر ہم لڑنے کی تائید کریں گے تو شاید مہاجرین یہ سمجھیں کہ یہ لوگ ہماری قوم اور ہمارے بھائیوں سے لڑنا اور ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! شاید آپؐ کا بیعت عقبہ

کے اس معاہدہ کے متعلق کچھ خیال ہے جس میں ہماری طرف سے یہ شرط پیش کی گئی تھی کہ اگر دشمن مدینے پر حملہ کرے گا تو ہم اس کا دفاع کریں گے لیکن اگر مدینہ سے باہر جا کر لڑنا پڑا تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ سعد بن مُعاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس وقت جبکہ ہم آپؐ کو مدینہ لائے تھے ہمیں آپؐ کے بلند مقام اور مرتبہ کا علم نہیں تھا۔ اب تو ہم نے اپنی آنکھوں سے آپؐ کی حقیقت کو دیکھ لیا ہے۔ اب اس معاہدے کی ہماری نظروں میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ "ہے یعنی جو بیعت عقبہ کے وقت معاہدہ ہوا تھا وہ تو دنیاوی لحاظ سے ایک عام معاہدہ تھا۔ اب جو ہم نے دیکھا ہے اور اس کے بعد ہماری روحانیت کی جو آنکھیں کھلی ہیں تو اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ "اس لیے آپ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اور خدا کی قسم! اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ یا رسول اللہؐ! ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپؐ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔"

(ایک آیت کی پُر معارف تفسیر، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 620-621)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۂ رعد کی آیت 12 جو اس طرح شروع ہوتی ہے کہ

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ۔ (الرعد:12)

یعنی اس کے لیے اس کے آگے اور پیچھے چلنے والے محافظ مقرر ہیں۔ اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام زمانۂ نبوت اس حفاظت کا ثبوت دیتا ہے۔" جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ آگے اور پیچھے ہم نے محافظ مقرر کیے ہوئے ہیں۔ "چنانچہ مکہ معظمہ میں آپؐ کی حفاظت فرشتے ہی کرتے تھے ورنہ اس قدر دشمنوں میں گھرے ہوئے رہ کر آپؐ کی جان کس طرح محفوظ رہ سکتی تھی۔ ہاں مدینہ تشریف لانے پر دونوں قسم کی حفاظت آپؐ کو حاصل ہوئی۔ آسمانی فرشتوں کی بھی اور زمینی فرشتوں یعنی صحابہؓ کی بھی۔ بدر کی جنگ اس ظاہری اور باطنی حفاظت کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے۔ حضورؐ جب مدینہ تشریف لے گئے تھے تو آپؐ نے اہلِ مدینہ سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر آپ مدینہ سے باہر جا کر لڑیں گے تو مدینہ والے آپؐ کا ساتھ دینے پر مجبور نہ ہوں گے۔ بدر کی لڑائی میں آپؐ نے انصار اور مہاجرین سے لڑنے کے بارہ میں مشورہ فرمایا۔ مہاجرین بار بار آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے پر زور دیتے تھے لیکن حضورؐ ان کی بات سن کر پھر فرمادیتے کہ اے لوگو مشورہ دو۔ جس پر ایک انصاری (سعد بن مُعاذؓ) نے کہا کیا حضورؐ کی مراد ہم سے ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کہ بیشک ہم نے حضورؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر باہر جا کر لڑنے کا موقع ہو گا تو ہم حضورؐ کا ساتھ دینے پر مجبور نہ ہوں گے لیکن وہ وقت اَور تھا جبکہ ہم نے دیکھ لیا..."، اب "جبکہ ہم نے دیکھ لیا کہ آپؐ خدا کے رسول برحق ہیں تو اب اس مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔ اگر حضورؐ ہمیں حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دیں گے۔ ہم اصحابِ موسیٰؑ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ تُو اور تیرا رب جا کر لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم حضورؐ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے لڑیں گے اور دشمن آپؐ تک ہرگز نہ پہنچ سکے گا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ "یہ مخلصین بھی

میرے نزدیک ان مُعَقِّبَاتْ میں سے تھے۔" یعنی ان محافظوں میں سے تھے "جو خدا تعالیٰ نے حضورؐ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمادیے تھے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تیرہ جنگوں میں شریک ہوا ہوں مگر میرے دل میں بارہا یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ میں بجائے ان لڑائیوں میں حصہ لینے کے اس فقرہ کا کہنے والا ہوتا جو سعد بن مُعاذؓ کے منہ سے نکلا" تھا۔ (تفسیر کبیر جلد 03 صفحہ 392)

یعنی کہ اپنے عہدِ وفا کا فقرہ۔

جنگ بدر کے موقعے پر حضرت سعد بن مُعاذؓ کے اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ

"جس جگہ اسلامی لشکر نے ڈیرہ ڈالا تھا وہ کوئی ایسی اچھی جگہ نہ تھی۔" جنگی لحاظ سے۔ "اس پر حُبَاب بن مُنذِرؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آیا خدائی الہام کے ماتحت آپؐ نے یہ جگہ پسند کی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر اسے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بارہ میں کوئی خدائی حکم نہیں ہے۔ تم کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو تو بتاؤ۔ حُبَاب نے عرض کیا تو پھر میرے خیال میں یہ جگہ اچھی نہیں ہے۔" جنگی لحاظ سے۔ "بہتر ہو گا کہ آگے بڑھ کر قریش سے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر لیا جاوے۔ میں اس چشمہ کو جانتا ہوں۔ اس کا پانی اچھا ہے اور عموماً ہوتا بھی کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور چونکہ ابھی تک قریش ٹیلہ کے پرے ڈیرہ ڈالے پڑے تھے اور یہ چشمہ خالی تھا مسلمان آگے بڑھ کر اس چشمہ پر قابض ہو گئے لیکن جیسا کہ قرآن شریف میں اشارہ پایا جاتا ہے اس وقت اس چشمہ میں بھی پانی زیادہ نہیں تھا اور مسلمانوں کو پانی کی قلت محسوس ہوتی تھی۔ پھر یہ بھی تھا کہ وادی کے جس طرف مسلمان تھے وہ ایسی اچھی نہ تھی کیونکہ اس طرف ریت بہت تھی جس کی وجہ سے پاؤں اچھی طرح جمتے نہیں تھے۔

جگہ کے انتخاب کے بعد سعد بن مُعاذؓ رئیسِ اوس کی تجویز سے صحابہؓ نے میدان کے ایک حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سائبان سا تیار کر دیا اور سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سائبان کے پاس باندھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ اس سائبان میں تشریف رکھیں اور ہم اللہ کا نام لے کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر خدا نے ہمیں فتح دی تو یہی ہماری آرزو ہے" تو الحمد للہ۔ "لیکن اگر خدانخواستہ معاملہ دگرگوں ہوا تو آپؐ اپنی سواری پر سوار ہو کر جس طرح بھی ہو مدینہ پہنچ جائیں۔" اس خیمہ کے ساتھ ہی اچھی قسم کی سواری، ایک اونٹ بھی باندھ کر رکھ دیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ وہاں مدینہ پہنچ جائیں۔ "وہاں ہمارے ایسے بھائی بند موجود ہیں جو محبت واخلاص میں ہم سے کم نہیں ہیں لیکن چونکہ ان کو یہ خیال نہیں تھا کہ اس مہم میں جنگ پیش آجائے گی اس لیے وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے ورنہ ہرگز پیچھے نہ رہتے لیکن جب انہیں حالات کا علم ہو گا تو وہ آپؐ کی حفاظت میں جان تک لڑا دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔ یہ سعدؓ کا جوشِ اخلاص تھا جو ہر حالت میں قابلِ تعریف ہے ورنہ بھلا خدا کا رسول اور میدان سے بھاگے!" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جنگوں میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ "چنانچہ حنین کے میدان میں" ہم دیکھتے ہیں کہ "بارہ ہزار فوج نے پیٹھ دکھائی مگر یہ مرکز توحید

اپنی جگہ سے متزلزل نہیں ہوا۔ بہر حال سائبان تیار کیا گیا" جیسا کہ سعدؓ نے کہا تھا" اور سعدؓ اور بعض دوسرے انصار اس کے گرد پہرہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے اسی سائبان میں رات بسر کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر خدا کے حضور گریہ وزاری سے دعائیں کیں اور لکھا ہے کہ سارے لشکر میں صرف آپؐ ہی تھے جو رات بھر جاگے۔ باقی سب لوگ باری باری اپنی نیند سو لیے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 356-357)

غزوۂ احد کے موقعے پر جمعے کی شب حضرت سعد بن مُعاذؓ، حضرت اُسید بن حُضیرؓ اور حضرت سعد بن عُبادہؓ مسجد نبوی میں ہتھیار پہنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔ غزوۂ احد کے موقعے پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر اور کمان کندھے پر ڈال کر اور نیزہ ہاتھ میں لے کر مدینے سے روانہ ہوئے تو دونوں سعدؓ یعنی حضرت سعد بن مُعاذؓ اور حضرت سعد بن عُبادہؓ آپ کے آگے آگے دوڑ رہے تھے۔ ان دونوں نے زرہ پہنی ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثانی صفحہ 28 تا 30 غزوۃ رَسُولِ اللّٰہِ ـ أحدًا، دار الکتب العربیۃ بیروت 1990ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ غزوۂ احد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"آپؐ صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ نمازِ عصر کے بعد مدینے سے نکلے۔ قبیلہ اوس اور خزرج کے رؤساء سعد بن مُعاذؓ اور سعد بن عُبادہؓ آپؐ کی سواری کے سامنے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی صحابہؓ آپؐ کے دائیں اور بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 486)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے مدینہ واپس آئے اور اپنے گھوڑے سے اترے تو آپؐ حضرت سعد بن مُعاذؓ اور حضرت سعد بن عُبادہؓ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 229 باب غزوہ اُحد ذکر رحیل رسول اللہ ﷺ إلی المدینۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حضرت سعد بن مُعاذؓ کی والدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی باگ حضرت سعد بن مُعاذؓ پکڑے ہوئے فخر سے چل رہے تھے۔ جنگ میں آپؓ کا بھائی بھی مارا گیا تھا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کو آتے ہوئے دیکھا اور کہا یا رسول اللہؐ! میری ماں آ رہی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی عمر اس وقت کوئی اسّی بیاسی سال کی تھی۔ آنکھوں کا نور جا چکا تھا۔ بہت کمزور نظر تھی۔ دھوپ چھاؤں مشکل سے نظر آتی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر، مدینہ میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے تو یہ خبر سن کر وہ بڑھیا بھی لڑکھڑاتی ہوئی مدینہ سے باہر نکلی جا رہی تھی۔ حضرت سعدؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میری ماں آ رہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا میری سواری کو

ٹھہرالو۔ تمہاری ماں آرہی ہے وہاں اس کے قریب میری سواری کو کھڑا کر دو۔ جب آپؐ اس بوڑھی عورت کے قریب آئے تو اس نے اپنے بیٹوں کے متعلق کوئی خبر نہیں پوچھی۔ پوچھا تو یہ پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ حضرت سعدؓ نے جواب دیا آپ کے سامنے ہیں۔ اس بوڑھی عورت نے اوپر نظر اٹھائی اور اس کی کمزور نگاہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پھیل کر رہ گئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بی بی مجھے افسوس ہے تمہارا جوان بیٹا اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔ بڑھاپے میں کوئی شخص ایسی خبر سنتا ہے تو اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں لیکن اس بڑھیا نے کیسا محبت بھرا جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے تو آپؐ کی خیریت کی فکر تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ بیان کیا اس کے بعد آپؓ نے احمدی خواتین کو مخاطب ہو کر فریضہ تبلیغ پر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ یہی وہ عورتیں تھیں جو اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں مردوں کے دوش بدوش چلتی تھیں اور یہی وہ عورتیں تھیں جن کی قربانیوں پر اسلامی دنیا فخر کرتی ہے۔ تمہارا بھی دعویٰ ہے، آج کل جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والی عورتیں ہیں، تمہارا بھی یہ دعویٰ ہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں تم صحابیات کی بروز ہو لیکن تم صحیح طور پر بتاؤ کہ کیا تمہارے اندر دین کا وہی جذبہ موجزن ہے جو صحابیات میں تھا؟ کیا تمہارے اندر وہی نور موجود ہے جو صحابیات میں تھا؟ کیا تمہاری اولادیں ویسی ہی نیک ہیں جیسی صحابیات کی تھیں؟ اگر تم غور کرو گی تو تم اپنے آپ کو صحابیات سے بہت پیچھے پاؤ گی۔ صحابیات نے تو جو قربانیاں کیں آج تک دنیا کے پردے پر اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کی قربانیاں جو انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر کیں اللہ تعالیٰ کو ایسی پیاری لگیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان کو کامیابی عطا کی اور دوسری قومیں جس کام کو صدیوں میں نہ کر سکیں ان کو صحابہ اور صحابیات نے چند سالوں کے اندر کر کے دکھا دیا۔

(ماخوذ از فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 400-401)

یہاں کیونکہ مخاطب آپ احمدی خواتین سے تھے اس لیے ان کا ذکر ہے ورنہ بے شمار جگہ پر ہمیشہ خلفاء یہ کہتے آئے ہیں، میں بھی بیشمار دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہمارے مردوں کو بھی وہی نمونے دکھانے پڑیں گے تبھی ہم جو دعویٰ کرتے ہیں اور جو اس دعویٰ کو لے کر اٹھے ہیں کہ دنیا میں اسلام کا پیغام پھیلانا ہے اور دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لے کے آنا ہے اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ جب ہماری قربانیاں اور ہمارے عمل اس کے مطابق ہوں گے جس کے نمونے صحابہؓ نے ہمارے سامنے قائم فرمائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"عیسائی دنیا مریم مگدلینی اور اس کی ساتھی عورتوں کی اس بہادری پر خوش ہے کہ وہ مسیح کی قبر پر صبح کے وقت دشمنوں سے چھپ کر پہنچی تھیں۔ میں ان سے کہتا ہوں آؤ اور ذرا میرے محبوب کے مخلصوں اور فدائیوں کو دیکھو کہ کن حالتوں میں انہوں نے اس کا ساتھ دیا اور کن حالتوں میں انہوں نے توحید کے جھنڈے کو بلند کیا۔ اس

قسم کی فدائیت کی ایک اَور مثال بھی تاریخ میں ملتی ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کو دفن کر کے مدینہ واپس گئے۔" پھر ایک اَور موقع پر دوبارہ حضرت سعد بن مُعاذؓ کی والدہ کی یہی مثال دے رہے ہیں کہ شہداء کو دفن کر کے جب مدینہ واپس گئے۔ "تو پھر عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لیے نکل آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ سعد بن مُعاذؓ مدینہ کے رئیس نے پکڑی ہوئی تھی اور فخر سے آگے آگے دوڑے جاتے تھے۔ شاید دنیا کو یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیریت سے اپنے گھر واپس لے آئے۔ شہر کے پاس انہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ احد میں اس کا ایک بیٹا عَمرو بن مُعاذؓ بھی مارا گیا تھا۔ اسے دیکھ کر سعد بن مُعاذؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اُمّی۔ اے اللہ کے رسولؐ! میری ماں آ رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی برکتوں کے ساتھ آئے۔ بڑھیا آگے بڑھی اور اپنی کمزور پھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نظر آ جائے۔

آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پہچان لیا اور خوش ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مائی! مجھے تمہارے بیٹے کی شہادت پر تم سے ہمدردی ہے۔ اس پر نیک عورت نے کہا حضورؐ! جب میں نے آپ کو سلامت دیکھ لیا تو سمجھو کہ میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔ "مصیبت کو بھون کر کھا لیا" کیا عجیب محاورہ ہے۔ محبت کے کتنے گہرے جذبات پر دلالت کرتا ہے۔ غم انسان کو کھا جاتا ہے۔ وہ عورت جس کے بڑھاپے میں اس کا عصائے پیری ٹوٹ گیا کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو میں اس غم کو کھا جاؤں گی۔ میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہو گی بلکہ یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس نے جان دی۔" یہ خیال تو "میری قوت کے بڑھانے کا موجب ہو گا۔" میری طاقت کو بڑھانے کا موجب ہو گا۔ حضرت مصلح موعود انصار کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کو دعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اے انصار! میری جان تم پر فدا ہو۔ تم کتنا ثواب لے گئے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 256-257)

کعب بن اشرف کو اس کی ریشہ دوانیوں، اسلام کے خلاف بُغض اور دشمنی پھیلانے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کرنے پر جو قتل کی سزا کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس میں بھی بحیثیت سردار قبیلہ انصار کے، سردار قبیلہ کے طور پر حضرت سعد بن مُعاذؓ کے مشورے کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل یعنی اس سزا کے عمل درآمد ہونے اور کعب بن اشرف کے قتل کی یہ تفصیل جو ہے وہ میں کچھ عرصہ پہلے دو صحابہ کے ذکر میں بیان کر چکا ہوں۔

(خطبہ جمعہ 7/ دسمبر 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 28/ دسمبر 2018ء اور خطبہ جمعہ 7/ فروری 2020ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 28/ فروری 2020ء)

تاہم اس کا کچھ حصہ یہاں بھی بیان کرتا ہوں جس کا تعلق حضرت سعد بن مُعاذؓ سے ہے۔ اور یہ جو مَیں بیان کروں گا اس میں بھی کچھ اخذ کیا ہے اور کچھ اقتباس میں نے سیرت خاتم النبیینؐ سے ہی لیا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو کعب بن اشرف نے دوسرے یہودیوں کے ساتھ مل کر اس معاہدہ میں شرکت کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن وامان اور مشترکہ دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض وعداوت کی آگ سلگنے لگ گئی اور اس نے خفیہ چالوں اور مخفی ساز باز سے اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کعب ہر سال یہودی علماء ومشائخ کو بہت سی خیرات دیا کرتا تھا۔ اس نے ایک دن ان مشائخ سے ان کی مذہبی کتابوں کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا کہ تمہارا کیا خیال ہے یہ سچا ہے کہ نہیں؟ انہوں نے کہا کہ بظاہر تو یہ وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا تھا، ہماری تعلیم میں ذکر ہے۔ کعب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسلام کا بڑا سخت مخالف تھا۔ اس جواب پر وہ بہت بگڑ گیا اور ان کو سخت سست کہہ کر، برا بھلا کہہ کر وہاں سے رخصت کر دیا اور جو خیرات انہیں دیا کرتا تھا وہ بھی نہ دی۔ جب خیرات بند ہو گئی، جو ان کا وظیفہ جاری تھا وہ بند ہو گیا تو کچھ عرصہ بعد انہوں نے کعب کے پاس جا کر کہا کہ ہم نے دوبارہ غور کیا ہے۔ پیسے کو تو مولوی آج بھی نہیں چھوڑتا یہی حال اُن کا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہم نے دوبارہ غور کیا ہے دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی نہیں ہیں جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس پر اس نے خوش ہو کر ان کا وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا۔ وہ جو خیرات دیتا تھا دے دی۔

بہرحال یہ تو معمولی بات تھی کہ یہودی علماء کو اپنے ساتھ ملا لیا لیکن خطرناک بات جو تھی وہ یہ تھی کہ جنگ بدر کے بعد اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا اور جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے تھے۔ جب بدر کے موقع پر مسلمانوں کو ایک غیر معمولی فتح نصیب ہوئی اور رؤسائے قریش اکثر مارے گئے تو کعب نے سمجھ لیا کہ اب یہ نیا دین یونہی مٹتا نظر نہیں آتا۔ پہلے تو ہمارا خیال تھا آپ ہی ختم ہو جائے گا۔ نہیں اب نہیں۔ لگتا ہے کہ یہ پھیلے گا۔ چنانچہ بدر کے بعد اس نے ہر طرح اپنی پوری کوشش کی کہ اسلام کے مٹانے اور تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے، کوئی دقیقہ نہ چھوڑا جائے اور یہ تہیہ کر لیا کہ میں نے اسلام کو تباہ و برباد کرنا ہی کرنا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد تو وہ غیظ و غضب سے بہت زیادہ بھر گیا تھا۔ اس نے اس غصہ کی وجہ سے جب فیصلہ کیا کہ میں نے اسلام کو تباہ کرنا ہی کرنا ہے تو اس نے فوراً سفر کی تیاری کر کے مکہ کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنی چرب زبانی اور شعر گوئی کے زور سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ کو شعلہ بار کر دیا اور بھڑکا دیا۔ ان کے دل میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی۔ تم شکست کھا گئے۔ تمہارے لیڈروں کو انہوں نے مار دیا۔ تم اب بیٹھے ہو۔ جاؤ اور بدلہ لو۔ وہ بھڑک اٹھے۔ اپنی تقریروں سے اور شعروں سے ان کے سینے جذباتِ انتقام اور عداوت سے بھر دیے۔ جب کعب کی اشتعال انگیزی سے ان کے احساسات میں ایک انتہائی درجہ کی بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے ان کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر اور کعبہ کے پردے ان کے ہاتھوں میں دے دے کر ان سے قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانیٔ اسلام کو صفحہ دنیا سے ملیامیٹ نہ کر دیں گے اس وقت تک چین نہیں لیں گے۔ مکہ میں یہ آتش فشاں فضا پیدا کرنے کے بعد اس نے

یہیں بس نہیں کی بلکہ اس بدبخت نے دوسرے قبائلِ عرب کا رخ کیا اور پھر قوم بقوم ہر قبیلے میں پھر پھر کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ پھر مدینہ میں واپس آ کر وہاں اپنی اسلام مخالف سرگرمیاں تیز کیں اور غیر مسلموں میں اپنے جوش دلانے والے اشعار میں اور خاص طور پر یہودیوں میں بھی گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا اور صرف یہاں تک نہیں کہ مخالفت کی آگ بھڑکائی بلکہ آخر میں اس نے یہ بھی کوشش کی بلکہ سازش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا جائے اور آپؐ کو کسی دعوت کے بہانے سے اپنے مکان پر اس نے بلایا اور چند نوجوان یہودیوں سے آپؐ کے قتل کروانے کا منصوبہ باندھا۔ خدا کے فضل سے وقت پر اطلاع ہو گئی۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے اطلاع دے دی اور اس کی سازش کامیاب نہیں ہوئی۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور کعب کے خلاف جو معاہدہ کیا ہوا تھا اس کی عہد شکنی اور جو حکومت قائم تھی اس کے خلاف بغاوت، تحریک جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازشِ قتل کے الزامات پایہ ثبوت کو پہنچ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس بین الاقوام معاہدہ کی رو سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد اہالیانِ مدینہ میں ہوا تھا، مدینہ کی جمہوری سلطنت کے آپؐ صدر اور حاکم اعلیٰ تھے، آپؐ نے یہ فیصلہ فرمایا دیا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے اور اپنے بعض صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جاوے۔ بعض حالات اور حکمت کے تقاضے کے تحت آپ نے یہ ہدایت فرمائی کہ کعب کو برملا طور پر قتل نہ کیا جائے بلکہ چند لوگ خاموشی کے ساتھ کوئی مناسب موقع نکال کر اسے قتل کر دیں اور یہ ڈیوٹی آپؐ نے قبیلہ اوس کے ایک مخلص صحابی محمد بن مَسْلمہؓ کے سپرد فرمائی اور انہیں تاکید فرمائی کہ جو طریق بھی اختیار کرو قبیلہ اوس کے رئیس جو سعد بن مُعاذؓ ہیں ان سے ضرور مشورہ کریں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے سعد بن مُعاذؓ کے مشورہ سے ابونائلہ اور دو تین اور صحابیوں کو اپنے ساتھ لیا اور کعب کے قتل کی سزا کو عملی جامہ پہنایا۔ اس کی جو بھی حکمت تھی یا قتل کا طریق اختیار کیا گیا تھا اس کی تفصیل جیسا کہ میں نے کہا ہے میں گذشتہ بعض صحابہ کے ذکر میں بیان کر چکا ہوں۔

(خطبہ جمعہ 7/ دسمبر 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 28/ دسمبر 2018ء اور خطبہ جمعہ 7/ فروری 2020ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 28/ فروری 2020ء)

بہرحال جو حکمت اختیار کی گئی تھی اس کے تحت اس کو رات کے وقت گھر سے نکال کر قتل کیا گیا تھا۔ اس کے قتل کی خبر جو مشہور ہوئی تو صبح کے وقت شہر میں ایک سنسنی پھیل گئی اور یہودی لوگ سخت جوش میں آ گئے۔ اور دوسرے دن صبح کے وقت یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ کعب کس کس جرم کا مرتکب ہوا ہے؟ قتل ہوا ہے ہاں ٹھیک ہے لیکن اس کے جرم تھے جس کی سزا اس کو ملی ہے۔ پھر آپؐ نے اجمالاً ان کو کعب کی عہد شکنی اور تحریک جنگ اور فتنہ انگیزی اور فحش گوئی اور سازش قتل وغیرہ کی کارروائیاں یاد کروائیں جس پر یہ لوگ ڈر کر خاموش ہو گئے۔ انہیں، سب کو پتہ تھا کہ یہ سب کچھ یہ کرتا رہا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں چاہیے کم از کم

آئندہ کے لیے امن اور تعاون کے ساتھ رہو اور عداوت اور فتنہ وفساد کا بیج نہ بوؤ۔ چنانچہ یہود کی رضامندی کے ساتھ آئندہ کے لیے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن وامان کے ساتھ رہنے اور فتنہ وفساد کے طریقوں سے بچنے کا از سر نو وعدہ کیا۔ اور یہ نیا معاہدہ لکھا گیا۔ تاریخ میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں ہے کہ اس کے بعد یہودیوں نے کبھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام قائم کیا ہو کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 467 تا 471)

یہ سزا تھی جو اسے دی گئی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا کہ ہم نے نہیں کیا، ہمیں پتہ نہیں، بلکہ سارا کچھ گنوایا اور ظاہر تھا یہ آپؐ کا فیصلہ تھا۔ آپؐ سربراہ حکومت تھے اور اس میں دو سردار جو مدینے کے رئیس تھے ان کی رائے بھی شامل تھی جو مسلمان تھے سعد بن مُعاذؓ وغیرہ۔

یہودی قبیلہ بنو نضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر گرا کر دھوکے سے ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ اس قبیلہ کی طرف گئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلے کے محاصرے کا حکم دیا۔ ربیع الاول چار ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود حفاظتی کے خیال سے مجبور ہو کر بنو نضیر کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی جس کے نتیجہ میں بالآخر یہ قبیلہ مدینہ سے جلا وطن ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ بنو نضیر کا اموال غنیمت ملا تو آپؐ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو بلا کر فرمایا کہ میرے لیے اپنی قوم کو بلاؤ۔ حضرت ثابتؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا خزرج کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انصار کو بلا لو کسی بھی قبیلے کے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اوس اور خزرج کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خطاب کیا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر انصار کے مہاجرین پر کیے جانے والے احسانوں یعنی انصار کے مہاجرین کو اپنے گھر میں ٹھہرانے اور انصار کے مہاجرین کو اپنی جانوں پر ترجیح دینے کا ذکر فرمایا کہ کس طرح انصار نے مہاجرین پر احسان کیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اگر تم پسند کرو تو میں بنو نضیر سے حاصل ہونے والا مال فَے تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دوں۔ مہاجرین حسب سابق تمہارے گھروں میں اور اموال میں رہیں گے۔ غنیمت کا جو مال ملا ہے آدھا آدھا تقسیم کر لو لیکن اس کا یہ ہے کہ جس طرح وہ پہلے تمہارے گھروں میں رہ رہے ہیں اور جو تم ان سے احسان کا سلوک کر رہے ہو وہ کرتے رہو۔ مال یہ آدھا آدھا لے لو۔ لیکن دوسری صورت کیا ہے کہ اگر تم پسند کرو تو یہ اموال مَیں مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ انصار کو کچھ نہیں دیتا۔ سارا مال جو ملا ہے وہ مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں پھر وہ تمہارے گھروں سے نکل جائیں گے۔ پھر تمہارے گھروں میں نہیں رہیں گے۔ اپنا اپنا انتظام کریں کیونکہ اب ان کو مال مل گیا ہے۔ اس پر حضرت سعد بن عُبادہؓ اور حضرت سعد بن مُعاذؓ نے آپس میں بات کی۔ دونوں نے مشورہ کیا اور دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ یہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرما

دیں۔ مہاجرین میں مال تقسیم کر دیں لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ حسب سابق ہمارے گھروں میں رہیں گے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ مال لینے کے بعد وہ ہمارے گھروں سے نکل جائیں۔ جو جس طرح ہمارے گھروں میں رہ رہے ہیں اور جس طرح مؤاخات کا وہ سلسلہ قائم ہے اب بھی وہی قائم رہے گا۔ اور انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم راضی ہیں اور ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ اگر سارا مال آپؐ مہاجرین میں تقسیم کر دیں تو اس بات پر کوئی ہمیں شکوہ نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ فَے مہاجرین میں تقسیم فرما دیا اور انصار میں سے کسی کو بھی اس میں سے کچھ نہیں دیا سوائے دو ضرورت مند آدمیوں کے۔ وہ دونوں سَہْل بن حُنَیف اور اَبُودُجَانہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن مُعاذؓ کو ابن ابی حقیق یہودی کی تلوار عطا کی اور اس تلوار کی یہودیوں میں بڑی شہرت تھی۔ پھر حضرت مُعاذؓ کو ایک تلوار دی۔

(اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 264-265)(سبل الهدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 325 ذکر خروج بنی النضیر من أرضهم، دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

جب افک کا واقعہ ہوا اور حضرت عائشہؓ پر الزام لگایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے خاندان کو بڑی تکلیف سے گزرنا پڑا اور اسی دوران میں کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے ایک موقع پر منافقین کے اس غلط رویے کا ذکر کیا تو اس وقت بھی حضرت سعد بن مُعاذؓ نے بے لوث فدائیت کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ واقعہ بڑی تفصیل سے حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہوا ہے جو ایک صحابی حضرت مِسطَحؓ کے ذکر میں پہلے مَیں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ تاہم حضرت سعدؓ سے متعلقہ حصہ یہاں میں پیش کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں گھر سے باہر تشریف لا کر صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کوئی ہے جو مجھے اس شخص سے بچائے جس نے مجھے دکھ دیا ہے۔ اس سے آپؐ کی مراد عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول سے تھی۔ حضرت سعد بن مُعاذؓ جو اوس قبیلے کے سردار تھے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر وہ شخص ہم میں سے ہے تو ہم اس کو مارنے کے لیے تیار ہیں اور اگر وہ خزرج میں سے ہے تب بھی اس کو مارنے کے لیے تیار ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 06 صفحہ 268-270)

غزوۂ خندق کے دوران ابوسفیان نے بنو نَضیر کے رئیس حُیَیّ کو بنو قُریظہ کے رئیس کعب بن اسد کے پاس بھیجا کہ مسلمانوں سے کیے گئے معاہدے کو ختم کر دو۔ جب وہ نہ مانا تو سبز باغ دکھا کر اور مسلمانوں کی تباہی کا یقین دلا کر مسلمانوں سے کیے گئے معاہدے پر عمل نہ کرنے پر راضی کر لیا بلکہ اس بات پر بھی راضی کر لیا کہ وہ کفارِ مکہ کے مددگار بن جائیں گے۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بنو قریظہ کی اس خطرناک غداری کا علم ہوا تو آپؐ نے پہلے تو دو تین دفعہ خفیہ خفیہ زبیر بن العوام کو دریافت حالات کے لیے بھیجا اور پھر باضابطہ طور پر قبیلہ اوس و خزرج کے رئیس سعد

بن مُعاذؓ اور سعد بن عُبادہؓ اور بعض دوسرے بااثر صحابہ کو ایک وفد کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو یہ تاکید فرمائی کہ اگر کوئی تشویشناک خبر ہو تو واپس آکر اس کا برملا اظہار نہ کریں بلکہ اشارہ کنایہ سے کام لیں تا کہ لوگوں میں تشویش نہ پیدا ہو۔ جب یہ لوگ بنو قریظہ کے مساکن میں پہنچے اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے پاس گئے تو وہ بدبخت ان کو نہایت مغرورانہ انداز سے ملا اور سَعْدَیْن کی طرف "یعنی سعد بن مُعاذؓ اور سعد بن عُبادہؓ کی طرف " سے معاہدہ کا ذکر ہونے پر وہ اور اس کے قبیلہ کے لوگ بگڑ کر بولے کہ جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم (اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ "ہم نے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔" یہ الفاظ سن کر صحابہ کا یہ وفد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور سعد بن مُعاذؓ اور سعد بن عُبادہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مناسب طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے اطلاع دی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 584-585)

بہرحال اس وقت تو ان کی یہ حرکت مسلمانوں کے لیے بڑا دھچکا تھی۔ چاروں طرف سے مکے کے کفار نے مدینے کو گھیرا ہوا تھا۔ کفارِ مکہ سے جنگ کی حالت کی وجہ سے اس قبیلے کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں ہو سکتی تھی لیکن جنگ کے اختتام پر جب شہر میں واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشفی رنگ میں بنو قریظہ کی غداری اور بغاوت کی سزا دینے کا بتایا۔ یہ حکم ہوا کہ ان کو سزا ملنی چاہیے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اعلان فرمایا کہ بنو قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہو جائیں اور نمازِ عصر وہیں پہنچ کر ادا ہو اور آپؐ نے حضرت علیؓ کو صحابہؓ کے ایک دستے کے ساتھ فوراً آگے روانہ کر دیا۔ اس جنگ کی تفصیل کچھ لمبی ہے جس میں حضرت سعد بن مُعاذؓ کا بھی آخر پر فیصلہ کرنے میں کردار ہے۔ اب وقت نہیں۔ اس لیے آئندہ ان شاء اللہ یہ تفصیل بیان کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 جولائی 2020ء جلد 27 شمارہ 59 صفحہ 05 تا 08)

28

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10 / جولائی 2020ء بمطابق 10 / وفا 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جیسا کہ گذشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ جنگِ احزاب کے بعد بنو قریظہ کی غداری کی سزا کا خدائی حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔ چنانچہ ان سے جنگ ہوئی اور پھر بنو قریظہ نے جنگ بندی کر کے حضرت سعدؓ سے فیصلہ کروانے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا۔ اس غزوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

"بیس دنوں کے بعد مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا" یعنی جنگِ احزاب کے بعد "مگر اب بنو قریظہ کا معاملہ طے ہونے والا تھا۔ ان کی غداری ایسی نہیں تھی کہ نظر انداز کی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آتے ہی اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ گھروں میں آرام نہ کرو بلکہ شام سے پہلے پہلے بنو قریظہ کے قلعوں تک پہنچ جاؤ۔ اور پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھجوایا کہ وہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے معاہدہ کے خلاف یہ غداری کیوں کی؟ بجائے اس کے کہ بنو قریظہ شرمندہ ہوتے یا معافی مانگتے یا کوئی معذرت کرتے، انہوں نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کی مستورات کو گالیاں دینے لگے اور کہا ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا چیز ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ حضرت علیؓ ان کا یہ جواب لے کر واپس لَوٹے تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ یہود کے قلعوں کی طرف جا رہے تھے۔ چونکہ یہود گندی گالیاں دے رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے متعلق بھی ناپاک کلمات بول رہے تھے حضرت علیؓ نے اس خیال سے کہ آپ کو ان کلمات کے سننے سے تکلیف ہو گی، عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہم لوگ اس لڑائی کے لیے کافی ہیں۔ آپؐ واپس تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں اور تم یہ نہیں چاہتے کہ میرے کان میں وہ گالیاں پڑیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! بات تو یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا ہوا اگر وہ گالیاں دیتے ہیں۔ موسیٰ نبی تو ان کا اپنا تھا اُس کو اِس سے بھی زیادہ انہوں نے تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ یہود کے قلعوں کی طرف چلے گئے مگر یہود دروازے

بند کر کے قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ ان کی عورتیں بھی لڑائی میں شریک ہوئیں۔ چنانچہ قلعہ کی دیوار کے نیچے کچھ مسلمان بیٹھے تھے کہ ایک یہودی عورت نے اوپر سے پتھر پھینک کر ایک مسلمان کو مار دیا۔ لیکن کچھ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ لمبا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تب ان کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ وہ ابولُبابہ انصاری کو، جو اُن کے دوست اور اوس قبیلہ کے سردار تھے، ان کے پاس بھجوائیں تا کہ وہ ان سے مشورہ کر سکیں۔ آپؐ نے ابولُبابہ کو بھجوا دیا۔ ان سے یہود نے یہ مشورہ پوچھا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مطالبہ کو کہ فیصلہ میرے سپرد کرتے ہوئے تم ہتھیار پھینک دو ہم یہ مان لیں؟" یہود نے پوچھا۔ "ابولُبابہ نے منہ سے تو کہا 'ہاں'! لیکن اپنے گلے پر اس طرح ہاتھ پھیرا جس طرح قتل کی علامت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ابولُبابہ نے اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے اس جرم کی سزا" جو یہودیوں نے جرم کیا ہے اس کی سزا "سوائے قتل کے اَور کیا ہو گی، بغیر سوچے سمجھے اشارہ کے ساتھ ان سے ایک بات کہہ دی جو آخر ان کی تباہی کا موجب ہوئی" یعنی بنو قریظہ قبیلے کی۔ "چنانچہ یہود نے کہہ دیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ "ماننے کو تیار نہیں۔ اگر وہ آپ کا فیصلہ "مان لیتے تو دوسرے یہودی قبائل کی طرح ان کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا دی جاتی کہ ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا جاتا مگر ان کی بدقسمتی تھی۔ انہوں نے کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ ہم اپنے حلیف قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ کا فیصلہ مانیں گے۔ جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا لیکن اس وقت یہود میں اختلاف ہو گیا۔ "آپس میں اختلاف ہو گیا۔ "یہود میں سے بعض نے کہا کہ ہماری قوم نے غداری کی ہے" واضح ہے کہ ہم نے غداری کی ہے" اور مسلمانوں کے رویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب سچا ہے وہ لوگ اپنا مذہب ترک کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ "یہ جنہوں نے اختلاف کیا تھا۔" ایک شخص عمرو بن سُعدیٰ نے جو اس قوم کے سرداروں میں سے تھا اپنی قوم کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے غداری کی ہے کہ معاہدہ توڑا ہے اب یا مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ پر راضی ہو جاؤ۔ یہود نے کہا نہ مسلمان ہوں گے نہ جزیہ دیں گے کہ اس سے قتل ہونا اچھا ہے۔ پھر ان سے اس نے کہا میں تم سے بری ہوں۔ "جب ان کو سمجھایا اور نہیں سمجھے تو اس نے کہا پھر مَیں تم سے بری ہوں میں تمہارے ساتھ نہیں" اور یہ کہہ کر قلعہ سے نکل کر باہر چل دیا۔ جب وہ قلعہ سے باہر نکل رہا تھا تو مسلمانوں کے ایک دستہ نے جس کے سردار محمد بن مسلمہؓ تھے اسے دیکھ لیا اور اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں ہوں۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ اِقَالَۃَ عَثَرَاتِ الْکِرَامِ۔

یعنی آپ سلامتی سے چلے جائیے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی" حضرت محمد بن مسلمہ نے یہ دعا کی" کہ الٰہی مجھے شریفوں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے نیک عمل سے کبھی محروم نہ کیجیو۔ یعنی یہ شخص چونکہ اپنے فعل پر اور اپنی قوم کے فعل پر پچھتاتا ہے تو ہمارا بھی اخلاقی فرض ہے کہ اسے معاف کر دیں۔ اس لیے میں نے اسے گرفتار نہیں کیا

اور جانے دیا ہے۔ خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ ایسے ہی نیک کاموں کی توفیق بخشتا رہے۔" کوئی ظلم کا ارادہ نہیں تھا۔ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے محمد بن مسلمہؓ کو سرزنش نہیں کی" پوچھا نہیں کہ کیوں تم نے نہیں اس کو پکڑا "کہ کیوں اس یہودی کو چھوڑ دیا بلکہ اس کے فعل کو سراہا۔" آپ نے اس کی اس بات کی تعریف کی کہ تم نے بڑا اچھا کیا۔

"یہ...... واقعات انفرادی تھے۔ بنو قریظہ بحیثیت قوم اپنی ضد پر قائم رہے۔" گو اِکّادُکّا واقعات ایسے تھے، چند شخص ایسے تھے جو اس سے، بنو قریظہ کے فیصلوں سے اختلاف کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے معاہدہ کیا جائے، ان کی بات مانی جائے لیکن یہ انفرادی واقعات تھے۔ بحیثیت قوم وہ اس بات پر ضد کر رہے تھے اور اس بات پر قائم رہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ مانیں۔ "اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ماننے سے انکار کرتے ہوئے سعدؓ کے فیصلہ پر اصرار کیا۔" انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو مانیں اور ان کو فیصلہ کرنے کے لیے حَکم کے طور پر مقرر کر دیں بلکہ انہوں نے کہا کہ سعد ہمارا فیصلہ کرے گا۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے اس مطالبہ کو مان لیا۔ سعدؓ کو جو جنگ میں زخمی ہو چکے تھے اطلاع دی کہ تمہارا فیصلہ بنو قریظہ تسلیم کرتے ہیں" اس لیے "آکر فیصلہ کرو۔ اس تجویز کا اعلان ہوتے ہی اوس قبیلہ کے لوگ جو بنو قریظہ کے دیر سے حلیف چلے آئے تھے وہ سعدؓ کے پاس دوڑ کر گئے اور انہوں نے اصرار کرنا شروع کیا کہ چونکہ خزرج نے اپنے حلیف یہودیوں کو ہمیشہ سزا سے بچایا ہے" اس لیے "آج تم بھی اپنے حلیف قبیلہ کے حق میں فیصلہ دینا۔ سعدؓ زخموں کی وجہ سے سواری پر سوار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے اور ان کی قوم کے افراد ان کے دائیں بائیں دوڑتے جاتے تھے اور سعدؓ سے اصرار کرتے جاتے تھے کہ دیکھنا بنو قریظہ کے خلاف فیصلہ نہ دینا۔ مگر سعدؓ نے صرف یہی جواب دیا کہ جس کے سپرد فیصلہ کیا جاتا ہے وہ امانت دار ہوتا ہے۔ اسے دیانت سے فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں دیانت سے فیصلہ کروں گا۔

جب سعدؓ یہود کے قلعہ کے پاس پہنچے جہاں ایک طرف بنو قریظہ قلعہ کی دیوار سے کھڑے سعدؓ کا انتظار کر رہے تھے اور دوسری طرف مسلمان بیٹھے تھے تو سعدؓ نے پہلے اپنی قوم سے پوچھا کیا آپ لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ جو میں فیصلہ کروں گا وہ آپ لوگ قبول کریں گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر سعدؓ نے بنو قریظہ کو مخاطب کر کے کہا کیا آپ لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ جو فیصلہ میں کروں وہ آپ لوگ قبول کریں گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر شرم سے دوسری طرف دیکھتے ہوئے نیچی نگاہوں سے اس طرف اشارہ کیا جدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اور کہا ادھر بیٹھے ہوئے لوگ بھی یہ وعدہ کرتے ہیں؟" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لیے نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے کہ شرم تھی، حیا تھی لیکن فیصلے کے لیے حَکم مقرر کیے گئے تھے تو پوچھنا بھی ضروری تھا۔ اس لیے نظریں بڑی نیچی کر کے آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منہ کر کے پوچھا کہ آپ بھی وعدہ کرتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد سعدؓ نے" جب تینوں فریقوں سے وعدہ لے لیا تو سعد نے "بائبل کے حکم کے مطابق فیصلہ سنایا۔ بائبل میں لکھا ہے:

’اور جب تو کسی شہر کے پاس اس سے لڑنے کے لیے آ پہنچے تو پہلے اس سے صلح کا پیغام کر۔ تب یوں ہو گا کہ اگر وہ تجھے جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لیے کھول دے تو ساری خَلق جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہو گی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تُو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر۔ مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لیے لے اور تُو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔

اسی طرح سے تُو ان سب شہروں سے جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہروں میں سے نہیں ہیں، یہی حال کیجیو۔ لیکن ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے جیتا نہ چھوڑیو بلکہ تُو ان کو حرم کیجیو۔ حِتّی اور اَمُورِی اور کَنْعَانی اور فَرِزّی اور حَوِّی اور یَبُوسِی کو جیسا کہ خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم کیا ہے تاکہ وے اپنے سارے کریہہ کاموں کے مطابق جو انہوں نے اپنے معبودوں سے کیے تم کو عمل کرنا نہ سکھائیں اور کہ تم خداوند اپنے خدا کے گنہگار ہو جاؤ‘۔ "

(استثناء باب 20 آیت 10 تا 17)

یہ بائبل کے الفاظ ہیں۔ حضرت سعدؓ نے یہ پڑھے اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ "بائبل کے اس فیصلہ سے ظاہر ہے کہ اگر یہودی جیت جاتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہار جاتے تو بائبل کے اس فیصلہ کے مطابق اول تو تمام مسلمان قتل کر دیئے جاتے۔ مرد بھی اور عورت بھی اور بچے بھی اور جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کا یہی ارادہ تھا کہ مردوں، عورتوں اور بچوں سب کو یکدم قتل کر دیا جائے لیکن اگر وہ ان سے بڑی سے بڑی رعایت کرتے تب بھی کتاب استثناء کے مذکورہ بالا فیصلہ کے مطابق وہ ان سے دور کے ملکوں والی قوموں کا سا سلوک کرتے اور تمام مردوں کو قتل کر دیتے اور عورتوں اور لڑکوں اور سامانوں کو لوٹ لیتے۔ سعدؓ نے جو بنو قُریظہ کے حلیف تھے اور ان کے دوستوں میں سے تھے جب دیکھا کہ یہود نے اسلامی شریعت کے مطابق، جو یقیناً ان کی جان کی حفاظت کرتی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تو انہوں نے وہی فیصلہ یہود کے متعلق کیا جو " حضرت "موسیٰؑ نے استثناء میں پہلے سے ایسے مواقع کے لیے کر چھوڑا تھا۔ اور اس فیصلہ کی ذمہ داری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا مسلمانوں پر نہیں" یہ تو ان کی اپنی کتاب کے مطابق فیصلہ تھا" بلکہ موسیٰؑ پر اور تورات پر اور ان یہودیوں پر ہے جنہوں نے غیر قوموں کے ساتھ ہزاروں سال اس طرح معاملہ کیا تھا اور جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے لیے بلایا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔ ہم سعدؓ" حضرت سعدؓ" کی بات مانیں گے۔ جب سعدؓ نے موسیٰؑ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ دیا تو" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ " آج عیسائی دنیا شور مچاتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کیا۔ کیا عیسائی مصنف اس بات کو نہیں دیکھتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے موقع پر کیوں ظلم نہ کیا؟" باقی تو کہیں ظلم نظر نہیں آتا۔" سینکڑوں دفعہ دشمن نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم

پر اپنے آپ کو چھوڑا اور ہر دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا۔ یہ ایک ہی موقع ہے کہ دشمن نے اصرار کیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہیں مانیں گے بلکہ فلاں دوسرے شخص کے فیصلہ کو مانیں گے اور اس شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اقرار لے لیا کہ جو میں فیصلہ کروں گا اسے آپ مانیں گے۔ "جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے اقرار آپؐ سے بھی لیا گیا تھا" اس کے بعد اس نے فیصلہ کیا بلکہ اُس نے فیصلہ نہیں کیا۔ اس نے موسیٰؑ کا فیصلہ دہرا دیا جس کی امت میں سے ہونے کے یہود مدعی تھے۔ پس اگر کسی نے ظلم کیا تو یہود نے اپنی جانوں پر ظلم کیا جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اگر کسی نے ظلم کیا تو موسیٰؑ نے ظلم کیا جنہوں نے محصور دشمن کے متعلق تورات میں خدا سے حکم پا کر یہی تعلیم دی تھی۔ اگر یہ ظلم تھا تو ان عیسائی مصنفوں کو چاہئے کہ موسیٰؑ کو ظالم قرار دیں بلکہ موسیٰؑ کے خدا کو ظالم قرار دیں جس نے یہ تعلیم تورات میں دی ہے۔

احزاب کی جنگ کے خاتمہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج سے مشرک ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ اب اسلام خود جواب دے گا اور ان اقوام پر جنہوں نے ہم پر حملے کئے تھے اب ہم چڑھائی کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ احزاب کی جنگ میں بھلا کفار کا نقصان ہی کیا ہوا تھا؟ چند آدمی مارے گئے تھے۔ وہ دوسرے سال پھر دوبارہ تیاری کر کے آسکتے تھے۔ بیس ہزار کی جگہ وہ چالیس یا پچاس ہزار کا لشکر بھی لا سکتے تھے بلکہ اگر وہ اور زیادہ انتظام کرتے تو لاکھ ڈیڑھ کا لشکر لانا بھی ان کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا مگر اکیس سال کی متواتر کوشش کے بعد کفار کے دلوں کو محسوس ہو گیا تھا کہ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ ان کے بت جھوٹے ہیں اور دنیا کا پیدا کرنے والا ایک ہی خدا ہے۔ ان کے جسم صحیح سلامت تھے مگر ان کے دل ٹوٹ چکے تھے۔ "یعنی کافروں کے "بظاہر وہ اپنے بتوں کے آگے سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے تھے مگر ان کے دلوں میں سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 282-287)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کو قبول کرنے کی شرط پر قلعہ سے اتر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا تو وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے میں سے بہتر کے استقبال کے لیے اٹھو یا فرمایا اپنے سردار کے استقبال کے لیے اٹھو۔ پھر آپؐ نے فرمایا سعدؓ یہ لوگ آپ کے فیصلہ پر اترے ہیں۔ انہوں نے کہا: پھر مَیں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے جو لڑنے والے تھے انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کے اہل و عیال قید کر لیے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے الٰہی منشاء کے مطابق فیصلہ کیا ہے یا فرمایا تم نے شاہانہ فیصلہ کیا ہے یعنی تم نے بادشاہوں جیسا فیصلہ کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب سعد بن معاذ حدیث 3804)

اس کی جو بعض زائد باتیں ہیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی تفصیل بیان کی ہے۔ کچھ باتیں مَیں

یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں بنو قریظہ کے تعلق میں ہی کہ آخر کم و بیش تیس (بیس) دن کے محاصرے کے بعد یہ بدبخت یہود ایک ایسے شخص کو حکم مان کر اپنے قلعوں سے اترنے پر رضامند ہوئے جو باوجود ان کا حلیف ہونے کے ان کی کارروائیوں کی وجہ سے ان کے لیے اپنے دل میں کوئی رحم نہیں پاتا تھا اور جو گو عدل وانصاف کا مجسمہ تھا مگر اس کے قلب میں رحمۃ للعالمین کی سی شفقت اور رافت نہیں تھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قبیلہ اوس بنو قریظہ کا قدیم حلیف تھا اور اس زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس سعد بن معاذؓ تھے جو غزوۂ خندق میں زخمی ہو کر اب مسجد کے صحن میں زیر علاج تھے۔ اس قدیم جتھہ داری کا خیال کرتے ہوئے بنو قریظہ نے کہا کہ ہم سعد بن معاذؓ کو اپنا حکم مانتے ہیں۔ جو فیصلہ بھی وہ ہمارے متعلق کریں وہ ہمیں منظور ہو گا۔ لیکن یہود میں بعض ایسے لوگ بھی تھے (جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے) جو اپنے اس قومی فیصلہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو مجرم یقین کرتے تھے اور دل میں اسلام کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے۔ ایسے لوگوں میں سے بعض آدمی جن کی تعداد تاریخی روایات میں تین بیان ہوئی ہے بطیبِ خاطر بڑی خوشی سے اسلام قبول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے۔ ایک اَور شخص تھا وہ مسلمان تو نہیں ہوا مگر وہ اپنی قوم کی غداری پر اس قدر شرمندہ تھا کہ جب بنو قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی ٹھانی تو وہ یہ کہتا ہوا کہ میری قوم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت غداری کی ہے میں اس غداری میں شامل نہیں ہو سکتا، مدینہ چھوڑ کر کہیں باہر چلا گیا تھا مگر باقی قوم آخر تک اپنی ضد پر قائم رہی اور سعدؓ کو اپنا ثالث بنانے پر اصرار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے منظور فرمایا (جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے) اس کے بعد آپؐ نے چند انصاری صحابیوں کو سعدؓ کے لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ سعدؓ آئے اور راستہ میں ان کے قبیلے کے بعض لوگوں نے اصرار کیا اور بار بار یہ درخواست کی کہ قریظہ ہمارے حلیف ہیں اس لیے ان کا خیال رکھنا۔ جس طرح خزرج نے اپنے حلیف قبیلہ بَنُو قَیْنُقَاع کے ساتھ نرمی کی تھی تم بھی قریظہ سے رعایت کا معاملہ کرنا اور انہیں سخت سزا نہ دینا۔ سعد بن معاذؓ پہلے تو خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتے رہے لیکن جب ان کی طرف سے زیادہ اصرار ہونے لگا تو سعدؓ نے کہا کہ یہ وہ وقت ہے کہ سعدؓ اس وقت حق وانصاف کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی پروا نہیں کر سکتا۔ جب سعدؓ کا یہ جواب سنا تو لوگ خاموش ہو گئے۔

بہرحال جب سعدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے رئیس کے لیے اٹھو اور سواری سے نیچے اترنے میں انہیں مدد دو۔ جب سعدؓ سواری سے نیچے اترے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگے بڑھے۔ حضرت سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا سعدؓ! بنو قریظہ نے تمہیں حکم مانا ہے اور ان کے متعلق تم جو فیصلہ کرو انہیں منظور ہو گا۔ اس پر سعدؓ نے اپنے قبیلے اوس کے لوگوں کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ کیا تم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ پختہ عہد کرتے ہو کہ تم بہرحال اس فیصلہ پر عمل کرنے کے پابند ہو گے جو مَیں بنو قریظہ کے متعلق کروں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہم وعدہ کرتے ہیں۔ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو ذکر فرمایا ہے اس میں بھی بیان ہو چکا

ہے۔ بہر حال پھر سعدؓ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہا کہ وہ صاحب جو.... (انہوں نے اس طرح یہاں لکھا ہے کہ وہ صاحب جو) یہاں تشریف رکھتے ہیں کیا وہ بھی ایسا ہی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بہر حال میرے فیصلہ کے مطابق عمل کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں وعدہ کرتا ہوں۔

اس عہد و پیمان کے بعد سعدؓ نے اپنا فیصلہ سنایا جو یہ تھا کہ بنو قریظہ کے مقاتل یعنی جنگجو لوگ قتل کر دیے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سنا تو بے ساختہ فرمایا کہ تمہارا یہ فیصلہ ایک خدائی تقدیر ہے جو ٹل نہیں سکتی اور ان الفاظ سے آپؐ کا یہ مطلب تھا کہ بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ ایسے حالات میں ہوا ہے کہ اس میں صاف طور پر خدائی تصرف کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اس لیے آپؐ کا جذبہ رحم اسے روک نہیں سکتا۔ اور یہ واقعی درست تھا کیونکہ بنو قریظہ کا ابولُبابہ کو اپنے مشورہ کے لیے بلانا اور ابولُبابہ کے منہ سے ایک ایسی بات نکل جانا جو سراسر بے بنیاد تھی اور بنو قریظہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکم ماننے سے انکار کرنا اور اس خیال سے کہ قبیلہ اوس کے لوگ ہمارے حلیف ہیں اور ہم سے رعایت کا معاملہ کریں گے سعد بن معاذؓ رئیس اوس کو اپنا حکم مقرر کرنا، پھر سعدؓ کا حق وانصاف کے رستے میں اس قدر پختہ ہو جانا کہ عصبیت اور جتھہ داری کا احساس دل سے بالکل محو ہو جاوے اور بالآخر سعدؓ کا اپنے فیصلہ کے اعلان سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا پختہ عہد لے لینا کہ بہر حال اس فیصلہ کے مطابق عمل ہو گا۔ یہ ساری باتیں اتفاقی نہیں ہو سکتیں اور یقیناً ان کی تہ میں خدائی تقدیر اپنا کام کر رہی تھی اور یہ فیصلہ خدا تعالیٰ کا تھا نہ کہ سعدؓ کا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریظہ کی بدعہدی اور غداری اور بغاوت اور فتنہ و فساد اور قتل و خونریزی کی وجہ سے خدائی عدالت سے یہ فیصلہ صادر ہو چکا تھا کہ ان کے جنگجو لوگوں کو دنیا سے مٹا دیا جاوے۔ چنانچہ ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ کے متعلق غیبی تحریک ہونا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک خدائی تقدیر تھی مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کے رسولؐ کے ذریعہ سے یہ فیصلہ جاری ہو اور اس لیے اس نے نہایت پیچ در پیچ غیبی تصرّفات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل الگ رکھا اور سعد بن معاذؓ کے ذریعہ اس فیصلہ کا اعلان کروایا اور فیصلہ بھی ایسے رنگ میں کروایا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بالکل دخل نہیں دے سکتے تھے کیونکہ آپؐ وعدہ فرما چکے تھے کہ آپؐ بہر حال اس فیصلہ کے پابند رہیں گے اور پھر چونکہ اس فیصلہ کا اثر بھی صرف آپؐ کی ذات پر نہیں پڑتا تھا بلکہ تمام مسلمانوں پر پڑتا تھا اس لیے آپؐ اپنا یہ حق نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی رائے سے خواہ وہ کیسی ہی عفو اور رحم کی طرف مائل ہو اس فیصلہ کو بدل دیں۔ یہی خدائی تصرف تھا جس کی طاقت سے متاثر ہو کر آپؐ کے منہ سے بے اختیار طور پر یہ الفاظ نکلے کہ قَدْحَكَمْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ یعنی اے سعد! تمہارا یہ فیصلہ تو خدائی تقدیر معلوم ہوتی ہے جس کے بدلنے کی کسی کو طاقت نہیں۔

یہ الفاظ کہہ کر آپؐ خاموشی سے وہاں سے اٹھے اور شہر کی طرف چلے آئے اور اس وقت آپؐ کا دل اس

خیال سے دردمند ہو رہا تھا کہ ایک قوم جس کے ایمان لانے کی آپؐ کے دل میں بڑی خواہش تھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے ایمان سے محروم رہ کر خدائی قہر وعذاب کا نشانہ بن رہی ہے اور غالباً اسی موقع پر آپؐ نے یہ حسرت بھرے الفاظ فرمائے کہ اگر یہود میں سے مجھ پر دس آدمی یعنی دس بارسوخ آدمی بھی ایمان لے آتے تو میں خدا سے امید رکھتا کہ یہ ساری قوم مجھے مان لیتی اور خدائی عذاب سے بچ جاتی۔ بہرحال وہاں سے اٹھتے ہوئے آپؐ نے یہ حکم دیا کہ بنو قریظہ کے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ دونوں گروہوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مدینہ میں لایا گیا اور شہر میں دو الگ الگ مکانات میں جمع کر دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت صحابہ نے جن میں سے غالباً کئی لوگ خود بھوکے رہے ہوں گے بنو قریظہ کے کھانے کے لیے ڈھیروں ڈھیر پھل مہیا کیا اور لکھا ہے کہ یہودی لوگ رات بھر پھل نوشی میں مصروف رہے۔

دوسرے دن صبح کو سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کا اجرا ہونا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مستعد آدمی اس کام کی سرانجام دہی کے لیے مقرر فرما دیے اور خود بھی قریب ہی ایک جگہ میں تشریف فرما ہو گئے تاکہ اگر فیصلہ کے اجرا کے دوران میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی ضرورت ہو تو آپ بلا توقف ہدایت دے سکیں۔ نیز یہ بھی کہ اگر کسی مجرم کے متعلق کسی شخص کی طرف سے رحم کی اپیل ہو تو اس میں آپ فوراً فیصلہ صادر فرما سکیں کیونکہ گو سعد کے فیصلہ کی اپیل عدالتی رنگ میں آپؐ کے سامنے پیش نہیں ہو سکتی تھی مگر ایک بادشاہ یا صدر جمہوریت کی حیثیت میں آپؐ کسی فرد کے متعلق کسی خاص وجہ کی بنا پر رحم کی اپیل ضرور سن سکتے تھے۔ بہرحال آپؐ نے بتقاضائے رحم یہ بھی حکم فرمایا کہ مجرموں کو ایک ایک کر کے علیحدہ علیحدہ قتل کیا جاوے۔ یعنی ایک کے قتل کے وقت دوسرے مجرم پاس موجود نہ ہوں۔ چنانچہ ایک ایک مجرم کو الگ الگ لایا گیا اور حسب فیصلہ سعد بن معاذؓ ان کو قتل کیا گیا۔

بنو قریظہ کے واقعہ کے متعلق بعض غیر مسلم مؤرخین نہایت ناگوار طریقے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حملے کرتے ہیں یا انہوں نے حملے کیے۔ اور کم و بیش چار سو یہودیوں کی سزائے قتل کی وجہ سے آپؐ کو نعوذ باللہ ظالم اور سفاک فرمانروا کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے لیکن ہمارے ایک محقق نے یہ بھی تحقیق کی ہے کہ جو اصل تعداد ہے وہ سولہ سترہ بنتی ہے لیکن بہرحال یہ تحقیق طلب چیز ہے۔ ابھی بھی اس پہ تحقیق ہو سکتی ہے۔ کسی نے تعداد سو لکھی ہے۔ چار سو لکھی ہے۔ کسی نے زیادہ لکھی ہے۔ کسی نے ہزار لکھی ہے۔ نو سو لکھی ہے۔ بہرحال کیونکہ معین تعداد نہیں ہے اس لیے اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ بہرحال اگر چار سو بھی ہے تو اس اعتراض کی بنا محض مذہبی تعصب پر واقع ہے جس سے جہاں تک کم از کم اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے بہت سے مغربی روشنی میں تربیت یافتہ مؤرخ بھی آزاد نہیں ہو سکے۔ یہی الزام لگاتے ہیں۔ تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ اس اعتراض کے جواب میں اول تو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بنو قریظہ کے متعلق جس فیصلہ کو ظالمانہ کہا جاتا ہے وہ سعد بن معاذؓ کا فیصلہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز نہیں تھا۔ اور جب وہ آپؐ کا فیصلہ ہی نہیں تھا تو اس کی وجہ سے آپؐ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ فیصلہ حالات پیش آمدہ کے ماتحت ہرگز غلط اور

ظالمانہ نہیں تھا۔ سوم یہ کہ اس عہد کی وجہ سے جو سعدؓ نے فیصلے کے اعلان سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا آپؐ اس بات کے پابند تھے کہ بہر حال اس کے مطابق عمل کرتے۔ چہارم یہ کہ خود مجرموں نے اس فیصلے کو قبول کیا اور اس پر اعتراض نہیں کیا اور اسے اپنے لیے ایک خدائی تقدیر سمجھا۔ تو اس صورت میں آپؐ کا یہ کام نہیں تھا کہ خواہ مخواہ اس میں دخل دینے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ سعدؓ کے فیصلے کے بعد اس معاملے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق صرف اس قدر تھا کہ آپؐ اپنی حکومت کے نظام کے ماتحت اس فیصلے کو بصورت احسن جاری فرما دیں اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپؐ نے اسے ایسے رنگ میں جاری فرمایا کہ جو رحمت و شفقت کا بہترین نمونہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی جب تک تو یہ لوگ فیصلے کے اجرا سے قبل قید میں رہے آپؐ نے ان کی رہائش اور خوراک کا بہتر سے بہتر انتظام فرمایا اور جب ان پر سعدؓ کا فیصلہ جاری کیا جانے لگا تو آپؐ نے ایسے رنگ میں جاری کیا کہ وہ مجرموں کے لیے کم سے کم موجب تکلیف تھا۔ یعنی اول تو ان کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے آپؐ نے یہ حکم دیا کہ ایک مجرم کے قتل کے وقت کوئی دوسرا مجرم سامنے نہ ہو بلکہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جن لوگوں کو مقتل میں لایا جاتا تھا ان کو اس وقت تک علم نہیں ہوتا تھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں جب تک وہ عین مقتل میں نہ پہنچ جاتے تھے۔

اس کے علاوہ جس شخص کے متعلق بھی آپؐ کے سامنے رحم کی اپیل پیش ہوئی آپؐ نے اسے فوراً قبول کر لیا اور نہ صرف ایسے لوگوں کی جان بخشی کی بلکہ ان کے بیوی بچوں اور اموال وغیرہ کے متعلق بھی حکم دے دیا کہ انہیں واپس دے دیے جائیں۔ ان کا سب کچھ، مال بھی لوٹا دیا۔ اس سے بڑھ کر ایک مجرم کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک کیا ہو سکتا ہے؟ پس نہ صرف یہ کہ بنو قریظہ کے واقعہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قطعاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا بلکہ حق یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور حسن انتظام اور آپ کے فطری رحم و کرم کا ایک نہایت بیّن ثبوت ہے۔

بے شک اپنی ذات میں سعدؓ کا فیصلہ ایک سخت فیصلہ تھا اور فطرت انسانی بظاہر اس سے ایک صدمہ محسوس کرتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس کے بغیر کوئی اَور راستہ کھلا تھا جسے اختیار کیا جاتا۔ بنو قریظہ کے متعلق سعدؓ کا فیصلہ جیسا کہ ہم نے کہا گو اپنی ذات میں بڑا سخت ہے مگر وہ حالات کی مجبوری تھی اور حالات کی مجبوری کا ایک لازمی نتیجہ تھا جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مارگولیس (Margulis) جیسا مؤرخ بھی جو ہرگز اسلام کے دوستوں میں سے نہیں ہے اس موقع پر اس اعتراف پر مجبور ہوا کہ سعدؓ کا فیصلہ حالات کی مجبوری پر مبنی تھا جس کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کا حملہ جس کے متعلق محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ محض خدائی تصرفات کے ماتحت پسپا ہوا وہ بنونَضیر ہی کی اشتعال انگیز کوششوں کا نتیجہ تھا یا کم از کم یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور بنونَضیر وہ تھے جنہیں محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف جلاوطن کر دینے پر اکتفا کی تھی۔

اب سوال یہ تھا کہ کیا محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم بنو قُریظہ کو بھی جلاوطن کر کے اپنے خلاف اشتعال انگیز کوششیں کرنے والوں کی تعداد اور طاقت میں اضافہ کر دیں؟ دوسری طرف وہ قوم مدینہ میں بھی نہیں رہنے

دی جاسکتی تھی جس نے اس طرح برملا طور پر حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کا جلاوطن کرنا غیر محفوظ تھا مگر ان کا مدینہ میں رہنا بھی کم خطرناک نہ تھا۔ پس اس فیصلہ کے بغیر چارہ نہ تھا کہ ان کے قتل کا حکم دیا جاتا۔

یہ مارگولیس لکھ رہا ہے۔ پس سعدؓ کا فیصلہ بالکل منصفانہ اور عدل و انصاف کے قواعد کے بالکل مطابق تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنے عہد کے اس فیصلے کے متعلق رحم کے پہلو کو کام میں نہیں لا سکتے تھے سوائے چند افراد کے اور اس کے لیے آپ نے ہر ممکن کوشش کی جنہوں نے رحم کی اپیل کی۔ عمومی فیصلہ نہیں دے سکتے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے اس شرم سے کہ انہوں نے آپ کو جج ماننے سے انکار کر دیا تھا آپ کی طرف رحم کی اپیل کی صورت میں زیادہ رجوع نہیں کیا۔ صرف چند ایک نے کیا اور ظاہر ہے کہ بغیر اپیل ہونے کے آپؐ رحم نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جو باغی اپنے جرم پر ندامت کا اظہار بھی نہیں کرتا اسے خود بخود چھوڑ دینا سیاسی طور پر نہایت خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

ایک اَور بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ جو معاہدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان ابتدا میں ہوا تھا اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر یہود کے متعلق کوئی امر قابل تصفیہ پیدا ہو گا تو اس کا فیصلہ خود انہیں کی شریعت کے ماتحت کیا جائے گا یعنی یہود کی شریعت کے مطابق۔ چنانچہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ اس معاہدہ کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہود کے متعلق شریعت موسوی کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ اب ہم تورات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہاں اس قسم کے جرم کی سزا جس کے مرتکب بنو قریظہ ہوئے بعینہ وہی لکھی ہوئی پاتے ہیں جو سعد بن معاذؓ نے بنو قریظہ پر جاری کی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 599 تا 611)

بہرحال بنو قریظہ کے معاملے کے بارے میں حضرت سعد بن معاذؓ کا جہاں تک ان سے تعلق تھا اس کی اتنی ہی تفصیل یہاں کافی ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے ذکر کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان کروں گا۔ اب میں چند وفات یافتگان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں میں وفات ہوئی ہے اور ان شاء اللہ نمازِ جمعہ کے بعد ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر ہے مکرمہ حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ جو صدر لجنہ اماء اللہ گھانا تھیں۔ 30/جون کو 65/سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کو یوٹرین کینسر (uterine cancer) ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ recover بھی کر گئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا کی لیکن اس سال مئی میں دوبارہ ان کی صحت گرنی شروع ہو گئی۔ اچانک دوبارہ حملہ ہوا اور کچھ عرصہ ہسپتال میں بیمار رہنے کے بعد 30/جون کو ان کی وفات ہو گئی۔ حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ گھانا کے شمالی علاقہ وا(Wa) میں اپریل 1955ء میں ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے والد الحاج خالد صالح صاحب مرحوم وا(Wa) کے قریب ایک گاؤں میں امام تھے جہاں اکثر لوگ بت پرست تھے۔ انہوں نے بت پرست لوگوں میں تبلیغ کر کے احمدیت قائم کی تھی۔ مرحومہ کا بچپن وا(Wa) میں ہی گزرا۔ ایک سلجھی ہوئی، سلیقہ مند اور اصول پسند خاتون تھیں۔ پیشے کے اعتبار سے مرحومہ ایک ٹیچر تھیں اور

اپنے پروفیشنل حلقہ احباب اور جماعت میں بھی دوسروں کے لیے ایک نمونہ تھیں۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد بستان احمد میں احمدیہ انٹرنیشنل سکول کی ہیڈ مسٹرس کے طور پر خدمات بجالا رہی تھیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان کو ایک خاص لگاؤ تھا۔ بہت سارے بچوں کے تعلیمی اخراجات برداشت کیا کرتی تھیں اور کئی بچوں کو اپنے گھر رکھ کر بغیر معاوضے کے پڑھایا کرتی تھی۔ 2017ء میں ان کو صدر لجنہ اماء اللہ مقرر کیا گیا تھا اور بڑی خوبی سے انہوں نے اپنی صدارت کا عرصہ، جتنے سال بھی یہ رہیں، بیماری کے باوجود پورا کیا۔ اور وفات کے وقت تک بحیثیت صدر لجنہ گھانا کام جاری رکھا۔ مختلف پروگرام بناتی رہیں۔ آج کل Covid کی وجہ سے جو پابندیاں لگی ہوئی ہیں اس کے باوجود انٹرنیٹ وغیرہ پر انہوں نے تربیت کے پروگرام جاری رکھے اور لجنہ کی تربیت کا کام کرتی رہیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ نہایت شوق سے نیکیاں بجالانے والی تھیں۔ تہجد گزار تھیں۔ باقاعدگی سے چندہ ادا کرنے والی خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ بھی تھیں۔ خلافت سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی اور چار پوتے پوتیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ جو آج ہوگا جن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم سابق مبلغ سلسلہ افریقہ انگلستان اور امریکہ ہیں۔ یہ 27/جون کو 93 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت قاضی عبدالسلام بھٹی صاحب اور محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ کے ہاں اکتوبر 1926ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کی پوتی اور حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کی پڑپوتی تھیں۔ بے شمار خوبیوں کی مالک، دعا گو بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت سے بے لوث محبت کا تعلق تھا جو کم دیکھنے میں ملتا ہے۔ انہوں نے اپنی اولاد بلکہ اولاد در اولاد میں بھی یہ تعلق پیدا کیا۔ اور یہ بھی کہ کس طرح جاری رکھنا ہے۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ شیخ مبارک احمد صاحب سے ان کی یہ دوسری شادی تھی جن سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی اور پہلے خاوند سے بھی اولاد تھی۔ پہلے خاوند ان کے جو تھے ان کا نام نصیر احمد بھٹی صاحب تھا۔ بہر حال شیخ صاحب کا مختلف ملکوں میں خدمت کا جو عرصہ تھا اس میں انہوں نے بڑی وفا سے ان کے ساتھ زندگی گزاری۔ پسماندگان میں شیخ صاحب کی سابقہ اہلیہ سے ایک بیٹی کے علاوہ ان کی اپنی اولاد میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے فہیم احمد بھٹی صاحب یہاں ہمارے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بطور رضاکار خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایک پوتے صبور بھٹی مربی سلسلہ ہیں۔ وکالت تبشیر یوکے میں کام کر رہے ہیں۔ ایک پوتے احمد فواد بھٹی وقف زندگی ہیں جو بطور ٹیچر احمدیہ کالج کانو (Kano) میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ایک پوتے خلیق بھٹی بھی تعلیم مکمل کر کے وقف کر کے اب ریویو آف ریلیجنز میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ ان کے ایک پوتے نبیل بھٹی ہیں جو دو سال پہلے شدید بیمار ہو گئے تھے۔ تقریباً قریب المرگ تھے۔ ان کے لیے انہوں نے بہت دعائیں کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر اس بچے کی شفا کے بارے میں بتا بھی دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بھی عطا فرمائی لیکن بہر حال ابھی بھی نبیل بھٹی صاحب کو اس بیماری کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی بعض

پیچیدگیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو کامل شفا بھی عطا فرمائے اور صفیہ بیگم صاحبہ نے ان کے لیے جو دعائیں کی ہوئی ہیں وہ قبول فرمائے۔ یہ بھی وقف میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی جماعت کا مفید وجود بنائے اور اس کو بھی اور اس کی اولاد کو بھی خادم دین بنائے۔

ان کی بیٹی فریدہ شیخ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ہماری اُمی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت تھی۔ ہر وقت ان کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے بتاتی رہتی تھیں کہ ان کی وجہ سے ہمیں سب کچھ ملا ہے اور سب برکتیں انہیں کی ہیں۔ پھر اسی طرح افریقن امریکن بہنوں سے بھی ان کو ایک خاص تعلق تھا۔ اس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ان میں سے اکثر کا تقریباً ہر روز آنا جانا رہتا تھا اور گھر میں بے تکلفی سے آتی تھیں۔ کچن میں بیٹھ کر امی کے ساتھ باتیں کرتیں گویا کہ وہ فیملی کا ہی حصہ ہیں۔

اسی طرح ان کی بڑی بیٹی جو نعیمہ شبیر صاحبہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ نہایت شفیق محبت کرنے والی تھیں۔ بے انتہا صبر کرنے والی، اپنی جان پر ظلم کر کے دوسروں کا خیال رکھنے والی خاتون تھیں۔ خلافت کی محبت ہمارے دلوں میں ڈالی۔ باقاعدگی سے خط لکھنے کا کہتی تھیں۔ اپنی اولاد کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں پڑھتی رہتی تھیں اور غرباء اور یتامیٰ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ چندے اور صدقات بڑی باقاعدگی سے دیا کرتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص شفقت سے ان کا رشتہ اور نکاح شیخ مبارک احمد صاحب سے کروایا تھا جو مبلغ سلسلہ تھے۔ اُن کی پہلی بیوی فوت ہو گئی تھیں اور ان کے خاوند فوت ہو گئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے رشتہ کے وقت شیخ صاحب کو کسی جماعتی کام سے خوش ہو کے کہا کہ مَیں آپ کو ایک انعام دے رہا ہوں۔ شیخ صاحب نے بھی اس انعام کی قدر کی اور وہ انعام جو تھا وہ صفیہ بیگم صاحبہ کی صورت میں دیا۔ شیخ صاحب نے اس کی قدر کی اور ان کے بچوں کا جو پہلے خاوند سے بچے تھے اور خاوند ان کے جوانی میں فوت ہو گئے تھے ان کا بھی بہت خیال رکھا۔ ان کے بڑے بیٹے شمیم بھٹی صاحب سکول اور کالج میں میرے ساتھ پڑھتے بھی رہے ہیں اور مَیں نے دیکھا ہے کہ شیخ صاحب نے بھی ان بچوں کا بہت خیال رکھا اور اس کا حق ادا کیا لیکن صفیہ بیگم صاحبہ نے بھی شیخ صاحب کا میدانِ عمل میں اس طرح ساتھ دیا جو ایک واقف زندگی کی بیوی کا فرض ہے۔ بہت کم مبلغین کی بیویاں اس طرح حق ادا کرتی ہیں جس طرح انہوں نے حق ادا کیا۔

مہمانوں کی مہمان نوازی بے لوث ہو کر کی اور کبھی شکوہ نہیں کیا اور اسی طرح جماعت کے افراد کے لیے دعائیں بھی بڑی کیا کرتی تھیں۔ مبلغین جو شیخ صاحب کے ماتحت رہے ان کے ساتھ، ان کی فیملیوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔ میرا تو خلافت کے بعد ان سے زیادہ تعلق پیدا ہوا، واقفیت بھی ہوئی تو مَیں نے یہ دیکھا کہ خلافت کی ایک شیدائی تھیں اور ایسے شیدائی اور فدائی لوگ کم ہی دیکھنے میں ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی ہمیشہ جماعت اور خلافت کا وفادار رکھے۔

اگلا جنازہ جو ہے وہ مکرم علی احمد صاحب ریٹائرڈ معلم وقف جدید کا ہے۔ یہ 18/جون کو 86/سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ کے والد حضرت میاں اللہ دتہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے صحابی تھے جنہوں نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر جہلم کے موقع پر اپنے گاؤں سے دس بارہ میل کا پیدل سفر کر کے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ بہر حال 1965ء میں انہوں نے وقف کیا۔ 1967ء سے 2008ء تک تقریباً اکتالیس سال سندھ اور پنجاب کی مختلف جماعتوں میں خدمات انجام دیں۔ سینکڑوں بچوں اور بچیوں اور مردوں اور خواتین کو قرآن پڑھایا۔ آپ کی تبلیغی کاوشوں اور دعاؤں کی بدولت بیسیوں سعید روحوں کو جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے عبد الہادی طارق صاحب مربی سلسلہ گھانا میں ہیں اور وہاں کے انٹرنیشنل جامعہ احمدیہ میں سات سال سے بطور استاد خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ موجودہ حالات کی وجہ سے اپنے والد صاحب کے جنازے اور تدفین میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔ آپ کے دو بھتیجے بھی مربی سلسلہ ہیں اور تین نواسے حافظِ قرآن ہیں۔

مغفور احمد منیب صاحب، جو ہمارے واقف زندگی مربی سلسلہ ہیں، آج کل مرکز میں تعینات ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مکرم مولوی صاحب واقفِ زندگی مربیان اور معلمین کے لیے بلاشبہ ایک نمونہ تھے۔ کم گو، غضِ بصر کرنے والے، اپنے کام سے کام رکھنے والے، دعا گو، منکسر المزاج، خندہ پیشانی سے ملنے والے، خلافت احمدیہ کے لیے سینہ سپر، ناراض بھی ہوتے تو سمجھانے میں درد نمایاں ہوتا۔ قناعت شعاری بہت تھی۔ آج وہ بچے اور بچیاں جو مولوی صاحب کے شاگرد تھے بڑے ہو گئے ہیں لیکن ان کے دلوں سے مولوی صاحب کے حسنِ اخلاق اور محبت کی یادیں محو نہیں ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد اور نسل کو بھی ان کی خوبیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرمہ رفیقاں بی بی صاحب اہلیہ بشیر احمد ڈوگر صاحب عہدی پور ضلع نارووال کا ہے جو 22؍ مئی کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا حضرت ملک سردار خان ڈوگر صاحب نمبر دار کے ذریعے آئی جو صحابیؓ تھے۔ آپ کے بیٹے ریاض احمد ڈوگر صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے آپ کو بہت نمازی اور پرہیز گار دیکھا ہے۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ بہت سی سورتیں آپ کو زبانی یاد تھیں۔ صبح دودھ بلوتے ہوئے اکثر آپ سورت تغابن کی تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ پنجوقتہ نماز بہت اہتمام سے ادا کرتی تھیں۔ ہر نماز سے پہلے ایک دو پوتا پوتی، نواسہ نواسی کو ضرور اپنے ساتھ کھڑا کرتیں تا کہ بچوں کو بھی نماز کا شوق پیدا ہو۔ نماز کے بعد کافی دیر جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح کرتی رہتی تھیں۔ اسی طرح تلاوت بھی باآواز بلند کرتیں اور سارے گھر میں ان کی تلاوت کی آواز گونجتی تھی۔ آپ کو بہت ساری سورتیں زبانی یاد تھیں۔ خلافت سے آپ کو والہانہ لگاؤ اور محبت اور عقیدت تھی اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں پر بڑا یقین تھا۔ اس بات کو بڑے فخر سے لوگوں کو بتاتیں کہ میرا بیٹا بھی مربی ہے۔ میرا پوتا بھی مربی بن رہا ہے۔ میرا نواسہ بھی مربی ہے اور باوجود اس کے کہ اپنے بچوں کو بہت یاد کرتیں مگر ساتھ یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ خدا کا بہت فضل ہے مجھ پر کہ اس

نے میری شاخیں دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دی ہیں۔ پسماندگان میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے ریاض احمد ڈوگر صاحب تنزانیہ میں خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں اور وہ بھی موجودہ حالات کی وجہ سے اور میدانِ عمل میں مصروف ہونے کی وجہ سے آپ کے جنازے اور تدفین میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آپ کے ایک نواسے عدیل احمد ڈوگر پاکستان میں مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ایک پوتا عزیزم ایاز احمد ڈوگر جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا میں درجہ خامسہ کا طالب علم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کی نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح آج مَیں ان لوگوں کو بھی جنازے میں شامل کروں گا جن کا گذشتہ خطبات میں صرف ذکر کر چکا ہوں اور حالات کی وجہ سے جنازہ نہیں پڑھایا گیا جن میں ناصر سعید صاحب شامل ہیں۔ غلام مصطفیٰ صاحب شامل ہیں۔ اسلام آباد کے ڈاکٹر نقی الدین صاحب ہیں وہ شامل ہیں۔ ذوالفقار صاحب مربی انڈونیشیا شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31 جولائی 2020ء جلد 27 شمارہ 62-61 صفحہ 05 تا 09)

29

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 / جولائی 2020ء بمطابق 17 / وفا 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت سعد بن مُعَاذؓ کا ذکر ہو رہا تھا۔ غزوہ احزاب اور حضرت سعد بن مُعَاذؓ کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ

"اس لڑائی میں مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ نہیں ہوا۔ یعنی صرف پانچ چھ آدمی شہید ہوئے مگر قبیلہ اوس کے رئیس اعظم سعد بن مُعَاذؓ کو ایسا کاری زخم آیا کہ وہ بالآخر اس سے جانبر نہ ہو سکے اور یہ نقصان مسلمانوں کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔ کفار کے لشکر میں سے صرف تین آدمی قتل ہوئے، لیکن اس جنگ میں قریش کو کچھ ایسا دھکا لگا کہ اس کے بعد ان کو پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف اس طرح جتھہ بنا کر نکلنے یا مدینہ پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ: 595)

جیسا کہ پچھلے خطبے میں ذکر ہو چکا ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا: آئندہ سے کفار کو ہمت نہیں ہو گی کہ ہم پر حملہ کریں۔ حضرت سعد بن مُعَاذؓ کو غزوۂ خندق کے موقعے پر کلائی میں زخم آیا جس سے آپؓ کی شہادت ہوئی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں غزوۂ خندق کے روز نکلی اور لوگوں کے قدموں کے نشان پر چل رہی تھی کہ مَیں نے پیچھے سے آہٹ سنی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت سعد بن مُعَاذؓ اپنے بھتیجے حارث بن اوس کے ہمراہ ڈھال لیے ہوئے تھے۔ مَیں زمین پر بیٹھ گئی۔ حضرت سعد بن مُعَاذؓ میرے پاس سے رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے گزرے کہ

لَبِّثْ قَلِيْلًا يُدْرِكُ الْهَيْجَا حَمَلْ

مَا أَحْسَنَ الْمَوْتَ إِذَا حَانَ الْأَجَلْ!

کہ کچھ دیر انتظار کرو یہاں تک کہ حَمَلْ جنگ کے لیے حاضر ہو جائے۔ موت کیا ہی اچھی ہوتی ہے جب مقررہ میعاد کا وقت آ گیا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن مُعَاذؓ کے بدن پر ایک زرہ تھی جس سے آپ کی دونوں اطراف باہر تھیں۔ یعنی جسم بھاری ہونے کی وجہ سے، چوڑا ہونے کی وجہ سے اس سے باہر نکل رہا تھا۔ کہتی ہیں کہ مجھے اس بات پر حضرت سعدؓ کی دونوں اطراف کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہوا کہ زرہ سے باہر ہیں۔ حضرت سعد

طویل القامت اور عظیم الجثہ لوگوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ:322 "سَعْد بِن مُعَاذ"، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت سعد بن مُعَاذؓ کو ابن عَرِقَہ نے زخمی کیا تھا۔ ابن عرقہ کا نام حَبَّانْ بن عَبدِ مُنَاف تھا۔ قبیلہ بنو عَامِر بن لُؤَیّ سے تعلق رکھتا تھا۔ عَرِقَہ اس کی والدہ کا نام تھا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد03 صفحہ71 زیر لفظ "سَعْد بِن مُعَاذ"، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن مُعَاذؓ کے بازو کی رگ میں تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تیر کے پھل کو نکال کر پھل سے اس کو پھر بعد میں کاٹ کر داغ دیا، اس زخم کو کاٹ کر داغ دیا پھر وہ سوج گیا۔ آپؐ نے اس کو دوبارہ کاٹ کر دوبارہ داغ دیا۔ جو زخم لگا تھا تیر کے پھل سے ہی اس کو کاٹا اور پھر داغ دیا۔

(صحیح مسلم کتاب السلام باب لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ وَاسْتِحْبَابِ التَّدَاوِي حدیث: 2208)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مشرکین میں سے ایک شخص ابن عَرِقَہ حضرت سعد بن مُعَاذؓ کو تیر مار رہا تھا۔ اس نے ایک تیر مارتے ہوئے کہا: یہ لو مَیں ابن عَرِقَہ ہوں۔ وہ تیر حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں لگا۔ زخمی ہونے پر حضرت سعدؓ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو بنو قریظہ سے میری تسلی نہ کرا دے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 322 زیر لفظ "سَعْد بِن مُعَاذ"، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ خندق کے روز حضرت سعدؓ کو زخم آیا۔ قریش کے ایک شخص حَبَّان بن عَرِقَہ نے آپؓ کی کلائی پر تیر مارا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ان کے لیے ایک خیمہ نصب کیا تاکہ قریب رہ کر ان کی عیادت کر سکیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 325 "سَعْد بِن مُعَاذ"، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعدؓ کا زخم خشک ہو کر اچھا ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مجھے تیری راہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کرنے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں جس نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور اسے نکال دیا۔ اے اللہ! میں خیال کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اگر قریش کی جنگ میں سے کچھ باقی ہے تو مجھے ان کے مقابلے کے لیے زندہ رکھ۔ اگر ابھی مزید کچھ جنگیں ہونی ہیں تو پھر مجھے اس وقت تک زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کر سکوں اور اگر تُو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے جس طرح کہ میری سوچ ہے تو پھر میری رَگ کھول دے اور اس زخم کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زخم اسی رات پھٹ گیا اور اس میں سے خون بہ نکلا۔ مسجد نبویؐ میں بنو غفار کے لوگ خیمہ زن تھے۔ خون بہ کر جب ان کے پاس پہنچا تو وہ خوفزدہ ہو گئے۔ لوگوں نے کہا اے خیمے والو! یہ خون کیسا ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہا ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کے زخم سے

خون بہ رہا تھا اور اسی سے ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن مُعَاذؓ کا خون بہنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان کی طرف گئے اور انہیں اپنے ساتھ چمٹا یا۔ خون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ اور داڑھی پر لگ رہا تھا۔ جس قدر کوئی شخص آپ کو خون سے بچانا چاہتا تھا یعنی جس طرح وہ بہ رہا تھا لوگوں کی کوشش تھی کہ آپؐ کو خون نہ لگے، اس سے زیادہ آپؐ حضرت سعدؓ کے قریب ہو جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت سعدؓ وفات پا گئے۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ جب حضرت سعد بن مُعَاذؓ کا زخم پھٹ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ ان کے پاس تشریف لائے، ان کا سر اپنی گود میں رکھا اور انہیں سفید چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! سعدؓ نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے رسول کی تصدیق کی اور جو اس کے ذمے تھا اسے ادا کر دیا پس تُو اس کی روح کو اس خیر کے ساتھ قبول فرما جس کے ساتھ تُو کسی روح کو قبول کرتا ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے، کچھ تھوڑی سی ہوش تھی، اس وقت قریب المرگ تھے، حضرت سعدؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات سنے تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ جب سعدؓ کے گھر والوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا ہے تو وہ ڈر گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا گیا کہ سعدؓ کے گھر والے آپؐ کی گود میں اس کا سر دیکھ کر ڈر گئے تھے تو آپؐ نے یہ دعا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں اللہ سے اس بات کا طالب ہوں کہ جس قدر تم لوگ اس وقت گھر میں موجود ہو اتنی ہی زیادہ تعداد میں فرشتے حضرت سعدؓ کی وفات کے وقت حاضر ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 325-326 "سَعْد بِن مُعَاذ"، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باریک ریشمی کپڑے کا ایک چوغہ تحفہ دیا گیا۔ آپ ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ وہ کپڑا دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے سعد بن مُعَاذؓ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الهدیہ بَابُ قَبُولِ الهَدِيَّةِ مِنَ المُشْرِكِينَ حدیث 2615)

انہوں نے ہاتھ میں کپڑا دیکھا۔ ان کا خیال تھا شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو استعمال کریں گے کیونکہ آپ تو منع فرمایا کرتے تھے لیکن بہر حال آپؐ نے اس کو دیکھ کے یہ مثال دی کہ تم اس پر حیران ہو رہے ہو بلکہ حیرت کا اظہار کیا۔ اصل میں تو دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ اس کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی چوغہ تحفۃً پیش کیا گیا جسے آپؐ کے صحابہؓ چھُونے لگے اور اس کی نرمی پر تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو! یقیناً جنت میں سعد بن مُعَاذؓ کے رومال اس سے زیادہ بہتر اور

زیادہ نرم ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ بَابُ مِنْ فَضَائِلِ سَعْد بِنْ مُعَاذ 2468)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے سعد بن مُعاذؓ کی وفات پر عرش کانپ گیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کِتَاب مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ بَابُ مَنَاقِبِ سَعْد بِنْ مُعَاذ حدیث: 3803)

اور مسلم میں اس طرح ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت سعدؓ کا جنازہ رکھا ہوا تھا فرمایا کہ اس کی وجہ سے رحمان کا عرش لرز اُٹھا۔

(صحیح مسلم کتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ بَابُ مِنْ فَضَائِلِ سَعْد بِنْ مُعَاذ حدیث نمبر 2467)

ان باتوں کی تفصیل اور تھوڑی سی وضاحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں فرمائی ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ "حضرت سعد بن مُعَاذؓ رئیس قبیلہ اوس کی کلائی میں جو زخم غزوۂ خندق کے موقعہ پر آیا تھا وہ باوجود بہت علاج معالجہ کے اچھا ہونے میں نہیں آتا تھا اور مندمل ہو ہو کر پھر کھل کھل جاتا تھا۔ چونکہ وہ ایک بہت مخلص صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیمارداری کا خاص خیال تھا۔ اس لیے آپؐ نے غزوۂ خندق کی واپسی پر ان کے متعلق ہدایت فرمائی تھی کہ انہیں مسجد کے صحن میں ایک خیمہ میں رکھا جائے تا آپؐ آسانی کے ساتھ ان کی تیمارداری فرما سکیں۔ چنانچہ انہیں ایک مسلمان عورت رَفِیْدَہ نامی کے خیمہ میں رکھا گیا جو بیماروں کی تیمارداری اور نرسنگ میں مہارت رکھتی تھی" یعنی وہ ایسا خیمہ تھا جہاں مریض رکھے جاتے تھے "اور عموماً مسجد کے صحن میں خیمہ لگا کر مسلمان زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھی۔ مگر باوجود اس غیر معمولی توجہ کے سعدؓ کی حالت روبہ اصلاح نہ ہوئی اور اسی دوران میں بنو قریظہ کا واقعہ پیش آگیا جس کی وجہ سے سعدؓ کو غیر معمولی مشقت اور کوفت برداشت کرنی پڑی اور ان کی کمزوری بہت بڑھ گئی۔ انہی ایام میں ایک رات سعدؓ نے نہایت گریہ وزاری سے یہ دعا کی کہ 'اے میرے مولا! تُو جانتا ہے کہ میرے دل میں یہ خواہش کس طرح بھری ہوئی ہے کہ میں اس قوم کے مقابل میں تیرے دین کی حفاظت کے لیے جہاد کروں جس نے تیرے رسولؐ کی تکذیب کی اور اسے اس کے وطن سے نکال دیا۔ اے میرے آقا! میرے خیال میں اب ہمارے اور قریش کے درمیان لڑائی کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اگر تیرے علم میں کوئی جنگ ابھی باقی ہے تو مجھے اتنی مہلت دے کہ میں تیرے رستے میں ان کے ساتھ جہاد کروں، لیکن اگر ان کے ساتھ ہماری جنگ ختم ہو چکی ہے تو مجھے اب زندگی کی تمنا نہیں ہے۔ مجھے اس شہادت کی موت مرنے دے۔' لکھا ہے کہ اسی رات سعدؓ کا زخم کھل گیا اور اس قدر خون بہا کہ خیمے سے باہر نکل آیا اور لوگ گھبرا کر خیمہ کے اندر گئے تو سعدؓ کی حالت دگرگوں تھی۔ آخر اسی حالت میں سعدؓ نے جان دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سعدؓ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا اور واقعی اس وقت کے حالات کے ماتحت سعدؓ کی وفات مسلمانوں کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تھی۔ سعدؓ کو انصار میں قریباً قریباً وہی حیثیت حاصل تھی جو مہاجرین میں ابوبکر صدیقؓ کو حاصل تھی۔ اخلاص میں، قربانی میں، خدمت اسلام میں، عشق رسول میں یہ شخص ایسا بلند مرتبہ رکھتا تھا جو کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے اور اس کی ہر حرکت وسکون سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اسلام

اور بانیٔ اسلام کی محبت اس کی روح کی غذا ہے اور بوجہ اس کے کہ وہ اپنے قبیلہ کا رئیس تھا اس کا نمونہ انصار میں ایک نہایت گہرا عملی اثر رکھتا تھا۔ ایسے قابل روحانی فرزند کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدمہ ایک فطری امر تھا مگر آپؐ نے کامل صبر سے کام لیا اور خدائی مشیت کے سامنے تسلیم ورضا کا سر جھکا دیا۔

جب سعدؓ کا جنازہ اٹھا تو سعدؓ کی بوڑھی والدہ نے بتقاضائے محبت کسی قدر بلند آواز سے ان کا نوحہ کیا اور اس نوحہ میں زمانہ کے دستور کے مطابق سعدؓ کی بعض خوبیاں بیان کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوحہ کی آواز سنی تو گو آپؐ نے اصولاً نوحہ کرنے کو پسند نہیں کیا مگر فرمایا کہ نوحہ کرنے والیاں بہت جھوٹ بولا کرتی ہیں لیکن اس وقت سعدؓ کی ماں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ کہا ہے۔ یعنی جو خوبیاں سعدؓ میں بیان کی گئی ہیں وہ سب درست ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفنانے کے لیے خود ساتھ تشریف لے گئے اور قبر کی تیاری تک وہیں ٹھہرے رہے اور آخر وہاں سے دعا کرنے کے بعد تشریف لائے۔

غالباً اسی دوران میں کسی موقعہ پر آپؐ نے فرمایا

اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدٍ

'یعنی سعدؓ کی موت پر خدائے رحمان کا عرش جھومنے لگ گیا ہے۔' " باقیوں نے (ترجمہ) کیا ہے کہ لرز اٹھا ہے یا کانپ اٹھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جھومنے لگ گیا "یعنی عالَمِ آخرت میں خدا کی رحمت نے خوشی کے ساتھ سعدؓ کی روح کا استقبال کیا۔" عرش کے جھومنے سے یہ مراد ہے۔ "ایک عرصہ کے بعد جب آپؐ کو کسی جگہ سے کچھ ریشمی پارچات ہدیۃً آئے تو بعض صحابہ نے انہیں دیکھ کر ان کی نرمی اور ملائمت کا بڑے تعجب کے ساتھ ذکر کیا اور اسے ایک غیر معمولی چیز جانا۔ آپؐ نے فرمایا 'کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو؟ خدا کی قسم جنت میں سعدؓ کی چادریں ان سے بہت زیادہ نرم اور بہت زیادہ اچھی ہیں۔'"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 613-614)

بخاری اور مسلم کی آدھی احادیث میں جو پہلے ذکر ہوئی ہیں وہاں رومال کا ذکر ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہاں اس کا ترجمہ چادریں کیا ہے۔ بہر حال عربی کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس کے لحاظ سے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت سعدؓ کی والدہ آپ کے غم میں روتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہی تھیں۔

وَيْلُ أُمِّ سَعْدٍ سَعْدَا

بَرَاعَةً وَ نَجْدَا

بَعْدَ أَيَادٍ يَا لَهُ وَ مَجْدَا

مُقَدَّمًا سَدَّ بِهِ مَسَدَّا

ام سعد کو سعد کی جدائی پر افسوس ہے جو ذہانت اور شجاعت کا پیکر تھا۔ جو بہادری اور شرافت کا مجسمہ تھا۔ اس محسن کی بزرگی کے کیا کہنے جو سب خلا پُر کرنے والا سردار تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ الْبَوَاكِيْ يَكْذِبْنَ إِلَّا أُمَّ سَعْدٍ۔

کہ کسی کے مرنے پر ہر رونے والی جھوٹ بولتی ہے۔ غیر ضروری مبالغے سے کام لیتی ہے سوائے سعد کی والدہ کے۔ طبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 328 "سَعْد بِنْ مُعَاذ"، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت سعدؓ بھاری بھر کم آدمی تھے جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے کہ ہم نے کسی آدمی کا جنازہ اس قدر ہلکا نہیں دیکھا جتنا حضرت سعدؓ کا تھا اور یہ کہتے جاتے تھے کہ ایسا ان کے بنو قریظہ کے متعلق فیصلے کی وجہ سے ہوا ہے یعنی اس کو منفی رنگ دینا چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کے بارے میں آگاہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! سعدؓ کا جنازہ جو تمہیں ہلکا لگا تو وہ اس لیے کہ سعدؓ کا جنازہ ملائکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستر ہزار فرشتے سعد بن مُعاذؓ کے جنازے پر حاضر ہیں جو آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 328 "سَعْد بِنْ مُعَاذ"، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 464 "سَعْد بِنْ مُعَاذ" دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد بن مُعاذؓ کے جنازے کے آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 329 "سَعْد بِنْ مُعَاذ"، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے جنۃ البقیع میں حضرت سعد بن مُعاذؓ کی قبر کھودی تھی۔ جب ہم مٹی کا کوئی حصہ کھودتے تو مُشک کی خوشبو آتی یہاں تک کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔ جب ہم قبر کھود چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت سعدؓ کا جنازہ قبر کے پاس رکھا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اتنی کثرت سے آدمی دیکھے جنہوں نے جنۃ البقیع کو بھر دیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 329-330 "سَعْد بِنْ مُعَاذ"، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

عبد الرحمٰن بن جابر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعدؓ کی قبر تیار ہو چکی تو چار افراد حارث بن اوسؓ، اُسَید بن حُضَیرؓ، ابونائلہ سِلکان بن سَلَامہؓ اور سَلَمہ بن سَلَامہ بن وَقْشؓ حضرت سعدؓ کی قبر میں اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کے قدموں کی جانب کھڑے تھے۔ جب حضرت سعدؓ کو قبر میں اتار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ آپؐ نے تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ آپؐ کے ساتھ تمام صحابہؓ نے بھی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ یہاں تک کہ جنۃ البقیع گونج اٹھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ آپؐ کے ساتھ تمام صحابہؓ نے بھی اللہ اکبر کہا۔

یہاں تک کہ جنۃ البقیع اللہ اکبر سے گونج اٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم نے آپؐ کے چہرے کی تبدیلی دیکھی اور آپؐ نے تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ سعدؓ پر قبر میں تنگی ہوئی اور انہیں دبایا گیا۔ اگر اس سے کسی کو نجات ہوتی تو سعدؓ کی ضرور ہوتی۔ چنانچہ اللہ

تعالیٰ نے ان کے لیے اسے کشادہ کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 330 "سَعْد بِنْ مُعَاذ" ، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

مِسْوَر بن رِفَاعَہ قُرَظِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن مُعَاذؓ کی والدہ انہیں لحد میں اتارنے کے لیے آئیں تو لوگوں نے انہیں واپس بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ وہ آئیں اور قبل اس کے کہ ان کی قبر پر اینٹ اور مٹی ڈالی جاتی انہوں نے حضرت سعدؓ کو لحد میں دیکھا اور کہا مجھے یقین ہے کہ تم اللہ کے پاس ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی قبر پر ان کی والدہ سے تعزیت کی اور ایک جانب بیٹھ گئے۔ مسلمانوں نے قبر پر مٹی ڈال کر اسے برابر کر دیا اور اس پر پانی چھڑک دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف لائے کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور پھر دعا کی اور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دو ساتھیوں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد مسلمانوں پر کسی کی جدائی اتنی شاق نہ تھی جتنی حضرت سعد بن مُعَاذؓ کی۔ حضرت سعد بن مُعَاذؓ کی عمر وفات کے وقت 37 سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 330-331 "سَعْد بِنْ مُعَاذ"، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن مُعَاذؓ کی والدہ کو فرمایا کیا تمہارا غم ختم نہ ہو گا اور تمہارے آنسو نہیں تھمیں گے کیونکہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ مسکرایا اور جس کے لیے عرش لرز اٹھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 332 "سَعْد بن مُعَاذ"، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو دفن کیا اور ان کے جنازے سے لوٹے تو آپؐ کے آنسو آپؐ کی داڑھی پر بہ رہے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 463 "سَعْد بِنْ مُعَاذ" دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2003ء)

ایک روایت حضرت سعد کے حوالے سے ہے۔ حضرت سعدؓ نے بیان کیا کہ مَیں بے شک کمزور ہوں مگر تین باتوں میں مَیں بہت پختہ ہوں۔ جو اپنی باتیں انہوں نے بتائیں کہ میرے اندر تین باتیں کیا ہیں۔ بہت کمزور انسان ہوں لیکن یہ تین باتیں ہیں جو میرے اندر بہت پکی ہیں اور ان پر میں عمل کرتا ہوں۔ پہلی یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا اسے حق جانا۔ کوئی کبھی ان کو انقباض نہیں ہوا۔ دوسرا یہ کہ میں نے اپنی نماز میں نماز کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نہیں آنے دیا یہاں تک کہ نماز مکمل کر لوں۔ بڑی توجہ سے نماز پڑھتے تھے۔ تیسرا یہ کہ کوئی جنازہ حاضر نہیں ہوتا تھا مگر میں اپنے آپ کو اس کی جگہ مردہ خیال کر کے سوچتا ہوں کہ وہ کیا کہے گا اور اس سے کیا پوچھا جائے گا۔ گویا کہ وہ سوال و جواب مجھ سے ہو رہے ہیں۔ آخرت کی فکر تھی۔

(مجمع الزوائد کتاب المناقب بَابُ مَا جَاءَ فِي أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ حدیث: 15689 جلد 09 صفحہ 375 دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ انصار کے تین افراد ایسے تھے جو سب بنو عَبْدُالْاَشْهَل میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی اور وہ حضرت سعد بن مُعَاذؓ،

حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ، اور حضرت عَبَّاد بن بِشْرؓ تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد03صفحہ71 "سَعْد بِنْ مُعَاذ" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1995ء)

اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ۔ حضرت سعدؓ کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ آپؓ کے والد کا نام مالک بن اُھَیب جبکہ بعض روایات میں مالک بن وُھَیب بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ کے والد اپنی کنیت ابو وَقَّاص کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں اس لیے آپ کا نام سعد بن ابی وقّاصؓ بیان کیا جاتا ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام حَمْنَہ بنتِ سُفْیَان تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ثانی صفحہ 606-607، دار الجیل بیروت) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 101، سعد بن ابی وقّاص، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت سَعْد بن ابی وَقّاصؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بَنُو زُھْرَہ سے تھا۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 123)

(سیرت ابن ھشام جلد 1 صفحہ 680-681، من بنی زُھْرَہ، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ، مصر۔ 1955ء)

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ ان دس صحابہ کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ ان میں سب سے آخر پر فوت ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء الثانی صفحہ 324، دارالفکر بیروت لبنان، 2001ء)

یہ تمام اصحاب یعنی عشرہ مبشرہ مہاجرین میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت ان سے راضی تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ اپنے ایمان لانے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا مگر اس دن جس دن کہ میں نے اسلام قبول کیا اور میں سات دن تک ٹھہرا رہا اور حالت یہ تھی کہ میں مسلمانوں کا ایک تہائی تھا۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب سعد بن ابی وقّاص حدیث نمبر 3727)
(صحیح بخاری کتاب مناقب انصار باب اسلام سعدحدیث نمبر 3858)

تین آدمی تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نماز کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثانی صفحہ 453، سعد بن مالک، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان،2003ء)

حضرت سعدؓ کے اسلام لانے کا واقعہ ان کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تاریکی میں ہوں اور مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اچانک میں دیکھتا ہوں کہ چاند طلوع ہوا اور میں اس کی طرف چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مجھ سے پہلے حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ چاند کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب پہنچے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بھی ابھی پہنچے ہیں۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر مل چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں شِعْبِ اَجْیَاد میں آ کر آپ کو ملا۔ اَجْیَاد مکّے میں صفا پہاڑی سے متصل ایک مقام کا نام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں

چرائی ہیں۔ آپؐ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ میں پہنچ گیا اور بیعت کر کے مسلمان ہو گیا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزو ثانی صفحه 455، سعد بن مالك، دارالکتب العلمية بيروت لبنان، 2003ء) (روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 63-64)(فرہنگ سیرت صفحہ 30 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت سعدؓ کی بیٹی عائشہ بنت سعد روایت کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں مسلمان ہوا اس وقت میری عمر سترہ سال تھی۔ بعض روایات میں ایمان لانے کے وقت ان کی عمر انیس سال بھی بیان ہوئی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحه 103، سعد بن ابی وقّاص، دارالکتب العلمية بيروت لبنان، 1990ء)

اوّلین اسلام لانے والوں میں حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے پانچ ایسے اشخاص ایمان لائے جو اسلام میں جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان میں تیسرے حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ تھے جو اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ یہ سیرت خاتم النبیینؐ میں جو لکھا ہے اسی سے اخذ کیا گیا ہے یعنی اس وقت ان کی عمر انیس سال تھی۔ یہ بنو زُہْرَہ میں سے تھے اور نہایت دلیر اور بہادر تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا اور امیر معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 122-123)

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

(الاصابة فی تمييز الصحابة جزء الثانی صفحه 324، دارالفکر بيروت لبنان، 2001ء)

حضرت سعدؓ کے بیٹے مُصْعَب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد سعدؓ نے مجھے بیان کیا کہ میری ماں نے یعنی حضرت سعدؓ کی ماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ان سے کبھی بات نہیں کرے گی یہاں تک کہ وہ اپنے دین کا انکار کر دے یعنی اسلام سے پھر جائیں۔ چنانچہ نہ وہ کھاتیں اور نہ پیتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ میری ماں نے کہا تو بیان کیا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے والدین سے احسان کی تاکید کرتا ہے۔ تم کہتے ہو ناں کہ تمہارا دین یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اپنے والدین سے احسان کرو۔ اس کی تاکید کی جاتی ہے۔ میں تمہاری ماں ہوں اور میں تمہیں اس کا حکم دے رہی ہوں کہ اب اس کو چھوڑو اور میری بات جو میں کہتی ہوں وہ مانو۔ راوی کہتے ہیں کہ تین روز تک وہ اس حالت میں رہیں یہاں تک کہ کمزوری کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر ان کا بیٹا جسے عُمَارَہ کہا جاتا تھا کھڑا ہوا اور انہیں پانی پلایا۔ پھر جب ہوش آئی تو وہ سعدؓ کو بد دعا دینے لگیں۔ تب اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ آیت اتاری کہ

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ (العنکبوت:9)

کہ ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حقوق میں احسان کی تاکیدی نصیحت کی۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔

یہ عنکبوت کی آیت ہے اور پھر سورۂ لقمان میں یہ ہے کہ

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي (لقمان:16)

اگر وہ دونوں تجھ سے جھگڑا کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا تو اطاعت نہ کر۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيْ

کہ اگر وہ کہیں تو میرا شریک ٹھہرا تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی اور اس میں پھر آگے یہ بھی ہے کہ

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان:16)

دونوں کے ساتھ دنیا میں دستور کے مطابق رفاقت جاری رکھو۔ ان سے تعلق رکھو۔ ان سے نیکی کرو۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضل سعد بن ابی وقّاص حدیث:1748)

یہ جھگڑا اگر شرک کے بارے میں کرنا ہے تو پھر بات نہیں ماننی۔ یہ جو تفصیلی بات ہے یہ مضمون اسی طرح پورا آگے چلتا ہے۔ لیکن جو دنیاوی معاملات ہیں ان میں ان سے رفاقت جاری رکھو۔

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

ان سے تعلق رکھو۔ ان سے نیکی کرو۔

یہ پہلی روایت مسلم میں تھی۔ آگے پھر سیرت میں ایک اَور حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ بہت پیار کرتا تھا مگر جب میں نے اسلام قبول کیا تو اس نے کہا کہ اے سعد! یہ کون سا دین تُو نے اختیار کر لیا ہے۔ یا تو تُو اس نئے دین کو ترک کر دے یا مَیں کچھ نہ کھاؤں اور نہ پیوں گی یہاں تک کہ میں مر جاؤں گی۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اے پیاری ماں! ایسا نہ کرنا کیونکہ میں اپنے دین کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اور ایک رات تک میری ماں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور اس کی حالت خراب ہونے لگی تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر تمہاری ایک ہزار جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلیں تب بھی میں کسی کی خاطر اپنے دین کو ترک نہیں کروں گا۔ جب آپ کی والدہ نے یہ دیکھا تو کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان:16)

یعنی اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تُو کسی کو میرا شریک مقرر کرے جس کا تجھ کو کوئی علم نہیں مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کوئی علم نہیں ہے فَلَا تُطِعْهُمَا۔ تو ان دونوں کی بات مت ماننا۔ ہاں دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھو۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثانی صفحہ 455، سعد بن مالک، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2003ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کو اپنا ماموں کہا کرتے تھے۔

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری صفحہ 91 مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء)

ایک دفعہ حضرت سعدؓ سامنے سے آ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ میرے ماموں ہیں۔ کسی کا ایسا ماموں ہو تو دکھائے۔ امام ترمذی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا تعلق بنو زُھرَہ سے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ کا تعلق بھی بنو زُھرَہ سے تھا۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابو اسحاق سعد بن ابی وقّاص حدیث نمبر 3752)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے کہ وہ ہلنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حرا! ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اس پہاڑ پر اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل طلحۃ و الزبیرحدیث 2417)

اسلام کے ابتدائی ایام میں جب مسلمان چھپ کر نمازیں ادا کیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ حضرت سعدؓ مکے کی ایک گھاٹی میں کچھ صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہاں مشرکین آ پہنچے اور انہوں نے مسلمانوں کا مذاق اڑانا شروع کیا اور ان کے دین یعنی اسلام میں عیب نکالنا چاہے یہاں تک کہ لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔ حضرت سعدؓ نے ایک مشرک کے سر پر اونٹ کی ہڈی اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ پس یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا تھا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء الثانی صفحہ 324، دارالفکر بیروت لبنان، 2001ء)

مکے میں جب کفار نے مسلمانوں کے ساتھ بائیکاٹ کیا اور ان کو شِعْبِ ابی طالب میں محصور کر دیا گیا تو وہ مسلمان جو ان تکالیف کا شکار ہوئے ان میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے 'سیرت خاتم النبیینؐ' میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ

"جو جو مصائب اور سختیاں ان ایام میں ان محصورین کو اٹھانی پڑیں ان کا حال پڑھ کر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ صحابہ کا بیان ہے کہ بعض اوقات انہوں نے جانوروں کی طرح جنگلی درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت ان کا پاؤں کسی ایسی چیز پر جا پڑا جو تر اور نرم معلوم ہوتی تھی" غالباً کھجور کا کوئی ٹکڑا ہوگا "اس وقت ان کی بھوک کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے فوراً اسے اٹھا کر نگل لیا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آج تک پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ ایک دوسرے موقعہ پر بھوک کی وجہ سے ان کا یہ حال تھا کہ انہیں ایک سوکھا ہوا چمڑا زمین پر پڑا ہوا مِل گیا تو اسی کو انہوں نے پانی میں نرم اور صاف کیا اور پھر بھون کر کھایا اور تین دن اسی غیبی ضیافت میں بسر کیے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 166-167)

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا تو حضرت سعدؓ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں اپنے مشرک بھائی عُتْبَہ بن ابی وقاص کے ہاں قیام کیا۔ عُتْبَہ سے مکہ میں ایک خون ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ مدینہ میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ (روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 66-67)

حضرت سعدؓ اوّلین ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 305، دارالکتب العلمیة بیروت، 2001ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مؤاخات حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ کے ساتھ فرمائی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی

مؤاخات حضرت سعد بن مُعاذؓ سے فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 103، سعد بن ابی وقّاص، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

مؤاخات میں اس اختلاف کی مولانا غلام باری صاحب سیف نے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ مکہ میں آپ کی مؤاخات حضرت مُصْعَبؓ کے ساتھ تھی اور مدینہ میں حضرت سعد بن مُعاذؓ کے ساتھ تھی۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 64)

حضرت سعدؓ قریش کے بہادر شہ سواروں میں سے تھے۔ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور دفاع کی ذمہ داری جن اصحاب کے سپرد ہوتی تھی ان میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ بھی تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ثانی صفحہ 172، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2010ء)

ابو اسحاق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چار اشخاص بہت سخت حملہ آور تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ اور حضرت سعدؓ۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء الثانی صفحہ 325، دارالفکر بیروت لبنان، 2001ء)

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو کفار کی طرف سے حملے کا خوف اور پریشانی رہتی تھی جس کی وجہ سے شروع میں مسلمان اکثر راتوں کو جاگا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عموماً راتوں کو جاگتے رہتے تھے۔ اس بارے میں ایک روایت ملتی ہے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مدینہ تشریف آوری کے زمانے میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو نہ سکے تو آپؐ نے فرمایا کاش! میرے صحابہ میں سے کوئی نیک آدمی آج رات میرا پہرہ دے۔ وہ کہتی ہیں ہم اسی حال میں تھے کہ ہم نے اسلحہ کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے؟ تو باہر سے یہ آواز آئی۔ آنے والے نے یہ عرض کیا کہ سعد بن ابی وقّاص، کہ میں سعد بن ابی وقّاص ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ انہوں نے کہا کہ میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوف پیدا ہوا اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو دعا دی اور سو گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 282-283)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضل سعد بن ابی وقّاص حدیث 2410)

یہ بھی ایک حوالہ ہے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں اس واقعے کا ذکر تو ہے لیکن اس کے ساتھ دعا کی تفصیل نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دعا دی تھی لیکن حضرت سعدؓ کے مناقب میں جو امام ترمذی نے بیان کیے ہیں ان میں ان کے بیٹے قیس سے روایت ہے کہ میرے والد سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی کہ

اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَا۔

کہ اے اللہ! سعدؓ جب تجھ سے دعا کریں تو ان کی دعا کو قبول کیجیو اور اَلْکَمَال فِیْ اَسْمَاءِ الرِّجَال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دعا دی تھی کہ

اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہ

کہ اے اللہ! ان کا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھے اور ان کی دعا قبول کرنا۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 67-68)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی دعا کی وجہ سے حضرت سعدؓ قبولیت دعا کی وجہ سے مشہور تھے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء الثانی صفحہ 324-325، دارالفکر بیروت لبنان، 2001ء)

حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ مستجاب الدعوات تھے۔ ایک شخص نے آپؓ پر جھوٹ گھڑا تو آپؓ نے اس کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کی بصارت جاتی رہے اور اس کی عمر طویل ہو اور اسے فتنہ میں مبتلا کر دے۔ پس اس شخص کو یہ تمام چیزیں پہنچیں۔

(جامع العلوم و الحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم جلد 2 صفحہ 350، مؤسسة الرسالة بیروت 2001ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ میں اَحْجَارُ الزَّیْت مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک ہجوم ایک شخص کے پاس موجود تھا جو سواری پر بیٹھا تھا اور حضرت علیؓ کو گالیاں نکال رہا تھا۔ اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ وہاں آ گئے اور ان میں کھڑے ہو گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ آدمی حضرت علیؓ کو گالیاں دے رہا ہے۔ حضرت سعدؓ آگے بڑھے تو لوگوں نے انہیں راستہ دیا یہاں تک کہ آپؓ اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور پوچھا اے شخص! تُو کیوں حضرت علیؓ کو گالیاں دے رہا ہے؟ کیا وہ سب سے پہلے اسلام نہیں لائے تھے؟ کیا وہ پہلے شخص نہیں تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی انسان نہیں ہیں؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے انسان نہیں ہیں؟

حضرت سعدؓ بیان کرتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ نیز کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی بیٹی بیاہ کر ان کو اپنی دامادی کا شرف نہیں بخشا تھا؟ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جھنڈا اٹھانے والے نہیں تھے؟ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے قبلے کی طرف رخ کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور دعا کی کہ اے اللہ! اگر اس نے تیرے اولیاء میں سے ایک ولی یعنی حضرت علیؓ کو گالیاں دی ہیں تو تُو اس مجمع کے منتشر ہونے سے پہلے اپنی قدرت کا نشان دکھا۔ یہ مستدرک کا حوالہ ہے۔ راوی قیس کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ابھی ہم وہاں سے منتشر نہیں ہوئے تھے کہ اس شخص کی سواری نے اسے نیچے گرا دیا اور اس کے سر کو اپنے پیروں سے پتھر پر مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

(المستدرک کتاب معرفة الصحابہ باب سعد بن ابی وقّاص روایت 6121 جلد 3 صفحہ 571-572 دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت سعدؓ نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے فوراً بعد رات کو حفاظت کی تھی، اسی طرح کا ان کا ایک اور واقعہ غزوۂ خندق کے موقعے پر بھی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ پہرہ دیتے ہوئے تھک جاتے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس طرح باقی صحابہ پہرہ دے رہے ہوتے تھے آپؐ بھی صحابہ کے ساتھ پہرہ دیتے اور سردی سے نڈھال ہو جاتے۔ تب واپس آکر تھوڑی دیر میرے ساتھ لحاف میں لیٹ جاتے مگر جسم کے گرم ہوتے ہی پھر اس شگاف کی حفاظت کے لیے چلے جاتے۔ اسی طرح متواتر جاگنے سے آپؐ ایک دن بالکل نڈھال ہو گئے اور رات کے وقت فرمایا کاش اس وقت کوئی مخلص مسلمان ہوتا تو مَیں آرام سے سو جاتا۔ اتنے میں باہر سے سعد بن ابی وقّاصؓ کی آواز آئی۔ آپؐ نے پوچھا کیوں آئے ہو۔ انہوں نے کہا آپؐ کا پہرہ دینے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے پہرے کی ضرورت نہیں۔ تم فلاں جگہ جہاں خندق کا کنارا ٹوٹ گیا ہے جاؤ اور اس کا پہرہ دو تا مسلمان محفوظ رہیں۔ چنانچہ سعد اس جگہ کا پہرہ دینے چلے گئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے لیے سو گئے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 279)

حضرت سعد بن ابی وقّاص کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

آج بھی مَیں دو تین غائب جنازے پڑھاؤں گا جن کا اب اس وقت ذکر کروں گا۔ پہلا ذکر مکرم ماسٹر عبدالسمیع خان صاحب کاٹھگڑھی کا ہے جو 6؍ جولائی کو ربوہ میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ 1937ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالرحیم صاحب کاٹھگڑھی سلسلہ کے پرانے خدمت گزاروں میں سے تھے۔ آپ کے دادا حضرت چودھری عبدالسلام خان صاحب کاٹھگڑھی نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت پائی۔ آپ صحابی تھے۔ ابتدائی تعلیم پرائمری تو ماسٹر سمیع صاحب کی قادیان میں ہی ہوئی۔ پھر پارٹیشن ہو گئی تو میٹرک ربوہ آکر کیا۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کی اہلیہ تین چار سال پہلے وفات پا گئی تھیں۔

1960ء میں بی ایس سی کرنے کے بعد اسی سال عارضی استاد کے طور پر تعلیم الاسلام سکول میں پڑھانا شروع کیا۔ پھر 1962ء میں بی ایڈ کیا اور باقاعدہ استاد مقرر ہوئے۔ 1969ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم ایڈ کیا تو سینئر استاد بن گئے۔ پھر 1972ء میں آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر سکول نیشنلائز ہو گیا۔ پھر 1970ء میں آپ کا تبادلہ کیونکہ وہ نیشنلائزڈ سکول تھا تو گورنمنٹ نے باہر اپنے کسی دوسرے سکول میں کر دیا اور پھر مختلف سکولوں میں یہ پڑھاتے رہے۔ 2005ء سے 2009ء تک زعیم انصار اللہ اور 2013ء سے 16ء تک بطور صدر حلقہ دارالرحمت شرقی ربوہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ میرے بھی یہ سکول میں استاد تھے۔ بڑے اچھے انداز میں پڑھایا کرتے تھے۔ چہرے پر ہمیشہ نرمی رہتی تھی اور سمجھاتے بھی بڑے اچھے انداز میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ہمیشہ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

دوسرا جنازہ مکرم سید مجیب اللہ صادق صاحب کا ہے جو 28؍ مئی کو 83 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ مکرم سید صادق علی صاحب اور سیدہ سلمیٰ بیگم صاحبہ بنت سید محبوب عالم بہاری

صاحب کے بیٹے تھے۔ قادیان کی مقدس بستی میں آپ نے آنکھ کھولی۔ قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھے۔ آپ کے والد سید صادق علی صاحب آف سہارنپور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دستِ مبارک پر شرفِ بیعت حاصل کیا تھا۔ آپ کے نانا حضرت سید محبوب عالم صاحب بہاری نے پارٹیشن کے وقت 19 ستمبر 1947ء کو قادیان میں کسی مخالف کی گولی کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش فرمانے کی سعادت حاصل کی اور اسی طرح آپ کے نانا کے بھائی سید محبوب عالم صاحب جو صدر انجمن احمدیہ کے آڈیٹر تھے اور ان کو بھی یہ اعزاز تھا کہ بہار سے پیدل چل کے قادیان پہنچے اور انہوں نے بیعت کی تھی۔

آپ کو یہاں یوکے میں حلقہ ارلز فیلڈ (Earlsfield) میں بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق بھی ملی۔ پھر بعد از ریٹائرمنٹ محترم امیر صاحب برطانیہ کے دفتر میں رضاکار کارکن کے طور پر سولہ سال تک خدمت بجا لاتے رہے۔ بڑی جانفشانی کے ساتھ اپنی ڈیوٹی ادا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کے چہرے پر نرمی اور مزاح کی نرمی رہتی تھی۔ مزاح کی طبیعت تھی اور کام پوری توجہ سے کرتے اور کبھی کہیں اس طرح کے بوجھ نہیں لیتے تھے اور دوسروں کو پریشان نہیں کرتے تھے۔ کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ کام دوسروں کا بھی خود کر لیں۔ ان کی شادی ربوہ میں مکرمہ عائشہ صادق صاحبہ بنت بابو محمد عالم صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر سے ہوئی۔ اور 1968ء میں ان کی اہلیہ کو بھی ربوہ میں لجنہ کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

ڈاکٹر کلیم اللہ صادق صاحب تو ایم ٹی اے میں کافی رضاکارانہ خدمت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے تہجد گزار تھے۔ عمرہ کرنے کے لیے گئے۔ گھٹنوں میں ان کے شدید تکلیف تھی۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ باوجود ان کو وہیل چیئر مہیا کرنے کے انہوں نے یہ کہا کہ میں تو عمرے کا ثواب لینا چاہتا ہوں اس لیے پیدل ہی چلوں گا۔ اسی طرح اپنے چندوں کی بھی بڑی فکر رہتی تھی اور ان کے بچوں نے اور دوسرے کافی لوگوں نے جو مجھے خط لکھے ہیں ان میں ان کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ بچے تو خوبیوں کا ذکر کرتے ہی ہیں اور ان کے بچے جس طرح ماشاء اللہ جماعت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے خلافت اور جماعت کے ساتھ محبت بچوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اعلیٰ رنگ میں تربیت کی ہے لیکن جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے ہمسائے اور ملنے جلنے والے جو ہیں وہ اس کی نیکیوں کے اس کے کردار کے اصل گواہ ہوتے ہیں۔ اس کی نیکیوں کی تصدیق کرنے والے ہوتے ہیں اور یہ بات مجیب اللہ صادق صاحب پر حقیقت میں صادق آتی ہے۔ ان کے غیر مسلم ہمسائے ان کی وفات پر نہایت غمزدہ تھے۔ ان کی بھی آپ خدمت کرتے رہے اور اپنے بچوں سے بھی ان کی خدمت کرواتے رہے۔

اسی طرح ان کے دفتر میں ساتھ کام کرنے والے ہر شخص نے ان کی خوش مزاجی اور کام میں لگن اور سنجیدگی اور اس کے ساتھ ہر کارکن کی خدمت کرنے کی خصوصیت کا ذکر کیا ہے۔ کام بھی کرتے تھے اور لوگوں کی خدمت بھی کرتے تھے۔ کسی کو چائے بھی پلانی ہو تو خود پلاتے تھے۔ مَیں گذشتہ سال جب اسلام آباد منتقل ہوا ہوں تو ان کو جو فکر تھی جس کا انہوں نے ملاقات میں مجھ سے اظہار کیا وہ یہ تھی کہ اب ہم ہر ہفتے آپ کے پیچھے جمعہ کس

طرح پڑھیں گے ؟ تو بہر حال اس پر میں نے ان کی تسلی کروائی کہ ان شاء اللہ اکثر جمعے بیت الفتوح میں ہی ہوں گے اور جب اسلام آباد میں ہوں تو وہاں آسکتے ہیں۔ یہ بات سن کے پھر ان کے چہرے پر رونق آئی۔

اسی لیے انہوں نے اپنے بچوں کو مسجد کے قریب رکھنے کے لیے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد مسجد فضل کے قریب گھر لے لیا اور (خود) روزانہ ایک گھنٹہ دور کام پر جاتے تھے تاکہ بچے مسجد کے ساتھ اٹیچڈ (attached) رہیں اور یہی فکر ان کو اب بھی تھی کہ دور جانے کی وجہ سے جمعہ کس طرح پڑھا جائے گا۔ بہر حال انتہائی مخلص اور نیک انسان تھے۔ بڑی وفا کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی گزاری اور یہ وفا اپنے بچوں میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ہمیشہ خلافت اور جماعت سے ان کی خواہش کے مطابق بلکہ اس سے بڑھ کر وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور سکون اور تسکین کے سامان پیدا فرمائے۔

تیسرا جو جنازہ ہے وہ ہمارے پرانے کارکن اور اسیر راہ مولیٰ رانا نعیم الدین صاحب مرحوم کا ہے اس کا ذکر تو مَیں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ گذشتہ جمعے رہ گیا تھا۔ ان کا بھی جنازہ ان جنازوں میں شامل ہو گا جو ان شاء اللہ جمعے کے بعد ادا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹر نیشنل مورخہ 07 اگست 2020ء جلد 27 شمارہ 63 صفحہ 05 تا 10)

30

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24 / جولائی 2020ء بمطابق 24 / وفا 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت سعدؓ کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ سمیت تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین تیر انداز صحابہ میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 105، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت سعدؓ کے بارے میں ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنگیں لڑیں ان میں سے ایک جنگ میں ایک وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کے کوئی نہ رہا۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل طلحۃ و الزبیر 2415)

حضرت سعدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات کے لیے نکلنے کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے نکلتے تھے اور حالت یہ تھی کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی سوائے درختوں کے پتے ہی۔ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اس طرح مینگنیاں کرتا جیسے اونٹ لید کرتا ہے یا بکریاں مینگنیاں کرتی ہیں یعنی خشک، ان میں نرمی بالکل نہیں ہوتی تھی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ ان ایام میں ہماری خوراک ببول کے درخت، یہ ایک قسم کا کانٹے دار درخت ہوتا ہے اس کی بیلیں ہوا کرتی تھیں۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب سعد بن ابی وقاص حدیث نمبر 3728)

(جامع ترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبیﷺ حدیث نمبر 2366)

حضرت سعدؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں خون بہایا اور آپؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور یہ واقعہ سریہ حضرت عُبَیدہ بن حَارِث کا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ باب فضل سعد بن ابی وقاص، حدیث نمبر 131) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ثانی صفحہ 607، دار الجیل بیروت)(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثانی صفحہ 453، سعد بن مالک، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2003ء)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ربیع الاول سن دو ہجری میں ایک سریہ ہوا جسے سریہ حضرت عبیدہ بن حارث کہتے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے، یہ پہلے بھی کچھ حصہ بلکہ میرا خیال ہے سارا میں بیان کر چکا ہوں لیکن بہرحال یہاں بھی ان کے حوالے سے بیان کر دیتا ہوں۔

ماہ ربیع الاول کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عُبَیْدَہْ بِنْ حَارِثْ مُطَّلَبِیْ کی امارت میں ساٹھ شتر سوار یا اونٹ سوار مہاجرین کا ایک دستہ روانہ کیا۔ اس مہم کی غرض قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔ چنانچہ جب عُبَیدہ بن حارث اوران کے ساتھی کچھ مسافت طے کر کے ثَنِيَّةُ الْمَرَّةْ (ثَنِيَّةُ الْمَرَّةْ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کرتے ہوئے اس مقام سے گزرے تھے۔ بہرحال جب یہ اس (مقام کے پاس پہنچے تو ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ قریش کے 200 مسلح نوجوان عِکْرِمَہ بن ابوجہل کی کمان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کچھ تیر اندازی بھی ہوئی لیکن پھر مشرکین کا گروہ یہ خوف کھا کر کہ مسلمانوں کے پیچھے کچھ کمک مخفی نہ ہو ان کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ گیا اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ البتہ مشرکین کے لشکر میں سے 2 شخص حضرت مقداد بن عمرو اور حضرت عُتْبہ بن غَزوَان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان سے خود بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آملے اور لکھا ہے کہ وہ اسی غرض سے قریش کے ساتھ نکلے تھے کہ موقع پاکر مسلمانوں میں آملیں۔ کیونکہ وہ دل سے مسلمان تھے مگر بوجہ اپنی کمزوری کے قریش سے ڈرتے ہوئے ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 99-100 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 328)

جمادی الاولیٰ 2 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ کو آٹھ مہاجرین کے ایک دستہ پر امیر مقرر فرما کر قریش کی خبر رسانی کے لیے خَرَّارْ مقام کی طرف روانہ فرمایا۔ خَرَّارْ بھی حجاز میں جُحْفَہ کے قریب ایک علاقہ ہے۔ بہرحال یہ لوگ وہاں گئے مگر دشمن سے ان کا سامنا نہیں ہوا۔

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 400 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 329-330)

پھر سریہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا ذکر ہے جو جمادی الآخر دو ہجری میں ہوا تھا۔ اس سریے میں حضرت سعدؓ بھی شامل ہوئے تھے اور اس کا بھی ذکر میں پہلے ایک دفعہ کر چکا ہوں لیکن 'سیرت خاتم النبیینؐ' کے حوالے سے یہاں مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات وسکنات کا زیادہ قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جاوے تاکہ ان کے متعلق ہر قسم کی ضروری اطلاع بروقت میسر ہو جاوے اور مدینہ ہر قسم کے اچانک حملوں سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتاً اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جو قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تاکہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے میں آسانی ہو اور اس پارٹی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد بھائی

حضرت عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر فرمایا۔ آپؐ نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو بھی یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا جا رہا ہے بلکہ چلتے ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک سر بمہر خط دے دیا، sealed خط تھا اور فرمایا کہ اس خط میں تمہارے لیے ہدایات درج ہیں۔ جب تم مدینہ سے دو دن کا سفر طے کر لو تو پھر اس خط کو کھول کر اس کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا۔ بہرحال آخر دو دن کی مسافت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو، اس خط کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادی نَخْلَہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع کر دو۔ آپؐ نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھی تھی کہ اس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگر تمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متأمل ہو اور واپس چلا آنا چاہے تو اسے واپس آنے کی اجازت دے دو۔ عبداللہ نے آپؐ کی یہ ہدایت اپنے ساتھیوں کو دی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم بخوشی اس خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ کوئی واپس نہیں جائے گا۔ اس کے بعد یہ جماعت وادیٔ نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔

راستے میں سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتبہ بن غَزْوَانؓ کا اونٹ کہیں کھو گیا اور وہ اس کو تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکا۔ یہ جو آٹھ آدمیوں کی پارٹی تھی اب باقی یہ صرف چھ رہ گئے۔ یہ چلتے رہے۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مستشرق مسٹر مارگولیس کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنی روایت کے مطابق شبہات پیدا کرنے کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور ان کے ساتھی کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہؓ نے جان بوجھ کر اپنا اونٹ چھوڑ دیا تھا اور اس بہانہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان جاں نثارانِ اسلام پر، جن کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ان کی شجاعت اور فدائیت پر شاہد ہے اور جن میں سے ایک غزوۂ بئر معونہ میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوا اور دوسرا کئی خطرناک معرکوں میں نمایاں حصہ لے کر بالآخر عراق کا فاتح بنا، اس قسم کا شبہ کرنا اور شبہ بھی محض اپنے من گھڑت خیالات کی بنا پر کرنا یہ مسٹر مارگولیس ہی کا حصہ ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ مارگولیس صاحب اپنی کتاب میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب ہر قسم کے تعصّب سے پاک ہو کر لکھی ہے۔

بہرحال مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت نخلہ پہنچی اور معلومات جو لینی تھیں ان کے لیے اپنے کام میں مصروف ہو گئی اور ان میں سے بعض نے اخفائے راز کے لیے اپنے سر کے بال منڈوا دیے تا کہ راہگیر وغیرہ ان کو عمرے کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ لیکن ابھی ان کو وہاں پہنچے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اچانک وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ آ پہنچا جو طائف سے مکہ کی طرف جا رہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں اور حالات ایسے بن گئے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسلمانوں نے آخر اپنی مرضی کے خلاف یہی فیصلہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی یہی تھا لیکن حالات کی وجہ سے یہی فیصلہ کیا کہ قافلے پر حملہ کر کے یا تو قافلے والوں کو قید کر لیا جاوے یا مار دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر حملہ کر دیا جس

کے نتیجہ میں کفار کا ایک آدمی مارا گیا اور دو آدمی قید ہو گئے لیکن بدقسمتی سے چوتھا آدمی بھاگ کر نکل گیا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی یہ تجویز کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ بہرحال اس کے بعد مسلمانوں نے قافلے کے سامان پر قبضہ کر لیا اور قیدی اور سامانِ غنیمت لے کر جلد جلد مدینے کی طرف واپس لوٹ آئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہ نے قافلے پر حملہ کیا تھا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا

مَا اَمَرْتُکُمْ بِقِتَالٍ فِی الشَّھْرِ الْحَرَامِ

کہ میں نے تمہیں شہر حَرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی تھی اور آپ نے مالِ غنیمت لینے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف قریش نے بھی شور مچا دیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کو توڑا ہے اور بڑا اس لیے بھی کہ جو آدمی مارا گیا تھا وہ عمرو بن حزرمی تھا۔ یہ ایک بہت بڑا رئیس تھا۔ بہرحال اس دوران میں ان کے آدمی، کفار کے آدمی اپنے دو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے مدینہ بھی پہنچ گئے لیکن چونکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عُتبہ بن غزوانؓ واپس نہیں آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق سخت خدشے میں تھے، خدشہ تھا کہ اگر قریش کے ہاتھ وہ پڑ گئے تو قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر مَیں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں واپس پہنچ گئے تو آپؐ نے دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ ان دو میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کا ایسا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور بئر معونہ کے موقع پر شہید ہوا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 330 تا 334)

غزوۂ بدر کے موقعے پر جنگ سے پہلے کے حالات بیان کرتے ہوئے بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیزی کے ساتھ بدر کی طرف بڑھنے شروع ہوئے اور جب آپؐ بدر کے قریب پہنچے تو کسی خیال کے ماتحت جس کا ذکر روایات میں نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے پیچھے سوار کر کے اسلامی لشکر سے کچھ آگے نکل گئے۔ اس وقت آپؐ کو رستے میں ایک بوڑھا بدوی ملا جس سے آپؐ کو باتوں باتوں میں یہ معلوم ہوا کہ اس وقت قریش کا لشکر بدر کے بالکل پاس پہنچا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر واپس تشریف لے آئے اور حضرت علیؓ، حضرت زُبیر بن عوامؓ اور حضرت سَعد بن ابی وَقّاصؓ کو دریافت حال کے لیے آگے روانہ فرمایا۔

جب یہ لوگ بدر کی وادی میں گئے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ مکہ کے چند لوگ ایک چشمہ سے پانی بھر رہے ہیں۔ ان صحابیوں نے اس جماعت پر حملہ کر کے ان میں سے ایک حبشی غلام کو پکڑ لیا اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپؐ نے نرمی سے اس سے دریافت فرمایا کہ لشکر اس وقت کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا اس سامنے والے ٹیلے کے پیچھے ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ لشکر میں کتنے آدمی ہیں۔ اس نے کہا بہت ہیں مگر پوری تعداد مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ ان کے لیے ہر روز کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ اس نے کہا دس ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس لشکر میں ایک ہزار آدمی معلوم ہوتے

ہیں اور حقیقتاً وہ اتنے ہی تھے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 355-356)

یہ حصہ بھی شاید کچھ تفصیل سے مَیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ غزوۂ بدر کے موقعے پر حضرت سعدؓ کی بہادری کے بارے میں روایت ملتی ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعے پر حضرت سعدؓ پیدل ہونے کے باوجود شہ سواروں کی طرح بہادری سے لڑ رہے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 104، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

اسی وجہ سے حضرت سعدؓ کو 'فارس الاسلام' کہا جاتا تھا یعنی اسلام کا شہ سوار۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 305، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

غزوۂ احد کے موقعے پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اُن گنتی کے چند لوگوں میں سے تھے جو سخت افراتفری کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدم رہے۔

(ماخوذ از خطبات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء صفحہ 337)

غزوۂ احد کے موقعے پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی عتبہ بن ابی وقاص مشرکین کی طرف سے جنگ میں شریک ہوا تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ بھی کیا تھا۔ اس واقعہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی ایک تقریر میں اس طرح بیان فرمایا تھا کہ عتبہ وہ بدبخت انسان تھا جس نے شدید حملہ کر کے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے کے دو دندانِ مبارک شہید کیے اور دہنِ مبارک کو سخت زخمی کر دیا۔ عتبہ کے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ جب ان کو عتبہ کی بدبختی کا علم ہوا تو جوشِ انتقام سے ان کا سینہ کھولنے لگا۔ آپؓ فرماتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے بھائی کے قتل پر ایسا حریص ہو رہا تھا کہ شاید کبھی کسی اَور چیز کی مجھے ایسی حرص نہ لگی ہو۔ دو مرتبہ دشمن کی صفوں کا سینہ چیر کر اس ظالم کی تلاش میں نکلا کہ اپنے ہاتھ سے اس کے ٹکڑے اڑا کر اپنا سینہ ٹھنڈا کروں مگر وہ مجھے دیکھ کر ہمیشہ اس طرح کترا کر نکل جاتا تھا جس طرح لومڑی کترا جایا کرتی ہے۔ آخر جب میں نے تیسری مرتبہ اس طرح گھس جانے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ شفقت مجھ سے فرمایا کہ اے بندۂ خدا! تیرا کیا جان دینے کا ارادہ ہے؟ چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روکنے سے اس ارادے سے باز رہا۔

(ماخوذ از خطبات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء صفحہ 346)

غزوۂ احد کے موقعے پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدم صحابہ تھوڑے رہ گئے اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ

"حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تیر پکڑاتے جاتے تھے اور حضرت سعدؓ یہ تیر دشمن پر بے تحاشا چلاتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا 'تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں برابر تیر چلاتے جاؤ۔' سعدؓ اپنی آخری عمر تک ان الفاظ کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 495)

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن اپنے ترکش سے تیر نکال کر میرے لیے بکھیر دیے اور آپؐ نے فرمایا تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا ......حدیث نمبر 4055)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی کے لیے اپنے ماں باپ فدا کرنے کی دعا دیتے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے غزوۂ احد کے موقع پر فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تیر چلاتے جاؤ۔ اے بھرپور طاقتور نوجوان! تیر چلاتے جاؤ۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب باب ارم فداك ابی و امی حدیث نمبر 3753)

یہاں یہ بیان بھی قابل ذکر ہے، یہ نوٹ بھی آیا ہوا ہے کہ حضرت سعدؓ کے علاوہ تاریخ میں حضرت زُبیر بن عوامؓ کا نام بھی ملتا ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یعنی تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب الزبیر بن العوامؓ حدیث نمبر 3720)

غزوۂ اُحُد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ اُحُد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے والدین کو اکٹھا کیا۔ انہوں نے کہا کہ مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا جس نے مسلمانوں میں آگ لگا رکھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یعنی حضرت سعدؓ سے فرمایا تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے وہ تیر جس کا پھل نہیں تھا اس کے پہلو میں مارا جس کی وجہ سے وہ مر گیا اور اس کا ستر کھل گیا اور میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے ہنس پڑے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضل سعد بن ابی وقاص 2412)

ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ اس مشرک نے (تاریخ کی کتابوں میں اس کا نام حِبَّان بتایا جاتا ہے) ایک تیر چلایا جو حضرت امّ ایمن کے دامن میں جا لگا جبکہ وہ زخمیوں کو پانی پلانے میں مصروف تھیں۔ اس پر حِبَّان ہنسنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو ایک تیر پیش کیا وہ تیر حِبَّان کے حلق میں جا لگا اور وہ پیچھے گر پڑا جس سے اس کا ننگ ظاہر ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔

(الاصابہ جلد 3 صفحہ 64 سعد بن مالك، دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)

صحیح مسلم کی جو یہ حدیث بیان ہوئی ہے اس کے متعلق وہاں جو ہماری نور فاؤنڈیشن ہے انہوں نے ابھی جو ترجمہ کیا ہے اس میں یہ نوٹ لکھا ہے اور اچھا نوٹ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشی اللہ کے اس احسان پر تھی کہ اس نے ایک خطرناک دشمن کو ایک ایسے تیر سے راستے سے ہٹایا جس کا پھل بھی نہیں تھا۔

(صحیح مسلم جلد 13 صفحہ 41 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد کے دن حضرت سعدؓ نے ایک ہزار تیر برسائے۔

(روشن ستارے از غلام باری سیف جلد 2 صفحہ 71)

صلح حدیبیہ کے موقعے پر صلح نامہ پر جن صحابہ نے بطور گواہ دستخط کیے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 769)

فتح مکہ کے موقعے پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 105، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، 1990ء)

حَجَّةُ الْوَدَاع کے موقعے پر حضرت سعدؓ بیمار ہو گئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں مکہ میں بیمار ہو گیا اور موت کے قریب پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میری وارث میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ مَیں نے عرض کیا پھر نصف مال صدقہ کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ مَیں نے عرض کی پھر ایک تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے مگر یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اپنی اولاد کو مال دار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں تنگ دست چھوڑ دو کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں اور جو بھی تم خرچ کرو گے اس کا تمہیں اجر ملے گا یہاں تک کہ اس لقمے پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت میں پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم پیچھے رہ بھی گئے تب بھی جو عمل تم اللہ کی رضامندی کے لیے کرو گے اس سے تمہارا درجہ اور مرتبہ بلند ہو گا اور ساتھ یہ بھی اظہار فرمادیا کہ مجھے امید ہے تم میرے بعد زندہ رہو گے یہاں تک کہ قومیں تم سے فائدہ اٹھائیں گی اور کچھ لوگ نقصان اٹھائیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث البنات حدیث نمبر 6733)

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے صحابہ کے لیے ان کی ہجرت پوری فرما اور ان کو ان کی ایڑھیوں کے بل نہ لوٹانا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب رثاء النبی ﷺ سعد بن خولہ حدیث نمبر 1295)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور پوچھا کیا تم نے وصیت کر دی ہے۔ مَیں نے عرض کی جی۔ آپؐ نے پوچھا کتنی؟ مَیں نے عرض کی میرا سارا مال اللہ کی راہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اپنی اولاد کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ مَیں نے عرض کی وہ مال دار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر دسویں حصے کی وصیت کر دو۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ مَیں اسی طرح کہتا رہا اور آپؐ اسی طرح فرماتے رہے۔ حضرت سعدؓ زیادہ مال صدقہ کرنا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم کرنے کی تلقین فرما رہے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تہائی مال کی وصیت کر دو اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔

(سنن نسائی کتاب الوصایا باب الوصیة بالثلث حدیث نمبر 3661)

بہر حال جو علم رکھنے والے ہیں اور فقہ والے بھی اس روایت سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ ایک تہائی مال

سے زیادہ کی وصیت نہیں ہو سکتی۔

(جامع ترمذی ابواب الوصایا باب ما جاء فی الوصیة بالثلث حدیث نمبر 2116)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ

"احادیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ اپنے اخراجات نکال کر باقی سارا مال تقسیم کر دینا اسلامی حکم نہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

يَجِيْءُ اَحَدُكُمْ بِمَالِهٖ كُلِّهٖ يَتَصَدَّقُ بِهٖ وَيَجْلِسُ يَتَكَفَّفُ النَّاسَ اِنَّمَا الصَّدَقَةُ عَنْ ظَهْرِ غِنًى۔(کشاف)

یعنی تم میں سے بعض لوگ اپنا سارا مال صدقہ کے لیے لے آتے ہیں اور پھر لوگوں کے آگے سوال کے لیے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں۔ صدقہ صرف زائد مال سے ہوتا ہے۔ اسی طرح فرماتے ہیں

لَأَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ (ترمذی)

یعنی اگر تو اپنے ورثاء کو دولت مند چھوڑ جائے تو یہ زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ تُو ان کو غریب چھوڑ جائے اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ثلث مال کے تقسیم کر دینے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے انہیں منع فرمایا۔ پھر انہوں نے آدھا مال تقسیم کرنا چاہا۔ تو اس سے بھی منع فرمایا۔ پھر انہوں نے تیسرے حصہ کے تقسیم کر دینے کی اجازت چاہی تو اس حصہ کی آپؐ نے اجازت دے دی مگر ساتھ ہی فرمایا

اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ

یعنی تیسرے حصہ کی وصیت کر دو گو ثلث بھی کثیر ہے۔ غرض یہ خیال کہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ جو مال ضرورت سے زائد بچے اسے تقسیم کر دینا چاہیے بالکل خلاف اسلام اور خلاف عمل صحابہؓ ہے۔" کیونکہ صحابہ کے عمل ایسے تھے۔ "جن میں سے بعض کی وفات پر لاکھوں روپیہ ان کے ورثاء میں تقسیم کیا گیا۔" (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 494)

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مکہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا تو میں نے آپؐ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دل پر محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھ کر مجھے فرمایا کہ تمہیں تو دل کی تکلیف ہے پس تم حارث بن کَلَدَہْ کے پاس جاؤ جو بنو ثَقِیف کا بھائی ہے وہ طبیب ہے اور اسے کہو کہ وہ مدینے کی سات عجوہ کھجوروں کو ان کی گٹھلیوں سمیت پیس لے اور تمہیں بطور دوائی پلائے۔

(الطبقات الکبریٰ جزو ثالث صفحہ 108، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، 1990ء)

ایک روایت میں بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں ایک شخص کو خاص طور پر متعین فرمایا کہ وہ حضرت سعدؓ کا خیال رکھے اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ اگر حضرت سعدؓ مکے میں فوت ہو جائیں تو انہیں ہرگز مکے میں نہ دفنایا جائے بلکہ مدینہ لایا جائے اور وہاں دفن کیا جائے۔

(طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ 108، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعدؓ کا شکار کے بارے میں واقعہ بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گو خود شکار نہیں کیا" کرتے تھے "مگر حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپؐ شکار کروایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک غزوہ میں آپؐ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو بلایا اور فرمایا کہ دیکھو وہ ہرن جا رہا ہے اسے تیر مارو۔ جب وہ تیر مارنے لگے تو آپ نے پیار سے اپنی ٹھوڑی ان کے کندھے پر رکھ دی اور فرمایا اے خدا اس کا نشانہ بے خطا کر دے۔" (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 124)

حضرت سعدؓ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی عطا فرمائی کہ عراق آپؓ کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔ غزوۂ خندق کے موقعے پر ایک مرتبہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ خندق میں ایک چٹان آگئی ہے جو ٹوٹتی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور تین کدالیں اس چٹان پر ماریں اور ہر بار چٹان کچھ ٹوٹی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے اللہ اکبر! کہا اور آپؐ کی اتباع میں صحابہ نے بھی نعرہ لگایا۔ اس موقع پر ایک ضرب پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے مَدَائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ آپؐ نے جو دیکھا وہ حضرت سعدؓ کے ہاتھوں پورا ہوا۔ (ماخوذ از روشن ستارے جلد 2 صفحہ 79)

عرب کے ماحول میں دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ایک کِسریٰ کی، دوسری قیصر کی۔ عراق کا بڑا حصہ کسریٰ کے زیر نگیں تھا اور مدین میں ان کے شاہی محلات تھے۔ مدائن، قادسیہ، نَہَاوَنْد اور جَلُولَاء کے مشہور معرکے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے زیر قیادت لڑے گئے۔

مدائن کا تعارف یہ ہے کہ عراق میں بغداد سے کچھ فاصلے پر جنوب کی طرف دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ چونکہ یہاں یکے بعد دیگرے کئی شہر آباد ہوئے اس لیے عربوں نے اسے مدائن یعنی کئی شہروں کا مجموعہ کہنا شروع کر دیا۔

قادسیہ بھی عراق کا ایک شہر تھا جہاں مسلمانوں اور فارسیوں کے درمیان مشہور جنگ لڑی گئی جسے جنگِ قادسیہ کہتے ہیں اور موجودہ قادسیہ کا شہر کوفے سے پندرہ فرسخ کے فاصلے پر ہے۔

نَہَاوَنْد: یہ موجودہ ایران میں واقع ایک شہر ہے جو ایرانی صوبہ ہمدان میں اس کے دارالحکومت ہمدان سے 70 کلو میٹر جنوب میں واقع ہے۔

جَلُولَاء موجودہ عراق کا شہر ہے جو دریائے دَجْلَۃُ الْاَیْمَن کے کنارے واقع ہے۔ یہاں مسلمانوں اور فارسیوں کے درمیان جنگ لڑی گئی۔ اس کا نام جَلُولَاء اس لیے رکھا گیا کہ یہ شہر ایرانیوں کی لاشوں سے بھر گیا تھا۔

عراق میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثَہ نے ایرانیوں کے بار بار تنگ کرنے کی وجہ سے بارڈر پہ چڑھائی کی اجازت چاہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں اجازت دے دی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔ جب ملک شام سے حضرت ابوعبیدہؓ نے دربارِ خلافت سے کمک طلب کی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو ان کی مدد کے لیے بھجوا دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق میں حضرت مُثَنّٰی کو اپنا جانشین مقرر کیا لیکن حضرت خالدؓ کے عراق سے جانے کے ساتھ ہی یہ مہم سرد پڑ گئی۔ جب

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آپؓ نے از سر نو عراق کی مہم کی طرف توجہ فرمائی۔ حضرت مُثَنّیؓ نے بُوَیْب اور دیگر جنگوں میں دشمنوں کو پے در پے شکست دے کر عراق کے ایک وسیع خطے پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت عراق کا علاقہ کسریٰ کے زیر نگیں تھا۔ ایرانیوں کو جب مسلمانوں کی جنگی قوتوں کا اندازہ ہوا اور ان کی مسلسل فتوحات نے ان کی آنکھیں کھولیں تو انہوں نے پوران دُخت جو ان کی ملکہ تھی اس کی بجائے خاندان کسریٰ کے اصلی وارث جو یَزْدگِرْد تھا اس کو تخت نشین کیا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی ایرانی سلطنت کی تمام طاقتوں کو مجتمع کیا۔ تمام ملک میں مسلمانوں کے خلاف جوش و انتقام کی آگ بھڑکائی۔ ان حالات میں حضرت مُثَنّیؓ کو مجبوراً عرب کی سرحد سے ہٹنا پڑا۔ حضرت عمرؓ کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو آپؓ نے عرب میں پُرجوش خطیب ہر طرف پھیلا دیے اور کسریٰ کے خلاف مسلمانوں کو کھڑا ہونے کے لیے کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عرب میں ایک جوش پیدا ہوا اور ہر طرف سے جاں نثارانِ اسلام ہتھیلی پر جانیں رکھ کر دارالخلافہ کی جانب اُمڈ آئے۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ کیا کہ اس مہم کی قیادت کس کے سپرد کی جائے۔ عوام کے مشورے سے حضرت عمرؓ خود اس مہم کی قیادت کے لیے تیار ہوئے لیکن حضرت علیؓ اور اکابر صحابہؓ کی رائے اس میں مانع ہوئی، انہوں نے روک دیا۔ اس غرض کے لیے حضرت سعید بن زیدؓ کا نام بھی پیش کیا گیا۔ اسی اثناء میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اٹھے اور عرض کی یا امیر المومنین! اس مہم کے لیے مجھے صحیح آدمی معلوم ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ کون ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ! اس کے بعد سب لوگوں نے حضرت سعدؓ کے نام پر اتفاق کیا اور حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّہٗ رَجُلٌ شُجَاعٌ رَامٍ

یعنی وہ ایک بہت بہادر نڈر اور زبردست تیر انداز انسان ہے۔ حضرت مُثَنّیؓ مقام ذِی قَار، کوفہ اور وَاسِط کے درمیان ایک جگہ ہے اس میں آٹھ ہزار جاں نثار بہادروں کے ساتھ حضرت سعدؓ کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کو خدا کی طرف سے بلاوا آ گیا اور ان کی وفات ہو گئی اور انہوں نے اپنے بھائی حضرت مُعَنّیؓ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ حضرت مُعَنّیؓ نے حسبِ ہدایت حضرت سعدؓ سے ملاقات کی اور حضرت مُثَنّیؓ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت سعدؓ نے اپنی فوج کا جائزہ لیا تو وہ کم و بیش تیس ہزار آدمیوں پر مشتمل لشکر تھا۔ آپؓ نے لشکر کو ترتیب دیا اور لشکر کا جو دایاں حصہ تھا اور بایاں حصہ تھا اس کی تقسیم کر کے ان پر علیحدہ علیحدہ افسر مقرر کیے اور آگے بڑھے اور قادسیہ کا محاصرہ کر لیا۔ قادسیہ کا معرکہ 16 ہجری کے آخر میں پیش آیا۔ کفّار کی تعداد دو لاکھ اسّی ہزار کے قریب تھی اور ان کے لشکر میں تیس ہاتھی تھے۔ ایرانی فوج کی کمان رُستَم کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت سعدؓ نے کفار کو اسلام کی دعوت دی اس کے لیے آپ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا۔ رستم نے ان سے کہا کہ تم لوگ تنگ دست ہو اور تنگدستی کو دور کرنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم سیر ہو جاؤ گے۔ حضرت مغیرہؓ نے جواب میں کہا کہ ہم نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا۔ ہم تمہیں خدائے واحد کی طرف اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم یہ قبول کر لو تو تمہارے لیے بہتر ہے ورنہ پھر جنگ ہے،

تلوار ہے جو ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اس جواب سے رستم کا چہرہ سخت سرخ ہو گیا کیونکہ ان کی طرف سے پہل ہوئی تھی اور وہ جنگ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا ہم تو ابھی بھی جنگ نہیں کرنا چاہتے ہم تو تمہیں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں پیغام دے رہے ہیں لیکن تم اگر جنگ چاہتے ہو تو پھر ٹھیک ہے پھر تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ بہر حال اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مشرک تھا۔ اس نے کہا سورج اور چاند کی قسم کہ صبح کے طلوع ہونے سے پہلے ہم جنگ کا آغاز کریں گے اور تم سب کو تہ تیغ کر دیں گے۔ حضرت مغیرہؓ نے کہا کہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

کہ ساری طاقتوں کا منبع اور مرکز اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ حضرت سعدؓ کو حضرت عمرؓ کا پیغام ملا کہ پہلے ان کو دعوت حق دو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے مشہور شاعر اور شہ سوار حضرت عَمرو بن مَعْدِیْ کَرِبؓ اور حضرت اَشْعَث بن قَیس کِنْدَیؓ کو اس وفد کے ساتھ بھیجا۔ رستم سے ان کا آمنا سامنا ہوا تو اس نے پوچھا کہ کدھر جا رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے والی سے ملنے۔ اس پر رستم اور ان کے درمیان تفصیلی گفتگو ہوئی۔ وفد کے ممبران نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ہم تمہارے علاقے پر قابض ہوں گے۔ اس پر رستم نے مٹی کی ٹوکری منگوائی اور کہا لو یہ ہے ہماری زمین۔ اسے سر پر اٹھا لو۔ حضرت عَمرو بن مَعدِی کَرِبؓ جلدی سے اٹھے اور مٹی کی ٹوکری اپنی جھولی میں رکھ لی اور چل دیے اور کہا کہ یہ فال ہے کہ ہم غالب ہوں گے اور ان کی زمین ہمارے قبضہ میں آ جائے گی۔ پھر وہ شاہِ ایران کے دربار میں پہنچے اور اسے اسلام کی دعوت دی جس پر وہ سخت ناراض ہوا اور کہا میرے دربار سے چلے جاؤ۔ اگر تم پیغامبر نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کروا دیتا۔ پھر اس نے رستم کو حکم دیا کہ انہیں ناقابل فراموش سبق سکھایا جائے۔ جمعرات کے دن ظہر کے بعد جنگ کا نقارہ بجا۔ حضرت سعدؓ نے تین بار اللہ اکبر! کا نعرہ بلند کیا اور چوتھے پر جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت سعدؓ بیمار تھے اور میدانِ جنگ کے قریب قصر عُذَیب کے بالاخانے میں بیٹھے فوج کو ہدایات دے رہے تھے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 79 تا 82)(اٹلس فتوحات اسلامیہ صفحہ 81، 100، 118، 126)

(معجم البلدان جلد 4 صفحه 333 دار الكتب العلميه بيروت)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب خسرو پرویز کے پوتے یَزْدْ جَرْدْ کی تخت نشینی کے بعد عراق میں مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے مقابلے کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت سعدؓ نے جنگ کے لیے قادسیہ کا میدان منتخب کیا اور حضرت عمرؓ کو اس مقام کا نقشہ بھجوا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس مقام کو پسند کیا مگر ساتھ ہی لکھا کہ پیشتر اس کے کہ شاہ ایران کے ساتھ جنگ کی جائے تمہارا فرض ہے کہ ایک نمائندہ وفد شاہ ایران کے پاس بھیجو اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ چنانچہ انہوں نے اس حکم کے ملنے پر ایک وفد یَزْدْجَرْدْ کی ملاقات کے لیے بھجوا دیا۔ جب یہ وفد شاہ ایران کے دربار پر پہنچا۔ شاہ ایران نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے پوچھو کہ یہ کیوں آئے ہیں؟ جب اس نے یہ سوال کیا تو وفد کے رئیس حضرت نعمان بن مُقَرِّنْ کھڑے ہوئے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کرتے

ہوئے بتایا کہ آپؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسلام کو پھیلائیں اور دنیا کے تمام لوگوں کو دینِ حق میں شامل ہونے کی دعوت دیں۔ اس حکم کے مطابق ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ کو اسلام میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ یزدجرد اس جواب سے بہت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ تم ایک وحشی اور مردار خور قوم ہو۔ تمہیں اگر بھوک اور افلاس نے اس حملے کے لیے مجبور کیا ہے تو مَیں تم سب کو اس قدر کھانے پینے کا سامان دینے کو تیار ہوں کہ تم اطمینان سے اپنی زندگی بسر کر سکو۔ حالانکہ ابتدا ان کی طرف سے ہی ہوئی تھی اور پھر الزام بھی مسلمانوں کو دے رہا تھا۔ بہرحال پھر کہنے لگا کہ اسی طرح تمہیں پہننے کے لیے لباس بھی دوں گا۔ تم یہ چیزیں لو اور اپنے ملک واپس چلے جاؤ۔ یہاں بارڈر پر بیٹھے اپنی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہو اس کو چھوڑ دو اور مَیں جس طرح اس علاقے پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں مجھے کرنے دو۔ تم ہم سے جنگ کر کے اپنی جانوں کو کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو؟ جب وہ بات ختم کر چکا تو اسلامی وفد کی طرف سے حضرت مُغیرہ بن زُرَارَہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نے ہمارے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔

ہم واقعی میں ایک وحشی اور مُردار خور قوم تھے۔ سانپ اور بچھو اور ٹڈیاں اور چھپکلیاں تک کھا جاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور اس نے اپنا رسول ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اس کی باتوں پر عمل کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہم میں ایک انقلاب پیدا ہو چکا ہے اور اب ہم میں وہ خرابیاں موجود نہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اب ہم کسی لالچ میں آنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہماری آپ سے جنگ شروع ہو چکی ہے۔ اب اس کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہی ہو گا۔ دنیوی مال و متاع کا لالچ ہمیں اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ یزدجرد نے یہ بات سنی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ایک نوکر سے کہا کہ جاؤ اور مٹی کا ایک بورا لے آؤ۔ جب مٹی کا بورا آیا تو اس نے اسلامی وفد کے سردار کو آگے بلایا اور کہا چونکہ تم نے میری پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے اس لیے اب اس مٹی کے بورے کے سوا تمہیں کچھ اَور نہیں مل سکتا۔ وہ صحابی نہایت سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنا سر جھکا دیا اور مٹی کا بورا اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا۔

پھر انہوں نے ایک چھلانگ لگائی اور تیزی کے ساتھ اس کے دربار سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے کہا۔ آج ایران کے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے ملک کی زمین ہمارے حوالے کر دی ہے اور پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے نکل گئے۔ بادشاہ نے جب ان کا یہ نعرہ سنا تو وہ کانپ اٹھا اور اس نے اپنے درباریوں سے کہا دوڑو اور مٹی کا بورا ان سے واپس لے آؤ۔ یہ تو بڑی بدشگونی ہو گئی ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے ملک کی مٹی ان کے حوالے کر دی ہے مگر وہ اس وقت تک گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت دور نکل چکے تھے۔ لیکن آخر وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا اور چند سال کے اندر اندر سارا ایران مسلمانوں کے ماتحت آ گیا۔ یہ عظیم الشان تغیر مسلمانوں میں کیوں پیدا ہوا؟ اس لیے کہ قرآنی تعلیم نے ان کے اخلاق، ان کی عادات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ ان کی سفلی زندگی پر اس نے ایک موت طاری کر دی تھی اور انہیں بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اور اس کے نتیجہ میں پھر وہ دنیا میں اسلام پھیلانے والے بنے اور اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے

حقیقی مسلمان بنانے والے بنے اور کوئی خوف اور خطرہ کسی طاقت کا ان کو مرعوب نہیں کر سکا۔
(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 204-205)

بہر حال ان کے ذکر کا ابھی کچھ حصہ رہتا ہے باقی حصہ ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

مَیں آج بھی کچھ جنازے غائب پڑھاؤں گا اور ان میں سے پہلا جنازہ مکرمہ بشریٰ اکرم صاحبہ اہلیہ محمد اکرم باجوہ صاحب کا ہے جو پاکستان میں ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی ہیں۔ 25/ مارچ 2020ء کو 66 سال کی عمر میں یہ وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ حالات کی وجہ سے اس وقت جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ کی اولاد میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ بشریٰ اکرم صاحبہ اپنے خاوند مکرم محمد اکرم باجوہ صاحب کے ساتھ پندرہ سال لائبیریا میں رہیں۔ اسی دوران صدر لجنہ اماء اللہ لائبیریا کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ لائبیریا میں خانہ جنگی کے دوران اپنے خاوند اور بچوں سمیت پندرہ دن تک انہیں آرمی کی بیرکس میں زیر حراست رکھا گیا۔ محمد اکرم باجوہ صاحب لکھتے ہیں کہ مرحومہ نے ایک واقفِ زندگی کے ساتھ یعنی اکرم صاحب کے ساتھ 37/ سال کا عرصہ رفاقت نہایت اخلاص، صبر اور وفا کے ساتھ بسر کیا خصوصاً خاکسار کی لائبیریا میں بطور مبلغ جب تقرری ہوئی اور وہاں امیر جماعت بھی تھے تو 23 سال کے قیام کے دوران تبلیغی اور تربیتی امور میں معاونت کی۔ مہمانوں کی تواضع کی۔ دیگر جماعتی معاملات میں مددگار رہیں۔ صدر لجنہ اماء اللہ لائبیریا کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ لائبیریا میں مرحومہ اپنے پندرہ سالہ قیام کے دوران بارہا ملیریا اور ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہوئیں لیکن اس کے باوجود نہایت صبر کے ساتھ خاکسار کی شریکِ کار رہیں۔ مرحومہ نے بچوں کی بہترین دینی اقدار پر تربیت کی ہے اور دو بچے ماشاء اللہ وفا کے ساتھ جماعت سے جڑے ہوئے ہیں۔

ایک واقفِ زندگی منصور ناصر صاحب جو وہاں شاید ہائی سکول کے پرنسپل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ تین سال مسلسل جب تک میں اکیلا لائبیریا میں رہا مجھے اپنے گھر میں رکھ کر انہوں نے مہمان نوازی کی اور بچوں کی طرح رکھا، چھوٹے بھائیوں کی طرح رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی ان کی دعاؤں کا وارث بنائے اور نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ اقبال احمد ناصر پیر کوٹی کا ہے جو کرونڈی ضلع خیر پور کے تھے۔ 14 جولائی 2020ء کو بیاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے بیٹے اکبر احمد طاہر صاحب برکینا فاسو میں مبلغ سلسلہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ مکرم میاں نور محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے تھے، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ میاں امام دین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور میاں پیر محمد صاحب اور مکرم حافظ محمد اسحاق صاحب صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ لمبے عرصہ تک بطور سیکرٹری مال خدمت کی توفیق پائی۔ انصار اللہ کے زعیم بھی رہے۔ امام الصلوٰۃ بھی تھے۔ مربی اطفال وغیرہ کی خدمت بھی ادا کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ بچپن میں مَیں نے دیکھا کہ ایک ڈبے میں پیسے علیحدہ کر کے رکھتے تھے اور پوچھنے پر بتایا کرتے تھے کہ چندے کے پیسے ساتھ کے

ساتھ علیحدہ کر کے رکھتا جاتا ہوں تا کہ وقت پر ادائیگی کر سکوں۔ بڑے جذبے اور شوق سے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ کے ذریعے کئی سعید روحیں جماعت میں شامل ہوئیں۔ دعا گو، پابندِ صوم وصلوٰۃ اور تہجد گزار تھے۔ یہ برکینا فاسو میں ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بڑے اصرار پر یہ 2016ء میں برکینا فاسو آئے اور اس دوران میں جتنے جماعتی جلسے ہوئے، اجتماعات ہوئے ان میں شرکت کی اور بڑے جوش سے وہاں نعرے لگاتے تھے اور حاضرین کا خون گرمایا اور دلی سکون حاصل کیا کیونکہ پاکستان میں لمبے عرصے سے جماعتی جلسہ جات نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل میں ایک تشنگی تھی۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ بشیراں بیگم صاحبہ اور تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

امیر مشنری انچارج برکینا فاسو لکھتے ہیں کہ جب برکینا فاسو آئے ہیں تو اگرچہ ان کو زبان کا مسئلہ تھا۔ وہاں فرنچ بولی جاتی ہے لیکن ان کی محبت کی زبان کو ہر کوئی سمجھتا تھا اور وہ ہر ایک سے اتنا پیار سے ملتے کہ ہر کوئی ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ ان کی وفات پر یہاں کے مقامی لوگوں نے بہت محبت سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ہمارے نیشنل سیکرٹری اشاعت باپینا (Bapina) صاحب نے ان کی تصویر شیئر کی اور انہوں نے وفات کے بعد لکھا کہ برکینا فاسو کے قیام کے دوران ان سے ملا تو میں نے ان کو حقیقی عظیم احمدی پایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ ان کے بیٹے جو وہاں مربی ہیں وہ جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔

تیسرا جنازہ غلام فاطمہ فہمیدہ صاحبہ کا ہے جو محمد ابراہیم صاحب کی اہلیہ تھیں۔ دولیاہ جٹاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کی ہیں۔ 18/جولائی 2020ء کو 72 سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 1944ء میں ان کے والد نے بیعت کی تھی۔ ان کا نام نیک محمد عرف کالے خان تھا اور بیعت سے قبل انہوں نے خواب دیکھی تھی کہ میں کسی بزرگ سے ملنے جا رہا ہوں۔ جب میں نے بزرگ کو دیکھا تو ان کی طرف بڑھ کر معانقہ کیا۔ اس بزرگ نے کالے خان صاحب کو فرمایا کہ کالے خان آپ کب ہمارے پاس آ رہے ہیں؟ تو کالے خان صاحب نے کہا کہ مَیں تو آ ہی گیا ہوں۔ تو کہتے ہیں جب ایک شخص کے پاس حضرت خلیفہ ثانیؓ کی تصویر دیکھی تو آپ نے پہچان لیا اور کہا اسی بزرگ شخص کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور بذریعہ خط آپ نے بیعت کر لی اور ان کی بیعت کے بعد ان کی اہلیہ نے بھی کہا کہ میری بیعت بھی ساتھ ہی کروا دیں اور انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ دونوں میاں بیوی مخلص تھے۔ اسی طرح ان کی اولاد فہمیدہ فاطمہ صاحبہ جو فوت ہوئی ہیں ان پر ان کی تربیت کا اثر ہے۔ یہ بھی پنجوقتہ نمازی اور تہجد گزار تھیں۔ تلاوت قرآن کریم باقاعدہ کرنے والی تھیں اور آپ کے بچوں نے اکثر آپ کو خدا کے حضور راتوں کو اٹھ اٹھ کر گریہ وزاری کرتے دیکھا ہے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جب عورتوں کو اجازت تھی تو اس وقت آپ نمازِ جمعہ کے لیے ایک گھنٹہ قبل مسجد میں چلی جاتیں اور نوافل اور دعاؤں میں وقت گزارتیں۔ بہت بہادر، حوصلہ مند اور صبر کرنے والی تھی۔ آپ کے خاوند 1965ء اور 71ء کی جنگ میں دو مرتبہ قید ہوئے۔ پہلی مرتبہ تو لمبے عرصہ تک آپ کے خاوند کے زندہ ہونے کی کوئی خبر نہیں آئی اور ان کو شہید سمجھا گیا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں۔ غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کر دی گئی لیکن اس کے باوجود آپ کو حوصلہ تھا کہ خاوند زندہ موجود ہیں اور ضرور

واپس آئیں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور خاوند کو رہائی نصیب ہوئی اور واپس آ گئے۔ مرحومہ نے پسماندگان میں خاوند مکرم محمد ابراہیم صاحب کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ تین بیٹے واقفِ زندگی ہیں اور محمد جاوید صاحب زیمبیا میں بطور مبلغ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ والدہ کی وفات پر پاکستان نہیں جا سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم محمد احمد انور صاحب حیدر آبادی کا ہے جو 22؍ مئی کو 94 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا شیخ داؤد احمد صاحب کے ذریعے آئی تھی۔ ابتدائی عمر میں آپ کے والد نے اپنے دو بیٹوں کو یعنی محمد احمد صاحب انور اور مجید احمد صاحب کو تعلیم کی غرض سے قادیان بھجوا دیا تھا۔ قادیان میں منارۃ المسیح پر اذان دینے کا شرف بھی ان کو حاصل ہوا۔ محمد احمد صاحب ابتدا سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رہے اور پارٹیشن کے بعد حضور کے ہمراہ ربوہ آ گئے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے ڈرائیور کے طور پر بھی کام کیا۔ پھر انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور فزیکل ایجوکیشن میں ڈپلومہ لیا۔ پھر اردو میں اور اسلامیات میں ایم۔ اے کیا، ڈی پی کا امتحان پاس کیا۔ پھر تعلیم الاسلام کالج میں ان کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ 73ء سے 76ء تک تین سال کے لیے وقف کر کے گیمبیا چلے گئے۔ 78ء سے 86ء نائیجیریا میں لڑکیوں کے کالج میں اسلامیات کے ٹیچر رہے۔ اٹھاسی میں پاکستان سے جرمنی ہجرت کی اور 2009ء میں وہاں سے یوکے آ گئے اور پھر یہیں رہے۔ مرحوم کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جو سب شادی شدہ ہیں۔ قضا بورڈ جرمنی کے نائب صدر رہے۔ ایک وقت میں جماعت جرمنی کے آڈیٹر بھی رہے۔ ان کی بیٹی امۃ المجید صاحبہ کہتی ہیں کہ میرے والد دعاؤں کا ایک خزانہ تھے۔ اپنی زندگی میں انہوں نے صرف نماز، قرآن، روزہ اور خلافت کی خدمت کرنے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ہم سب بچوں کو بھی یہی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

آج کا جو آخری جنازہ ہے وہ مکرم سلیم حسن الجابی صاحب مرحوم آف سیریا کا ہے۔ 30؍ جون کو 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی بیٹی لبنیٰ الجابی صاحبہ اور ان کی پوتی ہبہ الجابی صاحبہ جو ڈاکٹر بلال طاہر صاحب کی اہلیہ ہیں اور یہاں یوکے میں رہتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ سلیم جابی صاحب کی پیدائش دسمبر 1928ء میں دمشق کے مضافاتی علاقے میں ہوئی تھی۔ 18 سال کی عمر میں جابی صاحب کا احمدیت سے تعارف ایک سادہ سے احمدی کسان مکرم ابوذہب کے ذریعے سے ہوا۔ اس پر جابی صاحب نے استخارہ کیا تو خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور خواب میں ہی آپؑ کی بیعت کی۔ بعد میں ابوذہب صاحب نے انہیں اسلامی اصول کی فلاسفی کا عربی ترجمہ دیا۔ اس کتاب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھ کر اس وقت کے جماعت احمدیہ شام کے امیر مکرم منیر الحصنی صاحب کے پاس جا کر بیعت کر لی۔ ان کے خاندان کی طرف سے، والد کی طرف سے سخت مخالفت تھی لیکن مرحوم ثابت قدم رہے۔ پھر ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں پاکستان جانے کا موقع ملا۔ وہاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر سایہ چھ سال انہوں نے ربوہ میں گزارے اور وہیں

دینی تعلیم حاصل کی۔ نیز اردو زبان بھی سیکھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر پاکستان میں ہی ان کی شادی ہوئی اور حضور نے ان کا نکاح پڑھایا۔ ان کی اہلیہ پاکستانی تھیں۔ مرحومہ کی پوتی ہبہ جابی صاحبہ لکھتی ہیں کہ ہمارے دادا ہمیشہ ہمیں نصیحت کرتے اور تعلیم و تربیت کے لیے وقت دیتے تھے اور روحانی ترقی اور خلافت کے ساتھ وابستگی جیسے امور پر زور دیتے تھے۔ آپ کی اہلیہ چند سال قبل وفات پا گئی تھیں۔ آپ کے چھ بچے تھے۔ ایک بیٹے ڈاکٹر نعیم الجابی صاحب چند سال پہلے اغوا ہو گئے تھے اور اب تک ان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ وسیم الجابی پولینڈ میں جماعت کے ممبر ہیں اور یہ ہبہ جابی کے والد ہیں۔ اسی طرح دو بیٹیاں اور دو بیٹے سیریا میں ہیں۔ ہبہ جابی صاحبہ بھی یہاں جماعت کی خدمت خاص طور پر کتب کے ترجمے میں اچھے مشورے دیتی ہیں اور کام کر رہی ہیں۔ ان کے میاں بلال طاہر بھی ترجمے کرتے ہیں۔ یہ ان کی مدد کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص و وفا میں بھی برکت ڈالے اور ان کے عرفان کو بھی بڑھائے۔

ان کی بیٹی لبنیٰ عبد الخبیر الجابی لکھتی ہیں کہ ہمیں رسوم اور بدعات کی پیروی سے منع کرتے اور تعلق باللہ اور تبلیغ کی نصیحت کرتے۔ غریبوں پر بہت خرچ کرتے۔ مرحوم کے ذریعے شام اور لبنان میں کئی لوگوں نے بیعت کی جن میں عیسائی بھی شامل تھے۔ پھر کہتی ہیں کہ ہمیں آخری وصیت یہ کی کہ خلافت سے ہمیشہ چمٹے رہنا اور خلیفہ وقت کی نصائح پر عمل کرنا۔ تبلیغ میں سستی نہ کرنا اور ہمیشہ ہر کام کے لیے دعا سے کام لینا اور حق کے راستے میں کسی ظلم کی پروا نہ کرنا۔ صدر جماعت لبنان عمر علام صاحب لکھتے ہیں کہ احمدیت سے تعارف سے قبل ہم سلیم الجابی صاحب مرحوم کی کتب پڑھتے تھے اور اس میں ظہور امام الزمان علیہ السلام اور اس کی مبارک جماعت کی طرف اشارے ہوتے تھے۔ جب ہم یہ سب پڑھ چکے اور پھر انہوں نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت کے بارے میں کھل کر بتایا اور بیعت کا کہا کہ بیعت کرو۔ یہ ان کا اپنا ایک انداز تھا۔ ضروری نہیں کہ ہر جگہ ہی صحیح چلے لیکن بہرحال انہوں نے اس طرح تبلیغ کی اور بہت سوں کو تبلیغ کر کے احمدی بنایا۔ نیز کہا کہ اب میری کتب چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء اور جماعت کی کتب پڑھیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم دوستوں نے جو لبنان کے اولین احمدی ہیں مرحوم کے ذریعے سے بیعت کی تھی اور ہم اس بارے میں ان کے احسان کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

معتز قزق صاحب جو سیرین ہیں اور آج کل کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔ کہتے ہیں سیریا میں ایک لوکل جماعت کا صدر تھا تو اس وقت متعدد دفعہ الجابی صاحب سے ملا۔ مَیں نے دیکھا کہ جب بھی خلافت کا ذکر آتا تو وہ اکثر کہتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ خلافت کے قدموں میں میری موت آئے۔

میر انجم پرویز صاحب یہاں عربی ڈیسک کے مبلغ سلسلہ ہیں وہ کہتے ہیں جب بھی نظام خلافت کے نام پر کوئی بات کہی جاتی تو سرِ تسلیم خم کرتے تھے اور برملا اس بات کا اظہار کرتے کہ جو بھی نظامِ جماعت مجھے حکم دے گا میں اس کی اطاعت کروں گا۔ 2011ء میں سیریا سے جلسہ سالانہ یوکے پر آئے تھے اور کہتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ یہاں خلیفہ وقت کے قدموں میں میری جان نکل جائے اور میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اعزاز نہیں۔

جابی صاحب کے ذریعے بہت سے لوگوں نے احمدیت قبول کی اور ان میں سے اکثر جماعت اور خلافت کے وفادار اور مخلص احمدی ہیں۔ بہتوں نے مجھے خط بھی لکھے ہیں کہ ہم نے ان سے بہت کچھ سیکھا اوران کے ذریعہ سے احمدیت قبول کی۔ پھر جابی صاحب کہتے تھے کہ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ نے خود مجھے فرمایا تھا کہ میری کتاب "حیات قدسی" کا ترجمہ کرو تا کہ عرب لوگوں کو پتہ چلے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کیسے تھے؟ چنانچہ انہوں نے حیات قدسی کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا۔ عربی تو خیر ان کی اپنی زبان تھی۔ اس کے علاوہ اردو بھی ان کو آتی تھی اچھی بول لیتے تھے۔ فارسی بولتے تھے۔ انگریزی زبان بھی آتی تھی گزارہ کر لیتے تھے۔

2005ء میں مَیں قادیان کے جلسے میں جب گیا ہوں تو وہاں مجھے ملے۔ مختصر سی ملاقات تھی لیکن انتہائی عاجزی سے ملے۔ پھر یوکے میں مجھے ملے۔ جلسے پر یہاں آئے تھے اور بڑی عاجزی سے انہوں نے کہا کہ خلافت احمدیہ پر میرا کامل یقین ہے۔ پوری اطاعت اور پوری طرح عقیدت رکھتا ہوں اور میرے لیے دعا بھی کریں کہ نظام جماعت کے ساتھ ہمیشہ جڑا رہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد اور ان کی نسل کو بھی کامل وفا کے ساتھ جماعت اور خلافت کے ساتھ جوڑے رکھے۔ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اب جمعے کی نماز کے بعد جیسا کہ میں نے کہا (شاید نہیں کہا تھا لیکن بہرحال) جمعے کی نماز کے بعد ان سب کا نماز جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 اگست 2020ء جلد 27 شمارہ 65 صفحہ 05 تا 10)

31

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 31/ جولائی 2020ء بمطابق 31/ وفا 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج صبح ہم نے عید بھی پڑھی ہے اور آج جمعہ بھی ہے۔ جب عید اور جمعہ ایک دن جمع ہو جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ملتا ہے کہ جو لوگ چاہیں جمعے کے بجائے ظہر کی نماز ادا کر لیں۔ اس کی اجازت ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے ایک ایسے ہی موقعے پر آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔ اور آپؐ نے جمعہ پڑھا تھا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوات باب ما جاء فیما اذا اجتمع العیدان فی یوم حدیث 1310، 1311، 1312)

اِس لیے مَیں نے امیر صاحب کو اس کی روشنی میں یہی کہا تھا کہ جو ظہر کی نماز پڑھنا چاہیں بے شک ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں۔ ویسے بھی آج کل کے حالات میں مسجد میں زیادہ لوگ جمع تو ہو نہیں سکتے۔ گھروں میں ہیں اور گھروں میں اگر فارغ ہیں تو پھر جمعہ جس طرح پہلے پڑھتے تھے اسی طرح اب بھی پڑھ سکتے ہیں پڑھ لیں اور جن کی مصروفیت ہے وہ ظہر کی نماز بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن ہم یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی پیروی میں آج جمعہ پڑھ رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں بھی اسی طرح ایک دفعہ عید الاضحی آئی اور جمعہ بھی۔ تو مختلف لوگوں نے اپنی دلیلیں پیش کیں کہ ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے جمعہ نہیں ہونا چاہیے۔ تو جو لوگ ظہر کی نماز پڑھنے پر زور دے رہے تھے ان کو آپؓ نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا رب کیسا سخی ہے کہ اس نے ہمیں دو دو عیدیں دی ہیں۔ اب جس کو دو دو چپڑی ہوئی چپاتیاں ملیں، گھی لگی ہوئی دو دو روٹیاں ملیں وہ ایک کو کیوں ردّ کرے گا۔ وہ تو دونوں لے لے گا۔ سوائے اس کے کہ اسے کوئی خاص مجبوری پیش آ جائے۔ اور اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے کہ اگر کوئی مجبور ہو کر ظہر کی نماز پڑھ لے جمعہ نہ پڑھے تو دوسرے کو نہیں چاہیے کہ اس پر طعن کرے اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہیں دونوں نمازیں ادا کرنے کی توفیق ہو (یعنی نماز عید بھی اور نماز جمعہ بھی) تو دوسرے کو نہیں چاہیے کہ ان پر اعتراض کرے اور کہے کہ انہوں نے رخصت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو بہرحال رخصت تو ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 2 صفحہ 208 تا 210 خطبہ عید الاضحی بیان فرمودہ 11 فروری 1938ء)

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم آج جمعہ پڑھ رہے ہیں لیکن خطبہ مختصر دوں گا۔ اس کے لیے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات لیے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعثت کے مقصد کو بیان فرمایا ہے۔ اپنی جماعت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے اور حقیقت میں زندہ نبی ہونے کے بارے میں بھی بڑا پُر معارف ارشاد فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور مرتبہ کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ہمارے مخالفین ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو کم کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہمارے مخالفین اسمبلیوں میں یہ قرار دادیں پاس کروا کر بڑا فخر کر رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے ساتھ، نام کے ساتھ خاتم النبیین کے لفظ کو لکھنا لازمی قرار دے کر آپؐ سے محبت کا اور آپؐ کے مقام کا کیسا زبردست اظہار کیا ہے۔ اگر ان کے دل بھی حقیقت میں ان کی اس بات کی گواہی دے کر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے والا بنا رہے ہیں تو یقیناً بڑی اچھی بات ہے لیکن ان کے عمل نے تو انہیں اس سے کوسوں دُور کر دیا ہے جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں واپس جا کر اس تعلیم اور اس اسوۂ کو اپنائیں جو آپؐ نے دی اور جس پر عمل کیا تو مسلمان مسلمانوں کی گردن کاٹنے والا نہ ہو۔ پھر یہ لوگ زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادقؑ کی بیعت میں دوڑتے ہوئے آئیں۔

یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کے لفظ کو لکھنا لازمی قرار دے کر عظیم کارنامہ انجام دے دیا ہے اور احمدیوں کے راستے میں کوئی روک کھڑی کر دی ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ نہیں پتہ کہ احمدی تو سب سے زیادہ خاتم النبیینؐ کے مقام کا ادراک رکھتے ہیں اور یہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں وہ طاقت ہے جس کے قریب بھی یہ لوگ نہیں پھٹک سکتے۔ آپؑ کے ہر ہر لحہ اور عمل میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عشق و محبت کا اظہار ہے کہ ان لوگوں کی سوچیں بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے شمار ارشادات ہیں، تحریرات ہیں، فرمودات ہیں۔ اس وقت میں دو تین نمونے کے طور پر پیش کروں گا۔ اپنی بعثت کے مقصد اور سلسلے کی ترقی کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے آپؑ مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ کامل فرمانبرداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنا اور آپؑ نے فرمایا دوسرا مقصد کیا ہے؟ عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بالکل بھول جاوے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔ فرمایا کہ میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جو کام نفاقِ طبعی اور دنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہوں گے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر میرے دل میں کوئی منافقت ہے، گند ہے تو پھر ایسے کاموں میں برکت نہیں پڑتی بلکہ ان کے نتیجے فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ تو (پھر) ہلاک ہو جائیں گے، ختم ہو جائیں گے۔ فرمایا

کہ کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ۔ (المؤمنون:29)

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھا ہوا اور کذاب ہو، سخت جھوٹا ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ۔

فرمایا کہ کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے۔ جھوٹا بندہ ہے تو اس کا جھوٹ اس کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسولؐ کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لیے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو۔ اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ بندوں کے کام نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کام کو شروع کیا ہے تو اس کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ چیلنج ہے یہ۔ جتنی مخالفت ہوتی ہے اتنی جماعت احمدیہ کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دوکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اس کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ فرماتے ہیں اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے۔ تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا۔

فرمایا کہ مخالفت کی میں پروا نہیں کرتا، وہ تو ہوتی ہے۔ میں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لیے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چپ چاپ اسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی تو عجیب حالت ہے۔ انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دو سو سے زائد ممالک میں مخلصین موجود ہیں، آپؑ کی بیعت میں آنے والے موجود ہیں۔ جب آپؑ نے بیان فرمایا اس وقت سینکڑوں میں ہوتے تھے اور آج تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سال کے سال لاکھوں میں بیعتیں ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 148 تا 149)

پس آپ علیہ السلام کے اس ارشاد کے مطابق ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی حالتوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالیں اور یہی دشمن کا منہ بند کرنے کا اور دشمن پر فتح یاب ہونے کا اصل طریق ہے۔

پھر اپنے اور اپنی جماعت کے کامل ایمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کا اعلان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَیں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہئے۔

میں ایک ذرّہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ میں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ مسیح علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر گئے ہوں اور اب تک زندہ قائم ہوں۔ اس لیے کہ اس مسئلہ کو مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ مَیں ایک لحظہ کے لیے اس ہجو کو گوارا نہیں کر سکتا۔ سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور مدینہ طیبہ میں آپؐ کا روضہ موجود ہے۔ ہر سال وہاں ہزاروں لاکھوں حاجی بھی جاتے ہیں۔ اب اگر مسیح کی نسبت موت کا یقین کرنا یا موت کو ان کی طرف منسوب کرنا بے ادبی ہے تو پھر مَیں کہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کی نسبت یہ گستاخی اور بے ادبی کیوں یقین کر لی جاتی ہے؟ آپؐ کے بارے میں کیوں کہا جاتا ہے کہ آپؐ فوت ہوئے اور مدفون ہیں۔ فرمایا: مگر تم بڑی خوشی سے کہہ دیتے ہو کہ آپؐ نے وفات پائی۔ مولود خواں بڑی خوش الحانی سے واقعاتِ وفات کا ذکر کرتے ہیں اور کفار کے مقابلہ میں بھی تم بڑی کشادہ پیشانی سے تسلیم کر لیتے ہو کہ آپؐ نے وفات پائی۔ فرمایا: پھر مَیں نہیں سمجھتا کہ حضرت عیسیٰ کی وفات پر کیا پتھر پڑتا ہے کہ نیلی پیلی آنکھیں کر لیتے ہو۔ (اب بھی یہی بعض لوگ بعض فرقے، بعض علماء شور مچاتے رہتے ہیں کہ یہ دیکھو جی انہوں نے کیا کر لیا۔ کچھ تو عیسیٰ علیہ السلام کے انکاری ہو گئے کہ آنا ہی نہیں اور کچھ کہتے ہیں آئے گا لیکن یہ نہیں، ابھی جو زندہ موجود ہیں۔ (بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی رنج نہ ہوتا کہ اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی وفات کا لفظ سن کر ایسے آنسو بہاتے مگر افسوس تو یہ ہے کہ خاتم النبیین اور سرور دو عالم کی نسبت تو تم بڑی خوشی سے موت تسلیم کر لو اور اس شخص کی نسبت جو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں بتاتا زندہ یقین کرتے ہو اور اس کی نسبت موت کا لفظ منہ سے نکالا اور تمہیں غضب آجاتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب تک زندہ رہتے تو ہرج نہ تھا اس لیے کہ آپ وہ عظیم الشان ہدایت لے کر آئے تھے جس کی نظیر دنیا میں پائی نہیں جاتی اور آپؐ نے وہ عملی حالتیں دکھائیں کہ آدم سے لے کر اس وقت تک کوئی اس کا نمونہ اور نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ فرمایا: میں تم کو سچ سچ کہتا ہوں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وجود کی جس قدر ضرورت دنیا اور مسلمانوں کو تھی اس قدر ضرورت مسیح کے وجود کی نہیں تھی۔ پھر آپؐ کا وجود باجود وہ مبارک وجود ہے کہ جب آپؐ نے وفات پائی تو صحابہ کی یہ حالت تھی کہ وہ دیوانے ہو گئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے تلوار میان سے نکال لی اور کہا کہ اگر کوئی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مردہ کہے گا تو میں اس کا سر جدا کر دوں گا۔ اس جوش کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کو ایک خاص نور اور فراست عطا کی۔ انہوں نے سب کو اکٹھا کیا اور خطبہ پڑھا۔ (اور وہاں یہ آیت بھی پڑھی کہ)

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:145)

یعنی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک رسول ہیں اور آپؐ سے پیشتر جس قدر رسول آئے وہ سب وفات پا چکے ہیں۔

فرمایا کہ اب آپ غور کریں اور سوچ کر بتائیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر یہ آیت کیوں پڑھی تھی اور اس سے آپ کا کیا مقصد اور منشا تھا؟ اور پھر ایسی حالت میں کہ کُل صحابہ موجود تھے۔ میں یقیناً کہتا ہوں اور آپ انکار نہیں کر سکتے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کی وجہ سے صحابہ کے دل پر سخت صدمہ تھا اور اس کو بے وقت اور قبل از وقت سمجھتے تھے۔ وہ پسند نہیں کر سکے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر سنیں۔ ایسی حالت اور صورت میں کہ حضرت عمرؓ جیسا جلیل القدر صحابی اس جوش کی حالت میں ہو ان کا غصہ فرو نہیں ہو سکتا تھا بجز اس کے کہ یہ آیت ان کی تسلی کا موجب ہوتی۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا یا یہ یقین ہوتا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو وہ تو زندہ ہی مر جاتے۔ وہ تو آنحضرتؐ کے عشاق تھے اور آپؐ کی حیات کے سوا کسی اَور کی حیات کو گوارا ہی نہ کر سکتے تھے پھر کیونکر اپنی آنکھوں کے سامنے آپؐ کو وفات یافتہ دیکھتے اور مسیح کو زندہ یقین کرتے یعنی جب حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ پڑھا تو ان کا جوش فرو ہو گیا۔ اُس وقت صحابہ مدینہ کی گلیوں میں آیت پڑھتے پھرتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ گویا یہ آیت آج ہی اتری ہے۔ اُس وقت حسان بن ثابتؓ نے ایک مرثیہ لکھا جس میں انہوں نے کہا۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

چونکہ مذکورہ بالا آیت نے بتا دیا تھا کہ سب مر گئے۔ اس لیے حسانؓ نے بھی کہہ دیا کہ اب کسی کی موت کی پروا نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کی زندگی صحابہ پر سخت شاق تھی اور وہ اس کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یہ پہلا اجماع تھا جو دنیا میں ہوا اور اس میں حضرت مسیح کی وفات کا بھی کلّی فیصلہ ہو چکا تھا۔

(ماخوذ از لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 260 تا 262)(ملفوظات جلد 8 صفحہ 224-227)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔" کوئی پہلو باہر نہیں رہا۔ علمی بھی اور عملی بھی اور سچائی کے معیاروں کا بھی اور ثابت قدمی کا بھی اور علم اور عرفان کا بھی وہ نمونہ تھا تو انسان کامل کہلایا۔ پھر فرمایا کہ "...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔" یعنی کہ روحانی زندگی ان کو مل گئی۔ حضرت خاتم الانبیاء وہ مبارک نبی کہ ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ "وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا

میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔"

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا حقیقی ادراک عطا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے سے بڑھ کر ہم جھکنے والے ہوں۔ اور یہی طریق ہے، ہم اپنے عمل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ثابت کریں گے اور اپنے دلوں میں اسے بٹھائیں گے تو ہم مخالفین کی مخالفت کا جواب دے سکیں گے یعنی ہماری عملی حالتیں ان مخالفین کی مخالفت کا جواب دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21 اگست 2020ء جلد 27 شمارہ 67 صفحہ 05 تا 07)

32

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07 / اگست 2020ء بمطابق 07 / ظہور 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف:9-10)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین کے ہر شعبے پر کلیۃً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

آج 7 / اگست ہے اور یہ جماعت احمدیہ یوکے کے کیلنڈر کے مطابق جلسہ سالانہ یوکے کا پہلا دن ہے لیکن اس وبا کی وجہ سے جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس سال جلسہ سالانہ کا انعقاد نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ جلد حالات معمول پر لائے اور اُسی طرح تمام روایات کے ساتھ ہم جلسہ منعقد کر سکیں جس طرح ہمیشہ کرتے رہے اور ایک دوسرے کو مل کر مودّت اور اخوّت کو بڑھائیں اور جلسہ سالانہ کے پروگراموں کو سن کر علمی اور روحانی حالتوں کو بہتر کرنے کے سامان پیدا کر سکیں جس طرح پہلے ہوتے تھے۔ بہر حال اس کمی کو ایم ٹی اے نے کچھ حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ پروگرام بنایا ہے کہ گذشتہ سال کے مختلف ملکوں کے جلسہ سالانہ میں میری ان تقریروں کو دکھائیں جو مَیں نے کی تھیں۔ اسی طرح کچھ لائیو پروگرام بھی کریں گے۔

امید ہے کہ یہ ان شاء اللہ تعالیٰ احبابِ جماعت کی دینی اور علمی پیاس بجھانے کے لیے مدد کریں گے۔ اس لیے گھروں میں بیٹھ کر ان تین دنوں کے پروگراموں کو خاص طور پر دیکھیں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے سال کے دوران جماعت پر جو فضل ہوتے ہیں اس کے لیے بجائے یہ کہ گذشتہ سال کی رپورٹ ایم ٹی اے پہ پیش کی جائے مَیں اس سال کی تازہ رپورٹ پیش کروں تا کہ احباب جماعت کے لیے ازدیادِ ایمان کا بھی باعث ہو۔ ان حالات کے باوجود جو گذشتہ چھ سات مہینے سے ہیں گو بعض کام جو باہر نکل کر اور زیادہ بہتر ہو سکتے تھے وہ نہیں ہو سکے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی کا قدم آگے ہی بڑھا ہے اور خاص طور پر اکثر لوگ جو مجھے لکھتے ہیں کہ اس میں جو خاص تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں وہ تربیت اور جماعتی تعلق ہے۔ اس لحاظ سے اکثروں نے یہی لکھا کہ ان میں بھی اور ان کے بچوں میں بھی جماعت سے تعلق میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔

بہر حال جیسا کہ میں نے رپورٹ پیش کرنے کے بارے میں کہا تھا کہ جلسے کے دوسرے دن جو رپورٹ مَیں پیش کرتا تھا اس کا اکثر حصہ گذشتہ سالوں میں بھی وقت کی کمی کی وجہ سے رہ جاتا تھا اور مکمل پیش نہیں ہو سکتی تھی۔ اس دفعہ کیونکہ کچھ موقع میسر آ گیا ہے اس لیے مَیں نے یہ فیصلہ کیا کہ خطبہ جمعہ میں بھی اس رپورٹ کا کچھ حصہ پیش کروں اور پھر کچھ حصہ اتوار کی شام کو یہاں سے براہ راست ہال میں پروگرام کر کے وہاں سے پیش کیا جائے۔ گو کہ آج کے خطبے اور پرسوں شام ہمارا جو خطاب کا پروگرام ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی مکمل رپورٹ تو شاید پیش نہ ہو سکے لیکن بعض ایمان افروز واقعات پیش ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس رپورٹ کے خاص نکات پیش کرنے سے پہلے مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو ارشادات پیش کروں گا جو ان آیات کی کچھ حد تک وضاحت کرتے ہیں جو مَیں نے ابھی تلاوت کی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ واضح اور کھلا اعلان بھی سامنے آ جاتا ہے کہ اب اسلام کی تبلیغ کے لیے، اس کا نشأۃ ثانیہ کا یہ جو دور ہے وہ آپؑ سے ہی وابستہ ہے اور تمام تر مخالفتوں کے باوجود اسلام کے اس نشأۃِ ثانیہ کے دور میں آپؑ کے اس سلسلے نے ان شاء اللہ تعالیٰ پھلنا ہے، پھولنا ہے اور پھیلنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور جو رپورٹ اور واقعات مَیں پیش کروں گا وہ خود بول رہے ہیں کہ آپؑ کا دعویٰ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات و نصرت آپؑ کے ساتھ اور آپؑ کی جماعت کے ساتھ ہیں اور کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو اس ترقی کو روک سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"تخمیناً عرصہ بیس برس کا گزرا ہے کہ مجھ کو اس قرآنی آیت کا الہام ہوا تھا۔ اور وہ یہ ہے۔

هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ "اور فرمایا" اور مجھ کو اس الہام کے یہ معنے سمجھائے گئے تھے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تا میرے ہاتھ سے خدا تعالیٰ اِسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور اِس جگہ یاد رہے کہ یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علماء محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہو گی۔

سو جس قدر اولیاء اور ابدال مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں کسی نے ان میں سے اپنے تئیں اِس پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہرایا۔ اور نہ یہ دعویٰ کیا کہ اس آیت مذکورہ بالا کا مجھ کو اپنے حق میں الہام ہوا ہے۔ لیکن جب میرا وقت آیا تو مجھ کو یہ الہام ہوا اور مجھ کو بتلایا گیا کہ اِس آیت کا مصداق تُو ہے اور تیرے ہی ہاتھ سے اور تیرے ہی زمانہ میں دینِ اسلام کی فوقیت دوسرے دینوں پر ثابت ہو گی۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 231-232 معہ حاشیہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ

"یہ صرف اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ یہی ہے جس کا ربیع ہمیشہ آتا ہے۔" یعنی بہار کا موسم اس میں ہمیشہ آتا ہے" جبکہ اس کے درخت سرسبز ہوتے ہیں اور شیریں اور لذیذ پھل دیتے ہیں۔ اس کے سِوا اَور کوئی

مذہب یہ خوبی نہیں رکھتا۔ اگر اس میں سے یہ خوبی نکال دی جاوے تو یہ بھی مردہ ہو جاتا۔ مگر نہیں وہ زندہ مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اس کی زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس نے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو اسی لیے قائم کیا ہے تا وہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر گواہ ہو اور تا خدا کی معرفت بڑھے اور اس پر ایسا یقین پیدا ہو جو گناہ اور گندگی کو بھسم کر جاتا ہے اور نیکی اور پاکیزگی پھیلاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 154-155 ایڈیشن 1984ء)

ان اقتباسات کے بعد اب مَیں کچھ رپورٹ کے حصے پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال دنیا بھر میں پاکستان کے علاوہ جو نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں ان کی تعداد 288 ہے اور ان نئی جماعتوں کے علاوہ ایک ہزار نئے مقامات پر بلکہ ایک ہزار سے زیادہ 1040 نئے مقامات پر پہلی بار احمدیت کا پودا لگا ہے۔ نئے مقامات پر جماعت کے نفوذ اور نئی جماعتوں کے قیام میں سیرالیون سرِفہرست ہے جہاں 40 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کونگو کنشاسا ہے یہاں 31 جماعتیں قائم ہوئیں۔

تیسرے نمبر پر گھانا ہے جہاں 23 نئی جماعتیں بنی ہیں اور اس کے علاوہ بہت سارے دوسرے ملک ہیں جہاں دس، بارہ، آٹھ، نو، دو، تین جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ ان میں گیمبیا، لائبیریا، بینن، آئیوری کوسٹ، نائیجر، سینیگال، گنی بساؤ، تنزانیہ، گنی کناکری، نائیجیریا، ٹوگو، ساؤتومے، کیمرون، ترکی، کونگو برازاویل، یوگنڈا اور اسی طرح اَور بھی بہت سارے ملک ہیں۔

ہمارے کونگو کنشاسا کے لوکل مربی معلم حمید احمد کہتے ہیں کہ ایک گاؤں ہے لَوبی چَاکُو (LOBI TSHAKU) اس کے سنّی امام عثمان صاحب نے جب ریڈیو ایف ایم پر ہمارا تبلیغی پروگرام سنا تو ہماری مسجد پہنچ گئے اور مختلف سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس پر ان کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیے گئے۔ نیز ان کو جماعت کا سواحیلی ترجمہ قرآن بھی دیا گیا اور دیگر جماعتی کتب بھی دی گئیں۔ ان کتب کے مطالعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے بیعت کر لی اور وعدہ کیا کہ اپنے گاؤں جا کر جماعت کا پیغام دیں گے۔ اللہ کے فضل سے ان کی تبلیغ سے اس گاؤں میں بیس افراد پر مشتمل ایک نئی مخلص جماعت قائم ہو چکی ہے۔

پھر گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں ایک ریجن میں وہاں کے معلم سلسلہ نے اور صدر جماعت نے ایک تبلیغی پروگرام بنایا اور اس کے لیے جب کسی گاؤں میں گئے تو وہاں تبلیغی پروگرام کے بعد گاؤں کے ایک بزرگ نے کہا کہ مَیں آپ لوگوں کی آمد سے بہت خوش ہوں کیونکہ یہ تبلیغی کام جو آپ لوگ کر رہے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہیں۔ آپ لوگ اس سنت پر عمل کر رہے ہیں اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینے سے ہجرت کی تھی۔ افریقنوں کا ایک اپنا انداز ہے۔ مثالیں پیش کرتے ہیں۔ وہ (مثال) دیتے ہیں کہ مکے سے ہجرت کی اور مدینہ اس لیے آئے کہ اسلام پھیلے۔ اسی طرح آپ لوگ بھی باہر نکلے ہیں اور ہر جگہ اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور یہی سنت ہے اور یہی طریقہ ہے صحیح اسلام کی تبلیغ کا اور ہم لوگ آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور آپ لوگوں نے امام مہدی علیہ السلام کی جو تعلیمات پیش کی ہیں یہی حقیقی اسلام

ہے۔ ہم سب ایمان لاتے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو وہی امام مہدی مانتے ہیں جس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو فیملیز کے کل 19 افراد نے بیعت کی اور احمدیت میں داخل ہوئے۔

امیر صاحب لائبیریا لکھتے ہیں کہ ہمارے مشنری نے خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے حوالے سے مالی قربانیوں کی اہمیت بیان کی تو وہاں کچھ غیر احمدی مسلمان بھی نماز پڑھنے آتے ہیں۔ جب احمدی اپنے نام لکھوا رہے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے پچاس لائبیرین ڈالر دیے اور بغیر بتائے چپ کر کے چلا گیا۔ جب اس کا پتہ کیا گیا تو پتہ لگا کہ وہ ساتھ کے گاؤں کا آدمی تھا اور جب اس نے خطبہ سنا اور قربانی کے واقعات سنے اور اہمیت سنی تو متاثر ہوا اور اس نے بھی چندہ دے دیا۔ جب ہمارے معلم کو، مشنری کو پتہ لگا تو یہ وہاں گئے، ان کا شکریہ ادا کیا اور مل رہے تھے تو اس دوران میں گاؤں کے دوسرے لوگ بھی جمع ہو گئے اور جب انہوں نے باتیں سنیں تو بڑے متاثر ہوئے اور وہاں کے جو امام تھے وہ بھی بڑے متاثر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ چند دن بعد دوبارہ آئیں۔ مَیں دو تین گاؤں کو اکٹھا کروں گا آپ وہاں تبلیغ کریں۔

چنانچہ مقررہ دن ہمارا تبلیغی وفد وہاں پہنچا۔ وہاں تینوں دیہات کے لوگ جمع تھے اور جماعت کے عقائد کے بارے میں بتایا گیا۔ قیام کی غرض اور اس کی تفصیل بتائی گئی۔ کہتے ہیں پھر اس کے بعد سوالات کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا جو سارا دن جاری رہا۔ جب ہر لحاظ سے تسلی ہو گئی تو تینوں گاؤں کے اماموں نے اپنے تمام لوگوں کے سمیت احمدیت میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان تینوں گاؤں میں جماعتیں قائم ہو گئیں۔

لائبیریا سے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ ایک گاؤں کالانگور (KULANGOR) میں جمعے کے روز تبلیغ کے لیے گئے۔ مَیں نمازِ جمعہ سے کوئی دو گھنٹے پہلے وہاں پہنچ گیا اور ابتدائی گفتگو کے وقت پتہ چلا کہ لوگ جمعہ کی نماز اپنی مسجد میں ادا نہیں کرتے بلکہ قریبی بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے جس میں دو تین افراد یہاں سے بھی چلے جاتے ہیں اور باقی سارا گاؤں مسلمان ہونے کے باوجود جمعہ کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ جب وجہ پوچھی تو گاؤں والوں نے بتایا کہ بڑے امام نے ہمیں کہا ہے کہ مسجد میں جمعہ شروع کرنے سے پہلے تین بکریاں ذبح کرنی ضروری ہوتی ہیں اور پھر جب بکریاں ذبح ہو جائیں اور گوشت بھی امام صاحب کو پہنچ جائے تو پھر وہ کسی کو امام مقرر کر دیتے ہیں جو جمعہ پڑھائے گا۔ ان کو بڑا قائل کرنے کی کوشش کی کہ یہ غلط ہے۔ اسلام میں کوئی ایسی شرط نہیں ہے۔

نماز جمعہ کی برکات کے بارے میں بتایا اور ان کو کہا کہ اچھا آج ہم آپ کو بغیر بکریاں ذبح کیے جمعہ پڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ گاؤں کے لوگ تھے وہمی بھی ہوتے ہیں، توہّم پرست بھی ہوتے ہیں، علم بھی ان کو دین کا نہیں ہے ان کو بڑا خوف اور خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں مولوی کی نافرمانی نہ ہو جائے اور ہم گناہ گار نہ بن جائیں اور اس کے نتیجے میں ہم پر کوئی عذاب نہ نازل ہو جائے جس طرح مولوی ڈراتے ہیں لیکن بہر حال جب ان کو بہت زیادہ زور دیا گیا تو وہ مان گئے اور جمعہ پڑھایا گیا۔ سب لوگ اس میں شامل ہوئے۔ جمعہ کے بعد جماعت کا تفصیلی تعارف ہوا۔ سوال و جواب بھی ہوئے۔ لوگوں کے ذہنوں میں چونکہ امام صاحب کی، بڑے امام کی سرزنش کا بھی خیال تھا اس لیے مبلغ

نے ان کو کہا کہ اگر کوئی سوال کرے کہ ایسے جمعہ کیوں پڑھا ہے تو آپ لوگ صرف ان سے یہ پوچھیں کہ بتاؤ یہ کہاں لکھا ہے کہ جمعہ پڑھنے سے پہلے بکروں کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ پھر جب مولوی کو پتہ چلا کہ وہاں جمعے کی نماز ہو گئی ہے تو پوچھ پچھ کے لیے وہاں پہنچ گیا اور بڑا ناراض ہوا۔ گاؤں والوں نے یہی سوال کیا کہ ہمیں دکھائیں کہاں لکھا ہوا ہے کہ جمعہ سے پہلے بکرے ذبح کرنا ضروری ہے اور وہ بھی تین بکرے۔

بعد میں ہمارے لوکل مشنری نے گاؤں کے ایک شخص کو جمعہ پڑھنے کا طریق سکھا دیا۔ اب باقاعدہ وہاں جمعہ ہوتا ہے اور لوگوں نے بھی اس مولوی کو چھوڑ دیا ہے اور سب نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ حقیقی اسلام یہی ہے جو جماعتِ احمدیہ نے ہمیں سکھایا ہے نہ کہ وہ جو مولوی ہمیں بتاتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے ان میں سے اکثر لوگ جماعت میں شامل ہو گئے اور اللہ کے فضل سے یہاں نئی جماعت کا قیام ہوا۔ عجیب عجیب نئی بدعات ہیں جو ان لوگوں نے مذہب کے نام پہ شروع کی ہوئی ہیں اور اسی طرح یہ کم علم لوگوں کی، بیچاروں کی غلط رہنمائی کرتے ہیں۔

فلپائن سے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ 'سالوپینگ (Saluping)' کا علاقہ شدت پسند مسلمانوں کی وجہ سے مشہور ہے اور تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں بھی یہاں کافی تیز ہیں۔ اس علاقے میں ہمارے ایک معلم صاحب کے سسرالی رشتہ دار بھی رہتے ہیں۔ معلم صاحب نے جب اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کی تو ان کی طرف سے مثبت جواب ملا تو نیشنل سطح پر یہاں تبلیغ کا پروگرام بنایا گیا اور تین معلمین اور تین داعیان کی ایک ٹیم ایک ہفتے کے لیے اس علاقے میں بھیجی گئی۔ لوکل مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا ہوا جس طرح عموماً ہوتا ہے لیکن اس مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے تئیس افراد بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔

سینیگال کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک ریجن ہے تانباکنڈا۔ اس میں ہمارا تبلیغی وفد گیا۔ ایک قصبے میں گیا تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہاں پہلے سے ہی دو فرقوں تیجانیہ اور مریدیہ کے مابین بحث جاری ہے۔ وہاں کے امام نے ہمارے وفد کے ایک ممبر کو کہا کہ ان میں سے کوئی فرقہ حق پر نہیں۔ ہم انتظار کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ ایک سچا امام آنے والا ہے ہم اس کو تسلیم کریں گے۔ جب ہمارے وفد نے تبلیغ کی اور سوال و جواب کیے تو ہمارے وفد کے پاس مولانا نذیر مبشر صاحب کی کتاب 'القول الصریح فی ظہور المہدی والمسیح' تھی اور قاعدہ یسّرنا القرآن بھی تھا۔ دونوں اس امام نے خرید لیے اور وفد نے تبلیغ کی اور واپس آ گئے۔

دو دن کے بعد امام نے فون کر کے بلایا اور کہا کہ ہمیں منڈنگا زبان کا ترجمہ قرآن بھی چاہیے وہ بھی انہوں نے منگوایا۔ جب دوسری مرتبہ ہمارا وفد وہاں گیا تو اس نے ہمارے وفد سے کہا کہ ہم جس مذہب کے انتظار میں تھے وہ یہی احمدیت ہے کیونکہ مَیں نے آپ کی کتاب اور قرآن کریم کا ترجمہ اپنی زبان میں پڑھا ہے۔ اس طرح یہ سارا گاؤں احمدیت میں داخل ہو گیا اور نئی جماعت کا قیام عمل میں آیا اور پھر قاعدے بھی وہاں دیے گئے، ان کو قرآن کریم بھی دیے گئے تا کہ ان کو قرآن کریم پڑھنا سکھایا جائے۔

گوئٹے مالا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ کوبان شہر میں یہاں سے دس کلومیٹر کا ایک علاقہ ہے وہاں دورانِ سال پہلی دفعہ جماعت کا تعارف ہوا۔ وہاں دو مرتبہ دورہ کر کے اسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا اور انہیں جلسہ سالانہ

گوئٹے مالا پر دعوت دی گئی۔ ان میں سے ایک فیملی کے تین افراد جلسہ سالانہ گوئٹے مالا پر آئے اور بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ اس طرح یہاں ایک نئی جماعت کا آغاز ہوا ہے اور یہ فیملی اپنے دوسرے فیملی کے لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچا رہی ہے، تبلیغ کر رہی ہے۔

سینیگال کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں دس جگہوں پر ایک ریجن میں لوکل معلمین اور مشنریز کے تحت ہفتے میں ایک گھنٹہ ریڈیو کا پروگرام ہوتا ہے اور ایک گھنٹہ میرا خطبہ مسلسل نشر ہوتا ہے۔ یہ تبلیغ کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ ان پروگراموں میں لوگ فون کر کے سوال و جواب بھی کرتے ہیں۔ اس ذریعے سے اس سال بیس دیہات میں جماعتِ احمدیہ کا پودا لگ چکا ہے۔ لوگ نہ صرف احمدیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں بلکہ خود ہی فون کر کے اپنے ہاں آنے کی دعوت بھی دیتے ہیں۔

کبابیر کے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنوبی فلسطین کے شہر میں چند سالوں سے احمدی تو رہتے ہیں لیکن وہاں منظم جماعت قائم نہیں تھی۔ اللہ کے فضل سے اس سال کے دوران یہاں باقاعدہ جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے اور الخلیل جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ ہے اور یہاں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور ان کی ازواجِ مطہرات کی قبریں بھی ہیں۔ یہ پرانا تاریخی شہر ہے۔ اس شہر میں اور ارد گرد کے گاؤں میں ہمارے 27/ احمدی افراد رہتے ہیں، باقاعدہ جماعت قائم کر دی گئی ہے اور ایک احمدی نے اپنے گھر کا ایک حصہ بطور مسجد کے الگ کیا ہے کہ یہاں نمازیں پڑھا کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی مجموعی تعداد 217 ہے جن میں سے 124 نئی مساجد تعمیر ہوئی ہیں اور 93 بنی بنائی ملی ہیں اور اس میں یوکے اور فرانس اور جرمنی اور ہندوستان اور انڈونیشیا اور گھانا اور نائیجیریا اور سیرالیون اور بینن، برکینا فاسو، لائبیریا، آئیوری کوسٹ، گنی بساؤ، تنزانیہ، یوگنڈا، مالی، کونگو کنشاسا، کیمرون، سینیگال، گنی کناکری، ٹوگو، چاڈ، زیمبیا، آسٹریلیا وغیرہ شامل ہیں۔ دنیا کے بہت سارے ملکوں میں تقریباً تین براعظموں میں بلکہ چار براعظموں میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجدوں کی یہ توفیق ملی۔

گوئٹے مالا میں 31 سال کے وقفے کے بعد دوسری مسجد کی تعمیر ہوئی ہے اور پہلی مسجد جس کا نام 'بیت الاول' تھا وہ 1989ء میں، (eighty nine میں) تعمیر ہوئی تھی۔ اس طرح 31 سال کے بعد یہ دوسری مسجد جس کا نام مسجد نور ہے کابون کے علاقے میں تعمیر ہوئی ہے۔ اس علاقے میں 2015ء میں احمدیت کا پیغام پہنچا تھا۔ یہ علاقہ گوئٹے مالا میں ہمارے مرکز سے 328 کلومیٹر دور ہے اور 70 کلومیٹر کا پہاڑی راستہ ہے اور سڑک بھی کچی ہے اور چھوٹی ہے اور بہت خطرناک ہے۔ مسجد کی بنیاد دسمبر 2019ء میں رکھی گئی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ کی تقدیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہاں سڑک کی تعمیر بھی شروع ہوئی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ستر کلومیٹر کا رستہ بھی بہت بہتر ہو گیا ہے اور سڑک کو کشادہ کرنے کا کام بھی جاری ہے۔ اس مسجد میں 170 نمازیوں کی گنجائش ہے۔ ایک مینار بھی تعمیر ہوا ہے جس کی اونچائی ساڑھے آٹھ میٹر ہے۔ مسجد کے ساتھ دو منزلہ مشن ہاؤس بھی تعمیر ہوا ہے۔ گراؤنڈ فلور پر لائبریری اور دفتر ہے۔ فرسٹ فلور پر رہائشی حصہ تعمیر کیا گیا ہے۔ جماعتی کچن بنایا

گیا ہے۔ مردوں عورتوں کے علیحدہ علیحدہ واش رومز وغیرہ جس طرح ہماری مساجد میں ہوتا ہے یہ سب کچھ ہے اور یہ اونچی جگہ ہونے کی وجہ سے دُور سے نظر آتی ہے۔

ناروے میں جماعت کرسچن سانڈ (Kristiansand) میں امسال ایک چرچ کی عمارت بطور مسجد خریدی گئی ہے اور اس شہر میں جولائی 2017ء میں ایک عمارت خریدی گئی تھی جو ایک کمپنی کا آفس تھا۔ وہاں نمازیں پڑھنے اور اجلاسات کرنے کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ اس جگہ کو مسجد بنانے کے منصوبے کا آغاز اور نقشے وغیرہ بنانے کا کام جب شروع کیا گیا اور جب یہ حکومتی اداروں میں پیش کیے گئے تو اردگرد کی آبادی نے اس کی مخالفت کی اور اخبارات میں بھی اس مخالفت کا کثرت سے ذکر آیا۔ تقریباً دو سال یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مخالفت ہوتی رہی۔ اس کے قریب ہی ہمسایہ میں ایک چرچ بھی واقع ہے۔ چرچ کے لوگوں نے بھی مسجد بننے کی پُرزور مخالفت کی لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر اس طرح غالب آئی کہ وہی چرچ جو ہماری مخالفت کر رہا تھا اس کی انتظامیہ سے اپنا چرچ نہ سنبھالا گیا اور انہوں نے چرچ بیچنے کا فیصلہ کیا۔ کونسل سے کہا کہ وہ چرچ بیچنا چاہتے ہیں۔ اس پر کونسل نے اسے مشورہ دیا کہ وہ جماعت احمدیہ سے رابطہ کر لیں ہو سکتا ہے کہ وہ یہ چرچ خرید لیں۔ چنانچہ اس پر انہوں نے ہمارے مبلغ سے رابطہ کیا۔ اس پر سارا جائزہ لے کر انہوں نے مجھے رپورٹ پیش کی اور میری منظوری سے پھر یہاں چرچ کی عمارت بطور مسجد خرید لی گئی اور اس سال 25 / فروری کو اللہ کے فضل سے چرچ کی چابی مل گئی ہے۔ وہی چرچ جو اس علاقے میں مسجد بنانے کی مخالفت کر رہا تھا اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی چرچ میں جماعت کی 'مسجد مریم' بن چکی ہے اور اس پر حکومتی اخراجات شامل کر کے جو اخراجات ہوئے ہیں وہ تقریباً دس ملین نارویجئن کرونز ہیں۔

ملاوی میں پہلی مسجد کی تعمیر ہوئی ہے۔ یہاں کے ایک ڈسٹرکٹ Mangochi کے Mwala نامی علاقے میں جماعت کی پہلی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ امیر صاحب تنزانیہ لکھتے ہیں کہ مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر سے قبل اہل علاقہ کو اعتماد میں لیا گیا۔ وہ سب اپنے گاؤں میں مسجد کی تعمیر سے نہایت خوش تھے لیکن بعض شرپسندوں نے وہاں حملہ کر دیا اور تعمیراتی سامان وغیرہ اٹھا کر لے گئے۔ اس کی وجہ سے پولیس کے حکم سے کچھ دن تعمیر روک دی گئی۔ جب دوبارہ تعمیر کا آغاز ہوا تو گاؤں کے لوگوں کو بتایا گیا کہ حالات کی سنگینی کیا ہے اور اب متحد ہو کر اس کی حفاظت کریں۔ ان کو توجہ دلائی گئی تا کہ دوبارہ کوئی ایسی کارروائی نہ ہو۔ سب نے کہا کہ واقعۃً یہ مسجد ہمارے گاؤں کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ ہم سب مل کر اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ اس کی تعمیر ہو اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے، جماعتی ممبران جو وہاں ہیں انہوں نے اردگرد کے لوگوں سے تبلیغی روابط بھی بڑھائے اور احمدیت کی امن پسند اور محبت والی تعلیم جو ہے جو اسلام کی حقیقی تعلیم ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بہرحال جب وہ مسجد مکمل ہوئی اور اس کی افتتاحی تقریب منعقد کی گئی تو مجموعی طور پر یہاں تقریباً ساڑھے چار سو کے قریب احباب شامل ہوئے جن میں وہاں کے مختلف زون سے 13 چیف بھی آئے ہوئے تھے۔ پولیس انسپکٹر تھے، دیگر مساجد کے امام بھی تھے۔ اور اس موقعے پر غیر از جماعت نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ ہمیں احمدیوں کے بارے میں غلط طور پر بتایا گیا تھا کہ یہ مسلمان نہیں ہیں اور ان کا طریق عبادت بھی

مسلمانوں سے مختلف ہے لیکن یہاں آکر ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ آپ نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ دیگر مسلمانوں کو بھی امن کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس طرح مختلف پروگراموں کے نتیجے میں اس علاقے کے تین دیہات میں ایک ہزار سے زائد افراد بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے جن میں اپنے اپنے زون کے چیفس بھی شامل ہیں۔

میکسیکو کے دارالحکومت میکسیکو سٹی میں چند سال قبل ایک عمارت بطور سینٹر خریدی گئی تھی۔ یہ میکسیکو میں جماعت کی پہلی خریدی ہوئی پراپرٹی ہے۔ یہ عمارت تین منزلہ ہے۔ اس عمارت کے گراؤنڈ فلور کو بطور مسجد تیار کیا گیا ہے۔ اس فلور پر مردوں اور عورتوں کے لیے نماز کا ہال ہے، لائبریری ہے اور جماعتی دفتر ہے اور چند کمرے ہیں جو مختلف کلاسوں کے لیے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ دوسری منزل پر مربی سلسلہ کی رہائش ہے اور تیسری منزل حسب ضرورت بعد میں استعمال میں لائی جائے گی۔

بیلیز (Belize) اور بعض اَور جگہوں پر بھی مساجد زیر تعمیر ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی جلد مکمل ہو جائیں گی۔ جو ابھی زیر تعمیر ہیں اور تقریباً تکمیل کے مراحل میں ہیں ان کا میں ذکر نہیں کر رہا۔

امیر صاحب مالی لکھتے ہیں کہ مالی کی ایک جماعت ڈیما (Diema) ہمارے مرکز باماکو سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں چار سال قبل مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور جب یہ کام آخری مراحل میں تھا۔ مینار اور فنشنگ (finishing) وغیرہ کا کام رہتا تھا تو گاؤں کے چیف کی طرف سے کہا گیا کہ مسجد کا کام روک دیا جائے اور مخالفت کی وجہ سے لوگوں نے احمدیت کے بارے میں غلط باتیں گاؤں کے چیف اور میئر وغیرہ سے کیں۔ بہرحال کام روک دیا گیا اور تین سال تک کوشش ہوتی رہی۔ آخر تین سال کے بعد چیف سے رابطوں اور مختلف ذرائع سے ان کو قائل کرنے سے وہاں مسجد کی اجازت مل گئی اور چیف نے اس بات کی بڑی تعریف کی کہ آپ لوگوں نے تین سال بڑے صبر سے کام لیا ہے اور جبکہ آپ لوگ اپنے اوپر کے تعلقات استعمال کر کے یہاں مسجد بنا سکتے تھے اور وہابیوں کی اس نے مثال دی کہ ان کو بھی یہاں روکا گیا تھا لیکن انہوں نے اپنے بعض رابطے استعمال کر کے مسجد بنالی تھی اور آپ بھی کر سکتے تھے لیکن جس طرح آپ لوگوں نے صبر سے کام لیا ہے اس پہ ہمیں آپ کی بڑی قدر ہے اور گاؤں کے چیف اور ان کے نائبین نے بار بار جماعت سے معافی مانگی کہ ہم اتنی لیٹ آپ کو اجازت دے رہے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اب ہم نے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ لوگ مسجد کا کام مکمل کروائیں اور نمازیں شروع کر لیں اور اب اللہ کے فضل سے باقاعدہ اس مسجد میں نمازیں شروع کر دی گئی ہیں۔

امیر صاحب تنزانیہ لکھتے ہیں کہ ان کا ایک ریجن ہے جس میں اس سال دو جماعتوں میں اللہ کے فضل سے مسجدیں بنانے کی توفیق ملی۔ ان مساجد کی تعمیر سے قبل قریبی گاؤں سے سنی علماء یہاں آکر لوگوں کو گمراہ کرتے تھے کہ جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ اس کے پاس مسجد بنانے کی طاقت نہیں ہے۔ انہوں نے اس سے پہلے بھی قریبی گاؤں میں دو مسجدیں بنائی ہیں بس وہی کافی ہیں۔ ان سے اَور مسجد کوئی نہیں بنی۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد جب اس گاؤں میں بھی مسجد کی تعمیر کا آغاز ہوا تو حیران رہ گئے اور لوگوں کو کہنے لگے لگتا ہے ان لوگوں کے پاس کوئی خاص طاقت ہے جو اتنے کم عرصے میں بڑی خوبصورت مسجدیں بنا لیتے ہیں۔ ہم سے تو یہاں ایک ٹینٹ بھی نہیں لگایا

گیا جہاں ہم نماز ادا کر سکیں۔ پھر انہوں نے دوسرے حربے استعمال کرنے شروع کر دیے اور لوگوں میں خوف پھیلانا شروع کر دیا کہ احمدیوں سے بچ کر رہو۔ ان کے ارادے یہ ہیں کہ یہ سارے علاقے پہ قبضہ کر لیں گے اور یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور مسجدیں بنائیں گے۔ لیکن بہر حال لوگوں نے ان کی کوئی پروا نہیں کی۔

مبلغ برکینا فاسو لکھتے ہیں کہ کاری جماعت میں جہاں مسجد کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا وہاں ہر فرد ہی مسجد کی تعمیر میں ایک علیحدہ جذبے سے حصہ لے رہا تھا اور لوگوں کو چندہ کی تحریک بھی کی جا رہی تھی۔ ہر کوئی اپنے اپنے رنگ میں اس نیکی میں شامل ہو رہا تھا۔ ایک دن دو بڑی عمر کے احمدی آئے۔ ان کے ہاتھ میں دو مرغ تھے اور کچھ انڈے لیے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس صرف یہی ہے۔ دو مرغے ہیں اور یہ انڈے ہیں۔ اس کو ہی ہماری طرف سے مسجد کے لیے بطور چندہ سمجھ لیں تا کہ ہم بھی اس نیک کام میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ معلم صاحب نے ان کو اس کی رسید دی۔ سو سال بعد بھی افریقہ کے غریب لوگ اس روایت کو قائم کر رہے ہیں جو آج سے تقریباً اسّی نوے سال پہلے یا سو سال پہلے قادیان کے غریب لوگوں نے قائم کی تھی اور اگر کوئی دیکھے، عقل کی آنکھ سے دیکھے اور سعادت اُس میں ہو تو خود ہی اس کو پتہ لگ جائے گا کہ یہ سچائی نہیں تو اَور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہے کہ کس طرح قربانیاں کرنی ہیں۔

تنزانیہ کے اِرِنگا (Iringa) ریجن کے معلم احمد صاحب لکھتے ہیں کہ اپریل 2020ء میں چند خدام کے ساتھ ایک قریبی گاؤں میں گیا اور لوکل گورنمنٹ سے اجازت لے کر پبلک مقام پر دوپہر ایک بجے سے شام چھ بجے تک تبلیغی لیکچر کا انعقاد کیا۔ لیکچر کے بعد حاضرین کے سوالات کے جوابات دیے گئے۔ اس پروگرام کے آخر میں ایک بہتّر سالہ خاتون حلیمہ صاحبہ اپنے ہاتھ میں ایک فائل لیے ہوئے آئیں اور کہا کہ مَیں مسلمان ہوں اور لمبے عرصے سے یہاں پہ رہائش پذیر ہوں۔ مَیں نے کبھی کسی کو اسلام کی تبلیغ کے لیے یہاں آتے نہیں دیکھا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل معلم کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ میرا رہائشی پلاٹ ہے۔ اس کے کاغذات ہیں۔ یہ اس کی رجسٹریشن وغیرہ ہے۔ جب آپ کی جماعت یہاں تیار ہو جائے اور آپ مسجد تعمیر کرنا چاہیں تو میرا پلاٹ حاضر ہے۔ یہ ملکیت مَیں آپ کو دیتی ہوں۔ چنانچہ اب وہاں احباب جماعت کے وقار عمل سے مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی ہے۔ انہوں نے اینٹیں وغیرہ بنالی ہیں اور جو کام کر رہے ہیں ان میں اس بڑھیا خاتون کے بیٹے بھی شامل ہیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ نیک فطرت لوگوں کے دل میں ڈالتا ہے جو مددگار بن کے آتے ہیں۔

برکینا فاسو کی ایک جماعت ہے کاری۔ وہاں کی ایک خاتون زینب صاحبہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد دو سال تک نرس بننے کے لیے ٹیسٹ دیتی رہی لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ میں نے اور میرے خاوند نے ایک پرائیویٹ نرسنگ سکول میں داخلے کے لیے پیسے جمع کرنے شروع کر دیے اور اس دوران ٹیسٹ بھی دیتی رہی لیکن امید نہ تھی کہ داخلہ ہو گا۔ اسی دوران کاری کی مسجد کے لیے چندے کی تحریک کی گئی تو ہم نے جو رقم تعلیم کے لیے جمع کی تھی وہ چندے میں ادا کر دی اور داخلے کا ارادہ کچھ دیر کے لیے ترک کر دیا۔ کہتی ہیں ابھی اس بات کو دو ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے کہ مجھے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے فون آیا کہ آپ کی ڈائریکٹ

سلیکشن ہو گئی ہے۔ آپ کی تعلیم کے تمام اخراجات گورنمنٹ خود ادا کرے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایمان میں اضافے کا بھی سامان پیدا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال 97 مشن ہاؤسز کا بھی اضافہ ہوا اور مشن ہاؤسز میں یا تبلیغی سینٹر میں پہلا نمبر گھانا کا ہے۔ پھر انڈونیشیا ہے۔ پھر بھارت ہے۔ پھر سیرالیون ہے۔ پھر کونگو کنشاسا، کونگو برازاویل، برکینا فاسو، آئیوری کوسٹ، مالی۔ اس کے علاوہ بہت سارے دوسرے ملک آسٹریلیا، بنگلہ دیش، بیلیز، کینیڈا، گیمبیا، گوئٹے مالا، گنی بساؤ، میسیڈونیا، ملاوی، ناروے، ساؤتومے، ٹونگا، ترکی ہیں، یہاں بھی ایک ایک مشن ہاؤس کا اضافہ ہوا ہے۔

تنزانیہ کے سِمیُو (Simiyu) ریجن سے معلم لکھتے ہیں کہ گذشتہ سال قائم ہونے والی جماعت میں اس سال مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر ہوئی۔ اس دوران عیسائیوں کے ایک پادری نے پوچھا کہ یہ گھر کس لیے بنایا جا رہا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جماعت کے معلم کی رہائش ہے اس پر انہوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ اس گاؤں میں عیسائیوں کے چھ چرچ ہیں اور اکثر فرقے لمبے عرصے سے اس گاؤں میں آباد ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اپنے پادری کی رہائش تعمیر کر سکیں۔ یقیناً آپ لوگ اپنے مذہبی رہنماؤں کی عزت اور احترام کرتے ہیں اور اپنے ماٹو 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں' پر پورا عمل کرتے ہیں اور یہ مثال دوسروں کو بھی اپنانی چاہیے۔

جماعت احمدیہ کا ایک خصوصی امتیاز وقار عمل ہے۔ اس سال افریقہ کے مختلف ممالک میں جو مساجد اور مشن ہاؤسز بنائے گئے اور دوسرے کام کیے گئے اس میں 148 ممالک سے موصولہ رپورٹ کے مطابق 114 ملکوں میں کل 41,111 وقار عمل کیے گئے جن کے ذریعے سے 52 لاکھ 13 ہزار بیالیس ڈالرز کی بچت ہوئی ہے۔ افریقہ میں جو مسجد بنتی ہے اب اگر اس کے اخراجات کو دیکھیں تو اس کا مطلب ہے تقریباً وقار عمل کی رقم سے جو بچت ہوئی ہے اس سے دس مزید مسجدیں بنانے کی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو توفیق دے دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ہمارے پیسے میں بھی برکت ڈالتا ہے۔ مرکزی نمائندگان کے دورہ جات ہوئے اور دنیا کے بے شمار ملکوں میں دورے ہوئے جہاں مرکزی نمائندگان گئے۔ ان کی تفصیل لمبی ہے چھوڑ دیتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے ان دوروں کا وہاں مثبت اثر ہوا۔

رقیم پریس کے ذریعے سے بھی افریقہ میں کام ہو رہا ہے جہاں رقیم پریس یوکے کے under، کے زیر انتظام بہت سارے پریس چل رہے ہیں اور اس سال فارنہم کا جو ہمارا رقیم پریس ہے صرف اس میں جو کتب چھپی ہیں وہ تین لاکھ ساٹھ ہزار دو سو چالیس ہیں۔ اس کے علاوہ رسالہ 'موازنہ مذاہب'، 'النصرت'، وقف نو کے رسالہ جات 'مریم' و 'اسماعیل'۔ اس کے علاوہ پمفلٹس، لیف لیٹس، جماعتی دفاتر کی سٹیشنری وغیرہ کے کام بھی یہاں پریس سے ہو رہے ہیں۔

یسّرنا القرآن کا خط جو خطِ منظور ہے اس کی طرز پر قرآن کریم کی طباعت بھی اس سال ہوئی ہے۔ چھ سات سال سے یہ کام ہو رہا تھا۔ قادیان کی جماعت کے سپرد کیا گیا تھا تا کہ ہمارا اپنا ایک فونٹ ہو جو خطِ منظور کے مطابق ہو اور نظارت اشاعت قادیان نے اس پر بڑا کام کیا ہے۔ الحمد للہ کہ اس خط کے ساتھ بڑا خوبصورت اور دلکش قرآن کریم چھپ گیا ہے۔ رنگین بارڈر ہیں۔ جلد بڑی خوبصورت ہے اور جس تعداد میں یہاں آیا ہے، ابھی یوکے میں ہے اور بڑی جلدی بک رہا ہے۔ امید ہے جلد ہی ہمیں دوسرا ایڈیشن بھی شائع کرنا پڑے گا۔ اور بڑا دیدہ زیب

ہے۔ اس کی جلد بھی اور اندر لکھائی اور کاغذ وغیرہ بھی اور خاص طور پر بائنڈنگ اس کی بہت اچھی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اس قرآن کریم کا فونٹ جو یسرنا القرآن کے فونٹ پر ڈھالا گیا ہے اس کا نام "خط منظور" رکھا گیا ہے اور یہ جماعت احمدیہ کا خاص خط ہے جو باقی جگہوں پر نہیں ہے۔ اور پڑھنے میں بھی بڑا آسان ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ جماعت بھارت قادیان کی نظارت اشاعت نے اس پر بڑی محنت کا کام کیا ہے اسی طرح یہاں رقیم پریس کی مدد کے لیے ترکی کے احمدی دوست مہمت (Mehmet) صاحب ہیں انہوں نے بھی چھپوانے میں بڑی مدد کی ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ ترجمے کے ساتھ چھپنے والے قرآن کریم بھی اسی فونٹ میں چھپیں گے۔ اسی خط کے ساتھ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کا ترجمہ اسی "خط منظور" کے ساتھ تیار ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد طباعت کے لیے دے دیا جائے گا۔ اسی طرح حضرت میر اسحاق صاحب کے لفظی ترجمہ کے لیے بھی اسی طرز کو استعمال کیا جانا ہے اس کی بھی تیاری ہو رہی ہے۔ ہمارے راستے میں قرآن کریم کی اشاعت کے لیے اور پڑھنے کے لیے اور رکھنے کے لیے جتنی روکیں پاکستان میں کھڑی کی جا رہی ہیں اللہ تعالیٰ اتنے ہی زیادہ بہتر راستے ہمارے لیے کھولتا چلا جا رہا ہے۔

اس وقت رقیم پریس انگلستان کی نگرانی میں افریقہ کے آٹھ ممالک گھانا، نائیجیریا، تنزانیہ، سیرالیون، آئیوری کوسٹ، گیمبیا، برکینا فاسو اور بینن میں پریس کام کر رہے ہیں اور مشینری بھی ان کو مہیا کی گئی ہے اور ان کی کتب جو انہوں نے یہاں شائع کی ہیں ان کی تعداد چھ لاکھ بارہ ہزار سے اوپر ہے۔ اس کے علاوہ رسائل، اخبارات، تبلیغی لٹریچر، لیف لیٹس وغیرہ علیحدہ ہیں جن کی تعداد چورانوے لاکھ پچاسی ہزار ہے۔ اس دوران گیمبیا میں پرائیویٹ کاموں کے علاوہ وزارت صحت گیمبیا کے لیے بھی بڑی تعداد میں covid سے آگاہی کے لیے کچھ احتیاطی تدابیر پر مشتمل پمفلٹس پوسٹر وغیرہ چھاپنے کے لیے گورنمنٹ نے دیے کیونکہ باقی پریس بند تھے اس لیے حکومت نے ہمارے سے رابطے کر کے کہا کہ چھاپ دیں تو ان کی مدد کی گئی۔

وکالت اشاعت (طباعت) کا جو کام ہے 93 ممالک سے موصولہ رپورٹ کے مطابق 407 مختلف کتب، پمفلٹس اور فولڈرز وغیرہ 42 زبانوں میں 42 لاکھ 56 ہزار 659 کی تعداد میں طبع ہوئے اور ان میں مختلف ملک ہیں۔ اس کی لمبی فہرست ہے۔ اس وقت دنیا بھر میں 94 تعلیمی تربیتی اور معلوماتی مضامین پر مشتمل اخبارات و رسائل شائع ہو رہے ہیں اور 29 زبانوں میں اخبارات و رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ وکالت اشاعت کی ترسیل کا ایک علیحدہ شعبہ ہے یہاں سے چوبیس زبانوں میں ایک لاکھ نوے ہزار سے زائد تعداد میں کتب دنیا کے مختلف ممالک کو بھجوائی گئیں۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک میں 709 مختلف عناوین پر مشتمل کتب فولڈرز اور پمفلٹس 63 لاکھ 87 ہزار کی تعداد میں مفت تقسیم کیے گئے اور ان کے ذریعہ دنیا بھر میں لکھوکھا لوگوں تک پیغام پہنچا۔

اس سال قرآن کریم کے Italian ترجمے پر نظر ثانی کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ اس کی فائل بھی طباعت کے لیے بھجوائی جا چکی ہے اور اس سال صحیح بخاری کے ترجمہ و شرح کی گیارہ جلدیں یوکے سے ترجمہ کروائی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف 'اعجاز احمدی' کا انگریزی ترجمہ اس سال طبع کیا گیا ہے۔ 'اتمام الحجہ' اور 'جنگ مقدس' کے انگریزی ترجمے پر کارروائی مکمل ہو چکی ہے۔ ان شاء اللہ جلد یہ کتب بھی طباعت کے لیے بھجوا دی

جائیں گی۔ روحانی خزائن کی جلد دہم کے علاوہ دیگر بائیس جلدوں کی انگلستان سے طباعت کی جارہی ہے اور یہ دسویں جلد بھی ان شاء اللہ تعالیٰ شروع ہو جائے گی تو امید ہے تیئس کی تیئس جلدیں جلد آجائیں گی۔ 19ء اور 20ء کے دوران 36 ممالک اور آٹھ ڈیسکس کی جانب سے موصولہ رپورٹ کے مطابق تینتیس زبانوں میں 154 کتب، فولڈرز تیار کیے گئے جن میں انگریزی، سپینش، لیٹوین، لوگنڈا، فارسی، جرمن، برمیز، فرنچ، ہاؤسا، عربی، سواحیلی، انڈونیشین، اردو، چائینیز، برونڈی، منڈیکا، میسی ڈونین، ٹونگا، پرتگیزی، عبرانی، ڈچ، کروشین، فولا، بیمبا، لوزی، البانین، رشین، بنگلہ، یوروبا، وولف، نیانجا، تھائی، نارویجئن وغیرہ شامل ہیں۔

یوکرین سے ایک دوست ایگرومیتروک صاحب جو گذشتہ سال جلسے پر آئے تھے۔ جب شامل ہوئے تھے تو احمدی نہیں تھے لیکن جب جلسے پر آئے تو عالمی بیعت میں شامل ہو کر بیعت کرلی۔ بہت اچھے تجزیہ نگار ہیں، تبصرہ نگار ہیں، علم الادیان کے ماہر ہیں۔ جب یہاں آئے تو میرے سے ان کی ملاقات بھی ہوئی تھی اور ان کو مَیں نے کہا تھا کہ 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کا مطالعہ کریں۔ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں اور پھر اپنا تبصرہ کریں۔

چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ واپس آکر مَیں نے کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو ایک ہی دفعہ میں ساری کتاب مکمل کر لی۔ کہتے ہیں کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے علم ہوا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام صرف ایک مذہبی لیڈر ہی نہیں تھے بلکہ علم الادیان کے ایک بہت بڑے محقق بھی تھے۔ کہتے ہیں میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کتب کے بارے میں اپنی رائے لکھی ہے لیکن میں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ ان کتب سے کوئی نئی چیز پائی ہے لیکن 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کے مطالعہ سے میرے علم میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب پر یہ تبصرہ صرف عقل کے ترازو پر نہیں بلکہ اپنے دل اور روح کے آئینے سے گزار کر لکھ رہا ہوں۔

پھر کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تجدید اسلام اور امت مسلمہ کی اصلاح کی خاطر خاص زور دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی مذہب کی تجدید ایک نہایت اہم امر ہے۔ اس حوالے سے اگر ہم قرونِ وسطیٰ کی طرف نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ یورپ میں اصلاحات کا عمل شروع ہونے سے پہلے عیسائیت میں ایمان اور یقین کا بہت بڑا بحران پیدا ہو چکا تھا اور جب تک مسیح موعود مبعوث نہیں ہوئے اسلام کی بھی صورتِ حال ایسی ہی تھی۔ کہتے ہیں مجھے خاص طور پر وہ حصہ زیادہ پسند آیا جہاں 'طبعی حالتوں' اور 'اخلاق' کا مفہوم سمجھایا گیا ہے۔ ہمارے لیے نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی تخلیق کے اصل مقصد اور خدا تعالیٰ کی تخلیق کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اسی طرح اپنے اخلاقیات اور اس کی بنیاد کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں وہ ذرائع جو انسان کو سچائی کے راستے سے دور لے جاتے ہیں بہت زیادہ ہو گئے ہیں اس لیے بہت ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی قدر کریں۔ پھر کہتے ہیں کہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے آپ کے وہ الفاظ یاد آگئے جو آخری خطاب میں کہے تھے۔ میں نے کہا تھا اس میں کہ اسلامی دنیا میں قائم اسلام کے بارے میں غلط تصور کی اصلاح کی اور پھر اپنی جماعت کی بھی اصلاح کی۔ تو میرا حوالہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسلامی دنیا میں قائم اسلام کے بارے میں غلط تصور کی اصلاح کی اور پھر جماعت کی اصلاح کی طرف توجہ

دلائی تھی اور وہ الفاظ میرے ذہن میں آ رہے ہیں۔ کہتے ہیں جب ہم میں سے ہر ایک اپنے اہل خانہ اپنے ماحول اور اپنے ملک کی اصلاح کرے گا تو اس کے نتیجے میں وہ اس قابل ہو سکے گا کہ دنیا کی ایمانی حالت کی اصلاح کر سکے۔ پھر کہتے ہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے 'طبعی حالتوں' اور 'اخلاق' کی یہ تشریح بیان کر کے علم الادیان میں علم کا ایک نیا باب کھولا ہے اور میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے پہلے یہ اصطلاحات استعمال کی ہیں اور ان کو بہت ہی اعلیٰ اور مقدس طریق پر سمجھایا ہے۔

پھر کہتے ہیں بحیثیت ماہر علم الادیان اور فلسفی مجھے اس کتاب کے مطالعے سے بہت لطف آیا۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ جماعت احمدیہ اس کتاب کو کثیر تعداد میں شائع کرے اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم بھی کرے تاکہ لوگ اس کتاب کے مطالعہ سے زیادہ سے زیادہ مذہب، ایمان اور حقیقی سچائی کے بارے میں جان سکیں۔

نیپال میں ایک پروفیسر صاحب تھے ان کو جب میرے مختلف لیکچرز جو World Crisis and The Pathway to Peace میں اکٹھے کیے گئے ہیں وہ ان کو تحفہ دی گئی تو کہتے ہیں کہ یہ کتاب اس وقت کے حالات کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے۔ اس کتاب کے کئی پیراگراف اور سطروں پر انہوں نے نشان لگائے ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ مَیں ان اقتباسات کو ہائی لائٹ کرنا چاہتا تھا کیونکہ ان باتوں کو دنیا میں فروغ دینے کی بہت ضرورت ہے اور ساری دنیا کے لیے کئی سنہرے اصول اس میں بتائے گئے ہیں۔ موصوف نے کہا کہ یہ کتاب بہت اچھی لگی ہے اور میں اپنے دوستوں کو بھی یہ کتاب مطالعہ کے لیے دوں گا۔

پھر نیپال کے ایک اور پروفیسر ڈاکٹر گووندا (Dr. Govinda) ہیں وہ بھی تبصرہ کرتے ہیں کہ مَیں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور آج جبکہ ساری دنیا میں میڈیا کی وجہ سے مسلمانوں کو غلط رنگ سے پیش کیا جاتا ہے ایسے میں ایک مسلم لیڈر کا ساری دنیا میں امن کے قیام کے لیے کوشش کرنا غیر مسلموں کے لیے بہت حیران کن ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمانوں کے تہتر فرقے ہیں اور اسرائیل کے ساتھ ان کی مذہبی اور سیاسی دشمنی بھی ہے۔ ان حالات میں ایک مسلم سربراہ کی جانب سے امن عالَم کے قیام کے لیے وہاں کے وزیر اعظم کو چٹھی لکھنا نہایت ہی ہمت کی بات ہے۔ اور اسی طرح جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے ایران کے وزیر اعظم کو بھی ان کے حوالے سے چٹھی لکھی ہے جس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ 'عالمی بحران اور امن کی راہ' کتاب کا مطالعہ کرنے سے غیر مسلموں کو اسلام کے امن کے پیغام کو جاننے اور سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔ جماعت احمدیہ دوسرے مسلمان فرقوں کی نسبت امن کے حوالے سے دنیا میں اپنی بات پیش کرتی ہے اور جماعت احمدیہ کے قول کے مطابق قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور یقیناً اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

پھر ایک دوست نیپال میں ایک بک سٹال پر آئے۔ یہ کتاب دیکھ کے اس تعلق سے کہنے لگے کہ اس کتاب میں یہ جو سوال اٹھایا گیا ہے کہ اسلام جنگ کی اجازت کیوں اور کب دیتا ہے؟ کہنے لگے کہ یہ بہت اہم سوال ہے جس کا مَیں بڑے عرصے سے جواب ڈھونڈ رہا تھا اور آج مجھے جواب ملا ہے۔

پھر جھارکھنڈ انڈیا میں ایک بک فیئر پہ ایک صاحب آئے۔ اسلام کے بارے میں بڑے متعصبانہ نظریات رکھتے تھے، آتے ہی اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر مختلف قسم کے اعتراضات شروع کر دیے۔ انہوں نے سب اسلام مخالف کتب پڑھی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے اعتراض کر رہے تھے۔ جب ان کو اسلام کی حقیقی تعلیم بتائی گئی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ آج تک مجھے صحیح اسلام کے بارے میں علم ہی نہیں تھا۔ اب میں آپ کے لٹریچر کا مطالعہ کروں گا۔ چنانچہ موصوف کو کتابیں دی گئیں اور خاص طور پر یہ عالمی بحران والی کتاب۔ چنانچہ یہ دوست اگلے دن آئے اور کہا کہ مَیں نے یہ کتاب Pathway to Peace کا کچھ حصہ پڑھا ہے اور بہت اچھی لگی ہے اور اس سے میرے ذہن میں موجود کافی اعتراض دور ہو گئے ہیں۔ اب موصوف مستقل رابطے میں ہیں۔

اسی طرح مبلغ سلسلہ کریباتی (Kiribati) لکھتے ہیں کہ یہاں کے لوگوں میں یہ بات سمجھی جاتی تھی کہ ہر مسلمان دوسروں کو قتل کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے لیکن اب کئی لوگوں کو پتہ ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ یہاں تک کہ صدر مملکت سے جب یہ مطالبہ کیا گیا اور اعتراض کیا گیا کہ مسلمانوں کو ملک کے اندر کیوں آنے دیا ہے؟ ان لوگوں کو فوری طور پر نکال دینا چاہیے۔ اس پر صدر مملکت نے کہا کہ مَیں نے قرآن کریم پڑھا ہے اور اسلام ایک پُرامن مذہب ہے اور میں ان کو کبھی یہاں سے نہیں نکالوں گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ صدر مملکت کے ساتھ چند ملاقاتوں میں ان کو اسلام کی سچی تعلیمات سے آگاہ کیا گیا تھا۔ اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس ملک میں اسلام کی تعلیمات پھیلا رہی ہے۔

پھر شیانگا ریجن (تنزانیہ) کے دورے کے دوران ریجنل مبلغ کہتے ہیں وہاں کے چیئرمین سے ملاقات ہوئی۔ وہ سمجھدار اور معقول آدمی نظر آیا لیکن لادین تھا۔ کہتے ہیں میں نے ان کو خدا کو ماننے اور مذہب کی ضرورت کے بارے میں بتایا۔ گفتگو کے دوران اس نے کہا کہ میں معاشرے میں باعزت عہدے پہ ہوں۔ گھر میری دو بیویاں بھی ہیں۔ اولاد بھی ہے۔ میری زندگی خدا کو تسلیم کیے بغیر اچھی گزر رہی ہے۔ مجھے خدا کو یا کسی مذہب کو ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس پر مبلغ سلسلہ نے ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہستی باری تعالیٰ کے بارے میں جو دلائل تھے اس کی مثالیں پیش کیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی یہ دو کتابیں بڑی اچھی ہیں۔ ہر احمدی کو بھی پڑھنی چاہئیں۔ ان کو سننے کے بعد وہ کہنے لگے کہ میں اسلام احمدیت قبول کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر مبلغ نے کہا کہ ابھی تو آپ مذہب کی ضرورت ہی سے انکار کر رہے تھے اور اسلام احمدیت قبول کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ اس پر کہنے لگا کہ آپ کی باتوں سے میرا دل مطمئن ہو گیا ہے۔ اگر مذہب واقعۃً اسی طرح خدا کا تصور پیش کرتا ہے تو لازماً ہمیں اسے ماننا چاہیے۔ انہیں شرائط بیعت پڑھ کر سنائی گئیں اور وہ اپنے آٹھ بچوں سمیت احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ باقاعدگی سے جمعے کی نماز پڑھنے آتے ہیں اور نظام سے مکمل رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔

لیف لیٹس کی تقسیم کا منصوبہ تھا۔ اس سال 111 ممالک میں مجموعی طور پر 93 لاکھ 57 ہزار سے زائد لیف لیٹس تقسیم کیے گئے جس کے ذریعے سے 2 کروڑ 27 لاکھ افراد تک پیغام پہنچا۔ اس میں جرمنی نے سب سے

زیادہ25لاکھ (تقسیم) کیے ہیں پھر یوکے کے 13لاکھ ہیں۔ پھر آسٹریلیا8لاکھ ہے۔ پھر ہالینڈ4لاکھ۔ فرانس 3لاکھ۔ کینیڈا 3لاکھ اور اس طرح کئی باقی ممالک لاکھوں میں ہیں۔ افریقہ میں جو تقسیم ہوئے ان میں تنزانیہ سرفہرست ہے تقریباً2لاکھ۔ پھر بینن ہے۔ ان کا بھی تقریباً اس کے برابر ہی ہے۔ پھر برکینا، نائیجر، نائیجیریا، کونگو کنشاسا وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ انڈیا میں 4لاکھ 46ہزار سے زیادہ فلائرز تقسیم کیے گئے۔

تنزانیہ کے مارا (Mara) ریجن کے معلم لکھتے ہیں کہ ایک گاؤں کے تین نوجوانوں نے جماعت کے پمفلٹس پڑھ کر بذریعہ فون رابطہ کیا اور جماعت کے بارے میں معلومات جاننے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کچھ عرصہ زیر تبلیغ رہنے کے بعد انہوں نے اپنی فیملی سمیت بیعت کر لی اور اپنے گاؤں میں تبلیغ شروع کر دی۔ ان میں سے ایک نوجوان اس گاؤں کا چیئرمین بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں احمدیت کا پیغام گھر گھر پہنچ رہا ہے اور اب تک اس گاؤں میں 82افراد بیعت کر چکے ہیں۔ تبلیغ کے دوران مخالفت کا سامنا بھی ہوا۔ ایک دن "انصار السنہ" جماعت کا مولوی آیا اور لوگوں کے سامنے اونچی آواز میں جماعت کے خلاف بدزبانی شروع کر دی۔ لوگوں نے اسے خود چپ کروایا کہ ایسے شور شرابا کرنا مذہبی رہنماؤں کا شیوہ نہیں۔ اس پر اسے باقاعدہ طور پر علمی بحث اور جماعت احمدیہ کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دی گئی۔ جب دلائل سے لاجواب ہو گیا تو پھر بدزبانی پر اتر آیا۔ جماعت احمدیہ کی امن پسند تعلیمات اور اس واقعہ سے متاثر ہو کر ایک بزرگ نے اپنی زمین جماعت کو جمعہ پڑھنے کے لیے اور باجماعت نماز پڑھنے کے لیے دے دی۔ اس طرح بہت سے غیر از جماعت بچے بھی ہماری تربیتی کلاسز میں شامل ہو رہے ہیں۔ ان کی مخالفت ہی خود تبلیغ کا ذریعہ بن رہی ہے۔

فرانس کی ایک جماعت کے صدر لکھتے ہیں کہ تولوس (Toulouse) شہر کے سینٹر میں لگنے والے اتوار بازار میں لیف لیٹنگ کر رہے تھے کہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت آئی اور مسکراتے ہوئے بتایا کہ آپ لوگوں نے مجھے وطن سے محبت اور پردے کے بارے میں جو لیف لیٹس دیے تھے مَیں نے ان سب کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے پڑھ کر بہت اچھا لگا ہے۔ آج کل ان تعلیمات کی بہت ضرورت ہے۔ اور یہ بھی پوچھا کہ آپ لوگوں کو کتنے پیسے ملتے ہیں؟ جب بتایا کہ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر یہ کام کر رہے ہیں تو بڑی متاثر ہوئی۔

قرآن مجید اور جماعتی لٹریچر کی نمائشوں کا اہتمام کیا گیا۔ موصولہ رپورٹس کے مطابق سات ہزار پانچ سو چالیس نمائشوں کے ذریعے 3لاکھ 43ہزار سے زائد افراد تک اسلام کا پیغام پہنچا۔ اس سال دنیا بھر میں 1580 کی تعداد میں قرآن کریم کے مختلف تراجم تحفۃً مہمانوں کو دیے گئے۔ اس کے علاوہ 5ہزار سے زائد بک سٹالز اور بک فیئرز کے ذریعے 7لاکھ 64ہزار سے زائد افراد تک پیغام پہنچانے کی توفیق ملی۔

مبلغ لٹویا (Latvia) لکھتے ہیں کہ ہمارے بک سٹال پر ایک بڑی عمر کا آدمی آیا اور سٹال کے اندر آ گیا۔ وہاں میری تصویر کے ساتھ رول (Roll) چل رہا تھا اور اس پر مختلف اسلامی باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ان کو پڑھتا جاتا تھا۔ اس سکرول پر پٹی چل رہی تھی۔ پھر ہر بات پر انگلی کے اشارے سے اور ساتھ ہی رشین زبان میں کہتا تھا کہ "زبردست ہے اور بالکل صحیح ہے۔" اسی طرح دو عورتیں آئیں انہوں نے دیباچہ تفسیر القرآن اور کچھ دوسری

کتابیں لیں اور بڑی تعریف کی کہ آپ لوگ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

دسمبر 2019ء میں شعبہ نور الاسلام بھارت کی طرف سے ایک بک فیئر میں حصہ لیا گیا۔ اس میں وہاں ایک بہت بڑے ہندو سکالر آچاریہ صاحب آئے جو مذہب کے بارے میں بڑی وسیع معلومات رکھتے ہیں، سکول بھی چلاتے ہیں۔ اور آکر کھڑے ہو گئے اور چند منٹوں کے بعد قرآن کریم پر اعتراض کر دیا۔ کہنے لگے قرآن کریم اور اسلام مسلمانوں کے علاوہ تمام لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ قرآن کریم آپ کے سامنے ہے آپ بتا دیں کس جگہ پر ایسا حکم ہے۔ اس پر کہنے لگے کہ مَیں نے سارا قرآن پڑھا ہوا ہے اور کسی مقام پر یہ حکم ہے اس کا اس وقت مجھے علم نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے سامنے قرآن کریم کی تعلیمات اور غیروں کے ساتھ اسلام کی حسن سلوک کی تعلیم اور اسوۂ رسولؐ پیش کیا گیا۔ چند منٹ اسلامی تعلیمات سننے کے بعد موصوف کہنے لگے کہ مَیں سٹال کے اندر بیٹھ کر اسلام اور قرآن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ موصوف کو تقریباً دو گھنٹے تک ان کے تمام سوالات اور اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیے گئے۔ اس پر انہوں نے برملا اظہار کیا کہ میں نے آج تک ایسے تسلی بخش جوابات نہیں سنے۔ میں اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے بے شمار علماء کے پاس گیا ہوں اور دربدر گھوما ہوں لیکن علماء میرے سوالات کے اس طرح جواب دیتے تھے کہ میرے اندر اسلام اور قرآن سے ہمدردی کے بجائے نفرت اور زہر بھرتا گیا اور میرے اندر اس قدر نفرت اور زہر بھر دیا گیا کہ ہم سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا (ان کے جو دوست تھے) کہ اسلام کے خلاف ایک ٹی وی چینل کھولا جائے۔

چنانچہ ہم نے اس بارے میں کام شروع کر دیا اور کچھ ریکارڈنگ بھی باقاعدہ طور پر شروع کر دی لیکن اب آپ لوگوں نے میری دنیا ہی بدل دی ہے۔ اور موصوف بہت زیادہ متاثر ہوئے اور جاتے ہوئے وعدہ کر کے گئے کہ میں آج کے بعد اسلام اور قرآن کریم کی مخالفت میں کچھ نہیں کہوں گا اور اسلام اور قرآن کے بارے میں جو بھی ریکارڈنگ ہے جو اب تک پروگراموں میں مَیں نے کروائی ہے اس کو بھی نشر نہیں کیا جائے گا بلکہ اسلام اور قرآن کی تعلیم پیش کی جائے گی۔ یہ حقیقی تصویر دکھا کر جماعت احمدیہ دشمنوں کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم کا قائل کر رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور اسوے کا صحیح ادراک دے رہی ہے۔ اور یہ نام نہاد علماء جو خود کو اسلام کے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں یہ دوسروں کو اسلام سے اور قرآن کریم سے متنفر کر رہے ہیں اور پھر ہمارے خلاف ہی باتیں۔

آگرہ بک فیئر کے موقعے پر لوکل اخبار "اگر بھارت" کے رپورٹر ہمارے سٹال پہ آئے۔ ان سے گفتگو ہوئی۔ موصوف نے بے ساختہ امت کی حالتِ زار کا اظہار کیا جس پر انہیں جماعت احمدیہ کے ذریعے کی جانے والی اسلامی خدمات کے بارے میں بتایا گیا تو بہت متاثر ہوئے اور اس کام میں ہماری ہر قسم کی اعانت کا وعدہ کیا۔ موصوف نے اپنے روابط کے ذریعہ ہمارے پیغام کو دیگر تین نیوز چینل میں بھی نشر کروایا جس کے ذریعے لاکھوں افراد تک جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچا۔

آسام میں منعقدہ بک فیئر کے دوران آفتاب احمد چوہدری جو پی ایچ ڈی ہیں اور حافظ قرآن بھی ہیں انہیں

جماعت کا تعارف کرایا گیا۔ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو ان کو وفات مسیح پر جماعتی عقائد سے متعارف کرایا گیا۔ قرآن مجید سے ہی وفات مسیح کو پیش کیا گیا۔ اس پر کہنے لگے کہ بے شک میں حافظ قرآن ہوں لیکن مَیں نے کبھی اس طرف خیال بھی نہیں کیا تھا۔ آپ لوگوں نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں اخباروں میں بھی آرٹیکل وغیرہ لکھتا ہوں تو اب میں ان شاء اللہ یہ تمام آیات حوالہ کے ساتھ اخباروں میں شائع کروں گا چاہے آسام کے تمام مسلمان میرے مخالف کیوں نہ ہو جائیں۔

پیس سمپوزیئم سوئٹزرلینڈ کے موقعے پر ایک پادری 'مِشَل فِشر' صاحب ہیں۔ ایک فلاحی تنظیم کے سربراہ ہیں۔ ان کو امن کا ایک ایوارڈ دیا گیا تھا۔ کہنے لگے کہ میں جماعتِ احمدیہ کا ایوارڈ دینے کے لیے تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ایک مسلمان جماعت ایک عیسائی تنظیم کو فلاحی خدمات پر انعام دے رہی ہے اور یہ انعام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ صرف امن کی بات نہیں کرتے بلکہ امن قائم کر کے دکھا رہے ہیں اور ایک درخت اس کے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور جس کا پھل آپ کے یہ پیس سمپوزیم ہیں۔

پھر زیمبیا کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ پیس سمپوزیم میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہوئے جن میں پولیس افسر، لوکل کورٹ کے جج، مختلف چرچوں کے پادری اور دیگر نمائندگان تھے۔ سکولوں کے اساتذہ تھے، لوکل میڈیا کے نمائندے تھے، ممبر آف پارلیمنٹ کے نمائندے تھے اور قریبی غیر از جماعت مسجد کے معلم شامل تھے۔ تو ایک چرچ کے پاسٹر صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ ہم کافی عرصے سے ایسا پروگرام کرنے کا سوچ رہے تھے لیکن جماعت احمدیہ یہ پروگرام کر کے ہم پر سبقت لے گئی ہے۔

چندی گڑھ میں پیس سمپوزیئم کے انعقاد پر ایک افغان دوست عبید اللہ کو جماعت کا تعارف کروایا گیا۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا کہ آپؑ نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کی خوشخبری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ جب افغان دوست کو یہ بتایا گیا اور کہا گیا کہ آپ غور کریں اور حالات دیکھیں کہ کیا یہ مسیح اور مہدی کے آنے کا وقت نہیں ہے؟ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا، کانپنے لگے اور بار بار یہی کہتے رہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ مسیح موعود آ گیا ہے؟ اس کے بعد ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بتائی گئی تو بے حد جذباتی ہو کر ہمارے احمدی دوست کے ماتھے کو چوما اور کہا کہ اسلام کی حقیقی تعلیم یہی ہے جو آپ کے ذریعہ دنیا میں پیش کی جا رہی ہے۔

فن لینڈ سے وہاں کے نیشنل صدر صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں پیس سمپوزیم کیا۔ فارن منسٹری کے ایک ایمبیسیڈر اور ڈپلومیٹ جو پاکستان میں فن لینڈ کے سفیر بھی رہ چکے ہیں وہ آئے۔ کہتے ہیں مجھے واقعی آپ کی باوقار تقریب میں شامل ہو کر بہت مسرت ہو رہی ہے۔ مَیں پاکستان اسلام آباد میں 1995ء سے 1998ء تک رہا ہوں۔ فنش سفارت خانے کا سربراہ تھا۔ میرے ساتھ اس عرصے کی شاندار یادیں وابستہ ہیں۔ میرے اور میرے خاندان کے قریب ترین دوستوں میں احمدیہ کمیونٹی کے بہت سے ممتاز ارکان شامل ہیں۔ احمدیوں نے اس ملک اور اس کی سرحدوں سے بڑھ کر علم، فنون اور معاشی کامیابیوں میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ جب برطانیہ نے برصغیر پر

حکومت کی تو اس سلطنت کے بہت سے معروف شہری اور فوجی شخصیات احمدیہ کمیونٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں اٹلی میں بھی سفارت کار رہا ہوں۔ میں وہاں اٹلی میں ٹریسٹ میں واقع سائنس کی تیسری عالمی اکیڈمی سے واقف ہوا جس کا آغاز اور جس کی بنیاد پاکستانی جوہری سائنسدان عبد السلام نے رکھی تھی اور نوبیل انعام حاصل کرنے والے کسی بھی اسلامی ملک کے پہلے سائنسدان تھے۔ کہتے ہیں جب اس نوبیل انعام کی خبر پھیلی تو پاکستان کے قومی اخبارات، ریڈیو، ٹی وی پر بہت پذیرائی ہوئی، بڑی ان کی عزت افزائی ہوئی۔ لیکن بہت جلد جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ایک احمدی ہیں تو تمام تعریف اور تشہیر رک گئی۔ پھر کہتے ہیں 1996ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کو پاکستانی پنجاب کے شہر ربوہ میں دفنایا گیا اور پھر ایک شرم کی بات یہ ہے کہ ان کے کتبہ پر لفظ 'مسلمان' مٹا دیا گیا۔ بہرحال انہوں نے پرسیکیوشن کا سارا ذکر کیا۔

بہرحال آج کل تو تاریخ کی کتابیں بدلی جا رہی ہیں اور بچوں کے ذہنوں سے حقیقی تاریخ کو مٹایا جا رہا ہے۔ ہم چاہے کچھ کہیں یا نہ کہیں دنیا کا پڑھا لکھا طبقہ خود جانتا ہے کہ جماعت احمدیہ نے پاکستان کے لیے کیا خدمات سرانجام دی تھیں اور اس وقت کیا سلوک احمدیوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ جو پاکستان کے بننے کے مخالف تھے وہی لوگ آج اس کے نام نہاد بانی بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہرحال ہر پاکستانی احمدی ملک کا وفادار ہے، وفادار تھا اور وفادار رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان مخالفین کی کوششیں امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن ہوا میں اڑ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی تائید اِن شاء اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو گی اور اب بھی ہے۔ جتنی یہ کوششیں کر رہے ہیں اس کے مقابلے میں ان کے خیال میں تو اب تک جماعت کو ختم کر دینا چاہیے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے جماعت کو سنبھالا ہوا ہے۔

بہرحال یہ رپورٹ کے واقعات جو میں نے سنائے ہیں یہ ایک حصہ ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ رپورٹ جلسے کے دوسرے دن بیان کی جاتی ہے۔ اس سال کیونکہ جلسہ نہیں ہو رہا جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں تو میں نے سوچا تھا کہ دو قسطوں میں اس کو بیان کر دوں گا۔ چنانچہ پروگرام بنایا گیا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اتوار کو شام کو چار بجے مختصر gathering کے سامنے، سامعین کے سامنے جلسے کی طرز پر یہاں ہال میں مَیں بقایا حصہ بھی بیان کر دوں گا۔ ان شاء اللہ اور جہاں سے ساری دنیا ایم ٹی اے کے ذریعے سن لے گی اور ان افضال کا جو دورانِ سال اللہ تعالیٰ نے جماعت پر کیے ان کا ذکر ہو جائے گا۔

اس رپورٹ میں سے بھی بہرحال مجھے بہت سارے واقعات نکالنے پڑے ہیں، باتیں نکالنی پڑی ہیں تو ان شاء اللہ بقایا اتوار کو پیش کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 اگست 2020ء جلد 27 شمارہ 69 صفحہ 05 تا 11)

33

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 / اگست 2020ء بمطابق 14 / ظہور 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ دو جمعے پہلے جب مَیں صحابہ کا ذکر کر رہا تھا تو اس میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ذکر ہو رہا تھا اور انہی کے بارے میں آج بھی مزید کچھ باتیں ہیں۔ جنگ کا ذکر ہوا تھا۔ جنگ کے دوران حضرت سعد کی اہلیہ حضرت سلمیٰؓ بنت حفصہ نے دیکھا کہ ایک قیدی جو کہ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا بڑی حسرت سے اس جنگ میں حصہ لینے کا خواہش مند تھا۔ اس کا نام اَبُو مِحْجَن ثَقَفِی تھا جسے حضرت عمرؓ نے شراب پینے پر جلاوطنی کی سزا دی تھی جو یہاں پہنچا۔ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے پھر شراب پی جس کی وجہ سے حضرت سعدؓ نے اسے کوڑوں کی سزا دی اور زنجیر پہنا دی۔ اَبُو مِحْجَن نے حضرت سعدؓ کی لونڈی زَہْرَاءْ سے درخواست کی کہ میری زنجیریں کھول دو کہ میں جنگ میں شامل ہو سکوں اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! اگر میں زندہ بچ گیا تو واپس آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔ لونڈی نے اس کی بات مان لی اور زنجیریں کھول دیں۔ اَبُو مِحْجَن نے حضرت سعدؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کا رخ کیا اور دشمنوں کی صفوں میں گھس گیا اور سیدھے جا کر سفید بڑے ہاتھی پر حملہ کیا۔ حضرت سعدؓ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ گھوڑا تو میرا ہے لیکن اس پر سوار اَبُو مِحْجَن ثَقَفِی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا تھا حضرت سعدؓ بیماری کی وجہ سے اس جنگ میں براہ راست شریک نہیں ہو سکے تھے اور دور سے نگرانی کر رہے تھے۔ بہرحال لڑائی تین دن تک جاری رہی۔ لڑائی جب ختم ہوئی تو اَبُو مِحْجَن ثَقَفِی نے واپس آکر اپنی زنجیریں پہن لیں۔ حضرت سعدؓ نے اَبُو مِحْجَن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اگر تم نے آئندہ شراب پی تو میں تمہیں بہت سخت سزا دوں گا۔ اَبُو مِحْجَن نے وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیے گا۔ ایک دوسری جگہ یہ بیان ہے کہ حضرت سعدؓ نے یہ ماجرا حضرت عمرؓ کو لکھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ آئندہ شراب سے توبہ کر لے تو اسے سزا نہ دی جائے۔ اس پر اَبُو مِحْجَن نے آئندہ شراب نہ پینے کی قسم کھائی جس پر حضرت سعدؓ نے اسے آزاد کر دیا۔

(ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 850-851)

پہلے تو وہاں ذکر ہے کہ لونڈی نے چھوڑا تھا لیکن اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔ آپؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اپنے زمانۂ خلافت میں ایرانی فوج کے مقابلہ میں اسلامی فوج کا

کمانڈر بنایا تھا۔ اتفاقاً انہیں ران پر ایک پھوڑا نکل آیا جسے ہمارے ہاں گھمبیر کہتے ہیں وہ لمبے عرصہ تک چلتا چلا گیا۔ بہتیرا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر انہوں نے خیال کیا کہ اگر میں چارپائی پر پڑا رہا اور فوج نے دیکھا کہ میں جو اُن کا کمانڈر ہوں ساتھ نہیں ہوں تو فوج بددل ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے ایک درخت پر عرشہ بنوایا جیسے ہمارے ہاں لوگ باغات کی حفاظت کے لیے بنا لیتے ہیں۔ آپ اس عرشے میں آدمیوں کی مدد سے بیٹھ جاتے تھے تا مسلمان فوج انہیں دیکھتی رہے اور اسے خیال رہے کہ ان کا کمانڈر ان کے ساتھ ہے۔ انہی دنوں آپ کو اطلاع ملی کہ ایک عرب سردار نے شراب پی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ شراب اگرچہ اسلام میں حرام تھی مگر عرب لوگ اس کے بہت عادی تھے اور عادت جب پڑ جائے تو مشکل سے چھوٹتی ہے اور اس سردار کو ابھی اسلام لانے پر دو تین سال کا ہی عرصہ گزرا تھا اور دو تین سال کے عرصہ میں جب پرانی عادت پڑی ہو تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ پھر عادت جاتی نہیں ہے۔ بہرحال حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جب اس مسلمان عرب سردار کی اطلاع ملی کہ اس نے شراب پی ہے تو آپؓ نے اسے قید کر دیا۔ ان دنوں باقاعدہ قید خانے نہیں ہوتے تھے۔ جس شخص کو قید کرنا مقصود ہوتا اسے کسی کمرے میں بند کر دیا جاتا تھا اور اس پر پہرہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس مسلمان عرب سردار کو بھی ایک کمرے میں بند کر دیا گیا اور دروازے پر پہرہ لگا دیا گیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ وہ سال، جب یہ جنگ ہو رہی تھی، تاریخ اسلام میں مصیبت کا سال کہلاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا جنگ میں بہت نقصان ہوا تھا۔ ایک جگہ پر اسلامی لشکر کے گھوڑے دشمن کے ہاتھیوں سے بھاگے۔ پاس ہی ایک چھوٹا سا دریا تھا۔ گھوڑے اس میں کود ے اور عرب چونکہ تیرنا نہیں جانتے تھے اس لیے سینکڑوں مسلمان ڈوب کر مر گئے۔ اس لیے اس سال کو مصیبت کا سال کہتے ہیں۔ بہرحال وہ مسلمان عرب سردار کمرے میں قید تھا۔ مسلمان سپاہی جنگ سے واپس آتے اور اس کے کمرے کے قریب بیٹھ کر یہ ذکر کرتے کہ جنگ میں مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ وہ کڑھتا اور اس بات پر اظہار افسوس کرتا کہ وہ اس موقع پر جنگ میں حصہ نہیں لے سکا۔ بے شک اس میں کمزوری تھی کہ اس نے شراب پی لی لیکن وہ تھا بڑا بہادر، اس کے اندر جوش پایا جاتا تھا۔ جنگ میں مسلمانوں کے نقصانات کا ذکر سن کر وہ کمرے میں اس طرح ٹہلنے لگ جاتا جیسے پنجرے میں شیر ٹہلتا ہے۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ شعر پڑھتا جس کا مطلب یہ تھا کہ آج ہی موقع تھا کہ تُو اسلام کو بچاتا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا مگر تُو قید ہے۔ حضرت سعدؓ کی بیوی بڑی بہادر عورت تھیں۔ وہ ایک دن اس کے کمرے کے پاس سے گزریں تو انہوں نے وہ شعر سن لیے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں پہرہ نہیں ہے۔ وہ دروازے کے پاس گئیں اور اس قیدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تجھے پتہ ہے کہ سعدؓ نے تجھے قید کیا ہوا ہے۔ اگر اسے پتہ لگ گیا کہ میں نے تجھے قید سے آزاد کر دیا ہے تو مجھے چھوڑے گا نہیں لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ میں تجھے قید سے آزاد کر دوں تا کہ تُو اپنی خواہش کے مطابق اسلام کے کام آ سکے۔ اس نے کہا اب جو لڑائی ہو تو مجھے چھوڑ دیا کریں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ لڑائی کے بعد فوراً واپس آ کر اس کمرے میں داخل ہو جایا کروں گا۔ اس عورت کے دل میں بھی اسلام کا درد تھا اور اس کی حفاظت کے لیے جوش پایا جاتا تھا اس لیے اس نے اس شخص کو قید سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ لڑائی میں شامل ہوا اور ایسی بے جگری سے لڑا کہ اس کی بہادری کی وجہ سے اسلامی لشکر بجائے پیچھے ہٹنے

کے آگے بڑھ گیا۔ سعدؓ نے اسے پہچان لیا اور بعد میں کہا کہ آج کی لڑائی میں وہ شخص موجود تھا جسے میں نے شراب پینے کی وجہ سے قید کیا ہوا تھا۔ گو اُس نے چہرے پر نقاب ڈالی ہوئی تھی مگر میں اس کے حملے کے انداز اور قد کو پہچانتا ہوں۔ میں اس شخص کو تلاش کروں گا جس نے اسے قید سے نکالا ہے اور اسے سخت سزا دوں گا یعنی جس نے اس کو اس قید سے باہر نکالا اس کی زنجیریں کھولیں اس کو سخت سزا دوں گا۔ جب حضرت سعدؓ نے یہ الفاظ کہے تو ان کی بیوی کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آپ تو درخت پر عرشہ بنا کر بیٹھا ہوا ہے اور اس شخص کو تُو نے قید کیا ہوا ہے جو دشمن کی فوج میں بے دریغ گھس جاتا ہے اور اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ میں نے اس شخص کو قید سے چھڑایا تھا تم جو چاہو کر لو۔ میں نے اسے کھلوایا تھا اب جو تم نے کرنا ہے کر لو۔ بہرحال یہ تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ایک لجنہ کی تقریر میں بیان فرمائی تھی اور یہ بیان فرما کے فرمایا تھا کہ غرض عورتوں نے اسلام میں بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ آپؓ نے یہ فرمایا کہ پس آج بھی احمدی عورتوں کو ان مثالوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔

(ماخوذ از قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 428 تا 430)

پھر عورتوں کی قربانی کا حضرت سعدؓ کے حوالے سے ہی مزید واقعہ سنیں۔

انصار کے قبیلہ بنو سُلَیم کی مشہور شاعرہ اور صحابیہ حضرت خنساءؓ نے اس جنگ میں اپنے چار بیٹے اللہ کی راہ میں قربان کیے۔ حضرت خَنساءؓ کے خاوند اور بھائی ان کی جوانی میں فوت ہو گئے تھے۔ حضرت خَنْساءؓ نے بڑی محنت سے اپنے بچوں کو پالا تھا۔ قادسیہ کی جنگ کے آخری دن صبح جنگ سے پہلے حضرت خَنْساءؓ نے اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے میرے بیٹو! تم نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا ہے اور اپنی مرضی سے ہجرت کی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ اَور کوئی معبود نہیں! مَیں نے تمہارے حسب و نسب میں کوئی عار نہیں آنے دی۔ یاد رکھو کہ آخرت کا گھر اس فانی دنیا سے بہتر ہے۔ بیٹو! ڈٹ جاؤ اور ثابت قدم رہو اور کندھے سے کندھا ملا کر لڑو۔ خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔ جب تم دیکھو گے کہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے اور اس کا تندور بھڑک اٹھا ہے اور شہ سواروں نے اپنے سینے تان لیے ہیں تو تم اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے اس میں کود جاؤ۔ حضرت خنساءؓ کے بیٹوں نے ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود گئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس روز شام سے پہلے قادسیہ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ حضرت خنساءؓ کو بتایا گیا کہ تمہارے چاروں بیٹے شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے انہیں شہادت سے سرفراز کیا۔ میرے لیے کم فخر نہیں کہ وہ راہِ حق میں قربان ہو گئے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں ضرور جمع رکھے گا۔

قادسیہ کو فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے بابل کو فتح کیا۔ بابل موجودہ عراق کا قدیم شہر تھا جس کا ذکر ہاروت اور ماروت کے سلسلے میں قرآن نے بھی کیا ہے اور یہ وہیں تھا جہاں آج کوفہ ہے۔ شہروں کا جو تعارف ہے اس میں اس کا یہ تعارف لکھا ہے۔ اور پھر آگے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فتح کر کے کُوثٰی نام کے تاریخی شہر کے مقام پر پہنچے یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے قید کیا تھا۔ قید خانے کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی۔ حضرت سعدؓ نے

جب وہاں پہنچے اور قید خانے کو دیکھا تو قرآن کریم کی آیت پڑھی۔

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران: 141)

یعنی یہ دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

کُوثی سے آگے بڑھے تو بَهُرَہ شِیْر نامی ایک جگہ پر پہنچے۔ معجم البُلدان جو شہروں کی معجم ہے اس کے مطابق اس کا نام بَهُرِسِيْرْ ہے۔ بَهُرِسِيْرْ دریائے دجلہ کے مغرب میں واقع عراق کے شہر مدائن کے قریب بغداد کے نواحی علاقوں میں سے ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا۔ حضرت سعدؓ کا لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے اس درندے کو لشکر پر چھوڑ دیا۔ شیر گرج کر لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص لشکر کے ہراول دستے کے افسر تھے۔ انہوں نے شیر پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

پھر اسی جنگ میں مدائن کا معرکہ بھی ہے۔ مدائن کسریٰ کا پایہ تخت تھا۔ یہاں پر اس کے سفید محلات تھے۔ مسلمانوں اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے دریا کے تمام پل توڑ دیے۔ حضرت سعد نے فوج سے کہا کہ مسلمانو! دشمن نے دریا کی پناہ لے لی ہے۔ آؤ اس کو تیر کر پار کریں اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ حضرت سعدؓ کے سپاہیوں نے اپنے قائد کی پیروی کرتے ہوئے گھوڑے دریا میں ڈال دیے اور اسلامی فوجیں دریا کے پار اتر گئیں۔ ایرانیوں نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو خوف سے چِلّانے لگے اور بھاگ کھڑے ہوئے کہ دیو آ گئے۔ دیو آ گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر اور کسریٰ کے محلات پر قبضہ کر لیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے پتھر پر کدال مارتے ہوئے فرمائی تھی کہ مجھے مدائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ ان محلات کو سنسان حالات میں دیکھ کر حضرت سعدؓ نے سورۂ دخان کی یہ آیات پڑھیں

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ۔ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ۔ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ۔ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ۔ (الدخان 26-29)

کتنے ہی باغات اور چشمے ہیں جو انہوں نے پیچھے چھوڑے اور کھیتیاں اور عزت و احترام کے مقام بھی اور ناز و نعمت جس میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو اس نعمت کا وارث بنا دیا۔

بہرحال اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھ کر مزید آگے بڑھنے کی اجازت چاہی جس پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ سر دست اسی پر اکتفا کرو اور مفتوحہ علاقے کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے مدائن کو مرکز بنا کر نظم و نسق کو مستحکم کرنے کی کوشش شروع کی اور اس کام کو بخوبی نبھایا۔ آپؓ نے عراق کی مردم شماری اور پیمائش کروائی۔ رعایا کے آرام و آسائش کا انتظام کیا اور اپنے حسن تدبر اور حسن عمل سے ثابت کیا کہ آپؓ کو اللہ نے جنگی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور فرمایا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں نے فتح کیا تو رعایا کا خیال نہیں رکھا لیکن مسلمانوں نے جب شہر فتح کیے تو وہاں کے رہنے والوں کا پہلے سے بڑھ کر خیال رکھا گیا۔

پھر تعمیر کوفہ ہے۔ مدائن کی آب و ہوا عربوں کی طبیعت کے موافق نہ آئی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی اجازت سے ایک نیا شہر بسایا جس میں مختلف عرب قبائل کو الگ الگ محلّوں میں آباد کیا اور شہر کے درمیان ایک بڑی مسجد بنوائی جس میں چالیس ہزار نمازی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے تھے۔ کوفہ دراصل فوجی چھاؤنی تھا جس میں ایک لاکھ سپاہی بسائے گئے تھے۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے ایک عرصہ تک مدائن میں قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں کی آب و ہوا نے اہل عرب کا رنگ و روپ بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عمرؓ کو اس سے مطلع کیا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد میں کوئی مناسب سرزمین تلاش کر کے ایک نیا شہر بسائیں اور عربی قبائل کو آباد کر کے اس کو مرکز حکومت قرار دیں۔ حضرت سعدؓ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزوں جگہ منتخب کر کے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی۔ عرب کے جُدا جُدا قبیلوں کو جُدا جُدا محلوں میں آباد کیا۔ وسط میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جس میں تقریباً چالیس ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصرِ سعد کے نام سے مشہور تھا۔

(ماخوذ از روشن ستارے صفحہ 84 تا 88)(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 117-118)
(معجم البلدان مترجم صفحہ 56)(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 610)

پھر معرکہ نَھَاوَنْد ہے یہاں 21 ہجری میں ایرانیوں نے عراقِ عَجَم یعنی عراق کا وہ حصہ جو فارسیوں کے پاس تھا اس میں مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں کیں اور مسلمانوں سے مفتوحہ علاقے واپس لینے کی غرض سے نہاوند کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف ڈیڑھ لاکھ ایرانی جنگجو اکٹھے ہوئے۔ حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی تو آپؓ نے اہل الرائے کے مشورے سے ایک عراقی حضرت نعمان بن مُقَرِّن مُزَنِیؓ کو مسلمان فوج کا قائد مقرر فرمایا۔ حضرت نعمانؓ اس وقت کَسکر میں تھے۔ کسکر نہروان سے لے کر بصرہ کے قریب دریائے دجلہ کے دہانے تک کا علاقہ ہے جس میں بیسیوں گاؤں اور قصبے ہیں۔

بہرحال حضرت عمرؓ نے انہیں نہاوند پہنچنے کا حکم دیا۔ ڈیڑھ لاکھ ایرانیوں کے مقابل پر مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضرت نعمانؓ نے لشکر کی صفوں میں پھر کر انہیں ہدایات دیں اور پھر کہا کہ اگر مَیں شہید ہو جاؤں تو لشکر کے قائد حُذَیفہ ہوں گے اور اگر وہ شہید ہوں تو امیر لشکر فلاں ہو گا اور اس طرح ایک ایک کر کے انہوں نے سات آدمیوں کا نام لیا۔ اس کے بعد اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اپنے دین کو معزز فرما اور اپنے بندوں کی مدد فرما اور نعمانؓ کو آج سب سے پہلے شہادت کا درجہ عطا فرما۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! مَیں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ آج میری آنکھ ایسی فتح کے ذریعہ ٹھنڈی کر جس میں اسلام کی عزت ہو اور مجھے شہادت عطا ہو۔ جنگ شروع ہوئی۔ مسلمان اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں حضرت نعمانؓ شہید ہو گئے۔ اَبُو لُؤْلُؤَۃ فَیْرُوْز اسی جنگ میں قید ہوا اور وہ غلام بن کر حضرت مُغِیرہ بن شُعْبَہ کے حصہ میں آیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے بعد میں حضرت عمرؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے نہاوند کے امیر کو خط لکھا کہ اگر اللہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو خمس یعنی

1/5 بیت المال کے لیے رکھ کر تمام مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دو اور اگر یہ لشکر ہلاک ہو جائے تو کوئی بات نہیں کیونکہ زمین کی سطح سے اس کا بطن یعنی قبر بہتر ہے۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے حضرت سعدؓ کی نماز پر اعتراض کیا اور ان کی شکایات حضرت عمرؓ سے کیں کہ صحیح طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مَسْلَمہؓ کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ شکایات غلط تھیں۔ تاہم بعض مصلحتوں کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو مدینے میں بلا لیا۔

(ماخوذ از روشن ستارے جلد 2 صفحہ 88 تا 90)(شرح زرقانی علی مواهب اللدینه جلد 4 صفحه 539 مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)(معجم البلدان مترجم صفحہ 292)

اس کی تفصیل صحیح بخاری کی روایت میں یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ کوفہ والوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت سعدؓ کی شکایت کی تو انہوں نے ان کو معزول کر دیا اور حضرت عمارؓ کو ان کا عامل یعنی حاکم مقرر کیا۔ کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کے متعلق شکایات میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے ان کو بلا بھیجا اور کہا اے ابو اسحاق! (ابو اسحاق حضرت سعدؓ کی کنیت تھی) یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھاتے۔ ابو اسحاق نے کہا مَیں تو بخدا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اس میں ذرا بھی کم نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتیں لمبی اور پچھلی دو رکعتیں ہلکی پڑھتا تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا ابو اسحاق آپ کے متعلق یہی خیال تھا۔ یعنی مجھے امید تھی کہ اس طرح ہی کرتے ہوں گے۔

پھر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ ایک آدمی یا چند آدمی کوفہ روانہ کیے تا ان کے بارے میں کوفہ والوں سے پوچھیں۔ انہوں نے کوئی مسجد بھی نہیں چھوڑی جہاں حضرت سعدؓ کے متعلق نہ پوچھا گیا ہو۔ ہر مسجد میں گئے اور لوگ ان کی (حضرت سعدؓ کی) اچھی تعریف کرتے تھے۔ آخر وہ قبیلہ بَنُو عَبْس کی مسجد میں گئے۔ ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اسے اسامہ بن قتادہ کہتے تھے اور ابو سَعْدَہ اس کی کنیت تھی۔ اس نے کہا چونکہ تم نے ہمیں قسم دی ہے اس لیے اصل بات یہ ہے کہ سعدؓ فوج کے ساتھ نہیں جایا کرتے تھے اور نہ برابر تقسیم کرتے تھے اور نہ فیصلے میں انصاف کرتے تھے۔ یہ الزام انہوں نے حضرت سعدؓ پر لگائے۔ حضرت سعدؓ نے جو یہ بات سنی تو اس پر حضرت سعدؓ نے کہا۔ دیکھو اللہ کی قسم! میں تین دعائیں کرتا ہوں کہ اے میرے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریا اور شہرت کی غرض سے کھڑا ہوا ہے یعنی جو الزام لگانے والا تھا تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی محتاجی کو بڑھا اور اسے مصیبتوں کا تختہ مشق بنا۔ اس کے بعد جب کوئی اس شخص کا حال پوچھتا جس نے الزام لگایا تھا تو وہ کہتا پیر فرتوت ہوں۔ بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ بُری حالت ہے۔ مصیبت زدہ ہوں اور حضرت سعدؓ کی بد دعا مجھے لگ گئی ہے یعنی لوگوں نے جھوٹا الزام لگوایا تھا۔ اس کا نتیجہ بھگت رہا ہوں۔ عبد الملک کہتے تھے کہ مَیں نے اس کے بعد اسے دیکھا ہے۔ حالت یہ تھی کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی دونوں آنکھوں پر آ پڑی تھیں اور تعجب ہے کہ اس

کے باوجود اس کی اخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ وہ راستوں میں چھوکریوں کو چھیڑتا اور چشمک کرتا تھا۔ بخاری میں یہ سارا واقعہ درج ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب وجوب القراءة للامام والماموم ...... حدیث 755)

بہرحال ان شکایات کا حضرت سعدؓ کو بہت دکھ ہوا اور آپؓ نے کہا عربوں میں سے مَیں پہلا ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے نکلتے اور حالت یہ تھی کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی سوائے درختوں کے پتّوں کے۔ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اس طرح مینگنیاں کرتا جیسے اونٹ لید کرتے ہیں یا بکریاں مینگنیاں کرتی ہیں یعنی خشک۔ اور اب یہ حال ہے کہ بَنُو اَسَد ابن خُذَیْمَہ مجھ کو آدابِ اسلام سکھاتے ہیں۔ تب تو مَیں بالکل نامراد رہا اور میرا عمل ضائع ہو گیا اور بنو اسد کے لوگوں نے حضرت عمرؓ کے پاس چغلی کھائی تھی اور کہا تھا کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتا۔ یہ بھی بخاری کی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب سعد بن ابی وقاص حدیث نمبر 3728)

(سنن الترمذی ابواب الزهد باب ما جاء فی معیشة اصحاب النبی ﷺ حدیث نمبر 2365-2366)

23؍ ہجری میں جب حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو حضرت عمرؓ سے لوگوں نے عرض کی کہ آپ خلافت کے لیے کسی کو نامزد کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انتخابِ خلافت کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا جس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان میں سے کسی ایک کو چن لینا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہلِ جنت قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر خلافت سعد بن ابی وقاصؓ کو مل گئی تو وہی خلیفہ ہوں ورنہ جو بھی تم میں سے خلیفہ ہو وہ سعدؓ سے مدد لیتا رہے کیونکہ مَیں نے انہیں اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ انہوں نے کوئی خیانت کی تھی۔

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قصة البیعة و الاتفاق علی عثمان بن عفان حدیث نمبر 3700) (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ و ابی بکر و عمر حدیث نمبر 1392)

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے حضرت سعدؓ کو دوبارہ کوفے کا والی بنا دیا۔ آپؓ تین سال تک اس عہدے پر فائز رہے اور اس کے بعد کسی وجہ سے حضرت سعدؓ کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اختلاف ہوا جو اس وقت بیت المال کے انچارج تھے جس کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے انہیں (حضرت سعدؓ کو) معزول کر دیا۔ معزول ہونے کے بعد حضرت سعدؓ نے مدینے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ و فساد شروع ہوا تب بھی آپ گوشہ نشین ہی رہے۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 120)

ایک روایت میں آتا ہے کہ فتنے کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت سعدؓ کے صاحبزادے نے حضرت سعدؓ سے پوچھا کہ آپؓ کو کس چیز نے جہاد سے روکا ہے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ میں تب تک نہیں لڑوں گا یہاں تک کہ مجھے ایسی تلوار لا کر دو جو مومن اور کافر کو پہچانتی ہو۔ اب تو مسلمان مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ایسی تلوار لاؤ جس کی آنکھیں، ہونٹ اور زبان

ہوں اور جو مجھے بتائے کہ فلاں شخص مومن ہے اور فلاں شخص کافر ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزو ثالث صفحہ 106، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1990ء)

اب تک تو مَیں صرف کافروں کے خلاف لڑا ہوں۔

سنن ترمذی کی ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت سعدؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شروع ہونے والے فتنوں کے بارے میں فرمایا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ضرور آئندہ زمانے میں ایک فتنہ ہو گا اور اس میں بیٹھا رہنے والا کھڑے ہونے والے شخص سے بہتر ہو گا اور کھڑا ہونے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہو گا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ یعنی کہ ہر لحاظ سے کسی طرح بھی اس فتنے میں شامل نہیں ہونا بلکہ بچنے کی کوشش کرنی ہے، تو بہرحال کسی نے پوچھا کہ اگر فتنہ میرے گھر میں داخل ہو جائے تو مَیں کیا کروں۔ فرمایا کہ تُو ابنِ آدم کی طرح ہو جانا۔

(سنن الترمذی ابواب الفتن باب ما جاء انه تكون فتنة ....حدیث نمبر 2194)

یعنی جیسے قرآن شریف میں اس ابن آدم کا ذکر ہے کہ اپنا بچاؤ تو کرو لیکن ایک دوسرے کو قتل کرنے کی نیت سے لڑائی نہیں کرنی اور یہی واقعہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اس سے یہی لگتا ہے کہ وہی مثال آپؐ نے دی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب فتنوں کا آغاز ہوا تو اس فتنے کو فرو کرنے میں صحابہ کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"گو صحابہؓ کو اب حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہونے کا موقع نہ دیا جاتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔ مصلحت وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہوا تھا جو سِن رسیدہ" بوڑھے تھے "اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کو سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے تھے یا نوجوان تھے وہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔" پھر لکھتے ہیں کہ "اول الذکر جماعت میں سے حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 321)

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی حضرت سعدؓ گوشہ نشین ہی رہے۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان اختلاف بڑھا تو امیر معاویہ نے تین صحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنی مدد کے لیے خط لکھا اور ان کو لکھا کہ وہ حضرت علیؓ کے خلاف ان کی مدد کریں۔ اس پر ان تینوں نے انکار کیا۔ حضرت سعدؓ نے امیر معاویہ کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے کہ

مُعَاوِیَ دَاؤُكَ الدَّاءُ الْعَيَاءُ ... وَ لَيْسَ لِمَا تَجِيْءُ بِهٖ دَوَاءُ

اَيَدْعُوْنِيْ اَبُوْ حَسَنٍ عَلِيٌّ ... فَلَمْ اَرْدُدْ عَلَيْهِ مَا يَشَاءُ

وَ قُلْتُ لَهٗ اَعْطِنِيْ سَيْفًا بَصِيْرًا ... تَمِيْزُ بِهِ الْعَدَاوَةُ وَالْوَلَاءُ

اَتَطْمَعُ فِي الَّذِيْ اَعْيَا عَلِيًّا ... عَلٰى مَا قَدْ طَمِعْتَ بِهِ الْعَفَاءُ

لَيَوْمٌ مِنْهُ خَيْرٌ مِّنْكَ حَيًّا ... وَ مَيْتًا اَنْتَ لِلْمَرْءِ الْفِدَاءُ

ترجمہ ان کا یہ ہے کہ اے معاویہ! تیری بیماری سخت ہے۔ تیرے مرض کی کوئی دوا نہیں۔ کیا تُو اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ ابوحسن یعنی حضرت علیؓ نے مجھے لڑنے کے لیے کہا تھا مگر میں نے ان کی بات بھی نہیں مانی اور مَیں نے ان سے کہا کہ مجھے ایسی تلوار دے دیں جو بصیرت رکھتی ہو اور مجھے دشمن اور دوست میں فرق کر کے بتا دے۔ اے معاویہ! کیا تُو امید رکھتا ہے کہ جس نے لڑائی کرنے کے لیے حضرت علیؓ کی بات نہ مانی ہو وہ تیری بات مان لے گا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی زندگی کا ایک دن تیری ساری زندگی اور موت سے بہتر ہے اور تُو ایسے شخص کے خلاف مجھے بلاتا ہے۔ اسد الغابہ کی یہ روایت ہے۔ اس میں واقعہ درج ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزو ثانی صفحه 455، سعد بن مالك، دارالکتب العلميه بيروت لبنان)

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے حضرت سعدؓ سے پوچھا کہ ابوتراب! (یہ حضرت علیؓ کی کنیت تھی) کو برا کہنے سے آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے؟ ان کو آپ برا نہیں کہتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا وہ تین باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمائی ہیں اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ ان تین باتوں کی وجہ سے میں کبھی ان کو یعنی حضرت علیؓ کو برا نہیں کہوں گا۔ نمبر ایک یہ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک غزوے میں اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس پر حضرت علی نے آپؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں۔

اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تُو اس بات پر خوش نہیں کہ تیرا میرے ساتھ ویسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، صرف اس فرق کے ساتھ کہ میرے بعد تجھے نبوت کا مقام حاصل نہیں ہے۔ نمبر دو بات یہ کہی کہ غزوۂ خیبر کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مَیں ایسے شخص کو اسلامی جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس پر ہم نے اس کی خواہش کی، ہر ایک میں خواہش پیدا ہوئی کہ جھنڈا ہمیں دیا جائے ہم بھی اللہ سے اور رسول سے محبت رکھتے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔ ہم میں سے کسی کو نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔ حضرت علیؓ آئے۔ ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو اسلامی جھنڈا دیا اور اللہ نے اس روز مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ پھر تیسری بات انہوں نے یہ بیان کی کہ جب آیت

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ (آل عمران:62)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تُو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا اور فرمایا کہ اے اللہ! یہ میرا اہل و عیال ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب انا دار الحكمة و علی بابها حديث 3724)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیٹے مُصْعَبْ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کی وفات کا وقت آیا تو ان کا سر میری گود میں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ سے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے! تجھے کیا چیز رلاتی ہے۔

مَیں نے عرض کیا آپ کی وفات کا غم اور اس بات کا غم کہ میں آپ کے بعد آپ کا بدل کسی کو نہیں دیکھتا۔ اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا مجھ پر مت رو۔ اللہ مجھے کبھی عذاب نہیں دے گا اور مَیں جنتیوں میں سے ہوں۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جی فلاں نے فلاں پروگرام میں کہہ دیا جنتیوں میں سے کس طرح ہو گئے تو یہاں حضرت سعدؓ بھی فرما رہے ہیں کہ مَیں جنتیوں میں سے ہوں۔ پھر فرمایا کہ اللہ مومنوں کو ان کی نیکیوں کی جزا دیتا ہے جو انہوں نے اللہ کے لیے کیں اور جہاں تک کفار کا معاملہ ہے تو اللہ ان کے اچھے کاموں کی وجہ سے ان کے عذاب کو ہلکا کر دیتا ہے مگر جب وہ اچھے کام ختم ہو جائیں تو دوبارہ عذاب دیتا ہے۔ ہر انسان کو اپنے اعمال کی جزا اس سے طلب کرنی چاہیے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہو۔

(الطبقات الکبریٰ جزو ثالث صفحہ 108-109، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد سے پوچھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپؓ انصار کے گروہ کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ نہیں کرتے تو انہوں نے بھی بیٹے سے پوچھا کہ اے میرے بیٹے! کیا تمہارے دل میں ان کی طرف سے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ سلوک جو میں انصار سے کرتا ہوں تو کیا تمہارے دل میں کوئی بات ہے؟ تو میں نے جواب دیا نہیں لیکن مجھے آپ کے اس معاملے سے تعجب ہوتا ہے۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن ہی ان کو دوست رکھتا ہے اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے۔ پس میں اس لیے ان سے تعلق رکھتا ہوں۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثانی صفحہ 456، سعد بن مالک، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

جریر سے مروی ہے کہ وہ ایک دفعہ حضرت عمر کے پاس سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا مَیں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ اپنی حکومت میں باوجود قدرت کے سب سے شریف انسان ہیں۔ سختی میں سب سے کم ہیں۔ وہ تو ان لوگوں کے لیے مہربان ماں جیسے ہیں۔ وہ ان کے لیے ایسے جمع کرتے ہیں جیسے چیونٹی جمع کرتی ہے۔ جنگ کے وقت لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر ہیں اور قریش میں سے لوگوں کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 3 صفحہ 64، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1995ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے 55ر ہجری میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ستر برس سے کچھ زیادہ تھی۔ بعض کے نزدیک آپ کی عمر چوہتر سال تھی جبکہ بعض کے نزدیک آپ کی عمر تراسی سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 110، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1990ء)
(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ثانی صفحہ 610، دارالجیل بیروت)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات کے سال کے بارے میں اختلاف ہے۔ مختلف روایات میں آپ کی وفات

کا سال اکاون ہجری سے لے کر اٹھاون ہجری تک ملتا ہے لیکن اکثر نے آپ کی وفات کا سال پچپن ہجری بیان کیا ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء ثانی صفحه 456، سعد بن مالك، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے وفات کے وقت اڑھائی لاکھ درہم ترکے میں چھوڑے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحه 110، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے عَقِیق مقام پر وفات پائی جو مدینے سے سات میل کے فاصلے پر تھا یا دس میل کے فاصلے پر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہاں سے لوگ آپ کی میت کو کندھوں پر رکھ کر مدینہ لائے اور مسجد نبوی میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کا جنازہ مروان بن حکم نے پڑھا جو اس وقت مدینے کا حکمران تھا۔ آپ کی نماز جنازہ میں ازواج مطہرات نے بھی شرکت فرمائی۔ آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء ثانی صفحه 456، سعد بن مالك، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحه 110، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان، 1990ء)

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء ثانی صفحه 610، دارالجیل بیروت)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے جنازے کے بارے میں روایت ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے یہ کہلا بھیجا کہ لوگ ان کا جنازہ لے کر مسجد میں آئیں تا کہ وہ یعنی ازواج بھی ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جنازہ ان کے حجروں کے سامنے رکھا گیا تا کہ وہ نماز جنازہ پڑھ لیں۔ پھر انہیں باب الجنائز سے باہر لے جایا گیا جو بیٹھنے کی جگہوں کے پاس تھا۔

پھر ان ازواج مطہرات کو یہ بات پہنچی کہ لوگوں نے اس بات پر نکتہ چینی کی ہے اور کہتے ہیں کہ جنازے مسجد میں داخل نہیں کیے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ لوگ کتنی جلدی ایسی باتوں پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتے ہیں جن کا ان کو علم نہیں ہوتا۔ انہوں نے ہم پر اعتراض کیا ہے یعنی حضرت عائشہؓ نے کہا کہ لوگوں نے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جنازہ مسجد میں سے گزارا گیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بَیْضَاء کی نماز جنازہ مسجد کے اندر ہی پڑھی تھی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد 973) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحه 109، سعد بن ابی وقاص، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی مرض الموت میں وصیت کی کہ میرے لیے لحد بنانا اور مجھ پر اینٹیں نصب کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا گیا تھا۔ یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی اللحد و نصب اللبن علی المیت 966)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مہاجرین مردوں میں سے سب سے آخر پر وفات پائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک اونی جبہ نکالا اور وصیت کی کہ مجھے اس کا کفن پہنانا کیونکہ مَیں اس جبے کو پہن کر غزوۂ بدر میں شامل ہوا تھا اور مَیں نے اسے اسی وقت کے لیے یعنی وفات کے وقت کے لیے سنبھال کر رکھا تھا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء ثانی صفحه 456، سعد بن مالك، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ 'سیرت خاتم النبیین' میں لکھتے ہیں کہ

"حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی جب صحابہ کے وظیفے مقرر ہوئے تو بدری صحابیوں کا وظیفہ ممتاز طور پر خاص مقرر کیا گیا۔ خود بدری صحابہؓ بھی جنگِ بدر کی شرکت پر خاص فخر کرتے تھے۔ چنانچہ "مشہور مستشرق ولیم "میور صاحب لکھتے ہیں۔ بدری صحابی اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ ترین رکن سمجھے جاتے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ جب 80 سال کی عمر میں فوت ہونے لگے تو انہوں نے کہا کہ مجھے وہ چوغہ لا کر دو جو مَیں نے بدر کے دن پہنا تھا اور جسے مَیں نے آج کے دن کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ یہ وہی سعدؓ تھے جو بدر کے زمانہ میں بالکل نوجوان تھے اور جن کے ہاتھ پر بعد میں ایران فتح ہوا اور جو کوفہ کے بانی اور عراق کے گورنر بنے مگر ان کی نظر میں یہ تمام عزتیں اور فخر جنگِ بدر میں شرکت کے عزت وفخر کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں اور جنگِ بدر والے دن کے لباس کو وہ اپنے واسطے سب خلعتوں سے بڑھ کر خلعت سمجھتے تھے اور ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ اسی لباس میں لپیٹ کر ان کو قبر میں اتارا جاوے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 373)

پہلے روایت آچکی ہے کہ آپ نے قصر سعد بنایا تھا تو اس کے تعمیر ہونے پر کسی کے دل میں کوئی خیال بھی ہو، سوال اٹھتا ہو تو یہی اس کا جواب ہے کہ انہوں نے آخر میں گوشہ نشینی اختیار کی اور پھر جس چیز کو پسند کیا وہ بدر کی جنگ میں پہنا ہوا لباس تھا اور اس سے پہلے بھی ان کی جو گوشہ نشینی کی حالت تھی وہی ان کی عاجزی اور سادگی کی دلیل ہے۔

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں غزوۂ بدر میں شامل ہوا تھا تو اس وقت میری صرف ایک بیٹی تھی۔ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعے پر بھی آپ کی ایک ہی بیٹی تھی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا کہ میری اولاد بہت زیادہ ہو گئی۔ حضرت سعدؓ نے مختلف اوقات میں نو شادیاں کیں اور ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چونتیس بچوں سے نوازا جن میں سترہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں۔

(ماخوذ از روشن ستارے جلد 2 صفحہ 98-99)

(الاصابہ جلد 5 صفحہ 219 عمر بن سعد بن ابی وقاص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت سعد بن وقاصؓ کا یہ ذکر اب ختم ہوا۔ آئندہ ان شاء اللہ دوسرے صحابہ کا ذکر شروع ہو گا۔

آج میں نماز کے بعد کچھ جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جو جنازہ ہے وہ مکرم صفدر علی گجر صاحب کا ہے جو شعبہ ضیافت مسجد فضل میں رضا کار کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ 25/ جولائی کو بوجہ ہارٹ اٹیک ان کی وفات ہوئی۔ چند روز ہسپتال میں داخل رہے۔ اناسی سال ان کی عمر تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

خدا کے فضل سے موصی تھے۔ انہوں نے تیس سال تک شعبہ ضیافت یوکے میں بطور والنٹیئر خدمت کی توفیق پائی اور آخر دم تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں، کارکنان اور احباب جماعت کی بھی بے مثال خدمت اور ضیافت کی توفیق پاتے رہے۔ اس کے علاوہ مرحوم نے ایک لمبا عرصہ تک الفضل انٹرنیشنل اور اخبار احمدیہ کی پیکنگ و پوسٹنگ میں بھی خدمات سر انجام دیں۔ بڑا لمبا عرصہ ان کا اسائلم کیس لٹکا رہا اور جب ایک لمبے عرصے کے بعد اسائلم کیس پاس ہوا اور ان کی فیملی کے یوکے آنے کے سامان ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا

کرتے تھے اور کبھی شکوہ نہیں کیا کہ اتنا لمبا عرصہ ان کو اکیلا رہنا پڑا۔ مرحوم خلافت کے شیدائی تھے اور ہمیشہ اسی دَر پر فدا رہے بلکہ ایسے شیدائی تھے کہ مَیں کہوں گا کہ ایسے تھے کہ وہ دوسروں کے لیے ایک مثال تھے۔ احباب جماعت اور اپنے رحمی رشتے داروں سے محبت اور عزت کا تعلق بھی رکھنے والے تھے۔ انتہائی دعا گو، نمازوں کے پابند، خدمت گار، ہر دلعزیز اور بہت شفیق طبیعت کے مالک تھے۔ پنجابی کے شاعر بھی تھے اور اپنی خوش الحان آواز کی وجہ سے احباب جماعت میں مقبول تھے۔ مرحوم کو جلسہ سالانہ پر عوام میں نظم پڑھنے کی وجہ سے بہت پسند کیا جاتا تھا۔ مرحوم کا تعلق لاہور کی معروف جماعت ہانڈو گجر سے تھا۔ مرحوم نے اپنے پیچھے اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب لکھتے ہیں کہ صفدر علی صاحب بہت سادہ مزاج تھے۔ مخلص اور بے لوث خدمت سلسلہ کرنے والے انتھک خادمِ سلسلہ تھے۔ کہتے ہیں ان کی تین غیر معمولی خصوصیات ہیں جنہوں نے میرے دل میں ان کی محبت بڑھائی۔ پہلی یہ کہ ان میں اللہ کا شکر بہت تھا۔ باوجود محدود وسائل کے بات بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کیا کرتے تھے۔ دوسرے خلیفہ وقت اور خلافت سے محبت دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کہتے ہیں مجھے نہیں یاد کہ کبھی مختصر سی ملاقات بھی ہوئی ہو اور اس میں انہوں نے خلافت سے محبت کے تعلق کا اظہار نہ کیا ہو۔ تیسرے یہ کہ خدمت دین جو ہے وہ دلی محبت کے ساتھ کرتے اور اس کو سعادت سمجھتے تھے۔

ان کی بیٹی تحسین صاحبہ لکھتی ہیں کہ زندگی کے ہر لمحے میں انہوں نے دوسروں کو سکھ دیا۔ ان کے کسی جاننے والے کو یا مسجد میں کسی کو بھی پریشانی ہوتی تھی تو وہ گھر میں ہم سب کو اس کا نام بتا کر دعا کے لیے کہتے تھے۔ ہر حال میں اللہ کا شکر کرتے تھے۔ دوسروں سے نیکی کر کے اس کا شکریہ ادا کرتے تھے کہ آپ نے مجھے نیکی کا موقع دیا۔ پھر کہتی ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ تم دونوں بہنیں مجھے اس لیے بھی بڑی پیاری ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بیٹیوں کی عزت کرے گا اس کو جنت میں میرا ساتھ ملے گا۔ کہتی ہیں کہ انہوں نے ہمیں بہت محبت کے ساتھ عزت و احترام بھی بہت دیا۔

دوسری بیٹی رضیہ صاحبہ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہمیشہ ہمارے والد خلافت کی اطاعت اور محبت کی تلقین کرتے تھے اور خود بھی خلافت سے محبت کا بہت بڑا نمونہ تھے۔ کہتی ہیں کہ جو بھی ان کی تعزیت کے لیے آتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ہمیں لگتا تھا کہ ہم سے زیادہ پیار کرتے ہیں لیکن وہ سب سے ہی پیار کرتے تھے۔ ہمیں لگتا تھا کہ وہ مسجد میں قریب قریب کے لوگوں سے ہی تعلق نبھاتے ہیں لیکن ہر کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہمارے خاندان کا حصہ تھے۔ دور دور کے لوگوں کے بھی کام کرتے تھے اور ان سے تعلق نبھانے والے تھے۔ یہ ان کی بے لوث محبت اور خدمت کی وجہ سے ہے جو لوگوں نے ان کے ساتھ اس طرح اظہار کیا ہے۔ مجھے بھی بہت سے خطوط ان کے بارے میں لوگوں نے لکھے ہیں اور ہر خط سے یہی لگتا ہے کہ ان کا ہر ایک سے ذاتی تعلق، پیار اور اخلاص کا تعلق تھا۔ کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس طرح ہر طبقے میں ہر دلعزیز ہوں اور اسی طرح ان کی ہر مجلس میں ہر لکھنے والے نے یہی لکھا ہے کہ ان کی باتوں کا محور خلافت اور اس سے تعلق ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ

دے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں اور دعاؤں کا وارث بنائے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کو صحت دے۔ صبر اور سکون عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ بھی لمبے عرصے سے بیمار ہیں۔ ان کی بھی انہوں نے بڑے اخلاص، پیار اور محبت سے بہت خدمت کی ہے اور اپنے تمام کاموں اور فرائض کے ساتھ خدمت کی ہے۔ خدمت تو لنگر خانے میں دارالضیافت میں بھی کرتے تھے اور ایک وقفِ زندگی سے بڑھ کر خدمت کا ان میں جذبہ تھا اور ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے گھریلو فرائض بھی نبھائے اور اسی طرح زبان نہ آنے کے باوجود انگریز ہمسایوں کی بھی خدمت کیا کرتے تھے۔ ان سے بھی تعلق رکھا اور انہوں نے بھی ان کی بہت تعریفیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرمہ عفت نصیر صاحبہ کا ہے جو مکرم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 3؍ مئی کو ستانوے سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کی شادی 1951ء کو مرحوم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب سے ہوئی تھی۔ بچوں میں، لواحقین میں ان کی ایک بیٹی عائشہ نصیر صاحبہ ہیں جو ڈاکٹر عنایت اللہ منگلا صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔ بیٹوں میں ظہیر احمد خان ہیں اور ڈاکٹر منیر احمد خان ہیں اور ان کے یہ دونوں بیٹے خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں بیاہے گئے ہیں۔ ان کے ایک پوتے بصیر احمد خان واقف زندگی ہیں اور اس وقت بڑے احسن رنگ میں ایم ٹی اے میں ٹرانسمشن میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں پڑھائی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو وقف کے لیے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ جب ہم چھوٹے تھے تو والدہ کے ساتھ ہی سوتے تھے اور ہماری اکثر رات کو آنکھ کھلتی تھی تو تہجد کی نماز میں رو رو کر دعا کر رہی ہوتی تھیں۔ یہی بات ان کی بیٹی نے بھی لکھی ہے۔ قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرتی تھیں اور ہم بچوں پر بھی لازمی تھا کہ صبح تلاوت کر کے سکول جائیں۔ اس کے بغیر اجازت نہیں۔ شروع میں، ساٹھ کی دہائی میں یہ لاہور میں بھی رہی ہیں۔ وہاں جنرل سیکرٹری لجنہ کے طور پر ماڈل ٹاؤن میں خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ 28 سال تک صدر لجنہ دارالنصر غربی کی خدمت سرانجام دی اور اس وقت وسائل بھی تھوڑے ہوتے تھے اور پھیلے ہوئے محلے تھے، سواریاں نہیں تھیں۔ پیدل ہی دور دور کے علاقوں میں، دارالنصر کا جو محلہ تھا دریا تک پھیلا ہوا تھا وہاں تک خود جایا کرتی تھیں۔ پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے احباب جماعت کو یہ تحریک فرمائی کہ اپنے تمام غیر احمدی رشتے داروں اور کمزور احمدیوں کو خطوط لکھے جائیں تو اس میں انہوں نے بھی اپنے رشتے داروں کو بے شمار خطوط لکھے۔

کسی نہ کسی بہانے غریب عزیزوں اور محلہ داروں کی مدد کرتی رہتیں اور خاص طور پر رمضان کے دنوں میں ضرور انہیں کچھ نہ کچھ پکا کر بھیجتی رہتیں۔ ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کو آپس میں جوڑیں اور پھٹنے سے بچائیں۔ ان کی بیٹی عائشہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ایک واقف زندگی کے ساتھ بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ زندگی گزاری اور ہماری تعلیم و تربیت کو اپنا اولین فرض سمجھتی تھیں اور اس کے ساتھ دعائیں بھی بہت کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد اور نسلوں کو بھی ان کی نیک خواہشات کو پورا کرنے

والا اور دعاؤں کا وارث بنائے۔

اگلا جنازہ مکرم عبدالرحیم ساقی صاحب کا ہے جو جنرل سیکرٹری آفس یوکے کے کارکن تھے۔ 31/ مارچ کو وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ 31/ دسمبر 1934ء کو موضع رائے پور ریاست نابھہ ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کا نام رحمت علی تھا۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد مرحوم کے تایا جان چودھری کریم بخش صاحب نمبردار جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے ان کے ذریعہ سے آئی تھی۔ عبدالرحیم ساقی صاحب مرحوم کے والد کی خالہ زاد اور تایازاد بہن رحیمن بی بی صاحبہ صحابیہ اہلیہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری رشتہ میں آپ کی پھوپھی بھی لگتی تھیں۔ ساقی صاحب مرحوم کو 1958ء سے لے کر 1968ء تک دس سال بطور سیکرٹری مال اور قائد مجلس خدام الاحمدیہ تخت ہزارہ خدمت کی توفیق ملی۔ پارٹیشن کے بعد یہ تخت ہزارے آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اس کے بعد 1968ء میں جماعت احمدیہ تخت ہزارہ کے امیر مقرر کیے گئے اور جولائی 1974ء تک بطور امیر جماعت خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ 13/ جولائی 1974ء کو تخت ہزارہ کے غیر احمدی شرپسند ٹولے نے ارد گرد کے علاقوں میں سے غنڈوں اور معاندین احمدیت کے بہت بڑے مسلّح جتّھے کو جمع کر کے احمدیوں کے خلاف فسادات برپا کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسجد کے ایک حصے کو آگ لگا کر اس پر قبضہ کر لیا۔ مہمان خانے کو مکمل طور پر جلا دیا۔ ساقی صاحب کی کریانہ کی دکان تھی اس کو لُوٹ کر آگ لگا دی۔ اسی طرح آپ کی ایک دوسری کپڑے کی دکان تھی اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ گھروں کو نذر آتش کر دیا اور یہ بھی اندر ہی تھے اور دھوئیں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ بے ہوشی کی حالت میں شرپسند ان کو اٹھا کے مسجد میں لے گئے اور لاؤڈ سپیکر سے اعلان کر دیا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور توبہ کر لی ہے تا کہ دوسرے احمدی بھی جماعت سے منحرف ہو جائیں۔ بہرحال جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے دیکھا کہ برچھیوں اور نیزوں کے نرغے میں یہ بیٹھے ہیں اور اس کا ان کے ذہن پہ بڑا اثر ہوا۔ پھر وہاں سے ان کو بچوں نے ہی اس وجہ سے لاہور ان کے کسی عزیز کے پاس بھجوا دیا۔ وہاں ان کا علاج ہوا اور یہ وہاں رہے۔ پھر لاہور میں ہی ایک جماعت میں جہاں سیٹل (settle) ہوئے تھے، جا کے دوبارہ آباد ہوئے۔ انہوں نے کاروبار شروع کیا اور اپنے عزیز کے ملحقہ مکان کے ملحقہ حصہ میں نماز کا سینٹر بنایا۔ باجماعت نمازوں کے قیام کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی۔ سینکڑوں بچوں کو اور لوگوں کو قرآن کریم پڑھایا۔

پھر نومبر 2000ء میں یہ ہجرت کر کے لندن آ گئے۔ یہاں اس کے بعد 2020ء تک نیشنل جنرل سیکرٹری آفس یوکے میں رضاکارانہ طور پر باقاعدگی کے ساتھ خدمات سرانجام دیتے رہے اور واقفینِ زندگی سے بڑھ کر وقت کے پابند تھے۔ پہلے دفتر پہنچتے تھے تا کہ کسی کو انتظار نہ کرنا پڑے بلکہ بعض دفعہ دفتر آنے سے پہلے اگر کبھی ناشتے میں دیر ہو گئی تو ناشتہ کیے بغیر آ جایا کرتے تھے اور پھر ان کی یہ خوبی تھی کہ ان کے بچوں نے لکھا ہے کہ روزانہ قرآن کریم کے تین سپارے تلاوت کیا کرتے تھے۔ خلافت کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ بچوں اور بڑوں کو ہمیشہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے اور خلیفۂ وقت کا ادب اور کامل وفا کے ساتھ اطاعت کرنے کی

طرف بڑے درد کے ساتھ نصائح کیا کرتے تھے۔ واقفین اور خاص طور پر مربیان کا دلی احترام اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے وجود تھے۔ تقریباً ساٹھ سال سے زائد عرصہ رضاکارانہ طور پر خدمت دینیہ بجالانے کی ان کو توفیق ملی۔ ان کے بیٹے خالد محمود صاحب کولیئرز ووڈ(Colliers Wood) کے صدر جماعت بھی ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد اور ان کی نسل کو بھی ان کی نیک خواہشات کو پورا کرنے والا بنائے۔

اگلا جنازہ جو پڑھاؤں گا وہ سعید احمد سہگل صاحب کا ہے۔ یہ ہمارے پی ایس دفتر میں شعبہ ڈِسپیچ (dispatch) میں رضاکار تھے۔ ان کی 12/اپریل کو نوّے سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ مرحوم کا بچپن قادیان میں گزرا۔ ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ لمبا عرصہ یہاں پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر کے ڈِسپیچ سیکشن میں بطور رضاکار خدمت کی توفیق پائی۔ بڑے پڑھے لکھے علم دوست شخص تھے۔ دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور جماعتی مسائل کا بھی خوب علم رکھتے تھے۔ نمازوں کے پابند اور خلافت کے شیدائی تھے۔ بہت عاجز اور شرافت کا ایک نمونہ تھے۔ اپنے حلقے میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ مَیں نے دیکھا ہے جب بھی ملے تو انتہائی عاجزی سے اور ان کو بڑا درد ہوتا تھا کہ ان کی اولاد بھی اسی طرح جماعت سے تعلق رکھنے والی ہو۔ اسلم خالد صاحب لکھتے ہیں کہ آپ خاص علمی مزاج رکھتے تھے۔ اکثر دوپہر کے کھانے پر مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے اور خاص طور پر عیسائیت اور یہودیت پر گہرا علم تھا۔ ہمارے دفتر کے کارکن بشیر صاحب لکھتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی کوشش رہی کہ جماعتی خدمت کریں۔ ایک دفعہ بتایا کہ کسی کام کی غرض سے مسجد آ رہے تھے کہ چکر آ گیا اور نیچے گر گئے اور چوٹ بھی لگی لیکن اس کے باوجود دفتر ضرور آتے تھے حالانکہ کافی دور سے پیدل آنا پڑتا تھا تاکہ خدمت کا موقع ہاتھ سے نہ جائے۔ اپنا بڑا مکان بیچ کر مسجد کے قریب فلیٹ لے لیا تھا تاکہ آنے جانے میں آسانی رہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کے حق میں بھی ان کی دعائیں قبول فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04 ستمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 71 صفحہ 05 تا 10)

34

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21/اگست 2020ء بمطابق 21/ظہور 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے ذکر میں سے آج جن صحابی کا ذکر ہوگا ان کا نام ہے حضرت زبیر بن عوامؓ۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کے والد کا نام عَوَّام بن خُوَیلِد تھا اور والدہ کا نام صَفِیَّہ بنت عبد الْمُطَّلِب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زبیرؓ کا سلسلہ نسبت قُصَیّ بن کِلَاب پر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ حضرت زبیرؓ کی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کے ساتھ شادی ہوئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی حضرت عائشہؓ کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ یوں حضرت زبیر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف بھی تھے۔

اس طرح حضرت زبیر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نسبتیں حاصل تھیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ آپ کی والدہ حضرت صفیہؓ نے آپؓ کی کنیت اپنے بھائی زبیر بن عبد المطلب کی کنیت پر ابو طاہر رکھی تھی لیکن حضرت زبیرؓ نے اپنی کنیت اپنے بیٹے عبد اللہ کے نام کی مناسبت سے رکھی جو بعد میں زیادہ مشہور ہو گئی۔ حضرت زبیرؓ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں وہ چوتھے یا پانچویں شخص تھے۔ حضرت زبیرؓ نے بارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے آٹھ یا سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت زبیرؓ اُن دس خوش قسمت صحابہ میں سے تھے جن کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی اور ان چھ اصحابِ شوریٰ میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل اگلا خلیفہ منتخب کرنے کے لیے نامزد فرمایا تھا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه جلد 2 صفحه307 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیه بیروت 2003ء)
(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 2 صفحه457 ذکر اسمه الزبیر بن العوام دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)
(سیر الصحابہ جلد2 صفحہ 67 زبیر بن العوام دار الاشاعت کراچی)

جب حضرت زبیرؓ کے والد عَوَّام کا انتقال ہوا تو نَوفَل بن خُوَیلِد اپنے بھتیجے زبیر کی پرورش کرتے تھے اور حضرت صفیہؓ جو حضرت زبیرؓ کی والدہ تھیں انہیں مارتی تھیں یا ڈانٹتی تھیں۔ اس وقت حضرت زبیر چھوٹی عمر کے تھے تو نوفل نے، ان کے چچا نے حضرت صفیہؓ کو کہا کہ کیا اس طرح بچوں کو مارا جاتا ہے، سختی کی جاتی ہے؟ تم تو ایسے

مارتی ہو جیسے اس سے ناراض ہو۔ اس پر حضرت صفیہؓ نے یہ اشعار پڑھے کہ

مَنْ قَالَ إِنِّي أُبْغِضُهُ فَقَدْ كَذَبْ

وَ إِنَّمَا أَضْرِبُهُ لِكَيْ يَلَبْ

وَ يَهْزِمَ الْجَيْشَ وَ يَأْتِيَ بِالسَّلَبْ

وَ لَا يَكُنْ لِمَالِهِ خَبْأٌ مُخَبْ

يَأْكُلُ فِي الْبَيْتِ مِنْ تَمْرٍ وَّ حَبْ

کہ جو اس بات کا قائل ہے کہ میں اس سے ناراض ہوں تو وہ جھوٹا ہے۔ میں اس پہ اس لیے سختی کرتی ہوں اسے مارتی ہوں تا کہ یہ بہادر بنے اور لشکروں کو شکست دے اور مقتول کا سامان لے کر لوٹے اور اپنے مال کے لیے چھپ کر نہ بیٹھے کہ گھر میں بیٹھا کھجوریں اور اناج کھاتا پھرے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 2 صفحہ 458 ذکر اسمه الزبیر بن العوام دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)

بہرحال یہ سوچ تھی ان کی اور اس کے مطابق ان کا تربیت کا طریقہ تھا کہ بہادر بنانے کا یہ طریقہ ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ بڑا اچھا طریق ہے اور عموماً تو آج کل یہی دیکھا جاتا ہے کہ اس سے اعتماد میں کمی آتی ہے۔ بہرحال اس وقت جو سختی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مار کے بد اثرات سے بچایا۔ ماں کی ممتا مشہور ہے۔ پیار بھی کرتی ہوں گی۔ صرف مارتی ہی نہیں ہوں گی۔ اور بعد کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ واقعی ان میں بہادری اور جرأت پیدا ہوئی۔ کس وجہ سے ہوئی اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بہرحال کوئی منفی اثر بچپن کی اس مار کا ان پہ نہیں ہوا۔ یہاں اگر آج کل کسی نے آزمانے کی کوشش کی تو یہاں تو سوشل سروس والے فوراً آجائیں گے اور بچوں کو لے جائیں گے۔ اس لیے مائیں کہیں یہ طریقہ آزمانے کی کوشش نہ کریں۔

جب حضرت زبیرؓ نے اسلام قبول کر لیا تو آپؓ کے چچا آپ کو ایک چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تھے تا کہ وہ اسلام چھوڑ کر کفر میں لوٹ جائیں مگر آپ یہی کہتے تھے کہ اب مَیں کفر میں نہیں لوٹوں گا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 2 صفحہ457 ذکر اسمه الزبیر بن العوام دار الکتب العلمیه بیروت 1995ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں اس واقعے کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "زبیر بن عوامؓ ایک بہت بڑے بہادر نوجوان تھے۔ اسلام کی فتوحات کے زمانہ میں وہ ایک زبردست جرنیل ثابت ہوئے۔ ان کا چچا بھی ان کو خوب تکلیفیں دیتا تھا۔ چٹائی میں لپیٹ دیتا تھا اور نیچے سے دھواں دیتا تھا تا کہ ان کا سانس رک جائے اور پھر کہتا تھا کہ کیا اب بھی اسلام سے باز آؤ گے یا نہیں؟ مگر وہ ان تکالیف کو برداشت کرتے اور جواب میں یہی کہتے کہ میں صداقت کو پہچان کر اس سے انکار نہیں کر سکتا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد20 صفحہ 196-197)

ہِشام بن عُروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر جب بچے تھے تو مکے میں ایک شخص سے لڑائی ہو گئی۔ اس شخص نے کوئی سختی کی ہو گی۔ یہ چھوٹے تھے وہ بڑا مرد تھا۔ بہرحال اس لڑائی میں انہوں نے ان شخص کا ہاتھ توڑ دیا اور سخت چوٹ پہنچائی۔ بہرحال اس شخص کو سواری پہ لاد کر حضرت صفیہ کے پاس لایا گیا کہ

دکھائیں۔ اس سے کہیں کہ آپ کے بیٹے نے اس کا یہ حال کیا ہے۔ حضرت صفیہ نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت زبیر نے اس سے لڑائی کی ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ قصور کس کا ہے۔ بہرحال لڑائی ہوئی تو حضرت صفیہ نے حضرت زبیر کی اس دلیری پر شعر پڑھتے ہوئے کہا کہ

كَيْفَ رَأَيْتَ زَبْرًا

أَ اَقِطًا حَسِبْتَهُ اَمْ تَمْرًا

اَمْ مُشْمَعِلًّا صَقْرًا

کہ تم نے زبیر کو کیسا پایا؟ کیا اسے پنیر اور کھجور کی طرح سمجھا ہوا تھا کہ آسانی سے اسے کھا جاؤ گے۔ جو چاہو گے اس سے کر لو گے۔ وہ تو تیز جھپٹنے والے عقاب کی طرح ہے۔ تم نے اس کو تیز جھپٹنے والے عقاب کی طرح پایا ہو گا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 74-75 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت زبیرؓ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے اور جب آپؓ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضرت مُنْذِر بِن محمدؓ کے پاس ٹھہرے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ75 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت زبیر بن عوامؓ کی بیوی تھیں ان سے مروی ہے کہ جب مَیں مکے سے ہجرت کر کے روانہ ہوئی تو مَیں امید سے تھی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے قبا میں پڑاؤ کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ وہاں پیدا ہوا۔ پھر میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے اسے اپنی گود میں رکھا۔ پھر آپؐ نے ایک کھجور منگوائی، اسے چبایا۔ پھر اس بچے کے منہ میں پہلے لعاب ڈالا۔ پہلی چیز جو اس کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور چبا کر اس کے منہ میں ڈالی اور اس کے لیے برکت کی دعا کی اور وہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ حدیث نمبر 3909)

صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء کے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ جب وہ سات یا آٹھ سال کے ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے لیے آئے اور انہیں اس بات کا ان کے والد حضرت زبیرؓ نے حکم دیا تھا کہ جاؤ بیعت کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے تبسم فرمایا۔ آپؐ مسکرائے اور پھر اس کی بیعت لی۔

(صحیح مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیك المولود عند الولادۃ ...... حدیث نمبر 2146)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکے میں مہاجرین کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تو حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد جب مہاجرین کی انصار سے مؤاخات قائم فرمائی تو حضرت سَلَمہ بن سُلَامَہؓ ان کے دینی بھائی ٹھہرے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ307 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت زبیرؓ نے اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے نام پر رکھے تھے تا کہ شاید اللہ انہیں شہادت نصیب

کرے۔ عبداللہ کا نام عبداللہ بن جَحشؓ کے نام پر۔ مُنْذِر کا نام منذر بن عَمروؓ کے نام پر۔ عروہ کا نام عُروہ بن مسعودؓ کے نام پر۔ حمزہ کا نام حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے نام پر۔ جعفر کا نام جعفر بن ابوطالبؓ کے نام پر۔ مُصعب کا نام مصعب بن عُمیرؓ کے نام پر۔ عُبَیدہ کا نام عبیدہ بن حارث کے نام پر۔ خالد کا نام خالد بن سعید کے نام پر اور عَمرو کا نام عمرو بن سعید کے نام پر رکھا۔ حضرت عمرو بن سعید جنگ یرموک میں شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 74 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اور یہ پتہ نہیں کس حد تک صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ کا جو پیدائش کا وقت ہے تو اگر وہ پہلے بچے تھے تو کس سن میں پیدا ہوئے؟ اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن اس وقت کسی کی شہادت ہو بھی چکی تھی کہ نہیں لیکن بہر حال ان بزرگ لوگوں کے نام پر انہوں نے یہ نام رکھے۔

عُروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ اتنے دراز قد تھے کہ جب آپؓ سوار ہوتے تو آپؓ کے پاؤں زمین پر لگتے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 458 ذکر اسمہ الزبیر: زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یعنی حضرت زبیرؓ سے پوچھا کہ جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر حضرات کو میں حدیث بیان کرتا ہوا سنتا ہوں۔ بہت ساری روایتیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کو نہیں سنتا اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب سے مَیں نے اسلام قبول کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 451 مسند زبیر بن العوامؓ حدیث 1413 عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی جھوٹ منسوب کرتے تھے بلکہ یہ کہ میں اپنے لیے یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ احتیاط کروں۔ حالانکہ وہاں تو جان کے منسوب کی لیکن اتنے محتاط تھے کہتے تھے کہیں غلطی سے بھی کوئی ایسی بات منسوب نہ کر دوں اور پھر کہیں سزا پانے والوں میں سے نہ ہو جاؤں۔ یہ ان کی احتیاط تھی۔

حضرت سعید بن مسیّبؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی تلوار کو اللہ کی راہ میں نیام سے نکالا تھا۔ ایک دفعہ حضرت زبیرؓ مَطَابِخ، مکہ میں ایک مقام کا نام ہے اس کی گھاٹی میں آرام کر رہے تھے کہ اچانک آواز آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ وہ فوراً اپنی تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے اس جگہ سے جہاں وہ آرام کر رہے تھے وہاں سے نکلے۔ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا اور پوچھا زبیرؓ رک جاؤ، رک جاؤ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے سنا تھا، ایک آواز آئی تھی مجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اگر مجھے شہید کر دیا تو پھر تم کیا کر سکتے تھے؟ کہنے لگے اللہ کی قسم! مَیں نے ارادہ کیا کہ تمام اہل مکہ کو قتل کر دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے لیے اس وقت خصوصی دعا فرمائی۔ ایک روایت میں درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تلوار کے لیے بھی دعا فرمائی۔

حضرت سعید بن مُسَیِّبؒ کہتے ہیں کہ مَیں امید کرتا ہوں کہ ان کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔

(کتاب فضائل الصحابة لامام احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 733 فضائل الزبیر بن العوام دار العلم الطباعة و النشر السعودیة 1983ء) (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 2 صفحہ 512 زبیر بن العوام دار الجیل، بیروت1992ء) (معجم البلدان جلد 5 صفحہ 171 دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت زُبیرؓ غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپؓ سے موت پر بیعت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا حضرت زبیرؓ کے پاس تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 77 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے جن میں سے ایک پر حضرت زبیرؓ سوار تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 76 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عُروہ سے مروی ہے کہ حضرت زبیرؓ کے جسم پر تلوار کے تین بڑے گہرے زخم تھے جن میں مَیں اپنی انگلیاں ڈالا کرتا تھا یعنی گہرے زخم تھے۔ دو زخم غزوۂ بدر کے موقع پر آئے تھے اور ایک زخم جنگِ یرموک کے موقعے پر آیا تھا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 459 ذکر اسمہ الزبیر: زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوامؓ زرد عمامے کی وجہ سے پہچان لیے جاتے تھے۔ زرد عمامہ باندھے ہوتے تھے۔ جنگ بدر میں حضرت زبیرؓ نے زرد عمامہ باندھا ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ فرشتے زبیرؓ کے مشابہ اترے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 76 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یعنی جو اللہ تعالیٰ نے مدد کے لیے بھیجے ہیں وہ بھی اسی عمامے میں جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہِشام بن عُروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کہتے تھے کہ غزوۂ بدر کے دن عُبَیدہ بن سعید سے میری مڈھ بھیڑ ہوئی اور اس نے ہتھیاروں کو پوری طرح اوپر پہنا ہوا تھا۔ اس کی صرف آنکھیں ہی نظر آتی تھیں اور اس کی کنیت اَبُو ذَاتِ الْکَرِش تھی۔ وہ کہنے لگا میں اَبُو ذَاتِ الْکَرِش ہوں۔ یہ سنتے ہی میں نے اس پر برچھی سے حملہ کر دیا اور اس کی آنکھ میں زخم لگایا تو وہ وہیں مر گیا۔ اس زور سے ماری تھی کہ ہشام کہتے تھے مجھے بتایا گیا کہ حضرت زبیرؓ کہتے تھے کہ میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھ کر پورا زور لگایا اور بڑی مشکل سے میں نے وہ برچھی کھینچ کر نکالی تو اس کے دونوں کنارے مڑ گئے تھے۔ عروہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برچھی حضرت زبیرؓ سے طلب فرمائی۔ انہوں نے آپؐ کو پیش کر دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت زبیرؓ نے اسے واپس لے لیا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ برچھی طلب کی۔ حضرت زبیرؓ نے انہیں دے دی۔ جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپؓ سے وہ برچھی طلب کی اور آپؓ نے انہیں دے دی۔ جب

حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو حضرت زبیرؓ نے واپس لے لی۔ پھر اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان سے وہ برچھی طلب کی اور حضرت زبیرؓ نے انہیں دے دی۔ جب حضرت عثمان شہید ہوئے تو وہ حضرت علیؓ کی آل کو مل گئی۔ آخر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے لے لی اور وہ ان کے پاس رہی یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کر دیے گئے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب 12 حدیث 3998)

حضرت زبیر بن عوامؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع فرمایا یعنی مجھ سے یوں فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 450 مسند زبیر بن العوام حدیث 1408 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ احد کے دن ایک عورت سامنے سے بڑی تیزی کے ساتھ آتی ہوئی دکھائی دی۔ قریب تھا کہ وہ شہداء کی لاشیں دیکھ لیتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو اچھا نہیں سمجھا کہ خاتون انہیں دیکھ سکے۔ بہت بری حالت میں مثلہ کیا گیا تھا اس لیے فرمایا کہ اس عورت کو روکو، اس عورت کو روکو۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ میری والدہ حضرت صفیہ ہیں۔ چنانچہ میں ان کی طرف دوڑتا ہوا گیا اور ان کے شہداء کی لاشوں تک پہنچنے سے قبل ہی میں ان تک پہنچ گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے پیچھے دھکیل دیا۔ وہ ایک مضبوط خاتون تھیں اور کہنے لگیں کہ پرے ہٹو میں تم سے نہیں بولتی۔ یعنی کہ تم سے میں نے کوئی بات نہیں کرنی۔ پس تم پرے ہٹ جاؤ اور نہ میں نے تمہاری بات سننی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قسم دلائی ہے کہ ان لاشوں کو مت دیکھیں۔ یہ سنتے ہی وہ رُک گئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا گیا تو وہ رک گئیں اور اپنے پاس موجود دو کپڑے نکال کر فرمایا: یہ دو کپڑے ہیں جو میں اپنے بھائی حمزہ کے لیے لائی ہوں کیونکہ مجھے ان کی شہادت کی خبر مل چکی ہے۔ تم انہیں ان کپڑوں میں کفن دے دینا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ نے کہا مجھے یہ علم ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ ہوا ہے اور یہ خدا کی راہ میں ہی ہوا ہے اور خدا کی راہ میں جو بھی سلوک حضرت حمزہؓ کے ساتھ ہوا ہے اس پر ہم کیوں نہ راضی ہوں۔ مَیں ان شاء اللہ صبر کروں گی اور اس کا اجر خدا سے چاہوں گی۔ حضرت زبیرؓ نے ماں کا یہ جواب سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفیہ کو بھائی کی لاش پر جانے دو۔ حضرت صفیہ آگے بڑھیں، بھائی کی لاش کو دیکھا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ پھر آگے راوی کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت حمزہؓ کو ان دو کپڑوں میں کفن دینے لگے تو دیکھا کہ ان کے پہلو میں ایک انصاری شہید ہوئے پڑے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا تھا جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ہمیں اس بات پر شرم محسوس ہوئی کہ حضرت حمزہ کو دو کپڑوں میں کفن دے دیں اور اس انصاری کو ایک کپڑا بھی میسر نہ ہو۔ اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ ایک کپڑے میں حضرت حمزہؓ کو اور دوسرے میں اس انصاری صحابی کو کفن

دے دیں گے۔ اندازہ کرنے پر ہمیں معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات میں سے ایک زیادہ لمبے قد کے تھے ہم نے قرعہ اندازی کی اور جن کے نام پر جو کپڑا نکل آیا اسے اسی کپڑے میں دفنا دیا۔ تب بھی وہ پورا نہیں آیا تھا تو گھاس ڈالنی پڑی تھی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 452 مسند زبیر بن العوام روایت 1418 عالم الکتب بیروت 1998ء) (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد 2 صفحہ 97 صفیہ و حزنھا علی حمزہ شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی بمصر 1955ء) (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 10 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو میرے پاس بنو قریظہ کی خبر لائے تو حضرت زبیرؓ نے عرض کی مَیں حاضر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کوئی ہے جو میرے پاس بنو قریظہ کی خبر لائے۔ حضرت زبیرؓ نے پھر جواب دیا مَیں حاضر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا کہ کوئی ہے جو میرے پاس بنو قریظہ کی خبر لائے۔ حضرت زبیرؓ نے عرض کیا کہ مَیں حاضر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو کہتے سنا جو کہتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری کا بیٹا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد میں سے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ دریافت کیا گیا کہ حضرت زبیرؓ کے علاوہ بھی اور کوئی تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری کہا جاتا تھا تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ میرے علم میں کوئی اَور نہیں ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 78 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن مجھے اور عُمر بن اَبِی سَلَمہ کو عورتوں میں مقرر کیا گیا۔ میں نے جو نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت زبیرؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں۔ میں نے بنو قریظہ کی طرف دو دفعہ یا تین دفعہ جاتے ہوئے انہیں دیکھا۔ جب میں لوٹ کر آیا تو میں نے کہا اے میرے والد! مَیں نے آپ کو اِدھر اُدھر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا بیٹا کیا تم نے واقعی مجھے دیکھا تھا؟ مَیں نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بنو قریظہ کے پاس کون جائے گا اور ان کی خبر لے کر میرے پاس آئے گا۔ یہ سن کر میں چلا گیا۔ جب مَیں لوٹا، جب واپس آ کے یہ رپورٹ دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں باپ دونوں کا اکٹھا نام لیا یعنی فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب الزبیر بن العوام حدیث 3720)

غزوۂ خیبر میں یہود کا مشہور سردار مَرْحَبْ حضرت محمد بن مَسْلَمۃؓ کے ہاتھوں مارا گیا تو اس کا بھائی یاسر میدان میں آیا۔ اس نے مَنْ یُّبَارِزُ؟ کا نعرہ بلند کیا کہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے گا؟ حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے۔ حضرت صفیہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہؐ! معلوم ہوتا ہے کہ آج میرے بیٹے کو شہادت نصیب ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تیرا بیٹا اس کو مارے گا۔ حضرت زبیرؓ یاسر کے مقابلے کے لیے نکلے اور وہ حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔

(سیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد 2 صفحہ 334 مقتل یاسر اخی مرحب شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ بمصر 1955ء)

حضرت زبیرؓ ان تین لوگوں میں بھی شامل تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا پتہ کرنے بھیجا تھا جو کفار کے لیے حضرت حَاطِب بن ابی بَلْتَعہؓ کا خط لے کر جا رہی تھی۔ گو اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن اس حوالے سے یہاں بھی تھوڑا سا ذکر کر دیتا ہوں۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو ایک جگہ بھیجتے ہوئے فرمایا کہ جب تم رُوْضَہ خَاخ میں پہنچو گے تو وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہو گا۔ تم اس سے وہ خط لے کر واپس آ جانا۔ چنانچہ ہم لوگ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ہم رُوْضَہ خَاخ پہنچے۔ یہ مکے اور مدینے کے درمیان ایک جگہ ہے اس کا نام ہے۔ وہاں ہمیں واقعةً ایک عورت ملی۔ ہم نے اس سے کہا کہ تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال دے۔ اس نے کہا میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم نے اسے کہا کہ یا تو خود ہی خط نکال دو یا پھر ہم سختی کریں گے بلکہ تمہیں برہنہ کریں گے۔ جس حد تک بھی ہمیں جانا پڑا جائیں گے۔ مجبور ہو کر اس نے اپنے بالوں کی چوٹی میں سے ایک خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم وہ خط لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس خط کو جو کھول کر دیکھا گیا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے کچھ مشرکینِ مکہ کے نام تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فیصلے کی خبر دی گئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ حاطب یہ کیا ہے؟ یہ تم نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرے معاملے میں جلدی نہ کیجیے گا۔ میں قریش سے تعلق نہیں رکھتا۔

البتہ ان میں شامل ہو گیا ہوں۔ میں نے سوچا کہ ان پر ایک احسان کر دوں۔ میں نے یہ کام جو ہے یہ کافر ہو کر یا مرتد ہو کر یا اسلام کے بعد کفر کو پسند کرتے ہوئے نہیں کیا۔ صرف ان لوگوں پہ ایک احسان کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے میں نے کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات سن کے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں کہا کہ تم سے اس نے سچ بیان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ اس وقت بڑے غصے میں تھے اور غصے میں مغلوب ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیں کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے ہیں اور تمہیں یہ کیا خبر کہ اللہ نے آسمان سے اہل بدر کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا کہ تم جو کچھ کرتے رہو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 251 مسند علی بن ابی طالب حدیث 600 عالم الکتب بیروت 1998ء)
(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 136)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حضرت زبیر بن عوامؓ فوج کے بائیں طرف تھے اور حضرت مقداد بن اَسْوَدؓ فوج کے دائیں حصے پر مقرر تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں داخل ہوئے اور لوگ مطمئن ہو گئے تو دونوں حضرات یعنی حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ اپنے گھوڑوں پر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کے چہروں سے اپنی چادر کے ساتھ غبار پونچھنے لگے اور فرمایا کہ میں نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور سوار کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ جو ان دونوں کو کم دے اللہ اسے کم دے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 77 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت زبیرؓ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل نامی بت کے اوپر اپنی چھڑی ماری اور وہ اپنے مقام سے گر کر ٹوٹ گیا تو حضرت زبیرؓ نے ابوسفیان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا ابوسفیان! یاد ہے احد کے دن جب مسلمان زخموں سے چُور ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔ تم نے اپنے غرور میں یہ اعلان کیا تھا کہ اُعْلُ ھُبَلْ اُعْلُ ھُبَلْ۔ ہبل کی شان بلند ہو۔ ہبل کی شان بلند ہو اور یہ کہ ہبل نے ہی تم کو احد کے دن مسلمانوں پر فتح دی تھی۔ آج دیکھتے ہو سامنے ہبل کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا زبیرؓ یہ باتیں اب جانے دو۔ آج ہم کو اچھی طرح نظر آرہا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اس طرح کبھی نہ ہوتا۔ پس یہی خدا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 346-347)

جنگ حُنَیْن کے دن قبیلہ ھَوَازِن کی غیر متوقع تیر اندازی سے اور اس وجہ سے بھی کہ آج لشکرِ اسلام میں دو ہزار نو مسلم بھی شامل تھے۔ ایسا وقت آیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے میدان میں رہ گئے۔ حضرت عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے تھے۔ کافر سردار مالک بن عوف ایک گھاٹی پر شہسواروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کچھ شہسوار ظاہر ہوئے۔ مالک بن عوف نے پوچھا یہ کیا نظر آرہا ہے؟ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ کچھ لوگ ہیں اپنے نیزے گھوڑوں کے کانوں کے درمیان رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یہ بنو سُلَیم ہیں ان سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

چنانچہ وہ آئے اور وادی کی طرف نکل گئے۔ پھر دیکھا ایک اَور دستہ سواروں کا ظاہر ہوا۔ مالک نے پوچھا کیا دیکھتے ہو۔ اس نے کہا کچھ لوگ ہیں نیزے ہاتھ میں ہیں۔ اس نے کہا یہ اوس اور خزرج ہیں۔ اس نے کہا ان سے بھی کوئی خطرہ نہیں۔ وہ بھی جب گھاٹی کے قریب پہنچے تو بنو سُلَیم کی طرح وادی کی طرف چل پڑے۔ پھر ایک سوار نظر آیا۔ مالک نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ایک شہسوار ہے۔ لمبا قد کندھے پر نیزہ ہے۔ سر پر سرخ پٹکا باندھے ہوئے ہے۔ مالک نے کہا یہ زبیر بن عوام ہے۔ لات کی قسم! اس کی تم سے مڈھ بھیڑ ہوگی۔ اب قدم مضبوط کر لو۔ جب حضرت زبیرؓ گھاٹی پر پہنچے۔ سواروں نے انہیں دیکھا تو حضرت زبیرؓ چٹان کی طرح ان کے سامنے ڈٹ گئے اور نیزے کے ایسے وار کیے کہ گھاٹی ان کافر سرداروں سے خالی کرا لی۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 52-53)(سیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد 2 صفحہ 456 وصیہ مالک بن عوف لقومہ و لقا زبیر لھم شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی بمصر 1955ء)

عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کیا آپ حملہ نہیں کریں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں؟ حضرت زبیرؓ نے کہا اگر میں نے حملہ کیا تو تم پیچھے رہ جاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہم پیچھے نہیں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے کفار پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی صفیں چیرتے ہوئے نکل گئے اور دیکھا کہ ان کے ساتھ کوئی ایک بھی نہ تھا۔ پیچھے مڑ کے جب دیکھا

تو کوئی ایک بھی ان کے ساتھ نہیں تھا۔ پھر وہ لوٹے تو کفار نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھے پر دو زخم لگائے جن میں وہ بڑا زخم بھی تھا جو جنگِ بدر میں ان کو لگا تھا۔ عروہ کہتے تھے کہ میں اپنی انگلیاں ان زخموں میں ڈال کر کھیلا کرتا تھا اور میں اس وقت چھوٹا تھا۔ عروہ کہتے ہیں کہ ان دنوں یرموک کی لڑائی میں حضرت زبیرؓ کے ساتھ عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے اور اس وقت وہ دس برس کے تھے۔ حضرت زبیرؓ انہیں گھوڑے پر سوار کر کے لے گئے تھے اور ایک شخص کو ان کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جهل حدیث 3975)

فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرکردگی میں مصر پر حملہ ہوا۔ مصر کے فاتح حضرت عمرو بن عاص نے اسکندریہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اسکندریہ کے جنوب میں دریائے نیل کے کنارے خیمے نصب کیے تھے اس لیے اس کو فُسطَاط کہتے ہیں۔ یہی مقام بعد میں شہر بن گیا اور اسی شہر کا جدید حصہ آج قاہرہ کہلاتا ہے۔ جب مسلمانوں نے اس فُسطَاط کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے قلعے کی مضبوطی اور فوج کی قلّت کو دیکھا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ سے کمک روانہ کرنے کے لیے درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھجوائے۔ فرمایا ان میں سے ہر ایک افسر ایک ہزار کے برابر ہے۔ ان میں سے ایک حضرت زبیرؓ تھے۔ یہ پہنچے تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے محاصرے کے انتظامات ان کے سپرد کیے۔ انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے کے گرد چکر لگایا۔ فوج کو ترتیب دی۔ سواروں اور پیادوں کو مختلف جگہوں پر متعین کیا۔ منجنیقوں سے قلعے پر پتھر پھینکنے شروع کیے۔ سات ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ فتح اور شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ حضرت زبیرؓ ایک دن کہنے لگے کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے۔ چند اَور صحابہ نے ان کا ساتھ دیا۔ فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کیے اور ساتھ ہی تمام فوج نے اتنے زور سے نعرہ بلند کیا کہ قلعے کی زمین دہل گئی۔ عیسائیوں نے سمجھا کہ مسلمان قلعے کے اندر گھس گئے ہیں۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعے کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس گئی۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 54-55)

(معجم البلدان صفحہ 259 مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور 2013ء)

حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت خلافت کمیٹی کے اراکین کی نامزدگی اور وفات کے بعد خلافت کے انتخاب کا واقعہ بخاری میں جو درج ہے وہ یوں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! وصیت کر دیں، کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مَیں اس خلافت کا حق دار ان چند لوگوں سے بڑھ کر اور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ ان سے راضی تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا اور کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ تمہارے ساتھ شریک رہے گا اور خلافت میں اس کا حق کوئی نہیں ہو گا۔ اور پھر فرمایا کہ اگر خلافت سعدؓ کو مل گئی تو پھر وہی خلیفہ ہو ورنہ جو بھی تم میں سے امیر بنایا جائے وہ سعدؓ سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے ان کو اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ انہوں نے

کوئی خیانت کی تھی۔ نیز فرمایا مَیں اس خلیفہ کو جو میرے بعد ہو گا پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق ان کے لیے پہچانیں اور ان کی عزت کا خیال رکھیں۔ اور میں انصار کے متعلق بھی عمدہ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے اپنے گھروں میں ایمان کو جگہ دی۔ جو ان میں سے نیک کام کرنے والا ہو اسے قبول کیا جائے اور جو ان میں سے قصوروار ہو اس سے درگذر کیا جائے۔ اور میں سارے شہروں کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی اس کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال کے محصل ہیں اور دشمن کے کڑھنے کا موجب ہیں۔ اور یہ کہ ان کی رضامندی سے ان سے وہی لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے بچ جائے۔ اور میں اس کو بدوی عربوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عربوں کی جڑ اور اسلام کا مادہ ہیں۔ یہ کہ ان کے ایسے مالوں سے لیا جائے جو ان کے کام کے نہ ہوں اور پھر انہی کے محتاجوں کو دے دیا جائے۔ اور میں اس کو اللہ کے ذمے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کرتا ہوں کہ جن لوگوں سے عہد لیا گیا ہو ان کا عہد ان کے لیے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے ان سے مدافعت کی جائے اور ان سے بھی اتنا ہی لیا جائے جتنا ان کی طاقت ہو۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے اور ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو وہ چھ آدمی جمع ہوئے جن کا نام حضرت عمرؓ نے لیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اپنا معاملہ اپنے میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دو۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت علیؓ کو دیا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت عثمانؓ کو دیا۔ حضرت سعدؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ دونوں میں سے جو بھی اس امر سے دستبردار ہو گا ہم اسی کے حوالے اس معاملے کو کر دیں گے اور اللہ اور اسلام اس کا نگران ہو گا۔ وہ آپ میں سے اسی کو تجویز کرے گا جو اس کے نزدیک افضل ہے۔ یہ سن کر دونوں بزرگ خاموش رہے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا: کیا آپ اس معاملے کو میرے سپرد کرتے ہیں؟ اور اللہ میرا نگران ہے جو آپ میں سے افضل ہے اس کو تجویز کرنے کے متعلق کوئی بھی کمی نہیں کروں گا۔ ان دونوں نے کہا اچھا۔ پھر عبدالرحمٰن ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کر الگ ہوئے اور کہنے لگے کہ آپؐ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتے کا تعلق ہے اور اسلام میں بھی وہ مقام ہے جو آپ جانتے ہی ہیں۔ اللہ آپ کا نگران ہے۔ بتائیں اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو کیا آپ ضرور انصاف کریں گے؟ اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ ان کی بات سنیں گے اور ان کا حکم مانیں گے؟ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ دوسرے کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی ویسے ہی کہا۔ جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو پھر عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھائیں اور ان کی بیعت کی اور حضرت علیؓ نے بھی ان کی بیعت کی اور گھر والے اندر آ گئے اور انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قصة البیعة حدیث 3700)

بہرحال یہ تفصیل میں کچھ عرصہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں یہاں بھی ان کے حوالے سے بیان کر دی

ہے۔ حضرت زبیرؓ کا ابھی ذکر چل رہا ہے۔ وہ ان شاء اللہ باقی آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت کچھ جنازے ہیں جو پڑھانے ہیں۔ مَیں ان کے بارے میں بتاؤں گا۔ پہلا جنازہ جن مرحوم کا ہے وہ ہیں معراج احمد صاحب شہید ابن محمود احمد صاحب آف ڈبگری گارڈن ضلع پشاور۔ ان کو مخالفینِ احمدیت نے 12/اگست کو رات نو بجے ان کے میڈیکل سٹور کے سامنے فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرحوم اپنے میڈیکل سٹور سے کام ختم کر کے رات نو بجے گھر کے لیے روانہ ہوئے تھے کہ نامعلوم افراد نے فائرنگ کر دی اور وقوعے سے فرار ہو گئے۔ شہید مرحوم کو چار گولیاں لگیں جس سے موقعے پر ہی وفات ہو گئی۔ بوقت شہادت ان کی عمر تقریباً 61 سال تھی۔ شہید مرحوم کا بیٹا عزیزم یاسر احمد وقوعہ سے چند منٹ پہلے سٹور سے گھر کو روانہ ہوا تھا اور مرحوم کے موبائل سے ہی بیٹے کو وقوعہ کی اطلاع دی گئی۔ بیٹا جب واپس میڈیکل سٹور پہنچا تو مرحوم کی وفات ہو چکی تھی۔

شہید کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم احمد گل صاحب اور ان کے بھائی مکرم صاحب گل صاحب کے ذریعے سے 1912ء میں ہوا تھا جو پشتو کے مشہور شاعر بھی تھے۔ اور اس خاندان کا تعلق شیخ محمدی پشاور سے تھا۔ تاہم بعد میں یہ خاندان غیر مبائعین سے وابستہ رہا یعنی لاہوری جماعت، پیغامی جو ہم کہتے ہیں ان سے وابستہ ہو گئے تھے۔ خلافت کی بیعت نہیں کی تھی۔ مکرم معراج صاحب نے اپنے تین بھائیوں کے ہمراہ خود 91-1990ء میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ مبائعین میں شمولیت اختیار کی تھی جس کے بعد سے ان کی مخالفت کا سلسلہ شہادت تک جاری رہا۔ ان کے پاس کام کرنے والے ملازمین بھی محض مذہبی مخالفت کی وجہ سے ان کے پاس کام کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ سوشل میڈیا پر بھی گذشتہ کچھ عرصے سے شدید مخالفانہ مہم جاری تھی جس میں طاہر نسیم کے واقعہ قتل کے نتیجے میں مزید اضافہ ہوا اور اسی پس منظر میں علاقے میں یہ مہم چلائی جا رہی تھی کہ عید کے بعد قادیانیوں کے خلاف بھرپور تحریک چلائی جائے گی اور ان کا علاقے سے خاتمہ کر دیں گے اور اگلا ٹارگٹ انہی کا علاقہ تھا جس میں شہید مرحوم رہائش پذیر تھے۔

شہید نمایاں خصوصیات کے حامل تھے۔ باقاعدہ گھر میں نماز باجماعت کا انتظام تھا۔ خلافت سے بے انتہا عقیدت تھی۔ ایم ٹی اے پر خطبات سننے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ جماعتی پروگرام میں شمولیت کے علاوہ مہمان نوازی، ہمدردی خلق اور غریبوں کی امداد نمایاں وصف تھے۔ ضرورت مندوں کو مفت دوائیاں دیا کرتے تھے۔ خاندان کے ہر فرد سے ہمدردی کا تعلق تھا۔ بھائیوں کی فیملیوں سے بہت محبت کا تعلق تھا اور یہ جو بھائیوں سے محبت ہے وہ احمدیت قبول کرنے کے بعد اور بھی بڑھ گئی تھی۔ دعوت الی اللہ بہت بڑھ چڑھ کر کرتے تھے۔ تحریک جدید کے نئے مالی سال کے اعلان کے موقعے پر عہدے دار جب ان کے پاس آئندہ وعدے کے لیے پہنچتے تو جیب میں ہاتھ ڈالتے اور جتنی رقم ہوتی وہ چندے میں دے دیتے۔ اس سال بھی انہوں نے یہی کیا کہ جو بھی رقم تھی چندے میں ادا کر دی۔ ان کے بیٹے یاسر 2012ء میں آسٹریلیا ہجرت کر گئے تھے۔ 2013ء میں شہید بھی اپنے بیٹے کے پاس آسٹریلیا چلے گئے لیکن پھر 2014ء میں اپنے بیٹے کو لے کر واپس پاکستان آ گئے اور بتایا کہ میری خواہش ہے کہ اپنے

علاقے اور ملک میں رہ کر غریب عوام کی خدمت کروں اور وطن کی محبت مجھے مجبور کر رہی ہے کہ مَیں پاکستان میں رہائش رکھوں۔ آسٹریلیا میں جب مَیں دورے پہ گیا ہوں تو اس وقت یہ مجھے ملے بھی تھے۔

طویل عرصے سے جماعت پشاور کے سیکرٹری ضیافت تھے۔ احمدی تو وطن کی محبت میں ہر قربانی کے لیے تیار ہیں اور یہ لوگ جو نام نہاد وطن کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں، ان کا احمدیوں پر الزام لگانے اور ان کو نقصان پہنچانے کے علاوہ کوئی کام نہیں لیکن بہر حال جو احمدی کی سرشت میں ہے وہ تو اس کے مطابق ہی کام کریں گے۔ طویل عرصے سے جماعت پشاور کے سیکرٹری ضیافت تھے اور تاحیات اس عہدے پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ گذشتہ رمضان میں اعتکاف بھی بیٹھے تھے۔ ان کے ایک بھائی فاروق احمد صاحب ٹریفک حادثے میں پہلے فوت ہو گئے تھے اور دوسرے بھائی کا سٹور ان سے قریب ہی ہے ان کو بھی خطرہ ہی رہتا ہے۔ دھمکیاں ملتی رہتی ہیں۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ رشیدہ معراج صاحبہ اور تین بیٹے یاسر 27 سال اور مصور احمد 25 سال اور جاذب 14 سال ہیں۔ ایک بیٹی عائشہ ہے جو ایم بی بی ایس کی طالبہ ہیں۔ جاذب کو بھی اپنے سکول میں کافی مخالفت کا سامنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی شریروں کے شر سے محفوظ رکھے۔

آج کل پاکستان میں مخالفت پھر زوروں پر ہے بلکہ ممبران اسمبلی بھی جھوٹی باتیں ہماری طرف منسوب کر کے عوام کے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ غلط طور پر ان لوگوں کی غلط حرکات کو پیش کیا جاتا ہے جن کا جماعت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور پھر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ احمدی تھے حالانکہ ان حرکت کرنے والوں کا جماعت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اسی طرح آج کل سستی شہرت کے لیے ہر گھسا پٹا انسان جو ہے وہ یوٹیوب پر جماعت کے خلاف اپنے پروگرام بنا کر اور غلط باتیں منسوب کر کے سمجھتا ہے کہ مَیں بڑے ثواب کا کام کر رہا ہوں حالانکہ وہ لوگ نیک نیت نہیں ہیں۔ صرف اپنی سستی شہرت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان شریروں کے شر ان پر الٹائے۔

ان دنوں میں خاص طور پر پاکستان کی جماعت کو بھی اور دنیا میں بھی، ہمیں بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

بہت پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

بہت پڑھیں۔ درود شریف بہت پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان شریروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ جوں جوں یہ دشمنی بڑھ رہی ہے توں توں ہمیں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا چاہیے۔

شہید کے بیٹے یاسر صاحب کہتے ہیں میرے والد صاحب اللہ کے فضل سے موصی تھے اور چندوں میں ہمیشہ بڑھ کر خلوص سے حصہ لیتے تھے اور اس کے علاوہ بھی لوگوں کی فکر میں لگے رہتے تھے اور مالی مدد کرتے تھے۔ میرے والد صاحب بہت بہادر اور نڈر انسان تھے۔ مخالفت کے باوجود ہمیشہ بے خوف رہتے اور اللہ پر بھروسا کرتے اور ہمیشہ یہی کہتے کہ مجھے کسی مخالفت کی پروا نہیں۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ کہتے ہیں نہایت سادہ، عاجز اور

سخی انسان تھے۔ ہمیشہ لوگوں کی کھلے دل سے مدد کیا کرتے تھے۔ بہت متقی تھے۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والے، اللہ سے بہت مضبوط تعلق اور بھروسہ رکھنے والے تھے۔ نمازوں کی پابندی اور تہجد میں باقاعدگی معمول تھا۔ صبح شام تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو اس کی تلقین بھی کیا کرتے تھے۔ اس دفعہ رمضان میں یہ اعتکاف بھی بیٹھے تھے اور کہتے تھے کہ مَیں نے خواب میں ان بدکردار اور منافق لوگوں کا بہت برا انجام دیکھا ہے۔ اور بڑی تسلی سے کہتے تھے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ سنبھال کے رکھا ہوا ہے۔

امیر صاحب آسٹریلیا نے بھی بیان کیا ہے اور اسی طرح اَور بھی وہاں آسٹریلیا میں رہنے والے لوگوں نے بھی لکھا ہے کہ کچھ عرصہ یہاں آسٹریلیا میں رہے ہیں۔ جماعت کے بہت فدائی ممبر تھے اور مستعد کارکن تھے۔ بہت ملنسار تھے۔ محبت کرنے والے تھے۔ بہت مہمان نواز تھے اور عاجز انسان تھے۔ بہت نڈر اور جوشیلے احمدی تھے۔ بہت کم گو اور نرم زبان تھے اور جب یہ واپس جانے کا انہوں نے فیصلہ کیا تو دوستوں نے انہیں پاکستان کے مخدوش حالات کی وجہ سے جانے سے روکا، بچوں نے بھی روکا مگر وہ کہنے لگے کہ جماعت کی راہ میں اگر جان چلی جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا خوش بختی ہو گی اور یہ اعزاز ہو گا۔ پھر واپس چلے گئے۔ اور وہاں زعیم انصار اللہ ملبرن ہیں وہ کہتے ہیں کہ شہادت سے دو روز قبل مجھے ان کا فون آیا تھا کہ مخالفت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے لیکن میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔

دوسرا جنازہ جو ہے وہ عزیزم ادیب احمد ناصر مربی سلسلہ کا ہے جو محمد ناصر احمد ڈوگر صاحب عہدی پور نارووال کے بیٹے تھے۔ 9/ اگست کو ستائیس سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ جامعہ میں یہ داخل ہوئے اور جولائی 2017ء میں انہوں نے جامعہ کی تعلیم مکمل کی۔

میدان عمل میں آئے اور اصلاح و ارشاد مقامی کے تحت یہ کام کر رہے تھے۔ ان کا رشتہ بھی طے ہو چکا تھا اور شادی ہونے والی تھی۔ ان کو بخار چڑھا، ٹائیفائیڈ ہوا۔ پھر ٹائیفائیڈ بگڑ گیا اور سرسام ہو گیا اور اس دوران میں انہوں نے احتیاط بھی نہیں کی۔ اپنے کام بھی کرتے رہے اور سفر بھی کرتے رہے اور بہرحال دو تین دن مختصر علالت کے بعد اس بخار کی وجہ سے ان کی وفات ہو گئی۔

ان کے والد ناصر ڈوگر صاحب کہتے ہیں کہ میرا بیٹا بطور واقفِ زندگی ہم والدین کے لیے باعث فخر تھا۔ نہایت نیک اور صالح بیٹا، صوم و صلوٰۃ کا پابند، سادہ طبیعت، نرم لہجہ، چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ۔ اور یہ خصوصیات ان کے اَور دوستوں نے بھی لکھی ہیں جو مربیان تھے یا ان سے رابطہ رکھنے والے تھے۔ ہمیشہ مسکرانے والے تھے۔ جماعت کی محبت اور خدمت کا بہت زیادہ جذبہ رکھنے والے تھے۔ بڑے ہر دلعزیز وجود تھے۔ چینی کی جماعت جہاں آج کل خدمت کی توفیق پا رہے تھے وہاں تقرر سے پہلے ہی بیت الذکر اور مربی ہاؤس بنانے کے لیے بہت جوش اور جذبے سے کام کیا اور اپنے ماہانہ الاؤنس میں سے رقم جمع کر کے، حالانکہ معمولی الاؤنس ہوتا ہے، تیس ہزار روپے مسجد کے بنوانے کے لیے بھجوائے اور کام شروع کرنے کی بار بار تاکید کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ ان کی زبان سے یہی سنا کہ کام شروع کریں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔

ان کی والدہ ناصرہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ادیب احمد کی پیدائش اس لیے ہمارے لیے خوشی کا دن تھا کہ ہم نے

اس کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا ہوا تھا۔ چار بیٹیوں کے بعد خدا نے بیٹا دیا تو خوشی کی انتہا نہ رہی اور خوشی تھی کہ یہ بڑا ہو کر مربی بنے گا اور دوسرا خوشی کا دن تب آیا جب ہمیں جامعہ بلا کر ادیب کو شاہد کی سند دی گئی۔ انتہائی نیک اور اطاعت گزار بچہ تھا۔ فیلڈ سے روزانہ فون کر کے دوائیوں وغیرہ کا پوچھتا۔ ماں کی صحت کے بارے میں پوچھتا اور ہمیشہ کہتا صحت کا خیال رکھا کریں۔ بڑا خدا ترس وجود تھا اور یہ زمیندارہ گھرانہ ہے۔ جب گندم کا سیزن آتا تو اپنی ماں کو کہتے کہ زیادہ گندم رکھیں کیونکہ ضرورت مند لوگ بھی آجاتے ہیں، غریبوں کی مدد بھی کرنی ہوتی ہے ان کو دینی ہوتی ہے۔

چینی کی جماعت جو عہدی پور کا ایک مقام ہے اس میں (مربی ہاؤس) ایک کمرے پر مشتمل تھا۔ وہاں مکمل سامان وغیرہ میسر نہ ہونے کے باوجود بڑے حوصلے کے ساتھ ڈیوٹی دی۔ جاوید لنگاہ صاحب مربی ضلع فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ مرحوم وقف کی حقیقی روح کو سمجھ کر زندگی بسر کرنے والے تھے۔ بہت جاں فشانی سے کام کیا۔ جماعت کی بہترین تربیت کے ساتھ عہدے داران سے بھرپور تعاون کیا۔ تربیتی حوالے سے بطور خاص خلفائے کرام کے کلپس احباب جماعت کو سناتے۔ کسی میں کوئی عیب دیکھتے تو اس کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے علیحدگی میں سمجھاتے۔ ہر ایک کے کام آتے۔ خلافت سے محبت، اطاعتِ نظامِ جماعت، ملنساری، خوش اخلاقی، نرم مزاجی، عاجزی اور انکساری مرحوم کے نمایاں اوصاف تھے۔ بڑے مؤدب اور ہر حال میں خدا کی رضا پر راضی رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ماں باپ کو بھی سکون اور صبر عطا فرمائے۔ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بہنوں کو بھی حوصلہ عطا فرمائے۔ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اگلا جنازہ جو پڑھنا ہے جس کا ذکر کروں گا وہ مکرم حمید احمد شیخ صاحب کا ہے جو شیخ محمد حسین صاحب کے بیٹے تھے۔ 12/اگست کو ہارٹ اٹیک کے باعث پچاسی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ کے پوتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ان کے والد مکرم شیخ محمد حسین صاحب نے بطور امیر جماعت چنیوٹ خدمت کی توفیق پائی۔ بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت شیخ نور احمد صاحب کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو تعلیم کے لیے قادیان بھیجیں چنانچہ مکرم حمید احمد شیخ صاحب کے والد شیخ محمد حسین صاحب نے قادیان سے میٹرک کیا جہاں آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا کلاس فیلو ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حمید احمد شیخ صاحب کے نانا حضرت مولوی عبدالقادر صاحبؓ لدھیانوی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 313 اصحاب میں شامل تھے۔

حمید شیخ صاحب کی شادی کپورتھلے کے حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب کی پوتی سے ہوئی۔ مکرم حمید شیخ صاحب چارٹرڈ آرکیٹکٹ تھے۔ اپنی تعلیم یہاں لندن میں 1973ء میں مکمل کی تھی۔ رشید احمد صاحب ومبلڈن والے جو ہیں جو ہمارے روٹی پلانٹ کے سابق انچارج تھے یہ ان کے بھائی تھے۔ مرحوم کے پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ مرحوم کے ایک بیٹے عبدالرزاق شیخ صاحب یہاں ہماری آرکیٹیکٹ ایسوسی ایشن جو ہے IAAAE اس کے وائس چیئرمین بھی ہیں۔ عبدالرزاق شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد ایک پیار کرنے والے اور عقیدت مند بیٹے، خاوند، باپ اور دادا تھے۔ تمام خاندان کے افراد ان سے محبت کرتے تھے۔ آپ جماعت

احمدیہ کے بہت ہی نیک اور مخلص فرد تھے۔ کبھی بھی کسی بھی رنگ میں جماعت کی خدمت کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ خلیفۂ وقت کو خط لکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی کہتے تھے کہ خط لکھا کریں۔ بچوں کو ہر جگہ مقامی جماعت سے رابطہ کرنے کی تاکید کرتے تھے اور بار بار اس بارے میں کہتے رہتے تھے۔ باجماعت نمازوں کے پابند تھے۔ بچوں کو توجہ دلاتے رہتے تھے۔

جماعت کی مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور اپنی وفات سے دو ہفتے قبل بڑی تاکید سے اپنے تمام بقایاجات ادا کر دیے۔ نائیجیریا میں بھی یہ رہے ہیں۔ وہاں بھی مساجد اور مشن ہاؤسز کی زمینوں میں اپنے پیشے کے لحاظ سے تزئین کے عمل میں مدد دیتے رہے اور جب نائیجیریا چھوڑ کے آئے ہیں تو اپنی گاڑی وہاں جماعت کو تحفۃً دے آئے تھے۔ پاکستان میں قیام کے دوران اسلام آباد IAAAE کے چیئر مین کے طور پر بھی خدمت انجام دیتے رہے۔ بہر حال مختلف حیثیتوں سے ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ جمعے کے بعد ان شاء اللہ ان تینوں کی نمازِ جنازہ پڑھوں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11 ستمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 73 صفحہ 05 تا 10)

35

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28/ اگست 2020ء بمطابق 28/ ظہور 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ،(سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود کو حَکَم اور عدل بنا کر بھیجا ہے۔ وہ حَکَم اور عدل جس نے اسلام کی حقیقی تعلیم کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو امّتِ واحدہ بنانا تھا۔ جس نے مختلف مسالک اور فرقوں کی غلط تشریحات اور فروعی اختلافات کو دور کر کے امّتِ واحدہ بنانا تھا۔ جس نے مسلمانوں کو ایک وحدت عطا کرنی تھی۔ پس آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہر فرقے میں سے وہ لوگ جنہوں نے سنجیدگی سے غور کیا، اسلام کے مختلف فرقوں کے اختلافات کے درد کو محسوس کیا انہوں نے علم، عقل اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شمولیت اختیار کی اور لاکھوں کی تعداد میں ہر سال یہ شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

پس جماعتِ احمدیہ کسی فرقے یا مسلک کے فرق یا اختلافِ نظریات اور تشریح و تفسیر پر قائم ہونے والی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق آخری زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ذریعے قائم ہونے والی جماعت ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آکر انہی اختلافات کو جو شیعہ، سنی کے درمیان ہیں یا کسی فرقے اور مسلک کے درمیان ہیں ختم کر کے امتِ واحدہ بننا ہے۔ مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہ کر کے ہم نے امتِ واحدہ بنانا ہے۔ اس کام کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے۔ اسی کام کے لیے آپؑ نے جماعت کا قیام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا اور اس کام کے کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا کہ "سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ۔"

(تذکرہ صفحہ 490 ایڈیشن چہارم)

پس یہ کام جو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے سپرد فرمایا ہے یہی کام آپؑ کے بعد خلافت سے جڑ کر، اس کی بیعت میں آکر آپؑ کی قائم کردہ جماعت کا ہے اور یہی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ ایک سو تیس سال سے کر رہے ہیں یا جب سے خلافت کا نظام شروع ہوا تو ایک سو بارہ سال سے کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کام کیا۔ اور نہ صرف مسلمانوں کو قرآن کریم، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحیح احادیث زمانے

کے امام اور حَکَم اور عدل کی عارفانہ تشریح کی روشنی میں بتا رہے ہیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم بتا کر انہیں دائرۂ اسلام میں شامل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پس مسیح موعود اور حَکَم و عدل کی جماعت اختلافات ختم کرنے کے لیے قائم ہوئی ہے اور باوجود مخالفتوں، مقدموں، سختیوں اور گالیوں کے ہماری طرف سے ہر ایک کو امن اور سلامتی اور دعا کا ہی پیغام ہوتا ہے۔ یقیناً ہم نے حق کو پھیلانے اور حق بات کہنے سے نہیں رکنا اور اس کے لیے قربانیاں بھی دے رہے ہیں۔ لڑائی اور گالم گلوچ نہ ہماری طرف سے پہلے کبھی ہوئی نہ ہو گی۔ الٰہی جماعتوں کی مخالفتیں بھی ہوتی ہیں اور ان کو ظلم بھی سہنے پڑتے ہیں لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ہم دعا بھی کرتے ہیں اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ کوشش بھی کرتے رہیں گے کہ زمانے کے امام کے پیغام کو ہر مذہب اور ہر ملک کے لوگوں میں پھیلاتے رہیں لیکن عامة المسلمین اور سنجیدہ طبع اور حق کے متلاشی اور فتنہ و فساد ختم کرنے کی خواہش رکھنے والے صاحبِ علم اور عقل لوگوں سے بھی مَیں کہتا ہوں کہ اس بات پر غور کریں۔

ابتدائی چند دہائیوں کے علاوہ شروع سے ہی مسلمان اختلافات میں مبتلا ہو کر سینکڑوں سال سے اپنی وحدت اور اکائی کو کمزور کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آج کل ہم محرّم کے مہینے سے گزر رہے ہیں جو اسلامی سال کے کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے. انگریزی سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اسلامی سال کے شروع ہونے پر کئی مسلمان ملکوں میں اس فرقہ واریت کی وجہ سے قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ وہ دین جو امن اور سلامتی کی اعلیٰ ترین تعلیم دینے والا دین ہے کیوں اس کے ماننے والے اپنے سال کا آغاز فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری سے کرتے ہیں؟ ہمیں سوچنا چاہیے۔ ہمیں اپنے رویوں کو بدلنا چاہیے۔

ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کس طرح ہم مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنا کر ان فسادوں اور دہشت گردیوں کو ختم کر سکتے ہیں؟ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارے آقا و مطاع حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اسلام کی ابتدائی ترقی کے بعد ایک فیج اعوج کے زمانے کی خبر دی تھی تو پھر یہ خوشی کی خبر بھی دی تھی کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی۔ وہی معاملہ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف ہوا تھا وہی معاملہ آخری زمانے میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کے قیام کے بعد مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنانے کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ مسلمانوں کی ترقی اور اکائی کا ایک روشن نشان بن جائے گا۔ پس جب حالات بتا رہے ہیں کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہ نشانیاں جو قرآن و حدیث سے پتہ چلتی ہیں پوری ہو رہی ہیں یا ہو گئی ہیں تو کیوں نہ ہم اس حَکَم اور عدل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کی تلاش کریں جو شیعہ سنی اور مختلف فرقوں اور مسلکوں کے اختلافات کو ختم کر کے ہمیں ایک بنانے والا ہے۔ ان اندھے نام نہاد علماء کی تقلید نہ کریں جو خود بھی ڈوب رہے ہیں اور اپنے ساتھ ایک بڑی تعداد میں مسلمانوں کو بھی ڈبونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دیکھیں جب وہ نشانیاں پوری ہو گئیں جن میں قرآن اور حدیث سے پتہ چلتا ہے تو ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کون ہے، اسے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کون ہے جو اسلام کی نشأة ثانیہ کا ذریعہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے۔ کسی کو کھڑا ہونا چاہیے۔ ہم احمدی کہتے ہیں کہ وہ بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

ہیں جن کے سپرد اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام کیا ہے یا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کروا رہا ہے یا کروائے گا جنہوں نے جھگڑوں اور فسادوں کو امن و سلامتی میں بدلنا ہے۔ پس ہم میں اگر عقل ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم محرم کو صرف افسوس کرنے یا پھر اپنے بغضوں اور کینوں اور غصوں کو نکالنے کا مہینہ نہ بنائیں، صرف اپنے جذبات کے اظہار کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ ایک دوسرے سے محبت اور پیار کا مہینہ بنائیں۔ اس حقیقی تعلیم پر چلیں جو اسلام کی تعلیم ہے۔ اس رہ نما کے پیچھے چلیں جسے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حَکَم اور عدل کا مقام دیا ہے تبھی ہم حقیقی مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ تبھی ہم دنیا کو اپنے پیچھے چلا سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ ایک عالم کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ

"میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے بلکہ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی حیثیت ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہو سکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حَکَم بن کر آیا ہے جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہوں گے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا وہی صحیح حدیث ہوگی۔ ورنہ شیعہ سنی کے جھگڑے آج تک دیکھو کب طے ہونے میں آتے ہیں۔" ابھی تک تو نہیں ہوئے۔ "شیعہ اگر تبرّا کرتے ہیں۔" یعنی تین خلفاء کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں غلط الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ "تو بعض ایسے بھی ہیں۔" دوسروں میں سے "جو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی نسبت کہتے ہیں

بَر خلافت دِلَش بَسے مَائل
لِیکْ بُوبکر شُدْ دَرمِیَاں حائل"

کہ خلافت پر اس کا دل بہت مائل تھا لیکن ابوبکر اس میں حائل ہو گیا یعنی کہ ان کی خواہش تھی۔ فرماتے ہیں کہ "مگر مَیں کہتا ہوں کہ جب تک یہ اپنا طریق چھوڑ کر مجھ میں ہو کر نہیں دیکھتے یہ حق پر ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ اگر ان لوگوں کو اور یقیں نہیں تو اتنا تو ہونا چاہیے کہ آخر مرنا ہے اور مرنے کے بعد گند سے تو کبھی نجات نہیں ہو سکتی۔" آخر مرنا ہے اور مرنے کے بعد گند سے تو کبھی نجات نہیں ہو سکتی۔ "سبّ و شتم جب ایک شریف آدمی کے نزدیک پسندیدہ چیز نہیں ہے تو پھر خدائے قدوس کے حضور عبادت کب ہو سکتی ہے؟" انسان اسی طرح غلط کام کر رہا ہے، ظلم کر رہا ہے تو اس کی عبادت تو پھر اللہ کے حضور عبادت نہیں کہلا سکتی۔ اسی لیے فرمایا "اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ میرے پاس آؤ، میری سنو تا کہ تمہیں حق نظر آوے۔ میں تو سارا ہی چولہ اتارنا چاہتا ہوں۔ سچی توبہ کر کے مومن بن جاؤ۔" یہ جو بناوٹوں کا اور غلط عقائد کا چولہ پہنا ہوا ہے اس کو اتارو۔ سچی توبہ کرو تبھی مومن بن سکتے ہو۔ "پھر جس امام کے تم منتظر ہو مَیں کہتا ہوں وہ مَیں ہوں اس کا ثبوت مجھ سے لو۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 140-141)

پس یہ ہے وہ حقیقت جس سے دین کا صحیح ادراک ہو سکتا ہے کہ آپس کے لڑائی جھگڑوں، اناؤں کو ختم کر کے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں۔ اس سے دعا کریں۔ حقیقی توبہ کریں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اپنے دل کو ہر

ملونی سے صاف کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا جائے پھر اللہ تعالیٰ صحیح رہنمائی فرماتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلفائے راشدین کے مرتبہ و مقام اور بزرگی کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں

"مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 260-261)

پس یہ مقام ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں کہ حقیقی مومن اور مسلمان بننے کے لیے ان چاروں خلفاء کو اپنے لیے اسوہ بنانا ہو گا۔ جب یہ ہو تو پھر کہاں فرقہ اور کہاں مسلک؟ اس کی کیا بحث رہ جاتی ہے؟ پس جماعتِ احمدیہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب ہمارے لیے نمونہ ہیں اور جب یہ عقیدہ ہو تو کیا جماعتِ احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت نہیں رہ جاتی جو مسلمانوں کے درمیان تفریق ختم کر کے ان میں وحدت پیدا کرنے والی جماعت ہے۔ چاروں خلفائے راشدین کا ایک مقام اور مرتبہ ہے۔ ہر ایک کے مقام و مرتبہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف جگہوں پر بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ہر ایک کے اس مقام کو پہچاننے کے لیے مَیں بعض اقتباسات پیش کرتا ہوں تا کہ نئے آنے والوں اور نوجوانوں کو بھی سمجھ آجائے کہ ہمارا مسلک کیا ہے۔ کیا ہم یقین کرتے ہیں۔ کیا ہمارا عقیدہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اُس زمانے میں بھی مسیلمہ نے یعنی ابتدا میں حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مسیلمہ نے اباحت کے رنگ میں لوگوں کو جمع کر رکھا تھا۔ غلط قسم کے تشریحیں کر کے، غلط باتوں کو جائز قرار دے کر صرف لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا۔ فرمایا کہ ایسے وقت میں حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انسان خیال کر سکتا ہے کہ کس قدر مشکلات پیدا ہوئی ہوں گی۔ اگر وہ قوی دِل نہ ہوتا یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا رنگ اس کے ایمان میں نہ ہوتا تو بہت ہی مشکل پڑتی اور گھبرا جاتا لیکن صدیق نبی کا ہم سایہ تھا۔ ہم، سایہ یعنی اس کا سایہ پڑ رہا تھا۔ آپؐ کے اخلاق کا اثر اس پر پڑا ہوا تھا اور دل نورِ یقین سے بھرا ہوا تھا۔ اس لیے وہ شجاعت اور استقلال دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ ان کی زندگی اسلام کی زندگی تھی۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر کسی لمبی بحث کی حاجت ہی نہیں۔ اس زمانہ کے حالات پڑھ لو اور پھر جو اسلام کی خدمت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کی ہے اس کا اندازہ کر لو۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے لیے آدمِ ثانی ہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکرؓ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔ یعنی دشمن کے حملوں سے بچانے کے لیے، شریعت کو محفوظ کرنے کے لیے اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو ہی کھڑا کیا تھا اور آپؓ نے اسلام کے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص تربیت اور خاص تعلق کی وجہ سے زندگی بخشی اور دشمن کے حملے کو ناکام و نامراد کیا۔ فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اسلام کو دوبارہ قائم کیا۔ اپنی قوتِ ایمانی سے کُل باغیوں کو سزا دی اور امن کو قائم کر دیا۔ اسی طرح پر

جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا اور وعدہ کیا تھا کہ مَیں سچے خلیفہ پر امن کو قائم کروں گا۔ یہ پیشگوئی حضرت صدیقؓ کی خلافت پر پوری ہوئی اور آسمان نے اور زمین نے عملی طور پر شہادت دے دی۔ پس یہ صدیق کی تعریف ہے کہ اس میں صدق اس مرتبہ اور کمال کا ہونا چاہیے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد1 صفحہ 380-381)

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے اوصاف اور مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ 219)

پھر ایک جگہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا ذکر کرتے ہوئے مجموعی طور پر آپؑ نے فرمایا کہ

"میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چن لیا اور جو خدائے رحمان کی عنایات سے خاص کیے گئے اور اکثر صاحبانِ معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔ انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسم گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پروا نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محوِ خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ ربّ العالمین کی خاطر سب کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کے اعمال میں خوشبو اور ان کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کی گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں۔"

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 25-26۔ روحانی خزائن جلد8 صفحہ 326)

یہ جو بہت سارے حوالے ہیں ان میں سے جو مَیں پڑھ رہا ہوں 'سر الخلافہ' کے ہیں۔ یہ عربی کی کتاب ہے۔ عربی ترجمہ کرنے والے فی الحال تو شاید فوری طور پر اس معیار کا ترجمہ نہیں کر سکیں گے جب دوبارہ repeat ہو تو اصل کتاب سے یہ حوالے لے کر ترجمہ کر دیں۔

حضرت علیؓ کے محاسن اور آپؓ کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ شعار، پاک باطن اور ان لوگوں میں سے تھے جو خدائے رحمان کے ہاں سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں اور آپؓ قوم کے برگزیدہ اور زمانے کے سرداروں میں سے تھے۔ آپؓ خدائے غالب کے شیر، خدائے مہربان کے جوانمرد، سخی، پاک دل تھے۔ آپؓ ایسے منفرد بہادر تھے جو میدانِ جنگ میں اپنی

جگہ نہیں چھوڑتے خواہ ان کے مقابلے میں دشمنوں کی ایک فوج ہو۔ آپؓ نے ساری عمر تنگ دستی میں بسر کی اور نوعِ انسانی کے مقام زُہد کی انتہا تک پہنچے۔ آپؓ مال و دولت عطا کرنے، لوگوں کے ہم و غم دور کرنے اور یتیموں، مسکینوں اور ہمسایوں کی خبر گیری کرنے میں اول درجہ کے مرد تھے۔ آپؓ نے جنگوں میں طرح طرح کے بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ تیر اور تلوار کی جنگ میں آپ سے حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نہایت شیریں بیان اور فصیح اللسان بھی تھے۔ آپ کا بیان دلوں کی گہرائی میں اتر جاتا اور اس سے ذہنوں کے زنگ صاف ہو جاتے اور برہان کے نور سے اس کا چہرہ دمک جاتا۔ آپ قِسما قسم کے انداز بیان پر قادر تھے اور جو آپ سے ان میں مقابلہ کرتا تو اسے ایک مغلوب شخص کی طرح آپ سے معذرت کرنا پڑتی۔ آپ ہر خوبی میں اور بلاغت و فصاحت کے طریقوں میں کامل تھے اور جس نے آپؓ کے کمال کا انکار کیا تو اس نے بے حیائی کا طریق اختیار کیا۔"

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 108 تا 110۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 358)

پھر حضرت علی کے مقام اور خلافت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

"اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ حضرت علیؓ متلاشیانِ (حق) کی امید گاہ اور سخیوں کا بے مثال نمونہ اور بندگانِ (خدا) کے لیے حجۃ اللہ تھے۔ نیز اپنے زمانے کے لوگوں میں بہترین انسان اور ملکوں کو روشن کرنے کے لیے اللہ کے نور تھے لیکن آپ کی خلافت کا دور امن و امان کا زمانہ نہ تھا بلکہ فتنوں اور ظلم و تعدی کی تند ہواؤں کا زمانہ تھا۔ عوام الناس آپ کی اور ابن ابی سفیان کی خلافت کے بارے میں اختلاف کرتے تھے اور ان دونوں کی طرف حیرت زدہ شخص کی طرح ٹکٹکی لگائے بیٹھے تھے اور بعض لوگ ان دونوں کو آسمان کے فرقد نامی دو ستاروں کی مانند تصور کرتے تھے اور دونوں کو درجہ میں ہم پلّہ سمجھتے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ حق (علی) مرتضیٰؓ کے ساتھ تھا اور جس نے آپؓ کے دور میں آپؓ سے جنگ کی تو اس نے بغاوت اور سرکشی کی۔"

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 95-96)

پھر چاروں خلفائے راشدین کی اسلام اور قرآن کی حفاظت اور اس امانت کا حق ادا کرنے کے مقام کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین "یعنی حضرت عثمان "رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لیے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔"

(مکتوباتِ احمد جلد 2 صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ)

پھر ان چاروں خلفاء کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"خدا کی قسم وہ ایسے لوگ ہیں جو خیر الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی خاطر موت کے میدانوں میں

ڈٹ گئے اور اللہ کی خاطر انہوں نے اپنے باپوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا اور انہیں تیز دھار تلواروں سے ٹکڑے کر دیا اور اپنے پیاروں سے جنگ کی اور ان کے سر قلم کیے اور اللہ کی راہ میں اپنے نفیس اموال اور جانیں نثار کیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے اعمال کی قلّت پر روتے اور سخت نادم تھے۔" کوئی فخر نہیں تھا کہ ہم نے کوئی نیک عمل کیا ہے۔ "اور ان کی آنکھ نے بھرپور نیند کا مزہ نہیں لیا۔" کبھی نیند بھر کے نہیں سوئے "مگر بہت قلیل جو آرام کے لحاظ سے نفس کا لازمی حق ہے اور وہ نعمتوں کے دلدادہ نہیں تھے۔ پس تم کیسے خیال کرتے ہو کہ وہ ظلم کرتے تھے۔ مال غصب کرتے تھے۔ عدل نہیں کرتے تھے اور جَور و ستم کرتے تھے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات سے باہر آچکے تھے اور وہ ہمیشہ آستانہ الٰہی پر گرے رہتے تھے اور وہ فنا فی اللہ لوگ تھے۔"

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 32۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 328)

پس یہ ادراک ہے جو ان چاروں خلفاء کے مقام و مرتبہ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دیا اور یہی وہ مقام ہے جب ہر مسلمان ان بزرگوں کو دے گا تو حقیقی مسلمان کہلائے گا اور آپس کے اختلافات کو ختم کر کے امتِ واحدہ کا حصہ بنے گا ورنہ ہمارے اختلافات اسلام کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے، ہاں دشمن ان سے ضرور فائدہ اٹھائے گا اور وہ فائدہ اٹھا رہا ہے۔ آج کل ہم یہی دیکھ رہے ہیں۔ پس اسلام کی اگر کوئی خدمت اس زمانے میں ہو سکتی ہے، اسلام کی حفاظت کی اگر خواہش ہے تو پھر اس جری اللہ کے ساتھ جڑ کر ہی ہو سکتی ہے جسے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے بھیجا ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا آج کل ہم محرم کے مہینے سے گزر رہے ہیں۔ کل یا پرسوں دس محرم بھی ہے جس میں حضرت حسینؓ کی شہادت کے حوالے سے شیعہ اپنے جذبات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک ظالمانہ فعل تھا جس طرح حضرت حسین کو شہید کیا گیا۔ جب ان جذبات کا اظہار شیعہ حضرات کرتے ہیں یا عام حالات میں بھی شیعہ حضرات کے حضرت حسینؓ کے بارے میں، حضرت علیؓ کے بارے میں جو جذبات ہیں تو عموماً ہمارے بارے میں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا آپؑ کی جماعت نے خاندان نبوت کے مقام کو نہیں پہچانا۔ اس غلط فہمی کو جماعتِ احمدیہ ہمیشہ دور کرنے کی کوشش بھی کرتی رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ کے بارے میں جو فرمایا ہے اور ابھی میں نے کچھ حوالے پیش بھی کیے ہیں۔ اس سے اس کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں کیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہ ہم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ باقی تین خلفاء بھی برحق تھے۔ بہرحال اس وقت میں اس حوالے سے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور فرمودات کے حوالے سے بھی کچھ بیان کروں گا کہ آپؑ کی نظر میں خاندانِ نبوت کا کیا مقام تھا اور اس بارے میں آپ نے جماعت کو کیا نصیحت فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب 'سر الخلافہ' میں حضرت علیؓ اور خاندان نبوت کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا کہ آپؓ لاچاروں کی غم خواریوں کی جانب ترغیب دلاتے اور

قناعت کرنے والوں اور خستہ حالوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیتے۔ آپؓ اللہ کے مقرب بندوں میں سے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آپؓ فرقانِ حمید کے جام معرفت نوش کرنے میں سابقین میں سے تھے۔ قرآن کریم کی معرفت بھی آپؓ کو حاصل تھی اور اس میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور آپؓ کو قرآنی دقائق کے ادراک میں ایک عجیب فہم عطا کیا گیا تھا۔ فرمایا کہ میں نے عالم بیداری میں انہیں دیکھا یعنی حضرت علیؓ سے عالم بیداری میں، کشفی حالت میں نہ کہ نیند میں ملاقات ہوئی۔ پھر اسی حالت میں آپؓ نے یعنی حضرت علیؓ نے خدائے عَلّام الغیوب کی کتاب کی تفسیر مجھے عطا کی اور فرمایا یہ میری تفسیر ہے اور یہ اب آپ کو دی جاتی ہے۔ پس آپ کو اس عطا پر مبارک ہو۔" جس پر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور وہ تفسیر لے لی اور میں نے صاحبِ قدرت عطا کرنے والے اللہ کا شکر ادا کیا اور میں نے آپ کو یعنی حضرت علی کو خَلق میں متناسب اور خُلق میں پختہ اور متواضع، منکسر المزاج، تاباں اور منور پایا اور میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ آپؓ مجھ سے بڑی محبت و الفت سے ملے اور میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آپؓ مجھے اور میرے عقیدے کو جانتے ہیں اور میں اپنے مسلک اور مشرب میں شیعوں سے جو اختلاف رکھتا ہوں وہ اسے بھی جانتے ہیں لیکن آپؓ نے کسی بھی قسم کی ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی مجھ سے پہلو تہی کی بلکہ وہ مجھے ملے اور مخلص مُحِبّین کی طرح مجھ سے محبت کی اور انہوں نے سچے صاف دل رکھنے والے لوگوں کی طرح محبت کا اظہار فرمایا اور آپؓ کے ساتھ حسینؓ بلکہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں اور سید الرسل خاتم النبیینؐ بھی تھے اور ان کے ساتھ ایک نہایت خوبرو، صالحہ، جلیلۃ القدر، بابرکت، پاکباز، لائق تعظیم، باوقار، ظاہر و باہر نورِ مجسّم جوان خاتون بھی تھیں جنہیں میں نے غم سے بھرا ہوا پایا لیکن وہ اسے چھپائے ہوئے تھیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہیں۔ آپؓ میرے پاس تشریف لائیں اور میں لیٹا ہوا تھا۔ پس آپ بیٹھ گئیں اور آپ نے میرا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور شفقت کا اظہار فرمایا اور میں نے دیکھا کہ وہ میرے کسی غم کی وجہ سے غم زدہ اور رنجیدہ ہیں۔ اور فرمایا کہ بچوں کی تکلیف کے وقت ماؤں کی طرح شفقت و محبت اور بے چینی کا اظہار فرما رہی ہیں۔

اس پر گندا ذہن مولوی جو ہیں یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ آپؑ نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے میرا سر اپنی ران پہ رکھ لیا۔ بچے سے ایک ماں کی محبت کا اظہار جو ہوتا ہے یہ تو اس کا بیان ہو رہا ہے لیکن ان گندے ذہنوں کو کیا کہے کوئی۔ اور عامۃ المسلمین ان کی باتیں سن کے سمجھتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کی نعوذ باللہ ہتک کر دی حالانکہ آگے جا کے اس کی مزید وضاحت بھی ہو جائے گی کہ آپؑ فرما رہے ہیں کہ کس طرح آپؓ ایک ماں کا سلوک مجھ سے کر رہی ہیں۔

بہرحال پھر آپؑ فرماتے ہیں پھر مجھے بتایا گیا کہ دین کے تعلق میں ان کے نزدیک یعنی حضرت فاطمہؓ کے نزدیک میری حیثیت بمنزلہ بیٹے کے ہے اور میرے دل میں خیال آیا کہ ان کا غمگین ہونا اس امر پر کنایہ ہے جو میں قوم، اہلِ وطن اور دشمنوں سے ظلم دیکھوں گا۔ اس بات پر حضرت فاطمہ غمگین تھیں کہ میرے بیٹے کو یہ ظلم دیکھنا پڑے گا۔ پھر حسنؓ اور حسینؓ دونوں میرے پاس آئے اور بھائیوں کی طرح مجھ سے محبت کا اظہار کرنے لگے اور ہمدردوں کی طرح مجھے ملے۔ اور یہ کشف بیداری کے کشفوں میں سے تھا۔ اس پر کئی سال گزر چکے ہیں اور مجھے

حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے ساتھ ایک لطیف مناسبت ہے اور اس مناسبت کی حقیقت کو مشرق و مغرب کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا اور میں حضرت علی اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو اُن سے عداوت رکھے اُس سے مَیں عداوت رکھتا ہوں اور بایں ہمہ میں جور و جفا کرنے والوں میں سے نہیں اور یہ میرے لیے ممکن نہیں کہ مَیں اس سے اِعراض کروں جو اللہ نے مجھ پر منکشف فرمایا اور نہ ہی میں حد سے تجاوز کرنے والوں سے ہوں۔

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 110 تا 112)

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں نے اس قصیدہ میں جو" مَیں نے "امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے یہ انسانی کارروائی نہیں۔" یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بتایا گیا ہے۔ "خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بد زبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید مَنْ عَادَ وَلِيًّا لِيْ دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔ پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔"

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 149)

یہ حدیث کا جو حوالہ آپ نے دیا اس سے مراد ہے جس نے میرے ولی سے دشمنی کی

مَنْ عَادَ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع حدیث 6502)

کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی اختیار کی تو میں نے اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیا۔ کسی سے جب محبت کا اظہار ہوتا ہے اور محبت کا یہ اظہار جب ذاتی مجلس میں ہو جہاں اور کوئی نہ ہو تو وہ محبت کا اظہار دل کی آواز ہوتی ہے۔ ویسے تو پاک آدمی کا، جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ مقام دیا ہے ہر لفظ ہی دل کی آواز ہے لیکن معترض کے لیے یہ جاننا چاہیے کہ گھر میں بیٹھے ہوئے آپؑ کا کیا اظہار تھا۔ آپؑ نے صرف تحریرات میں یا فرمودات میں یا مجالس میں حضرت امام حسین کا ذکر بیان نہیں فرمایا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے محبت کا اظہار ظاہری طور پر نہیں کیا بلکہ گھریلو مجلس میں بچوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی ان جذبات کا اظہار کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل و اولاد اور آپؐ کے صحابہ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم سلمہا اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔ "آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔" پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا "یزید پلید نے یہ ظلم

ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔" اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقاؐ کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسولِ پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔"

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 36-37)

اس بارے میں خود حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بھی ایک جگہ اسی واقعہ کو بیان فرماتی ہیں کیونکہ ان کے ساتھ یہ ہوا تھا۔ کہتی ہیں: آپؑ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام باغ میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ مَیں اور مبارک نے ایک کچھوا پکڑا۔ آپؑ کو دکھلانے کے لیے لائے۔ آپ نے اس کو تو نظر انداز کیا اور پھر فرمایا کہ آؤ مَیں تمہیں محرّم کی کہانی سناؤں۔ پھر کہتی ہیں ہم دونوں پاس بیٹھ گئے۔ یہ ماہ محرم کا پہلا عشرہ تھا۔ آپؑ نے شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعات سنانا شروع کیے۔

فرمایا وہ ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے تھے۔ ان کو منافقوں نے، ظالموں نے بھوکا پیاسا کربلا کے میدان میں شہید کر دیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان فرما رہی ہیں کہ پھر فرمایا اس دن آسمان سرخ ہو گیا تھا۔ چالیس روز کے اندر قاتلوں، ظالموں کو خدا تعالیٰ کے غضب نے پکڑ لیا۔ کوئی کوڑھی ہو کر مرا۔ کسی پر کوئی عذاب آیا اور کسی پر کوئی۔ یزید کے ذکر پر، یزید پلید فرماتے تھے۔ کافی لمبے واقعات آپؑ نے سنائے۔ حالت یہ تھی کہ آپؑ پر رقّت طاری تھی۔ آنسو بہنے لگتے تھے جن کو اپنی انگشت شہادت سے پونچھتے جاتے تھے۔

(ماخوذ از تحریراتِ مبارکہ از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، صفحہ 222)

اس ظلم کی داستان کو جب انسان سنتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب دشمن نے غلبہ پالیا تو لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے اپنے گھوڑے کا رخ دریائے فرات کی طرف کیا یا کرنے کی کوشش کی تو آپؓ کا راستہ روک لیا گیا۔ ایک شخص نے آپ کو تیر مارا جو آپ کی ٹھوڑی کے اوپر آ کے لگا بڑا گہرا زخم ہو گیا۔ پھر حملہ آوروں نے مزید حملے کیے اور آپ کو شہید کر دیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے شہادت سے قبل آپؓ کو یہ کہتے سنا کہ اللہ کی قسم! میرے بعد بندگانِ خدا میں سے کسی بھی ایسے بندے کو قتل نہیں کرو گے جس کے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا تعالیٰ تم پر ناراض ہو۔

پھر حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ واللہ! مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر کے مجھ پر کرم کرے گا اور پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ ان ظالموں نے آپؓ سے اور آپؓ کے خاندان سے کیا سلوک کیا۔ شہید کیا اور شہید کرنے کے بعد پھر خیموں کو لُوٹا۔ عورتوں کے سروں سے چادریں اتاریں۔ شہید کرنے کے بعد ان کے کمانڈر نے بلایا کہ حضرت امام حسین کی نعش لٹائی ہوئی ہے اس نعش پر سے کون گھوڑوں سمیت گزرے گا اور دس گھوڑے تیار ہوئے اور ان کو گزار کر نعش کو پامال کیا گیا۔ آپ کی کمر کی ہڈیوں کو اور پسلیوں کو چکنا چور کر دیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے جسم پر تینتیس زخم نیزے اور تینتالیس زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم اس کے علاوہ تھے۔ پھر آپ کا سر کاٹ کر گورنر کے پاس بھیجا گیا اور اس نے یہ سر

کوفے میں نصب کروایا۔

(تاریخ طبری جلد 4 مترجم صفحہ 253 تا 257، 260 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2003ء)

(تاریخ اسلام حصہ دوم از اکبر شاہ نجیب آبادی صفحہ 76 نفیس اکیڈیمی اردو بازار کراچی 1998ء)

ظلم کی انتہا ہے! کوئی خبیث ترین دشمن بھی اس طرح نہ کرے۔ یہ تو مختصر میں نے بیان کیا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے تھے تو اس وقت اس واقعہ پہ غم سے آپؑ کے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ پس کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نعوذ باللہ خاندانِ نبوت سے محبت نہیں کرتے یا اس کا ادراک نہیں رکھتے بلکہ ایک موقعے پر جب آپ کو ایک موقع پہ پتہ لگا کہ کسی نے حضرت امام حسینؓ کے بارے میں غلط الفاظ استعمال کیے ہیں آپ نے سختی سے جماعت کو بھی نصیحت فرمائی۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا کہ

"واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ سے "جو پوسٹل کارڈ ہوتا ہے اس کے ذریعے سے "مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسینؓ بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفۂ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔" آپ نے فرمایا

"لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے منہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گزرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے وِرد تبرّے اور لعن وطعن میں مجھے بھی شریک کر لیا ہے اس لیے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہہ دی ہو جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بدزبانی کے مقابل پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ بہر حال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات:15)

مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا تعالیٰ کے لیے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی

اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ وہ شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اُس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّ شانُہٗ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 653-654 اشتہار نمبر 270 'تبلیغ الحق' مطبوعہ ربوہ)

پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ سننے کے بعد ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہیں کہ آلِ محمدؐ سے محبت نہیں تھی۔ جس محبت کا ادراک آپؑ کو تھا وہ کسی اَور کو نہیں ہو سکتا اور یہی آپؑ نے فرمایا بھی ہے۔ لیکن جہاں شیعہ غُلو کی حد تک گئے ہیں وہاں ان کو حقیقت بھی آپ نے بتائی ہے اور جہاں سُنّی غلط ہوئے وہاں انہیں بھی بتایا کہ اصلاح کرو۔ اور یہی حَکم اور عدل کا کام ہے اور اسلام کی حقیقی تعلیم کے پھیلانے اور رائج کرنے کے اسی کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا لیکن اس کے باوجود یہ جو دونوں بڑے فرقے ہیں یہ احمدیوں کو ہی بُرا کہتے ہیں، ہمیں ہی ظلموں کا نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود ہم نے صبر و استقامت سے اس کام کو جاری رکھنا ہے جو ہمارے سپرد ہے جس کے لیے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہے کہ حقیقی اسلام کو دنیا میں پھیلائیں۔ اس نمونے کو سامنے رکھیں جو حضرت امام حسینؓ نے ہمیں دکھایا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک شعر میں فرمایا تھا کہ

وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

(کلام محمودؓ صفحہ 154)

پس ہماری قربانیاں تو ان شاء اللہ اس مرتبہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ مجھے جو حسین سے نسبت تو ہے لیکن نتیجہ وہ نہیں نکلے گا۔ اب جو اس دفعہ نتیجے ہیں وہ اس کے الٹ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر کیا ہے کہ کامیابی ملے۔ اس لیے اس دفعہ جو فتح ہے، ظاہری فتح بھی ان شاء اللہ تعالیٰ، وہ حسینی صفات رکھنے والوں کی ہو گی اور دشمن ناکام و نامراد ہوں گے۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل 31 / دسمبر 2010ء صفحہ 8، خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 / دسمبر 2010ء)

(ماخوذ از خطباتِ مسرور جلد 8 صفحہ 635-636، خطبہ بیان فرمودہ 10 دسمبر 2010ء)

پس اس کے لیے آج کل، خاص طور پر اس مہینے میں اور ہمیشہ بھی جبکہ دشمنی بھی آج کل خاص طور پر پاکستان میں بھی اور دوسری جگہوں پہ بھی اپنے عروج پر اور زوروں پر ہے ہمیں چاہیے کہ دعاؤں پر بہت زور دیں۔ درود شریف پڑھنے پر بہت زور دیں اور جتنا اللہ تعالیٰ کے حضور ہم جھکیں گے اتنا ہی جلدی اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے گا، کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے گا۔ ان دنوں میں خاص طور پہ دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی دعا کریں۔ وہ مسلمان فرقے ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پر لگے ہوئے ہیں اور ان دنوں میں خاص طور پر جب دس محرّم آتی ہے تو تاریخ ابھی تک تو یہی بتا رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں امام بارگاہوں پہ اور تعزیوں پہ یا مختلف جگہوں پہ حملے بھی ہوتے ہیں اور پھر کئی لوگوں کو شہید کیا جاتا ہے، دین کے نام پر شہید کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عقل دے اور کم از کم اس سال ایسی اطلاع کہیں سے کسی بھی ملک سے نہ ملے کہ جہاں مسلمانوں نے مسلمانوں کو مارا ہو اور یہ مسلمان اس حقیقت کو بھی جلد پہچاننے والے ہوں کہ اسلام کی جو فتح اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہی کی ہے اور ان کو یہ سمجھ آ جائے کہ ہماری کامیابی اب اسی میں ہے کہ زمانے کے امام اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق بھی عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18/ستمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 75 صفحہ 05 تا 09)

36

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04/ ستمبر 2020ء بمطابق 04/ تبوک 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ

اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَہُمُ الۡقَرۡحُ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡہُمۡ وَ اتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ۔(آل عمران : 173)

کہ جن لوگوں نے اللہ اور رسول کا حکم اپنے زخمی ہونے کے بعد بھی قبول کیا ان میں سے ان کے لیے جنہوں نے اچھی طرح اپنا فرض ادا کیا ہے اور تقویٰ اختیار کیا ہے بڑا اجر ہے۔

صحابہ کا ذکر چل رہا تھا اور حضرت زبیرؓ کا ذکر کچھ باقی تھا جو مَیں نے بیان کرنا تھا آج وہی بیان کروں گا۔ اس آیت کے بارے میں جو مَیں نے ابھی پڑھی ہے بیان فرماتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا کہ اے میرے بھانجے! تمہارے آباء زبیرؓ اور ابوبکرؓ اسی آیت میں مذکور صحابہ میں سے تھے۔ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور مشرکین پلٹ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ وہ کہیں پھر لَوٹ کر حملہ نہ کریں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا پیچھا کرنے کون کون جائے گا۔ اسی وقت ان میں سے ستر صحابہ تیار ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی ان میں شامل تھے۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور یہ دونوں حضرت ابوبکرؓ بھی اور حضرت زبیرؓ بھی زخمیوں میں سے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب الذین استجابوا للّٰہ والرسول ... الخ حدیث 4077)

صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ ہشام نے اپنے والد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے کہا کہ تمہارے آباء ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اپنے زخمی ہونے کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی آواز پر لبیک کہا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل طلحۃ والزبیر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما حدیث 2418)

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کانوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے ہمسائے ہوں گے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی محمد طلحہ ... حدیث 3740)

حضرت سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کا مقام ایسا تھا کہ میدانِ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے لڑتے تھے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2صفحہ 478سعید بن زید دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبدالرحمٰن بن اَخْنَسؒ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں تھے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کا ذکر کیا، ان کی شان میں کچھ بے ادبی کی تو حضرت سعید بن زیدؓ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں کہ یہ بے شک مَیں نے آپؐ سے سنا اور آپؐ فرماتے تھے کہ دس آدمی جنت میں جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ہوں گے۔ ابوبکرؓ جنت میں ہوں گے۔ حضرت عمرؓ جنت میں ہوں گے۔ حضرت عثمانؓ جنت میں ہوں گے۔ حضرت علیؓ جنت میں ہوں گے۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں ہوں گے۔ اور اگر مَیں چاہوں تو دسویں کا نام بھی لے سکتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا کہ دسواں کون ہے؟ حضرت سعید بن زیدؓ کچھ دیر خاموش رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے پھر پوچھا کہ دسواں کون ہے؟ فرمایا کہ سعید بن زیدؓ یعنی مَیں خود۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء حدیث 4649)

یہ روایت حضرت طلحہؓ کے ضمن میں بھی میرا خیال ہے بیان ہو چکی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کاتبینِ وحی کے نام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی تھی وہ اسی وقت لکھوا دی جاتی تھی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کاتبوں کو قرآن کریم لکھواتے تھے ان میں سے مندرجہ ذیل پندرہ نام تاریخ سے ثابت ہیں:

زید بن ثابتؓ، اُبی بن کعبؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعید بن العاصؓ، اَبَان بن سعید العاصؓ، حَنْظَلَہ بن الربیع الاسدیؓ، مُعَیقِیب بن ابی فاطمہؓ، عبداللہ بن اَرْقَم الزُّہْرِیؓ، شرحبیل بن حسنہؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوتا تو آپؐ ان لوگوں میں سے کسی کو بلا کر وحی لکھوا دیتے تھے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد20 صفحہ 425-426)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو ایک غزوے کے موقعے پر خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیض پہننے کی اجازت دی تھی۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیرباب الحریر فی الحرب حدیث 2919)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینے میں مکانوں کی حد بندی کی تو حضرت زبیرؓ کے لیے زمین کا بڑا ٹکڑا مقرر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو کھجور کا ایک باغ بھی دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 76 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زبیر بن عوامؓ کو زمین ہبہ کرنے کے

متعلق بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو سرکاری زمینوں میں سے ایک اتنا بڑا ٹکڑا اعطا فرمایا جس میں کہ حضرت زبیرؓ کا گھوڑا آخری سانس تک دوڑ سکے یعنی جس حد تک وہ دوڑ سکتا تھا دوڑ جائے۔ حضرت زبیرؓ کا گھوڑا جس جگہ پر جا کر کھڑا ہوا وہاں سے انہوں نے اپنا کوڑا بڑے زور سے اوپر پھینکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ نہ صرف اس حد تک زمین ان کو دی جائے جہاں ان کا گھوڑا جا کر کھڑا ہو گیا تھا بلکہ جہاں ان کا کوڑا گرا تھا اس حد تک ان کو زمین دی جائے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے ملک کا گھوڑا بھی میلوں دوڑ سکتا ہے اور عرب کا گھوڑا تو بہت زیادہ تیز ہوتا ہے۔ اگر چار پانچ میل بھی گھوڑے کی دوڑ رکھی جائے تو بیس ہزار ایکڑ کے قریب زمین بنتی ہے جو ان کو دی گئی تھی۔

امام ابویوسف کتاب الخَرَاج میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو ایک زمین کا ٹکڑا بخشا جس میں کھجور کے درخت بھی لگے ہوئے تھے اور یہ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے بھی امام ابویوسف کے بیان کا حوالہ دیا۔ کہتے ہیں کہ جو زمین کا ٹکڑا بخشا تھا اس میں کھجور کے درخت بھی لگے ہوئے تھے اور وہ کسی وقت یہودی قبیلہ بنو نضیر کی ملکیت میں سے تھا اور ان کو جُرْف کہتے تھے، یہ جُرْف جو ہے یہ مدینے سے شام کی طرف تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے۔ یعنی وہ جُرْف ایک مستقل گاؤں تھا۔ جب ہم پہلی حدیثوں سے اس حدیث کو ملائیں یعنی جہاں گھوڑے کے دوڑنے کا ذکر ہے اور تقریباً پندرہ بیس ہزار ایکڑ بنتی ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو اس وقت اوپر والی زمین بخشی جبکہ وہ پہلے سے ایک گاؤں کے مالک تھے جس میں کھجور کے باغ بھی تھے۔ (ماخوذ از اسلام اور ملکیت زمین، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 429)

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 149 دار الکتب العلمیة بیروت)

عُروہ بن زُبیر سے مروی ہے کہ مَرْوَان بن حَکَم نے بتایا کہ جس سال نکسیر کی بیماری پھیلی حضرت عثمان بن عفانؓ کو بھی سخت نکسیر ہوئی یہاں تک کہ اس نے ان کو حج سے روک دیا اور انہوں نے وصیت کر دی تو اس وقت قریش میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ یعنی بہت خراب حالت ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا لوگوں نے یہ بات کہی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں؟ وہ خاموش رہا۔ اتنے میں پھر ایک اَور شخص ان کے پاس آیا۔ راوی کہتے ہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ حارث تھا۔ کہنے لگا خلیفہ مقرر کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کیا لوگوں نے یہ کہا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔

حضرت عثمانؓ نے پوچھا یعنی کہ آپؓ کے بعد کون خلیفہ ہو؟ حضرت عثمانؓ نے پوچھا وہ کون ہے جو خلیفہ ہو گا۔ وہ خاموش رہا۔ حضرت عثمانؓ نے اس سے کہا شاید وہ زبیر کو منتخب کرنے کا کہتے ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جہاں تک مجھے علم ہے وہ یعنی حضرت زبیرؓ ان لوگوں میں سے یقیناً بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سب سے زیادہ پیارے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب الزبیر بن العوام حدیث 3717)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ان کا ایک انصاری صحابی سے جو غزوۂ بدر کے شرکاء میں سے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پانی کی نالی میں اختلاف رائے ہو گیا جس سے وہ دونوں اپنے کھیت کو سیراب کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ زبیر تم اپنے کھیت کو سیراب کرکے اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دو۔ انصاری کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ کہنے لگا یا رسول اللہؐ! یہ آپؐ کے پھوپھی زاد ہیں ناں۔ اس لیے آپؐ یہ فیصلہ فرما رہے ہیں۔

اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اب تم اپنے کھیت کو سیراب کرو اور جب تک پانی منڈیر تک نہ پہنچ جائے اس وقت تک پانی کو روکے رکھو۔ گویا اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا حق دلوا دیا جبکہ اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ایسا مشورہ دیا تھا جس میں ان کے لیے اور انصاری کے لیے گنجائش اور وسعت کا پہلو تھا لیکن جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حکم کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا پورا حق دلوایا۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ بخدا مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ مندرجہ ذیل آیت اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء:66)

یعنی نہیں تیرے رب کی قسم! وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتے جب تک وہ تجھے ان امور میں منصف نہ بنا لیں جن میں ان کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔ پھر تُو جو بھی فیصلہ کرے اس کے متعلق وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور کامل فرمانبرداری اختیار کریں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 453 مسند زبیر بن العوام حدیث 1419 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (الزمر:32)

یعنی یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کے حضور ایک دوسرے سے بحث کرو گے۔ تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا ہماری دنیاوی لڑائیاں مراد ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (التکاثر:9)

یعنی اس دن تم ناز و نعم کے متعلق ضرور پوچھے جاؤ گے۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! ہم سے کن نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا جبکہ ہمارے پاس تو صرف کھجور اور پانی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! یہ نعمتوں کا زمانہ بھی عنقریب آنے والا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 449 مسند زبیر بن العوام حدیث 1405 عالم الکتب بیروت 1998ء)

آج تو یہ تنگی ہے۔ ان شاء اللہ کشائش بھی آنے والی ہے۔

حَفْص بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے اس بزرگ نے یہ حدیث بیان کی ہے جو کہ مُوصِلْ (یہ موصل جو ہے شام کا مشہور شہر ہے جو اپنی کثیر آبادی اور وسیع رقبے کے لحاظ سے اس وقت کے اسلامی ممالک میں بہت اہم تھا۔ تمام شہروں سے وہاں لوگ آیا کرتے تھے۔ یہ نَیْنَوَا کے قریب دجلہ کے کنارے بغداد سے 222 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس شہر کا تعارف تو یہ ہے جو فرہنگ میں لکھا گیا ہے لیکن بہر حال وہ کہتے ہیں موصل) مقام سے ہمارے پاس آتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ کچھ سفر کیے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحرا میں ان کو غسل کی حاجت ہوگئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرے لیے پردہ کرو۔ مَیں نے ان کے لیے کپڑے سے پردہ کیا۔ وہ غسل کرنے لگ گئے۔ اچانک میری نگاہ ان کے جسم پر پڑ گئی۔ مَیں نے دیکھا کہ ان کا سارا جسم تلواروں کے زخموں کے نشانات سے چھلنی تھا۔ مَیں نے ان سے کہا خدا کی قسم! مَیں نے آپؓ کے جسم پر زخموں کے ایسے نشانات دیکھے ہیں جو آج سے پہلے مَیں نے کبھی کسی کے جسم پر نہیں دیکھے۔ انہوں نے جواباً کہا کیا تم نے میرے جسم کے زخموں کے نشان دیکھ لیے ہیں؟ پھر فرمایا خدا کی قسم! یہ تمام زخم مجھے اللہ کی راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے آئے ہیں۔

(مستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 3 صفحہ 406 کتاب معرفة الصحابہ حدیث 5550 دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء) (فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 288)

حضرت عثمانؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کر رکھی تھی۔ چنانچہ وہ ان احباب کے مال کی حفاظت کرتے اور اپنے مال سے ان کے بچوں پر خرچ کرتے تھے۔ کشائش تھی تو ان کا مال بچوں پر خرچ نہیں کرتے تھے۔ اپنے پاس سے خرچ کرتے تھے تاکہ بعد میں یہ مال ان لوگوں کے کام آئے۔ حضرت زبیرؓ کو کوئی لالچ نہیں تھی۔

حضرت زبیرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں خراج یعنی زمین کی پیداوار ادا کرتے تھے۔ وہ اس میں سے گھر کچھ بھی نہ لاتے اور سارا صدقہ کر دیتے۔

مُطِیع بن اَسْوَد بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت زبیرؓ دین کے ستونوں میں سے ایک ستون ہیں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 460 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زبیرؓ جنگِ جمل کے دن کھڑے ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ مَیں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ اے پیارے بیٹے! آج یا تو ظالم کو قتل کیا جائے گا یا مظلوم۔ ایسا نظر آتا ہے کہ آج مَیں بحالت مظلومی قتل کیا جاؤں گا۔ مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے۔ کیا تمہاری رائے میں ہمارے قرض سے کچھ مال بچ جائے گا؟ پھر کہا کہ اے میرے بیٹے! مال بیچ کر قرض ادا کر دینا اور مَیں ثلث کی وصیت کرتا ہوں، تیسرے حصے کی وصیت کرتا ہوں اور قرض ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچے تو اس میں سے ایک ثلث تمہارے بچوں کے لیے ہے۔ ان کے بچوں کو باقی کے علاوہ دیا۔ ہشام نے کہا عبد اللہ بن زبیرؓ کے لڑکے عمر میں حضرت زبیرؓ کے لڑکوں خبیب اور عبّاد کے برابر تھے۔ یعنی عبد اللہ کے لڑکے حضرت زبیرؓ کے اپنے

لڑکوں کے برابر تھے۔ بیٹے کے بچے جو تھے وہ بھی اس کے بھائیوں کے برابر تھے۔ اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نو بیٹیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ مجھے اپنے قرض کی وصیت کرنے لگے کہ اے میرے بیٹے! اگر اس قرض میں سے تم کچھ ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ تو میرے مولیٰ سے مدد لینا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں۔ مَیں "مولیٰ" سے ان کی مراد نہیں سمجھا۔ مَیں نے پوچھا کہ آپ کا مولیٰ کون ہے؟ تو حضرت زبیرؓ نے کہا اللہ۔ پھر جب کبھی مَیں ان کے قرض کی مصیبت میں پڑا تو کہا اے زبیرؓ کے مولیٰ! ان کا قرض ادا کر دے اور وہ ادا کر دیتا یعنی اللہ تعالیٰ پھر کوئی انتظام کر دیتا تھا۔ اس قرض کی ادائیگی کے سامان پیدا کر دیتا تھا۔ جائیداد تو تھی اس میں سے ہی ادا ہو جاتے تھے۔

حضرت زبیرؓ اس حالت میں شہید ہوئے کہ انہوں نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم سوائے چند زمینوں کے جن میں غابہ بھی تھا۔ مدینے میں گیارہ مکان تھے۔ دو مکان بصرہ میں تھے۔ ایک مکان کوفہ میں اور ایک مکان مصر میں تھا۔ حضرت زبیرؓ مقروض اس طرح ہوئے کہ لوگ ان کے پاس مال لاتے کہ امانتاً رکھیں مگر حضرت زبیرؓ کہتے کہ نہیں بلکہ یہ قرض ہے کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ پیسے امانتاً نہیں رکھوں گا۔ مَیں تمہارے سے اس طرح وصول کرتا ہوں جس طرح کہ یہ قرض ہوتا ہے۔ خرچ بھی کر لیتے تھے اس میں سے یا اَور کوئی خطرہ ہو تو وہ بھی محفوظ ہو جائے اس لیے آپ ان کو بتاتے تھے کہ یہ قرض کی صورت میں لے رہا ہوں جو مَیں واپس کروں گا۔ بہرحال حضرت زبیرؓ کبھی امیر نہ بنے خواہ مال وصول کرنے کے لیے یا خراج کے لیے یا کسی اَور مالی خدمت کے لیے سوائے اس کے کہ کسی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ جہاد میں شامل ہوئے ہوں۔ جہاد میں ضرور شامل ہوتے تھے لیکن بہت امیر جنہوں نے نقدی کی صورت میں پیسہ جوڑا ہو وہ نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ مَیں نے ان کے قرض کا حساب کیا تو بائیس لاکھ پایا۔ حضرت حکیم بن حزامؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ملے اور کہا کہ اے میرے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرض ہے؟ حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ نے چھپایا اور کہا کہ ایک لاکھ۔ حضرت حکیم بن حِزامؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں تمہارے مال کو اتنا نہیں دیکھتا کہ وہ اس کے لیے کافی ہو۔ ظاہری مال جو نظر آ رہا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے کہا کہ اگر مَیں کہوں کہ وہ قرض بائیس لاکھ ہے تو آپ کیا کہیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ مَیں تو تمہیں اس کا متحمل نہیں دیکھتا، مشکل ہے ادا کر سکو۔ اگر تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ تو مجھ سے مدد لے لینا۔ اگر نہ ادا کر سکو تو مَیں حاضر ہوں۔ مجھے بتانا مَیں تمہیں قرض ادا کر دوں گا۔ حضرت زبیرؓ نے غابہ ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سولہ لاکھ میں فروخت کیا۔ پھر کھڑے ہو کر کہا کہ جس کا زبیرؓ کے ذمہ کچھ ہو وہ ہمارے پاس غابہ پہنچ جائے۔ وہ غابہ کی زمین بیچی۔ سولہ لاکھ اس کی قیمت ملی اور پھر اعلان کر دیا کہ جو قرض خواہ ہیں وہ آ جائیں اور اپنا قرض لے لیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ جن کے حضرت زبیرؓ پر چار لاکھ تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو تو مَیں معاف کر دوں اور اگر چاہو تو اسے ان قرضوں کے ساتھ

رکھو جنہیں تم مؤخر کر رہے ہو بشرطیکہ تم کچھ مؤخر کرو۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر مجھے ایک ٹکڑا زمین کا دے دو۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ تمہارے لیے یہاں سے یہاں تک ہے۔ انہوں نے اس میں سے بقدر ادائے قرض کے فروخت کر دیا اور انہوں نے عبداللہ بن جعفر کو دے دیا۔ اس قرض میں سے ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔ اس زمانے کی بات ہے۔ وہاں عمرو بن عثمان، مُنْذِر بن زُبیر اور ابنِ زَمْعَہ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ غابہ کی کتنی قیمت لگائی گئی؟ حضرت ابن زبیرؓ نے کہا ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا کتنے حصے باقی رہے؟ انہوں نے کہا کہ ساڑھے چار حصے۔ مُنْذِر بن زبیر نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں مَیں نے لے لیا۔ عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں مَیں نے لے لیا۔ ابن زَمْعَہ نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں مَیں نے لے لیا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اب کتنے بچے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ ڈیڑھ حصہ۔ انہوں نے کہا کہ وہ ڈیڑھ لاکھ میں مَیں نے لے لیا۔ یعنی کہ غابہ کی وہ زمین جو باقی رہ گئی تھی اس کو بھی بیچنے لگے۔ عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں فروخت کر دیا۔ بہرحال جو انہوں نے کہا تھا ناں کہ قرض اللہ تعالیٰ ادا کرے گا تو اس طرح اللہ تعالیٰ سامان پیدا کرتا تھا تو وہ کچھ جائیداد بیچ کے قرض ادا کرتے رہے۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت زبیرؓ کا قرض ادا کر چکے تو حضرت زبیرؓ کی اولاد نے کہا کہ ہم میں ہماری میراث تقسیم کر دو۔ اب قرض تو سارے ادا ہو گئے ہیں اب جو وراثت ہے وہ تقسیم کر دو۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! مَیں تم میں اس وقت تک تقسیم نہ کروں گا جب تک چار سال زمانہ حج میں منادی نہ کر لوں یعنی چار سال تک ہر حج کے دن پہلے اعلان کروں گا کہ جس کا زبیرؓ پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے ادا کریں گے اور چار سال تک حج کے موقعے پر منادی کرتے رہے۔ جب چار سال گزر گئے تو میراث حضرت زبیرؓ کی اولاد میں تقسیم کر دی۔

حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں۔ انہوں نے بیوی کے آٹھویں حصے کو چار پر تقسیم کر دیا اور ہر بیوی کو گیارہ لاکھ پہنچے۔ پھر بھی جو جو جائیداد باقی رہ گئی تھی اس میں سے ہر کوئی جب تقسیم ہوا تو گیارہ گیارہ لاکھ بیویوں کو بھی مل گیا۔ ان کا پورا مال تین کروڑ باون لاکھ تھا۔

ایک روایت میں یہ ہے اور سفیان بن عُیَیْنَہ سے مروی ہے کہ حضرت زبیرؓ کی میراث میں چار کروڑ تقسیم کیے گئے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت زبیرؓ کے ترکہ کی قیمت پانچ کروڑ بیس لاکھ یا پانچ کروڑ دس لاکھ تھی۔ اسی طرح عروہ سے مروی ہے کہ حضرت زبیرؓ کی مصر میں کچھ زمینیں تھیں اور اسکندریہ میں کچھ زمینیں تھیں۔ کوفے میں کچھ زمینیں تھیں اور بصرے میں مکانات تھے۔ ان کی مدینے کی کچھ جائیداد کی آمدنی تھی جو اُن کے پاس آتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 80-81 زبیر بن العوام دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

بہرحال یہ سارے قرض اتار کے تو پھر ان جائیدادوں میں سے جو باقی جائیدادیں تھیں وہ ان کے ورثاء

میں تقسیم کی گئیں۔

مُطَرِّف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ اے ابو عبداللہ! آپ لوگ کس مقصد کی خاطر آئے ہیں۔ آپ لوگوں نے ایک خلیفہ کو ضائع کر دیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ اب آپ ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے تھے کہ

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً (الانفال:26)

کہ اور اس فتنے سے ڈرو جو محض ان لوگوں کو ہی نہیں پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا (بلکہ عمومی ہو گا) لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اس کا اطلاق ہم پر ہی ہو گا یہاں تک کہ ہم پر یہ آزمائش آئے گی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1صفحہ 451 مسند زبیر بن العوام حدیث 1414 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علیؓ کی خلافت کے انتخاب کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کا واقعۂ شہادت ہوا اور وہ صحابہؓ جو مدینے میں موجود تھے انہوں نے یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں میں فتنہ بڑھتا جا رہا ہے حضرت علیؓ پر زور دیا کہ آپؓ لوگوں کی بیعت لیں۔ دوسری طرف کچھ مفسدین بھاگ کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس وقت اسلامی حکومت کے ٹوٹ جانے کا سخت اندیشہ ہے آپؓ لوگوں سے بیعت لیں تا کہ ان کا خوف دور ہو اور امن و امان قائم ہو۔ غرض جب آپؓ کو بیعت لینے پر مجبور کیا گیا تو کئی دفعہ کے انکار کے بعد آپؓ نے اس ذمہ داری کو اٹھایا اور لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ بعض اکابر صحابہ اس وقت مدینے سے باہر تھے۔ بعض سے تو جبراً بیعت لی گئی چنانچہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق آتا ہے کہ ان کی طرف حکیم بن جَبَلَہ اور مالک اَشْتَر کو چند آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا گیا اور انہوں نے تلواروں کا نشانہ کر کے انہیں بیعت پر آمادہ کیا یعنی وہ تلواریں سونت کر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ حضرت علیؓ کی بیعت کرنی ہے تو کرو ورنہ ہم ابھی تم کو مار ڈالیں گے حتی کہ بعض روایات میں یہ ذکر بھی آتا ہے کہ وہ ان کو نہایت سختی کے ساتھ زمین پر گھسیٹتے ہوئے لائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بیعت کوئی بیعت نہیں کہلا سکتی۔ پھر جب انہوں نے بیعت کی تو یہ بھی کہہ دیا کہ ہم اس شرط پر آپؓ کی بیعت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے آپؓ قصاص لیں گے مگر بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ قاتلوں سے قصاص لینے میں جلدی نہیں کر رہے تو وہ بیعت سے الگ ہو گئے اور مدینہ سے مکہ چلے گئے۔ انہی لوگوں کی ایک جماعت نے جو حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھی حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ آپؓ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جہاد کا اعلان کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہ کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور اس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لشکر میں جنگ ہوئی جسے جنگِ جمل کہا جاتا ہے۔ اس جنگ کے شروع میں ہی حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کی زبان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی سن کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ حضرت زبیرؓ تو شروع میں ہی علیحدہ ہو گئے تھے اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے جنگ نہیں کریں گے اور اس بات کا اقرار کیا کہ اپنے اجتہاد میں انہوں

نے غلطی کی تھی، جو سمجھا تھا اس سے غلطی ہو گئی۔ دوسری طرف حضرت طلحہؓ نے بھی اپنی وفات سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کا اقرار کر لیا تھا کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ وہ زخموں کی شدت سے تڑپ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا تم کس گروہ میں سے ہو؟ اس نے کہا حضرت علیؓ کے گروہ میں سے۔ اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ تیرا ہاتھ علیؓ کا ہاتھ ہے اور مَیں تیرے ہاتھ پر حضرت علیؓ کی دوبارہ بیعت کرتا ہوں۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، صفحہ 44-45 انوار العلوم جلد 15)

بہرحال حضرت زبیرؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کی شہادت جنگ جمل سے واپسی پر ہوئی تھی۔ وہاں سے تو وہ علیحدہ ہو گئے تھے اور حضرت علیؓ سے جنگ کا انہوں نے جو ارادہ کیا تو انہوں نے کہا مَیں نے غلطی کی ہے اور اس سے بالکل علیحدہ ہو گئے لیکن جنگ جمل سے واپسی پر ان کی شہادت ہوئی۔ جب حضرت علیؓ نے انہیں یاد دلایا کہ مَیں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم علیؓ سے لڑو گے اور زیادتی تمہاری طرف سے ہو گی۔ انہوں نے کہا ہاں اور یہ بات مجھے ابھی یاد آئی ہے پھر وہاں سے چلے گئے۔ حضرت علیؓ سے جنگ سے علیحدگی کی یہ وجہ بنی تھی۔ اس کی تفصیل جو ہے وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ذکر میں بیان ہو چکی ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مفسدین اور منافقین کی بھڑکائی ہوئی آگ تھی جس میں اکثر صحابہ غلط فہمی کی وجہ سے شامل ہو گئے تھے۔ بہرحال جو بھی تھا وہ غلط ہوا۔

حَرْب بن ابوالاسود کہتے ہیں کہ مَیں حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ سے ملا ہوں۔ جب حضرت زبیرؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر صفوں کو چیرتے ہوئے واپس لوٹے تو ان کے بیٹے عبداللہؓ ان کے سامنے آئے اور کہنے لگے کہ آپ کو کیا ہوا؟ حضرت زبیرؓ نے ان سے کہا حضرت علیؓ نے مجھے ایک حدیث یاد کرا دی جس کو مَیں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا تُو اس یعنی حضرت علیؓ سے جنگ کرے گا اور اس جنگ میں تُو ظلم کرنے والا ہو گا۔ اس لیے مَیں ان سے جنگ نہیں کروں گا۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ آپؓ تو اس لیے آئے ہیں کہ لوگوں کے درمیان صلح کرائیں اور اللہ آپؓ کے ہاتھ سے اس معاملے میں صلح کروائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے کہا مَیں تو قسم کھا چکا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا آپؓ اس قسم کا کفارہ دے دیں اور اپنے غلام جِرْجِسْ کو آزاد کر دیں اور ادھر ہی موجود رہیں یہاں تک کہ اللہ ان لوگوں میں صلح کروا دے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے غلام جرجس کو آزاد کیا اور وہیں ٹھہرے رہے۔ لیکن لوگوں میں اختلاف مزید بڑھ گئے تو آپؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے۔ جب حضرت زبیرؓ مدینے کی طرف واپسی کا ارادہ کر کے نکلے اور سَفْوَان نامی مقام پر پہنچے جو بصرہ کے قریب ایک مقام ہے تو بکر نامی ایک شخص جو بنو مُجَاشِع سے تھا حضرت زبیرؓ کو ملا۔ اس نے کہا کہ اے حوارئِ رسول اللہؐ! آپؓ کہاں جا رہے ہیں؟ آپؓ میری ذمہ داری ہیں۔ آپؓ تک کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔ وہ شخص حضرت زبیرؓ کے ساتھ چل پڑا اور ایک آدمی اَحْنَف بن قیس سے ملا۔ اس نے کہا کہ یہ زبیر ہیں جو مجھے سَفْوَان میں ملے تھے۔ اَحْنَف نے کہا کہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں گتھم گتھا ہیں اور تلواروں سے

ایک دوسرے کی پیشانیاں کاٹ رہے ہیں اور یہ اپنے بیٹے اور گھر والوں سے ملنے جاتے ہیں۔ جب عُمیر بن جُرْمُوْز اور فَضَالَہ بن حَابِس اور نُفَیْع نے یہ بات سنی تو انہوں نے سوار ہو کر حضرت زبیرؓ کا پیچھا کیا اور ان کو ایک قافلے کے ساتھ پالیا۔ عُمیر بن جرموز گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پیچھے سے آیا اور حضرت زبیرؓ پر نیزے سے حملہ کیا اور ہلکا سا زخم دیا۔ حضرت زبیرؓ نے بھی جو اس وقت ذُوالخِمَار نامی گھوڑے پر سوار تھے اس پر حملہ کیا۔ جب ابنِ جُرمُوز نے دیکھا کہ وہ قتل ہونے والا ہے تو اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو آواز دی اور انہوں نے مل کر حملہ کیا یہاں تک کہ حضرت زبیرؓ کو شہید کر دیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت زبیر اپنے قاتل کے سامنے آئے اور اس پر غالب بھی آ گئے لیکن اس دشمن نے کہا مَیں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت زبیرؓ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اس شخص نے یہ عمل کئی مرتبہ کیا۔ پھر جب حضرت زبیرؓ کے خلاف اس نے بغاوت کی اور ان کو زخمی کر دیا تو حضرت زبیرؓ نے کہا اللہ تجھے غارت کرے تم مجھے اللہ کا واسطہ دیتے رہے اور خود اس کو بھول گئے۔ حضرت زبیرؓ کو شہید کرنے کے بعد ابنِ جُرمُوز حضرت علیؓ کے پاس حضرت زبیرؓ کا سر اور ان کی تلوار لایا۔ حضرت علیؓ نے تلوار لے لی اور کہا کہ یہ وہ تلوار ہے کہ اللہ کی قسم! اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے بے چینی دور ہوئی لیکن اب یہ موت اور فساد کی قتل گاہوں میں ہے۔ ابنِ جُرمُوز نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔

دربان نے عرض کی کہ یہ ابنِ جُرمُوز جو حضرت زبیرؓ کا قاتل ہے۔ دروازے پر کھڑا اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابنِ صَفِیَّہ، حضرت زبیرؓ کو شہید کرنے والا دوزخ میں داخل ہو۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہیں اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ حضرت زبیرؓ وادی سِبَاع میں دفن کیے گئے۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی بیٹھ کر آپؓ پر رونے لگے۔ شہادت کے وقت حضرت زبیرؓ کی عمر چونسٹھ سال تھی۔ بعض کے نزدیک آپ کی عمر چھیاسٹھ یا ستاسٹھ سال تھی۔

(مستدرك على الصحيحين للحاكم جلد 3 صفحه 413 حديث 5575 باب معرفة الصحابه دار الكتب العلمية بيروت)

(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد 2 صفحه 516 زبير بن العوام دار الجيل بيروت 1996ء)

(مستدرك على الصحيحين للحاكم جلد 3 صفحه 412 حديث 5571 باب معرفة الصحابة دار الكتب العربيه بيروت)

(الطبقات الكبرىٰ جز 3 صفحه 78 زبير بن العوام دار الكتب العلمية بيروت 1990ء)

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جز 3 صفحه 83 دا رالكتب العلمية بيروت 1990)

(الاصابه فی تمييز الصحابه جلد 2 صفحه 460 زبير بن العوام دار الكتب العلمية بيروت 1995ء)

حضرت عاتکہ بنت زید جو حضرت زبیر بن عوامؓ کی بیوی تھیں ان کے متعلق اہلِ مدینہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص شہادت چاہے وہ عاتکہ بنت زید سے نکاح کر لے۔ یہ پہلے عبداللہ بن ابی بکر کے عقد میں آئیں وہ شہید ہو کر ان سے جدا ہو گئے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ کے عقد میں آئیں۔ وہ بھی شہید ہو کر ان سے جدا ہو گئے۔ پھر حضرت زبیر بن عوامؓ کے عقد میں آئیں۔ وہ بھی شہید ہو کر ان سے جدا ہو گئے۔

حضرت زبیرؓ کی شہادت پر حضرت عاتکہؓ نے یہ اشعار کہے تھے کہ

غَدَرَ ابْنُ جُرْمُوزٍ بِفَارِسِ بُهْمَةٍ يَوْمَ اللِّقَاءِ وَ كَانَ غَيْرَ مُعَرِّدِ

يَا عَمْرُو لَوْ نَبَّهْتَهٗ لَوَجَدْتَهٗ لَا طَائِشًا رَعِشَ الْجَنَانِ وَلَا الْيَدِ

شَلَّتْ يَمِيْنُكَ إِنْ قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا حَلَّتْ عَلَيْكَ عُقُوْبَةُ الْمُتَعَمِّدِ

ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ هَلْ ظَفِرْتَ بِمِثْلِهٖ فِيْمَنْ مَضٰى فِيْمَا تَرُوْحُ وَ تَغْتَدِيْ

كَمْ غَمْرَةٍ قَدْ خَاضَهَا لَمْ يَثْنِهٖ عَنْهَا طِرَادُكَ يَا ابْنَ فَقْعِ الْقَرْدَدِ

یعنی ابنِ جُرمُوز نے جنگ کے دن اس بہادر سوار کے ساتھ دغا کیا حالانکہ وہ بھاگنے والا نہ تھا۔ اے عمرو بن جرموز! اگر تُو انہیں آگاہ کر دیتا تو انہیں اس حالت میں پاتا کہ وہ نامرد نہ ہوتے جس کا دل اور ہاتھ کانپتا ہو۔ تیرا ہاتھ شل ہو جائے کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ تجھ پر قتلِ عمد کے مرتکب کا عذاب واجب ہو گیا۔ تیرا برا ہو! کیا ان لوگوں میں جو اس زمانے میں گزر گئے جس میں تُو شام اور صبح کرتا ہے تُو نے کبھی ان جیسے کسی اَور شخص پر کامیابی پائی ہے۔ اے ادنیٰ سی تکلیف کو برداشت نہ کر سکنے والے۔ زُبیر تو ایسا شخص تھا کہ کتنے ہی سخت حالات ہوں وہ جنگ میں مشغول رہتے تھے اور اے سفید چہرے والے! تمہاری نیزہ زنی اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جز 3صفحہ83 دا رالکتب العلمیة بیروت 1990ء)

پھر وہاں طبقات الکبریٰ کی یہ روایت ہے کہ جب ابنِ جُرمُوز نے آکر حضرت علیؓ سے اجازت چاہی تو حضرت علیؓ نے اس سے دوری چاہی۔ اس پر اس نے کہا کیا زبیرؓ مصیبت والوں میں سے نہ تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تیرے منہ میں خاک مَیں تو یہ امید کرتا ہوں کہ طلحہؓ اور زبیرؓ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (الحجر :48)

اور ہم ان کے دلوں کی کدورت دور کر دیں گے کہ وہ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی ہو کر بیٹھیں گے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جز 3صفحہ 84دا رالکتب العلمیة بیروت 1990)

حضرت زبیرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور کثرت کے ساتھ اولاد پیدا ہوئی۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ: ان کے بطن سے عبداللہ، عروہ، مُنْذِر، عاصم، خدیجة الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ پیدا ہوئیں۔

حضرت ام خالدؓ: ان کے بطن سے جو بچے پیدا ہوئے وہ خالد، عمرو، حبیبہ، سودہ، ہند ہیں۔

حضرت رُبَاب بنت اُنیفؓ: ان کے بطن سے یہ بچے پیدا ہوئے۔ مصعب، حمزہ، رَمْلَہ۔

حضرت زینب ام جعفر بنت مَرْثَدؓ: ان کے بطن سے جو بچے پیدا ہوئے وہ عُبَیدہ اور جعفر ہیں۔

حضرت ام کلثوم بنت عُقْبہؓ: ان کے بطن سے زینب پیدا ہوئیں۔

حضرت حِلال بنت قیسؓ: ان کے بطن سے خدیجة الصغریٰ پیدا ہوئیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 74زبیر بن العوام، دا رالکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت عاتکہؓ بنت زید۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3صفحہ83 زبیر بن العوام، دا رالکتب العلمیة بیروت 1990ء)

یہ ہیں حضرت زبیرؓ کے سارے واقعات۔ اور یہاں ختم ہوئے۔

اب اس کے بعد مَیں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا جن کا ابھی جمعے کے بعد جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ ان میں سے پہلا ذکر الحاج ابراہیم مبائع صاحب نائب امیر سوم گیمبیا کا ہے جو 10/ اگست کو وفات پا گئے تھے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ 4/ جون 1944ء کو بانجول میں پیدا ہوئے اور سابق امیر جماعت گیمبیا مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم کے دور میں 61، 62ء میں انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔ جماعت کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ پنج وقت کے نمازی، تہجد کے عادی تھے۔ اللہ کے فضل سے موصی بھی تھے۔ مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے وفات سے قبل بھی تہجد کی نماز ادا کی۔ پینے کے لیے پانی مانگا پھر اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم قرآن کریم کے عاشق تھے۔ باقاعدگی سے تلاوت قرآن پاک کیا کرتے تھے۔ موصوف ایک لمبے عرصے تک بطور نائب امیر خدمتِ دین کی توفیق پاتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بطور افسر جلسہ سالانہ، نیشنل سیکرٹری امور خارجہ اور صدر مجلس انصاراللہ گیمبیا بھی خدمت کی توفیق پائی اور مسرور سیکنڈری سکول کے بورڈ ممبر بھی تھے۔

کوالیفائیڈ ٹیچر تھے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں بطور ٹیچر خدمات بجالاتے رہے۔ اپنی فیلڈ میں اعلیٰ تعلیم اور ماسٹرز کے لیے امریکہ گئے۔ پھر واپس آ کر ملک و قوم کی خدمت کی۔ گیمبیا کے ایک مشہور ادارے مینجمنٹ ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ کے بانی ممبران میں سے تھے اور یہ ادارہ گیمبیا میں سول سرونٹس (civil servants) اور دیگر افراد کو اعلیٰ تعلیم دیتا ہے۔ گیمبیا کے بہت سے اعلیٰ سرکاری افسران اس ادارے سے تعلیم یافتہ ہیں۔ موصوف طاہر احمدیہ مسلم سینئر سکول کے پرنسپل اور نصرت سینئر سیکنڈری سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ بہت سے ملکی اور غیر ملکی افراد کو تعلیم دی۔ اکثر علمی حلقوں میں آپ کو بڑا جانا جاتا تھا اور لوگ آپ کو 'My Teacher' کہا کرتے تھے۔ ان کے سوگواران میں دو بیگمات اور سات بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کی ایک بیگم مسز عقیبہ صاحبہ لجنہ اماء اللہ گیمبیا کی صدر ہیں اور ان کے ایک بیٹے واقفِ زندگی ہیں اور جامعة المبشرین سے فارغ التحصیل ہیں۔ اسی طرح ایک بیٹا ان کا خدام الاحمدیہ میں بھی صدر خدام الاحمدیہ رہ چکا ہے۔ امریکہ میں دو بیٹے ہیں اور ایک بیٹی یہاں یوکے میں رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ہمیشہ ان کی خواہشات کے مطابق دین سے وابستہ رکھے۔

امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ خاکسار بھی کراب آئی لینڈ مڈل سکول (Crab Island Middle) میں ان کا شاگرد رہا ہے۔ یہاں تمام احمدی طلباء نے دیگر مسلمان طلباء کے ساتھ مل کر جمعرات کے روز اسلامیات کی ایک کلاس جاری کی تھی اور مرحوم یہ کلاس لیا کرتے تھے۔ موصوف جماعتی عہدیداران اور نظامِ جماعت کا بہت

احترام کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میرے استاد تھے لیکن اس کے باوجود بطور امیر ہمیشہ میری اور دیگر عہدیداران کی مکمل اطاعت کی۔ بہت مخلص، محنتی اور کھلے دل کے مالک تھے۔ خلافت کے وفادار اور مطیع تھے۔ خلیفۂ وقت سے عشق اور محبت کا تعلق تھا۔ ہمیشہ جماعت اور خلافت کے دفاع میں پیش پیش رہتے۔ اچھا دینی علم بھی رکھتے تھے۔ دلائل سے بات کیا کرتے تھے، حکمت سے بات کیا کرتے تھے اور جدید ٹیکنالوجی اور مختلف ذرائع سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ تبلیغ میں لگے رہتے تھے۔

دوسرا جنازہ جو ہے وہ مکرم نعیم احمد خان صاحب ابن عبدالجلیل خان صاحب نائب امیر کراچی کا ہے۔ ان کو وفات پائے تو دو تین مہینے ہو گئے۔ اپریل کے آخر میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کے خاندان میں سب سے پہلے محترم اختر علی صاحب کے ذریعے سے احمدیت آئی تھی جنہوں نے حضرت مولوی حسن علی صاحبؓ بھاگل پوری جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے ان کے ذریعے سے بیعت کی تھی۔ مولوی اختر علی صاحب ان کی والدہ کے ماموں اور والد کے پھوپھا تھے۔ نعیم خان صاحب نے میٹرک پٹنہ، بہار انڈیا سے کیا اور قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں لاہور آ گئے۔ دیال سنگھ کالج سے انٹر کیا اور ٹی آئی کالج لاہور سے ایم ایس سی کیا۔ بعد میں لندن چلے گئے۔ پھر 1959ء میں کراچی واپس آ کر گیس کمپنی (Gas Company) میں ملازمت اختیار کی اور 1993ء میں یہاں سے سینئر جنرل مینیجر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی میں بطور نائب ناظم صنعت و تجارت خدمات کا آغاز کیا۔ اس کے بعد نائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ مقامی کراچی مقرر ہوئے۔ پھر 66ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے قائد منتخب ہوئے۔ چار سال تک یہ خدمت انجام دی۔ پھر انصار اللہ مارٹن روڈ کراچی کے زعیم اعلیٰ رہے۔ پھر ناظم انصار اللہ ضلع کراچی بھی رہے اور 97ء تک اس خدمت پر فائز رہے۔

ناظم انصار اللہ علاقہ کراچی مقرر ہوئے۔ 1997ء میں سیکرٹری وقف جدید جماعت کراچی مقرر ہوئے اور 2019ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ لمبا عرصہ نائب امیر جماعت کراچی خدمت کی توفیق ملی۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹیکٹس اینڈ انجنیئرز کی پہلی مجلس عاملہ میں بطور آڈیٹر خدمات انجام دیں۔ کئی سال تک اس کے کراچی چیپٹر (chapter) کے صدر بھی رہے۔ 1970ء میں دارالضیافت ربوہ کے لیے بلکہ جلسہ سالانہ کے لیے روٹی پکانے کی مشینیں لگانے کا منصوبہ بنایا گیا اور مشینیں بنانا شروع کی گئیں تو آپ کو بطور انجنیئر اس کام میں حصہ لینے کا اعزاز حاصل ہوا۔

نعیم خان صاحب کی اہلیہ کی وفات کافی عرصہ پہلے ہو گئی تھی۔ آپ کی بیٹی عمارہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمارے والد نے ہماری اُمی جان کی وفات کے بعد نہ صرف ایک شفیق باپ بلکہ خیال رکھنے والی ماں اور ایک ہمدرد دوست کا بھی رول بہت احسن انداز میں نبھایا۔ ہر وقت دین، خلافت سے وفاداری، نماز کی پابندی اور جماعت سے تعلق کا سبق دیا۔ ان کے داماد ڈاکٹر غفار صاحب کہتے ہیں کہ میری ان سے رشتہ داری تیس سال قبل ہوئی تھی۔ ان تیس سالوں میں مجھے مرحوم کو انتہائی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کی قربت اور صحبت نے میری زندگی میں انتہائی

مثبت انداز میں اثر ڈالا۔ مرحوم کا معمول انتہائی پاکیزہ اور سادگی سے معمور تھا۔ عبادت سے شغف قابلِ رشک حد تک تھا۔ تہجد ان کا معمول تھا۔ آخری ایام میں جبکہ فالج کے حملے کی وجہ سے اپنے طور پر چل پھر نہیں سکتے تھے اس وقت بھی اپنے معمولات میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا اور اپنے میل نرس کو کہا کہ مجھے فلاں وقت اٹھا کے بٹھا دیا کرو اور پھر کرسی پر بیٹھ کے باقاعدہ تہجد سے آغاز کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے اور باوجود معذوری کے لیپ ٹاپ پہ دین کے کام بھی کرتے رہتے تھے۔

مربی سلسلہ نسیم تبسم صاحب کہتے ہیں کہ ہر وقت ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رہتی تھی اور باوجود بیمار ہونے کے دفتر ضرور آتے تھے۔ واقفینِ زندگی کے ساتھ بھی بہت پیار کرتے اور بڑے ادب سے پیش آتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کے بارے میں یہاں ایک اَور بات بھی ہے۔ زرتشت منیر صاحب ناروے سے لکھتے ہیں کہ آپ خدمتِ دین کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ خلافت سے محبت اخلاص اور وفا کا تعلق ہمیشہ قائم رکھا۔ کہتے ہیں جب میں قائد ضلع کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہا تھا تو بڑی اعلیٰ رنگ میں میری رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ ان میں مَیں نے دیکھا کہ ہر امیر کے ساتھ انہوں نے اطاعت اور تعاون کا بہترین معیار رکھا ہے۔

اگلا جنازہ مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ ٹھیکیدار ولی محمد صاحب مرحوم جرمنی کا ہے جو 19/جولائی کو 74 سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے جرمنی میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کے دادا حضرت میاں نظام الدین صاحب آف نابھہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ تہجد کی ادائیگی میں بڑی باقاعدہ تھیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ مہمان نواز تھیں۔ ضرورت مندوں کا خیال رکھنے والی تھیں۔ مالی قربانی میں پیش پیش تھیں۔ نیک، مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے بے پناہ محبت تھی اور عقیدت کا تعلق تھا۔ بچپن سے نظر کی کمزوری کی وجہ سے باقاعدہ قرآن کریم نہیں پڑھ سکتی تھیں لیکن شادی کے بعد اپنے بچوں کی مدد سے چند سپارے حفظ بھی کیے۔ ایم ٹی اے پر قرآن کریم کی تلاوت سننے کے علاوہ وہ میرے خطبات بھی باقاعدہ سنتی تھیں اور باقاعدہ دوسرے پروگرام بھی سنتی تھیں۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

ان کے پسماندگان میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ایک بیٹے شفیق الرحمٰن صاحب مبلغ سلسلہ، نیوزی لینڈ کے مشنری انچارج ہیں اور عتیق الرحمٰن صاحب آج کل یہاں وقف کر کے ہمارے پی ایس دفتر کے شعبہ ریکارڈ میں کام کر رہے ہیں۔ شفیق الرحمٰن صاحب جو مشنری انچارج ہیں اپنی والدہ کے جنازے میں شامل بھی نہیں ہو سکے تھے۔ تدفین ان کی یہاں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی سکون اور صبر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

نماز کے بعد ان شاء اللہ ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25/ستمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 77 صفحہ 05 تا 10)

37

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11 / ستمبر 2020ء بمطابق 11 / تبوک 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن بدری صحابی کا میں ذکر کروں گا وہ ہیں حضرت بِلال بن رباحؓ۔ حضرت بلال کے والد کا نام رباح تھا اور والدہ کا نام حمامہ۔ حضرت بلالؓ اُمَیَّہ بن خَلَف کے غلام تھے۔ حضرت بلالؓ کی کنیت ابوعبداللہ تھی جبکہ بعض روایات میں ابوعبدالرحمٰن اور ابوعبدالکریم اور ابوعمرو بھی مذکور ہے۔ حضرت بلالؓ کی والدہ حبشہ کی رہنے والی تھیں لیکن والد سرزمینِ عرب سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ محققین نے لکھا ہے کہ وہ حبشی سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے یعنی قدیم زمانے میں سامی یا بعض عربی قبیلے افریقہ میں جاکر آباد ہو گئے تھے جس کے باعث ان کی نسلوں کے رنگ تو افریقہ کی دوسری اقوام کی طرح ہو گئے لیکن وہاں کی خاص علامات اور عادات ان میں ظاہر نہ ہوئیں۔ بعد میں ان میں سے بعض لوگ غلام بن کر عرب واپس لَوٹ گئے۔ چونکہ ان کا رنگ سیاہ تھا اس لیے عرب انہیں حبشی یعنی حبشہ کے رہنے والے ہی سمجھتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت بلالؓ مکہ میں پیدا ہوئے اور مُوَلَّدِیْن میں سے تھے۔ مُوَلَّدِیْن ان لوگوں کو کہتے تھے جو خالص عرب نہ ہوں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ سُرَاۃ میں پیدا ہوئے اور سُرَاۃ یمن اور حبشہ کے قریب ہے جہاں مخلوط نسل کثرت سے پائی جاتی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 174-175 "بلال بن رباح"، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 415 "بلال بن رباح" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2008ء)
(روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 01 صفحہ 145)(اسد الغابہ (مترجم) جلد اول صفحہ 283 شائع کردہ مکتبہ خلیل)

حضرت بلالؓ کا رنگ گندم گوں سیاہی مائل تھا۔ دبلا پتلا جسم تھا۔ سر کے بال گھنے تھے اور رخساروں پر گوشت بہت کم تھا۔

(روشن ستارے جلد 1 صفحہ 145 از غلام باری سیف صاحب)

حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف اور معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کی ایک بیوی کا نام ہالہ بنت عوف تھا جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ ایک زوجہ کا نام ہند خَوْلَانِیَہ تھا۔ بنو ابو بُکَیر کے خاندان میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

بلالؓ کا نکاح کروایا۔ حضرت ابودَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں بھی حضرت بلالؓ کا رشتہ مُصَاھَرت قائم ہوا تھا۔ البتہ کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(سیر الصحابہ جلد دوم "بلال بن رباح" صفحہ 159، دار الاشاعت اردو بازار کراچی 2004)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد8 صفحہ339 "ھالة بنت عوف"، دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد10 صفحہ334، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، دار احیاء التراث العربی بیروت 2001)

حضرت بلالؓ کے ایک بھائی تھے جن کا نام خالد تھا اور ایک بہن تھیں جن کا نام غُفَیْرَہ تھا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 418 بلال بن رباح۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2016ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال سَابِقُ الْحَبَشَة ہیں۔ یعنی اہل حبشہ میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 175 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیة بیروت 2017)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام لانے میں سبقت لے جانے والے اشخاص چار ہیں۔ أَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ۔

یعنی مَیں عربوں میں سے سبقت لے جانے والا ہوں۔ سَلْمَانُ سَابِقُ الْفُرْسِ۔ سلمان اہل فارس میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور بِلَالٌ سَابِقُ الْحَبَشَةِ۔ بلال اہلِ حبشہ میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور صُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ اور صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء لامام الذہبی جلد 01 صفحہ 349، "بلال بن رباح" مؤسسہ الرسالة 2014)

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ حضرت بلال بن رباحؓ ان لوگوں میں سے تھے جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ جب وہ اسلام لائے تو ان کو عذاب دیا جاتا تھا تا کہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں مگر انہوں نے ان لوگوں کے سامنے کبھی وہ کلمہ ادا نہ کیا جو وہ چاہتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا۔ انہیں اُمَیّہ بن خَلَف عذاب دیا کرتا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 175 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)

حضرت بلالؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو ان کو طرح طرح کا عذاب دیا جاتا تھا۔ جب لوگ حضرت بلالؓ کے عذاب دینے میں سختی کرتے تو حضرت بلالؓ اَحَد، اَحَد کہتے۔ وہ لوگ کہتے اس طرح کہو جس طرح ہم کہتے ہیں تو حضرت بلالؓ جواباً کہتے کہ میری زبان اسے اچھی طرح ادا نہیں کر سکتی جو تم کہہ رہے ہو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت بلال کو جب ایذا پہنچائی جاتی اور مشرکین یہ ارادہ کرتے کہ ان کو اپنی طرف مائل کر لیں تو حضرت بلالؓ کہتے اللہ، اللہ۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 175 "بلال بن رباح"، دار احیاء التراث بیروت 2017ء)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 283 "بلال بن رباح" دار الفکر بیروت 2003ء)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت بلالؓ ایمان لائے تو حضرت بلالؓ کو ان کے مالکوں نے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور ان پر سنگریزے اور گائے کی کھال ڈال دی اور کہنے لگے تمہارا رب لات اور عُزّیٰ ہے مگر آپؓ اَحد اَحد ہی کہتے تھے۔ ان کے مالکوں کے پاس حضرت ابوبکرؓ آئے اور کہا کہ کب تک تم اس شخص کو تکلیف دیتے رہو گے۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو سات اوقیہ میں خرید کر انہیں آزاد کر دیا۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے یعنی دو سو اسّی درہم میں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! مجھے بھی اس میں شریک کر لو۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں نے اسے آزاد کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ175 "بلال بن رباح" دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)
(لغات الحدیث جلد4 صفحہ 527 مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور)

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد کیا تھا اور خرید کے متعلق جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے دو سو اسّی درہم۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابو بکرؓ نے انہیں پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم میں، بعض کے مطابق سات اوقیہ دو سو اسّی درہم اور بعض کے مطابق نو اوقیہ تین سو ساٹھ درہم میں خریدا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الاول صفحہ 415 "بلال بن رباح" دار الکتب العلمیة بیروت لبنان2016ء)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خریدا تو وہ پتھروں میں دبے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے سونے کے پانچ اوقیہ کے بدلے ان کو خریدا۔ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اگر آپؓ صرف ایک اوقیہ دینے پر بھی راضی ہوتے یعنی چالیس درہم تو ہم ایک اوقیہ میں بھی اس کو بیچ دیتے۔

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم اس کو سو اوقیہ یعنی چار ہزار درہم میں بھی بیچنے کو تیار ہوتے تو مَیں سو اوقیہ میں بھی اس کو خرید لیتا۔

(سیر اعلام النبلاء لامام الذہبی جلد 1 صفحہ 353، "بلال بن رباح" مؤسسہ الرسالة 2014)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سات ایسے غلاموں کو آزاد کروایا جنہیں تکالیف دی جاتی تھیں۔ ان میں حضرت بلالؓ اور حضرت عَامِر بن فُهَيْرَہؓ شامل تھے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم ، ذکر بلال بن رباح، جلد 3 صفحہ321 ، حدیث 5241، دار الکتب العلمیة بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر حدیث 3754)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت بلالؓ کو دی جانے والی تکالیف اور حضرت ابو بکرؓ کا آپؓ کو آزاد کرانے کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"یہ غلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مختلف اقوام کے تھے۔ ان میں حبشی بھی تھے جیسے بلالؓ۔ رومی بھی تھے جیسے صہیبؓ۔ پھر ان میں عیسائی بھی تھے جیسے جبیرؓ اور صہیبؓ اور مشرکین بھی تھے جیسے بلالؓ اور عمارؓ۔ بلالؓ کو ان کے مالک تپتی ریت پر لٹا کر اوپر یا تو پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو سینے پر کودنے کے لیے مقرر کر دیتے۔ حبشی النسل بلالؓ امیہ بن خلف نامی ایک مکی رئیس کے غلام تھے۔ امیہ انہیں دوپہر کے وقت گرمی کے موسم میں مکہ سے باہر لے جا کر تپتی ریت پر ننگا کر کے لٹا دیتا تھا اور بڑے بڑے گرم پتھر ان کے سینہ پر رکھ کر

کہتا تھا کہ لات اور عُزّیٰ کی الوہیت کو تسلیم کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے علیحدگی کا اظہار کر۔ بلالؓ اس کے جواب میں کہتے اَحَدٌ اَحَدٌ۔ یعنی اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ ایک ہی ہے۔ بار بار آپؓ کا یہ جواب سن کر امیہ کو اَور غصہ آ جاتا اور وہ آپؓ کے گلے میں رسّہ ڈال کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور کہتا کہ ان کو مکہ کی گلیوں میں پتھروں کے اوپر گھسیٹتے ہوئے لے جائیں۔ جس کی وجہ سے ان کا بدن خون سے تر بتر ہو جاتا مگر وہ پھر بھی اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے چلے جاتے۔ یعنی خدا ایک، خدا ایک۔ عرصہ کے بعد جب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ میں امن دیا، جب وہ آزادی سے عبادت کرنے کے قابل ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اذان دینے کے لیے مقرر کیا۔ یہ حبشی غلام جب اذان میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بجائے اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا تو مدینہ کے لوگ جو اس کے حالات سے ناواقف تھے ہنسنے لگ جاتے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہوئے پایا تو آپؐ لوگوں کی طرف مڑے اور کہا تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو مگر خدا تعالیٰ عرش پر اس کی اذان سن کر خوش ہوتا ہے۔ آپؐ کا اشارہ اسی طرف تھا کہ تمہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ "ش" نہیں بول سکتا مگر "ش" اور "س" میں کیا رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ جب تپتی ریت پر ننگی پیٹھ کے ساتھ اس کو لٹا دیا جاتا تھا اور اس کے سینہ پر ظالم اپنی جوتیوں سمیت کودا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کیا اب بھی سبق آیا ہے یا نہیں؟ تو یہ ٹوٹی پھوٹی زبان میں اَحَدٌ اَحَدٌ کہہ کر خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتا رہتا تھا اور اپنی وفاداری، اپنے توحید کے عقیدہ اور اپنے دل کی مضبوطی کا ثبوت دیتا تھا۔ پس اس کا اَسْھَدُ بہت سے لوگوں کے اَشْھَدُ سے زیادہ قیمتی تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان پر یہ ظلم دیکھے تو ان کے مالک کو ان کی قیمت ادا کر کے انہیں آزاد کروا دیا۔ اسی طرح اور بہت سے غلاموں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال سے آزاد کرایا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 193-194)

حضرت بلالؓ کا شمار اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن میں ہوتا ہے۔ آپؓ نے اس وقت اسلام کا اعلان کیا جب صرف سات آدمیوں کو اس کے اعلان کی توفیق ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 176 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جنہوں نے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور صہیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے محفوظ رکھا اور ابوبکر کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ میں گذشتہ ایک خطبے میں بیان کر چکا ہوں کہ نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی اذیتوں سے محفوظ رہے اور نہ قوم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظلموں سے بچا سکی۔ آپ دونوں پر بھی ظلموں کی انتہا ہوئی تھی۔ شروع میں کچھ عرصہ نرمی ہوئی لیکن بعد میں تو بڑی سختیاں ہوتی رہیں لیکن بہرحال یہ راوی کا بیان ہے۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ان کا تو کوئی نہ کوئی سپورٹ کرنے والا تھا۔ کوئی بات کہہ دیتا تھا، آواز اٹھا دیتا تھا لیکن باقیوں کو مشرکوں نے پکڑ لیا جو کمزور تھے یا غلام تھے اور لوہے کی زرہیں پہنائیں اور

انہیں دھوپ میں جلاتے تھے۔ پس ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے ان کے ساتھ جس میں وہ چاہتے تھے موافقت نہ کر لی ہو سوائے بلال کے کیونکہ ان پر اپنا نفس اللہ کی خاطر بے حیثیت ہو گیا تھا۔ حضرت بلالؓ تھے جو ہمیشہ ثابت قدم رہے اور وہ اپنی قوم کے لیے بھی بے حیثیت تھے۔ وہ ان کو پکڑتے اور لڑکوں کے سپرد کر دیتے اور وہ انہیں مکہ کی گھاٹیوں میں گھماتے پھرتے اور بلالؓ احدٌ احدٌ کہتے جاتے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

(سنن ابن ماجہ فضائل بلال حدیث 150 ترجمہ از نور فاؤنڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت بلالؓ کے اول زمانے میں ایمان لانے کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت خَبَّابؓ جو اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن صحابہؓ میں سے تھے اور جن کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ انہوں نے پہلے بیعت کی یا بلالؓ نے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک غلام اور ایک حُرّ نے مجھے سب سے پہلے قبول کیا تھا۔ بعض لوگ اس سے حضرت بلالؓ اور حضرت ابو بکرؓ مراد لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خَبَّابؓ ہیں۔"

(مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 598)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے 'سیرت خاتم النبیینؐ' میں حضرت بلالؓ کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے جو بیان فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ

"بلال بن رباح، امیہ بن خلف کے ایک حبشی غلام تھے۔ امیہ ان کو دوپہر کے وقت جبکہ اوپر سے آگ برستی تھی اور مکہ کا پتھریلا میدان بھٹی کی طرح تپتا تھا باہر لے جاتا اور ننگا کر کے زمین پر لٹا دیتا اور بڑے بڑے گرم پتھر ان کے سینے پر رکھ کر کہتا لات اور عزیٰ کی پرستش کر اور محمد سے علیحدہ ہو جا، ورنہ اسی طرح عذاب دے کر مار دوں گا۔ بلالؓ زیادہ عربی نہ جانتے تھے۔

بس صرف اتنا کہتے اَحد اَحد یعنی اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ ایک ہی ہے۔ اور یہ جواب سن کر امیہ اَور تیز ہو جاتا اور ان کے گلے میں رسہ ڈال کر انہیں شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ ان کو مکہ کے پتھریلے گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے جس سے ان کا بدن خون سے تربتر ہو جاتا مگر ان کی زبان پر سوائے اَحد اَحد کے اور کوئی لفظ نہ آتا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان پر یہ جور و ستم دیکھا تو ایک بڑی قیمت پر خرید کر انہیں آزاد کر دیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 140)

حضرت بلالؓ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے حضرت سعد بن خَیْثَمَہؓ کے گھر قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی مؤاخات حضرت عُبَیدہ بن حارثؓ سے کروائی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے حضرت بلال کی مؤاخات حضرت اَبُو رُوَیْحَہ خَثْعَمِی سے کروائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 176 "بلال بن رباح" دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو صحابہ وہاں بیمار ہونے لگے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فُهَیْرَہ بھی شامل تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو جب بخار

ہوتا تو یہ شعر پڑھتے۔ عربی شعر تھا اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر شخص جب وہ اپنے گھر میں صبح کو اٹھتا ہے تو اسے صباح الخیر کہا جاتا ہے بحالیکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے نزدیک تر ہوتی ہے اور حضرت بلالؓ جب ان کا بخار اتر جاتا تو بلند آواز سے رو کر یہ شعر پڑھتے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کاش مجھے معلوم ہو آیا مَیں کوئی رات وادیٔ مکہ میں بسر کروں گا اور میرے ارد گرد اِذْخَر اور جَلِيْل گھاس پات ہوں اور کیا مَیں کسی دن مَجَنَّه میں پہنچ کر اس کا پانی پیوں گا۔ مَجَنَّه بھی مکے سے چند میل پر مَرُّ الظَّهرَان کے قریب ایک جگہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کا ایک مشہور میلہ مَرُّ الظَّهرَان میں عُكَاظ کے بعد لگتا تھا اور عرب کے لوگ عُكَاظ کے بعد مَجَنَّه منتقل ہو جاتے اور بیس روز قیام کرتے تھے۔ بہر حال وہ کہتے ہیں کہ وہاں میں پانی پیوں گا اور کیا شَامَه اور طَفِيْل پہاڑ میرے سامنے ہوں گے۔ شعر میں عرض کر رہے ہیں، بیان کر رہے ہیں۔ طَفِيْل بھی مکہ سے تقریباً دس میل پر ایک پہاڑ ہے اور اس کے قریب ایک اَور پہاڑ تھا جس کو شَامَه کہتے تھے۔ پھر حضرت بلالؓ کہتے کہ اے اللہ! شَيْبَه بن رَبِيْعَه، عُتْبَه بن ربیعه اور اُمَيّه بن خَلَف پر لعنت ہو کیونکہ انہوں نے ہماری سرزمین سے ہمیں وبا والی زمین کی طرف نکال دیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کی بھی اور حضرت بلالؓ کی بھی یہ باتیں سنیں تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکّہ پیارا ہے یا اس سے بڑھ کر۔ اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُدّ میں برکت دے۔ یہ صَاعَ اور مُدّ بھی مشہور پیمانوں کے نام ہیں۔ وزن کرنے کے لیے (استعمال) کیے جاتے ہیں اور مدینہ کو ہمارے لیے صحت بخش مقام بنا اور اس کے بخار کو جُحْفه کی طرف منتقل کر دے۔ جُحْفه بھی ایک دوسرا شہر ہے مکے کی جانب۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ ہم مدینہ آئے اور وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وَبَا زدہ مقام تھا۔ انہوں نے کہا بُطْحَان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا وہ پانی بھی بدمزہ بودار تھا۔ بُطْحَان بھی مدینے کی ایک وادی کا نام ہے۔ یہ بخاری میں روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل المدینة باب کراھیة النبی ﷺ ان تعری المدینة حدیث: 1889)
(ماخوذ از فرہنگ سیرت صفحہ 58، 180، 259 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز) (شمائل النبی ﷺ صفحہ 76 حاشیہ)
(شرح زرقانی علی مواھب اللدنیة جلد 2 صفحہ 172 مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

جب قادیان سے ہجرت ہوئی ہے تو اس وقت احمدیوں کو خاص طور پر ہجرتِ مدینہ کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے کہ ہمیں اس ہجرت سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلالؓ کے اس واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت جماعت کو یہ کہتے ہوئے فرمایا تھا کہ مَیں اَوروں کو تو نہیں جانتا، اَوروں کو تو نہیں کہہ سکتا جو دوسرے لوگ غیر احمدی مسلمان ہجرت کر کے آئے ہیں لیکن احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ یہ خیال چھوڑ دو کہ تم لُٹے ہوئے ہو۔ تم نے ہجرت کی ہے اور لُٹ پُٹ کے آئے ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان مہاجرین پر افسوس کیا کرتے تھے جو وطن اور جائیدادوں کے چھوٹ جانے پر افسوس کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لائے اس وقت مدینہ کا نام یثرب ہوا کرتا تھا اور وہاں ملیریا بخار بھی کثرت سے ہوتا تھا۔

ملیریا پھیلنا شروع ہوا تو مہاجرین کو بخار چڑھے۔ ادھر وطن کی جدائی کا صدمہ تھا۔ ان میں سے بعض نے رونا اور چِلّانا شروع کر دیا کہ ہائے مکہ! ہائے مکہ! ایک دن حضرت بلالؓ کو بھی بخار ہو گیا انہوں نے شعر بنا بنا کر شور مچانا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپؐ خفا ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم ایسے کام کے لیے یہاں آئے ہو؟ ہجرت کی ہے تو شور مچانا کیسا؟ حضرت مصلح موعودؓ احمدیوں کو جو اس وقت ہجرت کر کے ہندوستان سے پاکستان آئے تھے، نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بھی تمہیں یہ کہتا ہوں کہ خوش رہو۔ تم یہ نہ دیکھو کہ ہم نے کیا کھویا ہے۔ تم دیکھو کہ ہم نے کس کے لیے کھویا ہے۔ اگر تم نے جو کھویا وہ خدا تعالیٰ کے لیے اور اسلام کی ترقی کے لیے کھویا ہے تو تم خوش رہو اور کسی موقع پر بھی اپنی کمریں خم نہ ہونے دو۔ تمہارے چہرے افسردہ نہ ہوں بلکہ ان پر خوشی کے آثار پائے جائیں۔

(ماخوذ از قادیان سے ہماری ہجرت ایک آسمانی تقدیر تھی، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 379)

تو ہم احمدی تو اس سوچ کے رکھنے والے تھے اور یہ ہمیں اس وقت کے خلیفہ نے نصیحت کی تھی کہ ہماری ہجرت اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اسلام کی خدمت کے لیے ہے۔ وہ لوگ جو پاکستان کی تعمیر کے خلاف تھے، پاکستان کی اساس اور بنیاد کے دعویدار بن کر اپنے جھوٹ اور فریب سے آج احمدیوں کو اس ملک کے بنیادی شہری حقوق سے محروم کر رہے ہیں جس کی خاطر سب سے زیادہ قربانیاں احمدیوں نے دیں۔ جس دین کی برتری اور خدمت کے لیے ہم نے ہجرت کی پاکستان کی پارلیمنٹ نے اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر اس دین کا نام لینے پر بھی ہم پر پابندی لگا دی۔ ہمیں بہر حال ان کی کسی سند کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہمیں افسوس اس بات پر ضرور ہوتا ہے کہ ان نام نہاد ملک کے ٹھیکیداروں نے احمدیوں پر یہ ظلم کر کے صرف احمدیوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ پاکستان پر ظلم کیا ہے اور کر رہے ہیں اور دنیا میں ملک کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ اس کی ترقی میں روک بن رہے ہیں۔

اگر یہ لوگ نہ ہوں جو ملک کو کھا رہے ہیں، دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں تو ملک اس وقت ترقی کر کے کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہو لیکن اس کے باوجود ہم پاکستانی احمدیوں کا یہ کام ہے، خاص طور پر جو پاکستان میں رہنے والے ہیں، کہ ملک کی ترقی کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ کوشش کرتے رہیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے اس ملک کو پاک کرے۔ بہر حال یہ واقعہ آیا تو اس ضمن میں ذکر ہو گیا۔ اب مَیں دوبارہ حضرت بلالؓ کی طرف کے واقعات، روایات بیان کرتا ہوں۔

طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے حضرت بلالؓ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 180 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)

غزوۂ بدر میں حضرت بلالؓ نے امیہ بن خلف کو قتل کیا جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور حضرت بلالؓ کو اسلام لانے پر دکھ دیا کرتا تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم "بلال بن رباح" صفحہ 156، دار الاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

امیہ بن خَلَف کے قتل کا واقعہ صحیح بخاری میں بیان ہوا ہے جس کی تفصیل خُبَیْب بن اساف کے ذکر

میں مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ تاہم یہاں بھی کچھ بیان کر دیتا ہوں کیونکہ اس کا براہِ راست تعلق حضرت بلالؓ کے ساتھ بھی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے امیہ بن خَلَف کو خط لکھا کہ وہ مکّے میں، جو اس وقت دارالحرب تھا، میرے مال اور بال بچوں کی حفاظت کرے اور مَیں اس کے مال واسباب کی مدینے میں حفاظت کروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا اس سے پرانا تعلق تھا۔ امیہ بن خَلَف بدر کی جنگ میں بھی شامل ہوا۔ کافروں کی فوج میں کافروں کے ساتھ آیا تھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اس کے بدر میں شامل ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ اس پرانے تعلق کی وجہ سے وہ اس پر احسان کر کے جنگ کے بعد رات کو اس کو بچانا بھی چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ بدر کی جنگ میں تھا تو جب لوگ سو چکے تھے مَیں ایک پہاڑ کی طرف نکل گیا تا میں اس کی حفاظت کروں کیونکہ پتہ تھا کہ اس طرف کہیں گیا ہوا ہے تو میں بھی گیا تا کہ اس کو حفاظت کر کے بچا لوں۔ حضرت بلالؓ نے اس وقت اسے کہیں دیکھ لیا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ گئے اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ امیہ بن خَلَف ہے اگر بچ نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس پر بلالؓ کے ساتھ کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں نکلے۔ میں ڈرا کہ وہ ہمیں پالیں گے، پکڑ لیں گے۔ اس لیے میں نے اس کے بیٹے کو اس کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ اس کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جائیں اور ہم ذرا آگے نکل جائیں۔ کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس بیٹے کو تو لڑائی میں مار دیا۔ میرا یہ داؤ جو تھا وہ کارگر نہیں ہوا اور اس کو مار کے پھر انہوں نے ہمارا پیچھا شروع کر دیا اور امیہ چونکہ بھاری بھر کم آدمی تھا اس لیے جلدی اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر جب انہوں نے ہمیں پکڑ لیا، قریب پہنچ گئے تو میں نے اسے کہا کہ بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا اور میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا کہ اسے بچاؤں تو انہوں نے جو پیچھا کر رہے تھے میرے نیچے سے اس کے بدن میں تلواریں گھونپیں یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ ان میں سے ایک نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں پر زخم بھی کر دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم ... الخ حدیث: 2301)

ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔ اس کا کچھ حصہ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں ان دونوں یعنی امیہ بن خَلَف اور اس کے بیٹے کو لے کر چل رہا تھا کہ اچانک حضرت بلالؓ نے امیہ کو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ مکّے میں امیہ حضرت بلالؓ کو اسلام سے پھیرنے کے لیے بڑا عذاب دیا کرتا تھا۔ حضرت بلالؓ امیہ کو دیکھتے ہی بولے۔ کافروں کا سردار امیہ بن خلف یہاں ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو سمجھو میں نہیں بچا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر مَیں نے کہا تم میرے قیدیوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ حضرت بلالؓ نے بار بار یہی کہا اور میں بھی ہر بار یہی کہتا رہا کہ یہ میرے قیدی ہیں۔ حضرت بلالؓ بلند آواز سے چلّائے۔ انہوں نے شور مچا کے آواز دی کہ اے اللہ کے انصار! یہ کافروں کا سردار امیہ بن خلف ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو سمجھو مَیں نہیں بچا اور بار بار ایسا کہا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر انصاری دوڑ پڑے اور انہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر حضرت بلالؓ نے تلوار سونت کر امیہ کے بیٹے پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں وہ نیچے گر

گیا۔ امیہ نے اس پر خوف کی وجہ سے ایسی بھیانک چیخ ماری کہ ایسی چیخ میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد انصاریوں نے ان دونوں کو تلواروں کے وار سے کاٹ ڈالا۔

(السیرة الحلبیہ الجزء الثانی صفحہ 232-233 باب ذکر مغازیہ ﷺ/ غزوة بدر الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکرٹری یا خزانچی بھی تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الاول صفحہ 415 "بلال بن رباح" دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2016ء)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کیا آپؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا اگر میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نہ ہوتا تو میں شریک نہ ہوتا۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں یہ موقع ملا۔ رشتہ داری تھی اس لیے سفر میں شریک ہوئے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نشان کے قریب آئے جو کہ حضرت کثیر بن صَلْت کے گھر کے قریب تھا اور صحابہ کو خطاب فرمایا۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں وعظ و نصیحت کی۔ اور انہیں صدقہ دینے کے لیے فرمایا تو عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا جھکا کر اپنی انگوٹھیاں اتارتیں اور حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی جاتی تھیں۔ حضرت بلالؓ ساتھ تھے۔ جو چادر تھی اس میں وہ ڈالتی جاتی تھیں۔ یہ روایت حضرت ابن عباسؓ نے بیان کی ہے۔ اس کے بعد آپؐ اور حضرت بلالؓ گھر آئے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب وضوء الصبیان و متی یجب علیھم الغسل ... الخ حدیث: 863)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے اللہ کی خاطر اتنی اذیت دی گئی جتنی کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ مجھے اللہ کی خاطر اتنا ڈرایا گیا ہے جتنا کسی کو نہیں ڈرایا جاسکتا۔ اور مجھ پر تیسری رات آجاتی کہ میرے اور بلالؓ کے پاس کوئی ایسا کھانا نہ ہوتا جسے کوئی جاندار کھا سکے مگر اتنا جسے بلال کی بغل چھپا سکتی۔ بہت تھوڑا معمولی کھانا ہوتا تھا۔

(سنن ابن ماجہ ابواب المناقب باب فضائل بلالؓ حدیث 151 ترجمہ از نور فاؤنڈیشن ربوہ)

حضرت بلالؓ کو سب سے پہلا مؤذن ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ان کے لیے سفر و حضر میں مؤذن رہے اور آپ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اذان دی۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الاول صفحہ 416 "بلال بن رباح" دار الکتب العلمیة بیروت لبنان 2016ء)

محمد بن عبداللہ بن زَید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بلانے کے لیے بِگل کا سوچا۔ پھر ناقوس کا ارشاد فرمایا۔ پس وہ بنایا گیا۔ یہ بخاری کی حدیث ہے اور اس کے مطابق بُوق اور ناقوس کے استعمال کا مشورہ صحابہ نے دیا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو خواب دکھائی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے خواب میں ایک آدمی دیکھا جس پر دو سبز کپڑے تھے اور وہ آدمی ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اس کو خواب میں ہی کہا اے اللہ کے بندے! تم یہ ناقوس فروخت کرو گے؟ اس نے کہا تم اس سے کیا کرو گے؟ میں نے کہا میں اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کروں گا۔ اس نے کہا کیا میں تجھے اس سے بہتر نہ بتاؤں۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے پھر وہ اذان کے الفاظ سنائے اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر اور پوری اذان۔

أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ۔أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰه۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نکلے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رؤیا بتائی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں ایک آدمی دیکھا۔ اس پر دو سبز کپڑے تھے۔ وہ ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ پھر ساری بات آپؐ کے سامنے بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ تمہارے دوست نے رؤیا دیکھی ہے۔ پھر عبداللہ بن زَید کو ارشاد فرمایا تم بلالؓ کے ساتھ مسجد جاؤ اور اسے یہ کلمات بتاتے جاؤ اور وہ ان کو بلند آواز سے پکاریں کیونکہ تمہاری نسبت وہ زیادہ بلند آواز والے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہا کہ مَیں بلالؓ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا اور میں انہیں یہ کلمات بتاتا جاتا اور وہ بلند آواز کے ساتھ پکارتے جاتے۔ حضرت عمر بن خَطّابؓ نے آواز سنی۔ وہ باہر تشریف لائے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں نے بھی خواب میں وہی دیکھا جو انہوں نے دیکھا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاذان بَابُ بدء الاذان حدیث 706)

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان حدیث 604)

اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ

"ابھی تک نماز کے لیے اعلان یا اذان وغیرہ کا انتظام نہیں تھا۔ صحابہ عموماً وقت کا اندازہ کر کے خود نماز کے لیے جمع ہو جاتے تھے لیکن یہ صورت کوئی قابل اطمینان نہیں تھی۔ اب مسجد نبویؐ کے تیار ہو جانے پر یہ سوال زیادہ محسوس طور پر پیدا ہوا کہ کس طرح مسلمانوں کو وقت پر جمع کیا جاوے۔ کسی صحابی نے نصاریٰ کی طرح ناقوس کی رائے دی۔ کسی نے یہود کی مثال میں بوق کی تجویز پیش کی۔ کسی نے کچھ کہا مگر حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کسی آدمی کو مقرر کر دیا جاوے کہ وہ نماز کے وقت یہ اعلان کر دیا کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اس فرض کو ادا کیا کریں۔

چنانچہ اس کے بعد جب نماز کا وقت آتا تھا بلالؓ بلند آواز سے اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور لوگ جمع ہو جاتے تھے بلکہ اگر نماز کے علاوہ بھی کسی غرض کے لیے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرنا مقصود ہوتا تھا تو یہی ندا دی جاتی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی عبداللہ بن زَید انصاریؓ کو خواب میں موجودہ اذان کے الفاظ سکھائے گئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس خواب کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو اذان کے طریق پر یہ الفاظ پکارتے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ خواب خدا کی طرف سے ہے اور عبداللہؓ کو حکم دیا کہ بلالؓ کو یہ الفاظ سکھا دیں۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جب بلالؓ نے الفاظ میں پہلی دفعہ اذان دی تو حضرت عمرؓ اسے سن کر جلدی جلدی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آج جن الفاظ میں بلالؓ نے اذان دی ہے بعینہٖ یہی الفاظ میں نے بھی خواب میں دیکھے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے الفاظ سنے تو فرمایا کہ اسی کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔ الغرض اس طرح موجودہ اذان کا طریق جاری ہو گیا اور جو طریق اس طرح جاری ہوا وہ ایسا مبارک اور

دلکش ہے کہ کوئی دوسرا طریق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ گویا ہر روز پانچ وقت اسلامی دنیا کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں ہر مسجد سے خدا کی توحید اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کی آواز بلند ہوتی ہے اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ نہایت خوبصورت اور جامع الفاظ میں لوگوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 271-272)

موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اذان دے کر فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا چاہتے تو آپؐ کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور کہتے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَلصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی نماز کے لیے آئیے، فلاح و کامیابی کے لیے آئیے۔ نماز، یا رسول اللہ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے نکلتے اور حضرت بلالؓ دیکھ لیتے تو اقامت شروع کر دیتے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 176-177 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

یہ واضح نہیں ہے۔ اقامت تو اسی وقت ہو گی جب امام محراب میں آجائے۔ بہر حال جو بھی ہے۔ روایت کا صحیح ترجمہ نہیں ہے یا یہ بیان صحیح نہیں ہے لیکن اصل طریق وہی ہے جو محراب میں امام آجائے تو پھر اقامت ہو۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ وہ نماز فجر کی اطلاع دینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپؐ سوئے ہوئے ہیں تو حضرت بلالؓ نے کہا

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

پھر فجر کی اذان میں ان کلمات کا اضافہ کر دیا گیا اور یہی طریق قائم ہو گیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاذان باب السنۃ فی الاذان حدیث: 716)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلالؓ! یہ کتنے عمدہ کلمات ہیں۔ تم انہیں اپنی فجر کی اذان میں شامل کر لو۔

(معجم الکبیر للطبرانی باب بِلَالُ بْنُ رَبَاح جلد 01 صفحہ 355 حدیث 1081، دار احیاء التراث العربی 2002)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مؤذن تھے۔ حضرت بلالؓ، ابومَحْذُوْرَہؓ، عَمْرو بن اُمِّ مَکْتُومؓ۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 177 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

ابھی ان کا کچھ تھوڑا سا اَور ذکر باقی ہے جو ان شاء اللہ آئندہ۔ اس وقت مَیں نے کچھ مرحومین کے بارے میں بھی بتانا ہے۔ ان کے جنازے ہوں گے۔ اس لیے باقی ذکر پھر ان شاء اللہ آئندہ کریں گے۔

پہلا جو ذکر ہے وہ عزیزم رؤوف بن مقصود جونیئر بیلجیم کا ہے۔ یہ جامعہ احمدیہ یوکے کے طالب علم تھے۔ 4 ستمبر کو ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ بیلجیم کی جماعت ہاسلٹ (Hasselt) سے ان کا تعلق تھا۔ 2018ء میں جامعہ میں داخل ہوئے تھے اور وہاں کا اپنا سیکنڈری سکول ختم کر کے یہاں آئے تھے۔ عزیزم اپنی خلوص سے بھرپور طبیعت، خدمت خلق کے جذبے اور مشقت کی عادت کی بنا پر طلباء اور اساتذہ میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ کچھ دیر پہلے ان کو برین ٹیومر (Braim Tumor) ہوا تھا۔ چھ سات ماہ یہ بیمار رہے۔ بڑے صبر اور بہادری سے بیماری کا مقابلہ کیا۔ آخر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کے دادا کے ذریعے سے غالباً 1950ء میں ان کے خاندان میں احمدیت آئی تھی اور ان کے دادا کا اچھا اثر ورسوخ تھا۔ اس وقت تو رشتے داروں نے اور مخالفین نے کچھ نہیں کہا لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی فیملی کو کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی والدہ کی طرف سے بھی ان کے پڑنانا عبدالعلی صاحب اور ان کی اہلیہ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ رؤوف بن مقصود کے جو پسماندگان ہیں ان میں والدین کے علاوہ تین بہنیں اور دو بھائی شامل ہیں۔ ہمایوں مقصود صاحب والد ہیں محسنہ بیگم صاحبہ والدہ ہیں۔ عزیزہ نشاط بیٹی ہے عمر اٹھارہ سال۔ عزیزم صالح بیٹا ہے عمر چودہ سال۔ عزیزہ تَثْنِیہ حُمَیْزَہ یہ نو سال کی ہے۔ عزیزم فاتح بن مقصود سات سال کا ہے۔ عزیزہ جَنّۃ السَّامِیہ چار سال کی ہے۔

بیلجیم کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے بچپن سے انہیں دیکھنے کا موقع ملا اور عزیزم کو غیر معمولی بچہ پایا۔ جب بھی عزیزم کی جماعت میں جانے کا موقع ملا اس کو ہمیشہ مسجد کے ساتھ وابستہ اور خوش اخلاق پایا۔ وفات کے بعد دو دن بیت الرحیم آلکن میں افسوس کے لیے آنے والے لوگوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جماعت سے بڑی تعداد میں لوگ اس میں شامل ہوئے اور ان میں بہت سے افراد کو روتے دیکھا۔ ان سب نے عزیزم کے بے شمار واقعات بتائے۔ بیماری کے شروع میں ڈاکٹر نے ان کو بتا دیا تھا کہ ان کو برین کینسر ہے جو کہ زندگی کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود کبھی نہ تو ان کے چہرے پر مایوسی آئی اور نہ ہمت چھوڑی۔ ڈاکٹر کے ساتھ میٹنگ میں ایک ڈاکٹر نے کہا کہ جب موصوف بول سکتے تھے تو ان سے میری گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے ان کو بہت غیر معمولی نوجوان اور روشن دماغ پایا۔ ڈاکٹرز کا یہ بھی کہنا ہے کہ موصوف نے انتہائی تکلیف دہ بیماری میں بھی کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ ڈاکٹرز کے نزدیک اس حالت میں مریض کو بعض اوقات شدید غصہ آ جاتا ہے لیکن انہوں نے بڑی ہمت دکھائی اور صبر کا مظاہرہ کیا۔ امیر صاحب پھر لکھتے ہیں کہ عزیزم کمال درجہ کی خلافت سے محبت رکھنے والے اور کامل اطاعت کرنے والے تھے۔ ہمیشہ چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی اور ہر ایک سے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، بڑے احترام اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

ھاسلٹ کے مربی صاحب کہتے ہیں کہ بیماری کی تشخیص سے قبل مَیں نے رمضان میں ان سے اطفال کی کلاسز آن لائن لینے کے لیے کہا تو بڑی باقاعدگی سے کلاسز لیتے رہے یہاں تک کہ جب اس بیماری سے ہسپتال داخل ہوئے تو بیماری کے باوجود ہسپتال سے بچوں کی کلاس لیتے رہے یہاں تک کہ بعض اوقات کلاس لیتے لیتے بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور پھر جب طبیعت سنبھلتی تو دوبارہ کلاس شروع کر دیتے۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ میں تکلیف میں ہوں، کلاس نہیں لے سکتا۔ اطفال نے بھی اس کا اظہار کیا کہ جب آپ کو تکلیف ہے تو کلاس نہ لیں تو موصوف نے ہمیشہ یہ کہا کہ جب واپس جامعہ کھلے گا تو میں جا کے خلیفۃ المسیح کو کیا جواب دوں گا کہ میں نے چھٹیوں کے دوران کیا جماعتی خدمت کی ہے۔ ایک شوق تھا۔ ایک جذبہ تھا۔ ایک لگن تھی۔

پھر دوسرے مربی سلسلہ ہیں وہ لکھتے ہیں کہ 2010ء میں ایک ہفتہ کے لیے انہوں نے وقفِ عارضی کیا۔ اس وقت ان کو ان کے والد میرے پاس چھوڑ گئے کہ یہاں رہیں گے کیونکہ اس نے جامعہ میں جانا ہے اس کی ٹریننگ

کریں۔ کہتے ہیں اس وقت بھی مَیں نے اس کو دیکھا کہ پانچ نمازوں کی ادائیگی کے علاوہ صبح اٹھ کر نمازِ تہجد کی بھی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ مسجد آلکن (Alken) جب تعمیر یا اس کی رینوویشن ہو رہی تھی، تبدیلی ہو رہی تھی تو اس وقت انہوں نے باقاعدہ وقارِ عمل میں حصہ لیا اور سیکرٹری جائیداد کہتے ہیں کہ بڑا مشکل اور بھاری کام پتھر اٹھانے، بجری اٹھانے وغیرہ کا اپنے ذمہ لیتے تھے اور بڑی خوشی سے یہ کام کرتے تھے اور ایک خوبی ان میں یہ تھی کہ سب کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔ ان کی والدہ بتاتی ہیں کہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے تھے۔ عام طور پر سکول اپنا کھانا لے کر جاتے اور وہاں کھا کے آیا کرتے تھے۔ ایک دن گھر آ کے والدہ کو کہا کہ مجھے کھانا دیں۔ مَیں نے کہا کہ تم لے کر تو گئے تھے تو انہوں نے کہا: ایک بچہ کھانا نہیں لے کے آیا تھا تو اسے مَیں نے اپنا کھانا دے دیا کہ میں گھر میں جا کے کھالوں گا۔ اسی طرح اپنے دوستوں کے بارے میں فکرمند رہتے اور ان کو کہا کرتے تھے کہ مجھے تمہارے مستقبل کی فکر رہتی ہے۔ اپنے جو قریبی تھے ان کو کہا کرتے تھے کہ اچھے اخلاق والے دوست چنو اور اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ اجتماعات وغیرہ، جلسے وغیرہ میں لگن سے ڈیوٹی دیا کرتے تھے بلکہ ان کے افسر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کی سیکیورٹی ڈیوٹی تھی مَیں نے رات کو کچھ کھانے کو پیش کیا تو موصوف نے کہا پہلے جو میرے ساتھی ہیں ان کو دے دیں۔ بعض والدین کو جن کے بچے وقفِ نو میں شامل ہیں ان سے بھی باوجود چھوٹے ہونے کے اکثر پوچھتے رہتے تھے اور تلقین کیا کرتے تھے کہ کوشش کریں کہ آپ کا بچہ جامعہ میں جائے۔

ان کی والدہ نے بھی بلکہ دونوں والدین نے، والد نے اور والدہ نے بھی، بڑی ہمت سے ان کی بیماری کا یہ عرصہ گزارا ہے۔ والدہ ان سے کہا کرتی تھیں کہ ہم نے تمہیں خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا اب بھی جہاں تم جا رہے ہو، ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا تھا اور کوئی امید نہیں تھی تو بڑے حوصلے سے انہوں نے کہا وہ جگہ جہاں تم اب جا رہے ہو، وہ بھی بڑی اچھی جگہ ہے۔ اور اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی تلقین کرتی رہیں۔ وہ خود بھی اللہ کی رضا پر راضی تھے۔ پھر انہوں نے اپنی ایک تصویر جو میرے ساتھ کھنچوائی ہوئی تھی ہسپتال میں اپنے بیڈ کے سامنے رکھوالی جو اکثر تبلیغ کا ذریعہ بنتی اور ڈاکٹر پوچھتے تھے کہ کون سی کمیونٹی سے تمہارا تعلق ہے؟ ان کو بتایا جاتا کہ ہم جماعت احمدیہ سے ہیں اور اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح جو آنے والا تھا وہ آ گیا ہے اس پر آگے تبلیغ چلتی تھی۔ امیر صاحب کہتے ہیں کہ میں انہیں کہا کرتا تھا کہ تم بے شک بیمار ہو لیکن اس کے باوجود تبلیغ کا ذریعہ بن رہے ہو اور اس بات پر بڑے خوش ہوتے تھے۔

پھر صدر خدام الاحمدیہ بیلجیم کہتے ہیں کہ ان کو خلافت سے انتہا کا عشق تھا۔ کہتے ہیں ایک دن میں نے اطفال اور وقفِ نو کی کلاس میں خلیفہ وقت کو خط لکھنے کے لیے کہا اور خط لکھوائے تو موصوف میرے پاس آئے اور کہنے لگے مربی صاحب مجھے اردو میں خط لکھنا نہیں آتا۔ مجھے آپ لکھ کے دیں میں نقل کر لوں گا۔ پھر اس کو دیکھ دیکھ کے ہاتھ سے لکھوں گا۔ تو مَیں نے اسے کہا کہ باقی بچے ڈچ میں لکھ رہے ہیں تم بھی لکھ دو۔ یہ جامعہ آنے سے پہلے کی بات ہے۔ تو موصوف نے جواب دیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ میرا خط براہِ راست خلیفۂ وقت تک پہنچے اور وہ میرے لیے دعا کریں۔ پھر یہ مربی صاحب کہتے ہیں کہ عزیزم رؤوف بن مقصود جو کھڑے ہو کر یہ عہد کرتے تھے کہ مَیں اپنی

جان اور مال اور وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہوں گا تو موصوف نے یہ عہد آخری سانس تک پورا کیا۔ بہت بڑی تعداد ان کے غیر از جماعت بیلج دوستوں کی تھی اور کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں بِلک بِلک کر روتے دیکھا ہے۔ جب میں نے ایک دوست سے عزیزم رؤوف بن مقصود کے بارے میں پوچھا تو وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ آج ہمارا بہت ہی پیارا اور خیال رکھنے والا دوست ہم سے جدا ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ایسے ہمدرد دوست بھی کسی کسی کو ملتے ہیں۔

پھر تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ Messiah has come کی ہم نے تحریک شروع کی تو جہاں بعض دفعہ دوسرے لوگ ہچکچاتے تھے یہ پکڑ پکڑ کے لوگوں کو لے کے آتے تھے اور ان کو تبلیغی لٹریچر دیتے تھے اور گفتگو کرواتے تھے اور مہمانوں کا تعارف بھی کرواتے۔ ہر تبلیغی نشست میں مہمان بھی لے کے آتے۔ بہر حال یہ جامعہ پاس کرنے سے پہلے ہی بہترین مربی اور مبلغ تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کی حکمت خود جانتا ہے۔ بعض دفعہ بہترین انسانوں کو جلد اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند کرے۔ ان کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ ظفر اقبال قریشی صاحب کا ہے جو سابق نائب امیر ضلع اسلام آباد تھے۔ یہ تین ستمبر کو ستاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ایک مخلص خاندان سے ان کا تعلق تھا اور آپ کے دادا عبید اللہ قریشی صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جنہوں نے 1904ء میں بیعت کی تھی۔ امۃ الحمید صاحبہ جو آپ کی اہلیہ ہیں ان کے دادا حضرت خلیفہ نور الدین صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی تھے۔ یہ خلیفہ نور الدین اَور ہیں ان کا نام ہے خلیفہ نور الدین۔ یہ حضرت خلیفہ اول نہیں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب 'تحفہ گولڑویہ' میں محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں واقع قبر مسیح کی موجودگی کی تحقیق کرنے کے سلسلہ میں آپ کی خدمت کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ ظفر اقبال قریشی صاحب نے ابتدائی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ پھر جب پارٹیشن ہندو پاکستان کی ہوئی ہے تو اس وقت پھر انہوں نے پنڈی آ کے وہاں سے میٹرک کیا۔ پھر انجنیئرنگ یونیورسٹی سے ڈگری لی۔ پھر سرکاری ملازمت میں چلے گئے۔ پھر یونان سے ایم ایس سی کی ڈگری انہوں نے حاصل کی۔ اس کے بعد ٹیکسلا میں یونیورسٹی پراجیکٹ مینیجر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ 94ء میں یہ چیف انجنیئر کی حیثیت سے سرکاری سروس سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس کے بعد یہ اسلام آباد شفٹ ہو گئے اور وہاں مختلف جماعتی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ اور پھر یہ 1998ء میں نائب امیر بنائے گئے۔ اس دوران میں مختلف وقتوں میں قائمقام امیر بھی بنتے رہے اور 2019ء تک اکیس سال سے زائد عرصہ نائب امیر کی حیثیت سے انہوں نے کام کیا۔ بڑی عمر میں عوارض لاحق ہو گئے تھے تو باوجود بیماری کے باقاعدگی سے مسجد آتے۔ اپنا روزمرہ کا کام کرتے۔ بہت کم گو اور صائب الرائے تھے اور انتظامی شعبہ میں بھی کافی تجربہ تھا۔ بڑی سنجیدگی سے احتیاط سے کام کرنے والے، جماعتی پیسے کا درد رکھنے والے اور بہت احساس کرنے والے تھے۔ مَیں جب ناظر اعلیٰ تھا تو اس وقت میں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے ماشاء اللہ بڑی بے نفسی اور عاجزی سے یہ کام کرتے تھے اور جو ان کے افسر تھے عمر میں بہت

زیادہ چھوٹے تھے ان کی بھی کامل اطاعت کیا کرتے تھے۔

ان کے پسماندگان میں اہلیہ امۃ الحمید ظفر صاحبہ کے علاوہ چار بیٹیاں امۃ الرشید صاحبہ، ڈاکٹر صدف ظفر صاحبہ، شازیہ چوہدری صاحبہ اور عائشہ طارق صاحبہ شامل ہیں۔ ایک لاہور میں ہے باقی کینیڈا میں ہیں۔

ایک بیٹی عائشہ ظفر کہتی ہیں کہ بچپن میں جب سکول جانا شروع کیا تو سالانہ امتحان سے قبل خلیفہ وقت کی خدمت میں میری طرف سے دعائیہ خط لکھتے۔ پھر جب پوزیشن آتی تو دوبارہ خط لکھتے اور جب اس کا جواب آتا تو پڑھ کر سناتے۔ پھر جب بڑی ہوئی تو مجھے خود خط لکھنے کی تلقین کرتے اور اس خط کا خاکہ بنا کر دیا کرتے اور اس طرح نہایت پیار سے چھوٹی عمر میں ہی میرے دل میں خلافت سے پیار اور اطاعت کا جذبہ پختہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ لواحقین کو بھی صبر اور سکون عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ آنریبل کابینے کا باجا کاٹے صاحب آف سینیگال کا ہے جو 24/ اگست کو پچاسی سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بڑے بہادر، اخلاص رکھنے والے، خلافت سے محبت کرنے والے، جماعتی غیرت رکھنے والے، خدمت کا جذبہ رکھنے والے، قربانی کرنے والے، مہمان نوازی کرنے والے تھے اور یہ ان کی بڑی نمایاں خصوصیات تھیں۔ جماعتی وفد کی ضیافت انتہائی پُر تکلف کرتے۔ اور ہمیشہ یہ خواہش و اصرار ہوتا کہ جب تک جماعتی وفد ان کے ریجن میں ہے آپ ہی ان کی مہمان نوازی کریں گے۔ اگر مہمانوں نے کبھی باہر سے کھانا کھا لیا تو آپ ناراض ہوتے تھے کہ مجھے کیوں موقع نہیں دیا۔ مہمانوں کے لیے اپنے کمرے کو خالی کر دیتے اور ہر سہولت فراہم کرتے۔ سوشلسٹ پارٹی کی طرف سے انتخابات میں حصہ لے کر 18 سال تک ملک کی پارلیمنٹ کے ممبر رہے۔ ایک مخلص اور باوفا احمدی تھے۔ جب تک جماعت رجسٹرڈ نہیں ہوئی تھی جماعت کی پراپرٹی ان کے نام پر ہی تھی۔ مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ جب 2012ء میں مَیں سینیگال آیا اور اس کے بعد جماعت رجسٹرڈ ہو گئی تو مرحوم فرمانے لگے کہ زندگی کا اب پتہ کوئی نہیں۔ آپ جلدی سے یہ امانت جو جماعت کی پراپرٹی ہے جماعت کے نام کروائیں۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ جب بھی مشکل وقت آیا دفاع کے لیے ہمیشہ پہلی صف میں کھڑے ہوتے۔ ایک مشنری سے بڑھ کر کام کرنے والے تھے۔ لمبا عرصہ وہاں جماعت احمدیہ تمباکنڈا ریجن کے صدر کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ مرکزی عاملہ میں بطور سیکرٹری امورِ خارجہ خدمت کی توفیق پائی۔ وفات سے قبل تین ایکڑ اراضی جماعت کو سکول کے لیے پیش کی۔ اسی طرح تین ایکڑ اراضی آپ نے جماعتی ریجنل مشن ہاؤس کے لیے بھی رکھی اور فوت ہونے سے قبل چھ ایکڑ کے کاغذات ہمارے مبلغ ڈیکو حمید صاحب کے سپرد کیے کہ یہ جماعت کی امانت ہے، سنبھال کے رکھیں۔ اور پھر کہنے لگے کہ میں گنی کناکری جا رہا ہوں۔ مجھے امید نہیں کہ واپس آؤں گا۔

یہاں جلسے پر بھی کئی دفعہ آئے۔ جلسے پہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے زمانے سے آتے رہتے تھے۔ آخری بار 2019ء کے جلسہ میں بھی شامل ہوئے۔ مجھے بھی ملے اور وہاں کے اپنے مقامی امیر صاحب کو کہنے لگے کہ زندگی کا بھروسہ کوئی نہیں۔ میری خواہش ہے کہ خلیفہ وقت کے سامنے بیٹھوں تاکہ زیادہ سے زیادہ دیکھ سکوں اور

بیٹھے رہے۔ بعد میں ملاقات میں کہنے لگے کہ میرا مقصد پورا ہو گیا۔

مولانا منور خورشید صاحب کہتے ہیں کہ سینیگال میں ان کی بہت مقبول سیاسی اور انتظامی شخصیت تھی۔ سینیگال کے معروف شہر تمباکنڈا سے ان کا تعلق تھا۔ اور ان کا سیاسی خاندان تھا۔ بنیادی طور پر یہ شعبہ تعلیم سے وابستہ تھے۔ بعد میں سیاسی میدان میں آ گئے۔ 95ء میں آنریبل جگ جینگ ڈپٹی سپیکر نیشنل اسمبلی کے ذریعے جماعت کا پیغام ان کو پہنچا۔ پھر جلد ہی اللہ تعالیٰ نے دل کی گرہ کھول دی جس کے بعد بشاشت قلبی اور انشراح صدر کے ساتھ بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے۔ سینیگال میں اوائل میں بیعت کرنے والے زیادہ تر مزدور پیشہ تھے یا زمیندار تھے جو حسب توفیق مالی قربانی کرتے تھے۔ جب آپ نے بیعت کر لی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ دل کھول کر مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق پائی۔ بہت نڈر اور بہادر احمدی تھے۔ دعوت الی اللہ کا ایک جنون تھا۔ ہر ملنے والے کو دعوت حق دیتے یہاں تک کہ سربراہ مملکت کو بھی جماعت کا تعارف کرانے کی توفیق ملی۔ مرحوم کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ہر ملنے والے تک پیغام پہنچانے کی کوشش کرتے۔ ہر وقت ان کی گاڑی میں جماعتی لٹریچر اور بیعت فارم دستیاب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی نسل میں بھی یہ اخلاص و وفا جاری رکھے۔ جو احمدی نہیں ان کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم مبشر لطیف صاحب کا ہے۔ سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ تھے آج کل کینیڈا میں تھے۔ پہلے یہ لاہور میں رہے ہیں۔ 5/مئی کو پچاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافت احمدیہ سے بے انتہا محبت تھی۔ ان کے نانا محترم شیخ مہر علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت قریبی دوست تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے گھر ہوشیارپور میں چلہ کاٹا جس کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی عطا فرمائی۔ سترہ سال تک مبشر لطیف صاحب فیصل ٹاؤن لاہور کے صدر جماعت رہے۔ پاکستان میں جماعت کے وکلاء کی جو ٹیم تھی اس میں یہ شامل تھے اور اس بات پر فخر کرتے تھے۔

متعدد اسیران کی خدمت اور مدد کا ان کو موقع ملا۔ ان تین وکلاء میں سے ایک تھے جنہیں 1974ء میں جماعت کی نمائندگی کا موقع ملا۔ چھیالیس سال تک پنجاب یونیورسٹی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ یہ یونیورسٹی کے لاء کالج میں پڑھاتے بھی تھے۔ لاہور کی مسجد ماڈل ٹاؤن پر جب حملہ ہوا تو اس وقت یہ وہاں موجود تھے۔ یہ تو اللہ کے فضل سے محفوظ رہے لیکن ان کے چھوٹے بھائی نعیم ساجد صاحب موقع پر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد یہ بھی کینیڈا چلے گئے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تو تھے ہی، تہجد کے بھی بڑے پابند تھے۔ قرآن کریم سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹیاں اور کافی نواسے نواسیاں اور پڑنواسیاں چھوڑے ہیں۔

ملک طاہر صاحب امیر جماعت لاہور لکھتے ہیں کہ محترم بیرسٹر مبشر لطیف صاحب ایک قابل اور اعلیٰ تعلیم یافتہ وکیل تھے۔ یہاں سے بھی انہوں نے اس زمانے میں لاء کی ڈگری حاصل کی تھی اور جن کی جوڈیشری

(Judiciary) میں بہت عزت تھی۔ جماعتی مقدمات کے سلسلے میں 1984ء کے بعد ہمارے نوجوانوں کے خلاف جب کلمہ طیبہ کے بارے میں کیس بنے تو ان کی پیشی عام مجسٹریٹ کی عدالت میں ہو رہی تھی۔

گو مبشر صاحب ہائیکورٹ سے نیچے کی عدالتوں میں پیش نہیں ہوتے تھے لیکن جماعتی مفاد میں مجسٹریٹ کے سامنے بھی پیش ہوتے رہے اور جماعتی مقدمات میں بے لوث خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔ نہایت صائب اور قانونی مشورے دیتے تھے۔ بہت سے مجسٹریٹ اور جج بھی ان کے شاگرد رہے ہوئے ہیں لیکن ان کو اپنے شاگردوں کے سامنے پیش ہونے سے بھی کوئی عار نہیں تھا۔ عام طور پر مجسٹریٹ کی عدالت میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے وکیل پیش نہیں ہوتے۔

مبارک طاہر صاحب مشیر قانونی کہتے ہیں کہ مبشر لطیف صاحب کی جماعتی خدمات کا سلسلہ 1974ء سے شروع ہوا۔ آپ نے صمدانی کمیشن میں غیر از جماعت وکیل اعجاز حسین بٹالوی صاحب کو بھی اسسٹ (assist) کیا۔ 84ء کے آرڈیننس کے خلاف جو کیس شرعی عدالت میں دائر کیا گیا تھا اس کے پینل میں بھی مبشر لطیف صاحب شامل رہے۔ منصفانہ قانون کے تحت تو اس پر کچھ نہیں ہونا تھا اور یہ پتہ تھا کہ نہیں ہو گا لیکن انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے بڑی محنت سے یہ سارا کیس تیار کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور سکون عطا فرمائے۔

نماز کے بعد ان شاء اللہ ان سب کا نماز جنازہ بھی ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02 اکتوبر 2020ء جلد 27 شمارہ 79 صفحہ 05 تا 10)

38

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 / ستمبر 2020ء بمطابق 18 / تبوک 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر گذشتہ خطبے میں چل رہا تھا۔ اس کا کچھ حصہ باقی تھا۔ آج بھی بیان کروں گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے واپس لَوٹ رہے تھے تو رات بھر چلتے رہے۔ پھر جب آپؐ کو نیند آئی تو آرام کے لیے پڑاؤ کیا اور بلالؓ سے فرمایا کہ 'آج رات ہماری نماز کے وقت کی حفاظت تم کرو۔' پھر حضرت بلالؓ نے یہ فرمایا تھا کہ 'ہماری نماز کی حفاظت کرو' کا مطلب یہ تھا کہ نماز کے وقت کی حفاظت کرو اور فجر کے وقت تم جگا دینا۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا تو پھر حضرت بلالؓ نے جتنی ان کے لیے مقدر تھی نماز پڑھی۔ رات نفل پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ سو گئے۔ جب فجر کا وقت قریب آیا تو بلالؓ نے صبح کی سمت رخ کرتے ہوئے یعنی سورج جہاں سے نکلتا ہے اس طرف رخ کرتے ہوئے اپنی سواری کا سہارا لیا اور بیٹھ گئے تو بلالؓ پر بھی نیند غالب آ گئی جبکہ وہ اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پس نہ تو بلالؓ بیدار ہوئے اور نہ ہی آپؐ کے اصحاب میں سے کوئی اَور یہاں تک کہ دھوپ ان پر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے پہلے جاگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند ہوئے اور فرمایا اے بلالؓ! اے بلالؓ!۔ بلالؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ میری روح کو بھی اسی ذات نے روکے رکھا جس نے آپؐ کو روکے رکھا یعنی نیند کا غلبہ مجھ پر بھی آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ روانہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سواریوں کو تھوڑا سا چلایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا۔ پھر وضو فرمایا اور تھوڑی دیر بعد بلالؓ کو ارشاد فرمایا۔ انہوں نے نماز کی اقامت کہی۔ پھر آپؐ نے ان سب کو سورج نکلنے کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا ہے کہ نماز کو میرے ذکر کے لیے قائم کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب من نام عن الصلوٰۃ او نسیھا حدیث 697)

فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ میں آئے اور

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن طلحہ کو بلایا۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ اندر گئے اور پھر دروازہ بند کر دیا اور آپؐ اس میں کچھ دیر ٹھہرے۔ پھر نکلے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے کہ مَیں جلدی سے آگے بڑھا اور حضرت بلالؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا کس جگہ؟ کہا ان ستونوں کے درمیان۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے مجھ سے رہ گیا کہ مَیں ان سے پوچھوں کہ آپؐ نے کتنی رکعتیں نماز پڑھی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الابواب والغلق للكعبة والمساجد حديث 468)

حضرت بلالؓ لوگوں کو بعد میں بتایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر کس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی۔ حضرت ابنِ اَبِی مُلَیْکہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو کعبے کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کعبے کی چھت پر اذان دی۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحه 177 "بلال بن رباح"، دار الكتب العلمية بيروت 2017ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو دیکھا اور فرمایا: تیرا برا حال ہو کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ خدا ایک ہے؟ ابوسفیان نے کہا یقین کیوں نہیں آیا اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ہماری مدد نہ کرتا! آپؐ نے فرمایا: تیرا برا حال ہو کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ محمد اللہ کا رسول ہے؟ کہنے لگا ابھی اس کے متعلق یقین نہیں ہوا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو کہا کم بخت! بیعت کر لو۔ اس وقت تیری اور تیری قوم کی جان بچتی ہے۔ کہنے لگا اچھا۔ کر لیتا ہوں۔ وہاں تو اس نے یونہی بیعت کر لی۔ ان کے کہنے پر بیعت کر لی۔ کوئی دل سے بیعت نہیں تھی لیکن بعد میں جا کر سچا مسلمان ہو گیا۔ خیر بیعت کر لی تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ اب مانگ اپنی قوم کے لیے ورنہ تیری قوم ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائے گی۔ مہاجرین کا دل اس وقت ڈر رہا تھا۔ وہ تو مکہ کے رہنے والے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایک دفعہ مکہ کی عزت ختم ہوئی تو پھر مکہ کی عزت باقی نہیں رہے گی۔ وہ باوجود اس کے کہ انہوں نے بڑے بڑے مظالم برداشت کیے تھے۔ پھر بھی وہ دعائیں کرتے تھے کہ کسی طرح صلح ہو جائے۔ لیکن انصار ان کے مقابلے میں بڑے جوش میں تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مانگو۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا آپ اپنی قوم پر رحم نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑے رحیم و کریم ہیں اور پھر مَیں آپ کا رشتہ دار ہوں۔ بھائی ہوں۔ میرا ابھی کوئی اعزاز ہونا چاہیے۔ میں مسلمان ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ اور مکہ میں اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں گھسے گا اسے پناہ دی جائے گی۔ کہنے لگا یا رسول اللہؐ! میرا گھر ہے کتنا اور اس میں کتنے آدمی آ سکتے ہیں؟ اتنا بڑا شہر ہے، اس کا میرے گھر میں کہاں ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ بچ رہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو ہتھیار پھینک دے گا اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو

اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا اسے بھی پناہ دی جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! گلیوں والے جو ہیں وہ تو بیچارے مارے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا لاؤ۔ ایک جھنڈا بلالؓ کا تیار کرو۔ اَبِی رُوَیْحَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے۔ آپؐ نے جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنایا تھا تو اَبِی رُوَیْحَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلال کا بھائی بنایا تھا۔ شاید اس وقت بلالؓ تھے نہیں یا کوئی اَور مصلحت تھی۔ بہر حال آپؐ نے بلالؓ کا جھنڈا بنایا اور اَبِی رُوَیْحَہ کو دیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ یہ اسے لے کر چوک میں کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گا اس کو نجات دی جائے گی۔ ابوسفیان کہنے لگا بس اب کافی ہو گیا اب مکہ بچ جائے گا۔ کہنے لگا اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا جا۔ اب سردار خود ہی ہتھیار پھینک چکا تھا، خبر پہنچے یا نہ پہنچنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ابوسفیان گھبرایا ہوا مکہ میں داخل ہوا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لوگو! اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو۔ لوگو! اپنے ہتھیار پھینک دو۔ لوگو! خانہ کعبہ میں چلے جاؤ۔ بلالؓ کا جھنڈا کھڑا ہوا ہے اس کے نیچے کھڑے ہو جانا۔ اتنے میں لوگوں نے دروازے بند کرنے شروع کر دیے۔

بعض نے خانہ کعبہ میں گھسنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ہتھیار باہر لا لا کر پھینکنے شروع کیے۔ اتنے میں اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا اور لوگ بلال کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں جو سب سے زیادہ عظیم الشان بات ہے وہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کا جھنڈا بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اس کو پناہ دی جائے گی حالانکہ سردار تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ آپؐ کے بعد قربانی کرنے والے ابوبکرؓ تھے مگر ابوبکر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد مسلمان ہونے والے رئیس عمرؓ تھے مگر عمر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔

ان کے بعد عثمانؓ مقبول تھے اور آپؐ کے داماد تھے مگر عثمانؓ کا بھی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد علیؓ تھے جو آپؐ کے بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی تھے مگر علی کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہ شخص تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپؓ وہ شخص ہیں کہ جب تک آپؓ زندہ ہیں مسلمان قوم میں اختلاف نہیں ہو گا لیکن عبدالرحمٰنؓ کا کوئی جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ پھر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے چچا تھے اور بعض دفعہ وہ گستاخی بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بول لیا کرتے تھے تو آپؐ خفا نہ ہوتے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی کوئی جھنڈا نہیں بنایا۔ پھر سارے رؤساء اور چوٹی کے آدمی موجود تھے۔

خالد بن ولیدؓ جو ایک سردار کا بیٹا، خود بڑا نامور انسان تھا، موجود تھا۔ عمرو بن عاصؓ ایک سردار کا بیٹا تھا۔ اسی طرح اَور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹے تھے مگر ان میں سے کسی ایک کا جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ جھنڈا بنایا جاتا ہے تو بلالؓ کا بنایا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ پر جب حملہ ہونے لگا تھا تو ابوبکرؓ دیکھ رہا تھا کہ جن کو مارا جانے والا ہے وہ اس کے بھائی بند ہیں اور اس نے خود بھی کہہ دیا تھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا وہ اپنے

بھائیوں کو ماریں گے؟ وہ ظلموں کو بھول چکا تھا اور جانتا تھا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ عمر بھی کہتے تو یہی تھے کہ یا رسول اللہؐ! ان کافروں کو ماریے مگر پھر بھی جب آپؐ ان کو معاف کرنے پر آئے تو وہ اپنے دل میں یہی کہتے ہوں گے کہ اچھا ہوا ہمارے بھائی بخشے گئے۔ عثمانؓ اور علیؓ بھی کہتے ہوں گے کہ ہمارے بھائی بخشے گئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ سختیاں کر لیں تو کیا ہوا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو معاف کرتے وقت یہی سمجھتے ہوں گے کہ ان میں میرے چچا بھی تھے، بھائی بھی تھے۔ ان میں میرے داماد، عزیز اور رشتہ دار بھی تھے۔ اگر میں نے ان کو معاف کر دیا تو اچھا ہی ہوا۔ میرے اپنے رشتے دار بچ گئے۔ صرف ایک شخص تھا جس کی مکہ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ جس کی مکہ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ جس کا مکہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا اور اس کی بے کسی کی حالت میں اس پر وہ ظلم کیا جاتا جو نہ ابوبکرؓ پہ ہوا، نہ علیؓ پر ہوا، نہ عثمانؓ پر ہوا، نہ عمرؓ پر ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہیں ہوا۔

پچھلی ایک روایت جو مَیں نے گذشتہ ہفتے بیان کی تھی اس میں بھی یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ پہ بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظلم ہوئے لیکن یہ رشتہ داریوں کی وجہ سے بچے رہے تھے لیکن مَیں نے وضاحت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظلم ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ پر بھی ظلم ہوئے۔ اور صرف بلالؓ پر ایسے ظلم ہوئے تھے جو کسی پر نہیں ہوئے۔ یہاں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے یہ انکار نہیں کیا کہ آپ لوگوں پہ ظلم نہیں ہوئے بلکہ فرمایا کہ وہ ظلم جو بلالؓ پہ ہوا وہ کسی اَور پر نہیں ہوا۔

پھر آپؓ نے اس کی تفصیل بیان کی وہ کیا ظلم تھا۔ وہ ظلم یہ تھا کہ جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر بلالؓ کو ننگا لٹا دیا جاتا تھا۔ تم دیکھو ننگے پاؤں میں مئی اور جون میں نہیں چل سکتے۔ اس کو ننگا کر کے تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا تھا۔ پھر کیلوں والے جوتے پہن کر نوجوان اس کے سینے پر ناچتے تھے اور کہتے تھے کہ کہو خدا کے سوا اَور معبود ہیں۔ کہو محمد رسول اللہ جھوٹا ہے اور بلالؓ آگے سے اپنی حبشی زبان میں جب وہ بہت مارتے تھے کہتے تھے

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کہ وہ شخص آگے سے یہی جواب دیتا تھا کہ تم مجھ پر کتنا بھی ظلم کرو میں نے جب دیکھ لیا ہے کہ خدا ایک ہے تو دو کس طرح کہہ دوں اور جب مجھے پتہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں تو میں انہیں جھوٹا کس طرح کہہ دوں؟ اس پر وہ اَور مارنا شروع کر دیتے تھے۔

گرمیوں کے مہینوں کے موسم میں، ان مہینوں میں جب گرمیاں ہوتی ہیں اس موسم میں اس کے ساتھ یہی حال ہوتا تھا۔ اسی طرح سردیوں میں وہ یہ کرتے تھے کہ ان کے پیروں میں رسّی ڈال کر انہیں مکہ کی پتھروں والی گلیوں میں گھسیٹتے تھے۔ ان کا چمڑا زخمی ہو جاتا تھا یعنی کھال زخمی ہو جاتی تھی۔ وہ گھسیٹتے تھے اور کہتے تھے کہو جھوٹا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہو خدا کے سوا اَور معبود ہیں تو وہ کہتے

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اب جبکہ اسلامی لشکر دس ہزار کی تعداد میں داخل ہونے کے لیے آیا تو بلالؓ کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ

آج ان بوٹوں کا بدلہ لیا جائے گا جو میرے سینے پر ناچتے تھے۔ آج ان ماروں کا معاوضہ بھی مجھے ملے گا جس طرح مجھے ظالمانہ طور پر مارا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جو خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جس نے اپنے ہتھیار پھینک دیے وہ معاف۔ جس نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لیے وہ معاف تو بلال کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ یہ تو اپنے سارے بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں اور اچھا کر رہے ہیں لیکن میرا بدلہ تو رہ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آج صرف ایک شخص ہے جس کو میرے معاف کرنے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور وہ بلالؓ ہے کہ جن کو میں معاف کر رہا ہوں وہ اس کے بھائی نہیں۔ جو اس کو دکھ دیا گیا ہے وہ اَور کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اس کا بدلہ لوں گا اور اس طرح لوں گا کہ میری نبوت کی بھی شان باقی رہے اور بلالؓ کا دل بھی خوش ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا بلالؓ کا جھنڈا کھڑا کرو اور ان مکہ کے سرداروں کو جو جوتیاں لے کر اس کے سینے پر ناچا کرتے تھے، جو اس کے پاؤں میں رسّی ڈال کر گھسیٹا کرتے تھے، جو اسے تپتی ریتوں پر لٹایا کرتے تھے کہہ دو کہ اگر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جان بچانی ہے تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، جب سے انسان کو طاقت حاصل ہوئی ہے اور جب سے کوئی انسان دوسرے انسان سے اپنے خون کا بدلہ لینے پر تیار ہوا ہے اور اس کو طاقت ملی ہے اس قسم کا عظیم الشان بدلہ کسی انسان نے نہیں لیا۔ جب بلالؓ کا جھنڈا خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں گاڑا گیا ہو گا۔

جب عرب کے رؤساء، وہ رؤساء جو اس کو پیروں سے مسلا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بولتا ہے کہ نہیں کہ محمد رسول اللہ جھوٹا ہے۔ اور اب جب نظارہ بدلا، جب حالات بدلے تو اب وہ دوڑ دوڑ کر اپنے بیوی بچوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اور لا لا کر بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے لاتے ہوں گے کہ ہماری جان بچ جائے۔ تو اس وقت بلالؓ کا دل اور اس کی جان کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور ہو رہی ہو گی۔ وہ کہتا ہو گا میں نے تو خبر نہیں ان کفار سے بدلہ لینا تھا یا نہیں یا لے سکتا تھا کہ نہیں اب وہ بدلہ لے لیا گیا ہے کہ ہر شخص جس کی جوتیاں میرے سینے پر پڑتی تھیں اس کے سر کو میری جوتی پر جھکا دیا گیا ہے۔ یہ وہ بدلہ ہے کہ وہ جوتیاں جو سینے پر ناچا کرتی تھیں آج ان کو پہننے والے سر بلال کی جوتی پر جھکا دیے گئے ہیں۔ یہ وہ بدلہ تھا جو یوسف کے بدلہ سے بھی زیادہ شاندار تھا۔ اس لیے کہ یوسف نے اپنے باپ کی خاطر اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا۔ جس کی خاطر کیا وہ اس کا باپ تھا اور جن کو کیا وہ اس کے بھائی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچوں اور بھائیوں کو ایک غلام کی جوتیوں کے طفیل معاف کیا۔ بھلا یوسف کا بدلہ اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

(ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 268 تا 273)

پہلا جو حوالہ تھا 'سیر روحانی' کا تھا۔ اسی واقعہ کو دیباچہ تفسیر القرآن میں بھی اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہ مَیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ بعض لوگ لکھ دیتے ہیں کہ فلاں جگہ تو یوں فرمایا تھا۔ دونوں بیانوں میں تفصیل اور اختصار کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض لوگ بڑے نکتے نکال کر فرق بھی بتانے شروع کر دیتے ہیں۔ واقعاتی طور پر بھی اور نتیجے کے طور پر بھی ایک ہی چیز ہے۔

بہر حال یہاں جو بیان ہے وہ اس طرح ہے کہ "ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر مکہ کے لوگ تلوار نہ اٹھائیں تو کیا وہ امن میں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ہر شخص جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن دیا جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ابوسفیان فخر پسند آدمی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میری عزت کا بھی کوئی سامان کیا جائے۔" یہ حضرت عباسؓ کے حوالے سے زائد چیز ہے۔" آپؐ نے فرمایا بہت اچھا، جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو مسجد کعبہ میں گھس جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنے ہتھیار پھینک دے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو حکیم بن حِزام کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ اس کے بعد اَبِی رُوَیْحَہؓ جن کو آپؐ نے بلالؓ حبشی غلام کا بھائی بنایا ہوا تھا ان کے متعلق آپؐ نے فرمایا ہم اس وقت اَبِی رُوَیْحَہؓ کو اپنا جھنڈا دیتے ہیں جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گا ہم اس کو بھی کچھ نہ کہیں گے اور بلالؓ سے کہا تم ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے جاؤ کہ جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اس کو امن دیا جائے گا۔" یہ چیز یہاں زائد ہے کہ بلالؓ ساتھ اعلان کرتے جائیں۔ "اس حکم میں کیا ہی لطیف حکمت تھی۔ مکہ کے لوگ بلالؓ کے پیروں میں رسی ڈال کر اس کو گلیوں میں کھینچا کرتے تھے، مکہ کی گلیاں، مکہ کے میدان بلال کے لیے امن کی جگہ نہیں تھے بلکہ عذاب اور تذلیل اور تضحیک کی جگہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ بلالؓ کا دل آج انتقام کی طرف بار بار مائل ہوتا ہو گا۔ اس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی نہایت ضروری ہے مگر یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا انتقام اسلام کی شان کے مطابق ہو۔ پس آپؐ نے بلالؓ کا انتقام اس طرح نہ لیا کہ تلوار کے ساتھ اس کے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں بلکہ اس کے بھائی کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا دے کر کھڑا کر دیا اور بلالؓ کو اس غرض کے لیے مقرر کر دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو کوئی میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے آکر کھڑا ہو گا اسے امن دیا جائے گا۔ کیسا شاندار یہ انتقام تھا، کیسا حسین یہ انتقام تھا۔ جب بلالؓ بلند آواز سے یہ اعلان کرتا ہو گا کہ اے مکہ والو! آؤ میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو جاؤ تمہیں امن دیا جائے گا تو اس کا دل خود ہی انتقام کے جذبات سے خالی ہوتا جاتا ہو گا اور اس نے محسوس کر لیا ہو گا کہ جو انتقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تجویز کیا اس سے زیادہ شاندار اور اس سے زیادہ حسین انتقام میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 340-341)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلالؓ کے صبر اور فتح مکہ کے وقت ان کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے کہ "یہ تکالیف تھیں جو بلال کو پہنچائی گئیں۔" "مکے میں جو تکالیف ہوتی تھیں ان کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ "مگر جانتے ہو جب مکہ فتح ہوا تو وہ بلالؓ حبشی غلام جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے افسر ناچا کرتے تھے اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عزت دی؟ اور کس طرح اس کا کفار سے انتقام لیا؟ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دے دیا اور اعلان کر

دیا کہ اے مکہ کے سردارو! اگر اب تم اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آکر کھڑے ہو جاؤ۔ گویا وہ بلالؓ جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے سردار ناچا کرتے تھے اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو بتایا کہ آج تمہاری جانیں اگر بچ سکتی ہیں تو اس کی یہی صورت ہے کہ تم بلالؓ کی غلامی میں آجاؤ حالانکہ بلالؓ غلام تھا اور وہ چوہدری تھے۔"

(آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی۔ انوار العلوم جلد 21 صفحہ 164)

پس ہر جگہ یہی نتیجہ ہے۔ چاہے جھنڈا ان کے بھائی کے سپرد کیا تب بھی بلالؓ کو ساتھ کیا۔ بلالؓ کے نام پر جھنڈا کیا تب بھی اور بلالؓ کے ہاتھ میں دیا تو نتیجہ وہی ہے۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ واقعاتی طور پر ایک ہی بات بیان ہو رہی ہے اور نتیجہ بھی وہی نکالا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے نیزے کو لے کر چلا جاتا تھا۔ عید والے دن ایک شخص آگے چلتا تھا اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا تھا اور جس کو عموماً حضرت بلالؓ اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔ محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیتے تھے۔ اس زمانے میں عید گاہ میدان ہوتا تھا۔ کھلا میدان تھا وہی عید گاہ تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 177 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)

ایک روایت ہے کہ نجاشی حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نیزے تحفے میں بھیجے تھے۔ ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھ لیا۔ ایک حضرت علی بن ابو طالب کو دیا اور ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔ حضرت بلالؓ اس نیزے کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے رکھا تھا عیدین میں آپؐ کے آگے آگے لے کر چلتے تھے یہاں تک کہ اسے آپؐ کے آگے گاڑ دیتے اور آپؐ اسی کی طرف نماز پڑھتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ اسی طرح اس نیزے کو حضرت ابوبکرؓ کے آگے لے کر چلا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 178 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روایات میں یہی آتا ہے کہ حضرت بلالؓ جہاد میں شامل ہونے کے لیے شام کی طرف چلے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفۂ رسول! مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مومن کا سب سے افضل عمل اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا بلالؓ تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ کے رستہ میں جہاد کے لیے بھیج دیا جائے یہاں تک کہ میں مارا جاؤں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ بلال میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور حق یاد دلاتا ہوں کہ میں بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اس وجہ سے میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ان کے پاس ہی رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے بھی

وہی بات کہی جو حضرت ابو بکرؓ کو کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بھی انہیں ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابو بکرؓ نے دیا تھا مگر حضرت بلالؓ نہ مانے۔

حضرت بلالؓ جہاد پر جانے پر مصر تھے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے اسی بات کا اصرار کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد اذان دینے کی ذمے داری کس کے سپرد کروں گا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کی کہ حضرت سعدؓ کے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دی ہوئی ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ اور ان کے بعد ان کی اولاد کے سپرد اذان کی ذمہ داری لگائی اور حضرت بلالؓ کو ان کے اصرار کی وجہ سے جہاد پر بھیج دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 178 "بلال بن رباح"، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2017ء)

یہ ایک روایت ہے اور ایک روایت میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے اذان دینے کے حوالے سے جو مکالمہ ہوا اس کا بھی یوں ذکر ملتا ہے کہ موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اس روز اس وقت اذان دی کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہ ہوئی تھی۔ جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کے الفاظ اپنی زبان میں کہے۔ اَشْهَدُ کہتے تھے۔ تو مسجد میں لوگوں کے رونے کی وجہ سے ہچکیاں بندھ گئیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا کہا۔ حضرت بلالؓ نے جواباً کہا اگر تو آپ نے مجھے اس لیے آزاد کیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں تو اس کا راستہ تو یہی ہے جس طرح آپ کہہ رہے ہیں لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اس کے لیے چھوڑ دیجئے جس کے لیے مجھے آزاد کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے تمہیں اللہ کی خاطر آزاد کیا ہے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ آپ کی مرضی ہے۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ مدینے میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شام کے لیے لشکر روانہ ہوئے تو حضرت بلالؓ بھی ان لشکروں کے ساتھ شام چلے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 178 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)

اسد الغابہ کی ایک روایت کے مطابق حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے اپنے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اپنے پاس روک لیں لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جانے دیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور وفات تک وہیں رہے جو اکثر روایتیں ہیں وہ یہی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں نہیں گئے تھے بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں گئے تھے اور ایک قول کے مطابق حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں بھی اذان دیتے رہے ہیں۔ یہ بھی روایت ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الاول صفحہ 416 "بلال بن رباح" دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

دیکھا کہ آپؐ فرماتے ہیں اے بلالؓ! یہ کیسی سنگ دلی ہے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے آؤ۔ حضرت بلالؓ نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے، شام میں ہوتے تھے اور سوار ہو کر مدینے کی طرف چل دیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر زار و قطار رونے لگے اور تڑپنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آ گئے۔ حضرت بلالؓ نے انہیں بوسہ دیا اور انہیں گلے لگایا تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح کی اذان آپؓ دیں تو آپ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے۔ جب حضرت بلالؓ نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے الفاظ کہے تو راوی کہتے ہیں کہ مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ کہے تو اَور زیادہ جنبش ہوئی۔ لوگوں میں ایک دم بیداری پیدا ہوئی۔ پھر جب انہوں نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ کہے تو عورتیں اپنے کمروں سے باہر آ گئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں نہیں دیکھی گئی تھیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 417 "بلال بن رباح" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور یہ اذان یاد آ گئی اور لوگ بے چین ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت بلالؓ نے جہاد کے لیے جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ کو کیا چیز اذان دینے سے مانع ہے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان دی یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی۔ پھر میں نے حضرت ابو بکرؓ کے حکم سے اذان دی کیونکہ وہ میری نعمت کے نگران تھے یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے بلالؓ! کوئی عبادت جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر نہیں ہے، چنانچہ حضرت بلالؓ شام چلے گئے۔ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لے گئے تو حضرت عمرؓ کے کہنے پر حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن سے قبل آپ کو اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 416-417 "بلال بن رباح" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلالؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانے کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ آخری عمر میں شام چلے گئے تھے۔ یہاں یہ ذکر بھی ہے کہ ان کو لوگ رشتہ نہیں دیتے تھے لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان کی کئی شادیاں تھیں اور رشتے ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض شام جانے کے لیے رشتہ نہیں دیتے یا شام جا کر رشتہ نہیں ملتا ہو گا۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپؓ کی کئی شادیوں کی روایت ملتی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک جگہ رشتے کے متعلق درخواست کی اور کہا کہ میں حبشی ہوں اگر چاہو تو رشتہ نہ دو اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی سمجھ کر مجھے رشتہ دے دو تو بڑی مہربانی ہو گی۔ انہوں نے رشتہ دے دیا اور وہ شام میں ہی ٹھہر گئے۔

بہرحال پہلے بھی ان کی شادیاں تھیں۔ ہو سکتا ہے پہلی بیویاں فوت ہو گئی تھیں یا ساتھ جانے والی کوئی نہیں تھی یا شام میں شادی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن بہرحال یہ تھوڑی وضاحت یہاں ہو جائے کہ شادیاں ان کی پہلے

تھیں۔ گو کہ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ لکھا ہے۔ باقی روایتیں بھی یہی کہتی ہیں کہ ان کو کوئی رشتہ نہیں دیتا تھا۔ کس سیاق و سباق کے تحت لکھا اللہ بہتر جانتا ہے۔ بہرحال وہاں انہوں نے رشتہ مانگا۔ وہاں ان کی شادی ہو گئی اور وہ شام میں ٹھہر گئے۔ جو اصل چیز ہے وہ یہی ہے جو آگے رؤیا کا ذکر ہے۔ شادی تو ایک ضمنی بات آگئی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بلالؓ! تم ہم کو بھول ہی گئے۔ کبھی ہماری قبر کی زیارت کرنے کے لیے نہیں آئے۔ وہ اسی وقت اٹھے اور سفر کا سامان تیار کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر رو رو کر دعا کی۔ اس وقت ان کو اتنی رقت پیدا ہوئی کہ لوگوں میں عام طور پر مشہور ہو گیا کہ بلالؓ آئے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ جو اس وقت بڑے ہو چکے تھے دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے ہمیں بھی اپنی اذان سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے اذان دی اور لوگوں نے سنی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 25 صفحہ 182 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 مارچ 1944ء)

حضرت عمرؓ نے جب اپنے دورِ خلافت میں شام میں وظیفے کے لیے دفتر مرتب کروائے یعنی اکاؤنٹ کے رجسٹر وغیرہ بنوائے، کھاتے وغیرہ بنوائے اور سارا ریکارڈ مکمل کروایا تو حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور وہیں مجاہدین کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ اے بلالؓ! تم اپنے وظیفے کا دفتر کس کے پاس رکھو گے۔ یعنی اپنے حساب کتاب کی نمائندگی کس کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ کون ہو گا تمہارا نمائندہ یہاں؟ تو انہوں نے جواب دیا ابو رُوَیْحَہؓ کے پاس جن کو میں اس اخوت کی وجہ سے کبھی نہ چھوڑوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور ان کے درمیان قائم فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 176 "بلال بن رباح" دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت بلالؓ کی صاف گوئی کا واقعہ ایک روایت میں یوں ملتا ہے۔ عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کے ایک بھائی خود کو عرب کی طرف منسوب کرتے تھے اور وہ خیال کرتے تھے کہ وہ انہی میں سے ہیں۔ انہوں نے عرب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت بلالؓ آئیں تو ہم تم سے نکاح کر دیں گے۔ حضرت بلالؓ آئے اور تشہد پڑھا۔

پھر کہا کہ مَیں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اور یہ اخلاق اور دین کے لحاظ سے اچھا آدمی نہیں ہے اگر تم اس سے نکاح کرنا چاہو تو کر دو اور اگر ترک کرنا چاہو تو ترک کر دو۔ انہوں نے کہا کہ جس کے آپؓ بھائی ہیں اس سے ہم نکاح کر دیں گے۔ پس انہوں نے آپؓ کے بھائی سے نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 179 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ بَنُو اَبُو بُکَیْر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ فلاں شخص سے ہماری بہن کا نکاح کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ لوگ دوسری مرتبہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا

تم لوگوں کا بلالؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ لوگ انکار کر کے چلے گئے۔

پھر تیسری مرتبہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کا بلالؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تم لوگوں کا ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے؟ راوی کہتے ہیں اس پر ان لوگوں نے حضرت بلالؓ سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 179 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حوالہ جو پہلے مَیں نے کہا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ شادیاں نہیں ہوئی تھیں۔ وہ بات شاید کسی اَور سیاق و سباق کے تحت ہو۔ شادیاں پہلے ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی ایک حوالہ ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ "ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وہ (یعنی سہیل بن عمرو(اور ابوسفیان اور بعض دوسرے رؤسائے مکہ جو فتح کے وقت مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو ملنے کے لیے گئے۔" حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ابوسفیان اور بعض دوسرے رؤسائے مکہ جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو ملنے کے لیے گئے۔ "اتفاق سے اسی وقت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ بھی حضرت عمرؓ سے ملنے کے لیے آ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو غلام رہ چکے تھے اور بہت غریب تھے مگر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدا میں اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے بلال وغیرہ کو پہلے ملاقات کے لیے بلایا۔ ابوسفیان نے جس کے اندر غالباً ابھی تک کسی قدر جاہلیت کی رگ باقی تھی یہ نظارہ دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چنانچہ کہنے لگا یہ ذلت بھی ہمیں دیکھنی تھی کہ ہم انتظار کریں اور ان غلاموں کو شرفِ ملاقات بخشا جاوے۔ سہیل نے فوراً سامنے سے جواب دیا کہ پھر یہ کس کا قصور ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو خدا کی طرف بلایا لیکن انہوں نے فوراً مان لیا اور ہم نے دیر کی۔ پھر ان کو ہم پر فضیلت حاصل ہو یا نہ ہو؟"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 369)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے اور حضرت بلالؓ کے مقام و مرتبہ کا ذکر فرماتے ہوئے کہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ مکہ میں آئے تو وہی غلام جن کو سر کے بالوں سے پکڑ کر لوگ گھسیٹا کرتے تھے ایک ایک کر کے حضرت عمرؓ کی ملاقات کے لیے آنا شروع ہوئے۔ وہ عید کا دن تھا اور ان غلاموں کے آنے سے پہلے مکہ کے بڑے بڑے رؤساء کے بیٹے آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہو چکے تھے۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ بلالؓ آئے۔ وہی بلال جو غلام رہ چکے تھے، جن کو لوگ مارا پیٹا کرتے تھے، جن کو کھردرے اور نوکیلے پتھروں پر ننگے جسم سے گھسیٹا کرتے تھے، جن کے سینے پر بڑے بڑے وزنی پتھر رکھ کر کہا کرتے تھے کہ کہو میں لات اور عزیٰ کی پرستش کروں گا مگر وہ یہی کہتے تھے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

حضرت عمرؓ نے جب بلالؓ کو دیکھا تو ان رؤساء سے فرمایا: ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور بلالؓ کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ ایک اَور غلام صحابی آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے پھر ان رؤساء سے فرمایا: ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے دو۔ تھوڑی دیر گزری تھی تو ایک اَور غلام صحابی آ گئے۔

حضرت عمرؓ نے حسب معمول ان رؤساء سے پھر فرمایا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ اتفاق کی بات ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کرنا تھا اس لیے یکے بعد دیگرے آٹھ دس غلام آ گئے اور ہر دفعہ حضرت عمرؓ ان رؤساء سے یہی کہتے چلے گئے کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ ان دنوں بڑے بڑے ہال نہیں بنائے جاتے تھے بلکہ معمولی کوٹھڑیاں ہوتی تھیں جن میں زیادہ آدمی نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ جب تمام غلام صحابہؓ کمرے میں بھر گئے تو مجبوراً ان رؤساء کو جوتیوں والی جگہ میں بیٹھنا پڑا۔ یہ ذلت ان کے لیے ناقابل برداشت ہو گئی۔ وہ اسی وقت اٹھے اور باہر آ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

دیکھا! آج ہمیں کیسا ذلیل کیا گیا ہے۔ یہ غلام جو ہماری خدمتیں کیا کرتے تھے ان کو تو اوپر بٹھایا گیا ہے مگر ہمیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا گیا ہے یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے ہم جوتیوں والی جگہ پر جا پہنچے اور سب لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور رسوا ہوئے۔ ایک شخص جو ان میں سے زیادہ سمجھدار تھا جب اس نے یہ باتیں سنیں تو کہا یہ ٹھیک ہے کہ ہماری رسوائی ہوئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کس کی کرتوتوں سے ہوا۔

ہمارے باپ بھائی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مارا پیٹا کرتے تھے اس وقت یہ غلام آپؐ پر اپنی جانیں فدا کیا کرتے تھے۔ آج چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے اس لیے تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ ان کو ماننے والے کن لوگوں کو عزت دیں گے۔ آیا تم کو جو مارا کرتے تھے یا ان غلاموں کو جو اپنی جانیں اسلام کے لیے قربان کیا کرتے تھے۔

اگر انہی کو عزت ملنی چاہیے تو پھر تمہیں آج کے سلوک پر شکوہ کیوں پیدا ہوا؟ تمہارے اپنے باپ دادا کے اعمال کا یہ نتیجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں ہو رہا جو غلاموں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں آ گئی۔ جب ایک عقلمند شخص نے یہ بات کہی تو کہنے لگے ہم حقیقت کو سمجھ گئے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رسوائی کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں۔ بیشک ہمارے باپ دادا سے بڑا قصور ہوا ہے مگر آخر اس قصور کا کوئی علاج بھی ہونا چاہیے جس سے یہ ذلت کا داغ ہماری پیشانی سے دھل سکے۔ اس پر سب نے فیصلہ کیا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آتی۔ چلو حضرت عمرؓ سے ہی پوچھیں کہ اس رسوائی کا کیا علاج ہے۔ جب وہ دوبارہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ اس وقت تک مجلس برخاست ہو چکی تھی اور صحابہ سب جا چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آج ہمیں اس مجلس میں آ کر جو دکھ پہنچا ہے اس کے متعلق ہم آپؓ سے مشورہ کرنے آئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا دیکھو برا نہ منانا۔ یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمیشہ آگے بیٹھا کرتے تھے۔ اس لیے میں بھی مجبور تھا کہ انہیں آگے بٹھاتا۔ بیشک تمہیں میرے اس فعل سے تکلیف ہوئی ہو گی مگر میں مجبور تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی اس مجبوری کو سمجھتے ہیں۔ ہم صرف یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس ذلت کا کوئی علاج بھی ہے اور کیا کوئی پانی ایسا ہے جس سے یہ داغ دھویا جا سکے۔

حضرت عمرؓ جو اُن نوجوانوں کے باپ دادا کی شان و شوکت اور ان کے رعب اور دبدبے کو دیکھ چکے تھے

جب انہوں نے ان نوجوانوں کی یہ بات سنی تو آپؓ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے کہ یہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے کہاں سے کہاں آ گرے ہیں اور آپؓ پر رقّت اس قدر غالب آئی کہ آپؓ ان کی بات کا جواب تک نہ دے سکے۔ صرف ہاتھ اٹھا کر شام کی طرف جہاں ان دنوں قیصر کی فوجوں سے لڑائی ہو رہی تھی اشارہ کر دیا۔

مطلب یہ تھا کہ اب ذلّت کا یہ داغ اسی طرح دھل سکتا ہے کہ اس لڑائی میں شامل ہو کر اپنی جان دے دو۔ چنانچہ وہ اسی وقت باہر نکلے اپنے اونٹوں پر سوار ہوئے اور شام کی طرف روانہ ہو گئے اور تاریخ بتاتی ہے کہ ان میں سے ایک شخص بھی زندہ واپس نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے اپنے خون کے ساتھ اس ذلت کے داغ کو مٹایا جو ان کی پیشانی پر اپنے باپ دادا کے افعال کی وجہ سے لگ گیا تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 09 صفحہ 289-290)

پس ایک تو یہ ہے کہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں تبھی مقام ملتا ہے اور اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ جو قربانیاں کرنے والے ہیں، جو شروع سے ہی وفا دکھانے والے ہیں ان کا مقام بہر حال اونچا ہے چاہے وہ حبشی غلام ہو یا کسی نسل کا غلام ہو۔ اور یہ وہ مقام ہے جو اسلام نے حق پر رکھا ہے، جو اپنے میرٹ پر رکھا ہے اور ہر ایک کو ملتا ہے۔ یہ نہیں کہ کون امیر ہے کون غریب ہے۔ قربانیاں کرنے والے ہوں گے، وفا کرنے والے ہوں گے، اپنی جانیں نثار کرنے والے ہوں گے، ہر چیز قربان کرنے والے ہوں گے تو ان کو مقام ملے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت بلالؓ کا یہ ذکر ابھی جاری ہے۔ آئندہ بھی بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ اکتوبر 2020ء جلد 27 شمارہ 81 صفحہ 05 تا 09)

39

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25/ ستمبر 2020ء بمطابق 25/ تبوک 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ اس بارے میں عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور پوچھا۔ اے بلال! کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے رہتے ہو۔ جب کل شام مَیں جنت میں داخل ہوا تو مَیں نے اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ مَیں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو مَیں وضو کر لیتا ہوں اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ اللہ کی طرف سے مجھ پر دو رکعت ادا کرنا واجب ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر یہی وجہ ہے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب اتیت علی قصر مربع ...... الخ حدیث 3689)

ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: بلال مجھے بتاؤ جو سب سے زیادہ امید والا عمل تم نے اسلام میں کیا ہو کیونکہ مَیں نے بہشت میں اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا اپنے نزدیک تو مَیں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اَور کوئی نہیں کیا کہ جب بھی مَیں نے رات کو یا دن کو کسی وقت وضو کیا تو مَیں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے جتنی بھی میرے لیے پڑھنا مقدر تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب فضل الطهور بالليل والنهار حدیث 1149)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر آپؓ ہو گئے بلکہ صرف یہ کہ پاکیزگی اور مخفی عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام دیا کہ وہ جنت میں بھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جس طرح دنیا میں تھے جیسا کہ گذشتہ ایک روایت میں بھی ذکر ہوا تھا کہ عید کے روز حضرت بلالؓ نیزہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے اور پھر قبلہ رخ نیزہ گاڑتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں عید پڑھاتے تھے تو بہرحال ان کا یہ اعزاز ان کی پاکیزگی اور عبادت کی وجہ سے جنت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قائم رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ ایک نظارے میں دیکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے جنت کی طرف رات کو لے جایا

گیا تو مَیں نے قدموں کی چاپ سنی۔ مَیں نے کہا اے جبرئیلؑ! یہ قدموں کی چاپ کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ بلالؓ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے کاش! مَیں بلال کی ماں کے بطن سے پیدا ہوتا۔ اے کاش! بلال کا باپ میرا باپ ہوتا اور مَیں بلالؓ کی طرح ہوتا۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد جلد 9 صفحہ 363 کتاب المناقب باب فضل بلال المؤذنؓ حدیث 15635)

کیا اعلیٰ مقام ہے اس بلالؓ کا جسے ایک وقت میں حقیر سمجھ کر پتھروں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ خواہش کر رہے ہیں کہ کاش مَیں بلال ہوتا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ابتدائی صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ "بلال بن رَباحؓ...... جو امیہ بن خَلَف کے حبشی غلام تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اذان دینے کا کام انہی کے سپرد تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا لیکن جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شام فتح ہوا تو ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے اصرار پر انہوں نے پھر اذان کہی جس پر سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا چنانچہ وہ خود اور حضرت عمرؓ اور دوسرے اصحاب جو اس وقت موجود تھے اتنے روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت عمرؓ کو بلالؓ سے اتنی محبت تھی کہ جب وہ فوت ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا آج مسلمانوں کا سردار گذر گیا۔ یہ ایک غریب حبشی غلام کے متعلق بادشاہِ وقت کا قول تھا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 124-125)

ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات سے خطاب فرماتے ہوئے یہ جو آیتِ قرآنی ہے کہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ یہ بیان فرمائی اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایک ہی چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے اور وہ ہے اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔ وہ کام جو خدا کے لیے کرو گی باقی رہے گا۔" پھر آپؓ نے فرمایا کہ "آج ابوہریرہؓ کی اولاد کہاں ہے، مکان کہاں ہیں؟" کوئی جائیداد نہیں، اولاد نہیں۔ ہم نہیں جانتے اولاد ہے کہ نہیں ہے۔ "لیکن ہم جنہوں نے نہ ان کی اولاد دیکھی، نہ مکان دیکھے، نہ جائیداد دیکھی ہم جب ان کا نام لیتے ہیں تو کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ "چند دن ہوئے ایک عرب آیا اس نے کہا کہ مَیں بلالؓ کی اولاد میں سے ہوں۔ اس نے معلوم نہیں سچ کہا یا جھوٹ مگر میرا دل اس وقت چاہتا تھا کہ میں اس سے چمٹ جاؤں کہ یہ اس شخص کی اولاد میں سے ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی۔ آج بلالؓ کی اولاد کہاں ہے؟" ہم نہیں جانتے کوئی اولاد ہے بھی کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے۔ "اس کے مکان کہاں ہیں؟" کوئی جائیدادیں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ "اس کی جائیداد کہاں ہے؟ مگر وہ جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی وہ اب تک باقی ہے اور باقی رہے گی۔"

(مستورات سے خطاب، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 457-458)

اور یہ وہ نیکیاں ہیں جو باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔

حضرت بلالؓ سے چوالیس احادیث مروی ہیں۔ صحیحین میں چار روایات آئی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء للامام الذھبی جلد 01 صفحہ 360، "بلال بن رباح" مؤسسہ الرسالۃ 2014ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تین لوگوں سے ملنے کی بہت مشتاق ہے۔ علیؓ، عمارؓ اور بلالؓ۔

(سیر اعلام النبلاء للامام الذھبی جلد 01 صفحہ 355، "بلال بن رباح" مؤسسہ الرسالۃ 2014)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ بلالؓ جو ہیں ہمارے سردار ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کر رہے ہیں اور وہاں حضرت بلالؓ بیٹھے ہوئے تھے تو آپؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ جو ہیں ہمارے سردار ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد 10 صفحہ 363، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء) کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خرید کر غلامی سے آزاد کروایا تھا۔

عائذ بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ کے پاس جو ایک مجمع میں تھے ابوسفیان آئے تو اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنی جگہ پر نہ پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تم قریش کے معزز اور ان کے سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے جب ان کو یہ باتیں کرتے سنا کہ صحیح طرح ہم نے ان سے بدلہ نہیں لیا تو حضرت ابوبکرؓ کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو؟ اور اس کے بعد پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ! شاید تم نے انہیں ناراض کر دیا ہے۔

اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو یقیناً تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس آئے اور کہا اے پیارے بھائیو! مَیں نے تمہیں ناراض کر دیا؟ حضرت ابوبکرؓ تو یہ بات لے کر گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ان کو کچھ روکیں گے، ٹوکیں گے لیکن الٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ کا بھی دیکھیں کیا مقام تھا فوری طور پر ان غریب لوگوں کے پاس واپس گئے اور انہیں کہا پیارے بھائیو! مَیں نے تمہیں ناراض کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں نہیں اے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپؓ نے ہمیں ناراض نہیں کیا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سلمان و صہیب و بلال حدیث 2504)

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جبکہ آپ جِعِرَّانَہ میں قیام فرما تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک اعرابی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپؐ مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہ فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو۔ اس پر بدوی کہنے لگا کہ مجھے اَبْشِرْ یعنی تمہیں خوشخبری ہو آپ بڑی دفعہ کہہ چکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی

طرف متوجہ ہوئے جیسے کوئی ناراض ہو۔ پھر اس بدوی کی طرف نہیں دیکھا۔ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ اس نے بشارت کو ردّ کر دیا۔ میں اس کو خوشخبری دے رہا ہوں۔ اس نے خوشخبری کو ردّ کیا ہے۔ پس تم دونوں یہ بشارت قبول کر لو۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! ہم نے قبول کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ اس پانی سے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اس سے کلی کی۔ پھر فرمایا تم دونوں اس میں سے پی لو اور دونوں اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیل لو اور خوش ہو جاؤ۔ چنانچہ ان دونوں نے وہ پیالہ لیا اور ویسے ہی کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کرنے کا حکم فرمایا تھا تو پردے کے پیچھے سے حضرت ام سلمہؓ نے انہیں پکارا کہ جو تم دونوں کے برتن میں ہے اس میں سے کچھ اپنی ماں کے لیے یعنی حضرت ام سلمہؓ، ام المومنین کے لیے بھی بچاؤ تو ان دونوں نے ان کے لیے اس میں سے کچھ بچا دیا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی موسیٰ و ابی عامر الاشعریین رضی اللہ عنہما حدیث 2497)

حضرت علی بن ابوطالبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نقیب عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ یعنی دگنے نقیب عطا ہوئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا۔ مَیں، میرے دونوں بیٹے اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حمزہؓ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور بلالؓ اور سلمانؓ اور مقدادؓ اور ابوذرؓ اور عمارؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث: 3785)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کیا ہی اچھا انسان ہے۔ وہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے۔ اس کی پیروی کرنے والے صرف مؤذن ہی ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے لمبی گردنوں والے مؤذن ہی ہوں گے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم ، ذكر بلال بن رباح، حديث: 5244 جلد 03 صفحه 322 ، دار الكتب العلمية بيروت 2002ء)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلالؓ کتنا ہی اچھا انسان ہے کہ شہداء اور مؤذنوں کا سردار ہے اور قیامت والے دن سب سے لمبی گردن والے حضرت بلالؓ ہوں گے یعنی بڑی عزت کا مقام ان کو ملے گا۔

(مجمع الزوائد كتاب المناقب باب فضل بلال المؤذن جلد 09 صفحه 363 حديث 15636، دار الكتب العلمية بيروت 2001ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی دی جائے گی اور وہ اس پر سوار ہوں گے۔

(سير اعلام النبلاء للامام الذهبي جلد 01 صفحه 355، "بلال بن رباح" مؤسسه الرسالة 2014ء)

حضرت بلالؓ کی اہلیہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ فرمایا کیا بلالؓ یہاں ہیں؟ مَیں نے جواب دیا کہ گھر نہیں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے تم بلالؓ

سے ناراض ہو۔ مَیں نے کہا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہر بات پر یہی کہتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی بیوی کو فرمایا کہ بلالؓ مجھ سے جو بات تم تک پہنچائیں وہ یقیناً سچی ہو گی اور بلالؓ تم سے غلط بات نہیں کرے گا۔ پس تم بلالؓ پر کبھی ناراض نہ ہونا ورنہ اس وقت تک تمہارا کوئی عمل قبول نہ ہو گا جب تک تم نے بلالؓ کو ناراض رکھا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد 10 صفحہ 356، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کی مثال تو شہد کی مکھی جیسی ہے جو میٹھے پھلوں اور کڑوی بوٹیوں سے بھی رَس چوستی ہے مگر جب شہد بنتا ہے تو سارے کا سارا شیریں ہو جاتا ہے۔ سب میٹھا ہو جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد کتاب المناقب باب فضل بلال المؤذن جلد 09 صفحہ 364 حدیث 15639، دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت بلالؓ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِیْ وَاعْذُرْنِیْ بِعِلَّاتِیْ۔ اے اللہ! تو میری خطاؤں سے درگذر فرما اور میری کوتاہیوں کے بارے میں مجھے معذور سمجھ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی باب بلال بن رباح جلد 01 صفحہ 337 حدیث 1009، دار احیاء التراث العربی 2002ء)

حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے بلالؓ! غریبی میں مرنا اور امیری میں نہ مرنا۔ مَیں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ یہ کس طرح ہو کہ میں غریبی میں مروں اور امیری میں نہ مروں۔ اس کی سمجھ نہیں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رزق تمہیں عطا کیا جائے اسے سنبھال کر نہ رکھنا اور جو چیز تم سے مانگی جائے اس سے منع نہ کرنا۔ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اگر مَیں ایسا نہ کر سکا تو کیا ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہی کرنا ہو گا ورنہ آگ ٹھکانہ ہو گی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی باب بِلَالُ بْنُ رَبَاح جلد 01 صفحہ 341 حدیث 1021، دار احیاء التراث العربی 2002ء)

یعنی کسی سائل کو دھتکارنا نہیں اور یہ نہیں کہ صرف جوڑتے رہو اور خرچ نہ کرو۔ خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت بلالؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بیس ہجری میں دمشق شام میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات حلب میں ہوئی۔ اس وقت حضرت بلالؓ کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت بلالؓ کی وفات اٹھارہ ہجری میں ہوئی۔ آپؓ کی تدفین دمشق کے قبرستان میں باب الصغیر کے پاس ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 180 "بلال بن رباح"، دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)

(تاریخ الدمشق لابن عساکر جلد 10 صفحہ 335 ذکر من اسمہ بلال بن رباح دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ حضرت بلالؓ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس حوالے میں سے بعض باتیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں لیکن بات کا جو تسلسل ہے اس کی وجہ سے شاید یہاں دوبارہ

شروع کی ایک دو باتیں آ جائیں۔

حضرت بلالؓ حبشی تھے عربی زبان نہیں جانتے تھے اور عربی بولتے ہوئے وہ بہت سی غلطیاں کر جاتے تھے مثلاً حبشہ کے لوگ شین کو سین کہتے تھے۔ چنانچہ بلال جب اذان دیتے ہوئے اَشْھَدُ کو اَسْھَدُ کہتے تو عرب لوگ ہنستے تھے کیونکہ ان کے اندر قومی برتری کا خیال پایا جاتا تھا حالانکہ دوسری زبانوں کے بعض الفاظ خود عرب بھی نہیں ادا کر سکتے۔ مثلاً وہ روٹی کو، عرب جو ہیں روٹی کو روٹی نہیں کہہ سکتے، روتی کہیں گے۔ ت بولیں گے ٹ کی بجائے اور چُوری کو جُوری کہیں گے چ نہیں بول سکتے ج بولیں گے۔ فرمایا کہ جس طرح غیر عرب عربی کے بعض الفاظ ادا نہیں کر سکتے اسی طرح عرب بھی غیر زبانوں کے بعض الفاظ نہیں ادا کر سکتے لیکن ان میں قومی برتری کا جو نشہ ہے تو وہ یہ بات سوچتے نہیں کہ ہم بھی تو دوسری زبانوں کے بعض الفاظ نہیں استعمال کر سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کے اَسْھَدُ پر دوسرے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو حالانکہ جب وہ اذان دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر خوش ہوتا ہے اور تمہارے اَشْھَدُ سے اس کا اَسْھَدُ کہنا خدا تعالیٰ کو زیادہ پیارا لگتا ہے۔ بلال حبشی تھے اور حبشی اس زمانے میں غلام بنائے جاتے تھے بلکہ گذشتہ صدیوں میں بھی، قریب کی صدیوں میں بھی غلام بنائے گئے بلکہ آج تک بنائے جا رہے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے نزدیک کوئی غیر قوم مقہور و ذلیل ہوتی ہے۔ آپؐ کے نزدیک سب قومیں یکساں طور پر خدا تعالیٰ کی مخلوق تھیں۔ آپؐ کو یونانیوں اور حبشیوں سے بھی ویسا ہی پیار تھا جیسے عربوں سے۔ کوئی فرق نہیں تھا۔ عرب بھی ویسے تھے، اسی طرح پیارے تھے۔ آپؐ کو افریقی بھی اسی طرح پیارے تھے جیسے عرب پیارے تھے، جیسے یونانی پیارے تھے۔ یہی محبت تھی جس نے ان غیر قوموں کے دلوں میں آپؐ کا وہ عشق پیدا کر دیا تھا جس کو عرب کے بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ آپؐ کی اسی محبت کی وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عشق پیدا ہو گیا تھا جس کی ان لوگوں کو جن کو فراست نہیں تھی، جن کو اس محبت کا ادراک نہیں تھا، جن کو وفا اور محبت کے اسرار و رموز کا پتہ نہیں تھا ان کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کس طرح ہو رہا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے پھر عرب قوم میں پیدا ہوئے اور عربوں سے بھی قریش کے قبیلہ میں پیدا ہوئے جو دوسری عرب قوموں کو بھی حقیر اور ذلیل سمجھتا تھا۔ سب سے اچھا قبیلہ آپؐ کا تھا۔ آپؐ کو حبشیوں سے کیا جوڑ تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قوم یا قبیلے کو محبت ہونی چاہئے تھی تو بنو ہاشم کو ہونی چاہئے تھی۔ آپؐ سے کسی کو محبت ہونی چاہئے تھی تو قریش کو ہونی چاہئے تھی یا پھر عرب کے لوگوں کو ہونی چاہئے تھی کہ وہ آپؐ کے ہم قوم تھے اس لیے ان لوگوں کو بھی آپؐ سے محبت ہونی چاہئے تھی۔ غیر قوموں کے دلوں میں جن کی حکومتوں کو آپؐ کے لشکروں نے پامال کر دیا تھا جن کی قومی سرداری کو اسلامی سلطنت نے تباہ کر کے رکھ دیا تھا محبت ہو ہی کیسے سکتی تھی۔ غیر قوموں سے جنگیں ہوئیں، ان کو شکست ہوئی اور ان کی حکومتیں ختم ہو گئیں لیکن اس کے باوجود ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک محبت پیدا ہو گئی۔ وہ کس طرح پیدا ہو سکتی تھی؟

انہیں تو آپ سے دشمنی ہونی چاہئے تھی۔ لیکن واقعات کیا ہیں۔ اس کے لیے ہم پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کی اس محبت کا جائزہ لیتے ہیں جو اسے اپنے آقا کے ساتھ تھی۔ جب آپ پکڑے گئے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام جب پکڑے گئے اور آپ کے خاص حواری پطرس کو جسے آپ نے اپنے بعد خلیفہ بھی مقرر کیا تھا، پولیس نے کہا کہ تم اس کے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ ہو۔ پولیس کو شک گزرا کہ تم اس کے پیچھے آ رہے ہو۔ تم بھی اس کے ساتھ ہو تو ڈر گیا۔ اس نے فوراً کہا کہ میں اس کا مرید نہیں ہوں۔ میں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ نہ صرف انکار کر دیا بلکہ لعنت بھی بھیج دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ علیہ السلام کے حواری آپؑ سے محبت ضرور کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے جو حواری تھے وہ تھے ایسے اور آپؑ سے محبت بھی کرتے تھے۔ بعد میں پطرس بھی روما میں صلیب پر لٹکایا گیا اور اس نے بڑی دلیری کے ساتھ موت کو قبول کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت اور اطاعت سے انکار نہیں کیا لیکن جب حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا تو اس وقت اس کا ایمان پختہ نہیں تھا۔ اس وقت وہ دو چار تھپڑوں سے ڈر گیا مگر بعد میں اس نے صلیب کو بھی نہایت خوشی سے قبول کیا۔ بہر حال یہ ایک نظارہ تھا اس محبت کا جو مسیح علیہ السلام سے آپؑ کی قوم کو تھی۔

اب آپؑ کی قوم کے مقابلے میں ہم ان غلاموں کو دیکھتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ بلالؓ جو حبشی غلام تھے اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت تھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا بلالؓ پر کیا اثر تھا۔ بعض لوگوں کو ظاہری طور پر اپنے محبوب سے گہری محبت ہوتی ہے لیکن حقیقتاً ان کی محبت ایک دائرے کے اندر محدود ہوتی ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ سے، جس کے حبشی غلام ہونے کی وجہ سے قریش ہی نہیں بلکہ سارے عرب نفرت کا اظہار کرتے تھے، جس محبت کا اظہار کیا آیا وہ ایک عام رواداری کی روح کی وجہ سے تھا۔ یہ رواداری تھی کہ محبت کرنی ہے، اس کا دل رکھنا ہے یہ اس لیے تھا یا حقیقی محبت کا مظاہرہ تھا۔ دکھاوے کی محبت تھی یا حقیقی محبت تھی۔ اس کا جائزہ بلالؓ ہی لے سکتے ہیں ہم نہیں لے سکتے۔ اگر جائزہ لینا ہے تو پھر حضرت بلالؓ کے پاس جانا پڑے گا کیونکہ وہی صحیح جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس واقعہ پر تیرہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہم اس کا جائزہ کیا لے سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ بلالؓ نے آپؐ کی محبت کے اظہار کو کیا سمجھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالؓ سے جو حقیقی محبت تھی انہوں نے اسے کیا سمجھا؟ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ میں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ ہم سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال نہیں کہ اس سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال بھی نہیں کہ خود صحابہ نے کیا سمجھا۔ ان باتوں کو چھوڑو کہ دوسروں نے کیا سمجھا بلکہ سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں نے، صحابہ نے بھی کیا سمجھا بلکہ دیکھنا ہم نے یہ ہے کہ بلالؓ نے کیا سمجھا اور اس کو دیکھنے کے لیے ایک چھوٹا سا یہ فقرہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تم اَسْھَدُ کہنے پر ہنستے ہو۔ آپؐ نے لوگوں کو کہا حالانکہ اس کی اذان سن کر خدا تعالیٰ بھی عرش پر خوش ہوتا ہے۔ وہ تمہارے اَشْھَدُ سے اس کے اَسْھَدُ کی زیادہ قدر کرتا ہے۔ یہ صرف دلجوئی اور دفع الوقتی کے لیے تھا یا گہری محبت کی بنا پر تھا یا وقتی طور پر اس بات کو

ٹالنے کے لیے آپؐ نے کوئی بات کی تھی یا یہ گہری محبت کی بنا پر بات کی تھی۔ یہی چھوٹا سا فقرہ جو آپؐ نے کہا تھا کہ اَشْھَدُ سے زیادہ اللہ کو اَسْھَدُ پسند ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس فقرے سے بلالؓ نے کیا سمجھا۔ بلالؓ نے اس فقرے سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپؐ کے دل میں خواہ میں غیر قوم کا ہوں اور ایسی قوم کا ہوں جو انسانیت کے دائرے سے باہر سمجھی جاتی ہے اور غلام بنائی جاتی ہے محبت اور عشق ہے۔ بلالؓ نے یہ سمجھا کہ غیر قوم کا ہونے کے باوجود اور ایسی قوم کا ہونے کے باوجود جس کو غلام بنایا جاتا ہے مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی اور عشق کیا۔

ہم اس واقعہ سے کچھ عرصہ پیچھے جاتے ہیں یہی شخص جو کہتا ہے کہ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ میری موت بھی اللہ کے لیے ہے جو رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے، فوت ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ نئی حکومتیں بن جاتی ہیں۔ نئے افراد آ جاتے ہیں اور نئے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ زمانہ گزر گیا۔ نئی حکومتیں بھی آ گئیں۔ بہت ساری تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ بعض صحابہ عرب سے سینکڑوں میل باہر نکل جاتے ہیں، انہی صحابہ میں بلالؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سب تبدیلیاں جو آئیں تو وہ شام چلے جاتے ہیں اور دمشق جا پہنچتے ہیں۔ ایک دن کچھ لوگ اکٹھے ہوئے۔ حضرت بلالؓ دمشق میں تھے۔ وہاں لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بلالؓ اذان دیا کرتا تھا ہم چاہتے ہیں کہ بلالؓ پھر اذان دے۔ انہوں نے بلالؓ سے کہا۔ حضرت بلالؓ نے انکار کر دیا کہ نہیں مَیں اب اذان نہیں دے سکتا۔ بلالؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مَیں اذان نہیں دوں گا کیونکہ جب بھی میں اذان دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک میرے سامنے آ جاتا ہے، میری جذباتی کیفیت ہو جاتی ہے اس لیے میں اذان نہیں دے سکتا۔ میری برداشت سے یہ بات باہر ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی ان دنوں دمشق میں آئے ہوئے تھے اتفاق سے ان کا بھی دورہ تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپؓ بلالؓ سے کہیے کہ اذان دے۔ ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ہمارے کان ترس رہے ہیں کہ ہم بلالؓ کی اذان سنیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ ہمارے تصورات میں حضرت بلالؓ کی اذانیں آتی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ حقیقت میں بھی ایک دفعہ بلالؓ کی اذان سنیں اور وہ زمانہ ہمارے سامنے ذرا اچھی طرح گھوم جائے۔ ہم میں وہ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں دیکھا صرف باتیں سنی ہیں۔ ایسے لوگ بھی وہاں موجود تھے ان کے دل خواہش رکھتے ہیں کہ اس شخص کی اذان سن لیں جس کی اذان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنا کرتے تھے اور آپؐ کو پسند بھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بلالؓ کو بلایا اور فرمایا لوگوں کی خواہش ہے کہ آپؓ اذان دیں۔ آپؓ نے فرمایا آپؓ خلیفہ وقت ہیں آپ کی خواہش ہے تو میں اذان دے دیتا ہوں لیکن یہ بتا دوں مَیں کہ میرا دل برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت بلالؓ کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے اسی رنگ میں اذان دیتے ہیں جس رنگ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو یاد کر کے آپ کے صحابہ جو عرب کے باشندے تھے یہ اذان سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو

جاتے ہیں اور بعض کی چیخیں بھی نکل گئیں۔ حضرت بلالؓ اذان دیتے چلے جاتے ہیں اور سننے والوں کے دلوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو یاد کر کے رقت طاری ہو جاتی ہے لیکن حضرت بلالؓ جو حبشی تھے، جن سے عربوں نے خدمتیں لیں، جنہیں عربوں سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا اور نہ بھائی چارے کا تعلق تھا ہم نے دیکھنا ہے کہ خود ان کے دل پر کیا اثر ہوا۔ یہ تو اثر ہونا ان عربوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے تھے، ان کو زمانہ یاد آ گیا۔ جو اس زمانے کے عرب نہیں تھے ان کو بھی وہ باتیں یاد آ گئیں، رقت طاری ہو گئی یا ایک دوسرے کو دیکھ کے رقت طاری ہوئی لیکن حضرت بلالؓ تو جو عرب بھی نہیں تھے غلام بھی تھے ان کو اس اذان کا کیا اثر ہوا۔ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ جب اذان ختم کرتے ہیں تو بیہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ اثر ہوتا ہے اور چند منٹ بعد فوت ہو جاتے ہیں۔ یہ گواہی تھی غیر قوموں کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعویٰ پر کہ میرے نزدیک عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ محبت اور یہ عشق سب سے بڑی گواہی ہے جو غیر عرب قوموں نے آپؐ کے لیے دکھایا۔ یہ ہے وہ سچی گواہی، عملی گواہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں تو یہ ہے اس کا اظہار۔ یہ گواہی تھی غیر قوموں کی جنہوں نے آپؐ کی محبت بھری آواز کو سنا اور اس کا اثر جو انہوں نے دیکھا اس نے اسے یقین کروا دیا کہ ان کی اپنی قوم ان سے وہ محبت نہیں کر سکتی جو محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کرتے تھے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 30 صفحہ 263 تا 267 خطبہ جمعہ فرمودہ 26/ اگست 1949ء)

یہ تھے ہمارے سیدنا بلالؓ جنہوں نے اپنے آقا و مطاعؐ سے عشق و وفا کے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے دل میں بٹھانے اور پھر اس کے عملی اظہار کے وہ نمونے قائم کیے جو ہمارے لیے اسوہ ہیں، ہمارے لیے پاک نمونہ ہیں۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اپنے اس غلام سے محبت و شفقت کی وہ داستانیں ہیں جن کی نظیر ہمیں دنیا میں کہیں اَور نظر نہیں آ سکتی اور یہی وہ چیز ہے جو آج بھی محبت اور پیار کی فضاؤں کو پیدا کر سکتی ہے، بھائی چارے کو پیدا کر سکتی ہے اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکتی ہے۔ پس آج بھی ہماری نجات اسی میں ہے کہ توحید کے قیام اور عشقِ رسولِ عربیؐ کے ان نمونوں پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ حضرت بلالؓ کا ذکر آج یہاں ختم ہوتا ہے۔

اس وقت مَیں چند وفات یافتگان کا بھی ذکر کروں گا۔ ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ان میں سے پہلا ذکر مولانا طالب یعقوب صاحب ابن محترم طیب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ اینڈ ٹوباگو کا ہے۔ ان کی 8 ستمبر کو تریسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

بچپن سے ہی ان کی طبیعت مذہب کی طرف مائل تھی۔ یہ ٹرینی ڈاڈ کے رہنے والے تھے۔ چھوٹی عمر سے ہی پنجگانہ نماز، تلاوتِ قرآن اور اسلامی کتب کے مطالعہ کے شوقین تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ان کو برٹش انشورنس میں ملازمت مل گئی لیکن اولیول کرنے کے بعد تیرہ جنوری 1979ء کو آپ نے زندگی وقف کی اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے 1989ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1987ء میں آپ کی شادی مکرمہ

ساجدہ شاہین صاحبہ بنت مرزا منور احمد صاحب درویش اور سابق نائب ناظر اعلیٰ قادیان سے ہوئی۔ ان کی اہلیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت بھائی مرزا برکت علی صاحبؓ کی پوتی ہیں۔ جامعہ سے فراغت کے بعد ان کی پہلی تقرری زائر (افریقہ) میں ہوئی۔ وہاں 1989ء سے 1992ء تک تقریباً تین سال خدمت کی توفیق پائی۔ پھر گیانا جماعت میں 1993ء سے 1997ء تک مشنری کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ پھر وہاں سے آپ کا تقرر گھانا کی دو مختلف جگہوں کوفوارِیڈوا (Koforidua) اور کماسی ریجن میں ہوا۔ 1997ء سے 2004ء تک وہاں خدمت کی توفیق پائی۔ یہاں آپ شدید بیمار ہو گئے اور صحت یاب ہونے پر آپ کا تقرر ٹرینی ڈاڈ میں ہوا جہاں آپ فری پورٹ کی جماعت میں آخر دم تک خدمت بجالاتے رہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں نہایت اخلاص کے ساتھ خدمت کرنے کے علاوہ اپنے علم اور تجربے سے اسلامی تعلیم لوگوں میں بانٹتے رہے۔ جہاں بھی گئے جماعت کے ہر فرد کے ساتھ آپ کا ذاتی رابطہ ہوتا تھا۔ جماعتی افراد ان سے خاص محبت کا تعلق رکھتے تھے اور یہ ان سے محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ گذشتہ کئی سال سے ان کو گردے کی تکلیف تھی۔ ڈائیلیسز (dialysis) کی وجہ سے ہفتے میں تین مرتبہ ٹریٹمنٹ (treatment) کے لیے ہسپتال جانا پڑتا تھا لیکن آپ نے جماعتی پروگراموں میں کوئی روک نہیں آنے دی۔ نہایت متقی تھے، عاجز تھے، منکسر المزاج تھے، نرم خو تھے، صابر تھے، اطاعت گزار تھے، حلیم طبع شخصیت کے مالک تھے، ہر ایک کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے ملتے۔ نمازوں کے علاوہ باقاعدگی سے نماز تہجد، قرآن کریم کی تلاوت، رات سونے سے پہلے آٹھ رکعت نفل پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ جماعتی روایات کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ اپنی فیملی کو بھی ان سب نیکیوں کی تلقین کرتے تھے۔ اپنے خاندان میں بہت ہردلعزیز تھے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا ناصر یعقوب اور دو بیٹیاں امینہ یعقوب اور عدیلہ یعقوب شامل ہیں۔ آپ کے دو بھائی بھی ہیں۔ تین بہنیں ہیں۔ کچھ بھائی بہنیں وہاں ٹرینی ڈاڈ میں ہیں کچھ آسٹریلیا میں ہیں۔

ان کی ایک بھابھی ہیلن یعقوب ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ مَیں نے تیس سال قبل بیعت کی تھی اور مولانا صاحب ٹرینی ڈاڈ تشریف لائے تو مجھے ہر وقت بڑے پیار سے دین کی نئی نئی باتیں سکھاتے اور اس کی وجہ سے میرا دین سیکھنے کا جذبہ زیادہ پیدا ہوا۔ اس پہ بہت خوش ہوتے تھے اور طالب یعقوب صاحب کے اس رویہ کی وجہ ہی ہے میرے بیٹے طیب یعقوب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مربی بننے کی نیت کی ہے اور اب جامعہ احمدیہ کینیڈا کے دوسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ پھر وہاں ایک احمدی ڈاکٹر تھیں جب یہ بیمار تھے۔ وہ کہتی ہیں کہ بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور ہر ڈاکٹر اور نرس جنہوں نے ان کا علاج کیا وہ ان کے اخلاق سے بڑا متاثر تھا۔

مریض تھے اور کہیں بیٹھے ہوتے اگر ہسپتال میں کم جگہ ہے اور کوئی آ گیا ہے تو خود کھڑے ہو جاتے اور دوسروں کو جگہ دیتے۔ مریضوں کے لیے بھی، ڈاکٹروں کے لیے بھی ایک نمونہ تھے۔ لوگوں کے لیے بھی ایک نمونہ تھے۔ مشنری انچارج صاحب ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو لکھتے ہیں کہ حقیقی رنگ میں ایک مربی اور مبلغ کی خصوصیات اور خصائل کو اپنائے ہوئے تھے۔ خلافت کی اطاعت میں آپ ہمیشہ آگے آگے رہتے تھے۔ اپنے نگرانوں کی ہر بات

مانتے اور جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا اسے بھرپور طور پر سرانجام دینے کی پوری کوشش کرتے۔ آپ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نماز تہجد کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔

قاصد وڑائچ صاحب وہاں ٹرینی ڈاڈ کے مربی سلسلہ ہیں۔ یہ کہتے ہیں میری پوسٹنگ ٹرینی ڈاڈ ہوئی تو اس وقت مولانا صاحب کی صحت کمزور تھی اور عمر بھی بڑی تھی۔ یہ نوجوان ہیں ابھی دو تین سال پہلے کینیڈا جامعہ سے فارغ ہو کے گئے ہیں۔ تو کہتے ہیں کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ مولانا صاحب پچاس منٹ کا سفر طے کر کے اپنی اہلیہ اور بیٹے کے ساتھ مجھے ملنے کے لیے تشریف لائے اور بڑی شفقت کا سلوک فرمایا اور پھر ہر دوسرے دن، تیسرے دن میسج (message) کر کے یا کال کر کے حال معلوم کر لیا کرتے کہ نئے نئے آئے ہو تمہاری ضروریات بھی ہوں گی۔ اور پھر نصیحتیں بھی کرتے ہوں گے، سمجھاتے بھی ہوں گے۔ ہر بڑے چھوٹے سے پیار اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ہمیشہ خلافت سے تعلق رکھنے کی تلقین کرتے اور خلیفہ وقت کے لیے دعا کرنے کی تلقین کرتے۔ ان کی بیٹی نے بھی لکھا ہے کہ مجھے ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ امتحانوں سے پہلے بھی اور ہمیشہ ہر کام کے لیے خلیفہ وقت کو لکھو، دعا کے لیے کہو۔ وہاں ایک احمدی منیر ابراہیم ہیں کہتے ہیں کہ جب ہم تبلیغ کے لیے کسی جگہ جاتے تو مولانا ہمیشہ حاضر ہوتے تھے اور پھر تبلیغ کے لیے علاقے بانٹ لیتے تھے۔ کسی کو کہتے تھے کہ تم شمال میں جاؤ مَیں جنوب میں جاتا ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں میں احمدیت کا پیغام پہنچے۔ اور ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے اَور نوجوان مربیان بھی ہیں اور دوسرے لوگ بھی، انہوں نے بھی یہی بتایا ہے کہ جماعت کی ترقی کے لیے اور تبلیغ کے لیے چھوٹا سا کام بھی کوئی کرتا تو بہت خوش ہوتے اور اس کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے۔ اور یہ تو ہر ایک نے لکھا ہے کہ ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ صلح جُو تھے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی اگر دوستوں میں کوئی ناراضگی ہو جاتی تو ہمیشہ صلح کرواتے اور یہ کہتے کہ احمدی ہیں اور کسی بھائی کے لیے دل میں رنجش نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے بھی ہمیشہ انہیں مسکراتے دیکھا ہے۔ خلافت سے بھی بے انتہا وفا کا تعلق تھا اور جیسا کہ میں نے بتایا ان کے بچے بھی یہی بتاتے ہیں کہ ہمیں بھی یہی کہتے تھے خلافت سے تعلق رکھو اور خط لکھتے رہا کرو۔

ایک نومبائع ناریش صاحب کہتے ہیں کہ مَیں مختلف غیر احمدی مسجدوں میں جا کر حقیقی اسلام کی تلاش کیا کرتا تھا۔ جب میں مولانا طالب سے ملا تو اسی وقت دلیلیں سننے سے پہلے میرے ذہن پر ایک بہت اچھا اثر پڑنا شروع ہو گیا اور اسی وجہ سے پھر انہوں نے بیعت بھی کر لی۔ بہرحال طالب یعقوب صاحب نے وقف کو بھی کامل شرح صدر کے ساتھ نبھایا اور کبھی کوئی عذر نہیں کیا۔

یہی کہتے تھے کہ خلیفہ وقت جہاں بھی لگائیں کام کرنا ہے اور اگر مجھے کہیں گے کہ پاکستان میں رہو، پاکستان میں کہیں پوسٹنگ ہوتی ہے تو پھر اپنے ملک واپس نہیں جانا تو اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ اور پھر عملی طور پر اس تیاری کے لیے پاکستان کے عرصے میں یہ پنجابی بھی سیکھنے کی کوشش کرتے رہے کہ اگر یہاں لگا دیا تو پنجابی لوگوں سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے تو پنجابی سیکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات

بلند کرے۔ ان کے بیوی بچوں کی حفاظت فرمائے اور ان کو یہ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم انجنیئر افتخار علی قریشی صاحب کا ہے جو سابق وکیل المال ثالث بھی تھے اور نائب صدر مجلس تحریک جدید بھی تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی لمبی عمر عطا فرمائی۔ 3/ جون کو یہ 99 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔

افتخار علی صاحب کے والد کا نام ممتاز علی قریشی صاحب تھا۔ یہ پیشے کے لحاظ سے ویٹرنری ڈاکٹر تھے۔ افتخار علی صاحب میرٹھ انڈیا میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی سیکنڈری اور ہائر ایجوکیشن میرٹھ میں ہی حاصل کی۔ پھر تھامسن انجنیئرنگ کالج رُوڑکی جو اَب یونیورسٹی بن گئی ہے اس میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے 1944ء میں سول انجنیئرنگ میں گریجوایشن مکمل کی۔ دورِ طالب علمی میں ہی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ آپ کے والد اس وقت احمدی نہیں تھے تاہم افتخار قریشی صاحب نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کر کے تحقیق کے بعد قبول احمدیت کا شرف حاصل کیا۔ آپ تک احمدیت کا پیغام آپ کے پھوپھا مختار قریشی صاحب کے ذریعے اور ان کے پھوپھا کے والد جو منشی فیاض علی صاحب تھے ان کے ذریعے سے پہنچا۔ افتخار قریشی صاحب تعلیم کے سلسلہ میں زیادہ تر اپنے تایا تراب علی صاحب کے پاس رہتے تھے۔ تراب علی صاحب ابھی احمدی نہیں تھے لیکن افتخار علی صاحب کے پھوپھا مختار قریشی صاحب اپنے والد کے ساتھ اکثر قصبہ سرابہ میرٹھ میں افتخار علی صاحب کے تایا کے پاس آتے رہتے تھے۔ قریشی افتخار علی صاحب کو ان بزرگوں کے ذریعے احمدیت کا لٹریچر مل جاتا تھا اور دہلی کی جماعت بھی چھوٹے چھوٹے پمفلٹس شائع کرتی رہتی تھی۔ یہ پمفلٹس بھی افتخار علی صاحب کو مطالعہ کے لیے مل جاتے۔ افتخار علی صاحب یہ تمام لٹریچر دورانِ سفر پڑھ لیتے اور پھر اپنے والد صاحب کو جا کر دے دیتے۔ افتخار صاحب نے جب تھامسن کالج میں داخلہ لیا تو آپ کے پھوپھا مختار قریشی صاحب نے انہیں باقاعدہ تفصیلی خطوط کے ذریعہ احمدیت کا پیغام دینا شروع کر دیا۔ افتخار علی صاحب بھی ان کا تفصیلی جواب دیتے۔ اس زمانے میں بھی آپ کو تہجد پڑھنے اور خوب دعائیں کرنے کا موقع ملا لیکن دل میں بے چینی اور گھبراہٹ تھی۔ اس کیفیت کا اظہار انہوں نے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے کیا اور کچھ سوال پوچھے۔ حضور نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ کے سوال مختصر ہیں مگر جامع ہیں۔ ان کا جواب خط کی شکل میں دینا مشکل ہے۔ آپ میری فلاں کتاب کا مطالعہ کر لیں۔ افتخار علی صاحب نے یہ کتاب اپنے پھوپھا مختار صاحب سے حاصل کی۔ مطالعہ شروع کیا اور جوں جوں آپ کتاب پڑھتے گئے آپ کو سوالوں کے جواب ملتے گئے۔ چنانچہ نومبر 1941ء میں آپ نے بذریعہ خط تحریری بیعت کر لی۔ 1942ء میں قادیان جلسے پر تشریف لائے اور قادیان کے ماحول کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقاریر کو بھی آپ نے بڑے غور سے سنا اور پھر وہاں بیعت کی اور اس طرح پھر ان کو دستی بیعت کی بھی توفیق ملی۔ ہر سال جلسہ سالانہ قادیان پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کا موقع بھی ملتا۔ جو سوال ان کے ذہن میں ہوتے ان کو حضور کی خدمت میں رکھتے، جواب حاصل کرتے۔ ایمان اور ایقان سے جھولیاں بھر کے واپس لوٹتے۔

آپ نے انڈیا میں ہی گورنمنٹ سروس شروع کر دی تھی۔ قیام پاکستان تک آپ وہاں کام کرتے رہے۔ 1951ء میں ہجرت کی۔ پھر پاکستان میں محکمہ آبپاشی اور توانائی میں ملازمت کی۔ گورنمنٹ سروس کے دوران کئی شہروں میں ٹرانسفر ہوئے۔ بڑی دیانتداری سے انہوں نے کام کیا۔ جونیئر انجنیئر سے ترقی کرتے ہوئے آپ چیف انجنیئر بن گئے بلکہ ایک موقع پر کچھ عرصہ آپ کو گورنمنٹ پنجاب کا سیکرٹری آبپاشی اور توانائی کا بھی بنایا گیا۔ آپ نے سیکرٹری تک ترقی کی۔ بہت باعزت اور قابل عہدوں پر اپنے وطن پاکستان کی خدمت کرنے کی آپ کو توفیق ملی۔ 1983ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے وقف بھی کیا لیکن اس سے پہلے 1980ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دورہ سپین مکمل فرمانے پر واپس ربوہ تشریف لا کر انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹکٹس اینڈ انجنیئرز (IAAAE) کا قیام کیا تو افتخار علی قریشی صاحب کو اس کا پہلا چیئرمین مقرر فرمایا۔ اس وقت یہ چیف انجنیئر کے عہدے پر تھے۔ پھر بعد میں ریٹائر ہو گئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اپنی زندگی وقف کرنے کے لیے پیش کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وقف قبول فرمایا اور 1983ء میں ان کو وکیل المال ثالث تحریک جدید کی ذمہ داری عطا ہوئی۔ اور 1980ء میں جب مقرر کیا تھا تو پہلے نامزدگی تھی۔ پھر باقاعدہ آپ منتخب ہوتے رہے اور اس کے بعد تقریباً پچیس سال تک مسلسل آپ اس ایسوسی ایشن کے صدر، مرکزی چیئرمین رہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں بھی ان کو کافی کام کی توفیق ملی۔ بیوت الحمد کوارٹرز کی تعمیر، جماعتی بلڈنگز ربوہ میں بنانے کا موقع ملا۔ ادارہ تعمیرات کے نگران بھی آپ تھے۔ پھر جو مختلف پراجیکٹس فضل عمر ہسپتال، جامعہ احمدیہ، خلافت لائبریری وغیرہ ان کے (IAAAE) کے چیئرمین بنائے گئے اسی طرح ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ 2007ء میں ان کو مَیں نے نائب صدر مجلس تحریک جدید مقرر کیا۔ بڑی ایمانداری، لگن اور محنت سے خدمت کرنے والے تھے۔ چار خلفاء کا زمانہ انہوں نے دیکھا اور ہمیشہ ہر جگہ یہ اطاعت اور محبت کرنے والے پائے گئے۔ خاموش طبع تھے۔ ہمیشہ کام سے کام رکھتے تھے۔ بطور واقف زندگی بھی ان کو سینتیس سال خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے بے نفس ہو کے کام کرنے والے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور تین بیٹیاں انہیں عطا فرمائیں۔ ایک بیٹا آرکیٹکٹ ہے اور ایک بیٹی لیڈی ڈاکٹر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ رضیہ سلطانہ صاحبہ کا ہے جو حکیم مولوی خورشید احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 81 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ مرحومہ شیخ اللہ بخش صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ جوانی کی عمر سے ہی نماز روزے کی سختی سے پابند تھیں۔ ساری زندگی سادگی اور عاجزی سے گزاری۔ بہت مہمان نواز تھیں۔ آپ کے میاں محترم حکیم مولوی خورشید احمد صاحب صدر عمومی کی حیثیت سے خدمت بجا لا رہے تھے۔ اس دوران آپ کے گھر اجلاسات، میٹنگز وغیرہ ہوتی تھیں تو ان لوگوں کی مہمان نوازی کیا کرتی تھیں۔ مکرم مولوی صاحب کو 1984ء میں اڑھائی سال تک اسیر راہِ مولیٰ رہنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ وقت بھی آپ نے اپنے خاوند کے پیچھے انتہائی صبر اور ہمت سے گزارا اور نہ صرف یہ بلکہ روزانہ

کئی افراد کا کھانا تیار کر کے جیل بھجوایا کرتی تھیں اور بڑی خاموشی سے نیکی کے کام کیا کرتی تھیں۔ کئی غریب بچیوں کی شادیاں کیں۔ کئی غریب بچیوں کی پرورش کی۔ اپنے پرائے سب اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ بہت پیار کرنے والی شخصیت تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ان کی ایک بیٹی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم محمد طاہر احمد صاحب ابن محمد منصور احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان کا ہے۔ یہ 28؍ مئی کو بعارضہ جگر کینسر ستاون سال کی عمر میں نور ہسپتال قادیان میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

مرحوم حیدرآباد کے رہنے والے تھے۔ جامعہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ستمبر 1989ء سے تادمِ آخر مئی 2020ء اکتیس سال تک مختلف اداروں میں خدمت بجالاتے رہے۔ تمام عرصہ شعبہ مال میں خدمت کا موقع ملتا رہا۔ بیت المال آمد میں سات سال، نظامت مال وقف جدید میں نو سال انسپکٹر بیت المال اور پھر نائب ناظم مال وقف جدید تین سال، ناظم مال وقف جدید آٹھ سال اور نائب ناظر بیت المال دو سال خدمت کی توفیق ملی۔ نہایت مخلص، سادہ مزاج، ملنسار، ہمدردی کا جذبہ رکھنے والے خادم سلسلہ تھے۔

ہندوستان کے طول و عرض میں دورے کیے اور مالی نظام سے لوگوں کو آگاہی دی اور ان کو شامل کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دوروں کی وجہ سے، ان کی کوششوں کی وجہ سے وقف جدید کے مالی بجٹ میں بھی بہت اضافہ ہوا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ضعیف والدین کے علاوہ اہلیہ اور دو بیٹے شامل ہیں۔ مرحوم مولانا محمد کریم شاہد صاحب صدر قضاء بورڈ قادیان کے بڑے داماد تھے اور انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ ان کے ایک بھائی قادیان میں مربی سلسلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بچوں کی حفاظت فرمائے۔

اگلا جنازہ عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد انٹرنیشنل جامعہ گھانا کا ہے۔ عقیل احمد پاکستان گیا ہوا تھا جہاں اسے yolk sac tumor تشخیص ہوا اور مختصر علالت کے بعد تیرہ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

بچپن سے ہی باجماعت نماز کا پابند، اپنے سے چھوٹے بچوں کا خیال رکھنے والا بہت نیک اور فرمانبردار بچہ تھا۔ مدرسۃ الحفظ گھانا سے چھ پارے حفظ کرنے کی بھی توفیق پائی۔ ان کے پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بہنیں عزیزہ عدیلہ اور عزیزہ شکیلہ شامل ہیں۔ دونوں بچیاں واقفہ نو ہیں۔ ان کے والد مرزا خلیل بیگ انٹرنیشنل جامعہ احمدیہ گھانا میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

جامعہ کے ایک اَور استاد نصیر اللہ صاحب گھانا سے لکھتے ہیں کہ عقیل احمد بہت ہی پیاری اور ہر دلعزیز شخصیت کا مالک تھا۔ اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ بہت ہی معصوم اور فرمانبردار بچہ تھا۔ نماز باجماعت کا عادی اور قرآن کریم سے بے انتہا لگاؤ تھا۔ اپنی روٹین کی پڑھائی کے علاوہ گذشتہ سالوں سے قرآن کریم بھی حفظ کر رہا تھا اور روزانہ نماز مغرب کے بعد کھانا کھا کر مسجد چلا جاتا اور اپنا سبق دہراتا رہتا تھا اور سکول کا کام

کرنے کے بعد ہمیشہ قرآن شریف کا کچھ حصہ حفظ کر کے پھر سویا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ مَیں بڑا ہو کے مربی سلسلہ بن کر جماعت کی خدمت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بھی درجات بلند فرمائے۔ ماں باپ اور بہنوں کو صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کل یہاں جنازے حاضر تو آتے نہیں۔ بہت سارے لوگ جنازہ پڑھانے کی درخواست کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے جنازے نہ جمعے پر پڑھائے جاسکتے ہیں کیونکہ ان کے لیے وقت چاہیے۔ صرف نام ہی پڑھنے شروع ہوں تو کافی وقت لگ جاتا ہے اس لیے عمومی طور پر چند لوگوں کے تو مَیں جنازے پڑھا دیتا ہوں۔ باقیوں کی درخواستیں آجاتی ہیں لیکن ان کو مَیں اسی طرح بغیر نام بولے ہی بتا دوں کہ جو بھی جنازے یہاں پڑھاتا ہوں ان میں وہ شامل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور جن لوگوں نے درخواستیں دی ہوئی ہیں کہ جنازے پڑھائے جائیں، اللہ تعالیٰ ان کو، لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بہر حال جمعے کے بعد یہ تمام جنازہ غائب مَیں پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 اکتوبر 2020ء جلد 27 شمارہ 83 صفحہ 05 تا 10)

40

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ اکتوبر 2020ء بمطابق 02/ اخاء 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے ذکر میں جن صحابی کا ذکر ہو گا وہ ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ۔ حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ کا نام عامر بن عبداللہ تھا اور ان کے والد کا نام عبداللہ بن جَرَّاح تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اپنی کنیت کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں جبکہ آپؓ کے نسب کو آپؓ کے دادا جَرَّاح سے جوڑا جاتا ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام اُمَیْمَہ بنتِ غَنْم تھا اور آپؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بَنُو حَارِث بِنْ فِہْر سے تھا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء ثالث صفحه 475، عامر بن عبد الله، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، 2005ء)

حضرت ابوعُبَیْدہؓ کا یہ حلیہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا قد لمبا تھا، جسم نحیف تھا، دبلے پتلے تھے اور چہرے پر کم گوشت تھا۔ سامنے کے دو دانت غزوۂ احد کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار میں پھنسے ہوئے خَود کے حلقوں کو نکالتے ہوئے ٹوٹ گئے تھے۔ آپؓ کی داڑھی زیادہ گھنی نہ تھی اور آپؓ خضاب کا استعمال کیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 135، حضرت ابوعبیدہ بن الجَرَّاح، دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ نے متعدد شادیاں کی تھیں مگر ان میں صرف دو بیویوں سے اولاد ہوئی۔ آپؓ کے دو بیٹے تھے ایک کا نام یزید اور دوسرے کا نام عُمیر تھا۔ (ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 41)

حضرت ابوعبیدہؓ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی، جن کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه جلد ثالث صفحه 22، عامر بن عبد الله، دارالفکر بیروت، 2003ء)

حضرت ابوعبیدہؓ کا شمار قریش کے باوقار، بااخلاق اور باحیا لوگوں میں ہوتا تھا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء ثالث صفحه 477، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، 2005ء)

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ اس وقت مسلمان ابھی دارِ ارقم میں پناہ گزیں نہیں ہوئے تھے اس سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ کا اسلام لانے میں نواں نمبر ہے۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 798، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 124 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امّت کے امین ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب ابی عبیدہ بن الجَرّاحؓ، حدیث نمبر 3744)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کے مطابق نجران کے لوگ جبکہ صحیح مسلم کی ایک اَور روایت کے مطابق یمن کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کسی امین شخص کو بھیجیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں ضرور تمہارے ساتھ ایک ایسے امین شخص کو بھیجوں گا جو اس کا حق ادا کرنے والا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا هٰذَا أَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔ یہ اس امّت کا امین ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب ابی عبیدہ بن الجَرّاحؓ حدیث نمبر 3745)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی عبیدہ بن الجَرّاحؓ، حدیث نمبر 2419-2420)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ، اُسید بن حضیرؓ، ثابت بن قیس بن شَمّاسؓ، مُعاذ بن جَبَلؓ اور مُعاذ بن عَمْرو بن جَمُوحؓ کتنے اچھے انسان ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب معاذ بن جبل و زید بن ثابتؓ.....، حدیث نمبر 3795)

یعنی آپؐ نے ایک مرتبہ ان کی تعریف فرمائی۔ ایک مجلس میں ان کا ذکر ہوا ہو گا جس کی مثال حضرت ابوہریرہؓ بیان کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کسی کو جانشین بناتے تو کسے بناتے؟ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ کو۔ لوگوں نے پوچھا اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد کسے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت عمرؓ کو۔ لوگوں نے پوچھا حضرت عمرؓ کے بعد کسے؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ کو۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل ابی بکر الصدیقؓ حدیث نمبر 2385)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن شَقِیق نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ۔ اس نے پوچھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد کون؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت عمرؓ۔

اس نے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کے بعد کون؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت ابوعُبیدہ بن جَرّاحؓ۔ پھر اس نے پوچھا اس کے بعد کون؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عائشہؓ خاموش رہیں۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر الصدیقؓ، حدیث نمبر 3657)

'سیرت خاتم النبیینؐ' میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"حضرت عائشہؓ کی نظر میں ابوعبیدہؓ کی اتنی قدر و منزلت تھی کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ اگر حضرت عمرؓ کی

وفات پر ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو وہی خلیفہ ہوتے۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 123)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ اگر آج حضرت ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ نامزد کرتا اور اگر میرا رب مجھ سے اس بارے میں پوچھتا کہ تم نے اسے کیوں نامزد کیا ہے تو مَیں عرض کرتا کہ مَیں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابوعبیدہؓ اس امّت کا امین ہے۔ اس لیے اسے جانشین بنایا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 315، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2012ء)

جب حضرت ابوعبیدہؓ ایمان لائے تو ان کے والد نے ان کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ آپؓ ہجرت حبشہ میں بھی شریک تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ مدینہ ہجرت کر کے آئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انہیں دیکھ کر تمتما اٹھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر معانقہ کیا اور آپؓ نے حضرت کلثوم بن ھِدْمؓ کے گھر قیام کیا۔ امّ کلثوم نہیں بلکہ حضرت کلثوم بن ھِدْمؓ کے گھر قیام کیا۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب، جلد 2 صفحہ 11-12)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 313، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2012ء)

حضرت ابوعبیدہؓ کی مؤاخات کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کی مؤاخات حضرت ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالمؓ کے ساتھ فرمائی۔ بعض کے نزدیک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی مؤاخات حضرت محمد بن مسلمہؓ کے ساتھ قائم فرمائی اور بعض کے نزدیک آپؓ کی مؤاخات حضرت سعد بن معاذؓ کے ساتھ قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 313، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2012ء)

(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثالث صفحہ 476، عامر بن عبد اللہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2005ء)

حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ نے غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 313، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1990ء)

غزوۂ بدر کے وقت حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ کی عمر 41 سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 316، ابوعبیدہ بن جَرّاح، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 2012ء)

غزوۂ بدر کے روز حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ مسلمانوں کی طرف سے میدانِ جنگ میں آئے اور آپؓ کا باپ عبداللہ کفار کی طرف سے میدان میں آیا۔ باپ بیٹا آمنے سامنے ہوئے۔ باپ نے جنگ کے دوران بیٹے کو نشانہ بنانا چاہا مگر حضرت ابوعبیدہؓ طرح دیتے رہے، ایک طرف نکلتے رہے، بچتے رہے مگر باپ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ باپ کی کوشش تھی کہ آپ کو کسی طرح مار دے۔ آپؓ کو بھی موقع تھا، آپؓ بھی یہ کر سکتے تھے لیکن آپؓ یہی کوشش کرتے رہے کہ باپ سے بچتے رہیں۔ نہ اس کو ماریں اور خود بھی بچے رہیں۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ نے دیکھا کہ باپ پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا تو جذبہ توحید نسبی تعلق پر غالب آیا۔ پھر رشتہ داری کوئی چیز نہیں رہی۔ جب آپؓ نے دیکھا کہ

اب تو یہ پکا ارادہ کیے بیٹھا ہے کہ مجھے مارنا ہے اور صرف اس لیے مارنا ہے کہ مَیں توحید پر ایمان لے آیا ہوں اور لکھا ہے کہ جذبہ توحید نسبی تعلق پر غالب آیا اور جب یہ ہو گیا، جب دیکھا کہ پیچھا نہیں چھوڑ رہا تو پھر عبداللہ جو اُن کا باپ تھا اپنے ہی بیٹے حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ آخر اُس کو پھر مجبوراً اِن کو مارنا پڑا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 124 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

غزوۂ احد کے دن عبداللہ بن قَمِئَہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے پتھر مارا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ اس پر اس نے نعرہ مارا کہ یہ لو کہ مَیں ابنِ قَمِئَہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرۂ مبارک سے خون صاف کرتے ہوئے فرمایا اللہ تجھے رسوا کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ایسا ہوا کہ اللہ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جس نے اسے مسلسل سینگ مارے یہاں تک کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جزء ثامن صفحہ 154 حدیث 7596، مکتبہ ابن تیمیہ قاھرہ، 1994ء)

اس واقعے کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پتھر مارا گیا تو وہ اتنے زور سے لگا کہ آپؐ کے خَود کے دو حلقے ٹوٹ کر، اس کی کڑیاں جو تھیں وہ ٹوٹ کر آپؐ کے چہرۂ مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ مَیں دوڑتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا تو مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص اتنی تیزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ رہا تھا گویا کہ اُڑ کر آ رہا ہو۔ اس پر مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ! اس شخص کو خوشی کا موجب بنا۔ یعنی یہ جو دوڑا جا رہا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی، ہمارے لیے بھی خوشی کا موجب بنے۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو مَیں نے دیکھا کہ وہ ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ تھے جو مجھ سے سبقت لے گئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اے ابوبکرؓ! مَیں آپؓ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارِ مبارک سے ان حلقوں کو نکالنے دیں یعنی وہ جو خَود کے اندر جبڑے میں چبھ گئے تھے ان کو نکالنے دیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے انہیں ایسا کرنے دیا۔

پس حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ نے خَود کے ان دو حلقوں میں سے ایک کو اپنے دانت سے پکڑا اور اتنے زور سے کھینچا۔ اتنے مضبوطی سے وہ اندر گڑھ گئے تھے کہ جب کھینچ کر نکالا تو آپؓ کمر کے بل زمین پر گر گئے اور آپؓ کا سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ پھر آپؓ نے دوسرے حلقے کو بھی دانتوں سے پکڑ کر زور سے کھینچ کر باہر نکالا کہ آپؓ کا سامنے کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ غزوۂ احد کے موقعے پر جب لوگ منتشر ہو گئے تھے تو حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدم موجود رہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث صفحہ 313، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1990ء)

ذوالقعدہ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقعے پر جب صلح نامہ لکھا گیا تو اس معاہدے کی دو نقلیں تیار کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر اپنے دستخط کیے۔ مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے

والوں میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 769)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ کو کئی سرایا، سریہ کی جمع سرایا مطلب ہے جنگوں میں بھجوایا تھا۔ جو expeditions ہوتی ہیں ان میں بھجوایا تھا۔

ذوالقَصَّہ کی طرف سریہ۔ یہ سریہ ربیع الآخر چھ ہجری میں بھجوایا گیا تھا۔ اس کے بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے اپنی تصنیف 'سیرت خاتم النبیین' میں لکھتے ہیں کہ ربیع الآخر کے مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو ذوالقصہ کی طرف روانہ فرمایا جو مدینہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر تھا جہاں ان ایام میں بنو ثَعْلَبَہ آباد تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ اوران کے دس ساتھی رات کے وقت وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اس قبیلہ کے سو نوجوان جنگ کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ صحابہ کی جماعت سے یہ پارٹی تعداد میں دس گنا زیادہ تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے فوراً اس لشکر کے سامنے صف آرائی کر لی۔ اگر جنگ کی نیت سے گئے ہوتے تو اتنی تھوڑی تعداد میں نہ ہوتے۔ اور فریقین کے درمیان رات کی تاریکی میں خوب تیر اندازی ہوئی۔ اس کے بعد کفار نے صحابہ کی مٹھی بھر جماعت پر دھاوا بول دیا اور چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی ایک آن کی آن میں یہ دس فدائیان اسلام خاک پر تھے۔ یعنی شہید ہو گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کے ساتھی تو سب شہید ہو گئے مگر خود حضرت محمد بن مسلمہؓ بچ گئے کیونکہ کفار نے انہیں دوسروں کی طرح مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا اوران کے کپڑے وغیرہ اتار کر لے گئے۔ غالباً حضرت محمد بن مسلمہؓ بھی وہاں پڑے پڑے فوت ہو جاتے مگر حسنِ اتفاق سے ایک اَور مسلمان کا وہاں سے گزر ہوا اور اس نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو پہچان کر انہیں اُٹھا کر مدینہ پہنچا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ کو جو قریش میں سے تھے اور کبار صحابہ میں شمار ہوتے تھے حضرت محمد بن مسلمہؓ کے انتقام کے لیے ذوالقصہ کی طرف روانہ فرمایا اور چونکہ اس عرصہ میں یہ بھی اطلاع موصول ہو چکی تھی کہ قبیلہ بنو ثعلبہ کے لوگ مدینہ کے مضافات پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے آپؐ نے حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ کی کمان میں چالیس مستعد صحابہ کی جماعت بھجوائی اور حکم دیا کہ راتوں رات سفر کر کے صبح کے وقت وہاں پہنچ جائیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ نے تعمیلِ ارشاد میں یلغار کر کے عین صبح کی نماز کے وقت انہیں جا دبایا اور وہ اس اچانک حملہ سے گھبرا کر تھوڑے سے مقابلہ کے بعد بھاگ نکلے اور قریب کی پہاڑیوں میں غائب ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ نے مالِ غنیمت پر قبضہ کیا اور مدینہ کی طرف واپس لَوٹ آئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 668)

یہ حملہ ظلم کا بدلہ لینے کے لیے یا سزا دینے کے لیے کیا گیا تھا۔

دوسری جو ایک جنگ تھی اس کا نام ذات السلاسل تھا۔ اس سریہ کو ذات السلاسل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ

دشمنوں نے اس خوف سے آپس میں ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا کہ وہ اکٹھے ہو کر لڑ سکیں اور کوئی بھاگ نہ سکے۔ ایک صف بنا کر لڑ سکیں یا جس طرح بھی صفیں بنی تھیں اکٹھے اکٹھے رہیں۔ اس کی ایک اَور وجہ بھی ملتی ہے کہ اس جگہ پر ایک چشمہ تھا جس کا نام اَلسَّلْسَل تھا۔ بعض کے نزدیک آٹھ ہجری اور بعض کے نزدیک سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قبیلہ بنو قُضَاعَہ کے لوگ مدینے پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو تین سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا جن کے ہمراہ تیس گھوڑے تھے۔ یہ جگہ مدینے سے دس دن کی مسافت پر تھی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے بنو قُضَاعَہ کے علاقے میں پہنچ کر وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے کمک بھیجی جائے، مزید فوج بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام ملتے ہی دو سو مہاجرین اور انصار کی جماعت حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ کی قیادت میں مدد کے لیے روانہ فرما دی اور ہدایت فرمائی کہ عمرو کے ساتھ جا کر ملیں اور اختلاف نہ کریں۔ یعنی جو بھی فیصلہ کرنا ہے ایک ہو کے کیا جائے۔ جب یہ فوج حضرت عمرو بن عاصؓ کی فوج سے مل گئی تو تمام لشکر کی امارت کا سوال پیدا ہوا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اگرچہ اپنے مرتبہ کے لحاظ سے امارت کے مستحق تھے مگر جب حضرت عمرو بن عاصؓ نے اصرار کیا کہ مَیں ہی ساری فوج کی قیادت کروں گا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے خوش دلی سے ان کی قیادت قبول کر لی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی تھا کہ اختلاف نہیں کرنا اور ان کی زیرِ امارت نہایت بہادری سے دشمنوں کے خلاف لڑائی لڑے یہاں تک کہ دشمن کو شکست ہو گئی۔ جب کامیابی کے بعد مدینہ واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جَرَّاحؓ کی اطاعت کی کیفیت سنی تو فرمایا رَحِمَہُ اللّٰہُ اَبَا عُبَیْدَہ۔ کہ ابوعبیدہ پر اللہ کی رحمت ہو کہ اس نے یہ اطاعت کا معیار قائم کیا۔

(ماخوذ از رحمت دارین کے سو شیدائی از طالب ہاشمی، صفحہ 33، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2003ء)

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 357 تا 360 ، سریہ ذات السلاسل، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1996ء)

پھر ہے سریہ سِیْفُ الْبَحْر۔ یہ وہ ساری جنگیں ہیں جن کی فوجوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں ہوتے تھے۔ یہ سریہ ہیں۔ یہ سریہ آٹھ ہجری میں ساحل سمندر کی طرف روانہ ہوا جہاں بنو جُھَیْنَہ کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ اس سریہ کو جَیْشُ الْخَبَطْ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نام کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ خوراک کی کمی کے باعث صحابہ ایسے درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے جنہیں خَبَطْ کہا جاتا تھا۔ خَبَطْ کے ایک معنی پتے جھاڑنے کے بھی ہے۔ اس سریہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے اور وہ اس طرح بیان ہوا ہے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھیجا۔ ہم تین سو سوار تھے۔ ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ تھے۔ قریش کے تجارتی قافلے کی نگرانی میں بیٹھ گئے۔ یہاں کوئی جنگ کا ارادہ نہیں تھا۔ قریش کے قافلے کی نگرانی کرنی تھی۔ سمندر کے کنارے ہم آدھا مہینہ ٹھہرے رہے اور ہمیں سخت بھوک لگی۔ یہاں تک کہ ہم نے پتے بھی کھائے۔ بعض مواقع پر جب سریہ میں جاتے تھے تو ان میں جنگوں کی نیت سے نہیں جاتے تھے بلکہ اَور مقصد ہوتے تھے اور بعض دفعہ پھر جنگوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا اس لیے دونوں لحاظ سے یہ سریہ ایسی مہم کہلاتے ہیں جس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں تھے۔ بہرحال کہتے ہیں یہاں تک کہ ہم نے پتے بھی کھائے۔ اس لیے اس فوج کا نام جَیْشُ الْخَبَطْ رکھا گیا۔ اس اثنا میں سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور جس کو عنبر کہتے ہیں پھینک دیا یعنی سمندر سے ایک جانور مر کے باہر آیا یا ویسے ہی باہر آیا اور خشکی میں آکر وہ پانی کے بغیر رہ نہیں سکا تو مر گیا۔ بہرحال کہتے ہیں سمندر سے ایک جانور آیا۔ وہ مچھلی ہی تھی، بہت بڑی مچھلی۔ ہم اس کا گوشت آدھا مہینہ کھاتے رہے اور اس کی چربی بدن پر ملا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمارے جسم پھر ویسے کے ویسے تازہ ہو گئے جیسے پہلے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور اس کو کھڑا کیا اور سب سے لمبا شخص جو اُن کے ساتھ تھا اس کو لیا اور سفیان بن عُیَیْنَہ نے اپنی روایت میں یوں کہا کہ ایک بار انہوں نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی، اس کو کھڑا کیا پھر ایک آدمی بمع اونٹ کے لیا جو اس کے نیچے سے گزر گیا۔ حضرت جابرؓ نے یہ بھی کہا کہ لشکر میں ایک شخص تھا جس نے لوگوں کے کھانے کے لیے تین دن تین تین اونٹ ذبح کیے۔

پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کو روک دیا۔ اور عمرو بن دِینار کہتے تھے کہ ابو صالح ذَکْوَان نے ہمیں بتایا کہ قَیس بنِ سعد نے اپنے باپ سے کہا میں بھی اسی فوج میں تھا اور ان کو بھوک لگی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا اونٹ ذبح کر لو۔ میں نے اونٹ ذبح کر لیا۔ کہتے تھے پھر ان کو بھوک لگی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا اونٹ ذبح کر لو۔ میں نے اونٹ ذبح کر لیا۔ کہتے پھر ان کو بھوک لگی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا اونٹ ذبح کر لو۔ سواریوں والے جو اونٹ تھے اور ساتھ لے کے گئے تھے۔ ان پر سامان بھی کچھ ہو گا اب ایسے حالات آگئے کہ انہی کو ذبح کر کے کھا رہے تھے۔ کہتے ہیں مَیں نے اونٹ ذبح کر لیا۔ قیس کہتے تھے پھر ان کو بھوک لگی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ اونٹ ذبح کر لو۔ کہتے تھے اس کے بعد پھر مجھے روک دیا گیا کہ اب اونٹ نہیں ذبح کرنے۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جَیْشُ الْخَبَط کے ساتھ حملے میں ہم نکلے اور حضرت ابوعبیدہؓ کو امیر بنایا گیا تھا۔ ہمیں سخت بھوک لگی اور سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینک دی۔ زندہ نہیں آئی تھی بلکہ مردہ ہی آئی تھی اور ہم نے ایسی مچھلی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ بڑی مچھلی تھی۔ جس طرح اس کا حلیہ بیان کیا جاتا ہے یہ وہیل مچھلی ہو گی۔ اسے عنبر کہتے ہیں۔ ہم اس کا گوشت آدھا مہینہ کھاتے رہے۔

پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی اور سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ ابن جُرَیْج نے کہا: ابوزبیر نے مجھے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا ہے۔ کہتے تھے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کھاؤ۔ مچھلی کو کھاؤ۔ بے شک یہ مردہ ہے لیکن کھاؤ کوئی ہرج نہیں۔ جب ہم مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے اس کا ذکر کیا کہ اس طرح ایک مردہ مچھلی آئی تھی اور ہم اس کو کھاتے رہے، ضرورت تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے نکالا ہو اسے تم کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری حالت دیکھ کر تمہیں بھیجا تھا۔ اسے تم نے کھایا تو کوئی ہرج نہیں۔ اور اگر کچھ ہے، اگر اپنے ساتھ کچھ لائے ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ان میں سے کسی نے آپؐ کو ایک حصہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھایا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ سیف البحر حدیث 4361-4362)

واپسی پر اس کا بچا ہوا گوشت کچھ لے بھی آئے تھے، وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نوش فرمایا۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اس سریہ سِیْفُ البحر کے ضمن میں اپنی شرح میں لکھتے ہیں سِیْفُ البحر یعنی وہی جس کو خبط بھی کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا غزوہ ان غزوات میں سے ہے جن میں کسی سے جنگ کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اس غزوہ میں شامل لوگ قافلہ تجارت کی حفاظت کی غرض سے بھیجے گئے تھے۔ یہ مہم بقول ابن سعد تین سو مہاجر و انصار پر مشتمل تھی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ اس کے امیر تھے اور غزوہ سِیف البحر کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں بحیرہ قلزم کے قریب کاروان چلتے تھے تو کاروانی راستہ کے قریب بحیرہ قلزم کے کنارے حفاظتی چوکی قائم کی گئی تھی۔ قافلوں کا جو رستہ چلتا تھا ان کے قریب بحیرہ قلزم کے کنارے ایک حفاظتی چوکی قائم کی گئی تھی اس لیے غزوۂ سیف البحر سے موسوم ہے۔ یہ فوج بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ وہاں ایک چوکی قائم کی جائے جو حفاظت کی غرض سے ہو اور آگے پتہ لگے گا کہ حفاظت کس کی کرنی تھی۔ سِیف کے معنی ساحل کے ہیں۔ ابنِ سعد نے سریۃ الخَبْط کے عنوان سے اس کا مختصر ذکر کیا ہے۔ خَبْط کے معنی ہیں درخت کے پتے۔ زادِ راہ ختم ہونے کی وجہ سے مجاہدین کو پتے کھانے پڑے تھے۔ ابن سعد نے تاریخ وقوع رجب آٹھ ہجری بتائی ہے اور یہ زمانہ ھُدنہ یعنی صلح حدیبیہ کا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دور اندیشی سے کام لیا اور بطور احتیاط مذکورہ بالا حفاظتی دستہ علاقہ سِیف البحر میں بھیجا تھا۔ جو چوکی قائم کروائی گئی تھی وہاں حفاظتی دستہ کے طور پہ بھیجا تا شام سے آنے والے قریشی قافلے سے تعرض نہ ہو، شام سے جو قریش کا تجارتی قافلہ آ رہا تھا اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ ہو اور قریش کے ہاتھ میں نقض معاہدہ کا کوئی بہانہ نہ مل جائے۔ صلح حدیبیہ ہو چکی تھی۔ اب یہ تھا کہ یہ نہ ہو وہاں کوئی ان کو چھیڑ دے اور قریش بہانہ بنا دیں کہ دیکھو مسلمانوں نے ہم پر حملہ کیا اس لیے حدیبیہ کا معاہدہ ختم ہو گیا۔ تو اس لیے آپؐ نے وہ بھیجا تھا۔ وہاں چوکی قائم کر دی تا کہ قریش کے اس قافلے کی حفاظت کرے اور کوئی بہانہ نہ ملے۔ پھر لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا جگہ بقول ابنِ سعد مدینہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ سیف البحر جلد 9 صفحہ 239 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پس یہ جنگ کے لیے نہیں تھا بلکہ کافروں کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا تھا جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا اور یہ ہے امن کے قیام کی کوشش کہ جب وہاں معاہدہ ہو گیا تو دشمن کی حفاظت کے بھی سامان کیے جائیں تا کہ معاہدہ توڑنے کا کسی قسم کا بہانہ کفار کے ہاتھ نہ آئے لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے کام کرنا تھا۔ معاہدہ اگر ٹوٹا تو کفار کی طرف سے توڑا گیا اور پھر وہ فتح مکہ پر منتج ہوا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت زبیرؓ کو لشکر کے ایک پہلو پر اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو لشکر کے دوسرے پہلو پر مقرر فرمایا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو پیادہ لوگوں اور وادی کے نشیب کا سردار بنا دیا۔

(صحیح مسلم کتاب الجھاد باب فتح مکہ حدیث 1780)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے جزیہ کی شرط پر صلح کی تھی اور ان پر حضرت عَلاء بن حَضرَمیؓ

کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کو وہاں جزیہ لینے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ جزیہ لے کر واپس آئے اور لوگوں کو ان کی واپسی کا علم ہوا تو صبح فجر کی نماز سب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا کر جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو ان کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ لگتا ہے تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ابوعبیدہؓ کچھ لائے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: جی یا رسول اللہؐ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس خوش ہو جاؤ اور اس کی امید رکھو جو تمہارے لیے بہتر ہے۔ مَیں تمہارے بارے میں محتاجی سے نہیں ڈرتا بلکہ مَیں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے اور پھر تم بڑھ چڑھ کر حرص کرنے لگ جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب الجزیہ و الموادعۃ باب الجزیۃ و الموادعۃ مع اھل الذمۃ و الحرب، حدیث نمبر 3158)

جوں جوں دنیاداری میں پڑو گے، دنیاوی آسائشیں تمہیں مہیا ہوں گی میسر آئیں گی تو حرص میں پڑ جاؤ گے اور وہ تمہیں ہلاک کر دے۔ یہ خوف ہے مجھے۔ بھوکے رہنے کا خوف کم ہے۔ یہ خوف ہے کہ دنیاداری میں پڑ کے، حرص کر کے تم کہیں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر لو۔ پس یہ تنبیہ ہے جو ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنی چاہیے اور اس کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت جن کے پاس پیسہ آتا جن میں ہمارے لیڈر بھی شامل ہیں وہ اس لالچ میں پیش پیش ہیں۔ ان کی دنیا کی لالچ بے شمار بڑھ چکی ہے۔ خدا کا نام تو لیتے ہیں لیکن فوقیت دنیاوی مال و حشمت کو ہے۔ پس ہمیں اس لحاظ سے اپنی حالتوں کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مال تو آئیں گے لیکن ہمیں اس مال کی وجہ سے اپنے دین کو نہیں بھول جانا چاہیے۔

دس ہجری میں حجۃ الوداع کے موقعے پر حضرت ابوعبیدہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 801، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں میں بحث ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر لحد والی ہونی چاہیے یا لحد کے بغیر۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ اور حضرت ابوطلحہؓ کی طرف ایک ایک آدمی بھجوایا اور فیصلہ ہوا کہ ان میں سے جو آدمی پہلے آئے گا جو وہ بتائے گا ویسی قبر تیار کی جائے گی۔ حضرت ابوعبیدہؓ اہلِ مکہ کی طرز کے مطابق لحد کے بغیر قبر تیار کرتے تھے جبکہ حضرت ابوطلحہؓ اہلِ مدینہ کی طرز کے مطابق لحد والی قبر تیار کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ کی طرف بھیجے ہوئے آدمی کو حضرت ابوطلحہؓ مل گئے جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف بھیجے ہوئے آدمی کو حضرت ابوعبیدہؓ نہ ملے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد والی قبر تیار کی۔

(سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 663، حفر القبر، مطبع مصطفیٰ بابی الحلبی و اولادہ، مصر، 1955ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد خلافت کے لیے انصار اور مہاجرین کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں صحیح بخاری میں بیان ہے۔ یہ پہلے بھی میں ایک صحابی کے ذکر میں بیان کر چکا ہوں لیکن یہاں حضرت ابوعبیدہؓ کے ذکر میں بھی بیان ہو جائے تو بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار حضرت سعد بن عُبَادہؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم

یعنی مہاجرین میں سے ہو گا۔ ان کی طرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ گئے۔ حضرت عمرؓ کچھ کہنے لگے مگر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خاموش کروا دیا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اس وقت صرف اس لیے بولنا چاہتا تھا کیونکہ مَیں نے ایک تقریر تیار کی تھی جو مجھے بہت پسند تھی اور مجھے ڈر تھا کہ حضرت ابو بکرؓ ویسی بات نہ کہہ سکیں گے لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے تقریر کی تو ایسی شاندار اور فصیح تقریر کی جو تمام تقاریر سے بڑھ کر تھی۔ اسی تقریر میں حضرت ابو بکرؓ نے یہ فرمایا کہ ہم یعنی مہاجرین امیر ہیں اور تم یعنی انصار وزیر ہو۔ اس پر حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ بخدا ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ ایک امیر تم میں سے ہو گا اور ایک امیر ہم میں سے ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: نہیں ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو کیونکہ قریش حسب نسب کے لحاظ سے تم عربوں سے اعلیٰ اور قدیمی ہیں۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے دو نام پیش کیے کہ عمرؓ یا ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو، خلیفہ بنا لو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا نہیں ہم تو آپؓ کی بیعت کریں گے۔ ابو بکرؓ کو کہا کہ ہم تو آپؓ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپؓ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سے سب سے بہتر ہیں اور ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کی بیعت کی اور اس کے بعد لوگوں نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا، حدیث نمبر 3668)

بہرحال حضرت ابو بکرؓ کی نظر میں حضرت ابوعبیدہؓ کا یہ مقام تھا کہ آپؓ کا نام خلافت کے لیے تجویز فرمایا۔ اسی طرح جس طرح پہلے حضرت عمرؓ کے حوالے سے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ اگر ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو مَیں انہیں اگلے خلیفہ کے لیے نامزد کرتا کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق امین تھے۔ جب خلافت کے بارے میں بحث ہوئی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! تم تو وہ لوگ ہو جنہوں نے سب سے پہلے مدد کی تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب تم ہی سب سے پہلے اختلاف پیدا کرنے والے ہو جاؤ۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ از شاہ معین الدین ندوی جلد 2 صفحہ 126-127، دارالاشاعت اردو بازار کراچی پاکستان)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے بیت المال کا کام حضرت ابوعبیدہؓ کے ذمے لگایا۔ 13ر ہجری میں حضرت ابو بکرؓ نے آپؓ کو شام کی طرف امیرِ لشکر بنا کر بھیجا۔

حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو بطور سپہ سالار معزول فرما کر حضرت ابوعبیدہؓ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 15، ابوعبیدہ بن الجَرَّاح، مطبوعہ دار الرسالہ العالمیہ دمشق 2014ء)

فتح شام کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ 13ر ہجری میں رومیوں میں کئی اطراف سے لشکر کشی کی گئی۔ ایک دستہ کے قائد حضرت یزید بن ابوسفیان تھے۔ ابوسفیان کے ایک بیٹے کا نام بھی یزید تھا، یہ پہلے فوت ہو گئے تھے، جو اردن کے مشرق کی طرف سے حملہ آور ہوئے۔ دوسرے کے حضرت شُرَحْبِیْل بن حَسَنَہ تھے جو بَلْقَاء کی

طرف سے آگے بڑھے۔ تیسرے کے قائد حضرت عمرو بن عاصؓ تھے جو فلسطین کی طرف سے شام میں داخل ہوئے۔ چوتھے دستے کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ تھے جو حِمص کی طرف بڑھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جب یہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ سپہ سالار ہوں گے۔ ہر لشکر چار ہزار پر مشتمل تھا جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ کا لشکر آٹھ ہزار کا تھا۔

جب لشکر روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے قائدین لشکر کو فرمایا دیکھو! نہ اپنے پر تنگی وارد کرنا نہ اپنے ساتھیوں پر۔ اپنی قوم اور ساتھیوں پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا۔ ان سے مشورے کرنا اور انصاف سے کام لینا۔ ظلم وجور سے دور رہنا کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا اور کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھتا۔ اور جب تمہاری دشمن سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو دشمن کو پیٹھ نہیں دکھانا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اس دن پیٹھ پھیرے گا اس پر خدا کا غضب ٹوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا سوائے اس کے کہ جو لڑائی کے لیے جگہ بدلتا ہے یا اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ انفال میں آیت سترہ میں یہ لکھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا کہ دیکھو! جب تم دشمن پر غلبہ پاؤ تو کسی بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا، کسی جانور کو ہلاک نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا، معاہدہ کر کے اسے خود نہ توڑنا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے سب سے پہلے شام کے شہر مآب کو فتح کیا۔ وہاں کے باشندوں نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ اس کے بعد آپؓ نے جَابِیَہ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ رومیوں کا بڑا لشکر مقابلے کے لیے تیار ہے۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں مزید مدد کے لیے درخواست کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ جو اس وقت عراق کی مہم پر مامور تھے ان سے فرمایا کہ نصف لشکر حضرت مُثنّیٰؓ بن حارثؓ کی قیادت میں چھوڑ کر تم حضرت ابوعبیدہؓ کی مدد کو پہنچ جاؤ اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ مَیں نے خالد کو امیر مقرر کیا ہے اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ تم اس سے بہتر اور افضل ہو۔ پورے خط کا متن یہ ہے کہ اللہ کے بندے عتیق بن ابوقُحَافہ۔ عتیق حضرت ابوبکرؓ کا اصل نام تھا اور ابوقحافہ ان کے والد کا نام تھا۔

اللہ کے بندے عتیق بن ابوقحافہ کا خط ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ کے نام۔ تجھ پر خدا کی سلامتی ہو۔ مَیں نے شام کی فوجوں کی کمان خالد کے سپرد کی ہے۔ آپ اس کی مخالفت نہ کرنا اور سننا اور اطاعت کرنا۔ مَیں نے تمہیں اس پر والی مقرر کیا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ تم اس سے افضل ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں، خالد بن ولیدؓ میں، فنِ حرب کی صلاحیت یعنی جنگی معاملات کی صلاحیت تمہاری نسبت بہت زیادہ ہے۔ اللہ مجھے اور تمہیں صحیح راہ پر گامزن رکھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ لکھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ، عراق میں ایک شہر کا نام ہے وہاں سے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ اللہ کی آپؓ پر سلامتی ہو۔ مجھے حضرت ابوبکرؓ نے شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے اور فوجوں کی قیادت میرے سپرد فرمائی ہے۔ خدا کی قسم! مَیں نے اس کا کبھی مطالبہ نہیں کیا اور نہ میری خواہش تھی۔ آپؓ کی وہی حیثیت ہو گی جو پہلے ہے۔ ہم آپؓ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور نہ آپؓ کو نظر انداز کر کے کوئی فیصلہ کریں گے۔ آپؓ مسلمانوں کے سردار ہیں۔ آپؓ کی فضیلت کا ہم انکار نہیں کرتے اور نہ آپؓ کے مشورے سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد2 صفحہ 19 تا 21) (عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 804، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء) (سیر الصحابہ جلد4 صفحہ 457، 459 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی) (فرہنگ سیرت صفحہ 110 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

یہ دیکھیں۔ یہ ہے مومنانہ شان۔ دونوں طرف سے کس طرح عاجزانہ طور پر اطاعت کا اظہار کیا گیا ہے۔

جنگ اَجنادَین۔ جمادی الاول تیرہ ہجری میں اَجنادَین فلسطین کے نواحی علاقے میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ اس مقام پر ایک لاکھ رومی فوج سے مسلمانوں کا یہ مقابلہ ہوا۔ روایات میں آتا ہے کہ اَجنادَین فوج کا سپہ سالار قیصر روم ہرقل کا بھائی تھیوڈور (Theodore) تھا۔ پینتیس ہزار کے قریب مسلمانوں نے ایک لاکھ کی فوج کو شکست دے کر اَجنادَین کو فتح کر لیا۔

(ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 805، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء)

(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 129 دار الکتب العلمیة بیروت)

اجنادین کی فتح کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا اور پھر اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ یہ شام کا دارالحکومت ہے اور دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ دمشق کا مسلمانوں نے محاصرہ محرم 14 ہجری میں کیا اور یہ محاصرہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ دوسری پارٹی، جو مخالفین تھے، دوسری طرف کی فوج وہ قلعہ بند ہو گئے۔ اپنے علاقے میں تھے اس لیے اپنے قلعے بند کر لیے۔ مسلمانوں کے پانچوں سالار اپنی فوجوں سمیت اس شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ اپنی فوج کے ساتھ مشرقی دروازے پر تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ان کے بالمقابل مغربی دروازے پر تھے اور باقی تین سالار بھی، کمانڈر جو تھے مختلف دروازوں پر متعین تھے۔ رومی گاہے بگاہے نکل کر جنگ کرتے مگر پھر واپس چلے جاتے اور قلعہ بند ہو جاتے تھے۔ انہیں امید تھی کہ قیصر روم کمک بھیجے گا مگر اسلامی افواج کی چوکسی نے ان کی امیدیں خاک میں ملا دی تھیں۔

ایک رات جبکہ شہر میں کوئی جشن ہو رہا تھا اور فصیل کے پہرے دار بھی اس جشن کی خوشی میں پہرے داری سے غافل تھے تو حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے کچھ ساتھیوں سمیت شہر کی فصیل پھلانگ کر شہر میں داخل ہو گئے اور دروازہ کھول دیا۔ اس طرح ان کی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ یہ دیکھ کر شہر والوں نے حضرت ابوعبیدہؓ سے صلح کر لی جو کہ شہر کے دوسری طرف تھے مگر حضرت خالدؓ کو یہ خبر نہیں ہوئی اور مسلسل جنگ کر رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس لوگ گئے اور ان سے التجا کی کہ ہمیں خالدؓ سے بچائیے۔ شہر کے درمیان میں ان دونوں سرداروں کا آمنا سامنا ہوا اور پھر جب خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ شہر کے درمیان میں آ کے شہر والوں کے ساتھ ملے تو پھر شہر والوں کے ساتھ صلح کر لی گئی کیونکہ معاہدہ حضرت ابوعبیدہؓ کر چکے تھے۔

(ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 805-806، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء)

معرکہ فِحل۔ یہ شام کا ایک شہر ہے۔ دمشق فتح کرنے کے بعد مسلمان آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ رومی بَیْسَان مقام میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے بالمقابل فحل مقام میں خیمہ زن ہوئے۔ رومی فوج کے سپہ سالار نے صلح کی پیشکش کی خاطر اپنے سفیر کو حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف بھیجا۔ وہ جب اسلامی لشکر میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک ہی طرح ادنیٰ اور اعلیٰ، افسر و ماتحت، سپہ سالار اور سپاہی بیٹھے ہیں اور کوئی امتیاز اور فرق دکھائی نہیں دیا۔ آخر اس نے مجبور ہو کر کسی سے پوچھا کہ آپ کا سپہ سالار کون ہے۔ لوگوں نے ایک سیدھے سادھے شخص کی طرف اشارہ کیا جو زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ سفیر نے قریب جا کر کہا کہ آپ ہی

اس کے سپہ سالار ہیں؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ ہاں۔ سفیر نے پیشکش کی کہ اپنی فوج کو یہاں سے واپس لے جائیں اور اس کے بدلے میں آپ کے ہر سپاہی کو فی کس دو اشرفیاں سونے کی ملیں گی۔ سپہ سالار کو ایک ہزار دینار ملیں گے اور تمہارے خلیفہ کو دو ہزار دینار دیے جائیں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم پیسے لینے نہیں آئے۔ مال و دولت کی غرض سے نہیں آئے۔ ہم اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے نکلے ہیں۔ سفیر ان کو دھمکیاں دیتا ہوا وہاں سے واپس چلا گیا۔ اس کے یہ تیور دیکھ کر حضرت ابوعبیدہؓ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اگلی صبح دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہؓ خود فوج کے قلب یعنی درمیان میں تھے اور بڑی حکمت سے فوج کو لڑا رہے تھے یہاں تک کہ مسلمانوں نے باوجود قلیل تعداد ہونے کے رومیوں کو شکست دے دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردن کا تمام علاقہ مسلمانوں کے پاس آ گیا۔

(ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 807-808، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء)

(ماخوذ از سیر الصحابہ از شاہ معین الدین ندوی جلد 2 صفحہ 128، دارالاشاعت اردو بازار کراچی پاکستان)

فتح حِمْص۔ فِحْل کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے حِمْص کی طرف پیش قدمی کی جو شام کا ایک مشہور شہر تھا اور جنگی اور سیاسی اہمیت رکھتا تھا۔ راستے میں بَعلبك شہر، جو لبنان کا ایک قدیم شہر ہے، دمشق سے تین راتوں کی مسافت پر ہے۔ وہاں سے گزر ہوا جو ایک قدیم شہر تھا اور یہ بَعل بت کی پرستش کا بہت بڑا مرکز رہ چکا تھا۔ وہاں کے رہائشیوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کا مقابلہ کرنے کی بجائے صلح کی درخواست کی جو جزیہ کی شرط کے ساتھ منظور کر لی گئی۔ ان سے کوئی لڑائی، جنگ نہیں ہوئی۔ اور قبول ہو گیا کہ وہ جزیہ دیں اور بے شک اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حمص کا رخ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ بھی آپؓ کے ساتھ تھے۔ شہر والوں کو قیصر سے فوجی امداد کی امید تھی۔ اس لیے وہ مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر جب وہ امداد سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ صلح کے ساتھ انہیں جان و مال کی امان دی گئی اور ان کے عبادت خانے اور مکانات محفوظ قرار دیے گئے۔ مکان بھی محفوظ، عبادت خانے بھی محفوظ اور جو اپنے مذہب پر قائم رہے ان پر جزیہ اور خراج عائد کیا گیا۔ یعنی اپنے مذہب پر بے شک قائم رہو لیکن جزیہ اور خراج دینا پڑے گا جو ایک ٹیکس ہے۔

فتح لَاذِقِيّه۔ اس کے بعد اسلامی لشکر نے لَاذِقِيّه جو شام کا ایک شہر ہے اور ساحلِ سمندر پر واقع ہے۔ حمص کے نواحی علاقوں میں اس کو شمار کیا جاتا ہے۔ بہر حال اس کا محاصرہ کر لیا۔ حفاظتی انتظامات کے لحاظ سے لَاذِقِيّه بہت مستحکم تھا۔ شہر والوں کے پاس رسد کے ذخائر کثرت کے ساتھ موجود تھے جن کی وجہ سے ان کو محاصرہ کی کوئی پروا نہیں تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کو فتح کرنے کی ایک نئی تدبیر نکالی۔ آپؓ نے ایک رات میدان میں بہت سے گڑھے کھدوائے اور انہیں گھاس سے ڈھانک دیا اور صبح محاصرہ اٹھا کر حِمْص کی طرف روانہ ہو گئے۔ ظاہر یہ کیا کہ ہم واپس جا رہے ہیں۔ گڑھے کھودنے کے بعد گھاس سے ڈھانکنے کے بعد محاصرہ اٹھا لیا اور ساری فوج واپس ہو گئی۔ شہر والوں نے اور شہر میں موجود فوجوں نے محاصرہ اٹھتے دیکھا تو خوش ہوئے اور اطمینان سے شہر کے دروازے کھول دیے۔ دوسری طرف حضرت ابوعبیدہؓ راتوں رات اپنی فوج سمیت واپس آ گئے۔ رات کو ہی واپس آ

گئے اور ان غار نما گڑھوں میں چھپ گئے۔ جو غاریں بنائی تھیں۔ tunnels بنائی تھیں۔ یا ٹرینچز (Trenches) بنائی تھیں ان میں چھپ گئے اور صبح جب شہر کے دروازے کھلے تو آپؓ نے یک دفعہ حملہ کر دیا اور شہر میں داخل ہو کر شہر کو فتح کر لیا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ از شاہ معین الدین ندوی جلد2 صفحہ 128، دارالاشاعت اردو بازار کراچی پاکستان) (عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 809، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء) (معجم البلدان جلد 5 صفحہ 6 دار الکتب العلمیة بیروت)

باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ یہ ذکر چلے گا، بیان کروں گا۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی آج کل بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مولویوں اور حکومت کے اہلکاروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہاں پھر مخالفت کی شدید لہر آئی ہوئی ہے۔ قانون کے محافظ نہ صرف یہ کہ انصاف کو نہیں جانتے بلکہ اس کی دھجیاں اُڑا رہے ہیں اور جو مولوی کہتا ہے اس کے پیچھے چل رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اپنی جان بچانے کے لیے کہ شاید ان کو اسی طرح سیاسی استحکام مل جائے لیکن یہ ان کی بھول ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہی چیز ان کی تباہی کا ذریعہ بنے گی۔ ہم تو پہلے بھی ان تکلیفوں سے گزرتے رہے ہیں، اب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی مدد سے گزر جائیں گے لیکن ان کی یہ حرکتیں اگر یہ ان سے باز نہ آئے تو ان کی تباہی یقینی ہے۔ پس احمدی آج کل بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ مشکلات دُور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھیں خاص طور پر پاکستان میں رہنے والے احمدی، باہر رہنے والے احمدی بھی جو پاکستان سے آئے ہوئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت جلد آئے اور ان مشکلات سے وہاں کے رہنے والے احمدی چھٹکارا پا سکیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20 تا 26 اکتوبر 2020ء جلد 27 شمارہ 84 تا 85 صفحہ 05 تا 09)

41

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ اکتوبر 2020ء بمطابق 09/ اخاء 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت ابوعبیدہؓ کا ذکر ہو رہا تھا آج بھی اس کا بقیہ حصہ بیان ہو گا۔

جنگِ یرموک جو جنگ تھی وہ یرموک جو شام کے نواحی علاقے میں ایک وادی کا نام ہے اس کے نام کی وجہ سے یہ یرموک تھی۔ 15/ ہجری میں شام میں سب سے بڑا معرکہ یرموک کی وادی میں دریائے یرموک کے کنارے ہوا۔ رومی لوگ بَاھَانْ کی قیادت میں اڑھائی لاکھ کے قریب جنگجو میدان میں لائے جبکہ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی جن میں ایک ہزار صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ان میں ایک سو کے قریب بدری صحابہ تھے۔

مشورے کے بعد مسلمانوں نے عارضی طور پر حِمْص میں سے اپنی فوجوں کو واپس بلایا اور وہاں کے عیسائیوں سے کہا کہ چونکہ ہم عارضی طور پر تمہاری حفاظت سے دست کش ہو رہے ہیں لہٰذا تمہارا جزیہ تمہیں واپس کیا جاتا ہے۔ جو ٹیکس ان سے لیا جاتا تھا واپس کیا جاتا ہے کیونکہ جس مقصد کے لیے یہ جزیہ لیا جا رہا ہے وہ تمہارے کام ہم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حمص والوں کو ان کا جزیہ واپس کیا گیا۔ یہ رقم کئی لاکھ کی تھی۔ جب یہ رقم انہیں واپس کی گئی تو عیسائی مسلمانوں کی حقیقت پسندی اور انصاف کی وجہ سے روتے تھے اور گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر دعائیں کرتے تھے کہ اے رحم دل مسلمان حکمرانو! خدا تمہیں پھر واپس لائے۔ مسلمانوں کے حمص سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے رومیوں کی ہمت اَور بھی بڑھ گئی اور وہ ایک عظیم لشکر کے ساتھ یرموک پہنچ کر مسلمانوں کے مقابلے پر خیمہ زن ہوئے لیکن دل میں وہ مسلمانوں کے جوشِ ایمانی سے خائف بھی تھے اس لیے صلح کے بھی متمنّی تھے، کوشش کر رہے تھے کہ صلح بھی ہو جائے۔ رومیوں کے سپہ سالار بَاھَان نے جارج نامی رومی قاصد کو اسلامی لشکر کی طرف بھیجا۔ جب وہ اسلامی لشکر میں پہنچا تو مسلمان مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے مسلمانوں کو خشوع و خضوع اور خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھا تو بہت متاثر ہوا۔ اس نے حضرت ابوعبیدہؓ سے چند سوالات کیے جن میں سے ایک یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی کہ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (النساء:172)

کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ یقیناً مسیح عیسیٰ ابنِ مریم محض اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف اتارا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔ پس اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور تین مت کہو۔ باز آؤ کہ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ یقیناً اللہ ہی واحد معبود ہے۔ وہ پاک ہے اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بحیثیت کارساز اللہ بہت کافی ہے۔ پھر اس کے بعد اگلی آیت پڑھی۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء:173)

مسیح ہر گز اس امر کو برا نہیں منائے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اسے برا منائیں گے۔

جارج نے جب قرآن کریم کی اس تعلیم کو سنا تو پکار اٹھا کہ بے شک مسیح کے یہی اوصاف ہیں اور کہا کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے اور مسلمان ہو گیا۔ جو نمائندہ بن کے آیا تھا اب وہ اپنے لشکر میں واپس نہیں جانا چاہتا تھا لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان ہو گا اس لیے تم واپس جاؤ اور فرمایا کہ کل جو سفیر یہاں سے جائے گا اس کے ساتھ آ جانا۔ عیسائی لشکر کو حضرت ابوعبیدہؓ نے اسلام کی دعوت دی اور اسلامی مساوات، اخوت اور اسلامی اخلاق کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اگلے دن حضرت خالدؓ ان کی طرف گئے مگر نتیجہ لاحاصل رہا اور جنگ کی تیاری شروع ہو گئی۔ لشکر کے پیچھے مسلمان خواتین تھیں جو جنگ میں لشکریوں کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی دیکھ بھال کرتیں اور غازیوں کو جوش دلاتی تھیں۔ ان عورتوں میں حضرت اَسماء بنتِ ابوبکرؓ، حضرت ہند بنتِ عُتبہؓ، آپ حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی تھیں اور فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئی تھیں، حضرت اُمِّ اَبان وغیرہ تھیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے جنگ سے پہلے مسلمان خواتین کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مجاہدات! خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر ہاتھوں میں لے لو۔ پتھروں سے اپنی جھولیاں بھر لو اور مسلمانوں کو قتال کی ترغیب دو۔ ان کو کہو آج تمہارا مقابلہ ہے اور تم نے پیٹھ نہیں دکھانی۔ اگر کامیاب ہوتا دیکھو تو اپنی جگہ پر ہی بیٹھی رہنا۔ اگر دیکھو کہ مسلمان پیچھے ہٹ رہے ہیں تو ان کے مونہوں پر چوبیں مارنا اور پتھر برسا کر انہیں میدان جنگ میں واپس بھیجنا اور اپنے بچے اوپر اٹھانا اور ان سے کہنا کہ جاؤ اور اپنے اہل و عیال اور اسلام کی خاطر جانیں دو۔ اس کے بعد آپؓ مردوں سے یوں مخاطب ہوئے۔ اللہ کے بندو! خدا کی مدد کے لیے آگے بڑھو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات عطا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! صبر کرو کہ صبر ہی کفر سے نجات کا ذریعہ، خدا کو راضی کرنے کا سبب اور عار کو دھونے والا ہے۔ اپنی صفوں کو مت توڑنا، لڑائی کی ابتدا تم نہ کرنا، نیزوں کو تان لو، ڈھالوں کو سنبھال لو اور زبانوں کو خدا کے ذکر سے تر رکھو تا خدا اپنی منشا کو پورا کرے۔ لڑائی کی ابتدا نہیں کرنی لیکن جب جنگ، حملہ ہو جائے تو پھر پیٹھ نہیں دکھانی۔

دشمنوں کے لشکر کے آگے اس وقت سونے کی صلیب تھی اور ان کے اسلحے کی چمک آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ دوسرے وہ سر سے لے کے پیر تک لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے یعنی زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

انہوں نے اس دن اپنے پیروں میں بیڑیاں بھی پہن لی تھیں کہ ہم میدانِ جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔ یا مار دیں گے یا مر جائیں گے۔ پادری انجیل کے اقتباسات پڑھ کر انہیں جوش دلا رہے تھے۔ لشکرِ کفار سمندر کی لہروں کی طرح آگے بڑھا۔ دو اڑھائی لاکھ کی فوج تھی۔ یہ صرف تیس ہزار تھے۔ اور جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں رومیوں کا پلڑا بھاری رہا اور انہوں نے مسلمانوں کو دھکیلنا شروع کیا۔

عیسائیوں نے مخفی طور پر یہ پتہ کرا لیا تھا کہ مسلمانوں میں صحابی کون کون سے ہیں اور پھر انہوں نے اپنے کچھ تیر انداز ایک ٹیلے پر بٹھا دیے اور انہیں ہدایت کر دی کہ وہ اپنے تیروں سے خصوصیت کے ساتھ صحابہ کو نشانہ بنائیں۔ وہ جانتے تھے کہ جب بڑے بڑے لوگ مارے گئے تو باقی فوج کے دل خود بخود ٹوٹ جائیں گے اور وہ میدان سے بھاگ جائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی صحابہ مارے بھی گئے اور کئی کی آنکھیں بھی ضائع ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھی تو عکرمہ، ابوجہل کے بیٹے جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گئے تھے، جنہوں نے فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کی تھی کہ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے تلافیٔ مافات یعنی پہلے گزرے ہوئے واقعات کی تلافی کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر حضرت ابوعبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی کہ صحابہ بہت بڑی خدمات کر چکے ہیں۔ اب ہم جو بعد میں آئے ہیں ہمیں ثواب حاصل کرنے کا موقع دیا جائے۔ ہم لشکر کے قلب میں یعنی درمیان والے حصہ میں حملہ کریں گے اور عیسائی جرنیلوں کو مار ڈالیں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔ اس طرح تو جتنے نوجوان جائیں گے وہ سب مارے جائیں گے۔ عکرمہؓ نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہم نوجوان بچ جائیں اور صحابہ مارے جائیں۔ اب مسلمان ہوئے تو ایک ایمانی جوش تھا۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر جان قربان کرنے کی ایک تڑپ تھی۔ عکرمہؓ نے بار بار یہ اجازت چاہی کہ وہ چار سو سپاہیوں کے ساتھ دشمن کے لشکر کے مرکزی حصہ پر حملہ کریں۔ آخر حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کے اصرار پر انہیں اجازت دے دی۔ اس پر انہوں نے لشکر کے مرکزی حصے پر حملہ کیا اور اسے شکست دے دی لیکن اس لڑائی میں ان میں سے اکثر نوجوان شہید ہو گئے اور مسلمان رومیوں کو ان کی خندقوں کی طرف دھکیلتے ہوئے لے گئے جو ان رومیوں نے اپنے پیچھے بنائی ہوئی تھیں۔ چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا بھی ہوا تھا تاکہ کوئی دوڑ نہ سکے اس لیے وہ پے درپے ان خندقوں میں گرتے گئے۔ ایک گرتا تھا تو دس اور بھی لے کے ساتھ ہی گرتا تھا۔ اسّی ہزار کفار پیچھے ہٹتے ہوئے دریائے یرموک میں ڈوب کر مر گئے۔ ایک لاکھ رومیوں کو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں قتل کیا۔ مسلمان تین ہزار کے قریب شہید ہوئے۔ یہ تھی جنگ یرموک۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب، جلد 2 صفحہ 21 تا 25) (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 181)
(معجم البلدان جلد 5 صفحہ 497 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ خاص طور پر اس کے خاتمے کے وقت کے بارے میں کچھ بیان فرماتے ہیں کہ جب جنگ ختم ہوئی تو مسلمانوں نے خاص طور پر عکرمہؓ اور ان کے ساتھیوں کو تلاش کیا تو کیا دیکھا کہ ان آدمیوں میں سے بارہ شدید زخمی ہیں۔ ان میں ایک عکرمہ بھی تھے۔ ایک مسلمان سپاہی ان کے پاس آیا اور عکرمہ کی حالت دیکھی،

بڑی خراب تھی۔ اس نے کہا اے عکرمہ! میرے پاس پانی کی چھاگل ہے تم کچھ پانی پی لو۔ عکرمہؓ نے منہ پھیر کر دیکھا تو پاس ہی حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت فضلؓ زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ عکرمہؓ نے اس مسلمان سے کہا کہ میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت مدد کی جب مَیں آپؐ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس کی وجہ سے مر جائے اور میں پانی پی کر زندہ رہوں۔ ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا ایک نیا جذبہ پیدا تھا۔ اس لیے پہلے انہیں یعنی حضرت فضل بن عباسؓ کو پانی پلا لو۔ اگر کچھ بچ جائے تو پھر میرے پاس لے آنا۔ وہ مسلمان حضرت فضلؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ پہلے اسے پانی پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ وہ اس زخمی کے پاس گیا تو اس نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے پہلے اسے پلاؤ پانی۔ اس طرح وہ جس سپاہی کے پاس جاتا وہ اسے دوسرے کے پاس بھیج دیتا اور کوئی نہ پیتا جب وہ آخری زخمی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ وہ واپس دوسرے کی طرف آیا یہاں تک کہ عکرمہ تک پہنچا مگر وہ سب فوت ہو چکے تھے۔

(ماخوذ از ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 230-231)

شام کے لوگ مختلف مذاہب کے پیرو تھے۔ زبانوں کا اختلاف تھا۔ ان کی نسلیں مختلف تھیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن جرّاح نے ان میں عدل و مساوات قائم کیا۔ داخلی امن و سکون بحال کیا۔ ہر ایک کو مذہبی آزادی دی اور اس اسلامی روح کو جاری کیا کہ تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور سب بھائی بھائی ہیں اور ان میں انسان ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں یعنی بعض دفعہ یہ بھی غلط الزام لگایا جاتا ہے کہ زبردستی مسلمان بنایا۔ آپؓ نے ان رومیوں کو مذہبی آزادی دی۔ قبیلوں کی پہچان کروائی۔ امن سکون قائم فرمایا۔ مذہبی آزادی قائم فرمائی۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہی کی کوششوں سے جو عرب لوگ شام میں آباد تھے اور عیسائی مذہب کے پیرو تھے اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ تبلیغ سے آئے، طاقت سے نہیں آئے۔ یا اس کے علاوہ مسلمانوں کا نمونہ دیکھ کے آئے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ رومی اور عیسائی بھی آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ یرموک کی فتح سے چند روز قبل حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہو گیا، آپؓ کی وفات ہو گئی اور حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے شام کی نگرانی اور فوجوں کی قیادت حضرت ابوعبیدہؓ کے سپرد کی۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ کو حضرت عمرؓ کی اس تقریر کا خط پہنچا تو اس وقت جنگ پورے زوروں پر تھی اس لیے حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کا اظہار نہ کیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب اس کا علم ہوا کیونکہ حضرت خالد بن ولیدؓ اس وقت کمانڈر تھے تو انہوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کو کیوں چھپائے رکھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا اس لیے کہ ہم دشمن کے بالمقابل تھے اور مَیں کسی طرح آپ کی دل شکنی نہیں چاہتا تھا۔ جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو حضرت خالد کا لشکر عراق واپس جانے لگا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو کچھ دیر اپنے پاس روکے رکھا۔ جب حضرت خالدؓ روانہ ہونے لگے تو انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ اس امّت کے امین تمہارے والی ہیں یعنی حضرت ابوعبیدہؓ۔ اس پر ابوعبیدہؓ نے فرمایا مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خالد بن ولید خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ غرض

اس طرح محبت اور احترام کی فضا میں دونوں قائد ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 26-27)

یہ ہے مومن کا تقویٰ کہ نہ نام کی خواہش، نہ نمود کی خواہش، نہ کسی افسری اور عہدے کی خواہش۔ مقصد ہے تو صرف ایک کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کی جائے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم کی جائے۔ پس یہ لوگ جو ہیں یہ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔ اور ہر عہدے دار کو بلکہ ہر احمدی کو ان باتوں کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

فتح بیت المقدس کا واقعہ بیان ہوتا ہے۔ اس کا بھی تعلق حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر فلسطین کی طرف بڑھا۔ انہوں نے جب فلسطین کے شہروں کو فتح کر کے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابوعبیدہؓ کا لشکر بھی ان سے آن ملا۔ عیسائیوں نے قلعہ بندی سے تنگ آ کر صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ خود حضرت عمرؓ آ کر صلح کا معاہدہ کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے عیسائیوں کی اس پیشکش کو حضرت عمرؓ تک پہنچایا، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے امیر مقرر فرما کر ربیع الاول 16ر ہجری کو مدینے سے روانہ ہو کر جابیہ مقام پر جو دمشق کے مضافات میں ایک بستی ہے وہاں پہنچے جہاں قائدین نے آپ کا استقبال کیا، وہاں قائدین موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا یا امیر المومنینؓ! آپؓ کی مراد کون ہے؟ آپؓ نے فرمایا ابوعبیدہؓ۔ عرض کیا گیا کہ ابھی آتے ہیں۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہؓ اونٹنی پر سوار ہو کر آئے اور سلام عرض کر کے خیریت دریافت کی۔ حضرت عمرؓ نے باقی سب لوگوں کو جانے کے لیے کہا اور خود حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ گھر پہنچ کر دیکھا کہ وہاں صرف ایک تلوار، ڈھال، چٹائی اور ایک پیالے کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابوعبیدہؓ! کچھ سامان بھی مہیا کر لیتے۔ گھر میں کچھ تو سامان رکھنا چاہیے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے عرض کی یا امیر المومنین! یہ ہمیں آسائش کی طرف مائل کر دے گا۔ اگرچہ میں سامان تو مہیا کر سکتا ہوں لیکن پھر آسائشوں اور سہولتوں کو دیکھ کر انہی چیزوں میں پڑ جاؤں گا۔ اس لیے مَیں نہیں چاہتا کہ ایسی چیزیں رکھوں۔ اس موقع پر حضرت بلالؓ کی اذان کا ایک روح پرور واقعہ بھی پیش آیا۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اذان نہ دیتے تھے۔ اس موقعے پر ایک دفعہ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اصرار کیا کہ وہ حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیں۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے جب اذان دی تو سب آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور لوگوں میں سب سے زیادہ حضرت عمرؓ روئے کیونکہ اس اذان نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کرا دیا۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 28 تا 30)

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 106 دار الکتب العلمیة بیروت)

رومیوں کی آخری کوشش کے بارے میں لکھا ہے کہ 17ر ہجری میں رومیوں نے مسلمانوں سے شام واپس لینے کے لیے ایک آخری کوشش کی اور شمالی شام، الجزیرہ، شمالی عراق اور آرمینیا کے کردوں، بدوؤں، عیسائیوں اور ایرانیوں نے ہرقل سے اپیل کی کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی جائے۔ انہوں نے اپنی طرف

سے تیس ہزار کے لشکر کی پیشکش کی۔ گو کہ اس وقت تک الجزیرہ کا اکثر حصہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فتح کر لیا تھا مگر تاہم وہاں کے بدوؤں پر ابھی تک ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا اور قیصر روم کی بحری طاقت ابھی برقرار تھی۔ اس نے موقعے کو غنیمت جانا اور ایک بڑی بحری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا جبکہ بدوی قبائل کے ایک عظیم لشکر نے حِمص کا محاصرہ کر لیا اور شمالی شام کے کچھ شہروں نے بغاوت کر دی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو امدادی کمک کے لیے لکھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فوراً کوفہ سے امدادی فوج بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔

چنانچہ حضرت سعدؓ نے قَعْقَاع بن عمرو کی زیرِ سرکردگی ایک فوج کوفہ سے روانہ کی مگر اس کے باوجود رومی لشکر اور مسلمانوں کے لشکر کی تعداد میں بہت زیادہ فرق تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کے سپاہیوں سے ایک جوشیلا خطاب کیا اور فرمایا کہ مسلمانو! آج جو ثابت قدم رہ گیا اور اگر زندہ بچا تو ملک و مال اس کو ملے گا اور اگر مارا گیا تو شہادت کی دولت ملے گی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ مشرک نہ ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ دونوں گروہوں میں جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے مقابلے میں تھوڑی ہی دیر میں رومیوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ مَرْجُ الدِّیْبَاج جو شام کے سرحدی علاقے پر ایک شہر مَصِّیْصَۃ ہے اس سے دس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی وادی کا نام ہے وہاں تک بھاگتے چلے گئے اور اس کے بعد کبھی قیصر کو شام کی طرف پیش قدمی کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 816-817، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء) (سیر الصحابہ از شاہ معین الدین ندوی جلد 2 صفحہ 131، دارالاشاعت اردو بازار کراچی پاکستان) (معجم البلدان جلد 5 صفحہ 118 دار الکتب العلمیة بیروت)

طاعونِ عَمْوَاس: یہ بھی ایک جگہ ہے جو رملہ سے بیت المقدس کے راستے پر چھ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ اسے طاعون عمواس اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں سے اس مرض کا آغاز ہوا تھا۔ اس مرض سے شام میں لاتعداد اموات ہوئیں۔ بعض کے نزدیک اس سے پچیس ہزار کے قریب اموات ہوئیں۔ اس کی تفصیل بخاری کی ایک روایت میں ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ سَرْغ مقام یعنی سرغ وہ ہے جو شام اور حجاز کے سرحدی علاقے میں وادی تبوک کی ایک بستی ہے جو مدینے سے تیرہ راتوں کی مسافت پر ہے۔ پرانی تاریخوں میں اس طرح ہی لکھا ہوتا تھا۔ اس کا مطلب کوئی ہزار میل کے قریب ہو گا، وہاں پہنچے تو آپؓ کی ملاقات فوجوں کے امراء حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ شام کے ملک میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے پاس مشورے کے لیے اوّلین مہاجرین کو بلایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ کیا مگر مہاجرین میں اختلاف رائے ہو گئی۔ بعض کا کہنا تھا کہ یہاں سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے جبکہ بعض نے کہا کہ اس لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ شامل ہیں اور ان کو اس وبا میں ڈالنا مناسب نہیں۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو واپس بھجوا دیا اور انصار کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا مگر انصار کی رائے میں بھی مہاجرین کی طرح اختلاف ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے انصار کو بھجوایا اور پھر فرمایا کہ قریش کے بوڑھے لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے۔ ان کو بلایا گیا۔ انہوں نے ایک زبان ہو کر مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لَوٹ چلیں اور وبائی علاقے میں لوگوں کو نہ لے کے جائیں۔ حضرت

عمرؓ نے ان لوگوں میں واپسی کا اعلان کروا دیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس موقع پر سوال کیا کہ اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا اے ابو عبیدہؓ! کاش تمہارے علاوہ کسی اَور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار ہوتے ہوئے اللہ ہی کی تقدیر کی طرف جاتے ہیں۔ کیونکہ ایک تقدیر سے دور جا رہے ہیں لیکن دوسری تقدیر بھی اللہ کی ہے اس طرف جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ان کو لے کر ایسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز ہو اور دوسرا خشک ہو تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر تم اپنے اونٹوں کو سرسبز جگہ پر چراؤ تو وہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر تم ان کو خشک جگہ پر چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی آ گئے جو پہلے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس اس مسئلے کا علم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں کوئی وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر کوئی مرض کسی ایسی جگہ پر پھوٹ پڑے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے باہر بھی مت نکلو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یُذکر فی الطاعون حدیث نمبر 5729)(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 177-178 دار الکتب العلمیة بیروت)(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 239 دار الکتب العلمیة بیروت)

طاعون عمواس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام تشریف لے گئے اور وہاں طاعون پڑ گئی جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے اور حضرت ابو عبیدہؓ اور اسلامی لشکر نے آپ کا استقبال کیا تو اس وقت صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت علاقہ میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس لیے آپ کو واپس تشریف لے جانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے مشورہ کو قبول کر کے فیصلہ کر لیا کہ آپ واپس لوٹ جائیں گے۔ حضرت ابو عبیدہؓ ظاہر پر بڑا اصرار کرنے والے تھے۔ انہیں جب اس فیصلہ کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ أَتَفِرُّ مِنَ الْقَضَاءِ کیا آپ قضائے الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا أَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ۔ مَیں اللہ تعالیٰ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فیصلہ ہے اور ایک عام فیصلہ۔ یہ دونوں فیصلے اسی کے ہیں۔ کسی اَور کے نہیں۔ پس میں اس کے فیصلہ سے بھاگ نہیں رہا بلکہ اس کے ایک فیصلہ سے اس کے دوسرے فیصلہ کی طرف جا رہا ہوں۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب طاعون کی خبر ملی اور آپؓ نے مشورہ کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا تو آپؓ نے دریافت فرمایا کہ شام میں تو پہلے بھی طاعون پڑا کرتی ہے۔ پھر لوگ ایسے موقعے پر کیا کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب طاعون پھیلتی ہے تو لوگ بھاگ کر اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں اور طاعون کا زور ٹوٹ جاتا ہے" یعنی بجائے شہر میں رہنے کے ارد گرد کے علاقوں میں باہر کھلی جگہوں پر چلے جاتے ہیں۔ "اسی مشورہ کی طرف آپؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک عام قانون بھی بنایا ہوا ہے کہ جو شخص طاعون کے مقام سے بھاگ کر اِدھر اُدھر کھلی ہوا میں چلا جائے وہ بچ جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ قانون بھی خدا تعالیٰ کا ہی بنایا ہوا ہے تو میں اس کے کسی قانون کی

خلاف ورزی نہیں کر رہا بلکہ اس کی قضا سے قدر کی طرف لوٹ رہا ہوں۔ یعنی خدا تعالیٰ کے خاص قانون کے مقابلہ میں اس کے عام قانون کی طرف جا رہا ہوں۔ پس تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں بھاگ رہا ہوں۔ میں صرف ایک قانون سے اس کے دوسرے قانون کی طرف جا رہا ہوں۔"

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 170-171)

حضرت عمرؓ مدینہ واپس آ گئے مگر آپؓ کو طاعون کے پھیلنے کی وجہ سے بہت گھبراہٹ اور پریشانی تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط بھجوایا کہ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے اس لیے جب تمہیں یہ خط پہنچے تو فوراً مدینے کے لیے روانہ ہو جانا۔ اگر خط رات کو پہنچے تو صبح ہونے کا انتظار نہ کرنا اور اگر خط صبح پہنچے تو رات ہونے کا انتظار نہ کرنا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے جب وہ خط پڑھا تو کہنے لگے کہ مَیں امیر المومنین کی ضرورت کو جانتا ہوں۔ اللہ حضرت عمرؓ پر رحم کرے کہ وہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں ہے۔ سمجھ گئے کہ کیا گھبراہٹ ہے؟ کس وجہ سے ہے؟ پھر اس خط کا جواب دیا کہ یا امیر المومنین! میں آپؓ کی منشا کو سمجھ گیا ہوں۔ مجھے نہ بلائیے۔ یہیں رہنے دیجئے۔ مَیں مسلمان سپاہیوں میں سے ایک ہوں۔ جو مقدّر ہے وہ ہو کر رہے گا۔ مَیں ان سے کیسے منہ موڑ سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے جب وہ خط پڑھا تو آپؓ رو پڑے۔ مہاجرین میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا یا امیر المومنین! کیا حضرت ابوعبیدہؓ فوت ہو گئے۔ آپؓ نے فرمایا نہیں لیکن شاید ہو جائیں۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 18-19، ابوعبیدہ بن الجراح، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان، 1996ء)

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ مسلمانوں کو اس خطے سے نکال کر کسی صحت افزا مقام پر لے جاؤ۔ جب بھی کوئی مسلمان سپاہی طاعون سے شہید ہوتا تو حضرت ابوعبیدہؓ رو پڑتے اور اللہ سے شہادت طلب کرتے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپؓ یہ دعا پڑھتے کہ اے اللہ! کیا ابوعبیدہ کی آل کا اس میں یعنی شہادت میں حصہ نہیں۔ ایک دن حضرت ابوعبیدہؓ کی انگلی پر ایک چھوٹی سی پھنسی نمودار ہوئی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے کہا امید ہے کہ اللہ اس تھوڑے میں برکت ڈالے گا اور جب تھوڑے میں برکت ہو تو وہ بہت ہو جاتا ہے۔

عِرْبَاض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوعبیدہؓ طاعون سے بیمار ہوئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے میرے سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو طاعون سے مرے وہ شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ شہید ہے۔ جو ڈوب کر مرے وہ شہید ہے اور جو چھت کے گرنے سے دب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ کا آخری وقت آیا تو لوگوں سے فرمایا کہ لوگو! مَیں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں اگر قبول کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔ نصیحت یہ ہے کہ نماز کو قائم کرنا۔ زکوۃ ادا کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ صدقہ دیتے رہنا۔ حج کرنا۔ عمرہ کرنا۔ ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تاکید کرنا۔ اپنے امراء سے خیر خواہی کرنا۔ انہیں دھوکا نہ دینا۔ دیکھو تمہیں عورتیں تمہارے فرائض سے غافل نہ کر دیں۔ اگر آدمی ہزار سال بھی زندہ رہے تب بھی ایک دن اسے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے جیسا میں رخصت ہوا چاہتا ہوں۔ اللہ نے بنی آدم کے لیے موت مقدر کر رکھی ہے۔ ہر شخص مرے گا۔ عقلمند وہ ہے جو موت کے لیے تیار رہتا ہے اور اس دن کے لیے تیاری کرتا ہے۔ امیر المومنین کو میرا سلام پہنچا دینا اور عرض کرنا کہ میں نے تمام

امانتیں ادا کر دی ہیں۔ پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ مجھے میرے فیصلہ کے مطابق یہیں دفن کر دینا۔ چنانچہ اردن کی زمین میں وادی بَیْسَان میں آپؓ کی قبر ہے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ جَابِیَہ سے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے لیے جا رہے تھے تو راستہ میں آپؓ کی وفات کا وقت آ گیا اور دوسری روایت کے مطابق آپؓ کی وفات شام کے علاقہ فِحْل میں ہوئی اور آپؓ کی قبر بَیْسَان مقام کے پاس ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے مرض الموت میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ کی وفات ہوئی تو حضرت معاذؓ نے لوگوں سے کہا لوگو! آج ہم میں سے وہ شخص جدا ہوا ہے جس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ، لوگوں سے محبت کرنے والا اور ان کا خیر خواہ مَیں نے نہیں دیکھا۔ دعا کرو کہ اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 31 تا 33)

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 22-23 ابو عبیدہ بن الجراح، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان 1996ء)

حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ نے 18 ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر 58 سال تھی۔

(استیعاب جلد 2 صفحہ 343 مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 2010ء)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو چار ہزار درہم اور چار سو دینار بھجوائے اور اپنے قاصد سے فرمایا کہ دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ قاصد یہ مال لے کر حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس پہنچا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے ساری رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔ قاصد نے یہ تمام واقعہ حضرت عمرؓ سے بیان کیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسلام میں ابوعبیدہؓ جیسے پیدا کیے۔

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا کسی چیز کی خواہش کرو۔ کسی نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ ایک شخص نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ یہ مکان ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اور خواہش کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم کیا خواہش کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری یہ خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہو یعنی ایسے وہ لوگ ہوں۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحہ 252 حدیث 5005 کتاب معرفة الصحابة ذکر مناقب سالم مولى ابی حذيفه۔ دار الکتب العلمية بیروت 2002ء)

پس کیا خوش قسمت ہیں یہ لوگ جو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے تھے اور اگلے جہان میں بھی اس کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔ آج ان کا ذکر ختم ہوا۔

کچھ جنازے پڑھاؤں گا۔ ان کا ذکر یوں ہے۔ ایک ہمارے شہید پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب ابن فضل الدین خٹک صاحب ضلع پشاور ہیں جو پچھلے دنوں میں شہید ہوئے تھے۔ 5 اکتوبر کو دوپہر ڈیڑھ بجے فائر کر کے ان کو مخالفین نے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ تقریباً ڈیڑھ بجے سپیریئر سائنس کالج جس میں پڑھاتے تھے وہاں سے پڑھانے کے بعد اپنے گھر جا رہے تھے تو دو موٹر سائیکل سوار آئے اور انہوں نے فائرنگ کر

کے ان کو موقع پر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ شہید کی عمر 56 سال تھی۔ پچیس سال سے آپ شعبہ تدریس سے وابستہ تھے۔ انہوں نے قائد اعظم یونیورسٹی سے ایم فِل کیا تھا اور اس کے بعد سکالرشپ پر چائنہ چلے گئے۔ وہاں مائیکرو انوائر نمینٹل بائیالوجی میں پی ایچ ڈی کی۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج یونیورسٹی میں خدمات سرانجام دیں۔ پشاور یونیورسٹی میں پڑھاتے رہے۔ پی ایچ ڈی کا جو پینل ہوتا ہے لوگوں کے، لڑکوں کے، سٹوڈنٹس کے انٹرویو لینے والا اس کے ممبر تھے۔ پاکستان کے مختلف تعلیمی ادارے ان کو لیکچر کے لیے بلاتے رہتے تھے۔ یہ محکمہ تعلیم سے ہی زیادہ تر منسلک رہے۔

ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا رکن الدین صاحب خٹک کے ذریعے سے ہوا جو ضلع کرک کے تھے اور دادی محترمہ بی بی نور نامہ صاحبہ بھی احمدی ہوئیں۔ ان کے والد کا نام شیر زمان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور قادیان سے واپسی پر حضور علیہ السلام کی طرف سے انہیں ایک کرتہ مبارک بھی تحفے میں ملا تھا۔ یہ تبرک ان کی فیملی میں ابھی تک ہے۔ شہید مرحوم کے والد فضل الدین صاحب محکمہ لائیو سٹاک میں ویٹرنری ڈاکٹر تھے اور ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ معروف شاعر بھی تھے۔ ان کی والدہ محبوبۃ الرحمٰن صاحبہ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم کی تھیں وہیں سے ریٹائرڈ ہوئیں۔ کئی سال ان کی فیملی کو مخالفانہ حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ شہید مرحوم کے سسر بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ صدر جماعت اچینی پایان پشاور 2019ء میں اغوا کیے گئے تھے۔ ان کا تاحال کچھ پتہ نہیں لگا کہ یہ کہاں ہیں۔ بازیابی نہیں ہوئی۔ شہید مرحوم نمایاں خصوصیات کے حامل تھے۔ جماعتی خدمات کے طور پر باوجود اس کے کہ یہ پڑھے لکھے تھے لیکن سیکیورٹی ڈیوٹی دینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ مہمان نوازی ان کا بڑا خاص شیوہ تھا۔ ہمدردی خلق، غریبوں کی امداد، خاندان کے ہر فرد سے ہمدردی کا تعلق، تعلیم کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ احمدی بچوں کو بار بار تعلیم حاصل کرنے کی نصیحت کرتے۔ اپنے بچوں کو بھی اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ ان کی اہلیہ محترمہ سعدیہ بشریٰ صاحبہ نے بتایا کہ شہید مرحوم شہادت سے ایک ہفتہ قبل ربوہ آ کر جب بہشتی مقبرہ میں گئے تو کہا کہ کاش ہمیں بھی یہاں جگہ ملے لیکن پھر کہنے لگے کہ ہماری قسمت کہاں کہ ہمیں یہاں جگہ ملے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو اس طرح پورا کیا کہ ان کی تدفین ربوہ میں ہو گئی ہے۔ شہید مرحوم کے برادر نسبتی ڈاکٹر منیر احمد خان ہیں جو آج کل طاہر ہارٹ میں کام کرتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ شہید نے ان کو بتایا تھا کہ ایک مخالف پروفیسر ہے جو ان کی اور ان کے بچوں کی تصویریں مخالفین کو دکھاتا ہے اور ان کو ترغیب دے رہا ہے کہ ان کو مار دو۔ ان کے گھر کے باہر بھی مخالفانہ بینر لگائے گئے تھے اور کہتے ہیں کہ وفات سے ایک ہفتہ پہلے یہاں مجھے ملنے آئے تو میں نے کہا ہمارے ساتھ کھانا کھا لیں۔ کہنے لگے نہیں کھانا میں لنگر خانے میں کھاؤں گا اور جو مزہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر کے کھانے کا ہے اور جو برکت وہاں سے ملتی ہے وہ کہیں اَور سے نہیں ملتی۔ آئندہ پھر کبھی دیکھیں گے۔

شہید مرحوم کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ سعدیہ نعیم صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔ ایک بیٹی شادی شدہ ہیں اور باقی دو بیٹیاں پڑھائی کر رہی ہیں۔ ایک بیٹا ان کا انجنیئر ہے اور ایک بیٹا فرسٹ ایئر کا طالب

علم ہے۔ کلیم الدین خٹک انجنیئر ہیں اور نورالدین خٹک فرسٹ ایئر کے طالبعلم ہیں۔ ان کے ایک اور رشتہ دار نوید احمد صاحب امیر جماعت پشاور جو جماعتی خدمت کر رہے ہیں وہ بھی ان کے برادر نسبتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ عزیزم اسامہ صادق ابن محمد صادق صاحب کا ہے۔ جامعہ احمدیہ جرمنی کے طالبعلم تھے۔ گذشتہ دنوں جرمنی میں دریائے رائن میں ڈوب کر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔ وفات کے وقت عزیزم کی عمر بیس سال تھی۔ پاکستان سے چک سکندر گجرات کے رہنے والے تھے۔ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کے لواحقین میں والدین کے علاوہ ان کی پانچ بہنیں اور ایک بھائی شامل ہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے ددھیال کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے دَور میں آئی تھی اور ان کے دادا اپنے دو بھائیوں سمیت احمدی ہوئے تھے۔ بعد میں دوسرے تو احمدیت سے پھر گئے لیکن ان کے دادا احمدیت پر قائم رہے۔ ننھیال میں احمدیت ان کے پڑنانا حضرت شاہ محمد صاحب اور ان کے والد حضرت لنگر محمد صاحب کے ذریعے آئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے جنہوں نے 1903ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر جہلم میں بیعت کی تھی۔ چک سکندر میں 1989ء میں جماعتی حالات بہت خراب ہو گئے تھے۔ احمدیوں کے خلاف بہت جلوس نکالے گئے تو عزیزم کے والدین کو بھی بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ عزیزم کی والدہ کو زدوکوب بھی کیا گیا۔ ان کے والد صادق صاحب پر جھوٹا مقدمہ بنایا گیا جو سات سال تک چلتا رہا۔ بہر حال پھر یہ جرمنی آ گئے۔ ابتدائی تعلیم تو اس نے وہیں سے حاصل کی تھی۔ یہاں آ کے پھر عزیز نے جامعہ میں داخلہ لیا اور جامعہ احمدیہ کا تیسرا سال حال ہی میں مکمل کیا تھا لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ اس کو اپنے پاس بلا لیا۔

ان کے والد کا کہنا ہے کہ مَیں مرحوم کی جتنی بھی تعریف کروں تھوڑی ہے کیونکہ اس نے تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیے۔ وہ ایک طالبعلم ہوتے ہوئے بہت ہی ہونہار بچہ تھا۔ اس کا زیادہ وقت پڑھائی میں گزرتا۔ کورونا کی وجہ سے اس نے چھ ماہ گھر پر گزارے تھے۔ نماز باجماعت کے ساتھ ساتھ رمضان میں روزے بھی سارے رکھے بلکہ وہی نماز کی امامت کراتا اور نماز تراویح بھی باجماعت پڑھاتا تھا۔ چھٹیوں کے بعد جامعہ جانے کی تیاری کر رہا تھا مگر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ان کی والدہ کہتی ہیں: بے پناہ خوبیوں کا مالک تھا اور بڑی ذمے داری سے ہر کام کرتا تھا اور یہ بھی کہ جلد مکمل ہو جائے۔ بڑی سادہ طبیعت تھی۔ بہت کم گو تھا۔ ضرورت کے وقت بات کرتا۔ والدین کا انتہائی فرمانبردار، مضبوط ارادہ رکھنے والا، طبیعت سنجیدہ لیکن دُوراندیش۔ مختلف زبانوں پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا اور اس کے لیے عربی، فارسی اور انگلش اور جرمن پر خاص طور پر توجہ دیتا تھا۔ جرمنی کے نیشنل سیکرٹری تبلیغ فرید صاحب لکھتے ہیں کہ اسامہ کئی خوبیوں کا مالک تھا۔ ان میں ایک خوبی شوق سے تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی بھی تھی۔ اپنی وفات سے دو روز قبل بھی مسلسل تین دن فلائر کی تقسیم کے لیے مشرقی جرمنی گیا تھا۔ جب بھی فلائر تقسیم کرنے کا پوچھا گیا تو کبھی انکار نہیں کیا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جامعہ جرمنی سے فارغ التحصیل مربی صہیب ناصر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سے چار سال جونیئر تھا لیکن عبادت میں وہ میرے لیے نمونہ تھا۔ مسجد میں

نماز کے لیے اکثر پہلی صف میں دیکھا۔ مسجد میں نماز سے پہلے آکر نوافل ادا کیا کرتا۔ نماز کے بعد اکثر ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا۔ ان طلبہ میں شامل تھا جو سب سے پہلے مسجد آتے اور سب سے آخر پر مسجد سے نکلتے۔ اسی طرح جمعے کی نماز میں بھی پہلی صف میں بیٹھتا۔ جامعہ کی پڑھائی میں بڑا سنجیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ اس کے والدین کو اور بہن بھائیوں کو صبر عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ سلیم احمد ملک صاحب کا ہے جو یہاں پہلے تو حکومت میں یا تعلیمی اداروں میں شعبہ تعلیم سے منسلک رہے۔ اس کے بعد، ریٹائرمنٹ کے بعد جب جامعہ شروع ہوا تو جامعہ کے استاد بھی رہے۔ 87 سال کی عمر میں 24؍ ستمبر کو ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے دادا حضرت ملک نور الدین صاحب اور والد حضرت ملک عزیز احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے والد صاحب کا ایک واقعہ ان کی والدہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ملک صاحب کے گھر والے افراد میں سے، ان کے ددھیال میں سے ایک بار بہت سے افراد کسی بیماری کی وجہ سے وفات پا گئے تو اُن کی والدہ نے یعنی اِن کی دادی نے شاید حکیم مولانا نورالدین صاحب کو بچے کی حالت بتائی۔ مولوی صاحب فوراً ان کو دیکھنے کے لیے ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ بچے کے بچنے کا بہت کم امکان ہے۔ صرف دعا ہی بچا سکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست دعا بھی کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر ہی مل گئے۔ وہیں درخواست کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی جا کر بچے کو دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان کے گھر تشریف لے گئے اور گھر آکر بچے کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ یہ بچہ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور اقدسؑ کی دعا کا ہی معجزہ تھا کہ بچہ ٹھیک ہو گیا اور پھر مرحوم کے والد ستّر سال تک زندہ رہے۔

سلیم ملک صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد سیالکوٹ میں مقیم ہو گئے۔ وہیں کالج میں تعلیم حاصل کی، پھر کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں سائنس کے مضامین میں تعلیم حاصل کی۔ 1960ء میں یوکے آ گئے۔ یہاں ریڈنگ یونیورسٹی میں کئی سال تک جیولوجیکل کیمسٹری میں پروفیسر رہے۔ ابتدا سے ہی مرحوم کو یوکے جماعت میں مختلف شعبوں میں کام کی توفیق ملی۔ نیشنل سیکرٹری تعلیم و تربیت مقرر ہوئے۔ لمبا عرصہ تک سیکرٹری امور خارجہ رہے۔ جماعت کے انٹرنیشنل ریلیشنز کے شعبے میں بہت کام کیا۔ احمدیوں کے حالات کا جائزہ لینے والی ہیومن رائٹس کمیٹی کے ساتھ دو مرتبہ پاکستان جا کر رپورٹ تیار کرنے کی توفیق پائی۔ بہت بڑا انٹرنیشنل ایکسپو (expo) ہر سال دنیا کے مختلف ممالک میں لگایا جاتا ہے ملک صاحب مرحوم کو 1992ء میں یوکے اور سپین میں جماعت کا سٹال لگانے اور ان کو آرگنائز کرنے کا موقع ملا۔ 1997ء میں جامعہ احمدیہ کے قیام کے بارے میں جو کمیٹی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قائم فرمائی تھی اس میں آپؒ نے سلیم ملک صاحب کو بھی شامل فرمایا۔ اسی طرح جامعہ احمدیہ یوکے کے آغاز سے قبل قائم کی جانے والی متعدد کمیٹیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ جامعہ احمدیہ یوکے کے آغاز پر آپ کو چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ یہ ذمے داری 13؍ نومبر 2005ء تک سرانجام

دیتے رہے۔ جامعہ احمدیہ کے طلباء کو انگریزی اور تاریخ پڑھانے کی توفیق ملی جو وفات تک جاری رہی۔ جب اسلام آباد خرید اگیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر آپ کو وہاں باقاعدہ لائبریری بنانے کی توفیق ملی۔ مرحوم انتہائی دیندار، نماز روزہ کے پابند، لوگوں کے ساتھ انتہائی پیار محبت کرنے والے، خوش گفتار، داعی الی اللہ، مہمان نواز، خلافت سے انتہائی محبت کرنے والے، اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور کثیر تعداد میں نواسے نواسیاں شامل ہیں۔

ان کے بھانجے میاں عبدالوہاب کہتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ جب وہ 1960ء میں لندن آئے تو اس وقت ان کے والد ملک عزیز احمد صاحب نے ان کو نصیحت کی تھی۔ وہ بیمار تھے لیکن انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور وہ نصیحتیں یہ تھیں۔ نمبر ایک یہ کہ جماعت سے تعلق کو کبھی نہ چھوڑنا۔ ولایت جارہے ہو یہ نہ سمجھنا کہ وہاں کی رنگینیوں میں گم ہو جاؤ۔ نمبر دو: چندہ ہمیشہ وقت پر پوری شرح سے ادا کرنا۔ یہ بھی اصلاحِ نفس کے لیے ضروری ہے۔ نمبر تین: کوئی بھی جب مدد مانگے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہے اس سے جتنی بھی تنگی آئے۔ چنانچہ کہتے ہیں مَیں نے والدین کی نصیحتوں پر ہمیشہ عمل کیا۔ ان کے بھانجے لکھتے ہیں کہ یہ انہوں نے تو نہیں بتایا لیکن بعد میں میرے علم میں آیا کہ ایک دفعہ ان کے کسی عزیز کو بڑی رقم کی ضرورت تھی تو اپنا مکان بیچ کر اس کی ضرورت پوری کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر نوازا اور اس سے بڑا مکان ان کو مل گیا۔ علمی لحاظ سے بہت علمی آدمی تھے۔ میں بھی شروع میں جب ملا ہوں تو میرا انہیں خیال تھا، میری ان سے واقفیت نہیں تھی تو میں سمجھتا تھا کہ بس ایک عام احمدی ہیں اور انگریزی پڑھا لیتے ہیں۔ ان کی انگریزی زبان اچھی ہو گی لیکن بعد میں پتہ لگا کہ یہ اخلاص و وفا میں بھی بہت بڑھے ہوئے تھے اور ہر وقت جماعتی خدمت کے لیے تیار رہنے والے تھے۔

خلافت سے ان کو نمایاں تعلق اور عقیدت تھی۔ علمی لحاظ سے چلتے پھرتے انسائیکلوپیڈیا تھے۔ ہر موضوع پر خاص طور پر تاریخ پر ان کو عبور تھا۔ اس کے علاوہ لٹریچر انگلش میں ہو یا اردو میں اس سے بھی ان کو بہت شغف تھا لیکن اپنے علم کی خود نمائی کبھی نہیں کرتے تھے۔ دوسروں کو دینی اور دنیاوی علم کے بڑھانے کی ترغیب بھی دیتے رہتے تھے۔ اور سیاسی اور علمی اور پاکستانی کمیونٹی میں بھی ان کے وسیع تعلقات تھے اور ان تعلقات کو بھی ہمیشہ انہوں نے جماعتی مفاد کے لیے استعمال کیا۔ جب مرحوم سیکرٹری امورِ خارجہ تھے تو انہوں نے لارڈ ایوبری (Ave bury) کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کیا۔ انہی کے ذریعہ سے ہمارا، جماعت کا لارڈ ایوبری سے تعلق ہوا تھا اور میرا پارلیمنٹ ہاؤس کا جو پہلا وزٹ تھا اس میں بھی ملک صاحب کا نمایاں کردار تھا۔

مروان سرور گل مربی سلسلہ ارجنٹائن کہتے ہیں کہ ان کی علمی شخصیت کی وجہ سے جامعہ کے سب سٹوڈنٹس کو اور مجھے بھی ان کا ایک خاص احترام تھا لیکن جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد ذاتی نوعیت کا ایک تعلق انہوں نے قائم کیا اور جب میری ارجنٹائن میں تقرری ہوئی تو اس پر بہت خوشی ہوئی اور مجھے کہتے تھے کہ تم پائنیئر مبلغ ہو اس لیے بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے اور کہا کہ جماعت کا نام روشن کرنا اور تبلیغ صحیح طرح کرنا اور خاص طور پر وہاں کی زبان سیکھو اور زبان اس معیار کی لے جاؤ کہ اخباروں میں تمہارے آرٹیکل چھپیں۔ علمی لحاظ

سے ان کو یہ بہت شوق تھا۔ اسی طرح اپنے طلبہ کی دعوت اپنے گھر میں کرتے تھے تو اس کے بعد اپنی لائبریری میں لے جاتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری بھی تھی۔ کئی طلبہ نے مجھے لکھا ہے اور مربیان نے بھی لکھا۔ پھر کہتے تھے اچھا میرے گھر آ کے تمہارے لیے یہ تحفہ ہے کہ تم اس لائبریری میں سے اپنی پسند کی کوئی ایک کتاب لے جاؤ۔ وہی تمہارے لیے تحفہ ہے اور ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ جامعہ احمدیہ ایک غیر معمولی ادارہ ہے جس سے خلیفۃ المسیح کو بہت توقعات ہیں۔ اس لیے اس ادارے سے وابستہ واقفینِ زندگی کو غیر معمولی علمی معیار حاصل کرنا چاہیے۔ پھر مروان صاحب لکھتے ہیں کہ ارجنٹائن روانگی سے قبل خاص طور پر نصیحت فرمائی کہ زبان پہ ایسا عبور حاصل کرنا کہ جیسا کہ پہلے مَیں نے بیان کیا ہے کہ سپینش زبان میں تمہارے مضامین چھپیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بھی مجھے کہا کہ مجھے خط لکھتے رہا کرنا۔ کبھی میرے سے سستی ہو جاتی تو پھر خود ہی رابطہ کرتے اور مجھے خط لکھنے کا کہتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو، ان کے بچوں کو، ان کی نسلوں کو بھی اسی طرح وفا کے ساتھ خلافت اور جماعت سے تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کے بعد ان کے جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/اکتوبر تا 02/نومبر 2020ء جلد 27 شمارہ 86،87 صفحہ 05 تا 10)

42

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16/ اکتوبر 2020ء بمطابق 16/ اخاء 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن صحابی کا مَیں پہلے ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت مُعَوِّذ بن حارِثؓ۔ حضرت معوذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ حضرت معوذؓ کے والد کا نام حارث بن رِفاعہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام عَفْراء بنت عبید تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ یہ تینوں اپنے والد کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کی طرف بھی منسوب تھے اور ان تینوں کو بنو عفراء بھی کہا جاتا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء 5 صفحہ 231 "مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 374 "مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء" دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

صرف ابنِ اسحاق نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت معوذؓ ستر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت معوذؓ نے اُمّ یزید بنتِ قَیس سے شادی کی۔ اس شادی سے ان کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے نام حضرت رُبَیِّعْ بنتِ مُعَوِّذؓ اور حضرت عُمَیْرَہ بنتِ مُعَوِّذؓ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 374 "مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء" دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت معوذؓ کو اپنے دونوں بھائیوں حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء 5 صفحہ 231 "مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

غزوۂ بدر میں حضرت معاذؓ، حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ جو بنو عفراء کہلاتے تھے وہ اور ان کے آزاد کردہ غلام ابو حَمْرَاء کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔

(کتاب المغازی للواقدی جزء 1 صفحہ 38 بدرالقتال، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ 2013ء)

یہ روایت حضرت معاذؓ کے ضمن میں پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن یہاں حضرت معوذؓ کے ضمن میں بھی اس کا آنا ضروری ہے اس لیے بیان کرتا ہوں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن فرمایا کہ کون دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابنِ مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابوجہل ہو؟ حضرت انسؓ بیان

کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کی داڑھی پکڑی۔ ابوجہل کہنے لگا کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو قتل کیا ہے یا یہ کہا کہ اس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟ اس جیسے بڑے آدمی کو کبھی ان کی قوم نے قتل کیا ہو؟

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل حدیث نمبر 3962)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں مُعوِذؓ اور معاذؓ نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ امام ابنِ حجر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمروؓ اور حضرت معاذ بن عفراءؓ کے بعد حضرت معوذ بن عفراءؓ نے بھی اس پر وار کیا ہوگا۔

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب...... حدیث 3141 جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کے قتل کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ انسان بڑی خوشیاں کرتا ہے اور اپنے لیے ایک چیز کو مفید خیال کرتا ہے لیکن وہی اس کے لیے تباہی اور بربادی کا باعث ہو جاتی ہے۔ بدر کے موقعے پر کفارِ مکہ جب آئے تو انہوں نے سمجھا کہ بس ہم نے مسلمانوں کو مار لیا اور ابوجہل نے کہا ہم عید منائیں گے اور خوب شرابیں اڑائیں گے اور سمجھا کہ بس اب مسلمانوں کو مار کر ہی پیچھے ہٹیں گے لیکن اسی ابوجہل کو مدینے کے دو لڑکوں نے قتل کر دیا۔ کفارِ مکہ مدینہ والوں کو بڑا ذلیل خیال کرتے تھے اور اسے یعنی ابوجہل کو ایسی حسرت دیکھنی نصیب ہوئی کہ اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ عرب میں رواج تھا کہ جو سردار ہوتا وہ اگر لڑائی میں مارا جاتا تو اس کی گردن لمبی کر کے کاٹتے تاکہ پہچانا جاوے کہ یہ کوئی سردار تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے دیکھا جب یہ بے حس و حرکت اور زخمی پڑا ہوا تھا اور پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ اس نے کہا مجھے اَور تو کوئی افسوس نہیں، صرف یہ ہے کہ مجھے مدینہ کے دو اَرائیں بچوں نے مار دیا یعنی ایسے بچوں نے جو سبزیاں اگانے والوں کی، کھیتی باڑی کرنے والوں کی اولاد ہیں اور مکہ والوں کی نظر میں یہ کام کم درجے کا سمجھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ مدینہ کے لوگوں کو جنگ و جدل اور جنگ و قتال کا کیا پتہ؟ لیکن مارا بھی اور اس کے اس تکبر کو توڑا بھی تو کس نے؟ انہی لوگوں نے۔ نہ صرف ان لوگوں نے بلکہ ان کے بچوں نے یا لڑکوں نے جو اتنے تجربہ کار نہیں تھے۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ تمہاری کوئی خواہش ہے؟ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو۔ انہوں نے کہا میں تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو ٹھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا اور وہ جو عید منانی چاہتا تھا وہی اس کے لیے ماتم ہو گیا اور وہ شراب جو اس نے پی تھی اسے ہضم ہونی بھی نصیب نہ ہوئی۔

(ماخوذ از خطبات محمود (خطبات عید الفطر) جلد 1 صفحہ 11)

غزوۂ بدر کے موقعے پر حضرت معوذؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابو مُسَافِع نے شہید کیا تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء 4 صفحہ 1442 "مُعَوِّذٌ بِنْ عَفْرَاء" دار الجیل بیروت 1992ء)

اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام ہے حضرت اُبَی بن کعبؓ۔ حضرت اُبَیؓ انصار کے قبیلہ خزرج کی

شاخ بنو معاویہ سے تھے۔ حضرت اُبَیؓ کے والد کا نام کَعب بن قیس اور والدہ کا نام صُھَیْلَہ بنتِ اَسْوَد تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی دو کنیتیں تھیں ایک ابو مُنذِر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور دوسری ابو طُفیل جو حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کی وجہ سے رکھی تھی۔

(اسد الغابہ، جلد 1صفحہ 168، 169 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

حضرت اُبیؓ متوسط قامت تھے یعنی درمیانے قد کے تھے۔ حضرت اُبیؓ کے سر اور داڑھی کا رنگ سفید تھا۔ خضاب کے ذریعے سے اپنا بڑھاپا تبدیل نہیں کرتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 378 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

یعنی بالوں کو یا داڑھی کو رنگ نہیں لگاتے تھے۔ حضرت اُبَی بن کعبؓ ستر افراد کے ہمراہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت اُبَیؓ اسلام سے پہلے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور اسلام کے بعد حضرت اُبَیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی جبکہ دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 378 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت ابی بن کعبؓ کے متعلق آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اُبَیؓ کو قرآن پڑھ کر سنائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امّت کے سب سے بڑے قاری اُبیؓ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 378 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

اور اسی وجہ سے ان کے بارے میں یہی آتا ہے کہ ان کو قرآن کا بہت علم تھا اور آگے اَور بھی اس بارے میں روایتیں آئیں گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ قُرّائے امّت ہیں یعنی اگر کسی نے قرآن سیکھنا ہو تو ان سے سیکھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 84)

پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کاتبوں کو قرآن کریم لکھواتے تھے ان میں سے مندرجہ ذیل پندرہ نام تاریخ سے ثابت ہیں۔ زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سَرْحؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعید بن العاصؓ، ابان بن سعید العاصؓ، حنظلہ بن الرَّبِیْعَ الْاَسَدِیؓ، مُعَیْقِیْب بن اَبِی فاطمہؓ، عبد اللہ بن اَرْقَم الزُّھْرِیؓ، شُرَحْبِیْل بن حَسَنَہؓ، عبد اللہ بن رَوَاحہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوتا تو آپؐ ان لوگوں میں سے کسی کو بلا کر وحی لکھوا دیتے تھے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 425-426)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جو سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھیں اور لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اَور بہت سے صحابہؓ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں۔ 1۔ عبد اللہ بن مسعودؓ، 2۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، 3۔ معاذ بن جبلؓ، 4۔ ابی بن کعبؓ۔ ان میں سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مزدور تھے، سالمؓ ایک آزاد شدہ غلام تھے، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ مدینہ کے رؤسا میں سے تھے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گروہوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ہر گروہ میں سے قاری مقرر کر دیے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے

خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مِنْ) عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ۔

جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبد اللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ۔ یہ چار تو وہ ہیں جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا آپؐ کو سنا کر اس کی تصحیح کرا لی لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 427-428)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَیؓ کو فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں سورۃ لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ۔ پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا میرا نام لیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ یہ سن کر رو پڑے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب ابی بن کعب حدیث نمبر 3809)

جبکہ ایک دوسری روایت میں ذکر ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا اللہ نے آپؐ سے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ نے عرض کیا: دونوں جہانوں کے پالنے والے کے ہاں میرا ذکر ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت اُبَیؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ لم یکن، حدیث نمبر 4961)

اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "اَبُوحَیَّۃ بدری سے روایت ہے کہ جب سورۃ لَمۡ یَکُنِ سب کی سب نازل ہوئی ہے (یعنی یہ اکٹھی نازل ہوئی ہے) تو جبریلؑ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ یہ

سورۃ ابی بن کعبؓ کو یاد کرا دیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے کہا کہ جبریلؑ نے مجھے حکم دیا ہے یعنی خدا تعالیٰ کا یہ حکم مجھے پہنچایا ہے کہ مَیں یہ سورۃ تم کو یاد کرا دوں۔ ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرا بھی خدا تعالیٰ کے حضور میں ذکر آیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر ابی بن کعبؓ خوشی کے مارے رو پڑے۔"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 342)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اس جملے کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ کیا۔ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری اُبَیؓ ہیں۔ شام کے مشہور سفر میں مقام جَابِیَہ، یہ جَابِیَہ دمشق کے علاقے کی ایک بستی کا نام ہے، وہاں اس کے خطبہ میں فرمایا کہ مَنْ اَرَادَ الْقُرْآنَ فَلْيَاْتِ اُبَيًّا۔

یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ اُبَیؓ کے پاس آئے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 149 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)(معجم البلدان جلد2صفحہ 91)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ چار شخصوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن سارے کا سارا حفظ کیا تھا۔ یہ سب انصاری تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوزیدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب زید بن ثابت حدیث نمبر 3810 مترجم جلد 7 صفحہ 290 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "انصار میں سے جو مشہور حفاظ تھے ان کے نام یہ ہیں۔ عبادہ بن صامتؓ، معاذؓ، مُجَمِّعْ بن حَارِثَہؓ، فَضَالَہ بن عُبَیدؓ، مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ، ابو درداءؓ، ابو زیدؓ، زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، سعد بن عُبادہؓ اور ام وَرَقَہؓ۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 430)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امّت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابو بکرؓ ہیں اور خدا کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں، یعنی ان میں اصولوں کی بڑی سختی ہے اور حیا میں سب سے زیادہ کامل حضرت عثمانؓ ہیں۔ حیا کے اعلیٰ معیار پر پہنچے ہوئے حضرت عثمانؓ ہیں اور حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں اور فرائض کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابتؓ ہیں اور قراءت کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہیں اور ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب معاذ بن جبل.....حدیث 3790)

جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضرت ابوعبیدہ کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہی تھے۔ اس زمانے میں کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ سب سے پہلے حضرت اُبیؓ نے اس کی ابتدا کی۔ بعد میں اَور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 170 مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت 2016)
(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 158 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

یعنی لکھنے والے کا نام نہیں لکھا جاتا تھا صرف کتابت کی جاتی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے اس کام کو شروع کیا کہ لکھنے کے بعد آخر میں اپنا نام لکھ دیا کہ یہ مَیں نے لکھا ہے اس کے بعد پھر یہ طریق باقاعدہ رائج ہو گیا۔

حضرت اُبَیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ مبارک سے سن کر یاد کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، روکتا تھا لیکن حضرت اُبَیؓ بے جھجک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے۔ یعنی یہ نہیں کہ بے تکے سوال کرتے تھے۔ ایک جو نبوت کا رعب ہے اس کے اور مقام کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جس طرح سوال کرنا چاہیے اس طرح سوال کرتے تھے لیکن جھجک نہیں تھی۔ ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتداً فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بھی بتا دیتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 148 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی۔ اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ حضرت اُبَیؓ نماز میں شروع سے شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ درمیان میں شریک ہوئے تھے۔ نماز ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قراءت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے۔ پھر پوچھا ابی بن کعب ہیں؟ حضرت اُبَیؓ اس وقت تک نماز ختم کر چکے تھے۔ غالباً دوسری رکعت پڑھی ہو گی جو یہ غلطی ہوئی ہو گی یا سہو ہوا ہو گا یا آیت کو بھولے ہوں گے جس کو حضرت ابی بن کعبؓ نے بعد میں شامل ہونے کے بعد بہرحال سن لیا تھا۔ ابی نماز ختم کر چکے تھے مگر بولے کہ آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ٹھیک ہے آپؐ نے تلاوت میں فلاں آیت نہیں پڑھی۔ کیا یہ منسوخ ہو گئی ہے یا آپؐ پڑھنا بھول گئے تھے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مَیں پڑھنا بھول گیا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مَیں جانتا تھا۔ حضرت اُبَیؓ کو مخاطب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں جانتا تھا کہ تمہارے سِوا اَور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہو گا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 148، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں مسجد میں تھا۔ ایک آدمی اندر آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ پھر اس نے ایسی قراءت کی جو مجھے اَوپری لگی۔ پھر ایک اَور آدمی اندر آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ پھر جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مَیں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایسی قراءت میں قرآن پڑھا ہے جو مجھے اَوپری لگی۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا کہ اچھا۔ کہا اب مجھے پڑھ کے سناؤ۔ ان دونوں نے قراءت کی۔ قرآن کریم پڑھ کے سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کو ٹھیک قرار دیا۔ دونوں کو کہا کہ تم دونوں ٹھیک ہو۔ اپنی رائے کی تردید پر حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے جو رائے قائم کی تھی کہ اس نے غلط پڑھا ہے اس کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کر دی اور دونوں کو صحیح قرار

دے دیا تو مَیں انتہائی شرمندہ ہوا جو جاہلیت میں بھی نہ ہوا تھا جب مجھے کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔ ایسی شرمندگی اس وقت مجھے ہوئی کہ کبھی زندگی میں نہیں ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو دیکھا جو مجھ پر طاری ہوئی تھی، شرمندگی کی کیفیت چہرے سے ظاہر ہوگئی ہوگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ مَیں پسینے میں شرابور تھا گویا کہ مَیں ڈر کی حالت میں اللہ عزوجل کو دیکھ رہا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے اُبَیؓ! مجھے پیغام بھجوایا گیا کہ مَیں قرآن کو ایک قراءت میں پڑھوں۔ مَیں نے اس کا جواب دیا کہ میری امت کے لیے آسانی پیدا کر دے۔ چنانچہ اس نے مجھے دوسری مرتبہ یہ جواب دیا کہ مَیں اسے یعنی قرآن کو دو قراءتوں میں پڑھوں۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ میری امت کے لیے آسانی فرما دے۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ مجھے جواب دیا کہ اسے سات قراءتوں پر پڑھ لو۔ پس ہر سوال کے بدلے جس کا مَیں نے تجھے جواب دیا ہے ایک دعا کا تجھے حق دیا گیا ہے یعنی اس فرشتے نے کہا۔ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ ہر قراءت کے بدلے دعا کا حق دیا گیا ہے۔ جو تُو مجھ سے مانگ سکتا ہے تب مَیں نے عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تب مَیں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! میری امّت کو بخش دے۔ اور تیسری دعا مَیں نے اس دن کے لیے چھوڑ رکھی ہے جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا باب بیان ان القرآن ....، مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 3 صفحہ 308-309)

حضرت اُبَیؓ بن کعبؓ کو فنِ قراءت میں جو کمال حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن کا دَور کرواتے تھے۔ چنانچہ جس سال آپؐ نے وفات پائی حضرت اُبَیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبرئیل نے کہا تھا کہ اُبَیؓ کو قرآن سنا دیجیے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 149 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَیؓ کو قرآن سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں حضرت اُبَیؓ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے۔ جب اس کو یہ آیت پڑھائی إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْأَثِيْمِ تو اس سے 'اَثِیم' ادا نہ ہوتا تھا۔ ایرانی کا تلفظ تھا۔ وہ ث کے لفظ کو صحیح طرح ادا نہیں کر سکتا تھا۔ ہر دفعہ جب یہ اثیم کہتے تو وہ یتیم کہہ دیتا تھا۔ حضرت اُبَیؓ نہایت پریشان تھے کہ کس طرح اس کو سکھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا اور ان کی پریشانی دیکھ کر ٹھہر گئے اور جب یہ بات سنی تو ایرانی زبان میں فرمایا اسے یہ کہو کہ طَعَامُ الظَّالِمِ یہ ظ سے۔ اس نے جب اس طرح اس کو کہا تو اس نے صاف طور پر ادا کر دیا اور اثیم کہہ دیا۔ انہوں نے ظَالِمْ کہا تھا تو اس نے اثیم کہہ دیا اور صحیح تلفظ ادا کر دیا۔ اس پر آپؐ نے حضرت اُبَیؓ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست کرو۔ جس طرح اس کی زبان ہے اس زبان میں اس کو بتاؤ تاکہ وہ صحیح تلفظ سے قرآن کریم پڑھ سکے اور اس سے حرف نکلواؤ، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 152 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورۂ براءت تلاوت فرمائی۔ یہ سورہ حضرت ابو درداءؓ اور ابو ذرؓ کو معلوم نہ تھی۔ اثنائے خطبہ میں حضرت اُبَیؓ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی ہے؟ مَیں نے تو اب تک نہیں سنی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے اشارے سے کہا خاموش رہو۔ نماز کے بعد جب اپنے گھر جانے کے لیے اٹھے تو دونوں بزرگوں نے حضرت اُبَیؓ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ جواب میں اُبَیؓ نے کہا آج تمہاری نماز بیکار ہو گئی ہے اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے۔ یہ سن کر وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور بیان کیا کہ اُبَیؓ ایسا کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سچ کہتے ہیں"۔ یعنی خطبے میں تمہیں بولنا نہیں چاہیے تھا۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 157 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبَیؓ بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابومُنذِر! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں مَیں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے دوبارہ پوچھا اور فرمایا اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ وہ کہتے ہیں جب دوبارہ پوچھا تو اس پر پھر میں نے عرض کیا کہ

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ۔

وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا بخدا اے ابو منذر! علم تمہیں مبارک ہو۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب فضل سورۃ الکھف و آیۃ الکرسی، مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 3 صفحہ 300)

آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس بات کو، جواب کو پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مقدس میں حضرت اُبَیؓ نے حضرت طفیل بن عمرو دَوْسِی کو قرآن پڑھایا تھا۔ انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی۔ حضرت اُبَیؓ اس کو لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ ایک شاگرد کا ہدیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو واپس کر دو۔ آئندہ ایسے ہدیے سے پرہیز کرنا۔ اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا اس میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ اس لیے بعد میں ان باتوں سے بکلّی اجتناب کر لیا یعنی قرآن پڑھانے کے عوض میں کوئی ہدیہ نہیں لینا۔ ملک شام کے لوگ جب آپؓ سے قرآن مجید پڑھتے اور مدینہ کے کاتبوں سے لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیا کرتے تھے۔ معاوضہ یہ ہوتا تھا کہ اپنے ساتھ کھانا کھلا دیا لیکن حضرت اُبَیؓ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سے دریافت کیا کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت اُبَیؓ نے کہا مَیں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا مَیں تو اپنا ہی کھاتا ہوں۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 151، 152، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت اُبَیؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 378 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

غزوۂ احد میں ایک تیر آپؓ کی رگ پر لگا، ایسی مین (main) رگ جس کو medium vein کہتے ہیں جو

سر، سینے، پشت اور ہاتھ پاؤں وغیرہ تک خون پہنچاتی ہے۔ اس پہ لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب بھیجا، علاج کرنے والے کو بھیجا جس نے رگ کاٹ دی۔ پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 141، 142 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

(اردو لغت جلد 22 صفحہ 29 اردو لغت بورڈ کراچی) (Lexicon under word اکحل)

غزوۂ احد کا ایک واقعہ جو پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، مختصر بیان یہاں بھی کر دیتا ہوں۔ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزاء کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔

حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مَیں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ پھر کہنے لگے کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ دو اور وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے۔ اور پیغام کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 338)

9ر ہجری میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیلِ صدقات کے لیے عرب کے صوبہ جات میں عُمّال روانہ فرمائے تو حضرت اُبَیؓ قبیلہ بنو بَلِّی بنو عَذَر اور بنو سعد میں صدقہ کے عامل مقرر ہو کر گئے۔ ایک دفعہ حضرت اُبَیؓ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے تمام جانور لا کر سامنے کھڑے کر دیے کہ ان میں سے زکوٰۃ کے طور پر جس کو چاہیں انتخاب کر لیں۔ حضرت اُبَیؓ نے اونٹوں میں سے دو برس کا ایک بچہ چُنا۔ صدقہ دینے والے نے کہا کہ اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ تو یہ دودھ دے سکتا ہے نہ سواری کے قابل ہے۔ اگر آپؓ لینا چاہتے ہیں تو یہ اونٹنی حاضر ہے۔ موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی ہے۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف مَیں نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ مدینہ یہاں سے کچھ دُور نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہیں آپؐ جو ارشاد فرمائیں گے اس کی تعمیل کرنا۔ وہ اس پہ راضی ہو گیا اور حضرت اُبَیؓ کے ساتھ اونٹنی لے کر مدینے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام قصہ دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی یہی ہے تم بڑی اونٹنی دینا چاہتے ہو تو تم اونٹنی دے دو قبول کر لی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دے گا۔ وہ اونٹنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے واپس چلا گیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب اور تدوین کا کام شروع ہوا۔ صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی حضرت اُبَیؓ اس کے نگران تھے۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے

تھے۔ یہ جماعت چونکہ اربابِ علم پر مشتمل تھی اس لیے کسی کسی آیت پر مذاکرہ اور مباحثہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب سورۂ توبہ کی آیت کہ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا نہیں۔ اس کے بعد دو آیتیں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھیں۔ یہ آخری نہیں بلکہ یہ آخری دو آیتوں سے پہلے ہے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 142 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں سینکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی تھا۔ اسلام میں مجلس شوریٰ کا قیام حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا۔ یہ مجلس انصار اور مہاجرین کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ممبر تھے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 142، 143 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک شخص جن کا نام جابر یا جُوَیبر تھا بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اپنے کسی کام کے لیے آپؓ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کھڑا تھا جس کے بال اور کپڑے سفید تھے۔ اس نے کہا یقیناً اس دنیا میں ہمارے لیے مقصود تک پہنچنے کے ذرائع اور آخرت کے لیے زادِ راہ موجود ہے اور اسی میں ہمارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ ہمیں آخرت میں ملے گا۔ جابر کہتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا اے امیر المومنین! یہ کون ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 378، 379 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

عبدالرحمٰن بن عبد قاری سے روایت ہے کہ مَیں رمضان کی ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنے طور پر اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص ایسے طور پر نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کی اقتدا میں چند ایک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو ایک ہی قاری کی اقتدا میں اکٹھا کر دو تو یہ بہتر ہو گا۔ پھر انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں انہیں اکٹھا کیا۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ التراویح باب فضل من قام رمضان حدیث نمبر 2010 مترجم جلد 3 صفحہ 681، 680 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

یعنی اس وقت وہ رات کو نوافل پڑھ رہے ہوں گے۔

حضرت اُبَیؓ ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ درسِ حدیث میں آپؓ کی شاگردی اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے حلقہ تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا۔ صحابہ بھی آپؓ سے حدیثیں سنا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت سلیمان بن صُرَدؓ یہ سب بھی حضرت اُبَیؓ سے علمِ حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 153 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت قیس بن عُبادہؓ مدینے میں صحابہ سے ملنے آئے۔ ان کا بیان ہے کہ مَیں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔ نماز کا وقت تھا۔ لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ کسی چیز کی تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ نماز ختم ہوئی تو حضرت اُبَیؓ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لوگوں تک پہنچائی۔ ذوق و شوق کا یہ عالَم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ قیس پر حضرت اُبیؓ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر ہوا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 154، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا شوہر مر گیا ہے۔ مَیں حاملہ ہوں۔ قرآن کریم کی رو سے استنباط اور فقہی مسائل بھی یہ حل کیا کرتے تھے تو بہرحال حاملہ عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا خاوند مر گیا ہے۔ اب حمل وضع ہوا ہے۔ جب فوت ہوا حاملہ تھی اب وضع حمل ہو گیا ہے لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے جو خاوند کے فوت شدہ ہونے کے لیے چار مہینے دس دن کی عدت ہے وہ پوری نہیں ہوئی لیکن میں حمل میں تھی اور اس سے پہلے میرا وہ حمل ہو گیا ہے۔ اس صورت میں آپؓ کیا فرماتے ہیں؟ کیا مَیں عدت ابھی پوری کروں یا یہ کافی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ معین میعاد تک رکی رہو۔ یعنی ایک بیوہ عورت کے لیے عدت کی جو معین میعاد ہے اس کو پورا کرو۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت اُبَیؓ کے پاس آئی اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھنے کا حال بیان کیا اور جو حضرت عمرؓ کا جواب تھا وہ حضرت اُبَیؓ کو بتایا۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ جاؤ اور حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اُبَی کہتا ہے کہ عورت حلال ہو گئی یعنی اب عدت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ میرے بارے میں پوچھیں تو مَیں یہیں بیٹھا ہوا ہوں آ کر بلا لینا۔ وہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس گئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضرت اُبَیؓ کو بلا کے لاؤ۔ حضرت اُبَیؓ آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا آپؓ نے یہ کہاں سے کہا ہے؟ اُبَیؓ نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔

اور جہاں تک حمل والیوں کا تعلق ہے ان کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کے بعد کہا جو حاملہ بیوہ ہو گئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو یعنی یہ ٹھیک ہے۔ جس طرح حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کا گھر مسجد نبویؐ سے متصل تھا۔ حضرت عمرؓ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو حضرت عباسؓ سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیں مَیں اس کو مسجد میں شامل کروں گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ نہیں ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دو۔ عباسؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ وہ اپنی مرضی کے بڑے مالک تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا آپؓ خود مسجد کو وسیع کر دیں۔ چلیں اپنی طرف سے یہ کر دیں۔ آپ کی طرف سے بڑا اچھا gesture ہو جائے گا۔ اور امّت کے لیے مسجد وسیع ہو گی اپنا مکان اس میں داخل کر دیں۔ اس پہ بھی حضرت عباسؓ نے کہا یہ بھی نہیں ہو گا۔ اس پہ بھی وہ راضی نہیں ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات آپؓ کو ماننی ہو گی۔ حضرت عباسؓ نے کہا مَیں ایک بھی نہیں مانوں گا۔ آخر دونوں نے حضرت اُبَی بن کعبؓ کو اپنا حَکَم بنا لیا۔ حَکَم تک بات پہنچی۔ حضرت اُبَیؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا: بلا رضامندی آپؓ

کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ نہیں۔ آپؓ نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے اُبَیؓ سے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ حدیث سے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی۔ حضرت سلیمان کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیں۔ بات سنی تو حضرت عمرؓ اس پہ خاموش ہو گئے لیکن بہر حال حضرت عباسؓ کا اخلاص و وفا تو تھا۔ بہر حال خلافت کے لیے عہدِ بیعت بھی تھا تو وہ خیال بھی اپنی طبیعت پر غالب آ گیا اور ایک دفعہ انکار تو کر چکے تھے لیکن بہر حال اب نیکی اور تقویٰ تو تھا ہی ناں اور دین کی غیرت بھی تھی اور خلافت کا احترام بھی تھا۔ بہر حال پھر ظاہر ہو گیا۔ جب حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے تو پھر انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اچھا مَیں اس کو، اپنے مکان کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 155 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تَمَتُّع سے لوگوں کو روک دیں۔ تین قسم کے حج ہوتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کو بھی شاید نہیں پتہ ہو۔ حج تَمَتُّع وہ ہوتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کے مکے پہنچتے ہیں اور پہلے عمرہ کرتے ہیں پھر احرام کھول دیتے ہیں پھر آٹھویں ذوالحجہ کو نیا احرام باندھتے ہیں پھر حج کرتے ہیں یہ حج تَمَتُّع ہے۔ اور عام جو حج ہے وہ حج مفرد ہے جو عموماً ہوتا ہے اور قِرَان جو ہے وہ یہی ہے کہ عمرہ اور حج ایک ہی احرام میں ہو جاتا ہے۔ بہر حال حضرت عمرؓ نے حج تمتع سے روکا۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ اس کو روکنے کا آپؓ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کو روک دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ غلط ہے۔ بہر حال پھر حضرت عمرؓ نے نہیں کیا۔ پھر ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ حِیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر نجف کے علاقے میں ایک شہر ہے وہاں کے حُلّے پہننے سے منع کریں۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کیونکہ اس رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی ہے یا ہو سکتا ہے وہ رنگ کاٹنے کے لیے کسی جانور کا پیشاب شامل کیا جاتا ہو تو بہر حال حضرت اُبَیؓ نے کہا اس کے بھی آپؓ مجاز نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رنگ کے کپڑے کو پہنا ہے اور وہاں کے حُلّے کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پہنا ہے اور کبھی اعتراض نہیں ہوا اس لیے اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپؓ ٹھیک کہتے ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 156 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)
(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 328)(ماخوذ از فقہ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 335-336)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمرؓ اور حضرت اُبَیؓ میں ایک باغ کی بابت اختلاف ہو گیا۔ حضرت اُبَیؓ رونے لگے اور کہا کہ آپؓ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری نیت یہ نہیں تھی۔ آپؓ کا جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کروا لیں۔ میرے اور آپ کے درمیان اختلاف تو ہے مَیں حکم نہیں دے رہا۔ فیصلہ کروا لیں کیونکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ میری رائے ٹھیک ہے تو اُبَیؓ نے زید بن ثابت کا نام لیا کہ ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔ حضرت عمرؓ راضی ہو گئے اور حضرت زیدؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ گو حضرت عمرؓ خلیفۂ اسلام تھے تاہم ایک فریق کی حیثیت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو اُبَیؓ کے

دعویٰ سے انکار تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپؓ بھولتے ہیں۔ سوچ کے یاد کریں۔ حضرت اُبَیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا مجھے کچھ یاد نہیں آتا تو خود حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی اور ساری تفصیل بیان کی کہ اس طرح اس طرح ہوا تھا۔ حضرت زیدؓ نے حضرت اُبَیؓ سے پوچھا کہ آپ جو اپنا مطالبہ کر رہے ہیں اس کے لیے آپ کے پاس ثبوت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ بولے ثبوت کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے صرف یہ کہا کہ ثبوت تو کوئی نہیں۔ اس وقت آپؓ امیر المومنین سے قسم نہ لیجیے۔ کچھ نہیں ثبوت تو کوئی نہیں ہے لیکن بولے آپ امیر المومنین سے ’قسم نہ لیجیے‘۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں بھی کوئی تامل نہیں ہے لینی ہے یا نہیں لینی۔ تو بہرحال اس کے بعد وہ فیصلہ ہو گیا جو بھی تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 145، 146 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے قرآن جمع کرنے میں قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں کو منتخب کیا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 381 مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت 2017)

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرآن مجید میں لب و لہجے کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا۔ اس بنا پر آپؓ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحابِ قراءت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قراءت سنی۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مُعاذ بن جبلؓ سب کے لہجے میں اختلاف نظر آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مَیں تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں۔ قریش اور انصار میں بارہ اشخاص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا اور حضرت اُبَی بن کعبؓ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا۔ آپ یعنی حضرت اُبَیؓ قرآن کے الفاظ بولتے جاتے اور حضرت زیدؓ لکھتے جاتے تھے۔ آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت اُبَی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 143 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

عُتَیّ بن ضَمْرَہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ابی بن کعبؓ سے کہا کہ آپ لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم دور دراز سے آپ کے پاس آتے ہیں تاکہ آپ ہمیں کچھ کوئی خبریں اور واقعات سنائیں۔ کوئی باتیں بتائیں اور ہمیں کچھ سکھائیں مگر جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ لوگ ہماری بات کو معمولی گردانتے ہیں گویا کہ ہماری آپ کے نزدیک کوئی وقعت ہی نہیں ہے، کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس پر ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر مَیں اگلے جمعے تک زندہ رہا تو اس دن ایک ایسی بات بتاؤں گا کہ پھر مجھے پروا نہیں کہ خواہ تم مجھے اس کی وجہ سے زندہ رہنے دو یا قتل کر دو۔ جب جمعہ آیا تو کہتے ہیں کہ مَیں مدینے گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ گلیوں میں موج در موج چل رہے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم اس شہر سے نہیں ہو؟ مَیں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ آج مسلمانوں کے سردار اُبی بن کعبؓ فوت ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ کہنے لگا کہ مَیں نے پھر کہا کہ واللہ! مَیں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستاری ہوئی ہو۔

(طبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 380 مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت 2017ء)

جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستاری ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ مَیں ایسی بات بتاؤں گا کہ پتہ نہیں تم میرے ساتھ کیا کرو اس سے لگتا تو شاید یہی ہے، راوی کی یہی مراد لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اُبیؓ کو اس بات کے اظہار سے بچا لیا جس کو وہ دلی خوشی سے بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس فقرے سے کیا مراد ہے۔ بہرحال اس نے ان کی وفات کا سن کر یہ فقرہ بولا کہ مَیں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستاری ہوئی ہو جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستاری ہوئی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ مَیں آٹھ راتوں میں قرآن کریم کا دَور مکمل کر لیتا ہوں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 379 مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت 2017ء)

حضرت اُبَیؓ کی محبتِ رسول کا یہ عالَم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ کے ستونوں میں سے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب آپؐ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ جمعے کے دن اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو اس ستون میں سے چِلّانے کی آواز آئی جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس آئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ تنا اس معصوم بچہ کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے قرار آ گیا اور آواز آنا بند ہو گئی۔ پھر جب مسجد گرائی گئی اور اس میں تبدیلی کر دی گئی تو حضرت ابی بن کعبؓ نے وہ تنا لے لیا۔ وہ ان کے پاس تھا صرف اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے تو وہ تنا لے لیا۔ اس کو اپنے گھر لے گئے یہاں تک کہ بوسیدہ ہو گیا۔ دیمک نے اس کو کھا لیا۔ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ لیکن انہوں نے اس کو اس محبت کی وجہ سے اپنے پاس رکھا۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے اور کچھ حصہ اس میں صحیح بخاری کا بھی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند المکثرین من الصحابة، مسند جابر بن عبد اللّٰہ، حدیث نمبر 14075)

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب النجار حدیث نمبر 2095)

(سنن ابن ماجه کتاب اقامة الصلوٰة و السنة فیها باب ما جاء فی بدء شأن المنبر حدیث 1414)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 158 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی(

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں چھ قاضی تھے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 170 مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت 2016)

سَمُرَہ بن جُنْدُبؓ بڑے رتبے کے صحابی تھے۔ وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورت پڑھنے کے بعد ذرا توقف کیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر کہہ کے کچھ دیر خاموش رہتے تھے پھر سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ لوگوں نے ان پر اعتراض کیا۔ انہوں نے حضرت اُبیؓ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا کہ اس کے متعلق تحریر فرمائیے کہ حقیقت کیا ہے۔ حضرت اُبیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شریعت کے مطابق ہے۔ یہ جو وقفہ آپ دیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ شریعت کے مطابق ہے اور جو معترضین ہیں، اعتراض کرنے والے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 154، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت سُوَیْد بن غَفَلَہ، زید بن صَوحَان اور سُلَیمَان بن رَبِیْعَہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے۔ مقام عُذَیب میں کوڑا پڑا ہوا تھا۔ عُذَیب بنو تمیم کی ایک وادی ہے اور قادسیہ اور مُغِیثَہ کے درمیان پانی کی ایک جگہ ہے جو قادسیہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بہر حال سُوَید نے اسے اٹھالیا۔ کوڑا پڑا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اسے پھینک دو، شاید کسی مسلمان کا ہو۔ انہوں نے کہا مَیں ہر گز نہیں پھینکوں گا۔ پڑا رہے گا تو بھیڑیئے اس کو کھالیں گے۔ ان کی غذا بن جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ مَیں اسے کام میں لاؤں۔ اس سے کچھ دنوں بعد سُوَید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مدینہ پڑتا تھا۔ حضرت اُبیؓ کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھ کو بھی پیش آچکا ہے۔ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سو دینار پائے تھے۔ اب چاہے وہ کوڑا ہے یا سو دینار ہیں ہر ایک کی اپنے اپنے لحاظ سے ایک ویلیو (value) ہے وہ امانت ہی ہے۔ اب آگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سنیں۔ حضرت اُبیؓ کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو۔ بتاتے رہو۔ اعلان کر دو۔ سال گزرنے کے بعد فرمایا روپے کی تعداد کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال اَور انتظار کرنا۔ اگر کوئی نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالے کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 156 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)(فرہنگ سیرت صفحہ 197)

یعنی پورے دو سال۔ کوئی بھی چیز ملے تو ایک سال اعلان کرو، ایک سال تک اس کی نشانیاں یاد رکھو اور اگر کوئی مطالبہ کرے تو دے دو۔

ایک شخص مسجد میں کسی گمشدہ چیز پر شور کر رہا تھا، اعلان کر رہا تھا میری فلاں چیز گم گئی ہے۔ حضرت اُبیؓ نے دیکھا تو غصے ہوئے۔ اس نے کہا کہ مَیں نے مسجد میں کوئی فحش بات تو نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر یہ بات بھی مسجد کے ادب کے خلاف ہے کہ یہاں کسی دنیاوی چیز کا اعلان کیا جائے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 157 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبیؓ کی وفات کے سال میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اُبیؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بائیس ہجری میں ہوئی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں تیس ہجری میں ہوئی اور یہی زیادہ درست قول ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے حضرت اُبیؓ کے ذمہ جمع قرآن کا کام سپرد کیا تھا۔

(طبقات الکبریٰ جلد3صفحہ381 مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت2017ء)

(الاصابہ جلد 1صفحہ35،36مکتبہ دارالفکر بیروت2001ء)

حضرت اُبیؓ کی اولاد میں طُفیل اور محمد تھے اور ان بچوں کی والدہ کا نام ام طُفیل بنتِ طُفیل تھا۔ وہ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت اُبیؓ کی ایک بیٹی کا نام اُمِّ عَمرو بیان ہوا ہے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 378 مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت 2017ء)

یہاں ان کے یہ واقعات ختم ہوئے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ نومبر تا 09/ نومبر 2020ء جلد 27 شمارہ 88، 89 صفحہ 05 تا 10)

43

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/اکتوبر 2020ء بمطابق 23/اخاء 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن صحابی کا مَیں ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ۔ آپؓ کا نام مُعَاذ تھا۔ آپؓ کے والد کا نام جَبَلَ بن عَمْرو اور والدہ کا نام ہند بنت سَہَل تھا جو جُہَینہ قبیلے کی شاخ بنو رَبْعَة سے تھیں۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ کی کنیت عبد الرحمٰن تھی۔ آپ کا تعلق خزرج قبیلے کی شاخ اُدَیّ بن سَعد بن علی سے تھا۔ سیر الصحابہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ سعد بن علی کے دو بیٹے تھے سَلِمَہ اور اُدَیّ۔ سَلِمَہ کی نسل سے بنو سَلِمَہ ہیں۔ اسلام کے زمانے میں اُدی بن سعد کے خاندان میں سے صرف دو شخص باقی تھے۔ ایک حضرت مُعَاذؓ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبد الرحمٰن۔ بنو اُدَیّ کے مکانات بنو سَلِمَہ کے پڑوس میں واقع تھے۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ انتہائی سفید، خوبصورت چہرے والے، چمکدار دانتوں والے، سُرمگیں آنکھوں والے تھے۔ آپؓ اپنی قوم کے نوجوانوں میں سے زیادہ خوبصورت نوجوان اور زیادہ سخی تھے۔ اَبُونُعَیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ انصار کے نوجوانوں میں سے بردباری، حیا اور سخاوت میں بہتر تھے۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں ستّر انصار کے ہمراہ شریک ہوئے اور قبولِ اسلام کے وقت آپؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق اور بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں اس وقت شامل ہوئے جب آپؓ کی عمر بیس یا اکیس سال تھی۔ ان کے اَخْیَافی بھائی یعنی ایسے بھائی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں، حضرت عبد اللہ بن جَدّ بھی غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اُسْد الْغَابَہ کے مطابق آپؓ کے اخیافی بھائی کا نام سَہْل بن محمد بن جَدّ ہے اور سہل بنو سلمہ سے تھے۔ اسی وجہ سے بنو سلمہ ان کو بھی اپنے قبیلے میں سے شمار کرتے تھے۔ جب مہاجرینِ مکہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی مؤاخات حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ سے کروائی۔ تاریخ کی مختلف کتابوں میں بس یہی حوالہ درج ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ نے بنو سلمہ کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر بنو سلمہ کے بت توڑے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 187 معاذ بن جَبَل دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 437-438 مُعَاذ بن جَبَل ومن سائر بنی سَلِمَة۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 6 صفحہ 107-108 معاذ بن جَبَل، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)
(سیر الصحابہ جلد سوم صفحہ 497 معاذ بن جَبَل، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

پہلے ایک صحابی کے ذکر میں یہ واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ کس طرح اپنے خاندان کے، گھر والوں کے بت توڑتے تھے اور یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عمرو بن جَمُوحؓ نے اپنے گھر میں ہی لکڑی کا ایک بت بنا کر اسے 'مَنات' کا نام دے رکھا تھا اور اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر بنو سَلِمَہ کے بعض نوجوانوں نے بیعت کی۔ ان میں حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ بھی تھے۔ خود عمرو کے بیٹے مُعَاذ نے بھی بیعت کر لی تھی اور یہ واقعہ جو مَیں کہہ رہا ہوں یہ پہلے مُعَاذ بن عمرو کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔ تو کہتے ہیں انہوں نے اپنے والد عمرو کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے تدبیر کی کہ حضرت عمرو کا وہ بت جسے انہوں نے اپنے گھر میں سجا رکھا تھا، رات کو اسے اٹھا کے کوڑے کا جو گڑھا تھا، ڈھیر تھا وہاں پھینک آتے تھے اور جن لڑکوں کی مدد لیا کرتے تھے ان میں حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ بھی شامل تھے۔

بہرحال ایک دن اس کوڑے میں انہوں نے اٹھا کے پھینک دیا۔ عَمرو اسے تلاش کر کے اپنے گھر لے آئے اور کہا کہ اگر مجھے اس شخص کا پتہ چل جائے جو میرے بت کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو مَیں اسے عبرتناک سزا دوں گا۔ اگلے دن پھر ان نوجوانوں نے اس بت کے ساتھ وہی سلوک کیا۔ وہ پھر گڑھے میں الٹا پڑا تھا۔ وہ پھر اسے اٹھا کے لے آئے۔ تیسرے دن پھر اس بت کو صاف ستھرا کر کے سجا کے رکھا اور ساتھ اپنی تلوار ٹانگ دی اور بت کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم! مجھے نہیں پتہ کہ کون تمہارے ساتھ یہ حرکتیں کرتا ہے لیکن اب مَیں تلوار بھی تمہارے ساتھ چھوڑ کے جا رہا ہوں اپنی حفاظت اب خود کر لینا، تلوار اب تمہارے پاس ہے۔ اگلے دن پھر حضرت عمرو نے دیکھا کہ بت اپنی جگہ موجود نہیں ہے اور پھر محلے کے اسی گڑھے کے اندر ایک مُردہ کتے کے گلے میں وہ بندھا ہوا پڑا مل گیا۔ یہ دیکھ کے وہ بہت سٹپٹائے اور سخت پریشان ہو کر سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ بت جسے مَیں نے خدا بنا کر رکھا ہوا ہے اس میں تو اتنی قدرت اور طاقت بھی نہیں ہے کہ تلوار پاس ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بچا سکے، اس نے میری کیا حفاظت کرنی ہے اور پھر اس پر مزید یہ کہ ایک مردہ کتا اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ پھر یہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ بات پھر ان کو اسلام کی طرف مائل کرنے والی بنی اور اسلام قبول کرنے کا موجب بن گئی۔

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 195 عمرو بن الجموح دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اخلاص کا اس بات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو گریہ وزاری کی آواز گلیوں سے آ رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ انصار کی خواتین ہیں جو اپنے شہدا پر رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا حمزہؓ کے لیے کوئی رونے والا نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے لیے بخشش کی دعا کی۔ جب حضرت سَعد بن مُعاذؓ اور حضرت سَعد بن عُبادہؓ اور حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے یہ سنا تو وہ اپنے اپنے محلّوں میں گئے اور مدینے کی رونے والیوں اور نوحہ کرنے والیوں کو اکٹھا کر کے لائے۔ انہوں نے کہا کہ اب کوئی انصار کے شہدا پر نہیں روئے گا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا پر نہ رو لو کیونکہ آپؐ نے فرمایا کہ مدینے میں حمزہؓ کے لیے رونے والا کوئی نہیں۔ یہ عشق تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپؐ کی وجہ سے کہ آپؐ

کو حضرت حمزہؓ کی تکلیف پہنچی۔
(ماخوذ از السیرة النبویة لابن کثیر جلد 3 صفحہ 95-96 غزوة احد دار المعرفة بیروت 1986ء)
گو کہ رونا اور نوحہ کرنا منع ہے لیکن یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ وقت کے لیے اجازت دی یا لوگوں کے جذبات کو دیکھ کے خود اظہار کیا کہ کاش کہ حمزہؓ کے لیے بھی جذبات کا اظہار ہوتا لیکن بہرحال یہ نوحہ کرنا عمومی طور پر اسلام میں منع ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔
فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف تشریف لے گئے۔ حنین جو ہے وہ مکے کے شمال مشرق میں طائف کے قریب ایک وادی ہے تو آپؐ نے حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ کو مکے میں پیچھے چھوڑا تا کہ وہ اہل مکہ کو دین سکھائیں اور انہیں قرآن پڑھائیں۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 265 'معاذ بن جَبَل'۔ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 109 زوار اکیڈیمی پبلیکیشنز)
حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ نے غزوہ تبوک میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت کَعْب بن مالِكؓ کے بارے میں پوچھا جو اس وقت مدینہ میں ہی رہ گئے تھے تو بنو سلمہ کے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت کعب بن مالک کی برائی کی تو حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ نے اس شخص کو ڈانٹا اور کہا یا رسول اللہؐ! ہم نے تو ان میں بھلائی ہی دیکھی ہے۔ کوئی برائی نہیں دیکھی۔
(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالك ...... الخ حدیث 4418)
یہ تھے اعلیٰ اخلاق کہ پیچھے کسی کی برائی نہیں کرنی۔
قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت انسؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا وہ سب انصار میں سے ہیں۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوزیدؓ۔ حضرت ابوزیدؓ حضرت انسؓ کے چچا تھے۔
(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل اُبَیّ بن کعب....حدیث 2465)
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ چار شخصوں سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابوحذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعَاذ بن جَبَلؓ سے۔
(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب مُعَاذ بن جَبَل حدیث 3806)
یہ بخاری کی روایت ہے جو مَیں نے پہلے پڑھی ہے۔ حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت کعبؓ کے ذکر میں پہلے بھی کچھ وضاحت ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جو سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھیں اور لوگوں کو قرآن شریف پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اَور بہت سے صحابہ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابی حُذَیفہؓ، مُعَاذ بن جَبَلؓ، اُبَی بن کعبؓ۔ ان میں

سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مزدور تھے، سالمؓ ایک آزاد شدہ غلام تھے، مُعَاذ بن جَبَلؓ اور ابی بن کعبؓ مدینے کے رؤساء میں سے تھے۔ گویا ہر گروہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گروہوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قاری مقرر کر دیے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ

خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مِنْ) عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ۔

جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، مُعَاذ بن جَبَلؓ اور ابی بن کعبؓ سے۔

یہ چار تو وہ تھے جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا آپؐ کو سنا کر اس کی تصحیح کرا لی لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک لفظ کو اَور طرح پڑھا تو حضرت عمرؓ نے ان کو روکا اور کہا کہ اس طرح نہیں، اس طرح پڑھنا چاہیے۔ اس پر عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا نہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سکھایا ہے۔ حضرت عمرؓ ان کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ قرآن غلط پڑھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ بن مسعودؓ پڑھ کے سناؤ۔ جب انہوں نے پڑھ کر سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے تو آپؐ نے یہ لفظ اَور رنگ میں سکھایا ہے آپؐ نے فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی چار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن نہیں پڑھتے تھے بلکہ دوسرے لوگ بھی پڑھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ سوال کہ مجھے آپؐ نے اس طرح پڑھایا ہے بتاتا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھتے تھے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 427-428)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امّت میں سے میری امّت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں۔ (میری امّت میں سے میری امّت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں) اور اللہ کے دین میں ان سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حیا والے عثمانؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالبؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ اللہ کی کتاب قرآن کو جاننے والے ابی بن کعبؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے مُعَاذ بن جَبَلؓ ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابتؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ سنو! ہر امّت کے لیے ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین ابو عُبَیدہ بن جَرّاحؓ ہیں۔

(سنن ابن ماجه كتاب افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم باب فضائل خباب حديث 154)

یہ روایت پہلے بھی کم و بیش اسی طرح بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ہی اچھے آدمی ہیں ابو بکرؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں عمرؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں ابو عُبَیدہ بن

الجرّاحؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں اُسَید بن حُضَیرؓ۔ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں ثابت بن قیس بن شَمَّاسؓ۔ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں مُعَاذ بن جَبَلؓ۔ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں مُعَاذ بن عَمرو بن جَموحؓ۔ مسند احمد بن حنبل کی یہ روایت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند ابو ھریرۃ جلد 3 صفحہ 502 حدیث 9421 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

پھر حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے مُعَاذ! مَیں یقیناً تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت مُعَاذؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مَیں بھی آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے مُعَاذ! مَیں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرنا اور یہ ہرگز نہ چھوڑنا کہ تم کہو کہ

اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

کہ اے میرے اللہ! میری مدد فرما اپنے ذکر کے لیے اور اپنے شکر کے لیے اور اپنی عبادت کی خوبصورتی کے لیے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند مُعَاذ بن جَبَل جلد 7 صفحہ 380 حدیث 22470 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے بارے میں نہ بتاؤں تو حضرت مُعَاذؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔

(مسند احمد بن حنبل مسند مُعَاذ بن جَبَل جلد 7 صفحہ 374 حدیث 22450 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

حضرت مُعَاذؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ افضل ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے محبت کرو اور اللہ ہی کے لیے تم نفرت کرو اور تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں لگائے رکھو۔ حضرت مُعَاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اَور کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ (تم لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو) اور ان کے لیے اس چیز کو ناپسند کرو جو تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔

(مسند احمد بن حنبل مسند مُعَاذ بن جَبَل جلد 7 صفحہ 385 حدیث 22481 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت مُعَاذؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر وہ اپنے لوگوں کے پاس آتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب اذا صلی ثم ام قوماحدیث 711)

پہلے مسجد نبوی میں آ کے نماز پڑھتے۔ پھر اپنے محلے میں چلے جاتے۔ وہاں جا کے اپنے لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعَاذؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر آ کر اپنے لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر اپنے لوگوں کے پاس آ کر ان کی امامت کی تو اس میں سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ اس پر ایک آدمی الگ ہو گیا اور سلام پھیرا اور اکیلے نماز پڑھی اور جانے لگا۔ دیکھا کہ لمبی سورت پڑھ رہے ہیں تو سلام پھیر

کے الگ ہو گیا اور آکے علیحدہ نماز پڑھ لی۔ اس پر لوگوں نے اسے کہا کہ اے فلاں! کیا تُو منافق ہو گیا ہے؟ اسے بُرا بھلا کہا۔ اسے کہا تم منافق ہو گئے ہو تم نے باجماعت نماز چھوڑی ہے اور علیحدہ نماز پڑھ رہے ہو۔ اس پر اس نے جواب دیا۔ نہیں، خدا کی قسم! مَیں منافق نہیں ہوں اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا اور ضرور آپؐ کو یہ بتاؤں گا کہ مَیں نے یہ کیا تھا۔ منافقت ہوتی تو مَیں چُھپ جاتا۔ مَیں تو یہ بات جا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم پانی لانے والے اونٹ رکھتے ہیں یعنی اونٹوں پر پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کے جاتے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچاتے ہیں تو دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت مُعاذؓ نے آپؐ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر آ کر سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی پھر ہمارے پاس ہمارے محلے میں آئے اور نماز شروع کر دی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مُعاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے مُعاذ! کیا تم آزمائش میں ڈالنے والے ہو؟ لوگوں کو کیوں مشکل میں ڈالتے ہو؟ یہ پڑھا کرو۔ اور پھر آپؐ نے بتایا کہ سورتوں میں کیا پڑھنا ہے۔ یہ پڑھا کرو۔ دو دفعہ کہا یہ پڑھا کرو۔ یہ پڑھا کرو۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۙ اور وَالضُّحٰى، وَاللَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۙ اور سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى

کی تلاوت کیا کرو۔ یہ چار مثال کے طور پر آپؐ نے ان کو بیان فرمائیں۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب القراءۃ فی العشاء، حدیث نمبر 465)

بخاری میں ایک روایت اس طرح بھی بیان ہوئی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کہتے تھے کہ سامنے سے ایک آدمی پانی اٹھانے والے دو اونٹ لیے آرہا تھا۔ رات ہو چکی تھی اور اس نے اتفاق سے حضرت مُعاذؓ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ مسجد میں نماز ہو رہی تھی۔ وہ امامت کرا رہے تھے تو اس نے اپنے اونٹ بٹھا دیے اور حضرت مُعاذؓ کی طرف چلا آیا۔

حضرت مُعاذؓ نے سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی تو وہ نماز چھوڑ کر چلا گیا۔ اسے خبر پہنچی کہ حضرت مُعاذؓ نے اس بات کا بُرا منایا ہے تو وہ آدمی جو اونٹوں والا تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت مُعاذؓ کی شکایت کی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا اے مُعاذ! تم تو بہت ہی ابتلا میں ڈالنے والے ہو۔ کیوں لوگوں کو ابتلا میں ڈالتے ہو؟ اتنی لمبی لمبی سورتیں پڑھ کے ابتلا میں ڈالنے والے ہو۔ کیوں نہ تم نے

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى، وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا، وَاللَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى

پڑھی کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے اور کمزور اور حاجت مند بھی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے جیسا کہ مَیں نے کہا۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب من شکا امامہ اذا طول حدیث 705)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ کو نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الاعلیٰ،

سورۃ الغاشیہ، سورۃ الفجر اور اسی قسم کی بعض اَور سورتوں کو عام طور پر فرض نمازوں میں پڑھنا زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ نسائی نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ ایک دفعہ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک آدمی ان کے ساتھ پیچھے سے آ کر شامل ہوا۔ حضرت مُعَاذؓ نے نماز لمبی شروع کر دی۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے سورۂ آل عمران یا سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی تھی۔ جب نماز لمبی ہو گئی تو اس نے اپنی نماز توڑ کر ایک دوسرے کونے میں جا کر علیحدہ نماز شروع کر دی اور فارغ ہو کر چلا گیا۔ نماز کے بعد کسی شخص نے حضرت مُعَاذؓ سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ آپؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپؓ کے ساتھ نماز شروع کی مگر جب آپؓ نے نماز میں دیر لگا دی تو وہ نماز توڑ کر علیحدہ ہو گیا اور ایک کونے میں نماز پڑھ کر چلا گیا۔ حضرت مُعَاذؓ نے کہا وہ منافق ہو گا۔ پھر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس واقعے کا ذکر کیا۔ یہاں آپ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت مُعَاذؓ نے خود ذکر کیا اور کہا یا رسول اللہؐ! مَیں نماز پڑھا رہا تھا کہ پیچھے فلاں شخص آ کر شامل ہوا مگر جب نماز لمبی ہو گئی تو وہ نماز توڑ کر الگ ہو گیا اور علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا۔ جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کی گئی ہے تو وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ! مَیں آیا تو یہ نماز پڑھا رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا مگر انہوں نے نماز لمبی کر دی۔ آخر ہم کام کرنے والے آدمی ہیں۔ میری اونٹنی بغیر چارے کے کھڑی تھی۔ مَیں نے نماز توڑ کر مسجد کے ایک کونے میں اپنی نماز ختم کر لی اور پھر گھر جا کر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر حضرت مُعَاذؓ پر ناراض ہوئے اور ان سے فرمایا مُعَاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ تمہیں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَالْفَجْرِ اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے پڑھنے میں کیا تکلیف ہوتی تھی؟ تم نے یہ سورتیں کیوں نہ پڑھیں اور لمبی سورتیں کیوں پڑھنا شروع کر دیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کو اوسط سورتوں میں قرار دیا ہے۔ خاص اوقات میں انسان بے شک لمبی سورتیں پڑھ لے یا تکلیف اور بیماری کی صورت میں چھوٹی سورتیں پڑھ لے لیکن اوسط سورتیں یہی ہیں جن کو عام طور پر بالجہر نمازوں میں پڑھنا چاہیے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 479 تفسیر سورہ الفجر)

بہرحال یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ضروری نہیں کہ یہی سورتیں پڑھی جائیں۔ صرف اصولی ہدایت یہ ہے کہ جب باجماعت نماز ادا ہو رہی ہو تو زیادہ لمبی سورتیں نہیں پڑھنی۔ لیکن اپنے حالات کے مطابق اور بعض لوگوں کو جس جس طرح سورتیں حفظ ہوتی ہیں، بعض کو چھوٹی سورتیں حفظ ہیں۔ امامت کے لیے اور کوئی بھی نہیں ملتا اور اسی کو نماز پڑھانی پڑتی ہے تو وہ بھی پڑھائی جا سکتی ہیں۔ اصولی ہدایت یہ ہے کہ باجماعت نماز میں لمبی سورتیں نہیں پڑھانی کیونکہ مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں، کام کرنے والے

بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ کہتے ہیں کہ مَیں سواری پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپؐ کے درمیان کجاوہ کا پچھلا حصہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے کہا مَیں حاضر ہوں یارسول اللہؐ! اور یہ میری سعادت ہے۔ پھر آپؐ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے پھر عرض کیا لبیک یارسول اللہؐ! میری سعادت ہے۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہؐ! میری سعادت ہے۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ یعنی بندے اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر آپؐ کچھ دیر چلے اور فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے کہا لبیک یارسول اللہؐ! میری سعادت ہے۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ پہلے تو اللہ کا حق ہے جو بندوں نے ادا کرنا ہے۔ اب بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ جب وہ ایسا کریں، جب وہ بات مان لیں بندے اپنا حق ادا کر دیں تو پھر بندوں کا اللہ پر کیا حق بن جاتا ہے تو مَیں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔ جو اس طرح اللہ تعالیٰ کی بات ماننے والے ہیں پھر یہ بندوں کا حق بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الإیمان باب الدلیل علی من مات علی التوحید ...... حدیث30)

حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک دن مَیں آپؐ کے قریب ہوا اور ہم چل رہے تھے تو مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور مجھے آگ سے دور کر دے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے تو ایک بڑی بات پوچھی ہے۔ بہت بڑی بات ہے یہ۔ ہاں یہ بات اس کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا کیا میں خیر کے دروازوں کے متعلق نہ بتاؤں۔ یہ بات بیان کر کے پھر آپؐ نے فرمایا کہ خیر کے دروازوں کے متعلق بتاتا ہوں۔ فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کے درمیان آدمی کا نماز پڑھنا یعنی تہجد پڑھنا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

یعنی کہ ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا

کر رکھا گیا ہے اس کی جزا کے طور پر جو وہ کیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا کیا مَیں تم کو ان سب کی بلند چوٹی اور اس کا ستون اور اس کی بلندی کا اوپر کا حصہ نہ بتاؤں۔ فرمایا وہ جہاد ہے۔ پھر فرمایا کیا مَیں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس پر اس سب کا مدار ہے یعنی بنیاد ہے۔ اس کے گرد ساری چیزیں گھومتی ہیں۔ مَیں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہؐ! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا کہ اس کو روک رکھو۔ زبان کو پکڑ کے فرمایا اس کو روک رکھو۔ مَیں نے عرض کیا اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارا مؤاخذہ اس پر ہو گا جو ہم اس کے ذریعے کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا بھلا ہو اے مُعَاذ! لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ حدیث 3973)

یعنی جو تم زبان سے باتیں کرتے ہو، تیز باتیں کرتے ہو۔ زبان سے دیے گئے زخم ایسے ہیں جو جذباتی تکلیفیں بھی پہنچاتے ہیں۔ جو فتنہ پیدا کرتے ہیں اور بہت ساری برائیاں جن سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ چیزیں، زبان سے کہی ہوئی باتیں جب زبان بیان کر رہی ہو، برائیاں بیان کر رہی ہو یا برائی کا ذریعہ بن رہی ہو تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ وہ ان کو اوندھے منہ آگ پر گرانے والی ہوتی ہیں۔ اس لیے زبان کو سنبھال کے استعمال کرو اور اس سے اچھی اچھی باتیں ادا کی جائیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ کہتے تھے کہ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مدینے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 265 مُعَاذ بن جَبَل۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

محمد بن سَہْل بن اَبُو خَیْثَمَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مہاجرین کے تین آدمی اور انصار میں سے تین آدمی فتویٰ دیا کرتے تھے وہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 267 باب اھل العلم و الفتویٰ من اصحاب رسول اللہ ﷺ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب کوئی ایسا امر پیش آتا جس میں وہ اہلِ الرائے اور اہلِ فقہ کا مشورہ لینا چاہتے تو آپؓ مہاجرین و انصار کے آدمیوں کو بلاتے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بلاتے۔ یہ سارے حضرت ابو بکرؓ کے زمانۂ خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 267 باب اھل العلم و الفتویٰ من اصحاب رسول اللہؐ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یعنی کہ افتاء کمیٹی کے یہ ممبر تھے یا ان کو آپؐ نے اختیار دیا تھا کہ فتوے دے دیا کرو اپنے اس علم کی بنا پر جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔

حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ حضرت ابو بکرؓ کے دَور میں شام چلے گئے اور وہاں بود و باش اختیار کر لی۔ جس وقت حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ شام روانہ ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کی روانگی نے مدینہ اور اہلِ مدینہ کو فقہ

میں اور جن امور میں وہ ان کو فتویٰ دیا کرتے تھے محتاج بنا دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ لوگوں کو ان کی ضرورت ہے، انہیں روک لیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ جس شخص نے ارادہ کر لیا ہو اور وہ شہادت چاہتا ہو مَیں اس کو نہیں روک سکتا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا بخدا آدمی کو اس کے بستر پر بھی شہادت عطا کر دی جاتی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 265 مُعَاذ بن جَبَل۔ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

ثَور بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ جب رات کو نماز تہجد ادا کرتے تھے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور ستارے ٹمٹما رہے ہیں۔ تُو حیّ و قیوم ہے۔ اے اللہ! جنت کے لیے میری طلب سست ہے اور آگ سے میرا بھاگنا کمزور اور ضعیف ہے۔ اے اللہ! میرے لیے اپنے ہاں ہدایت رکھ دے جسے قیامت کے روز تُو مجھے لوٹا دے۔ یقیناً تُو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ جلد 5 صفحہ 188 معاذ بن جَبَل دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2003ء)

کیا خوف اور خشیت کا مقام ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت مُعَاذؓ پالان پر آپؐ کے پیچھے سوار تھے فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! حاضر ہوں، حضورؐ کی خدمت میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے مُعَاذ! انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہؐ! آپؐ کی خدمت میں ہوں۔ فرمایا مُعَاذ! انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہؐ! آپؐ کی خدمت میں ہوں۔ تین بار آپؐ نے پکارا۔ پھر فرمایا جو کوئی بھی اپنے دل کی سچائی سے یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اللہ ضرور اس کو آگ پر حرام کر دے گا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا مَیں لوگوں کو اس کے متعلق خبر نہ دوں؟ وہ خوش ہو جائیں گے۔ یہ باتیں لوگوں کو جا کے بتاؤں؟ آپؐ نے فرمایا تب تو وہ بھروسا کر لیں گے کہ اتنی بات کہہ لی ہے اور باقی نیکیاں نہیں کریں گے، اس لیے لوگوں کو نہیں بتانا۔ حضرت مُعَاذؓ نے مرتے وقت یہ بات بتلائی تھی کہ وہ گناہ سے بچ جائیں۔ یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات کو آگے نہیں بتایا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من خص بالعلم قوما.. حدیث 128)

یہ ان کا خیال تھا کہ شاید یہ بات مجھے مرتے ہوئے آگے صاحبِ علم لوگوں کو پہنچا دینی چاہیے۔ پھر آپؓ نے بتائی لیکن اپنی زندگی یا صحت کی حالت میں نہیں بتائی۔ حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے بعض حدیثیں جو اس سے متعلقہ ہیں ان کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ پھر اس کو بھی یہاں بیان کیا ہے کہ یہاں یہ بات جو کی گئی ہے کہ کسی علمی بات کو خاص لوگوں میں محدود کرنا۔ کیونکہ یہ علمی بات ہے اس لیے اس کو خاص لوگوں میں محدود کرنا ہے کیونکہ عام لوگ اس کے صحیح مطلب تک نہ پہنچنے کی وجہ سے نقصان اٹھائیں گے۔ صرف اتنا کہہ دینا اور باقی کوئی عمل نہ کرنا۔ یہ نہ ہو کہ ایک بات پہنچ جائے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ دیا اور کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ اب ایسے بھی دیکھیں کہ اس کے باوجود عملاً مسلمانوں کا یہی حال ہے کہ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ کلمہ پڑھ کے سمجھتے ہیں کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

پھر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ وہ مختلف احادیث بیان کر رہے تھے اور یہ بھی اس میں شامل تھی کہ اس حدیث نے اس قسم کی باتوں کی نوعیت واضح کر دی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ مسلم نے بھی حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت صحیح سند سے بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں

مَا اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِیْثًا لَا یَبْلُغُہٗ عُقُوْلُھُمْ اِلَّا کَانَ لِبَعْضِھِمْ فِتْنَۃٌ۔

ان ارشادات نبویہؐ کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق مخاطب کرنا چاہیے کیونکہ بعض باتیں فتنے میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ بہر حال وہ پھر آگے لکھتے ہیں کہ ہم اب بھی دیکھتے ہیں کہ مومن ساز لوگوں نے کس طرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے محض زبانی اقرار کو اپنے لیے آڑ بنا رکھا ہے اور شریعت کی تکلیفوں سے بنی نوع انسان کو آزاد کر کے ان کو ایمان کا سرٹیفکیٹ دے دینا چاہتے ہیں اور صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ یعنی اس کے ضروری لوازمات کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ ہر مولوی، ہر منبر کا خطبہ دینے والا وہ سمجھتا ہے کہ جو میرے پیچھے نمازیں پڑھ رہا ہے اس نے وہی کلمہ پڑھ لیا تو سرٹیفکیٹ مل گیا۔ باقی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ پھر آپؒ لکھتے ہیں کہ زبان سے اقرار کرنے والے انہی مومنوں کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایمان اس وقت نہ دلوں میں ہو گا نہ زبان پر بلکہ ثریا پر ہو گا۔ یہ آخری زمانے کے بارے میں ہے۔ جبکہ وہ لوگ موجود تھے اور یہ کلمہ پڑھنے والی بات بھی آپؐ نے کہی تھی۔ پھر آپؒ لکھتے ہیں کہ مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔

یعنی جو شخص موت تک ہر قسم کے شرک سے بچتا رہے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت مُعاذؓ کو دو تین دفعہ مخاطب کر کے خاموش ہو جانا اور پھر یہ بات بتلانا یہ اسی اصل کے مطابق ہے کہ آپؐ نے جستجو کے متعلق احساس اور خواہش کو ابھارا ہے۔ دو تین دفعہ جب انہوں نے کہا حاضر ہوں، حاضر ہوں، لبیک تو توجہ پیدا ہوئی، شوق پیدا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ جب جوش اور ایک خالص توجہ پیدا ہو گئی تو پھر آپؐ نے ان کو بتایا۔ پھر شاہ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ تا آپؐ کی بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور اس کا اثر نفس پہ قائم رہے۔ یہ بات ذہن نشین کرانے کے لیے آپؐ نے تین دفعہ ان کو توجہ دلائی تھی۔ حضرت مُعاذؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا پورا ادب کیا اور مرتے وقت وہ بتلایا کہ مبادا ایک نہایت ضروری بات کے نہ بتانے سے ان سے مؤاخذہ نہ ہو۔

(ماخوذ از صحیح البخاری مترجم جلد 1 صفحہ 211، 212 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کہے کہ تمہارے علم میں ایک بات آئی اور تم نے آگے نہیں بتائی یعنی علمی بات کم از کم علم رکھنے والے لوگوں تک پہنچ جانی چاہیے۔

ویسے تو آج کل مسلمان ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، کلمہ پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ شرک سے پاک ہو گئے ہیں لیکن دل شرک سے بھرے ہوئے ہیں۔ انحصار دنیاوی چیزوں پر ہے۔ بڑے بڑے خطیب بھی دنیاوی چیزوں پہ انحصار کرتے ہیں۔ ان کی اگر اصلی حالت، حقیقت جانی جائے تو یہ جو حدیث پہلے بیان ہوئی ہے، کلمہ پڑھنے والوں پر آگ حرام ہونے کا جو ذکر ہوا ہے اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ جزا اللہ تعالیٰ نے دینی ہے اور کسی انسان کا کام نہیں ہے کہ کسی

کلمہ گو، کسی مسلمان پر فتویٰ لگائے کہ کس کو ہم نے مسلمان کہنا ہے اور کس کو غیر مسلم بنانا ہے۔ یہ خود ساختہ فتوے قرآن کی تعلیم کے بھی خلاف ہیں۔ پس آج کل جو مسلمان ربیع الاول کے حوالے سے میلاد النبیؐ بھی منا رہے ہیں تو اصل تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوے کو ہم اپنائیں۔ اپنے علم کے زعم میں صرف اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھیں بلکہ کلمہ گو کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں۔ یہ باتیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کرنے والی ہوں گی۔ ان کی امّت کی طرف سے خوشی پہنچانے والی ہوں گی۔ آپؐ پر درود بھیجنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر کرے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو لاوارث نہیں چھوڑا بلکہ وعدے کے مطابق اور آپ کی پیشگوئی کے مطابق احیائے دین کے لیے مسیح موعود کو بھیجا ہے جو اس کلمہ اور شریعت کے احکام پر عمل کی حقیقت ہمیں بتانے والا ہے تا کہ حقیقت میں جہنم کی آگ ہم پر حرام ہو۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کرنے والوں کو بھی عقل دے کہ اس بات کو سمجھیں۔ اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اسلام کی حقیقی تعلیم اور کلمہ کی حقیقت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔

حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کے سال نکلے۔ آپؐ نمازیں جمع کرتے تھے۔ آپؐ ظہر عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی ادا فرماتے۔ ایک روز آپؐ نے نماز میں کچھ تاخیر فرمائی۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کیں۔ پھر اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ چاروں نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ جب تک وقفہ تھوڑا ہوتا تھا تو ہو سکتا ہے کہ ظہر عصر کی نمازیں عصر کے ساتھ آخری وقت میں جمع کر لی جاتی ہوں اور مغرب عشاء کی مغرب کے پہلے وقت میں۔ بہر حال فرمایا کہ کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور جب تک خوب دن نہ نکل آئے تم اس تک نہیں پہنچو گے۔ یعنی اندازہ لگا کے آپؐ نے بتایا کہ تم لوگ دن کے وقت پہنچو گے۔ پس تم میں سے جو اس کے پاس پہنچے اس کے پانی کو بالکل نہ چھوئے جب تک کہ میں نہ آ جاؤں۔ وہاں پہنچ کے پانی نہ پینے لگ جانا۔ نہ چھیڑنا اس کو جب تک میں اس پہ نہ آ جاؤں۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم اس چشمہ پر پہنچے لیکن دو آدمی وہاں ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے اور چشمہ تسمہ کی طرح تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی بہ رہا تھا، بڑی باریک دھار بن رہی تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے پوچھا کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا ہے؟ پانی کو چھیڑا تو نہیں؟ ان دونوں نے کہا جی ہاں ہم نے اس میں سے پانی نکالا تھا، پیا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو تنبیہ فرمائی کہ میں نے تمہیں روکا تھا تو کیوں تم نے اس کو چھوا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا آپؐ نے ان کو کہا۔ راوی کہتے ہیں پھر لوگوں نے اس چشمے سے اپنے ہاتھ کے ذریعہ سے تھوڑا تھوڑا کر کے پانی نکالا یہاں تک کہ ایک برتن میں کچھ پانی جمع ہو گیا۔ بالکل باریک سی دھار پانی کی آ رہی تھی۔

راوی کہتے ہیں پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا۔ پھر اس پانی کو اس چشمے میں واپس ڈال دیا یعنی وہیں چشمے کے اوپر بیٹھ کے دھویا۔ چہرہ بھی دھویا اور پانی وہیں چشمے میں

گرتا جاتا تھا تو چشمہ تیزی سے بہنے لگا جب آپؐ نے منہ ہاتھ دھویا اور وہیں پانی ڈال دیا تو چشمہ جس کی پہلے باریک دھار بن رہی تھی تیزی سے بہنے لگا یہاں تک کہ لوگ خوب سیراب ہو گئے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے مُعَاذؓ! اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تُو دیکھ لے گا کہ یہ جگہ باغوں سے بھر گئی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ حدیث 706)

کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اس وقت ہوا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے مقام پر ابھی پہنچے ہی تھے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ یہ واقعہ تبوک کے مقام سے واپسی پر ایک وادی میں ہوا جس کا نام مُشَقَّق ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشّام صفحہ 821-822 غزوہ تبوک فی رجب سنۃ تسع مطبوعہ دارالکتب بالعلمیۃ بیروت 2001ء)

یہ واقعہ حضرت امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا میں بھی بیان کیا ہے۔ محمد بن عبدالباقی زَرْقَانِی نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ابو ولید بَاجِی کہتے ہیں کہ یہ غیب کی خبر ہے جو واقع ہو چکی ہے اور حضرت مُعَاذؓ کا خاص طور پر تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے فرمایا کیونکہ ملک شام منتقل ہو گئے تھے اور وہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔ آپؐ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ حضرت مُعَاذؓ یہ جگہ دیکھیں گے اور وہ وادی آپؐ کی برکت کے طفیل درختوں اور باغات کا مجموعہ بن جائے گی۔

علامہ ابن عبد البرّ کہتے ہیں کہ ابنِ وَضَّاح کہتے ہیں کہ میں نے اس چشمہ کے ارد گرد وہ ساری جگہ دیکھی ہے۔ درختوں کی سرسبزی اور شادابی اس قدر تھی کہ شاید یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے اور ایسی ہی آپؐ کی پیشگوئی تھی۔

(شرح الزرقانی علی المؤطا جزء 1 صفحہ 436 کتاب قصر الصلاۃ فی السفر باب الجمع بین الصلاتین.....، داراحیاء التراث العربی بیروت 1997ء)

اٹلس سیرت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے کہ تبوک کے محکمہ شریعہ کے رئیس نے بتایا کہ یہ چشمہ دو سال پہلے تک پونے چودہ سو سال سے مسلسل ابلتا رہا۔ بعد میں نشیبی علاقوں میں ٹیوب ویل کھودے گئے تو اس چشمہ کا پانی ان ٹیوب ویلز کی طرف منتقل ہو گیا، تقریباً پچیس ٹیوب ویلز میں تقسیم ہو جانے کے بعد اب یہ چشمہ خشک ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیں ایک ٹیوب ویل کی طرف بھی لے گئے جہاں ہم نے دیکھا کہ چار انچ کا ایک پائپ لگا ہوا ہے اور کسی مشین کے بغیر اس سے پانی پورے زور سے نکل رہا ہے۔ قریب قریب یہی کیفیت دوسرے ٹیوب ویلز کی بھی ہمیں بتائی گئی۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ ہی کی برکت ہے کہ آج تبوک میں اس کثرت سے پانی موجود ہے کہ مدینہ اور خیبر کے سوا ہمیں کہیں اتنا پانی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبوک کا پانی ان دونوں جگہوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس پانی سے فائدہ اٹھا کر اب تبوک میں ہر طرف باغ لگائے جا رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق تبوک کا علاقہ باغوں سے بھرا ہوا اور دن بدن بھرتا جا رہا ہے۔

(اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ، صفحہ 431، دارالسلام ریاض 1424ھ)

ان کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

جمعے کے بعد مَیں کچھ جنازے بھی پڑھاؤں گا اس وقت ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔ پہلا ذکر مولوی فرزان خان صاحب کا ہے جو ضلع خوردہ ونیا گڑھ اڑیشہ کے مبلغ انچارج تھے۔ شوگر کے مریض تھے۔ 10ر ستمبر کو اچانک ٹائیفائیڈ اور شدید نمونیے کی وجہ سے آپ کو ہسپتال داخل کیا گیا اور وہاں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ سکینہ بیگم کے علاوہ ایک بیٹی فریحہ اور بیٹا عزیزم ریحان شامل ہیں۔ جماعتی کاموں میں بہت آگے بڑھنے والے تھے۔ پرہیزگار، ماتحت مبلغین، معلمین کا خیال رکھنے والے، نرم خُو، منکسر المزاج، خوش اخلاق، انتہائی نیک اور مخلص انسان تھے۔ 1980ء میں جامعہ قادیان میں داخلہ لیا اور 88ء میں قادیان جامعہ سے فارغ ہوئے اور میدانِ عمل میں آئے۔ بڑی محنت اور اخلاص اور وقف کی روح کے ساتھ بتیس سال تک خدمت سرانجام دی۔ کئی مقامات پر اس عرصے میں آپ نے بیعتیں کروائیں اور جماعتیں بھی قائم کیں۔ ان کی اہلیہ سکینہ بیگم کہتی ہیں کہ مولوی صاحب بتاتے تھے کہ پہلی تقرری ہریانہ میں ہوئی۔ کوئی معین مقام نہیں تھا اور اس علاقے میں کوئی احمدی بھی نہیں تھا۔ یہ مختلف جگہوں پر گھومتے تھے اور تبلیغ کرتے تھے اور سینٹر قائم کرتے تھے اور اس دوران صوبہ ہریانہ کے ایک گاؤں میں پہنچے، وہاں کے لوگوں کو جماعت کا پیغام پہنچایا۔ وہاں ایک مقامی شخص تھا اس نے کہا ہماری بھینس دودھ نہیں دیتی۔ آپ کی جماعت سچی ہے تو آپ دم کر کے مجھے دیں مَیں بھینس کو کچھ پلاؤں تا کہ میری بھینس دودھ دے۔

اگر آپ سچے ہیں تو پھر اگر یہ معجزہ ہو گیا تو ہم سارا خاندان بیعت کر لیں گے۔ بہرحال مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے سورۂ فاتحہ، درود شریف پڑھا اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس شخص کو دے دیا۔ وہ پانی لے کر چلا گیا۔ مولوی صاحب ساری رات اسی گاؤں میں رہے۔ کہتے ہیں کہ گاؤں میں ایک درخت تھا۔ ساری رات میں اس کے نیچے بیٹھا رہا اور دعائیں کرتے گزار دی کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کی صداقت کا معجزہ ثابت کر دے۔ کہتے ہیں صبح ہوتے ہی مولوی صاحب نے دیکھا کہ ایک شخص ایک بالٹی لیے آ رہا ہے۔ دیکھا تو اس میں دودھ تھا۔ کہنے لگا مولوی صاحب ہماری بھینس نے دودھ دیا ہے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے میں اور میرا پورا خاندان اب سمجھ گئے ہیں کہ جماعت احمدیہ سچی ہے۔ ہم اس میں شامل ہوتے ہیں۔

ان کے بیٹے ریحان کہتے ہیں کہ ان میں انکساری اور عاجزی بہت زیادہ تھی۔ بڑے نرم دل تھے۔ ہر ایک سے پیار محبت سے پیش آنے والے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جماعت کی خدمت کی خاطر اپنی زندگی بسر کی۔ خلیفۂ وقت کے ہر ارشاد اور ہدایت پر لبیک کہتے تھے اور ہمیں بھی تاکید کرتے تھے۔ ہمیں ہمیشہ شفقت سے محبت سے پیش آتے۔ جماعتی کاموں کے ساتھ گھر کے کاموں میں بھی حصہ لیتے۔ والدہ کا ہاتھ بٹاتے اور ساری زندگی انہوں نے اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کی اور ہماری نمازوں کی بھی حفاظت کی۔ ہمیشہ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کے لیے کہتے تھے۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے جتنے بھی معلمین اور مبلغین ہیں سب یہی لکھتے ہیں کہ ایک مثالی مبلغ تھے۔ بڑے ہمدرد تھے اور کبھی ہم نے ان کو غصے میں نہیں دیکھا۔

اگلا جنازہ عبداللہ مُلسیکو صاحب کا ہے۔ ملائشیا کے لوکل مشنری تھے۔ 7/ اکتوبر کو بیہوش ہو گئے۔ ہسپتال لے جایا گیا۔ جانبر نہ ہو سکے اور اسی رات وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کی عمر 68 سال تھی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ آٹھ بچے شامل ہیں۔ آپ ملائشیا کے دو مربیان صلاح الدین صاحب اور مسرور احمد صاحب کے سسر تھے۔ عبداللہ مُلسیکو صاحب فلپائن میں پیدا ہوئے۔ یونیورسٹی پاس کرنے کے بعد مسلم آرگنائزیشن "مورو نیشنل لبرل فرنٹ" میں شمولیت اختیار کر لی۔ یہ آرگنائزیشن حکومت کے خلاف برسرپیکار تھی۔ اس کا مقصد فلپائن میں اسلامی ریاست قائم کرنا تھا۔ 1973ء میں ان کے والدین ہجرت کر کے فلپائن سے ملائشیا آ گئے اور سنداکن سبا (Sandakan Sabah) میں رہائش اختیار کی۔ بہرحال ان کو اللہ تعالیٰ نے قلبِ سلیم دیا تھا۔ ان کو خواب میں کئی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلیفۃ المسیح الثانی اور خلیفۃ المسیح الثالث کی زیارت ہوئی۔ منشائے ایزدی کے ماتحت ان کو 1973ء میں جلسہ سالانہ تاکینابالو سبا میں شمولیت کا موقع ملا اور وہاں جلسہ دیکھ کے ساری صورتِ حال ان کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنی چنانچہ انہوں نے بیعت کر لی۔ سنداکن میں آپ جس جگہ رہتے تھے وہاں کوئی مبلغ نہیں تھا اور آپ ایک پیاسی روح تھے۔ چنانچہ اس پیاس کو بجھانے کے لیے آپ نے جماعتی لٹریچر کا خوب مطالعہ کیا۔

تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ اپنے اس شوق کو عملی جامہ پہنایا، دوستوں رشتے داروں اور اپنے علاقے میں خوب تبلیغ کی۔ اس کے نتیجے میں بہت سے لوگ احمدیت میں شامل ہوئے، اسلام میں شامل ہوئے اور تبلیغ کے اس شوق کی وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو وقف بھی کیا اور پھر بطور مبلغ ان کا تقرر ہوا۔ پھر اسی طرح ان کو فلپائن میں چند سال خیر الدین باروس صاحب کے ساتھ بھی کام کرنے کا موقع ملا۔

بہرحال اپنی نیک فطرت، علم کا شوق اور عاجزی اور انکساری اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انہوں نے وہاں بھی بڑا کام کیا۔ اور عیسائیوں سے بھی مباحثات کرتے رہتے تھے۔ کئی لوگوں کو اسلام کی آغوش میں لے کے آئے۔ اردو بول نہیں سکتے تھے لیکن سیکھنے کا شوق تھا۔ کئی حوالے یاد تھے، نظمیں یاد تھیں۔ ہمیشہ مہمان نوازی کا بڑا شوق تھا۔ جمعے پہ آنے والوں کی خاص طور پر مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔ disciplined آدمی تھے اور یہ چاہتے تھے ہر کوئی انسان جو ہے اس کو ڈسپلن میں رہنا چاہیے اور اس کے مطابق تربیت کرتے تھے۔ چند سال سے چلنے پھرنے کی تکلیف تھی۔ اس کے باوجود کبھی اپنی اس تکلیف کو اپنے کام میں آڑے نہیں آنے دیا۔

تیسرا جنازہ عبدالواحد صاحب معلم سلسلہ قادیان کا ہے جو 12/ ستمبر کو چھپن سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کا تعلق عیسائی گھرانے سے تھا۔ ان کے خاندان میں سب سے پہلے ان کے بڑے بھائی جو ریٹائرڈ معلم تھے ان کو بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ پھر بعد میں ساری فیملی نے بیعت کر لی۔ قبول احمدیت کے بعد مرحوم نے جامعۃ المبشرین میں تین سال کا کورس کیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر پھر مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے گئے۔ قادیان کے مختلف علاقوں میں بھی تعلیم و تربیت کی ذمے داری ان کو سونپی گئی۔ بڑے اطاعت گزار اور پوری لگن سے کام

کرنے والے تھے۔ تبلیغ کا بہت اچھا ملکہ رکھتے تھے۔ ان کے ذریعہ سے قادیان کے تین عیسائی اور تین غیر احمدی خاندانوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کی اور ان میں سے بھی دو افراد اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی ہیں یعنی کہ صرف شمولیت نہیں کی بلکہ نیکی میں بڑھنے والے ہیں۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں اور ان کا جو بیٹا ہے اس سال جامعہ احمدیہ سے مربی بن کے فارغ ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔ ان سب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولادوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی جو خواہشات تھیں کہ جس طرح ان کی اولاد کی تربیت ہو اللہ تعالیٰ اس کے مطابق کرے اور ان میں سے بعض بچے جو وقف زندگی بھی ہیں، یہ خلافت کے صحیح سلطان بننے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز جمعہ کے بعد ان شاء اللہ نماز جنازہ ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 / نومبر 2020ء جلد 27 شمارہ 91 صفحہ 05 تا 10)

44

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/ اکتوبر 2020ء بمطابق 30/ اخاء 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت معاذ بن جبلؓ کا ذکر چل رہا تھا جو آج بھی جاری ہے۔ حضرت معاذؓ بہت فیاض تھے اور خوب خرچ کرنے والے تھے جس کی وجہ سے اکثر انہیں قرض بھی لینا پڑتا تھا۔ جب قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو کچھ دن گھر میں چھپ کر بیٹھے رہے تو وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت معاذؓ سے قرض دلوانے کی گزارش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب حضرت معاذؓ کی جائیداد سے قرض زیادہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا خدا اس پر رحم کرے گا۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا قرض معاف کر دیا لیکن پھر بھی کچھ لوگ قرض کا مطالبہ کرتے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری جائیداد کو ان لوگوں میں تقسیم کر دیا لیکن ابھی بھی قرض مکمل ادا نہ ہوا بلکہ یہ ہوا کہ ہر ایک کو قرض کا کچھ حصہ مل گیا۔ قرض خواہوں نے مزید کا تقاضا کیا کہ بقایا بھی ہمیں دیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔ ابھی اس سے زیادہ نہیں مل سکتا۔ اسی مال کو لے جاؤ۔ جب حضرت معاذؓ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا نقصان پورا کرے اور تمہارا قرض ادا کر ادے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 502 معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 188 معاذ بن جبل دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 440، 441 معاذ بن جبل ومن سبدا اثائر بنی سَلِمَۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

اس موقعے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یہ بھی فرمایا کہ اے "معاذ! تم پر قرض بہت ہے۔ اگر کوئی ہدیہ لائے تو اسے قبول کر لینا۔ مَیں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

(بحوالہ سیر الصحابہ جلد 5 صفحہ 146 دار الاشاعت لاہور)

آپؐ نے فرمایا: تحفے قبول کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔ یعنی تحفہ قبول کرنا تو ویسے کوئی حرج نہیں۔ یہی کہا جاتا ہے کہ محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کو تحفے دینے چاہئیں لیکن یہ کیونکہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

نمائندہ بنا کے بھیجے گئے تھے اس لیے آپؐ نے خاص طور پر فرمایا کہ اس نمائندگی کی وجہ سے اگر تمہیں لوگ تحفہ دیں تو تمہیں اختیار ہے کہ وہ تحفہ تم اپنے پر خرچ کر سکتے ہو کیونکہ وہ عموماً بیت المال کے لیے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیا جاتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت کرنے کے لیے ان کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ حضرت معاذؓ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات مکمل کر چکے تو فرمایا اے معاذ! ممکن ہے کہ آئندہ سال تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کی وجہ سے یہ سن کے زار و قطار رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ تبدیل کیا اور مدینے کی طرف منہ مبارک کر کے فرمایا: لوگوں میں سے میرے نزدیک وہ ہیں جو متقی ہیں چاہے وہ کوئی ہوں اور کہیں بھی ہوں۔

(ماخوذ از مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 359 حدیث 22402 عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اس موقعے پر فرمایا تم عنقریب ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں۔ جب تم ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں مقرر کی ہیں اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر صدقہ مقرر کیا ہے جو ان کے دولتمندوں سے لیا جائے اور ان کے محتاجوں کو لوٹا دیا جائے۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو خبردار ان کے عمدہ عمدہ مال صدقے میں نہ لینا بلکہ درمیانے درجے کا لینا اور مظلوم کی پکار سے بچنا اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی یمن...... حدیث 4347)

مظلوم کی آہ سے بچنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی کیونکہ اس کی آہ اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔ آپؓ ان لوگوں کو قرآن اور دین سکھاتے تھے۔ ان کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ یمن کے عاملین جو زکوٰۃ اکٹھی کرتے تھے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس بھجواتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا انتظام پانچ صحابہ حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیَّہؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ میں تقسیم فرمایا ہوا تھا۔

(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 460 'معاذ بن جبل'۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2010ء)

یعنی انتظامات ان پانچ کے سپرد تھے۔ یہ ایک روایت ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ ہر تیس گائے میں زکوٰۃ کے طور پر ایک سالہ گائے لینا اور ہر چالیس گائے پر دو سالہ یعنی زکوٰۃ کی شرح بیان فرما رہے ہیں، نصاب بیان فرما رہے ہیں اور ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کی قیمت کے برابر مَعَافِر یعنی ایک

یمنی کپڑا ہوتا ہے وہ وصول کرنا۔ مَعَافِر ایک قبیلے کا نام تھا جو یہ کپڑا بناتے تھے۔ انہی کے نام پہ اس کا نام بھی ہو گیا۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 348 مسند معاذ بن جبل حدیث 22363، عالم الکتب بیروت 1998ء)

(لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 142 پیر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

علامہ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاؤں میں لنگڑاہٹ تھی۔ جب وہ یمن گئے تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اپنا پاؤں پھیلا دیا یعنی ٹانگ آگے کر لی یا دائیں طرف پھیلا دی ہو گی جس طرح بھی ان کی صورت تھی تو جو بھی پاؤں خراب تھا لوگوں نے بھی اسی طرح اس طرف اپنے پاؤں پھیلا دیے۔ حضرت معاذؓ نے جب نماز پڑھا لی تو کہا تم لوگوں نے اچھا کیا کہ جس طرح مَیں کر رہا تھا تم نے کیا لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا کیونکہ مجھے تکلیف ہے اس لیے میں نے نماز میں اپنا پاؤں پھیلایا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 439 معاذ بن جبل۔ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

مطلب یہ تھا کہ مجھے دیکھ کے تم نے اطاعت کا جو نمونہ دکھایا وہ ہر لحاظ سے ہی قابل تعریف ہے۔ اطاعت اسی طرح ہونی چاہیے کہ امام کے پیچھے مکمل طور پر اس کی پیروی کی جائے لیکن میری یہ مجبوری ہے۔ یہ سنت نہیں ہے اور جس کو مجبوری نہیں وہ صحیح طرح نماز پڑھے۔ اسی طرح جس طرح حکم ہے، جس طرح سنت ہے، جس طرح ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل رہا ہے۔ حضرت معاذؓ نے یمن میں بیت المال کے پیسوں سے تجارت کی اور اس سے جو منافع ہوا اس سے اپنا قرض ادا کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مال سے تجارت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہدیہ بھی قبول کرتے رہے اور یہاں تک کہ آپ کے پاس تیس رأس بھیڑ بکریاں ہو گئیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 505 حضرت معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

(الاستیعاب جلد3 صفحہ 1404 معاذ بن جبل مطبوعہ دارالجیل بیروت 1992)

یہ اجازت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی یقیناً قرض کی ادائیگی کے لیے تھی اور تجارت اس حد تک تھی کہ جو منافع ہوتا تھا اس مال میں سے کچھ قرض اتارتے جاتے تھے یا منافع اگر نہیں بھی لیتے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ تجارت پر جو منافع تھا اس میں اپنے کام کی اجرت کے طور پر لیتے ہوں کہ یہ میں نے اس طرح خرچ کیا۔ جو میرا مشورہ تھا اور جو محنت تھی اس کی یہ اجرت ہے اور اس کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی اس لیے پھر انہوں نے یہ لے لی تا کہ قرض ادا ہو اور یہی بات قابل قبول لگتی ہے کہ منافع کی شرح میں سے اجرت لیتے ہوں یا کچھ حد تک منافع لیتے ہوں لیکن بہرحال جو بھی تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت معاذؓ حج کرنے آئے تو وہ حضرت عمرؓ سے ملے جنہیں حضرت ابو بکرؓ نے حج پر عامل بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت معاذؓ کی یَوْمُ التَّرْوِيَة کو ملاقات ہوئی۔ دونوں نے آپس میں معانقہ کیا اور ایک دوسرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کی۔ پھر دونوں زمین پر بیٹھ کر

باتیں کرنے لگے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 441 معاذ بن جبل ومن سائر بنی سَلِمَۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

الاستیعاب میں لکھا ہے، یہ بھی تاریخ کی ایک کتاب ہے، کہ حضرت معاذؓ بہت سخی تھے اور اسی سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے یہ نوبت آگئی کہ ان کا سارا مال قرضے کی زد میں آ گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض خواہوں سے کہیں کہ وہ ان کا قرض معاف کر دیں۔ پہلے بھی یہ بیان ہوا ہے۔ یہ مختلف حوالے سے دوسری یا وہی بات بیان ہو رہی ہے۔ آپؐ نے ان کے قرض خواہوں سے کہا لیکن انہوں نے قرض معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر آگے اس نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کی خاطر کسی کا قرض معاف کرتا تو وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حضرت معاذ بن جبلؓ کا قرض معاف کر دیتے۔ سب سے بڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تھا آپ کی خاطر ہی کوئی اپنے قرض کو معاف کر سکتا تھا یا مالی قربانی دے سکتا تھا۔ لیکن اس میں سے بھی بہت سارا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے بعض لوگوں نے معاف نہیں کیا اور یہی عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم تو قرض واپس لیں گے۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر قرض کی ادائیگی کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ کی جائیداد وغیرہ سب بیچ دی اور حضرت معاذ بن جبلؓ خالی ہاتھ رہ گئے۔ پھر جس سال مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کے ایک حصے کا امیر بنا کر بھیجا۔ یہاں بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ امیر بنا کے بھیجا تھا۔ اس لیے ہدیہ وغیرہ جو تھا، جو بطور امیر اُن کو ملتا تھا وہ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ بیت المال کا ہو گا۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کے مال میں، بیت المال کے مال میں تجارت کی۔ وہ وہاں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور وہ خوشحال ہو گئے۔ اس عرصے میں تجارت میں ان کو فائدہ ہوتا رہا اور وہ جتنا بھی حصہ لیتے تھے، لیتے رہے تو خوشحالی ہو گئی۔ پھر جب وہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اس شخص کو یعنی حضرت معاذؓ کو بلوائیں اور اس کے پاس اس کی ضرورت کا سامان چھوڑ کر اس سے وصول کر لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی ادائیگی کی اجازت دی تھی۔ اب قرض کی ادائیگی ہو گئی اور جو ضرورت کے لیے ایک انسان کو چیزیں چاہئیں وہ بھی ان کے پاس رہنی چاہئیں لیکن یہ جو خوشحالی ہوئی ہے یہ حضرت عمرؓ کے خیال میں نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اس لیے یہ مال چھوڑ کے باقی جو ہے وصول کر لیں۔ اب حضرت ابو بکرؓ کے پاس یہ معاملہ آیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا ان کو یہ برداشت نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کی اجازت دی ہو اور میں اس میں اس کے خلاف کوئی فیصلہ کروں تو بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور میں اس سے کچھ نہیں لوں گا اور یہ کہہ کے بھیجا تھا کہ تم تجارت کر سکتے ہو اور کچھ حصہ لے سکتے ہو یہاں تک کہ وہ خود مجھے دے دیں۔ مَیں نے تو نہیں مانگنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پہ گئے تھے اور یہ اجازت سے جو بھی ہدیہ اور باقی چیزیں لیتے تھے تو سوائے اس کے کہ مجھے خود دے دیں مَیں نے نہیں کہنا۔ حضرت عمرؓ پھر حضرت معاذؓ کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ بھی بعض اصولوں

کے بڑے پکے تھے۔ وہ حضرت معاذؓ کے پاس گئے اور حضرت معاذؓ سے ذکر کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی طرف اس لیے بھیجا تھا تا کہ میری ضرورت پوری ہو اور میں تو کچھ بھی نہیں دوں گا۔ اور یہ روایات سے بھی اور ان کی زندگی کے سارے عرصہ اور سیرت سے بھی ثابت ہے کہ اگر تو ان کے پاس خوشحالی بھی تھی تو چند دن کے لیے ہوتی ہو گی کیونکہ اکثر وہ لوگوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔

بعض ایسی روایات آگے آئیں گی جن سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح وہ بانٹا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت معاذؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ مَیں آپ کی بات مانتا ہوں۔ پہلے تو حضرت عمرؓ کو کہہ دیا مَیں کچھ نہیں دوں گا اور پھر کچھ عرصے کے بعد یا کچھ وقفے کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا اچھا میں آپ کی بات مانتا ہوں اور میں وہی کروں گا جس کا آپ نے کہا ہے کیونکہ میں نے خواب دیکھی ہے، (کچھ عرصہ کے بعد ہی گئے ہوں گے کیونکہ یہاں خواب کا ذکر ہے۔) کہتے ہیں میں نے خواب دیکھی ہے کہ پانی میں ڈوب رہا ہوں اور آپؓ نے یعنی حضرت عمرؓ نے مجھے بچایا ہے۔

اس کے بعد حضرت معاذؓ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئے اور ساری بات ان سے بیان کی اور قسم کھا کر کہا کہ مَیں آپؓ سے کسی چیز کو بھی نہیں چھپاؤں گا جو میں نے لیا جس طرح لیا سب کچھ میرے سامنے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں آپ سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ ٹھیک ہے آپ نے اپنا سارا کچھ حساب کتاب مجھے بتا دیا لیکن میں کچھ نہیں لوں گا۔ میں نے تمہیں وہ سب ہدیہ دیا۔ تحفہ کے طور پر تمہیں دے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ بہترین حل ہے۔

(ماخوذ از الاستیعاب جلد 3 صفحہ 461 باب حرف المیم معاذ بن جبل۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2010ء)

حضرت عمرؓ بھی ساتھ تھے۔ جب یہ بات ان کو پتہ لگی کہ جو کچھ ہے وہ خود حضرت معاذؓ کو دے رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اب کیونکہ خلیفہ وقت نے فیصلہ کر دیا ہے تو کامل اطاعت کے ساتھ اس کو قبول کر لیا۔ ان کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کیوں لیا جا رہا ہے۔ ان کو یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب یہ خلیفہ وقت کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ یہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے یا اپنے پاس مال رکھ سکتے ہیں یا نہیں رکھ سکتے۔ پہلے حضرت عمرؓ زور دیتے رہے کہ لینا چاہیے لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے فیصلہ کر دیا کہ میں نہیں لوں گا اور میں تحفہ کے طور پر دے رہا ہوں تو پھر حضرت عمرؓ کے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔ خاموشی سے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ فیصلہ اس سارے معاملے کا بہترین حل ہے۔

یہاں مزید وضاحت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس وقت تک انہیں اس طرف متوجہ نہیں کیا جب تک حضرت معاذؓ کی ضرورت پوری نہیں ہو گئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی ہو گئی اور ان کی ضرورت بھی پوری ہو گئی، کشائش بھی پیدا ہو گئی، قرضے بھی اتر گئے تو خواب کے ذریعے خود ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذؓ کو اس طرف توجہ دلا دی کہ اب نہیں۔ اب اپنی جائیداد پہ ہی گزارا کرو۔ اب نہ وہ ہدیہ بحیثیت امیر کے تم لے سکتے ہو نہ بیت المال میں سے خرچ کر سکتے ہو اور اس کے بعد وہ زیادہ عرصہ وہاں رہے بھی نہیں۔ بہرحال یہ

اس کی مختصر وضاحت ہے۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے رسول کی سنت میں بھی اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں پھر اجتہاد سے اپنی رائے قائم کروں گا اور میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ معاذ نے بیان کیا کہ یہ باتیں سن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ پھر فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی خوشنودی کا باعث ہوئی۔

(مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 347 حدیث 22357 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو آپؐ نے فرمایا: نازونعم والی زندگی اختیار کرنے سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے نازونعم والی زندگی اختیار نہیں کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 375 حدیث 22456 عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس سے اس بات کی بھی مزید وضاحت ہو گئی کہ جو ہدیے اور تجارت کا مال تھا وہ قرضوں کی ادائیگی کے لیے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا کہ ان کا ہاتھ کھلا ہے۔ غریبوں کی مدد کرنے والے ہیں اسی پر خرچ کریں گے لیکن پھر بھی یہ نصیحت کر دی کہ یہ سب کچھ اجازتیں میں تمہیں دے رہا ہوں اس لیے نہیں کہ نازونعم کی زندگی گزارو بلکہ اس لیے کہ تمہاری ضروریات پوری ہوں۔ اس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ یمن کی طرف روانہ ہونے کے لیے جب میں نے رکاب میں اپنا پاؤں رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری نصیحت یہ فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحہ 439 "معاذ بن جبل" ومن سائر بنی سَلَمَۃ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

آج کل کے مسلمانوں کا حال دیکھیں کہ کیا وہ اسی طرح پیش آتے ہیں اور منا رہے ہیں سیرت النبیؐ کی میلاد النبیؐ۔ میلاد النبیؐ منانے کی اصل چیز تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپؐ کی نصائح پر عمل کیا جائے۔

جب حضرت معاذؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن پر حاکم بنا کر بھیجا تو ان کے رتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ اِنِّیْ بَعَثْتُ لَکُمْ خَیْرَ اَھْلِیْ کہ مَیں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لیے بھیجتا ہوں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 502 حضرت معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ابن اَبُوْنَجِیْح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا اور اہل یمن کو تحریر فرمایا کہ یقیناً میں نے تم پر اپنے لوگوں میں سے بہترین صاحب علم اور صاحب

دین شخص کو حاکم بنایا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 438-439 معاذ بن جبل ومن سائر بنی سَلِمَة۔دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

ایک حدیث میں آتا ہے، یہ روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا خواہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔ دوسری بات یہ کہ والدین کی نافرمانی نہ کرو خواہ وہ تمہیں گھر بار اور مال سے بے دخل کر دیں۔ والدین کی نافرمانی نہیں کرنی چاہے کچھ بھی ہو جائے کچھ بھی ان سے نہ ملے۔ پھر تیسری بات یہ فرمائی کہ فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑنے والا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور حفاظت سے باہر نکل جاتا ہے۔

پھر فرمایا شراب نہ پیو کیونکہ شراب ہر بے حیائی کی جڑ ہے۔ پھر فرمایا گناہ اور نافرمانی سے بچو کیونکہ گناہ کی وجہ سے خدا کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت فرار اختیار نہ کرو۔ اگر دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو پھر ڈر کے دوڑ نہیں جانا خواہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔ پھر فرمایا اگر لوگ طاعون جیسی وبا کا شکار ہو جائیں اور تم ان کے درمیان ہو تو اپنی جگہ پر ہی رہو۔ طاعون کی بیماری اگر پھیلتی ہے، کوئی بھی ایسی وبا پھیلتی ہے جو وسیع طور پر پھیلنے والی ہے تو پھر اگر تم بیماری کے علاقے میں ہو تو جہاں ہو وہیں رہو۔ پھر فرمایا کہ اپنے اہل و عیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو۔ جتنی طاقت ہے اتنا ان پہ خرچ کرو، ان کے حق ادا کرو اور ان کی تادیب و تربیت میں کوتاہی نہ کرو۔ پھر ان کی تربیت صحیح طرح کرو اور کہیں تھوڑی بہت سختی بھی کرنی پڑے تو وہ بھی کرو تا کہ ان کی صحیح تربیت ہو اور انہیں خدا کا خوف یاد دلاتے رہو۔ یہ دس باتیں ہیں جو آپ نے ان کو فرمائیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 366 مسند معاذ بن جبل حدیث 22425 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا اے معاذ! مَیں تمہیں مشفق بھائی کی نصیحت جیسی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ روایت ابن عمرؓ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مَیں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ مریض کی عیادت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ بیواؤں اور ضعیفوں کی ضروریات پوری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ضرورت مندوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور لوگوں کو اپنی طرف سے انصاف فراہم کرنے اور حق بات کہنے اور اس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہارے آڑے نہ آئے۔

(کنز العمال جلد 15 صفحہ 903۔ حدیث 43555 کتاب المواعظ... الخ۔ الفصل السادس موسسة الرسالة بیروت 1985ء)

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا: کسی چیز کی خواہش کرو۔ کسی نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ ایک شخص نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ مکان ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر

دوں۔ صحابہ کی کیسی عجیب اور عظیم خواہشیں تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اَور خواہش کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم کیا خواہش کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری یہ خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ اور حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحه 252 حديث 5005 كتاب معرفة الصحابة دار الكتب العلمية بيروت 2002ء)

پچھلی دفعہ بھی یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ اس دفعہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے ذکر میں بھی یہ روایت آ گئی۔

حضرت معاذؓ 9؍ ہجری سے 11؍ ہجری تک دو سال یمن میں رہے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 505 معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کے پاس لے جاؤ۔) یہ گذشتہ خطبے میں حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کے ذکر میں بھی بیان ہوا تھا لیکن اس کی بقایا تفصیل رہ گئی تھی تو اس لیے پوری تفصیل اب بیان کر دیتا ہوں)۔ اور گھر میں ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرو۔ دیکھو کہ وہ اس مال کے ساتھ کیا کریں گے۔ چنانچہ غلام تھیلی لے کر ان کے پاس گیا اور کہا امیر المومنین نے آپؓ کے لیے کہا ہے کہ اس مال کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کریں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ان پر رحم کرے۔ پھر انہوں نے اپنی لونڈی کو بلایا اور کہا یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ اور یہ پانچ فلاں کے پاس لے جاؤ اور یہ پانچ فلاں کے پاس لے جاؤ یہاں تک کہ وہ سب ختم کر دیے۔ اپنی ملازمہ کو بُلا کے مختلف گھروں میں بھجوانے کے لیے دیے کہ جا کے فلاں فلاں گھروں میں یہ دے آؤ۔ غریب گھر ہوں گے۔ پھر وہ غلام جو تھا حضرت عمرؓ کے پاس واپس آیا اور ساری بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اتنے ہی دینار حضرت معاذؓ کے لیے بھی تیار رکھے ہوئے تھے۔ جتنے ابوعبیدہؓ کو بھیجے تھے اتنے ہی حضرت معاذؓ کے لیے تیار رکھے تھے۔ دوسری تھیلی تیار کی ہوئی تھی۔ انہوں نے غلام سے کہا کہ اس کو حضرت معاذؓ کے پاس لے جاؤ اور ان کے پاس گھر میں تھوڑی دیر رکنا اور دیکھنا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غلام تھیلی لے کر حضرت معاذؓ کے پاس گیا۔ ان سے کہا کہ امیر المومنین نے کہا ہے کہ اس کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کریں۔ حضرت معاذؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ پھر انہوں نے لونڈی کو بلایا اور کہا اتنے دینار فلاں گھر لے جاؤ اور اتنے فلاں گھر میں لے جاؤ۔ اتنے میں حضرت معاذؓ کی اہلیہ بھی آ گئیں اور انہوں نے کہا بخدا ہم بھی مساکین ہیں یعنی گھر میں بھی کچھ نہیں ہے۔ کچھ گھر کے لیے بھی تو رکھ لو۔ منافع کمانے کی، ہدیہ لینے کی وہ باتیں جو پہلے آئی تھیں وہ بھی یہاں مزید clear ہوتی ہیں، واضح ہو جاتی ہیں۔ ہمارے گھر میں بھی کچھ نہیں ہے۔ ہم بھی مسکینوں میں شامل ہیں۔ ہمیں بھی دیں۔ تھیلی میں صرف اس وقت دو دینار بچے تھے۔ سارے آپ بانٹ چکے تھے۔ حضرت معاذؓ نے وہ دونوں دینار جو تھے اپنی اہلیہ کی طرف اچھال دیے اور غلام حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان کو ساری بات سے آگاہ کیا۔ حضرت عمرؓ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا یقیناً یہ دونوں حضرت عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ اسی طرح خرچ کرنے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد 3 صفحه 234۔ كتاب الزكاة باب في الانفاق۔ دار الكتب العلمية بيروت 2001ء)

جس طرح یہ خرچ کرتے ہیں ان کی یہ صفت ایک ہے۔

شُرَیْح بن عُبَید اور رَاشِد بن سَعد وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب سَرْغ مقام پر پہنچے، سَرْغ وادی تبوک کی ایک بستی کا نام ہے۔ تو آپؓ کو بتایا گیا کہ شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ شام میں شدید وبا پھیلی ہوئی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر میری وفات کا وقت آجائے اور ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ زندہ ہوں تو مَیں انہیں اپنا خلیفہ نامزد کر دوں گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان کے متعلق سوال کیا کہ تم نے اسے امّتِ محمدیہ پر خلیفہ کیوں مقرر کیا تو مَیں یہ عرض کروں گا کہ مَیں نے تیرے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرا امین ابوعبیدہ بن جَرَّاح ہے۔ یہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ لوگوں کو یہ بات اچھی نہ لگی وہ کہنے لگے کہ قریش کے بڑے لوگوں یعنی بنو فِہر کا کیا بنے گا؟ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میری وفات کا وقت آجائے اور ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ بھی فوت ہو چکے ہوں تو معاذ بن جبلؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں گا اور اگر میرے ربّ عزّوجل نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں خلیفہ مقرر کیا تو مَیں کہوں گا کہ مَیں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے لائے جائیں گے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند الخلفاء الراشدین مسند عمر بن الخطاب جلد 1صفحہ 109 حدیث 108 عالم الکتب بیروت1998ء) (معجم البلدان جلد 3صفحہ239)

علم میں ان کا بہت مقام ہو گا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ نے جنگِ یرموک 15 ہجری کے موقع پر میمنہ، وہ حصہ جو لڑائی کے وقت فوج کا جو کمانڈر ہوتا ہے اس کے دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے اس کے ایک حصے کا افسر مقرر کیا۔ عیسائیوں کا حملہ اس قدر سخت ہوا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہو گیا لوگ بکھر گئے۔ جب حضرت معاذؓ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت شجاعت اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور گھوڑے سے نیچے اتر گئے اور کہا کہ مَیں اب پیادہ پا لڑوں گا۔ اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکتا ہے تو گھوڑا اس کے لیے حاضر ہے۔ ان کے بیٹے بھی میدانِ جنگ میں موجود تھے انہوں نے کہا مَیں اس کا حق ادا کروں گا کیونکہ مَیں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹا رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 508 معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)
(فیروز اللغات صفحہ 1332 زیر لفظ میمنہ)

اور جو خوف کی حالت تھی وہ پھر انہوں نے دوبارہ ان کو شکست دے کے مسلمانوں کو فتح دلوا دی۔

ابوادریس خَوْلَانی بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں چمکتے دانتوں والا نوجوان موجود تھا اور اس کے گرد لوگ جمع تھے۔ جب لوگوں کا کسی بات پر اختلاف ہوتا تو وہ معاملہ اس کے پاس لے جاتے اور اس کی رائے کو فوقیت دیتے تو میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔ اگلے روز میں دوپہر کے وقت گیا تو دیکھا کہ وہ میرے سے پہلے دوپہر کے وقت وہاں موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان کا انتظار کیا۔ جب انہوں نے نماز ادا کر لی تو میں ان کے سامنے گیا اور انہیں سلام کیا۔ میں نے

ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے اللہ کی خاطر آپ سے محبت ہے۔ حضرت معاذؓ نے کہا اللہ کی قسم! مَیں نے کہا اللہ کی قسم! حضرت معاذؓ نے پھر کہا، پھر سوال کیا اللہ کی قسم! مَیں نے کہا اللہ کی قسم۔ پھر انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ خوش ہو جاؤ کیونکہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزّوجل نے یہ فرمایا ہے کہ میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت لازم ہو گئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت لازم ہو گئی۔

(مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 353-354 حدیث 22380 عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں جب باری کے مطابق ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے پاس پانی تک بھی نہیں پیتے تھے۔ اتنا انصاف تھا۔

ایک اَور روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں۔ جس دن ایک کی باری ہوتی دوسری کے گھر میں وضو تک نہیں کرتے تھے۔ پھر دونوں ملک شام میں وبائی بیماری میں فوت ہو گئیں۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کرتے وقت حضرت معاذؓ نے قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو قبر میں داخل کریں۔ یہ ان کا انصاف تھا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول حصہ اول صفحہ 204 مترجم محمد اصغر مغل۔ دار الاشاعت کراچی 2006ء)

ایک اور روایت ہے سیر الصحابہ کی کہ حضرت معاذؓ کی دو بیویاں تھیں۔ اور وہ دونوں طاعونِ عَمَوَاس سے وفات پا گئی تھیں۔ جبکہ ایک بیٹے کا پتا چلتا ہے جس کا نام عبدالرحمٰن بیان ہوا ہے اور وہ جنگ یرموک میں حضرت معاذؓ کے ساتھ شامل تھے ان کی وفات بھی طاعون عَمَوَاس سے ہوئی۔ (یعنی طاعون کی وہ وبا جو اس زمانے میں پھیلی تھی)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 510-511 حضرت معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

جب حضرت ابوعبیدہؓ کی طاعون عَمَوَاس سے وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کو شام پر عامل مقرر فرمایا۔ عَمَوَاس یہ ایک بستی کا نام ہے۔ میں اس کی تفصیل پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ یہ رَملہ سے سات میل کے فاصلے پر ہے اور بیت المقدس کے راستے پر واقع ہے۔ حضرت معاذؓ کی بھی اسی سال اسی طاعون سے وفات ہوئی۔

(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1405 معاذ بن جبل مطبوعہ دار الجیل بیروت) (معجم البلدان 4 صفحہ 177-178)

کثیر بن مُرَّہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے اپنی بیماری میں ہمیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی تھی جسے میں نے تم سے چھپا کر رکھا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ نے فرمایا جس کا آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 355 مسند معاذ بن جبل حدیث 22383 عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ تمہیں یہ حدیث بتانے میں صرف یہ بات مانع تھی کہ کہیں تم اس پر ہی بھروسہ کر لو اور باقی عمل چھوڑ دو۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 361 مسند معاذ بن جبل حدیث 22410 عالم الکتب بیروت 1998ء)

جب شام میں طاعون پھیلی اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھی طاعون ہو گئی تو اس کی وجہ سے ان پر غشی

طاری ہو گئی۔ جب ذرا سنبھلے تو کہا اے اللہ! تو اپنا غم مجھ پر مسلط کر دے۔ تیری عزت کی قسم! تُو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر جب ذرا سنبھلے تو دوبارہ ایسا ہی کہا۔

جب حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو فرمایا دیکھو صبح ہو گئی ہے؟ کہا گیا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو کہا گیا کہ صبح ہو گئی ہے۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ میں اس رات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح جہنم کی طرف لے جائے۔ میں موت کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں اپنے محبوب سے ملنے والے کو خوش آمدید کہتا ہوں جو ایک مدّت کے بعد آ رہا ہے۔ اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے ڈرتا ہوں لیکن آج کے دن مَیں پُر امید ہوں۔ مَیں دنیا اور لمبی زندگی سے اس لیے محبت نہیں کرتا کہ اس میں نہریں کھودوں یا اس میں درخت لگاؤں بلکہ اس لیے کہ دوپہر کی پیاس اور حالات کی تکالیف برداشت کروں اور ان علماء کے ساتھ بیٹھوں جہاں تیرا ذکر کیا جائے۔ پھر ایک اَور روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں مرنے کے غم کی وجہ سے نہیں رو رہا اور نہ اس لیے کہ دنیا پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں بلکہ مَیں تو صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ دو گروہ ہوں گے اور مَیں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں اٹھایا جاؤں گا۔ ایک جنتی ہے اور ایک دوزخی اور مجھے تو صرف اللہ کا خوف ہے اس لیے رو رہا ہوں۔

(مأخوذ از اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 189 "معاذ بن جبل" دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت معاذؓ نے کہا کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گا لیکن وہاں تم لوگوں میں ایک بیماری ظاہر ہو گی جو پھوڑے پھنسیوں یا سخت کاٹنے والی چیز کی طرح ہو گی۔ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصّے میں ظاہر ہو گی۔ اللہ اس کے ذریعے انہیں شہادت عطا فرمائے گا اور ان کے اعمال کا تزکیہ فرمائے گا۔ اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے تو اسے اور اس کے اہل خانہ کو اس کا وافر حصہ عطا فرما۔ یہ آپؓ ہی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب اس طاعون میں مبتلا ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی زندہ باقی نہیں رہا۔ جب حضرت معاذؓ کی شہادت والی انگلی میں طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی تو آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ ملنا بھی پسند نہیں ہیں۔ میں اسی بات پر خوش ہوں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 371 مسند معاذ بن جبل حدیث 22439 عالم الکتب بیروت 1998ء)

تاریخ طبری میں ہے کہ آپؓ کی ہتھیلی میں پھوڑا نکلا۔ آپ اپنی ہتھیلی کو دیکھتے اور اس ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیتے اور کہتے مجھے یہ پسند نہیں کہ تیرے بدلے میں دنیا کی کوئی چیز ملے۔

(تاریخ الطبری جزء 4 صفحہ 238 ۔ خروج عمر بن الخطاب الی الشام۔ دار الفکر بیروت)

حضرت معاذ بن جبلؓ نے 18ر ہجری میں وفات پائی۔ آپؓ کی عمر کے متعلق مختلف آراء ہیں ان کے مطابق تینتیس چونتیس اور اڑتیس سال عمر بیان کی گئی ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 190 "معاذ بن جبل" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت معاذؓ کی روایات کی تعداد جو حدیثوں میں ہے 157 ہے جس میں سے دو حدیثوں پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ دونوں میں یہ درج ہیں۔ (سیر الصحابہ جلد سوم، حصہ پنجم صفحہ 156، ادارہ اسلامیات لاہور)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ عبداللہ بن عمرو ہیں۔ حضرت عبداللہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام عَمرِو بن حَرَام اور والدہ کا نام رُبَاب بنت قَیس تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جز 3 صفحہ 423، عبد اللہ بن عمرو، دارالکتب العلمیة بیروت، 2012ء)

حضرت عبداللہ بن عمرو ہجرتِ نبوی سے تقریباً چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔

(صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا از ڈاکٹر ذوالفقار کاظم صفحہ 486، عبداللہ بن عمروؓ، بیت العلوم پرانی انارکلی لاہور)

یعنی ہجرت کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ایک مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ کے والد تھے۔ (الاصابة فی تمیز الصحابہ جزو4 صفحہ 162، عبد اللہ بن عمرو، دارالکتب العلمیة بیروت 2005ء)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت عَمرِو بن جَمُوحؓ کے برادر نسبتی تھے۔

(خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت)، تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 349)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ بعض کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمروؓ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید تھے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جز3 صفحہ 84، عبد اللہ بن عمرو، دارالکتب العلمیة بیروت، 2002ء)

ان کے ایمان لانے کا واقعہ اس طرح بیان ہوتا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایامِ تشریق یعنی ایام حج کے آخری تین دن جو گیارہ سے تیرہ ذوالحجہ تک ہے اس کے درمیانی دن عقبہ میں ملنے کا وعدہ کیا۔ عقبہ مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور وہ رات آ گئی جس کا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا تو ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بھی تھے جو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار تھے اور ہمارے شرفاء میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اپنے ساتھ لیا۔ ہم نے اپنے لوگوں میں سے مشرکین سے اپنا معاملہ چھپایا ہوا تھا۔ ہم نے ان سے کہا اے ابو جابرؓ! آپ ہمارے سرداروں میں سے ایک ہیں اور ہمارے شرفاء میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو جابر تھی اس لیے ان کو ابو جابر بھی کہتے تھے۔ تو کہتے ہیں ہم نے ان سے کہا کہ اے ابو جابر! آپ ہمارے سرداروں میں سے ایک ہیں اور ہمارے شرفاء میں سے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پس ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ مقام میں جانے کی خبر دی۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور نقیب مقرر ہوئے۔

(سیرت ابن ھشام جز 1 صفحہ 236، امر العقبة الثانیة، دار ابن حزم بیروت 2009ء)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 6 صفحہ 413 مطبوعہ شعبہ اردو دائرہ معارف لاہور)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اور میرے والد اور میرے دو ماموں اصحابِ عَقَبہ

میں سے ہیں۔ابن عُیَینَہ ایک راوی ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک حضرت بَرَاء بن مَعْرُورؓ ہیں۔
(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب وفود الانصار الی النبی ﷺ بمکۃ و بیعۃ العقبۃ حدیث نمبر3890 – 3891)

عَقَبہ ثانیہ کے بارے میں 'سیرت خاتم النبیینؐ' سے مَیں ایک صحابی کے ذکر میں بلکہ دو کے ذکر میں پہلے ایک تفصیل بیان کر چکا ہوں۔ یہاں تھوڑا سا حصہ دوبارہ بیان کرتا ہوں۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بارے میں 'سیرت خاتم النبیینؐ' میں جو لکھا گیا ہے اس میں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے متعلقہ حصہ ہے، بیان کرتا ہوں۔

تیرہ نبوی کا جو مہینہ ہے ذی الحجہ، اس میں حج کے موقعے پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکے میں آئے۔ ان میں ستّر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مکے آئے تھے۔

اس موقعے پر ایک اجتماعی اور خلوت کی ملاقات کی ضرورت تھی اس لیے مراسم حج کے بعد ماہ ذی الحجہ کی وسطی تاریخ مقرر کی گئی۔ کہ اس دن نصف شب کے قریب یہ سب لوگ گذشتہ سال والی گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر ملیں۔ یہ مقرر کیا گیا تا کہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت ہو سکے۔ اور آپؐ نے انصار کو تاکید فرمائی کہ اکٹھے نہ آئیں بلکہ ایک ایک دو دو کر کے وقت مقررہ پر گھاٹی میں پہنچ جائیں اور سوتے کو نہ جگائیں اور نہ غیر حاضر کا انتظار کریں۔

چنانچہ جب مقررہ تاریخ آئی تو رات کے وقت جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر سے نکلے اور راستہ میں اپنے چچا عباس کو ساتھ لیا جو ابھی تک مشرک تھے مگر آپؐ سے محبت رکھتے تھے اور خاندانِ ہاشم کے رئیس تھے اور پھر دونوں مل کر اس گھاٹی میں پہنچے۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انصار بھی ایک ایک دو دو کر کے آپہنچے۔ یہ ستّر اشخاص تھے اور اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔

سب سے پہلے عباس نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ اے خزرج کے گروہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز و محبوب ہے اور وہ خاندان آج تک اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے اور ہر خطرہ کے وقت میں اس کے لیے سینہ سپر ہوا ہے۔ مگر اب محمد کا ارادہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس چلے آنے کا ہے۔ سو اگر تم اسے اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہوگی اور ہر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف صاف جواب دے دو کیونکہ صاف صاف بات اچھی ہوتی ہے۔ بَرَاء بن مَعْرُور جو انصار کے قبیلے کے ایک معمر اور بااثر بزرگ تھے انہوں نے کہا عَبَّاس! ہم نے تمہاری بات سن لی ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبانِ مبارک سے کچھ فرمادیں اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ بیان فرمادیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی

حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ معاملہ کرو۔ جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو بَرَاء بن مَعْرُور نے عرب کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا یا رسول اللہؐ! ہمیں اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہم اپنی جانوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ ان میں سے ایک شخص کے کہنے پر کہ یہ تو ہم عہد کرتے ہیں کہ کریں گے لیکن یہ بتائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب آپؐ کو غلبہ ملے گا تو ہمیں چھوڑ تو نہیں جائیں گے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہنس کر فرمایا کہ تمہارا خون میرا خون ہو گا۔ تمہارے دوست میرے دوست ہوں گے۔ تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے۔ اس پر عباس بن عُبَادَہ انصاری نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈال کر کہا کہ لوگو! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس عہد اور پیمان کے کیا معنے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تمہیں ہر اسود و احمر، ہر کالے گورے، سرخ سفید کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے اور ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہؐ! اس کے بدلہ میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا تمہیں خدا کی جنت ملے گی جو اس کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔ سب نے کہا ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ یا رسول اللہؐ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھا دیا اور یہ ستّر جاں نثاروں کی جماعت ایک دفاعی معاہدہ میں آپؐ کے ہاتھ پر بِک گئی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ عَقَبہ ثانیہ ہے۔

جب بیعت ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنی قوم میں سے بارہ نقیب چنے تھے جو موسیٰ کی طرف سے ان کے نگران اور محافظ تھے۔ مَیں بھی تم میں سے بارہ نقیب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے نگران اور محافظ ہوں گے اور وہ میرے لیے عیسیٰ کے حواریوں کی طرح ہوں گے اور میرے سامنے اپنی قوم کے متعلق جوابدہ ہوں گے۔ پس تم مناسب لوگوں کے نام تجویز کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ بارہ آدمی تجویز کیے گئے جنہیں آپ نے منظور فرمایا اور انہیں ایک ایک قبیلہ کا نگران مقرر کر کے ان کے فرائض سمجھا دیے اور بعض قبائل کے لیے آپ نے دو دو نقیب مقرر فرمائے۔ بہر حال ان بارہ نقیبوں میں عبد اللہ بن عمرو کا نام بھی شامل تھا اور ان کو بھی آپ نے نقیب مقرر فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 227 تا 231)

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ اُحُد کے موقع پر جب عبد اللہ بن اُبَیّ بن سَلُول نے جو منافقین مدینہ کا سردار تھا غداری کی تو حضرت عبد اللہ بن عمرو نے ان لوگوں کو نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

(غزوہ اُحد از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 215، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، 1989ء)

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبد اللہ بن عَمرو اور ماموں غزوہ اُحُد میں شہید ہو گئے تو میری والدہ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ پھوپھی جو حضرت عَمرِو بن جَمُوحؓ کی اہلیہ تھیں ان دونوں کو اونٹنی پر رکھ کر مدینہ لا رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اپنے مقتولوں کو ان کے لڑنے کی جگہ پر دفناؤ۔ اس پر ان دونوں کو واپس لے جایا گیا اور ان کے

لڑنے کی جگہ پر ہی دفنا دیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جز 3 صفحہ 423، عبد اللہ بن عمرو، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2012ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 287 عبداللہ بن عمرودارالکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحُد کے موقعے پر اہلِ مدینہ میں خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر مدینے میں آہ وبکا ہونے لگی اس پر انصار کی ایک عورت بھی اُحُد کی طرف نکلی تو راستے میں اس نے اپنے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی کی نعشوں کو دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں سب سے پہلے اس نے کسے دیکھا۔ جب وہ ان میں سے کسی کے پاس سے گزرتی تو وہ کہتی یہ کون ہے؟ لوگ کہتے تمہارا والد ہے، تمہارا بھائی ہے، تمہارا خاوند ہے، تمہارا بیٹا ہے۔ وہ کہتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے ہیں یہاں تک کہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کے کپڑے کا دامن پکڑ کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپؐ صحیح سلامت ہیں تو مجھے کسی کی موت کی کوئی پروا نہیں۔

(مجمع الزوائد جز 6 صفحہ 120، کتاب المغازی والسیرباب فیمن استصغر یوم احد، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت سے دو تین سال پہلے کی بات ہے جلسہ سالانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور غزوات پر تقریر کیا کرتے تھے وہاں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے بارے میں جو ایک بیان کیا وہ بھی میں یہاں پڑھ دیتا ہوں۔ فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی بہن یعنی حضرت عَمرِو بن جَموحؓ کی اہلیہ بھی اپنے بھائی ہی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سراپا رنگین تھیں۔ خاوند اس جنگ میں شہید ہوا۔ بھائی اس جنگ میں شہید ہوا۔ بیٹا اس جنگ میں شہید ہوا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خوشی ان سب غموں پر غالب آ گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں میدانِ جنگ کی طرف حالات معلوم کرنے جا رہی تھی کہ راستے میں مجھے عَمرِو بن جَموح کی بیوی ہِند ایک اونٹ کی مہار پکڑے مدینہ کی طرف جاتی ہوئی ملی۔ مَیں نے اس سے پوچھا میدانِ جنگ کی کیا خبر ہے؟ اس نے جواب دیا الحمد للہ سب خیریت ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ لدا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا یہ اونٹ پر کیا لدا ہوا ہے؟ کہنے لگی میرے خاوند عَمرِو بن جَموح کی نعش ہے، میرے بھائی عبداللہ بن عمرو کی نعش ہے، میرے بیٹے خَلّاد کی نعش ہے۔ یہ کہہ کر وہ مدینہ کی طرف جانے لگی مگر اونٹ بیٹھ گیا اور کسی طرح اٹھنے میں نہ آتا تھا۔ آخر جب وہ اٹھا تو مدینہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا تب اس نے یعنی اس خاتون نے اس کی مہار پھر اُحُد کے میدان کی طرف موڑ دی تو وہ خوشی خوشی چلنے لگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ادھر تو عورت کا یہ ماجرا گزر رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی یہ داستان تھی اور ادھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے یہ فرما رہے تھے کہ جاؤ عَمرِو بن جَموح اور عبداللہ بن عمرو کی نعشیں تلاش کرو کہ انہیں اکٹھا دفن کیا جائے گا کیونکہ وہ اس دنیا میں بھی ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے۔

(ماخوذ از خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 350-351)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان دونوں کا بڑا خیال تھا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے غزوۂ اُحُد کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے حضرت جابر کو بلایا اور ان سے کہا اے میرے بیٹے! مَیں دیکھتا ہوں کہ مَیں اوّلین شہداء میں سے ہوں گا اور اللہ کی قسم! مَیں اپنے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑ کے جا رہا جو مجھے زیادہ عزیز ہو۔ میرے ذمہ کچھ قرض ہے میرا وہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا اور مَیں تمہیں تمہاری بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہوئے اور دشمنوں نے ان کی ناک اور کان کاٹ ڈالے تھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه جلد 3 صفحه 344، عبد الله بن عمرو، دار الكتب العلمية بيروت)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحُد کے شہداء کو دفن کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو کیونکہ میں ان پر گواہ ہوں اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے مگر وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا خون بہ رہا ہو گا اور اس کا رنگ زعفران کا ہو گا اور اس کی خوشبو کستوری کی ہو گی۔ یعنی کہ یہ پسندیدہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ انہیں نہلانے اور کفنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہی کا لباس ان کا کفن ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میرے والد کو ایک چادر کا کفن دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب یہ شہداء دفن کیے جا رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپؐ فرماتے کہ اس کو قبر میں اس کے ساتھیوں سے پہلے اتارو یعنی جو قرآن جاننے والے لوگ تھے ان کو آپؐ پہلے دفن کرواتے جاتے تھے اور لوگ کہتے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اُحُد کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ اس وقت یہ بھی لوگوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ سب سے پہلے جو شہید تھے عبداللہ بن عمروؓ تھے۔ سفیان بن عبد شمس نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزیمت سے قبل آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ دوبارہ جو حملہ ہوا ہے اس سے پہلے ہی آپؓ کی نماز جنازہ ادا کر دی تھی اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمروؓ اور عمرو بن جَموحؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ ان کے درمیان اخلاص اور محبت تھی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو جو دنیا میں باہم محبت کرنے والے تھے ایک ہی قبر میں دفن کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ سرخ رنگ کے تھے اور آپؓ کے سر کے اگلے حصے پر بال نہ تھے اور قد زیادہ لمبا نہ تھا جبکہ حضرت عَمرِو بن جَموحؓ لمبے قد والے تھے اس لیے دونوں پہچان لیے گئے اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

(الطبقات الكبرىٰ جزو 3 صفحه 424، عبد الله بن عمرو، دارالكتب العلمية بيروت، 2012ء)

ان کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 / نومبر 2020ء جلد 27 شمارہ 93 صفحہ 05 تا 10)

45

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06؍ نومبر 2020ء بمطابق 06؍ نبوت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرۃ:275)

وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی، تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو متعدد جگہ مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس آیت میں بھی ہم نے دیکھا مومنوں کی اس خصوصیت کا ذکر فرمایا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں رات دن خرچ کرتے رہتے ہیں اور یہ خرچ ان کا چھپ کر بھی ہوتا ہے اور دکھا کر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دونوں طریق قبولیت کا درجہ پاتے ہیں یعنی مخفی خرچ بھی اور ظاہر خرچ بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا کہ ان مومنوں کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہوتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ۔ (البقرۃ:273)

یعنی اللہ کی رضا کے حصول کے لیے وہ خرچ کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کے حصول کے علاوہ کبھی خرچ ہی نہیں کرتے یعنی ان کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتا ہے۔ پس ایک حقیقی مومن کی یہی نشانی ہے کہ وہ نیکیاں بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے پاکیزہ مال سے خرچ کرے۔ دن اور رات نیکیاں بجالانے کی فکر ہو۔ کبھی ظاہر کر کے نیکی کرے، کبھی چھپ کر نیکی کرے۔ کبھی ظاہر طور پر مالی قربانی کرے، کبھی چھپ کر مالی قربانی کرے۔ یہ قربانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتی ہیں بشرطیکہ ان قربانیوں کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو۔ اگر صرف دکھاوے کی قربانیاں ہیں تو پھر ایسی قربانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ نہیں پاتیں۔ یہ قربانیاں ان دکھاوے کی قربانیاں کرنے والوں کے منہ پر ماری جاتی ہیں۔ پس یہ ہے وہ روح جس کو سامنے رکھ کر ایک مومن کو قربانی کرنی چاہیے اور یہ ہے وہ روح جس کو سامنے رکھتے ہوئے افرادِ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانیاں کرتے ہیں۔ اگر

یہ روح نہیں تو ہماری قربانیاں بے فائدہ ہیں اور رائیگاں جانے والی ہیں اگر یہ قربانیاں اس غرض کے لیے ہو رہی ہیں کہ فلاں شخص نے اتنی قربانی کی ہے اور مَیں نے اس سے زیادہ قربانی کرنی ہے تو بے فائدہ ہے یا فلاں جماعت یا حلقہ کہیں قربانی میں ہم سے زیادہ بڑھ نہ جائے اور پھر لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔ مسابقت کی روح بے شک اچھی چیز ہے لیکن یہ فکر کہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے یہ نہیں ہونی چاہیے۔ یہ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہم ان سے زیادہ قربانی کرنے والے ٹھہریں پھر تو یہ مسابقت کی روح ہے۔ یا اس لیے چندہ دے رہے ہیں کہ لوگوں کو فخر سے بتائیں کہ مَیں نے اتنا چندہ دیا ہے یا کبھی کسی اختلاف پر انتظامیہ کو جتلا ہی دیا کہ مَیں اتنی مالی قربانی کرنے والا ہوں میرا حق بنتا ہے کہ میری فلاں بات مانی جائے یا فلاں سہولت مجھے مہیا کی جائے یا کسی کو یہ خیال آ جائے کہ مَیں اتنی مالی قربانی کر کے خلیفہ وقت یا عہدیداروں کی نظر میں آ جاؤں گا اور میری تعریف ہو گی تو یہ سب باتیں غلط ہیں، بے فائدہ ہیں، فضول ہیں اور قربانی کی روح کے خلاف ہیں بلکہ الٹا نقصان کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب باتیں غلط ہیں، میرے راستے میں خرچ کرنا ہے تو پھر صرف اور صرف ایک مقصد ہونا چاہیے کہ میری رضا حاصل کرنی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ عزت بھی دیتا ہے لیکن عزت اسے عاجزی اور انکساری میں اَور بڑھانے والی ہونی چاہیے بلکہ اس بات پر اسے شرمندگی ہوتی ہے کہ لوگ میری تعریف کریں۔ خلیفہ وقت کی نظر میں آنے کی اگر خواہش ہوتی ہے تو صرف اس لیے کہ میرے لیے وہ دعا کریں اور ایک پختہ تعلق پیدا ہو۔ جس شخص کی بیعت کی ہو قدرتی بات ہے انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی دعاؤں سے بھی حصہ لے۔ اگر خلافت حقہ پر یقین ہے تو ایسی خواہش میں کوئی حرج بھی نہیں ہے لیکن نیت دکھاوا نہ ہو بلکہ نیت یہی ہو کہ میں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کروں اور اس قربانی کی وجہ سے خلیفۂ وقت میرے لیے دعا کریں کہ میں خدا تعالیٰ کے اَور قریب ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنوں اور مومنوں کی ایک دوسرے کے لیے دعائیں ہی ہیں جو ایک دوسرے کی روحانی ترقی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ پس یہ سوچ بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری توجہ حاصل کرنے کے لیے، میری رضا حاصل کرنے کے لیے، میری رضا کے حصول کے لیے جب خالص ہو کر خرچ کرو گے تو پھر میرا وعدہ ہے کہ میں تمہارے خوف بھی دور کروں گا، تمہارے غم بھی دور کروں گا، تمہارے لیے سکونِ قلب کا سامان کروں گا، تمہیں تسلی دوں گا، تمہیں اپنی گود میں لے لوں گا۔ یہ سوچ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس گروہ کی ہے جس نے اس زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کو مانا ہے کہ خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر مالی قربانی کرنی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پھر اس مالی قربانی کو بغیر پھل لگائے نہیں چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ تو اس لیے کیا کہ اس کی رضا حاصل ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے بسا اوقات ساتھ کے ساتھ ہی نواز دیا کبھی مال کی شکل میں کبھی کسی اَور انعام کی شکل میں اور اس کی مثالیں آئے دن ہم جماعت میں دیکھتے ہیں۔ دس بیس یا سینکڑوں میں نہیں بلکہ ہزاروں میں یہ مثالیں ہیں بلکہ میں کہوں گا لاکھوں میں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے گزرتے ہیں اور اپنے اوپر لاگو ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پھر ان کے ایمان مضبوط ترقی کرتے ہیں۔ یقیناً ان مالی قربانی کرنے والوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان

کے بیوی بچوں کے بھی ان پر حقوق ہیں اور یہ حقوق ادا کرنا بھی ایک مومن کا فرض ہے۔ اپنے بیوی بچوں کو حق سے محروم رکھنا، ان کی ضروریات کو پورا نہ کرنا بھی گناہ ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قناعت پیدا کرتے ہوئے اور اپنے گھر والوں کو قناعت کی اہمیت بتاتے ہوئے اور احساس دلاتے ہوئے مالی قربانی کی طرف توجہ بھی کرنی چاہیے اور کروانی چاہیے اور پھر ایسے لوگوں کی اولادیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ ایسے ایسے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بنتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اس وقت مَیں بعض قربانی کرنے والوں پر قربانیوں کی وجہ سے جو فضل ہوئے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مال خرچ کرنے کی طرف تحریک ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح نوازا اس کے چند واقعات پیش کروں گا۔ اور یہ واقعات اس لیے بھی بعض دفعہ پیش کرنے فائدہ مند ہوتے ہیں کہ اس سے دوسروں کو بھی تحریک پیدا ہوتی ہے اور بعض لوگ لکھتے بھی ہیں کہ ان واقعات نے ہم پر اثر کیا اور ہمیں بھی مالی قربانی کی تحریک پیدا ہوئی اور پھر ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے مشاہدہ کیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم حسبِ مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ جب کہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہارے نفس کے لیے بہتر ہے اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو جب کہ تم دیکھو کہ دکھلانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں اور تا کمزور لوگ ...... تمہاری پیروی سے اس نیک کام کو کر لیں۔" فرمایا کہ "...... نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے بھی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونے کا بہت اثر ہوتا ہے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 31-32)

پس یہ واقعات جو میں بیان کرتا ہوں یا آج کروں گا ان کے بارے میں لوگ تو نہیں لکھتے کہ بیان کریں بلکہ خود بیان کرتا ہوں تا کہ اس نمونے کا نیک اثر لوگوں پر ہو بلکہ بعض تو لکھ دیتے ہیں کہ اگر بتانا بھی ہے تو ہمارا نام نہ لیں۔ بہر حال اب میں کچھ واقعات پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ واقعات ان لوگوں کے لیے بھی دوہرے ثواب کا باعث بنیں جن کے ساتھ یہ واقعات گزرے۔ ایک ثواب تو یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی اور ایک یہ کہ ان کے نمونوں اور واقعات کی وجہ سے دوسروں کو بھی مالی قربانیاں کرنے کی تحریک پیدا ہوئی یا ہو گی اور مالی قربانی کا ادراک پیدا ہوا یا ہو گا۔

بیعت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کس طرح مال کو خرچ کرنے کی تڑپ ہوتی ہے۔ جلسہ سالانہ 2020ء کا جو اختتامی خطاب تھا، جلسے کی جو تقریر میں نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے اوپر کی تھی اس بارے میں مبلغ البانیا صمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک البانین دوست جعفر کوچی صاحب یہ خطاب سن رہے تھے اور میں نے اس میں ان کی قبولِ احمدیت کا ذکر بھی بیان کیا تھا۔ مبلغ سلسلہ یہ لکھتے ہیں کہ اگست تک ان کی کوئی آمدنی نہیں تھی۔ ایک روز نماز جمعہ کے بعد پوچھنے لگے کہ دوسرے احمدی لڑکے جو چندے دیتے ہیں مجھے بھی ان کی تفصیل بتائیں۔ چنانچہ انہیں دوبارہ سے چندہ جات کا تعارف کروایا گیا، پہلے بھی کروایا تھا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ اسی ماہ ان

کا فلیٹ کرائے پر لگا ہے اور انہیں کرایہ وصول ہوا ہے۔ اس پہلی آمد میں سے شرح سے کافی زیادہ چندہ لے کر آئے۔ چنانچہ موصوف نے کہا کہ جو شرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے اس کی ادائیگی کے بعد باقی جو رقم بچتی ہے وہ تحریک جدید اور وقف جدید میں ڈال دیں۔ کہتے ہیں میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں وعدہ ہے کہ وہ مالی قربانی کرنے والوں کو بڑھا کر دیتا ہے تو موصوف کہنے لگے کہ میں نے اس نیت سے چندہ نہیں دیا۔ میں نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے چندہ دیا ہے۔ اس نیت سے دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ دین کی خاطر مالی قربانیاں بھی کرو اور اسلام کا یہ حکم ہے کہ دین کی خاطر مالی قربانی کرنی چاہیے اور اب یہ باقاعدہ ہر ماہ چندہ بھی ادا کرتے ہیں۔ تو ان دنیاداروں کی یہ سوچ بھی ایک دم میں بدل جاتی ہے۔

سرور صاحب ارجنٹائن کے مبلغ ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ارجنٹائن میں کورونا وائرس اور عمومی انفلیشن (Inflation) کی وجہ سے عوام کو سخت معاشی مشکلات کا سامنا ہے لیکن اس کے باوجود نومبائعین کو بتایا گیا کہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے اور جماعت احمدیہ میں اس الٰہی حکم پر عمل پیرا ہونے کے لیے ایک شاخ تحریک جدید کی سکیم بھی ہے تو اس پر لوکل نومبائعین نے بڑھ چڑھ کر اپنی حیثیت کے مطابق قربانیاں پیش کیں۔ اس میں ایک فاطمہ ویرونیکا (Fatima Veronica) صاحبہ ہیں ان کو غیر معمولی قربانی کی توفیق ملی۔ موصوفہ بیوہ ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے ان کی معمولی سی تنخواہ ہے۔ جب سب نومبائعین کو اجتماعی طور پر تحریک کی گئی کہ سال ختم ہونے میں تھوڑے دن رہ گئے ہیں تو موصوفہ نے مبلغ کو، کہتے ہیں مجھے پیغام بھیجا کہ ابھی ان کو استطاعت نہیں ہے لیکن یہ اگلے کچھ دنوں میں کوشش کریں گی کہ کچھ رقم جمع کروا دیں۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ہی موصوفہ نے پانچ ہزار ارجنٹین پیسوز جمع کروا دیے۔ مبلغ لکھتے ہیں، ان کی حیثیت کے مطابق بلکہ ارجنٹائن کے عمومی معاشی حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ غیر معمولی رقم تھی۔ کہتے ہیں ان کا یہ جذبہ دیکھ کر مَیں نے ان کو کہا کہ مَیں آپ کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں۔ اس پر کہنے لگیں کہ اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ کہتی ہیں مَیں نے اسلام دلی خوشی سے قبول کیا ہے۔ اس کو سمجھ کے قبول کیا ہے اور اس کے احکامات میں سے ایک یہ حکم ہے کہ دین کی خاطر قربانیاں کی جائیں۔ میں تو بلکہ شرمندہ ہوں کہ اپنے کام کی مصروفیت کی وجہ سے دین کی خاطر وقت کی قربانی اس طرح پیش نہیں کر سکتی جیسا کہ ایک احمدی مسلمان کی ذمہ داری ہونی چاہیے۔ یہ انقلاب ہے جو مسیح موعود کی جماعت میں کامل وفا کے ساتھ شامل ہونے والوں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کس طرح حاصل کرنی چاہیے۔ اس کے لیے کیا کوشش کرنی چاہیے اور کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔

انڈونیشیا، دنیا کا ایک اور دوسرا سرا، وہاں جزائر ہیں۔ امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ٹنگرینگ (Tangerang) شہر کی ایک خاتون مَرْسِیلَا ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کورونا کی وجہ سے ان کے شوہر کی نوکری چلی گئی۔ انہوں نے کاروبار شروع کیا مگر منافع نہیں ہوا۔ پھر آن لائن موٹر سائیکل ٹیکسی میں کام شروع کیا۔ اس میں بھی وہی مشکلات پیش آتی رہیں یہاں تک کہ حالت یہ ہو گئی کہ سوچتے تھے کہ اگلے دن کے لیے کھانے کو کچھ ملے گا بھی کہ نہیں۔

کہتی ہیں ہماری خواہش تھی کہ رمضان میں ہم تحریک جدید کے وعدے کو پورا کر دیں اور میرے شوہر، کہتی ہیں، مجھے صرف دعا کے لیے کہتے تھے دعا کرو کہ وعدہ پورا ہو جائے۔ کہتی ہیں رمضان میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ کیا تم نے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اس وعدے کو پورا کرو۔ جب آنکھ کھلی تو تہجد کا وقت تھا۔ تہجد کے بعد سحری کے وقت مَیں نے یہ خواب اپنے میاں کو بتایا۔ چند دن بعد میرے میاں جب گھر آئے تو بڑی خوشی سے کثیر رقم دے کر کہا کہ جلد سے جلد تحریک جدید کا وعدہ پورا کرو۔ جب میرے میاں آن لائن موٹر سائیکل ٹیکسی کے کام کا منافع جو پچاس ہزار انڈونیشین روپے تھا، لینے کے لیے بینک میں گئے تو دیکھا کہ ان کے اکاؤنٹ میں اس سے بیس گنا زیادہ رقم موجود ہے۔ کہتی ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ یہ پیسے کہاں سے آئے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ محض خدا تعالیٰ کی تائید تھی جو اس نے ہماری نیت دیکھتے ہوئے ہم پر انعام کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ فکروں اور غموں سے نکالتا ہے۔

امیر صاحب انڈونیشیا ہی بیان کرتے ہیں لامپونگ (Lampong) کے ایک گاؤں کی احمدی خاتون نور صاحبہ ہیں۔ وہ روزانہ اپنے خاوند کے ساتھ کسی ایلیمنٹری سکول کی دکان میں چیزیں بیچتی ہیں۔ کہتی ہیں اس میں زیادہ منافع تو نہیں ہے لیکن روزمرہ ضروریات اور چندہ ادا کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ ہر ماہ بڑے شوق سے چندہ ادا کرتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کورونا وائرس کی وجہ سے دو مہینے کے لیے سکول بند ہو گئے اور آمدنی ختم ہو گئی۔ بہت پریشانی ہوئی کہ چندہ کیسے ادا کریں گے۔ ان کو خیال آیا کہ ان کے اور ان کے بیٹے کے پاس ایک منی باکس (money box) ہے، بُوگی ہے جس میں انہوں نے پیسے جمع کر رکھے ہیں۔ اس میں جمع کرتے رہتے تھے، ڈالتے رہتے تھے۔ اس کو توڑ کر تحریک جدید اور وقف جدید کے لیے دے دیتے ہیں۔ انہوں نے بچوں کو مالی قربانی کی اہمیت کے بارے میں سمجھایا اور بچوں کی یہ رقم چندے میں ادا کر دی۔ وہ کہتی ہیں کہ رمضان سے پہلے گھر میں صرف ایک پیالہ چاول باقی تھے جو دو بچوں کے لیے بھی کافی نہیں تھا۔ کہتی ہیں میں نے بچوں کے لیے ناشتہ بنایا۔ بچوں نے چاول اور پانی سے ناشتہ کیا۔ بچے پوچھتے تھے کہ آپ کیوں ہمارے ساتھ چاول نہیں کھاتے؟ تھوڑے تھے۔ ماں باپ نے قربانی کی تو مسکرانے کے علاوہ ہمارا کوئی جواب نہیں تھا۔ دوپہر کا وقت آ گیا۔ پھر بچوں کو بھوک لگی۔ تھوڑے سے چاول بچے تھے۔ ایک بچہ ہی کھا سکتا تھا دوسرے کو بھوک لگی وہ رونے لگا۔ کہتی ہیں ہم اس وقت دعا کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ نماز پڑھی اور بہت دعائیں کیں۔ کچھ ہی دیر بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئی اور کوئی شخص آیا جسے اپنے مکئی کے کھیت میں کام کروانے کے لیے مزدور کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میرے خاوند کو کام مل گیا اور ہماری ضرورت پوری ہو گئی۔

حافظ عطاء الحلیم صاحب مربی سلسلہ مالی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ایک ستّر سالہ معمر احمدی یاتارا تراوڑے صاحب ہر ماہ باقاعدگی سے چندہ ادا کرتے ہیں اور نظامِ وصیت میں بھی شامل ہیں۔ یہ چندہ ادا کرنے کے لیے سات کلومیٹر کچا رستہ سائیکل پر طے کر کے آتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ان کی زمین پر ساتھ والے گاؤں کے چیف نے قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ انہوں نے مجھے بھی یہاں دعا کے لیے خط لکھا اور باقاعدگی کے ساتھ کچھ زائد رقم بھی چندے میں ادا کرنا شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اسی جج نے جو پہلے ان کے خلاف فیصلہ

دے چکا تھا اس نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ان کی زمین ان کو واپس مل گئی جس کی کوئی امید نہیں تھی کیونکہ گاؤں کا چیف بڑا آدمی تھا اور اثر و رسوخ والا تھا اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جج چیف کے خلاف فیصلہ دے دے گا۔ انہوں نے نہ صرف اپنے گاؤں میں بلکہ ریجن میں آکر مسجد میں جمعے کی نماز کے بعد تمام لوگوں کے سامنے اس نصرتِ الٰہی کا واقعہ بیان کیا اور جس سے دوسرے لوگ بھی بڑے متاثر ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ خوف کو بھی امن میں بدلتا ہے۔

امیر صاحب فرانس لکھتے ہیں کہ ایک دوست نے بتایا کہ مَیں نے اس سال اپنا تحریک جدید کا وعدہ گذشتہ سال کی نسبت دوگنا کر کے ایک ہزار یورو کا لکھوایا تھا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے آمدنی بالکل کم ہو گئی اور بظاہر ممکن نہیں لگ رہا تھا کہ وعدہ پورا ہو گا۔ میں نے کچھ قرض بھی لیا ہوا تھا اور اس کی بھی ادائیگی کرنی تھی اور ہزار یورو کا وعدہ پورا کرنا تھا جو بڑا مشکل لگ رہا تھا۔ دعا کے علاوہ کوئی رستہ نہیں تھا۔ دل میں یہی تھا کہ جو بھی تنخواہ ہو گی چاہے کھاؤں یا نہ کھاؤں کچھ بھی ہو جائے لیکن میں نے اپنا وعدہ ضرور پورا کرنا ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور احسان کے ساتھ اسی ہفتے مجھے میرے مالک کی طرف سے لاک ڈاؤن کے دوران کام کرنے کی وجہ سے بعینہٖ میرے وعدے کے مطابق ایک ہزار یورو بونس کے طور پر مل گئے۔ کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ کے حضور جو مَیں نے وعدہ کیا تھا تو یہ فقط اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ملا ہے ورنہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میرا مالک مجھے اس مشکل وقت میں اتنا زیادہ بونس دے دے گا۔

لاک ڈاؤن کا ذکر آیا تو بتا دوں کہ آج سے پھر یہاں چار ہفتے کے لیے لاک ڈاؤن شروع ہوا ہے۔ اس لیے آج مسجد میں بھی کوئی نمازی خطبے میں اس وقت میرے سامنے نہیں ہے کیونکہ انہوں نے یہی کہا ہے کہ خطبہ تو آپ دے سکتے ہیں لیکن سوائے مؤذن کے اَور کوئی نہ ہو۔

کینیڈا سے ایک سیرین احمدی نے مجھے لکھا اور یہ بھی ساتھ لکھا کہ اگر کہیں بیان کرنا ہی پڑ جائے تو میرا نام نہ ظاہر کریں۔ کہتے ہیں کہ اسلام آباد کے نئے مرکز کے بننے پر مبارکباد دیتے ہوئے میں نے وعدہ کیا تھا کہ تحریک جدید میں مَیں اس خوشی میں پانچ ہزار کینیڈین ڈالر ادا کروں گا۔ انہوں نے گذشتہ سال کا وعدہ کیا تھا۔ کہتے ہیں ان دنوں میری آمد چار ہزار ڈالر ماہانہ تھی اور اچھے حالات تھے۔ چند ماہ بعد ہی میں نے نئی گاڑی خرید لی اور جاب بھی تبدیل کر لی پھر آمد بڑھ گئی لیکن پھر بھی اچھے حالات ہونے کے باوجود اتنی کشائش نہیں تھی کہ بہت کھلی ہو اور میں پانچ ہزار وعدہ پورا کر سکوں کیونکہ میں سیریا اپنے گھر والوں کو بھی کچھ رقم بھیجتا تھا اور روزانہ دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرا چندے کی ادائیگی کا سامان کر دے۔ کہتے ہیں جنوری 2020ء میں ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ ایک ماہ کام نہیں کر سکا۔ ماہوار اخراجات کے لیے پھر قرض بھی لینا پڑ گیا۔ پھر کورونا کی وجہ سے مالی حالات مزید خراب ہو گئے، لاک ڈاؤن ہو گئے حتی کہ فروری مارچ کے مہینوں میں میاں بیوی سستا ترین کھانا خرید کر کھاتے تھے اور اس پر مجبور تھے۔ بڑی کوشش تھی کہ سال ختم ہونے سے قبل یہ وعدہ بھی پورا کر سکیں۔ دعا کرتے تھے کہ کم از کم سال ختم ہونے سے پہلے نہیں بلکہ رمضان میں ہی پوری ادائیگی کر دیں لیکن ہمیں یہ خواب لگ رہا تھا۔ کہتے ہیں پھر میں نے ٹیکسی کا کام چھوڑ

کر کھانے کی ڈیلیوری کا کام شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حالات بہتر ہونے لگے پھر ہم نے دوبارہ عزم کیا اور رمضان ختم ہونے سے قبل وعدہ پورا کرنے کا عہد کیا تا کہ خلیفہ وقت سے دعائیں بھی لے سکیں۔ پھر کہتے ہیں اپنے کام کا وقت بڑھا کر روزانہ گیارہ سے بارہ گھنٹے کام کرنے لگا۔ اس کے بعد ایسی ایسی جگہوں سے انکم آنے لگی کہ ہمیں کوئی علم نہیں تھا اور میری ماہوار آمد نو ہزار ڈالر کے قریب ہو گئی۔ کہتے ہیں اس طرح اللہ کے فضل سے ہم نے آغاز رمضان سے دس دن قبل ہی وعدہ ادا کر دیا۔ یہ بھی لکھتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ اگر میرا وعدہ اس سے تین گنا بھی زیادہ ہوتا تو سال ختم ہونے سے پہلے میں وعدہ ضرور پورا کر لیتا۔ یہ اپنے غریب رشتے داروں کی سیریا میں مدد بھی کرتے ہیں۔

سیرالیون کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں فری ٹاؤن کے عثمان صاحب ہیں جو ایک جماعت کے امام ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ویسے تو ہم ہر سال چندہ تحریک جدید ادا کرتے ہیں مگر اس سال خیال آیا کہ جو چندہ ہم ادا کرتے ہیں وہ بہت ہی معمولی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری کوئی ملازمت نہیں ہے۔ صرف ایک چھوٹی سی دکان ہے جو میں اور میری اہلیہ چلاتے ہیں۔ اس سے کوئی خاص آمدنی بھی نہیں ہوتی صرف گھر کا مشکل سے گزارہ ہوتا ہے۔ بار بار تحریک جدید کے چندے کی ادائیگی کا اعلان سنتے رہے۔ کہتے ہیں میری اہلیہ نے کہا کہ ایک کیش بکس بناتے ہیں اور ہر روز کچھ رقم اس میں ڈال دیں گے۔ اکتوبر کے آخر میں جو کچھ اکٹھا ہو گا وہ تحریک جدید میں ادائیگی کر دیں گے۔ گذشتہ سالوں میں ہم نے کبھی بھی بیس ہزار لیون سے زائد ادائیگی نہیں کی تھی لیکن اس سال کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے اس طریقے سے ہم نے دو لاکھ لیون سے زائد ادائیگی کی ہے۔ میرے دوسرے دو بھائیوں نے بھی اس طریقے کو استعمال کیا اور انہوں نے بھی ایک لاکھ تیس ہزار لیون کی ادائیگی کی ہے۔ کہتے ہیں میری اہلیہ خاص طور پر ایسا کرنے سے بہت خوش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سال ہمیں اچھی مالی قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس طرح کرنے سے ہماری قربانی کا معیار بھی بہتر ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آمدن میں بھی اضافہ ہوا اور اب اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ سکھایا ہے اس کو ہم جاری رکھیں گے۔

مارشل آئی لینڈز امریکہ سے بھی پرے ایک اَور دور دراز کا علاقہ ہے۔ یہاں کے مبلغ ساجد اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ مارشل آئی لینڈز میں ایک ناصر کیوشی راکن (Kioshi Rakin) صاحب ہیں۔ دوران سال جب احباب جماعت سے تحریک جدید کے وعدے لیے جا رہے تھے تو کیوشی (Kioshi) صاحب کہنے لگے کہ میرے پاس تو کوئی نوکری نہیں ہے، رہنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔ کھانے پینے کے لیے بھی جماعت کے لنگر پر انحصار ہے۔ اس پر ہم نے ان کو کچھ عرصے کے لیے مسجد میں رہنے کے لیے جگہ دے دی اور ساتھ انہیں کہا کہ خواہ معمولی سی رقم ہی کیوں نہ ہو آپ کچھ نہ کچھ وعدہ لکھوا دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔ اس پر انہوں نے دو امریکن ڈالر کا وعدہ لکھوا دیا۔ چند ماہ کے بعد یہ مشن آئے اور پچاس ڈالرز تحریک جدید میں پیش کر دیے۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعاؤں کو قبول فرما لیا ہے۔ مجھے نوکری بھی مل گئی ہے اور رہنے کے لیے اپارٹمنٹ بھی مل گیا ہے۔ اب وہ اپنا کھانے پینے کا انتظام بھی خود کرنے کے قابل ہو گئے ہیں اور ایمان کی تقویت کے لیے دیکھیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ایسے طریقے سے مدد فرماتا ہے کہ ہمارے مبلغین بھی بعض دفعہ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

امیر جماعت گیمبیا لکھتے ہیں کہ بصّے میں تحریک جدید کے حوالے سے پروگرام کیا گیا۔ وعدہ جات ادا کرنے کے حوالے سے توجہ دلائی گئی۔ اس پروگرام میں موسیٰ صاحب بھی شریک تھے۔ ان کے پاس چندے میں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ بہت بے چین ہوئے اور تہجد میں اٹھ اٹھ کر خدا تعالیٰ کے حضور اس کا فضل مانگتے ہوئے جھکتے کہ وہ اس قابل ہو سکیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں میں شامل ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دلی خواہش کو قبول فرمایا۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ یہ جس کمپنی کے ساتھ کنٹریکٹ پر کام کرتے تھے انہوں نے کہا کہ وہ بصّے میں دو دن کا ایک پروگرام کر رہے ہیں جس میں یہ شامل ہوں تو معاوضہ کے طور پر چار ہزار ڈلاسی دیے جائیں گے۔ یہ بہت خوش ہوئے اور دو دن کے پروگرام میں شامل ہونے کے بعد اپنے وعدے کو بڑھا کر دو ہزار ڈلاسی کر دیا۔ چندے کی ادائیگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی آمدن کے مزید ذرائع پیدا فرما دیے۔ دوسرے احمدی بھائیوں کو بھی تحریک جدید کی اہمیت اور مالی قربانی کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔

طلحہ علی صاحب فلپائن کے صدر جماعت ہیں، مربی بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ فلپائن کی پرانی جماعتوں میں سے ایک سمیونول جماعت ہے۔ یہاں اکثریت تدریس کے پیشے سے وابستہ لوگ ہیں۔ اس جماعت کے صدر صاحب نے اپنے ٹارگٹ سے بڑھ کر وصولی کے بعد خاکسار کو میسج (Message) کر کے کہا کہ تین اساتذہ کو خاص طور پر دعاؤں میں یاد رکھیں کیونکہ انہیں مارچ سے تنخواہ نہیں ملی مگر اس کے باوجود تینوں نے تحریک جدید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ قربانی کر کے بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اب دیکھیں کہ دور دراز علاقوں میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی کس طرح قربانی کرتے ہیں۔

کبابیر سے شمس الدین صاحب مبلغ لکھتے ہیں کہ الخلیل فلسطین میں نئی جماعت ہے۔ یہاں اکثر احباب جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہے مگر اللہ کے فضل سے سب نے تحریک جدید میں حصہ لیا۔ ابراہیم صاحب الخلیل کے ایک نو مبائع احمدی ہیں۔ موصوف بیعت کرتے ہی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ اس بار ایک اچھی رقم انہوں نے تحریک جدید کے لیے ادا کی ہے۔ یہ موصوف کہتے ہیں کہ ایک دوست میرا قرض دار تھا جو کسی مجبوری کے سبب قرض واپس نہیں کر رہا تھا۔ کافی وقت انتظار کرتا رہا۔ اب چونکہ تحریک جدید کا چندہ میرے ذمے ہے، کچھ مالی مشکلات بھی ہیں، جو رقم ملنے والی ہے اس کی امید بھی نہیں رہی۔ بہر حال جب امیر صاحب سے ملاقات ہوئی تو کچھ انتظام کر کے میں نے چندہ تحریک جدید ادا کر دیا۔ میری حالت کو سمجھنے کے بعد امیر صاحب نے کہا کہ اب تو آپ تحریک جدید کا چندہ فی سبیل اللہ ادا کر چکے ہیں تو پھر اللہ ضرور برکت دے گا۔ چنانچہ امیر صاحب کے نکلنے کے چند گھنٹے بعد ہی میرے قرض دار نے مجھے پیسے واپس کیے اور میری تمام پریشانیاں دور ہو گئیں۔

ویزبادن (Wiesbaden) جرمنی سے ایک دوست دفتر تحریک جدید میں تشریف لائے اور بتایا کہ میرا اسائلم کیس ایک ایسے جج کے پاس ہے جو کیس منظور نہیں کرتا تھا۔ تحریک جدید کے حوالے سے پروگرام میں ایمان افروز واقعات سنے۔ یہ سن کر میں نے ارادہ کیا کہ ایک ہزار یورو تحریک جدید میں ادا کروں گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ میرا کیس اس جج سے ایک دوسرے جج کے پاس چلا گیا اور اللہ کے فضل سے کیس منظور ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ سے کیا

ہوا وعدہ پورا کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مطلوبہ رقم جو وعدے والی رقم تھی وہ دے دی۔

سیکرٹری تحریک جدید یوکے کہتے ہیں برٹن جماعت کے ایک دوست کے پاس کام نہ تھا۔ تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے سے اگلے روز ہی اس کو مناسب کام مل گیا۔ برٹن جماعت کے ایک اَور دوست کو مالی پریشانی تھی تاہم چندہ تحریک جدید ادا کر دیا۔ چنانچہ کچھ عرصے بعد انہیں HMRC، ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے خط موصول ہوا کہ تمہاری پچھلے سال زائد ادائیگی ہوئی تھی۔ یہ رقم ان کے چندے کی رقم سے کہیں زیادہ تھی۔ ایک پروفیشنل دوست کو کام پر پریشانی تھی۔ کسی نے اس کی بے جا شکایت کر دی تھی۔ اس نے اپنا تحریک جدید کا چندہ ادا کر دیا۔ وہ شخص جس نے شکایت کی تھی اس کو فارغ کر دیا گیا۔ الٹا شکایت کرنے والے کو فارغ کر دیا گیا۔ ایک دوست کی کار گڑھے میں گر گئی۔ اس نے سوچا کہ اگر یہ سلامت باہر آ گئی تو مزید چندہ تحریک جدید ادا کروں گا۔ چنانچہ گاڑی بغیر نقصان کے باہر آ گئی۔ انہوں نے ایک ہفتہ کی آمدنی کے مطابق چندہ تحریک جدید ادا کر دیا۔ ایک طفل نے اپنا چھ ماہ کا جیب خرچ تحریک جدید میں ادا کر دیا۔ بچے بھی مالی قربانیوں میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک خادم نے چھٹیوں پر جانے کے لیے رقم بچا کے رکھی ہوئی تھی یہ تمام رقم تحریک جدید کے چندے میں ادا کر دی۔ بارکنگ (Barking) اور ڈیگنہم (Dagenham) کے صدر جماعت کہتے ہیں کہ اس مرتبہ ہم نے تحریک جدید کا ٹارگٹ ضرور پورا کرنا ہے خواہ اپنی جیب سے زائد ادا کرنا پڑے۔ چنانچہ جو ٹارگٹ کم رہ گیا تھا وہ انہوں نے اپنی طرف سے ادا کر دیا۔ اس کے بعد انہیں اپنی جاب کی طرف سے اطلاع ملی کہ انہیں گذشتہ سال کی نسبت اس سال ستر فیصد زائد بونس ملے گا جو رقم انہوں نے اضافی طور پر چندے میں ادا کی تھی یہ بونس کی رقم اس سے کہیں زیادہ تھی۔

قازقستان سے لینار عبدالرحمانوف کہتے ہیں: میں باقاعدگی سے چندہ عام، جلسہ سالانہ، تحریکِ جدید اور وقفِ جدید ادا کرتا ہوں۔ یہ مختلف قوموں کے مختلف لوگ ہیں۔ اور ان چندوں کی یہ برکت ہے کہ میری بیوی نے میڈیکل کالج ختم کر کے حکومت کے پروگرام میں نوکری حاصل کی اور حکومت نے بچوں کی رہائش کے لیے قرض فراہم کیا اور بچے نرسری میں پڑھ رہے ہیں اور اب مالی حالات پہلے سے بہت بہتر ہو گئے ہیں۔ میرے پاس دو گاڑیاں ہیں اور اب میں ذاتی مکان بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور چندہ ادا کرنے کا نتیجہ ہے۔ پہلے ہم کرائے کے فلیٹ میں رہتے تھے۔ مالی مشکلات تھیں لیکن پھر بھی ہم چندہ دیتے رہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر بے حد فضل فرمایا۔

گذشتہ سال جب تحریک جدید کا میں نے اعلان کیا ہے تو گنی بساؤ کے مربی محمد احسن صاحب لکھتے ہیں کہ ایک احمدی دوست محمد ابراہیم صاحب کہتے ہیں کہ اس روز اعلان سن کے، خطبہ سن کے، انہوں نے اپنا وعدہ لکھوا دیا اور ارادہ کیا کہ ہر ماہ ادا کرتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا لیکن کورونا وبا کے ایام میں آمدن بند ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت پریشانی ہوئی پھر جب تحریک جدید کے سال کا اختتام قریب پہنچا تو پریشانی اَور بڑھ گئی۔ کہتے ہیں میں دعا کرتا رہا۔ ایک صبح کسی صاحب کی جانب سے فون موصول ہوا۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ تعمیراتی بلاکس بنا سکتے ہیں؟ میں نے فوراً حامی بھر لی۔ چنانچہ گھر بیٹھے بیٹھے کام مل گیا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کرنے کا سبب

پیدا فرما دیا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے جو مالی تنگی پیدا ہوئی تھی وہ بھی دور ہو گئی۔ ابراہیم صاحب کہتے ہیں یہ تمام برکات خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنے کی وجہ سے ہیں۔

تنزانیہ کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ زنجبار سے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ احمدی خاتون آمنہ بی بی صاحبہ ہر سال اپنی محدود آمدن کے باوجود چندہ جات کی ادائیگی میں سرفہرست رہتی تھیں۔ اس سال بھی جب رمضان المبارک میں مالی قربانی کی تحریک کی گئی تو انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اسی مہینے میں اپنا وعدہ مکمل کر دیں لیکن بعض مالی مشکلات کی وجہ سے ان کے پاس رقم میسر نہ ہو سکی۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دن مجھے اس امر کا اتنی شدت سے احساس ہوا کہ میں رات کو اٹھ گئی اور خدا تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر عرض کی کہ خلیفہ وقت کی تحریک پر لبیک کہنے کا وقت ہے اور میں اس سے محروم رہی جاتی ہوں۔ چنانچہ اسی دن صبح ان کے ایک عزیز کا ٹیلیفون آیا جس سے ایک مدت سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے عزیز نے اپنی طرف سے کچھ رقم بطور تحفہ بھجوائی جس سے انہوں نے اپنا چندہ ادا کر دیا۔ وہ خود بتاتی ہیں کہ چندہ ادا کرنے کی وجہ سے ہمیشہ میرا خدا میرے ساتھ پیار کا معاملہ رکھتا ہے اور کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔

قادیان سے وکیل المال صاحب لکھتے ہیں کیرالہ کی جماعت کیرولائی کے ایک دوست کا تحریک جدید کا چندہ پانچ لاکھ روپے کا ہے۔ انہوں نے کچھ رقم اپنی فرم کے فرنیچر کی خریداری کے لیے رکھی ہوئی تھی اور وقت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں فرم کا کام روکنا پڑتا تھا لیکن اسی وقت چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کا بھی مطالبہ تھا۔ انہوں نے چندے کی اہمیت کے پیش نظر وہ رقم چندے میں ادا کر دی۔ اس خلوصِ نیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ تھوڑی دیر میں چندے میں پیش کی گئی رقم سے کئی گنا زیادہ رقم ان کے اکاؤنٹ میں کسی طرف سے جمع ہو گئی اور فرم کے لیے جو سامان مہیا کیا جانا تھا وہ منگوا لیا۔ اس کے بعد موصوف کو بہت بڑی رقم کا، کئی ملین روپے کا پراجیکٹ ملا اور اپنے وعدے کے علاوہ ایک خطیر رقم تقریباً بارہ لاکھ روپے تحریک جدید کے لیے پیش کیے۔

پھر انڈیا سے ہی عبدالباسط صاحب انسپکٹر لکھتے ہیں کہ کیرالہ کی ایک جماعت "کوچین" میں تحریک جدید کے حوالے سے جلسے کا انعقاد کیا گیا جس میں تحریک جدید کے اغراض و مقاصد کے بارے میں بیان کیا گیا۔ احباب جماعت کو تحریک جدید کی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی گئی۔ جلسے کے ختم ہونے کے بعد ہم صدر صاحب کے گھر گئے تو صدر صاحب کی بیٹی جس کی عمر آٹھ سال ہے وہ اپنا منی باکس لے کر آ گئی کہ مولوی صاحب اس میں جتنی بھی رقم ہے وہ چندہ تحریک جدید میں جمع کر لیں۔ اس وقت اس کے باکس میں تقریباً آٹھ سو چونسٹھ روپے تھے جو بچی نے چندہ تحریک جدید کے لیے پیش کیے۔ اس کے والد نے بتایا کہ ان کی بیٹی ایک عرصے سے یہ رقم چندہ تحریک جدید میں دینے کی نیت سے ہی جمع کر رہی تھی۔ باپ نے کہا جب میں اپنی دکان سے واپس آتا تو میری جیب میں جو بھی سکّے ہوتے وہ مجھ سے لے کر جمع کر لیتی۔ کہتی وہ سکّے مجھے دے دیں۔ اور اپنے بُوگی میں ڈال لیتی۔ اس طرح اس بچی نے کئی مہینوں سے جمع کی ہوئی رقم چندے میں ادا کر دی۔ یہ ادراک ہے مالی قربانی کا جو احمدی بچوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا ہے۔

بیعت کرنے کے بعد کس طرح قربانی کی فکر ہوتی ہے! صدر صاحب البانیا سے لکھتے ہیں کہ البانیا کے ایک گاؤں میں مقیم دالیب جرجی (Dalip Gjergji) صاحب یہ لوکل احمدی ہیں۔ ایک دن جمعہ کے بعد ملے۔ یہ پنشنر ہیں اور معمولی آمد کے باوجود ہر ماہ باقاعدگی سے چندہ ادا کرتے ہیں۔ ان کے پاس اپنی گاڑی بھی نہیں تھی۔ پبلک ٹرانسپورٹ پر جمعہ پر آتے تھے اور حالیہ وبا کی وجہ سے کافی عرصہ بعد جمعہ پر آئے۔ جمعہ کے بعد کہنے لگے کہ دل پر بوجھ سا تھا کہ اتنے مہینوں سے چندہ ادا نہیں کیا۔ یہ اپنے ساتھ آٹھ ماہ کا چندہ لائے ہوئے تھے اور چندہ عام کے علاوہ تحریک جدید اور وقف جدید کا چندہ بھی ادا کیا۔ اس طرح اَور بے شمار مثالیں ہیں مثلاً تنزانیہ سے ایک معلم حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مخلص احمدی صالح مٹونگا صاحب ہیں۔ بڑھ چڑھ کر دلی خوشی سے مالی قربانی میں حصہ لیتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل بیمار ہو گئے۔ علاج کے لیے ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ مہینے کے آخر پر جب ان کو پینشن کے پیسے ملے تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے تحریک جدید کے وعدے کو مکمل کیا۔ کہتے ہیں میں نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی۔ آپ اس رقم سے پہلے اپنا علاج کروائیں پھر اپنا وعدہ مکمل کر لیں لیکن انہوں نے کہا خدا تعالیٰ کی ذات شفا عطا کرنے والی ہے۔ اس لیے پہلے میں اپنا خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا پھر اپنا علاج کرواؤں گا۔ قربانی کے بھی یہ عجیب معیار ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ان نئے آدمیوں پر بھی جو شامل ہوئے ہیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے دور دراز علاقوں میں یہ اہمیت واضح کر دی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر ان لوگوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں ایک علاقے میں تحریک جدید کے مطالبات کے حوالے سے پروگرام کیا گیا۔ اسلام کے لیے زندگی وقف کرنے، سادہ زندگی اپنانے اور ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں شرم نہ کرنے کے حوالے سے توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ اس پروگرام کے بعد ایک دوست ابراہیم صاحب نے بتایا کہ وہ ایک ہزار ڈلاسی چندہ تحریک جدید میں پیش کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے واحد بیٹے کو، ان کا اکلوتا بیٹا ہے، اس کو زندگی وقف کر کے مربی سلسلہ بننے کے لیے بھجوائیں گے۔ اب یہ بیٹا سیکنڈری سکول میں ہے تو یہ ان کی نیت ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مربی بنے۔

گھانا سے آدم صاحب جنرل سیکرٹری اکرازون لکھتے ہیں کہ مجھے زونل صدر صاحب نے پچاس گھانا سیڈی کی رقم بطور کرایہ دی۔ میں نے یہ رقم چندہ تحریک جدید میں ادا کر دی۔ اگلی صبح افسر کے ساتھ کسی کام کے لیے گیا۔ واپس آنے لگا تو افسر نے پوچھا کہ واپس کس طرح جاؤ گے؟ میں نے کہا ٹیکسی پر جاؤں گا۔ اس پر افسر نے مجھ سے میرا فون مانگا اور کہنے لگا اپنا فون چیک کرو۔ کہتے ہیں میں نے چیک کیا تو ایک ہزار سیڈی انہوں نے مجھے موبائل کے ذریعہ سے وہاں بھیجا ہوا تھا۔ پچاس سیڈی میں نے دی تو ہزار سیڈی ملی۔ یہ تو چند واقعات ہیں جو میں نے بیان کیے ہیں۔ اور بے شمار ایسے واقعات میرے پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت ڈالے۔

اب یہ جو قربانی ہوئی، مکمل کُل کتنی ہوئی؟ اس کی تفصیل بھی تھوڑی سی بیان کر دیتا ہوں جیسا کہ تحریک جدید کے اعلان کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کا چھیاسیواں سال 31 اکتوبر کو ختم ہوا

اور ستاسیواں سال شروع ہو گیا اور اللہ کے فضل سے اس سال جماعتہائے احمدیہ عالمگیر کو تحریک جدید کے مالی نظام میں 14.5 ملین یعنی ایک کروڑ پنتالیس لاکھ پاؤنڈ مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ یہ وصولی گذشتہ سال کے مقابلے میں آٹھ لاکھ بیاسی ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ اس سال دنیا بھر کی جماعتوں میں جرمنی اوّل رہا ہے۔ پاکستان کے اقتصادی، معاشی اور سیاسی حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں لیکن پاکستان کی جماعتوں نے گو دنیا کی جماعتوں کے مقابلے میں تو نہیں لیکن عمومی طور پر اپنے ملک کے لحاظ سے اپنی مقامی کرنسی میں بہت زیادہ ترقی کی ہے اور قربانی پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ملکوں میں بھی امن اور سکون پیدا کرے اور بہتری پیدا کرے جہاں معاشی اور سیاسی حالات خراب ہیں تا کہ ان لوگوں کو بھی بڑھ چڑھ کر قربانیاں دینے کی توفیق عطا ہو۔ بہرحال مجموعی طور پر جو صورتِ حال ہے وہ یہ ہے کہ بیرونی ممالک میں سے پہلا نمبر جرمنی کا ہے۔ پھر برطانیہ کا ہے۔ پھر امریکہ کا ہے۔ پاکستان کا بھی بیچ میں آ جاتا ہے۔ امریکہ نمبر تین، پھر کینیڈا، پھر مڈل ایسٹ کا ایک ملک ہے، پھر بھارت ہے، پھر آسٹریلیا ہے، پھر انڈونیشیا ہے، پھر گھانا ہے اور پھر ایک اَور مڈل ایسٹ کی جماعت ہے۔ گھانا بھی اب افریقہ کے مقابلے سے باہر نکل کے دنیا کے مقابلے پر مالی قربانی میں شامل ہو گیا ہے جو اب امریکہ اور یورپ اور دوسرے ممالک سے مقابلہ کرتا ہے۔

اسی طرح فی کس ادائیگی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ پہلے نمبر پر ہے، پھر امریکہ ہے، پھر سنگاپور ہے۔ تین جماعتوں میں یہ ہیں۔ باقی بھی ہے۔ باقی تفصیل بعد میں۔

افریقن ممالک میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمایاں جماعتیں یہ ہیں۔ پہلے نمبر پہ گھانا ہے، پھر نائیجیریا ہے، پھر بورکینا فاسو ہے، پھر تنزانیہ ہے، پھر گیمبیا ہے، پھر سیرالیون ہے۔ یہاں سیرالیون جماعت کافی بڑی اور پرانی جماعت ہے۔ ان کے امیر صاحب کو اور متعلقہ عہدیداروں کو کوشش کرنی چاہیے کہ اگر صحیح طرح مالی قربانی کا جماعت کے افراد کو احساس دلائیں تو افراد جماعت تو قربانیاں کرنے کو تیار ہیں۔ ان کو توجہ کرنی چاہیے۔ پھر بینن ہے۔ بینن میں بھی اللہ کے فضل سے بڑی کوشش ہوئی ہے۔ نائیجر اور بینن میں فی کس ادائیگی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ بینن میں فی کس ادائیگی میں مقامی کرنسی کے لحاظ سے چھ گنا اضافہ ہوا ہے اور نائیجر میں آٹھ گنا اضافہ ہوا ہے باوجود اس کے کہ حالات کی وجہ سے ان کی جو شاملین کی تعداد تھی وہ کم تھی لیکن مجموعی رقم گذشتہ سال سے زیادہ یا اتنی ہو گئی۔ شامل ہونے والوں کی مجموعی تعداد سولہ لاکھ آٹھ سو ہے اور اس میں جو قابلِ ذکر افریقن ممالک ہیں جن میں گذشتہ سال کی نسبت اضافہ ہوا ہے ان میں نمبر ایک گھانا ہے، پھر بورکینا فاسو ہے، پھر مالی ہے، پھر سینیگال ہے، پھر گیمبیا ہے، کانگو کنشاسا ہے، تنزانیہ ہے، لائبیریا ہے، کینیا ہے، سینٹرل افریقہ ہے، ساؤتومے ہے، کانگو برازاویل ہے اور زمبابوے ہے۔ باقی دوسری بڑی جماعتوں میں بنگلہ دیش، جرمنی، کینیڈا، بھارت، آسٹریلیا اور برطانیہ کے شاملین میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے۔

دفتر اوّل کے کھاتے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانچ ہزار نو سو ستائیس افراد کے ہیں جن میں سے تینتیس حیات ہیں اور وہ اپنے چندے خود ادا کر رہے ہیں اور تین ہزار ایک سو انیس کھاتے ان کے ورثاء کے ذریعے سے جاری ہیں۔ باقی دو ہزار سات سو پچھتر کھاتے مخلصین جماعت کی طرف سے جاری ہیں۔

جرمنی کیونکہ مجموعی طور پر ساری دنیا میں فرسٹ ہے اس لیے نمبر ایک پہ جرمنی کا ہی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ جرمنی کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں ان میں مہدی آباد (Mehdi-Abad)، نمبر ایک، پھر روئڈر مارک (Rödermark)، نوئس (Neuss)، نیدا (Nidda)، کولون (Köln) ، پنے برگ (Pinneberg)، اوسنا بروک (Osnabrück)، فلوُرزہائم (Flörsheim)، کیل (Kiel)، فرائنزہائم (Freinsheim) ہے اور لوکل امارتیں جو ہیں ان میں ہیمبرگ (Hamburg)، ڈِٹسن باخ (Dietzenbach)، فرینکفرٹ (Frankfurt)، گروس گیراؤ (Gross-Gerau)، ویزبادن (Wiesbaden)، مورفلڈن (Mörfelden)، من ہائم (Mannheim)، ریڈشٹڈ (Riedstadt)، روسلزہائم (Rüsselsheim)، ڈامشٹڈ (Darmstadt) ہے۔

اس کے بعد پھر نمبر دو پہ برطانیہ ہے تو برطانیہ کی جماعتوں کی پوزیشن یہ ہے۔ بیت الفتوح ریجن نمبر ایک پہ ہے۔ مسجد فضل ریجن، اسلام آباد ریجن، پھر مڈ لینڈز (Midlands) ریجن اور بیت الاحسان ریجن۔ مجموعی ادائیگی کے لحاظ سے برطانیہ کی پہلی دس بڑی جماعتیں آلڈرشاٹ (Aldershot)، اسلام آباد، پھر مسجد فضل، پھر ووسٹر پارک (Worcester Park)، پھر برمنگھم ساؤتھ (Birmingham South)، جلنگھم (Gillingham)، پٹنی (Putney)، ساؤتھ چیم (South Cheam)، برمنگھم ویسٹ (Birmingham West) اور چیم (Cheam) ہیں۔ مجموعی ادائیگی کے لحاظ سے برطانیہ کی پانچ چھوٹی جماعتیں سپن ویلی (Spen Valley) کیتھلی (Keighley)، سوانزی (Swansea)، نارتھ ویلز (Noth Wales)، نارتھ ہیمپٹن (Northampton) ہیں۔

اس کے بعد مجموعی وصولی کے لحاظ سے یہ امریکہ آ گیا لیکن میرا خیال ہے پہلے پاکستان کا بیان کر دوں۔ پاکستان میں جو جماعتوں کا موازنہ ہے وہ یہ ہے کہ لاہور نمبر ایک پہ، ربوہ دوسرے نمبر پہ، کراچی تیسرے نمبر پہ ہے۔ ضلعی سطح پر جو زیادہ قربانی کرنے والے دس اضلاع ہیں ان میں اسلام آباد، پھر سیالکوٹ، پھر گجرات، پھر گوجرانوالہ، حیدرآباد، میرپور خاص، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، عمرکوٹ، چکوال کوٹلی ہے۔ چکوال علیحدہ ہونا چاہیے۔ کوٹلی علیحدہ ہونا چاہیے۔ پتہ نہیں اکٹھا کیوں لکھ دیا ہے۔ یا دونوں ایک ہی پوزیشن میں ہیں۔

وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والی پاکستان کی جو شہری جماعتیں ہیں وہ امارت ڈیفنس لاہور، امارت شہر راولپنڈی، امارت ڈرگ روڈ کراچی، امارت مغل پورہ لاہور، امارت ٹاؤن شپ لاہور، امارت عزیز آباد کراچی، امارت گلشن اقبال کراچی، پشاور، کوئٹہ، امارت دہلی گیٹ لاہور ہیں۔

امریکہ کی جو جماعتیں ہیں ان میں میری لینڈ (Maryland) پہلے نمبر پر ہے، پھر لاس اینجلیس (Los Angeles) ہے، سلیکون ویلی (Silicon Valley) ہے، پھر سینٹرل ورجینیا (Central Virginia) ہے، سیاٹل (Seattle) ہے، اوش کوش (Oshkosh) ہے، پھر ڈیٹرائٹ (Detroit) ہے، پھر شکاگو (Chicago) ہے، ساؤتھ ورجینیا (South Virginia) ہے، ہیوسٹن (Houston) ہے، اٹلانٹا ہے (Atlanta) اور بوسٹن (Boston) ہے۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی لوکل امارات میں سے وان (Vaughan) ہے، پھر پیس ولیج (Peace Village) ہے، پھر کیلگری (Calgary) ہے، پھر وینکوور (Vancouver) ہے، ٹورانٹو ویسٹ (Toronto West) ہے، مسی ساگا (Mississauga) ہے، برامپٹن (Brampton) ہے، برامپٹن ایسٹ (Brampton East) ہے، پھر سسکاٹون (Saskatoon) ہے، پھر ٹورانٹو (Toronto) ہے۔ کینیڈا کی چھوٹی جماعتوں میں بریڈ فورڈ (Bradford)، ہیملٹن ماؤنٹین (Hamilton Mountain)، ایڈمنٹن ویسٹ (Edmonton West) اور رجائنا (Regina) اور ہیملٹن ایسٹ (Hamilton East) ہیں۔

پھر بلحاظ قربانی انڈیا کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں اس میں کوئمبٹور (Coimbatore) نمبر ایک پہ ہے، پھر کرولائی (Karulai)، پھر قادیان (Qadian)، پھر پتھ پریم (Pathapiriyam)، پھر حیدرآباد (Hyderabad)، کنانور ٹاؤن (Kinanoor Town)، کولکتہ (Kolkata)، کالی کٹ (Calicutt)، بنگلور (Bangalore)، ماتھاٹم (Mathatum)۔ پہلے دس جو صوبہ جات ہیں ان میں کیرالہ (Kerala) نمبر ایک پہ ہے، پھر تامل ناڈو (Tamil Nadu)، پھر کرناٹک (Carnatic)، پھر جموں وکشمیر (Jammu Kashmir)، پھر تلنگانہ (Telangana)، پنجاب (Punjab)، اڑیسہ (Odissa)، بنگال (Bengal)، دہلی (Delhi)، مہاراشٹرا (Maharashtra) ہیں۔

آسٹریلیا کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں ملبرن لانگ وارن (Melbourne Long Warren)، کاسل ہل (Castle Hill)، ملبرن بیروک (Melbourne Berwick)، مارسڈن پارک (Marsden Park)، ایڈیلیڈ ساؤتھ (Adelaide South)، پین رتھ (Penrith)، اے سی ٹی کینبرا (ACT Canberra) ایڈیلائڈ ویسٹ (Adelaide West)، ماؤنٹ ڈروئٹ (Mount Druitt)، پیراماٹا (Paramatta)۔

یہ سب جماعتوں کے موازنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے اور ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی اب مَیں جیسا کہ میں نے کہا تحریک جدید کے ستاسیویں سال کا بھی اعلان کرتا ہوں جو اب شروع ہوا ہے۔ ان شاء اللہ یکم نومبر سے وہ شروع ہو چکا ہے۔

اب میں اس طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج کل بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ کریں۔ ہم اپنے لیے اور جماعت کے لیے تو دعائیں کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے عمومی طور پر بھی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آج کل مسلمانوں کے خلاف غیر مسلم دنیا کے بعض ممالک کے لیڈر بڑے بغض اور کینہ کے جذبات رکھتے ہیں اور ظاہر ہے لیڈر جو ہیں وہ اس جمہوری دور میں عوام کو خدا سمجھ کر ان کی خواہش کے مطابق اپنے بیان اور پالیسیاں بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا خود ہی بعض دفعہ ان کو غلط رہنمائی کر کے اس طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ خدا نہیں ہے بلکہ تم ہی سب کچھ ہو۔ یہ لوگ جہاں کھل کر بیان نہیں بھی دیتے وہاں بھی دلوں میں اسلام کے خلاف نفرتیں اور تحفظات لیے ہوئے ہیں اور عوام الناس کا ایک بڑا حصہ بھی اسلام سے صحیح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف ہے۔ بہرحال ہم نے دعاؤں کے ساتھ، کوشش کے ساتھ دنیا کو بتانا ہے کہ

اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ گذشتہ دنوں کھل کر اگر کسی مغربی لیڈر کا بیان آیا ہے، ویسے تو کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ سیاسی طور پہ لپٹے لپٹائے فقرات بیان کر کے یا اس طرح گول مول سے الفاظ میں بیانات آتے رہتے ہیں لیکن کھل کے کسی لیڈر کا بیان آیا تو وہ فرانس کا صدر تھا۔ اس نے اسلام کو کرائسس کا شکار مذہب قرار دیا ہے۔ کرائسس کا شکار اگر ہے تو خود ان کا اپنا مذہب ہے۔ اوّل تو وہ کسی مذہب کو مانتے ہی نہیں، عیسائیت کو بھی بھول بیٹھے ہیں۔ کرائسس کا شکار تو یہ ہیں۔ اسلام تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ مذہب ہے اور پھلنے پھولنے والا مذہب ہے اور پھل پھول رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اس کی حفاظت کی ذمہ داری لیے ہوئے ہے۔ اس زمانے میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے اس کی تبلیغ دنیا کے چاروں کونوں میں پھیل رہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی یہ مخالف قوتیں یا لوگ اس لیے اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں اور بیان دیتے ہیں کہ انہیں پتہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں ایکا نہیں ہے۔ یہاں کینیڈا کے وزیراعظم کا بہرحال میں تعریف کے رنگ میں ذکر کر دوں۔ انہوں نے فرانس کے صدر کے بیان پر بڑا اچھا بیان دیا ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے اور ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا اور مذہبی لیڈروں کا خیال رکھنا چاہیے۔ کاش کہ باقی دنیا کے لیڈر بھی وزیراعظم کینیڈا کی سوچ اور بیان کو ذرا غور سے دیکھنے والے ہوں اور دنیا کے امن اور سکون کو قائم کرنے کے لیے اس پر عمل کریں۔ بہرحال یہ کینیڈا کے وزیراعظم صاحب اس لحاظ سے قابل تعریف ہیں اور ہمیں ان کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مزید ان کا سینہ کھولے۔

بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں ایکا نہیں ہے اس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا ہر ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف ہے۔ فرقہ واریت نے باہر کی دنیا میں یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ہے۔ اگر دنیا کو پتہ ہو کہ مسلمان ایک ہیں، ایک خدا اور ایک رسول کے ماننے والے ہیں اور اس کی خاطر قربانیاں دینا جانتے ہیں تو کبھی غیر مسلم دنیا کی طرف سے ایسی حرکتیں نہ ہوں۔ کبھی کسی اخبار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے چھاپنے کی جرأت نہ ہو۔ چند سال پہلے بھی ڈنمارک میں بھی اور فرانس میں بھی جو خاکے چھپے تھے اس پہ وقتی شور مچا کر اور ان کی چیزوں کا بائیکاٹ کر کے، نہ خریدنے کا اعلان کر کے پھر خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ چند مہینوں کے بعد خاموشی ہو گئی۔ اُس وقت بھی جماعت احمدیہ نے ہی صحیح ردّ عمل دکھایا تھا اور ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت سیرت پیش کی تھی جس کی بہت سے غیروں نے، پڑھے لکھے طبقے نے، لیڈروں نے، عوام الناس نے تعریف کی تھی اور پسند کیا تھا اور یہی کام ہم آج بھی کر رہے ہیں اور بتاتے ہیں کہ چند سر پھرے لوگوں کے اسلام کے نام پر غلط عمل کو اسلام کا نام نہ دو۔ کسی ملک کے صدر کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی شخص کے غلط عمل کو اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کے لیے کرائسس کا نام دے کر پھر اپنے لوگوں کو مزید بھڑکایا جائے کہ ان کے خلاف ہماری یہ لڑائی ہے اور یہ لڑائی ہم جاری رکھیں گے۔ اس شخص کو غلط عمل پر بھڑکانے والے بھی تو یہ خود ہی ہیں۔ میں نے پہلے بھی یہ بیان دیا تھا کہ یہ خاکے وغیرہ بنانا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کسی رنگ میں کرنا کسی بھی غیرت مند مسلمان کو برداشت نہیں ہے اور یہ حرکتیں بعض مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا سکتی ہیں

اور بھڑکاتی ہیں اور پھر اگر کسی سے کوئی خلافِ قانون حرکت سرزد ہو جائے، اگر کوئی شخص قانون اپنے ہاتھ میں لے لے تو اس کے ذمہ دار پھر یہ غیر مسلم لوگ ہیں، یہ حکومتیں ہیں یا نام نہاد آزادی ہے جس کو فریڈم آف ایکسپریشن کا نام، اظہارِ خیال کا نام دیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ غیر مسلم دنیا ان کے جذبات بھڑکاتی ہے۔ میں نے اس وقت بھی جب پہلی دفعہ یہ معاملہ اٹھا تھا خطبات کے ایک سلسلہ میں صحیح ردّ عمل کی وضاحت کی تھی کہ ہمیں کس طرح صحیح ردّ عمل کرنا چاہیے اور کیا دکھانا چاہیے اور اس کا جیسا کہ میں نے بتایا کہ لوگوں پر اچھا اثر بھی ہوا تھا اور ابھی تک ہم مسلسل وہ کیے جا رہے ہیں اور اسی طریقے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

پھر ہالینڈ کے سیاستدان نے جو ایک بیان دیا تھا تو اس وقت بھی ہالینڈ میں مَیں نے ایک خطبہ دیا تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تھا بلکہ اس پر اس نے ہالینڈ کی حکومت کو درخواست بھی دی تھی کہ اس نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے اور میرے خلاف اس نے ہالینڈ کی حکومت کو یہ کہا تھا کہ اس کا یہاں آنا بین کیا جائے بلکہ اس پہ مقدمہ چلایا جائے۔ تو بہرحال ہم تو جہاں تک ہو سکتا ہے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے خلاف ہونے والی ہر حرکت کا جواب دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے اور اس کا اثر بھی ہوتا ہے اور یہی حل پیش کرتے ہیں کہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قدم ہمیں اٹھانا چاہیے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے اور گذشتہ کئی خطبات میں مَیں اس بات کی تحریک کر چکا ہوں اور باوجود ہمارے بارے میں غیر احمدی علماء کے سخت بیان کے ہم اسلام کے دفاع میں اسلام کی حقیقی تعلیم کی روشنی میں اپنا کام کرتے چلے جائیں گے اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ایک یا دو یا چار آدمی کو قتل کرنے سے وقتی جوش تو نکل جاتا ہے لیکن یہ کوئی مستقل حل نہیں ہے۔ مسلم امہ اگر مستقل حل چاہتی ہے تو تمام مسلمان دنیا اکٹھی ہو۔ اب بھی فرانس کے صدر کے جواب میں ترکی کے صدر نے جواب دیا یا ایک دو اور ملکوں نے ردّ عمل ظاہر کیا تو یہ بات اتنا اثر نہیں ڈال سکتی جتنا کہ تمام مسلمان ممالک کے ایک ردّ عمل کا اثر ہو سکتا ہے۔ گو یہ کہا جاتا ہے کہ ترکی وغیرہ کے ردّ عمل پر فرانس کے صدر نے اپنا بیان بدلا اور کچھ نرم کیا کہ میرا مطلب یہ نہیں تھا، میرا مطلب یہ تھا۔ لیکن ساتھ ہی اپنی بات پر بھی قائم رہا ہے کہ جو ہم کر رہے ہیں وہ ٹھیک کر رہے ہیں۔ لیکن اگر چوّن پچپن مسلمان ممالک ایک زبان ہو کر بولتے تو پھر وہ فرانس کا صدر اگر مگر کی بات نہ کرتا۔ پھر اس کو مجبوراً بہرحال معافی مانگنی پڑتی، گھٹنے ٹیکنے پڑتے۔

بہرحال مَیں یہاں مختصر اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ دعا کریں کہ مسلمان ممالک کم از کم غیروں کے سامنے ایک ہو کر آواز اٹھائیں پھر دیکھیں کتنا اثر ہوتا ہے۔ ہم تو اپنا کام کیے جا رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کہ مسیح محمدیؑ کے ماننے والوں کا یہ کام ہے، یہ فرض ہے کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت چہرے کو دنیا کو دکھائیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے نہ لے آئیں۔ دنیا کو بتائیں کہ تمہاری بقا اسی میں ہے کہ خدائے واحد کو پہچانو اور ظلموں کو ختم کرو۔ کچھ عرصہ پہلے کووڈ کے دوران میں نے چند سربراہانِ حکومت کو دوبارہ خط

لکھے تھے۔ فرانس کے صدر کو بھی مَیں نے لکھا تھا اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یہ تنبیہ بھی کی تھی کہ یہ عذاب اور آفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلموں کی وجہ سے آتے ہیں اس لیے تمہیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ظلموں کو ختم کرو اور انصاف کو قائم کرو اور حق پر مبنی بیان دو۔ ہم نے جو اپنا فرض تھا پورا کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔ اب یہ کسی کی مرضی ہے کہ چاہے وہ اس کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن ہم نے بہرحال امّت مسلمہ کو دعاؤں میں نہیں بھولنا۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کو بھی پہچان لیں اور دنیا کو عمومی طور پر بھی سوچنا چاہیے کہ ایسی باتیں کر کے اگر وہ خدا سے دور ہٹتے چلے گئے تو ان کی تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور عمومی طور پر ہم نے بھی یہ کوشش کرنی ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے نیچے لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانا یہی تحریک جدید کا مقصد بھی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ دنیا کے عمومی حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ بڑی تیزی سے اس طرف بڑھ رہے ہیں اس بیماری سے جب جان چھوٹے تو یہ نہ ہو کہ ایک اور آفت جنگ عظیم کی صورت میں ان پر نازل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو عقل اور سمجھ دے اور خدائے واحد کو پہچان کر اس کا حق ادا کرنے والے بنیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/نومبر 2020ء جلد27 شمارہ95 صفحہ 05 تا 11)

46

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13 / نومبر 2020ء بمطابق 13 / نبوت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بدری صحابہ کا ذکر ہو گا۔ سب سے پہلے تو میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ دو خطبے پہلے حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں جو بیان ہوا تھا اس میں مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت تھی جس میں طاعون کے بارے میں کہا گیا تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے، اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گا لیکن وہاں پھوڑے پھنسیوں کی ایک بیماری تم پر مسلط ہو جائے گی جو آدمی کو سیڑھی کے پائے سے پکڑ لے گی۔ یہ ترجمے میں غلطی تھی صحیح طرح ترجمہ بیان نہیں ہو سکا تھا، اور اس سے بات واضح بھی نہیں ہوتی تو اس بارے میں صحیح ترجمے کے ساتھ جو روایت ہے وہ دوبارہ بیان کرتا ہوں۔

اسماعیل بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ شام کی طرف ہجرت کرو گے۔ وہ تمہارے لیے فتح کیا جائے گا۔ وہاں تم لوگوں میں ایک بیماری ظاہر ہو گی جو پھوڑے یا سخت کاٹنے والی ایک چیز کی طرح ہو گی۔ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصے میں ظاہر ہو گی۔ اب جو یہ ہے کہ "سیڑھی کے پائے سے پکڑے گی" یہ ترجمہ جو مختلف الفاظ کا ہوتا ہے پہلے غلط کیا گیا تھا۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصہ میں ظاہر ہو گی۔ جس طرح ناف کے نچلے حصے میں ٹانگ کے اوپر اور درمیان جسم کے ایک پھوڑا نکلتا ہے۔ فرمایا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو شہادت عطا کرے گا اور اس کے ذریعہ ان کے اعمال کو پاک کرے گا۔ پھر حضرت معاذؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو اسے اور اس کے گھر والوں کو اس سے وافر حصہ دے۔ اس پر ان سب کو طاعون ہو گئی حتیٰ کہ ان میں ایک بھی نہ بچا۔ آپؓ کی شہادت کی انگلی پر طاعون کا دانہ نکلا تو آپؓ نے کہا کہ میں ہر گز خوش نہ ہوں گا کہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ ملیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 371 مسند معاذ بن جبل حدیث 22439 عالم الکتب بیروت 1998ء)

تو یہ درستی تھی۔ ترجمہ جو پرنٹ ہو رہا ہے اور الفضل میں بھی چھپتا ہے اس میں تو کر دی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کے سامنے بھی پیش کر دوں۔

اس کے بعد اب جو ذکر چل رہا تھا وہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کا تھا۔ اب وہی ذکر دوبارہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن میرے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ آپؓ کا مُثلہ کیا گیا تھا یعنی جسم کے اعضاء کاٹ دیے گئے تھے خاص طور پر کان اور ناک۔ آپ کی میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی تو کہتے ہیں کہ میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔ پھر لوگوں نے ایک عورت کی چیخنے کی آواز سنی تو کسی نے کہا کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت عمرو تھا یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی بہن تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ فرشتے مسلسل اس پر اپنے پَروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جز3 صفحہ 954-955، عبد اللہ بن عمرو، دار الجیل بیروت 1992ء)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو جب احد کے روز لایا گیا تو میری پھوپھی ان پر رونے لگی تو مَیں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھے منع کرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس پر رویا نہ رو، اللہ کی قسم! فرشتے اس پر مسلسل اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ تم نے اسے دفن کر دیا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جز3 صفحہ 956، عبد اللہ بن عمرو، دار الجیل بیروت 1992ء)

غزوۂ احد کے شہداء کی نمازِ جنازہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا رکھتے اور پھر پوچھتے کہ ان میں سے کون قرآن زیادہ جاننے والا تھا۔ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لحد میں پہلے رکھتے یعنی قبر میں پہلے اتارتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں ہی دفن کرنے کا حکم دیتے۔ نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشھید حدیث نمبر1343)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت) یہ بھی بخاری کی روایت ہے جو میں نے پڑھی تھی) میں حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ پڑھا۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ غزوۂ احد کے آٹھ سال بعد پڑھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشھید حدیث نمبر 1344)

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الاحد حدیث نمبر 4042)

سنن ابن ماجہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہؓ کی میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود رہتی جبکہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلاۃ علی شھداء و دفنھم حدیث نمبر 1513)

سنن ابو داؤد میں بیان ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو غسل نہیں دیا گیا اور ان کو ان کے خون یعنی زخموں سمیت دفنا دیا گیا اور ان میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں ادا کی گئی۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب فی الشھید یغسل حدیث نمبر 3135)

سنن ابو داؤد ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت حمزہؓ کے اَور کسی شہید کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب فی الشھید یغسل حدیث نمبر 3137)

سنن ترمذی کی روایت میں حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی قتلیٰ احد و ذکر حمزۃ حدیث نمبر 1016)

سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء کا جنازہ اس طرح ادا کیا کہ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپؐ نے نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔ سیرتِ حلبیہ کے مطابق چار تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد باقی شہداء کو ایک ایک کر کے لایا جاتا اور حضرت حمزہؓ کی میت کے ساتھ رکھا جاتا اور آپؐ ان دونوں کی نماز جنازہ ادا فرماتے اور اس طرح تمام شہداء کی نماز جنازہ ایک بار اور حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ بہتّر بار اور بعض کے نزدیک بانوے بار ادا کی گئی۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 395-396، غزوۂ احد، دار ابن حزم بیروت 2009ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 337، باب ذکر مغازیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)

سیرت کی ایک کتاب دلائل النبوہ میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی میت کے پاس نو شہداء کو اکٹھا لایا جاتا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ پھر ان نو (9) کو لے جایا جاتا اور مزید نو شہداء کو لایا جاتا اور اس طرح ان تمام شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپؐ نے ہر دفعہ نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔

(دلائل النبوۃ جزء 3 صفحہ 287، اجاد الحرب و ما ظھر من الآثار فی حال الشھداء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)

سیرتِ حلبیہ اور دلائل النبوۃ میں غزوۂ احد کے شہداء کی نماز جنازہ کی احادیث کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ان دونوں کتب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ ہی دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی" کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 338، باب ذکر مغازیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)

(دلائل النبوۃ جز 3 صفحہ 287-288، اجاد الحرب و ما ظھر من الآثار فی حال الشھداء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء) (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشھید حدیث نمبر 1343)

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا اور جن روایات میں ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

شہداء کا جنازہ پڑھا تھا اور حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیرات کہی تھیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں تک حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد ان شہداء کا جنازہ پڑھا تو اس روایت میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ یہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامہ ابن حجر عسقلانی جلد 3 صفحہ 249 مطبوعہ دار الریان للتراث قاہرہ 1986ء)

جیسا کہ میں نے کہا اس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ کچھ اور بھی بیان کر دیتا ہوں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں باب الصلوٰۃ علی الشہید یعنی شہیدوں کی نمازِ جنازہ کے عنوان سے باب باندھا ہے اور اس کے نیچے صرف دو حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث جو کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے اور اس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ غزوۂ احد کے شہداء کو نہ غسل دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ۔

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور احد کے شہداء پر نماز جنازہ کی طرز پر نماز پڑھی اور یہی حدیث بخاری میں ہی دوسری جگہ غزوۂ احد کے باب میں بھی آئی ہے وہاں یہی صحابی روایت کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ

صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيْ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء پر آٹھ سال بعد اس طرح نماز پڑھی جیسے زندوں یا وفات پانے والوں کو الوداع کہا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید حدیث 1343-1344)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد حدیث 4042)

اسی طرح علّامہ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کی وفات پر لمبی مدت گزر جانے کے بعد اس کی قبر پر جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ امام شافعی کے نزدیک جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپؐ کے وصال کا وقت قریب ہے تو آپؐ نے ان شہداء کی قبروں پر جا کر انہیں الوداع کہتے ہوئے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامہ ابن حجر عسقلانی جلد 3 صفحہ 249 دار الریان للتراث قاہرہ 1986ء)

شہدائے احد کی تکفین اور تدفین کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب یہ لکھتے ہیں کہ

"نعشوں کی دیکھ بھال کے بعد تکفین کا کام شروع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں وہ اسی طرح رہنے دیئے جائیں اور شہداء کو غسل نہ دیا جاوے۔ البتہ کسی کے پاس کفن کے لیے زائد کپڑا ہو تو وہ پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر لپیٹ دیا جاوے۔ نماز جنازہ بھی اس وقت ادا نہیں کی گئی۔ چنانچہ بغیر غسل دیئے اور بغیر نماز جنازہ ادا کئے شہداء کو دفنا دیا گیا۔ اور عموماً ایک ایک کپڑے میں دو دو صحابیوں کو اکٹھا کفنا

کر ایک ہی قبر میں اکٹھا دفن کر دیا گیا۔ جس صحابی کو قرآن شریف زیادہ آتا تھا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت لحد میں اتارتے ہوئے مقدم رکھا جاتا۔" اور پھر لکھتے ہیں کہ "گو اس وقت نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر شہداءِ احد پر جنازہ کی نماز ادا کی۔" یہ آپؓ نے مختلف تاریخوں سے استنباط کیا ہے۔ یا نماز پڑھی گئی یا دعا کی گئی بھی ہو سکتا ہے لیکن بہر حال بڑے درد سے ان کے لیے نمازِ جنازہ ادا کی" اور بڑے دردِ دل سے ان کے لیے دعا فرمائی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 501-502)

ہو سکتا ہے کہ دعا کی ہو۔ جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ہر ایک کی قبر پہ جا کے دعا کی ہو اور بڑے درد سے ان کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے لیے غزوۂ احد کے چھ ماہ بعد قبر بنائی اور انہیں اس میں دفن کیا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں دیکھا سوائے ان کی داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابہ جلد3صفحه 344 عبد الله بن عمرو، دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

ایک دوسری جگہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقعے پر ایک قبر میں دو لوگوں کو دفن کیا گیا اور میرے والد کے ساتھ بھی ایک صحابی کو دفن کیا گیا۔ چھ ماہ گزر گئے پھر میرے دل نے چاہا کہ میں انہیں الگ قبر میں اکیلا دفن کروں۔ چنانچہ میں نے انہیں قبر سے نکالا تو میں نے دیکھا کہ زمین نے ان کے جسم میں کچھ بھی تغیر نہیں کیا تھا سوائے ان کے کان کے گوشت میں سے تھوڑا سا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحه425، عبد الله بن عمرو، دارالکتب العلمیة بیروت، 1990ء)

غزوۂ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں نہر جاری کی جس کا پانی غزوۂ احد کے شہداء کی قبروں میں داخل ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ اور حضرت عمرو بن جَمُوحؓ کی قبر میں بھی پانی داخل ہو گیا۔ جب ان کی قبر کھودی گئی تو ان پر دو چادریں پڑی ہوئی تھیں اور یہ روایت بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ان کے چہرے پر زخم تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا اور پھر آگے جو روایت ہے وہ بہر حال محلِ نظر ہے۔ بیان تو مَیں کر رہا ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ اس پہ تسلی بھی ہو۔ یہ کیونکہ بعض تاریخی کتابوں میں لکھا ہے اور پڑھنے والے بعض پڑھتے بھی ہیں اس لیے یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ بھی کیا گیا ہو۔ بہر حال وہ کہتے ہیں زخم سے جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون جاری ہو گیا) جو ناممکن ہے)۔ ان کا ہاتھ واپس زخم پر رکھ دیا گیا تو پھر خون رک گیا۔ اس قسم کی روایتیں بھی بعض بیچ میں آجاتی ہیں جو محلِ نظر ہوتی ہیں۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے قبر میں اپنے والد کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گویا وہ سو رہے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جزو 3 صفحه 424، عبد الله بن عمرو، دارالکتب العلمیة بیروت، 1990ء)

(کتاب المغازی جلد 1 صفحه 267 مطبوعه عالم الکتب بیروت 1984ء)

حالانکہ چھ مہینے کے بعد جب انہوں نے نکالا تھا اس وقت بھی وہ کہتے ہیں گوشت پر کچھ اثر تھا تو چھیالیس

سال بعد تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ اثر ہوا ہو اور ہڈیاں نہ رہ گئی ہوں اور یہ قانونِ قدرت ہے۔ اس طرح نہیں ہو سکتا کہ جسم میں کوئی تغیر نہیں تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے تو آپؐ نے فرمایا اے جابر! کیا بات ہے مَیں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں؟ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور وہ قرض اور اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس سے اللہ نے تمہارے والد سے ملاقات کی ہے؟ میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے، جس سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کیا لیکن اللہ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور پھر ان سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا اور فرمایا اے میرے بندے! مجھ سے مانگ کہ میں تجھے دوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کر دے تا کہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقعے پر حضرت عبداللہ نے عرض کی کہ اے میرے رب! مَیں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ میری تمنا ہے کہ تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ مَیں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر تیری راہ میں لڑوں اور تیری راہ میں دوبارہ مارا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو ایک بار مر جائیں وہ دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اللہ سے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے پیچھے رہنے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ۔

(آل عمران:170)

یعنی جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم انہیں ہر گز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ انہیں ان کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب تفسیر سورہ آل عمران حدیث نمبر **3010**)

(دلائل النبوۃ جز3 صفحہ **298**، اجاد الحرب و ما ظہر من الآثار فی حال الشہداء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، **2002**ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جز3 صفحہ **955-956**، عبد اللہ بن عمرو، دار الجیل بیروت **1992**ء)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ضمن میں پہلے بھی یہ آیت مَیں بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مکالمہ والے واقعے کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی ایک تقریر میں جو خلافت سے پہلے تھی اس طرح بیان کی ہے کہ

"اس واقعہ میں طرح طرح کا حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جس کروٹ سے اسے دیکھیں یہ ایک نئی رعنائی دکھاتا ہے۔ منجملہ اَور امور کے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مسلسل آنحضورؐ کا رابطہ اپنے رب سے قائم تھا۔ بندوں پر بھی نظر شفقت فرما رہے تھے اور رب سے بھی دل ملا رکھا تھا۔ ایک پہلو اپنے صحابہ پر جھکا ہوا تھا تو دوسرا پہلو رفیقِ اعلیٰ سے پیہم وابستہ اور پیوستہ تھا۔ وہ وجود جو امن کی حالت میں

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (النجم:9)

کے افقِ اعلیٰ پر فائز رہا، جنگ کی حالت میں بھی ایک لمحہ اس سے الگ نہ ہوا۔ ایک نگاہ میدان حرب کی نگران تھی تو دوسری جمالِ یار کے نظارے میں مصروف تھی۔ ایک کان رحمت سے صحابہ کی طرف جھکا ہوا تھا تو دوسرا ملاءِ اعلیٰ سے اپنے رب کا شیریں کلام سننے میں مصروف۔ دست باکار تھا تو دل بایار۔ آپؐ صحابہ کی دلداری فرماتے تھے تو خدا آپؐ کی دلداری فرمارہا تھا۔ عبداللہ بن عمروؓ کی قلبی کیفیت کی خبر دے کر دراصل اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ اے سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والے! دیکھ! تیرا بھی کیسا عشق ہم نے اپنے عارف بندوں کے دل میں بھر دیا ہے کہ عالم گزراں سے گزر جانے کے بعد بھی تیرا خیال انہیں ستاتا ہے اور تجھے میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کے چلے جانے پر کس درجہ کبیدہ خاطر ہیں۔ تیرے مقابل پر انہیں جنت کی بھی حرص نہیں رہی۔ ان کی جنت تو بس یہی ہے کہ تیز تلواروں سے بار بار کاٹے جائیں مگر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں۔" (خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 349-350)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ جب فوت ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔ آپؐ ان کے قرض خواہوں کو سمجھائیں کہ وہ ان کے قرض میں سے کچھ کمی کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے کمی نہ کی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی کھجوروں کی ہر ایک قسم کو الگ الگ کرو۔ عجوہ کھجور کی قسم کو علیحدہ رکھنا اور عِذْق بن زَید کھجور کی قسم کو علیحدہ۔ پھر مجھے پیغام بھیجنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کھجوروں کے ڈھیر پر یا ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کو ماپ کر دو۔ چنانچہ میں نے ان کو ماپ کر دیا یہاں تک کہ جو اُن کا حق تھا میں نے ان کو پورا دے دیا۔ پھر بھی میری کھجوریں بچ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب الکیل علی البایع و المعطی حدیث نمبر 2127)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے پسماندگان میں اپنے بیٹے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے علاوہ چھ بیٹیاں چھوڑ کے گئے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے پسماندگان میں سات یا نو بیٹیاں چھوڑی تھیں۔

(سنن نسائی کتاب الوصایا باب الوصیة بالثلث حدیث نمبر 3666)

(بخاری کتاب النفقات باب عون المرأة زوجها فی ولده حدیث نمبر 5367)

اب اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام ہے حضرت ابو دُجَانہ۔ ابو دُجَانہ حضرت سِمَاك بن خَرَشَہ۔ حضرت ابو دُجانہؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ سے ہے۔ حضرت ابو دُجانہ کے والد کا نام خَرَشَہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اوس تھا اور ان کے دادا کا نام خرشہ تھا۔ حضرت ابو دُجَانہ کی والدہ کا نام حَزْمَہ بنت حَرْمَلہ تھا۔ آپؓ اپنے نام کی نسبت اپنی کنیت ابو دُجَانہ سے زیادہ مشہور تھے۔ حضرت ابو دُجَانہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام خالد تھا اور اس کی والدہ کا نام آمنہ بنت عمرو تھا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 317 سِمَاكُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 419 اَبُوْ دُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عتبہ بن غزوانؓ مکے سے ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت ابودُجَانہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 420 اَبُوْ دُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابودُجَانہ غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 317 سِمَاکْ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

حضرت ابودُجَانہؓ کا شمار انصار کے کبار صحابہ میں ہوتا تھا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 212 سِمَاکْ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء)

جب جنگ ہوتی تو حضرت ابودُجانہ بہت شجاعت کا اظہار کرتے اور وہ کمال کے گھوڑ سوار تھے۔ ان کے پاس سرخ رنگ کا ایک رومال تھا جسے وہ صرف جنگ کے وقت سر پر باندھتے تھے۔ جب وہ سرخ رومال سر پر باندھتے تو لوگوں کو علم ہو جاتا کہ اب وہ لڑائی کے لیے تیار ہیں۔ حضرت ابودُجانہ کا شمار دلیر اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 96 اَبُوْ دُجَانَہ سِمَاکْ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

محمد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابودُجانہ جنگوں میں اپنے سرخ عمامے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور غزوۂ بدر میں بھی یہ ان کے سر پر تھا اور محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابودُجانہ غزوۂ احد میں بھی اسی طرح شامل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور موت پر آپؐ سے بیعت کی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 420 اَبُوْ دُجَانَہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

غزوۂ احد کے دن حضرت ابودُجانہؓ اور حضرت مصعب بن عُمیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا۔ حضرت ابودُجانہ شدید زخمی ہو گئے تھے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ اس دن شہید ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 4 صفحہ 209 اَبُوْ دُجَانَہ انصاری مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2010ء)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار پکڑی اور فرمایا۔

مَنْ يَاْخُذُ مِنِّیْ هٰذَا؟

اسے مجھ سے کون لے گا؟ سب نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور ان میں سے ہر ایک نے کہا۔ مَیں۔ مَیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا:

فَمَنْ يَاْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ۔

کون اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت انسؓ کہتے ہیں اس پر لوگ رک گئے تو حضرت سِمَاکْ بن خَرَشہ ابودُجَانہؓ نے کہا کہ مَیں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے تلوار لی اور مشرکوں کے سر پھاڑ دیے۔ یہ مسلم کی حدیث ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی دُجَانہ سِمَاکْ بِنْ خَرَشَہ حدیث: 6353)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابودُجانہؓ نے پوچھا اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر کے مقابل پر نہ بھاگنا یعنی ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ اس پر حضرت ابودُجانہؓ نے عرض کیا میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودُجانہؓ کو تلوار دی تو انہوں نے اس سے مشرکین کے سر پھاڑ دیے۔ انہوں نے اس موقعے پر یہ اشعار پڑھے:

أَنَا الَّذِیْ عَاهَدَنِیْ خَلِیْلِیْ
وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَی النَّخِیْلِ
اَنْ لَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِی الْكَیُّوْلِ
أَضْرِبْ بِسَیْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

مَیں وہ ہوں جس سے میرے دوست نے وعدہ لیا ہے جبکہ ہم سَفح مقام پر کھجور کے درختوں کے پاس تھے اور وہ وعدہ یہ ہے کہ میں لشکر کی پچھلی صفوں میں نہ کھڑا ہوں اور اللہ اور رسولؐ کی تلوار سے دشمنوں سے لڑائی کروں۔ حضرت ابودُجانہؓ تفاخرانہ چال چلتے ہوئے لشکر کی صفوں کے درمیان چلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذِهٖ مِشْیَةٌ یُبْغِضُهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا فِیْ هٰذَا الْمُقَامِ۔

کہ یہ ایسی چال ہے جو اللہ عزوجل کو ناپسند ہے سوائے اس مقام کے یعنی جنگ کے موقعے پر۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 100 اَبُوْ دُجَانَہ الانصاری دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 317 سِمَاکْ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

حضرت زبیر بن عوامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار پیش کی اور فرمایا:

مَنْ یَّاْخُذُ هٰذَا السَّیْفَ بِحَقِّهٖ

کہ کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں میں کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اعراض فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ مَیں۔ آپؐ نے پھر مجھ سے اعراض فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت ابودُجانہ سِماک بن خَرَشہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں اور اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر سے نہ بھاگنا، ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ابودُجانہ کو عطا فرمائی اور ابودُجانہ کی یہ عادت تھی کہ جب جنگ کا ارادہ کرتے تو سرخ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا آج میں دیکھوں گا کہ یہ کس طرح اس تلوار کا حق ادا کرتا ہے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ ابودُجانہ کے سامنے جو بھی آیا وہ اس کو ہلاک کرتے اور کاٹتے ہوئے آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ وہ لشکر سے گزر کر ان کی عورتوں کے سروں پر جا پہنچے جو پہاڑ کے دامن میں دَف بجا رہی تھیں اور ان میں

سے ایک عورت یہ کہہ رہی تھی۔ یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم طارق صبح کے ستارے کی بیٹیاں ہیں جو بادلوں پر چلتی ہیں۔ اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم معانقہ کریں گی اور بیٹھنے کے لیے تکیے لگائیں گی اور اگر تم پیٹھ پھیر گئے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی۔ یہ ایسی جدائی ہوگی کہ پھر تم میں اور ہم میں محبت کا کوئی تعلق باقی نہ رہے گا۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابودُجانہ نے ایک عورت پر تلوار چلانے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پھر روک لیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو مَیں نے ان سے کہا مَیں نے تمہاری ساری لڑائی دیکھی ہے۔ تم نے ایک عورت پر ہاتھ اٹھایا اور پھر نیچے کر لیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی تکریم کی کہ اس کے ذریعے کسی عورت کو قتل کروں۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ مَیں کسی عورت کے قتل کے لیے رسول کریم ﷺ کی تلوار استعمال کروں اس لیے مَیں رک گیا۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ یہ عورت ہند زوجہ ابوسفیان تھی جو دیگر عورتوں کے ساتھ مل کر گانے گا رہی تھی۔ جب اس پر حضرت ابودُجانہ نے اپنی تلوار بلند کی تو اس نے مدد کے لیے بلند آواز سے کہا اے صخر! لیکن کوئی مدد کو نہ آیا۔ حضرت ابودُجانہؓ نے اپنی تلوار نیچے کر لی اور واپس چلے گئے۔ حضرت زبیرؓ کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ میں نے ناپسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے کسی عورت کو ماروں جس کا کوئی مددگار نہیں تھا۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحه 440، 441 كتاب معرفة الصحابه ذكر مناقب ابی دُجَانه روايت نمبر 5088 مطبوعه دارالفكر بيروت 2002ء)(شرح علامه زرقانی علی المواهب اللدنيه جلد 2 صفحه 406،407 كتاب المغازی باب غزوة احددارالكتب العلمية بيروت 1996ء)

حضرت ابودُجانہؓ کے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اسے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ مبارزت میں جب کفار قریش کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو کفار نے یہ نظارہ دیکھا تو غضب میں آکر عام دھاوا بول دیا۔ مسلمان بھی تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہوگئیں۔ غالباً اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کون ہے جو اسے لے کر اس کا حق ادا کرے؟ بہت سے صحابہ نے اس فخر کی خواہش میں اپنے ہاتھ پھیلائے۔ جن میں حضرت عمرؓ اور زبیر بلکہ بعض روایات کی رو سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور یہی فرماتے رہے کہ کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ آخر ابودُجانہ انصاری نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے عنایت فرمائیے۔ آپؐ نے یہ تلوار انہیں دے دی اور ابودُجانہ اسے ہاتھ میں لے کر تبختر کی چال سے یعنی بڑے فخر سے اور اکڑتے ہوئے کفار کی طرف آگے بڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا خدا کو یہ چال ناپسند ہے مگر ایسے موقع پر ناپسند نہیں۔ زبیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لینے کے سب سے زیادہ خواہش مند تھے اور قرب رشتہ کی وجہ سے اپنا حق بھی زیادہ سمجھتے تھے، دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تلوار نہیں دی اور ابودُجانہ کو دے دی اور اپنی اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے انہوں نے دل میں عہد کیا کہ میں اس میدان میں ابودُجانہ کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ اس تلوار کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ابودُجانہ نے اپنے سر

پر ایک سرخ کپڑا باندھا اور اس تلوار کو لے کر حمد کے گیت گنگناتا ہوا مشرکین کی صفوں میں گھس گیا اور میں نے دیکھا کہ جدھر جاتا تھا گویا موت بکھیر تا جاتا تھا اور میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا جو اس کے سامنے آیا ہو اور پھر وہ بچا ہو۔ حتی کہ وہ لشکرِ قریش میں سے اپنا راستہ کاٹتا ہوا لشکر کے دوسرے کنارے نکل گیا جہاں قریش کی عورتیں کھڑی تھیں۔ ہند زوجہ ابوسفیان جو بڑے زور شور سے اپنے مردوں کو جوش دلا رہی تھی اس کے سامنے آئی اور ابو دُجَانہ نے اپنی تلوار اس کے اوپر اٹھائی جس پر ہند نے بڑے زور سے چیخ ماری اور اپنے مردوں کو امداد کے لیے بلایا مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہ آیا۔ زبیر کہتے ہیں کہ لیکن مَیں نے دیکھا کہ ابو دُجَانہ نے خود بخود ہی اپنی تلوار نیچی کر لی اور وہاں سے ہٹ آیا۔ زبیر روایت کرتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے ابو دُجَانہ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ پہلے تم نے تلوار اٹھائی پھر نیچے کر لی۔ اس نے کہا کہ میرا دل اس بات پر تیار نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ایک عورت پر چلاؤں اور عورت بھی وہ جس کے ساتھ اس وقت کوئی مرد محافظ نہیں۔ زبیر کہتے ہیں میں نے اس وقت سمجھا کہ واقعی جو حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا ابو دُجَانہ نے ادا کیا ہے وہ شاید مَیں نہ کر سکتا اور میرے دل کی خلش دور ہو گئی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 489، 490)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ احد کی جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار پیش کی اور فرمایا یہ تلوار مَیں اس شخص کو دوں گا جو اس کا حق ادا کرنے کا وعدہ کرے۔ بہت سے لوگ اس تلوار کو لینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے ابو دُجَانہ انصاری کو وہ تلوار دی۔ لڑائی میں ایک جگہ مکہ والوں کے کچھ سپاہی ابو دُجَانہ پر حملہ آور ہوئے۔ جب آپ ان سے لڑ رہے تھے تب آپ نے دیکھا کہ ایک سپاہی سب سے زیادہ جوش کے ساتھ لڑائی میں حصہ لے رہا ہے۔ آپؓ نے تلوار اٹھائی اور اس کی طرف لپکے لیکن پھر اس کو چھوڑ کر واپس آ گئے یعنی حضرت دُجَانہ نے تلوار اٹھائی، اس کی طرف لپکے لیکن پھر چھوڑ کے واپس آ گئے۔ آپ کے کسی دوست نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس کے پاس گیا تو اس کے منہ سے ایک ایسا فقرہ نکلا جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے۔ ان کے ساتھی نے کہا۔ بہر حال وہ سپاہیوں کی طرح فوج میں لڑ رہی تھی پھر آپ نے اسے چھوڑا کیوں؟ ابو دُجَانہ نے کہا میرے دل نے برداشت نہ کیا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تلوار کو ایک کمزور عورت پر چلاؤں۔ حضرت مصلح موعودؓ پھر فرماتے ہیں کہ غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ادب اور احترام کی ہمیشہ تعلیم دیتے تھے جس کی وجہ سے کفار کی عورتیں زیادہ دلیری سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی تھیں مگر پھر بھی مسلمان ان باتوں کو برداشت کرتے چلے جاتے تھے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 421، 422)

ابو دُجَانہ کے متعلق مشہور مستشرق سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ جنگ کی ابتدا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار لی اور فرمایا کون یہ تلوار اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ عمر، زبیر اور بہت سے صحابہ نے لینے کی خواہش کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔ آخر میں ابو دُجَانہ نے عرض کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دے دی اور انہوں نے اس کے ساتھ کافروں کے سر تن سے جدا کرنے شروع کر دیے۔

(LIFE OF MAHOMET by Sir William Muir, pg: 269 Smith Elder& co, Waterloo place

London 1878)

پھر وہ لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں کے خطرناک حملوں کے سامنے مکی لشکر کے پاؤں اکھڑنے لگ گئے۔ قریش کے رسالے نے کئی دفعہ یہ کوشش کی کہ اسلامی فوج کے بائیں طرف عقب سے ہو کر حملہ کریں مگر ہر دفعہ ان کو ان پچاس تیر اندازوں کے تیر کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں خاص طور پر متعین کیے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے احد کے میدان میں بھی وہی شجاعت و مردانگی اور موت و خطر سے وہی بے پروائی دکھائی گئی جو بدر کے موقعہ پر انہوں نے دکھائی تھی۔ مکہ کے لشکر کی صفیں پھٹ پھٹ جاتی تھیں جب اپنی خَود کے ساتھ سرخ رومال باندھے ابودُجانہ ان پر حملہ کرتا تھا اور اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی تھی چاروں طرف گویا موت بکھیرتا جاتا تھا۔ حمزہؓ اپنے سر پر شتر مرغ کے پروں کی کلغی لہراتا ہوا ہر جگہ نمایاں نظر آتا تھا۔ علیؓ اپنے لمبے اور سفید پھریرے کے ساتھ اور زبیرؓ اپنی شوخ رنگ کی چمکتی ہوئی زرد پگڑی کے ساتھ بہادرانِ اِلیَڈ کی طرح جہاں بھی جاتے تھے دشمن کے واسطے موت و پریشانی کا پیغام اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ یہ وہ نظارے ہیں جہاں بعد کی اسلامی فتوحات کے ہیرو تربیت پذیر ہوئے۔" (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 490)

یہ سارا بیان جو پہلے میں نے پڑھا ہے یہ سیرت خاتم النبیینؐ میں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد سے لوٹے تو اپنی بیٹی فاطمہ کو اپنی تلوار دی اور فرمایا اے بیٹی! اس سے خون کو دھو دو۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنی تلوار ان کو دی اور کہا اس سے بھی خون دھو دو۔ اللہ کی قسم! آج اس نے میرا خوب ساتھ دیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے تو یقیناً سَہْل بن حُنَیف اور ابودُجَانہ نے بھی لڑنے کا حق ادا کیا ہے۔ ایک روایت میں سَہْل بن حُنیف کی بجائے حارث بن صِمَّہ کا نام بھی آتا ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ جلد 2 صفحہ 317 سِمَاكْ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 420 اَبُوْ دُجَانَہ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابودُجانہؓ کے پاس لوگ آئے جبکہ آپؓ بیمار تھے لیکن آپؓ کا چہرہ بہت چمک رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ آپؓ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے؟ تو حضرت ابودُجانہؓ نے کہا میرے اعمال میں سے میرے دو کام ایسے ہیں جو میرے نزدیک بہت زیادہ وزنی اور پختہ ہیں۔ پہلا یہ کہ میں کبھی ایسی بات نہیں کرتا جس کا مجھ سے تعلق نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ میرا دل مسلمانوں کے لیے ہمیشہ صاف رہتا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 420 اَبُوْ دُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابودُجانہؓ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے مدینہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی سرکوبی کے لیے 12ر ہجری میں لشکر روانہ کیا۔ حضرت ابودُجَانہؓ بھی اس لشکر کا حصہ تھے۔ حضرت ابودُجانہؓ نے جنگ یمامہ میں سخت لڑائی کی اور شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ بنو حَنِیْفَہ (قدیم عرب قبیلہ جس کے ایک بڑے حصے نے مسیلمہ کذاب کے زیر قیادت مدینہ کے خلاف بغاوت کی تھی) کا یمامہ میں باغ تھا جس میں محصور ہو کر وہ لڑ رہے تھے اور

مسلمانوں کو اندر جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ حضرت ابودُجانہ نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے باغ کے اندر پھینک دو۔ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کے دوسری طرف گرنے سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی لیکن پھر بھی وہ باغ کے دروازے پر لڑتے رہے اور مشرکین کو وہاں سے ہٹا دیا اور مسلمان اندر داخل ہو گئے۔ حضرت ابودُجانہ، مسیلمہ کذاب کے قتل میں عبداللہ بن زید اور وحشی بن حرب کے ساتھ شامل تھے اور یمامہ کے دن آپ نے شہادت پائی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 318 سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد4 صفحہ209 أَبُوْ دُجَانَہ الانصاری مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2010ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 420 اَبُوْ دُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8 صفحہ 695 شعبہ اردو لاہور)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابودُجانہؓ نے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے وفات پائی تھی لیکن یہ روایت کمزور ہے۔ پہلی روایت زیادہ صحیح اور بکثرت مذکور ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 318 سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

مَیں پہلے بھی یہ بیان کر چکا ہوں۔ یہاں پہ کچھ حصہ بیان کر دیتا ہوں جس کا حضرت ابودُجانہؓ سے تعلق ہے۔ ابودُجانہ انصاری تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو بھی یہ اعزاز حاصل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے اور انتہائی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اسی طرح احد کی جنگ میں بھی انہیں شمولیت کی توفیق ملی اور جنگ کا رخ پلٹنے کے بعد یعنی جب مسلمان پہلے جیت رہے تھے پھر رخ پلٹا اور ایک جگہ چھوڑنے کی وجہ سے کافروں نے دوبارہ حملہ کیا اور جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے خلاف ہو گیا تو جو صحابہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہ گئے تھے ان میں حضرت ابودُجانہ بھی شامل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں یہ انتہائی زخمی بھی ہوئے لیکن ان زخموں کے باوجود یہ پیچھے نہیں ہٹے۔ ایک دفعہ بیماری میں اپنے ساتھی کو کہنے لگے کہ شاید میرے دو عمل اللہ تعالیٰ قبول کر لے ایک یہ کہ میں کوئی لغو بات نہیں کرتا۔ غیبت نہیں کرتا۔ لوگوں کے پیچھے ان کی باتیں نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ کسی مسلمان کے لیے میرے دل میں کینہ اور بغض نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 16 مارچ 2018ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06 تا 12 اپریل 2018ء جلد 25 شمارہ 14 صفحہ 5)

ان کا ذکر یہاں ختم ہوا۔

اب بعض مرحومین کا میں ذکر کروں گا اور ان کا نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا جن میں سے ایک شہید بھی ہیں جن کو گذشتہ دنوں شہید کیا گیا۔ مکرم محبوب خان صاحب ابن سید جلال صاحب ضلع پشاور۔ محبوب خان صاحب کو مخالفین احمدیت نے 8 نومبر 2020ء کو صبح آٹھ بجے شیخ محمدی گاؤں پشاور میں فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

تفصیلات کے مطابق محبوب خان صاحب چھ نومبر کو خوشحال ٹاؤن پشاور سے اپنی نواسی جو اپنی فیملی کے ہمراہ ملحقہ قصبہ شیخ محمدی میں رہتی ہے ان سے ملنے گئے۔ آٹھ نومبر کو واپسی کے لیے گھر سے نکلے۔ بس سٹاپ کے

قریب پہنچے تھے کہ نامعلوم افراد نے تعاقب کر کے ان پر فائرنگ کر دی۔ ایک فائر سر میں پشت سے لگا اور گولی سامنے سے نکل گئی جس سے موقعے پر ہی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

وقوعے کے بعد قاتل فرار ہو گیا۔ شہید مرحوم کی عمر تقریباً 80 سال تھی۔ شہید مرحوم پبلک ہیلتھ انجنیئرنگ ڈیپارٹمنٹ سے 2002ء میں بحیثیت آفس سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ ہونے کے بعد پنشنر کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ شہید مرحوم کے والد سید جلال صاحب نے 1930ء کی دہائی میں بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔

مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ تہجد کے پابند تھے۔ شرافت، ہمدردی اور مہمان نوازی کے علاوہ سخاوت میں نمایاں تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ پیغامِ حق پہنچانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ جب کبھی ان سے احتیاط کی درخواست کی جاتی تو ان کا ایک ہی موقف ہوتا کہ اب تو ویسے بھی خدا کے حضور حاضر ہونے کا وقت ہے اگر شہادت مل گئی تو میرے لیے سعادت ہو گی۔ بہرحال ان کی یہ شہادت کی بھی خواہش پوری ہو گئی۔ محبوب خان صاحب شہید کی اہلیہ معراج بیگم صاحبہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے والد محمد سعید صاحب اور چچا بشیر احمد صاحب 1966ء میں شہید ہوئے تھے اور اب یہ سعادت آپ کے خاوند کو حاصل ہوئی۔ اس طرح آپ ایک شہید کی بیٹی، شہید کی بھتیجی اور ایک شہید کی اہلیہ ہیں۔

پسماندگان میں ان کی اہلیہ معراج بیگم صاحبہ ہیں۔ اس کے علاوہ دو بیٹے ہیں منور صاحب اور فضل احمد صاحب۔ دو بیٹیاں ہیں ذکیہ بیگم صاحبہ اور وحیدہ بیگم۔ دو پوتے، ایک پوتی، چھ نواسے اور چار نواسیاں شامل ہیں اور آپ کے چھوٹے بیٹے نے مائیکرو بائیالوجی میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ وہ آسٹریلیا میں ہوتے ہیں۔ دوسرے جرمنی میں ہوتے ہیں۔ فضل احمد صاحب وہ بھی پڑھے لکھے ہیں۔ ایم اے انگلش ہیں۔

ان کے بیٹے منور خان صاحب کہتے ہیں کہ محبوب خان صاحب اپنے علاقے میں امن و امان کے قیام کے لیے سرگرداں رہتے تھے۔ بعض اوقات جھگڑے کی صورت میں دو گروہوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اپنے پاس سے خون بہا بھی دے دیا کرتے تھے۔ آپ غرباء اور نادار لوگوں کی مدد کے لیے ہر دم تیار رہا کرتے تھے۔ لوگ اپنی ضروریات کے لیے بلا جھجک آپ سے رجوع کرتے اور آپ ان کی مدد کے لیے ہمیشہ اپنے پاس کچھ نہ کچھ نقدی اور اناج رکھا کرتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج، خاموش طبع انسان تھے۔ نہایت صبر کرنے والے اور دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنے والے تھے اور ہر دم ان کی مدد کے لیے تیار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرماتا رہے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ کا ہے، پاکستان میں تھے۔ یکم نومبر 2020ء کو شام سوا چھ بجے کے قریب یہ اپنے بیٹے احتشام عبداللہ کے ہمراہ احمد نگر سے آ رہے تھے کہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں احمد نگر سے آتے ہوئے ان کی وفات ہوئی ہے۔ خطرناک ایکسیڈنٹ تھا دونوں باپ بیٹے کی موقعے پر وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے فخر صاحب موصی تھے۔ فخر صاحب کے والد سیف الرحمٰن صاحب نے خود

بیعت کی۔ ان کے خاندان میں پہلے کوئی احمدی نہیں تھا۔ 1968ء میں انہوں نے بیعت کی تھی اور اپنے خاندان کے پہلے احمدی بنے۔ 1996ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان میں مختلف مقامات پر فخر صاحب کو خدمت کی توفیق ملی پھر انہیں آئیوری کوسٹ مغربی افریقہ بھجوایا گیا اور پھر گذشتہ آٹھ سال سے یہ بطور مربی احمد نگر میں سلسلے کی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ ان کی شادی طاہرہ فخر صاحبہ سے ہوئی جو علی اصغر صاحب کی بیٹی ہیں۔ اس شادی سے ان کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا احتشام عبد اللہ تھا جو اپنے والد کے ساتھ ہی ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گیا اور اب پیچھے ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ اور چار بیٹیاں ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی والدہ ہیں اور بہن بھائی ہیں۔ ان کی بیٹیاں وجیہہ السبوح، عزیزہ خافیہ فخر، ثمرین فخر اور مہرین فخر ہیں۔

فخر صاحب کی اہلیہ طاہرہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ہماری شادی جب ہوئی تو مربی صاحب کی خوشاب کے ایک گاؤں میں پوسٹنگ تھی۔ یہ وہاں متعین تھے۔ اور جب میں وہاں سینٹر میں گئی تو انہوں نے مجھے مربی کی بیوی کے جو فرائض ہوتے ہیں ان کے بارے میں بتایا اور سمجھایا کہ اب تم میرے ساتھ وقف ہو۔ تمہیں بھی جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔ اس طرح تربیت کی۔ اس کے بعد ان کی ٹرانسفر بدین ہو گئی۔ مربی صاحب تو پہلے چلے گئے۔ یہ کچھ عرصے کے بعد گئی ہیں تو کہتی ہیں جس دن میں وہاں پہنچی میں نے پہلے اطلاع بھی دی ہوئی تھی لیکن وہاں گئی تو مربی صاحب وہاں سینٹر میں، گھر میں نہیں تھے۔ میں مسجد میں باہر دھوپ میں بیٹھی رہی۔ پتہ لگا کہ کسی معلم کی اہلیہ بیمار ہیں اور اس کو خون دینے کی ضرورت ہے تو مربی صاحب خون دینے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو واپسی پہ پوچھا کہ سارا دن میں دھوپ میں بیٹھی رہی آپ کو پتہ تھا کہ میں اتنا لمبا سفر کر کے آ رہی ہوں تو انہوں نے کہا کہ وہ کام بھی بڑا ضروری تھا اور مجھے سمجھایا کہ اس طرح قربانی کرنی چاہیے۔

آئیوری کوسٹ جب یہ گئے ہیں تو وہاں بھی خدمت دین کے کاموں کے ساتھ خدمت خلق کے بہت کام کرتے رہے اور ہمیشہ بیوی بچوں پر دین کو مقدم رکھا۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ میری طبیعت ایک دفعہ خراب ہو گئی۔ بیٹی کی پیدائش ہونے والی تھی۔ مربی صاحب میڈیکل کیمپ کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے حالت تشویشناک بتائی لیکن مربی صاحب مجھے چھوڑ کے چلے گئے اور صرف اتنا کہا کہ اللہ فضل کرے گا۔ تم واقف زندگی کی بیوی ہو۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ غرضیکہ مربی صاحب نے ہر معاملے میں دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ مہمان نوازی، خدمتِ خلق، خدمتِ دین کرنے والے تھے۔ اپنے پرائے سب سے پیار کرنے والے تھے۔ بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا۔ کوئی مسئلہ ہو خواہ گھریلو ہو یا خاندانی ہو، جماعتی ہو یا غیر از جماعت احباب کا ہو بڑی خوش اسلوبی سے سمجھاتے تھے۔ بچوں کو بھی یہ سمجھاتے تھے کہ تم واقف زندگی کے بچے ہو اور ایک مربی کی اولاد ہو اس لیے ہمیشہ دین کو دنیا پر ترجیح دینی ہے اور اپنا اچھا نمونہ پیش کرنا ہے۔

باسط صاحب آئیوری کوسٹ میں مربی ہیں کہتے ہیں کہ فخر صاحب بطور مبلغ آئیوری کوسٹ تشریف لائے۔ بہت ملنسار، ہنس مکھ، اچھی طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت کی خاص بات ان کی دل موہ لینے والی گفتگو تھی۔ جس سے ملتے اسے اپنا گرویدہ کر لیتے۔ پانچ سال تک اومے ریجن میں بطور مبلغ خدمت کی اور حسنِ اخلاق اور

ہمدردی کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا آپ سے بہت تعلق رکھتا تھا اور ہمیشہ ذکر کرتا ہے۔ جلسہ سالانہ پر جانے کے لیے بعض غرباء کو کرایہ کی ادائیگی بھی خفیہ طور پر کر دیتے تھے۔ اور کہتے ہیں ان کے عرصۂ قیام کے دوران ان کی ریجن ہمیشہ حاضری میں اول رہی ہے۔ وہاں کے ایک لوکل معلم سمارو ہارون صاحب ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ اڑھائی سال میں نے ان کے ساتھ کام کیا۔ بھائیوں کی طرح میرا خیال رکھا۔ جو بات خاص طور پر میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ انتہائی محنتی اور پرجوش مبلغ تھے۔ ہر کام بڑی ذمہ داری اور لگن سے کرتے تھے۔ جلد کام مکمل کرنے کی ایک دھن سوار ہوتی تھی چاہے وہ تبلیغ کا کام ہو، چندے کی وصولی کا ہو، جلسہ سالانہ کی تیاری کا ہو۔ تبلیغ کا یہ حال تھا کہ چاہتے تھے کہ ہر گاؤں میں جماعت کا پیغام جلد سے جلد پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی بیٹیوں اور بیوی کا بھی حافظ و ناصر ہو اور ہر پریشانی اور مشکل سے آئندہ ان کو بچائے۔

تیسرا جنازہ مربی فخر احمد فرخ صاحب کے بیٹے احتشام احمد عبداللہ کا ہے۔ یہ بھی جیسا کہ میں نے بتایا اپنے والد کے ساتھ ہی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھے اور یہ آجکل فرسٹ ایئر میں پڑھ رہے تھے اور موصی تو نہیں تھے لیکن وصیت فارم فل (Fill) کیا تھا جمع نہیں کرایا تھا۔ بہرحال اگر فارم فل تھا تو کارپرداز اس پہ کارروائی کر سکتی ہے۔ ان کی والدہ کہتی ہیں میرا بیٹا بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔ نیک، صالح اور تابعدار تھا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ نمازوں کا پابند تھا۔ زعیم صاحب خدام الاحمدیہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا اور ڈیوٹی وغیرہ بڑی خوش اسلوبی سے دیتا تھا اور جس دن اس نے وفات پائی اس دن بھی اس نے مسجد میں ڈیوٹی دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اور اگلا جنازہ مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ابن میاں عبداللطیف صاحب ربوہ کا ہے جو سٹیٹ بینک آف پاکستان کے ریٹائرڈ اکنامک ایڈوائزر تھے۔ 14/ستمبر کو 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی محمد علی صاحب کے پوتے تھے۔ قادیان کے تعلیم الاسلام کالج کے پہلے بیچ میں شامل تھے۔ پارٹیشن کے بعد جب کالج لاہور منتقل ہوا تو تعلیم الاسلام کالج کے طالبعلم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اس وقت وہ پوری یونیورسٹی میں تعلیم الاسلام کالج کے واحد طالبعلم تھے۔ بعد میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے سکالرشپ پر جارج واشنگٹن یونیورسٹی میں اکنامکس میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے امریکہ چلے گئے اور وہاں مسجد فضل میں رہائش رکھی اور فارغ ہو کر تبلیغی سرگرمیوں میں وہاں مصروف رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو پاکستان سے بے حد پیار تھا۔ انہوں نے اپنے کیریئر میں عالمی بینک جیسے بین الاقوامی اداروں کے ساتھ مستقل طور پر کام کرنے کے باوجود ہمیشہ پاکستان میں ہی رہ کر کام کا انتخاب کیا۔ لمبا عرصہ سٹیٹ بینک آف پاکستان میں کام کیا اور مشیر کی حیثیت سے، ایڈوائزر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اپنے دور میں انہوں نے IMF اور ایشین ڈویلپمنٹ بینک جیسے اداروں کے ساتھ بہت ساری ملکی اور غیر ملکی اسائنمنٹس کامیابی کے ساتھ مکمل کیں۔ وزارتِ خزانہ میں بھی کچھ عرصہ کام کیا اور ایک وفاقی بجٹ بھی ان کی نگرانی میں تیار

ہوا۔ آپ کو دو سال کے لیے آئی ایم ایف کی جانب سے سوڈان کی حکومت کے معاشی حالات، معاملات کے حل کے لیے خرطوم بھی بھیجا گیا۔

سٹیٹ بینک سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد انہوں نے جماعت کی خدمت کی خاطر ربوہ میں رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ معاشیات اور مذہب سے متعلق معاملات سامنے آنے پر ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ یہ کمیٹی جو بنی ہوئی تھی اس میں مَیں بھی ان سے مشورہ لیتا رہا ہوں۔ اس معاملے میں بہت صائب الرائے تھے اور اچھے مضامین لکھتے تھے۔ بڑی گہری نظر سے ان کی ہر تحقیق ہوتی تھی اور اس پہ جو اس کا عملی حل ہے وہ پیش کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض کتابیں بھی ہیں جن میں 'اسلام کی بنیادی باتیں' انگریزی میں ہے۔ 'اسلام، فلسفۂ حیات اور معاشی اصول' یہ بھی انگریزی میں ہے۔ 'حرمتِ سود' یہ اردو میں ہے۔ 'حصولِ رزق' یہ بھی اردو میں ہے۔ 1989ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک پر وقف کر کے تاشقند یونیورسٹی میں معاشیات کی تدریس کے لیے ازبکستان چلے گئے۔ وہاں چھ ماہ تک خدمات سرانجام دیں۔ پھر ایک کمیٹی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بنائی ہوئی تھی جو رہن اور سودی معاملات کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے تھی۔ یہ علماء اور ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تھی اور اس کی ایک سب کمیٹی بھی تھی اس کے آپ ممبر تھے اور مَیں نے بھی اس میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ بڑی گہرائی سے جیسا کہ مَیں نے کہا ہر بات کرتے تھے۔ بڑے ٹھوس دلائل کے ساتھ بات کرتے تھے۔ سودی نظام کے اوپر کئی مضامین انہوں نے مجھے بھی لکھ کر بھیجے ہوئے ہیں اور بڑے اچھے وہ مضامین ہیں۔ مزید اس پہ ان شاء اللہ غور ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ آئندہ جو سودی نظام کے خلاف، اس کے مقابلے پہ جو نظام پیش ہونا ہے اس میں ان کی بعض آراء کو بھی شامل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 4؍دسمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 97 صفحہ 05 تا 11)

47

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20 / نومبر 2020ء بمطابق 20 / نبوت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابی کا پہلے ذکر ہو گا ان کا نام ہے حضرت عوف بن حارث بن رِفَاعَہ انصاریؓ۔ روایات میں آپ کا نام عوف بن حارث اور عوف بن عفراء بیان ہوا ہے۔ عفراء آپ کی والدہ کا نام تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو نَجَّار سے تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ حضرت عوفؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عوف انصار کے ان چھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے مکہ آ کر بیعت کی۔ آپؓ بیعت عقبہ میں بھی شامل تھے۔ جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت اَسْعَدْ بن زُرَارَہؓ اور حضرت عُمَارَہ بن حَزْمؓ کے ساتھ مل کر بنو مالک بن نجار کے بت توڑے۔ غزوۂ بدر کے دن جب جنگ جاری تھی تو حضرت عوف بن عفراءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کس بات سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات سے کہ اس کا ہاتھ جنگ میں مصروف ہو اور زرہ کے بغیر بے خوف لڑ رہا ہو۔ یعنی اگر جنگ کے میدان میں ہے تو پھر بے خوف ہونا چاہیے۔ اس پر حضرت عوف بن عفراءؓ نے اپنی زرہ اتار دی اور آگے بڑھ کر لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ غزوۂ بدر میں ابوجہل نے عوف بن حارث اور آپؓ کے بھائی حضرت معوذ کو شہید کیا تھا۔ حدیث اور سیرت کی کتب میں غزوۂ بدر میں ابوجہل پر حملہ کرنے والے صحابہ کے مختلف نام ملتے ہیں ان میں حضرت عوف بن عفراء کا نام بھی آتا ہے۔ یہ پہلے بھی ایک دفعہ ذکر کر چکا ہوں۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ان کا نام عوف بن حارث تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 373 تا 375، 370 مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)
(الاصابہ جلد 04 صفحہ 614-615 مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)
(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1225-1226 مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)
(صحیح بخاری کتاب المغازی باب فضل من شهد بدرًا حدیث 3988))صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب... حدیث 3141) (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جهل حدیث 3963) (سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی الاسیر یوثق حدیث 2680)

عام طور پہ یہ دونوں نام ان کے بولے جاتے ہیں۔ بہر حال یہ ابوجہل کے قتل میں بھی شریک تھے اور ان کی شہادت بدر میں ہوئی۔

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ ہیں حضرت ابو ایوب انصاریؓ۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا نام حضرت خالدؓ اور ان کے والد کا نام زید بن کُلَیب تھا۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 22 حضرت اَبُوْ اَیُّوب الاَنْصَارِی دارالکتب العلمیة بیروت 2003ء)

آپؓ اپنے نام اور کنیت دونوں سے مشہور ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو نجار سے تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری کو عقبہ ثانیہ کے موقع پر ستّر انصار کے ہمراہ بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی والدہ کا نام ہِند بنت سعید تھا جبکہ ایک قول کے مطابق ان کا نام زَهْراء بنت سَعد تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی بیوی کا نام حضرت ام حسن بنت زید تھا۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الاصابہ جلد 2 صفحہ 200 حضرت خَالِد بِنْ زَيْد دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 368-369 حضرت اَ بُوْ اَیُّوب، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ مسجد نبوی اور اپنے گھروں کی تعمیر تک حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں قیام فرما رہے۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 23 حضرت ابو ایوب دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2003ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے واقعے کو یوں بیان کیا ہے کہ "نو نجار میں پہنچ کر پھر یہ سوال درپیش تھا کہ آپؐ کس شخص کے ہاں مہمان ٹھہریں۔ قبیلہ کا ہر شخص خواہشمند تھا کہ اسی کو یہ فخر حاصل ہو، بلکہ بعض لوگ تو جوش محبت میں آپؐ کی اونٹنی کی باگوں پر ہاتھ ڈال دیتے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ 'میری اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ اس وقت مامور ہے۔' یعنی جہاں خدا کا منشا ہو گا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گی اور یہ کہتے ہوئے آپؐ نے بھی اس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ اونٹنی آگے بڑھی اور تھوڑی دور خراماں خراماں چلتی ہوئی جب اس جگہ میں پہنچی جہاں بعد میں مسجد نبویؐ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات تعمیر ہوئے اور جو اس وقت مدینہ کے دو بچوں کی افتادہ زمین تھی تو بیٹھ گئی، لیکن فوراً ہی پھر اٹھی اور آگے کی طرف چلنے لگی۔ مگر چند قدم چل کر پھر لوٹ آئی اور اسی جگہ جہاں پہلے بیٹھی تھی دوبارہ بیٹھ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

هٰذَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ

یعنی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی منشا میں یہی ہماری مقام گاہ ہے اور پھر خدا سے دعا مانگتے ہوئے اونٹنی سے نیچے اتر آئے اور دریافت فرمایا کہ اپنے آدمیوں میں سے یہاں سے قریب ترین گھر کس کا ہے۔ "یعنی مسلمانوں میں سے۔ "ابو ایوب انصاری فوراً لپک کر آگے ہو گئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ تشریف لے چلیے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا جاؤ اور ہمارے لیے کوئی ٹھہرنے کی جگہ تیار کرو۔

ابو ایوب انصاریؓ فوراً اپنے مکان کو ٹھیک ٹھاک کر کے آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے

ساتھ اندر تشریف لے گئے۔ یہ مکان دو منزلہ تھا۔ ابو ایوبؓ چاہتے تھے کہ آپؐ اوپر کی منزل میں قیام فرمائیں لیکن آپؐ نے اس خیال سے کہ ملاقات کے لیے آنے جانے والے لوگوں کو آسانی رہے نچلی منزل کو پسند فرمایا اور وہاں فروکش ہو گئے۔ رات ہوئی تو ابو ایوب اور ان کی بیوی کو ساری رات اس خیال سے نیند نہیں آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہیں اور ہم آپؐ کے اوپر ہیں اور مزید اتفاق یہ ہو گیا کہ رات کو چھت پر ایک پانی کا برتن ٹوٹ گیا اور ابو ایوب نے اس ڈر سے کہ پانی کا کوئی قطرہ نیچے نہ ٹپک جاوے جلدی سے اپنا لحاف پانی پر گرا کر اسے خشک کر دیا۔ صبح ہوئی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال اصرار آپؐ کی خدمت میں اوپر کی منزل میں تشریف لے چلنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے پہلے تو تامل کیا، لیکن بالآخر ابو ایوب کے اصرار کو دیکھ کر رضامند ہو گئے۔ اس مکان میں آپؐ نے سات ماہ تک یا ابن اسحاق کی روایت کی رو سے ماہ صفر سن 2 ہجری تک قیام فرمایا۔ گویا جب تک مسجد نبوی اور اس کے ساتھ والے حجرے تیار نہیں ہو گئے آپؐ اسی جگہ "یعنی حضرت ابو ایوب انصاری کے مقام میں مکان میں ہی" مقیم رہے۔ ابو ایوب آپؐ کی خدمت میں کھانا بھجواتے تھے اور پھر جو کھانا بچ کر آتا تھا وہ خود کھاتے تھے اور محبت واخلاص کی وجہ سے اسی جگہ انگلیاں ڈالتے تھے جہاں سے آپؐ نے کھایا ہوتا تھا۔ دوسرے اصحاب بھی عموماً آپؐ کی خدمت میں کھانا بھیجا کرتے تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 267، 268)

اس واقعے کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ بعض فقرے، بعض باتیں نئی ہوتی ہیں اس لیے میں یہ بھی سارا پڑھ دیتا ہوں۔ عموماً تو وہی واقعہ بیان ہوا ہے لیکن حضرت مصلح موعودؓ کا اپنا ایک انداز ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آپؐ اس کے گھر میں ٹھہریں۔ جس جس گلی میں سے آپؐ کی اونٹنی گزرتی تھی اس گلی کے مختلف خاندان اپنے گھروں کے آگے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے یا رسول اللہؐ! یہ ہمارا گھر ہے اور یہ ہمارا مال ہے اور یہ ہماری جانیں ہیں جو آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ یا رسول اللہؐ! اور ہم آپ کی حفاظت کرنے کے قابل ہیں۔ آپ ہمارے ہی پاس ٹھہریں۔ بعض لوگ جوش میں آگے بڑھتے اور آپ کی اونٹنی کی باگ پکڑ لیتے تا کہ آپ کو اپنے گھر میں اتر والیں مگر آپؐ ہر ایک شخص کو یہی جواب دیتے تھے کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ آج خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ یہ وہیں کھڑی ہو گی جہاں خدا تعالیٰ کا منشا ہو گا۔ آخر مدینہ کے ایک سرے پر بنو نجار کے یتیموں کی ایک زمین کے پاس جا کر اونٹنی ٹھہر گئی۔ آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا یہی منشا معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں ٹھہریں۔ پھر فرمایا یہ زمین کس کی ہے؟ زمین کچھ یتیموں کی تھی۔ ان کا ولی آگے بڑھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ فلاں فلاں یتیم کی زمین ہے اور آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم کسی کا مال مفت نہیں لے سکتے۔ آخر اس کی قیمت مقرر کی گئی اور آپؐ نے اس جگہ پر مسجد اور اپنے مکانات بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: سب سے قریب گھر کس کا ہے؟ ابو ایوب انصاری آگے بڑھے اور کہا یا رسول اللہ! میرا گھر سب سے قریب ہے اور آپ کی

خدمت کے لیے حاضر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: گھر جاؤ اور ہمارے لیے کوئی کمرہ تیار کرو۔ ابو ایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اوپر کی منزل تجویز کی مگر آپؐ نے اس خیال سے کہ ملنے والوں کو تکلیف ہوگی نچلی منزل پسند فرمائی۔" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جو شدید محبت پیدا ہوگئی تھی اس کا مظاہرہ اس موقع پر بھی ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر حضرت ابو ایوبؓ مان تو گئے کہ آپؐ نچلی منزل میں ٹھہریں لیکن ساری رات میاں بیوی اس خیال سے جاگتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نیچے سو رہے ہیں پھر وہ کس طرح اس بے ادبی کے مرتکب ہو سکتے ہیں کہ وہ چھت کے اوپر سوئیں۔" یہ محبت کا ایک اظہار تھا۔ "رات کو ایک برتن پانی کا گر گیا تو اس خیال سے کہ چھت کے نیچے پانی نہ ٹپک پڑے حضرت ابو ایوبؓ نے دوڑ کر اپنا لحاف اس پانی پر ڈال کر پانی کی رطوبت کو خشک کیا۔ صبح کے وقت پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارے حالات عرض کیے۔ جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر جانا منظور فرمالیا۔ حضرت ابو ایوبؓ روزانہ کھانا تیار کرتے اور آپ کے پاس بھجواتے۔ پھر جو آپؐ کا بچا ہوا کھانا آتا وہ سارا گھر کھاتا۔ کچھ دنوں کے بعد اصرار کے ساتھ باقی انصار نے بھی مہمان نوازی میں اپنا حصہ طلب کیا اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر کا انتظام نہ ہو گیا باری باری مدینہ کے مسلمان آپ کے گھر میں کھانا پہنچاتے رہے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 228، 229)

یہ حضرت مصلح موعودؓ کا دیباچے سے جو بیان تھا وہ ختم ہوا۔ آگے یہ حدیث کی روایت ہے۔

حضرت ابو ایوبؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں اترے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نچلی منزل میں اور حضرت ابو ایوب اوپر والی منزل میں تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت ابو ایوب بیدار ہوئے اور کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اوپر چلتے ہیں پس وہ ایک طرف ہٹ گئے اور ایک کونے میں رات گزاری۔ پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نچلے حصہ میں زیادہ سہولت ہے۔ انہوں نے کہا مَیں اس چھت پر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر منتقل ہو گئے اور حضرت ابو ایوب نیچے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا بناتے تھے اور جب وہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے پاس واپس لایا جاتا تو وہ لانے والے سے پوچھتے کہ کس جگہ آپ کی انگلیاں لگی تھیں۔ پھر وہ آپ کی انگلیوں کی جگہ کا تتبع کرتے یعنی وہیں سے کھاتے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ آپ کے لیے کھانا تیار کیا جس میں لہسن تھا۔ جب وہ ان کی طرف واپس لایا گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی جگہ کے متعلق پوچھا اور ان سے کہا کہ کیا آپ نے نہیں کھایا؟ جب ان کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کھانا نہیں کھایا تو گھبرا گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اوپر گئے اور پوچھا کہ کیا یہ لہسن حرام ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن مَیں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ اس پر ابو ایوب انصاری نے کہا جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں مَیں اس کو ناپسند کرتا ہوں یا انہوں نے کہا کہ جس کو آپ نے

ناپسند کیا مَیں نے بھی ناپسند کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے آتے تھے۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔ اسی طرح لکھی ہے یعنی وحی ہوتی تھی اور فرشتے آتے تھے اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بو والی چیز پسند نہیں کرتے تھے لیکن یہ حرام نہیں ہے۔

مسلم میں یہ روایت یوں بھی درج ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا پیش کیا جاتا آپ اس میں سے تناول فرماتے اور اپنا بچا ہوا کھانا میری طرف بھیج دیتے۔ ایک دن آپ نے بچا ہوا کھانا بھیجا جس میں سے آپ نے نہیں کھایا تھا کیونکہ اس میں لہسن تھا مَیں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں لیکن مَیں اس کی بُو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں تو ابوایوب نے عرض کیا کہ مَیں بھی ناپسند کرتا ہوں جو آپ ناپسند فرماتے ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الأشربة بَابُ اباحة اكل الثوم ... حدیث 5356 تا 5358)

ایک دوسری روایت میں جو مسند احمد بن حنبل کی ہے، یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ ابوایوب انصاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر کی نچلی منزل میں فروکش ہوئے اور مَیں بالاخانے میں تھا۔ ایک مرتبہ بالاخانے میں پانی گر گیا تو مَیں اور اُمّ ایوب ایک چادر لے کر پانی خشک کرنے لگے اس ڈر سے کہ وہ پانی ٹپک کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ گرنے لگے۔ پھر مَیں ڈرتا ڈرتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم آپ کے اوپر رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانے میں منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر آپ کا سامان بالاخانے میں منتقل کر دیا گیا اور آپ کا سامان بہت ہی مختصر تھا۔ پھر مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپؐ مجھے کھانا بھیجتے تو مَیں جائزہ لیتا اور جہاں آپ کی انگلیوں کے نشان دیکھتا مَیں اپنا ہاتھ وہیں رکھتا لیکن آج جو کھانا آپ نے مجھے بھیجا ہے اسے جب مَیں نے دیکھا تو مجھے آپ کی انگلیوں کے نشان اس میں نظر نہیں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات صحیح ہے۔ دراصل اس میں پیاز تھا۔ یہاں لہسن کی بجائے پیاز کا بیان ہوا ہے۔ مَیں نے ناپسند کیا کہ اسے کھاؤں اس فرشتے کی وجہ سے جو میرے پاس آتا ہے۔ البتہ تم لوگ اسے کھاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 781 حدیث 23966 مسند ابو ایوب انصاری مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق سمیت تمام غزوات میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 369 دارالکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بدر کے روز صفیں بنائیں تو ہم میں سے بعض لوگ صف سے آگے نکل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا 'میرے ساتھ، میرے ساتھ۔'

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 780 مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23963 عالم الکتب بیروت 1998ء)

یعنی میرے پیچھے رہو۔ میرے سے آگے نہ نکلو۔

حضرت صفیہؓ کے رخصتانے کی رات کا ذکر ہے۔ گو یہ پہلے ایک ذکر میں مختصر بیان کر چکا ہوں لیکن دوبارہ

بیان کر دیتا ہوں۔ جب حضرت صفیہؓ کا رخصتانہ ہوا تو اس رات حضرت ابوایوب انصاریؓ آنحضرتؐ کے خیمے کے باہر ننگی تلوار لیے تمام رات پہرہ دیتے رہے اور خیمے کے چاروں طرف گھومتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب کو خیمہ کے باہر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابوایوب کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! مَیں اس عورت سے آپ کے متعلق خوفزدہ ہوا کیونکہ اس کا باپ اور اس کا شوہر اور اس کی قوم کے لوگ قتل ہوئے ہیں اور یہ کفر سے نئی نئی نکلی ہے۔ اس لیے مَیں رات بھر آپؐ کی حفاظت کے خیال سے پہرہ دیتا رہا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری کے حق میں دعا فرمائی کہ

اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اَبَا اَیُّوْبَ کَمَا بَاتَ یَحْفَظُنِیْ

کہ اے اللہ! ابوایوب کی حفاظت فرما جس طرح اس نے پوری رات میری حفاظت کرتے ہوئے گزاری۔ امام سُہَیلی کہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مطابق حضرت ابوایوبؓ کی حفاظت فرمائی یہاں تک کہ رومی آپ کی قبر کی حفاظت کرتے اور وہ آپ کے وسیلے سے پانی مانگتے تو بارش ہوتی۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 65 غزوہ خیبر، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت محمود کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عِتْبَان بن مالِك انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں موجود تھے۔ کہتے تھے کہ مَیں اپنی قوم بنوسالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان نالہ تھا۔ جب بارشیں ہوتیں تو ان کی مسجد کی طرف عبور کر کے جانا میرے لیے مشکل ہوتا۔ اس لیے مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مَیں نے آپؐ سے عرض کیا کہ مَیں اپنی بینائی کمزور پاتا ہوں اور وہ نالہ جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے جب بارشیں آتی ہیں بہنے لگتا ہے اور وہ میرے لیے عبور کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں اور میرے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھیں جسے مَیں نماز کی جگہ بنالوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں آؤں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن چڑھے میرے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ مَیں نے اجازت دی۔ آپؐ بیٹھے نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر میں سے آپ کون سی جگہ پسند کرتے ہیں کہ مَیں وہاں نماز پڑھوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا تو کونسی جگہ ہے جہاں تم چاہتے ہو کہ مَیں نماز پڑھوں؟ مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں مَیں چاہتا تھا کہ آپ نماز پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر سلام پھیرا اور جس وقت آپؐ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا اور مَیں نے آپؐ کو خَزِیْرَہ یعنی گوشت اور آٹے کا ایک کھانا ہے وہ کھانے کے لیے روک لیا جو آپؐ کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ محلے والوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ بھاگے آئے یہاں تک کہ گھر میں

بہت سے آدمی ہو گئے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا مالک کہاں ہے مَیں اسے نہیں دیکھتا۔ تو کسی نے کہا وہ منافق ہے۔ ایک اَور صحابی کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس کو محبت نہیں ہے اس لیے وہ نہیں آیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کیا ہے۔ وہ اس اقرار سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہے۔ اس نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم تو بخدا اس کی دوستی اور اس کی باتیں منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آگ اس شخص پر حرام کر دی ہے جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کیا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہو۔ حضرت محمود بن ربیع کہتے تھے کہ مَیں نے یہ بات کچھ اَور لوگوں سے بیان کی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔ وہ اس جنگ میں تھے جس میں وہ ملکِ روم میں فوت ہوئے اور یزید بن معاویہ ان کے سردار تھے۔ تو حضرت ابوایوب نے میری بات کا انکار کیا اور کہا کہ بخدا مَیں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا کہا ہو جو تم نے بیان کیا ہے۔ یعنی کہ آگ اس پہ حرام ہوئی جو صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔ مَیں اس بات سے بڑا پریشان تھا۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے اوپر ایک منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا اور اس جنگ سے واپس لوٹا تو یہ بات مَیں حضرت عِتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھوں گا بشرطیکہ مَیں نے ان کی قوم کی مسجد میں ان کو زندہ پایا۔ چنانچہ مَیں لوٹا اور حج یا عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر مَیں چل پڑا یہاں تک کہ مدینہ آیا اور بنو سالم کے محلے میں گیا تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عِتبانؓ بوڑھے ہو گئے ہیں اور آپ کی بینائی جاتی رہی ہے۔ آپ اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے سلام پھیرا تو مَیں نے انہیں سلام کیا اور انہیں بتایا کہ مَیں کون ہوں۔ پھر مَیں نے ان سے وہ بات پوچھی تو انہوں نے اس کو اسی طرح بیان کیا جس طرح کہ پہلی دفعہ مجھ سے بیان کیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب التہجد بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً روایت نمبر 1186) (لغات الحدیث جلد اول صفحہ 580)

کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ مَیں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا اس پہ آگ حرام ہو گئی لیکن حضرت ابوایوب اس کو نہیں مانتے تھے۔ اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنی رائے لکھی ہے کہ حدیث میں یہی آتا ہے کہ

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ۔

اس پوری حدیث کا ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔ اس میں یہ بھی وضاحت آ جائے گی۔ یعنی محمود بن ربیع روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے عِتبان بن مالک سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہوئی ہے جو سچی نیت سے خدا کی رضا کی خاطر

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کا اقرار کرتا ہے لیکن جب میں نے یہ روایت ایک ایسی مجلس میں بیان کی جس میں ابوایوب انصاریؓ

صحابی بھی موجود تھے تو ابوایوبؓ نے اس روایت سے انکار کیا اور کہا خدا کی قسم! مَیں ہرگز نہیں خیال کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہو۔ پھر آگے مرزا بشیر احمد صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک ایسی حدیث کو جو اصولِ روایت کے لحاظ سے صحیح تھی۔ جو حدیث بیان کرنے کے روایت کے اصول ہیں اس لحاظ سے صحیح تھی۔ لیکن حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اپنی درایت کی بنیاد پر یعنی اپنی سمجھ اور اپنے لحاظ سے جس کو وہ صحیح سمجھتے تھے اس کو بنیاد رکھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا اور پھر میاں بشیر احمد صاحب یہ فرماتے ہیں کہ گو یہ ممکن ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا استدلال درست نہ ہو مگر بہر حال یہ حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے۔ اب یہ بات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صحابہ یونہی ہر حدیث کو، بات کو نہیں مان لیا کرتے تھے بلکہ وہ بھی غور کرتے تھے، تحقیق کرتے تھے۔ تو وہ لکھتے ہیں کہ بہر حال یہ حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ صحابہ یونہی کورانہ طور پر ہر روایت کو قبول نہیں کر لیتے تھے بلکہ درایت و روایت ہر دو کے اصول کے ماتحت پوری تحقیق کر لینے کے بعد قبول کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 16)

بخاری کی اس حدیث کی شرح میں حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے لکھا ہے کہ حضرت محمود بن ربیعؓ سے جب انہوں نے یعنی ابوایوب انصاری نے یہ روایت سنی تو انہوں نے انکار کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ ان کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ خالی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار آگ سے محفوظ نہیں رکھ سکتا جب تک اعمال صالحہ اس کے ساتھ نہ ہوں۔ یہ ثابت شدہ اسلامی مسئلہ ہے۔ ٹھیک ہے۔ بالکل اسی طرح ہوتا ہے پھر آگے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مگر

يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ

کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہ اقرار توحید کس قسم کا ہے۔ یعنی جو دل سے چاہتے ہوئے خدا کی رضا کی خاطر کلمہ پڑھتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے اس کے لیے آگ حرام ہے۔ تو پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت محمود نے دوبارہ تحقیق اس خیال سے کی کہ شاید وہ بعض الفاظ ضبط نہ کر سکے ہوں اور پھر جو دوبارہ تحقیق کی تو دوبارہ یہی ثابت ہوا کہ وہ الفاظ درست تھے جو روایت تھی۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ کسی کے ایمان یا نفاق سے متعلق لوگوں کے سامنے اظہارِ رائے نامناسب ہے۔ کسی کو یہ کہہ دینا کہ منافق ہے یا اس کا ایمان کمزور ہے یہ غلط چیز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعے پر ابن دُخْشُن کی نسبت نکتہ چینی ناپسند فرمائی تھی۔ آپ نے ناپسند فرمایا کہ اس طرح پبلک میں کہا جائے۔ اس قسم کی نکتہ چینی بجائے اصلاح کے فتنہ و فساد کا موجب ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب التہجد باب الصلاۃ النوافل جماعۃ حدیث 1186 جلد 2 صفحہ 565 از نظارت اشاعت ربوہ)

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہؓ نے اَبْوَاء مقام پر مسئلہ غسل میں اختلاف کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا مُحرِم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا کہ مُحرِم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری کے پاس بھیجا۔ مَیں نے انہیں دو لکڑیوں کے درمیان نہاتے ہوئے پایا۔ ان پر کپڑے سے پردہ کیا گیا تھا۔ مَیں نے ان کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے فرمایا کون ہے؟ مَیں نے کہا عبد اللہ بن حُنَیْن۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھے

آپ کے پاس بھیجا ہے کہ مَیں آپ سے پوچھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کس طرح دھوتے تھے جبکہ آپ احرام کی حالت میں ہوتے تھے کیونکہ کہتے ہیں کہ احرام باندھا ہو تو سر نہیں دھونا چاہیے۔ تو حضرت ابوایوبؓ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا، اسے نیچے جھکایا یہاں تک کہ ان کا سر مجھے نظر آیا یعنی وہ سکرین جو بنائی ہوئی تھی جس کے آپ پیچھے تھے اس کو نیچے کر کے آپ نے مجھے اپنا سر دکھایا۔ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا جو اُن پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو تو اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو مَلا، ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے اور کہا کہ اس طرح مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب جزاء الصید بَابُ الِاغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ حدیث نمبر 1840)

ایک دفعہ آگے پھر پیچھے لے گئے سر دھوتے ہوئے۔

حضرت سعید بن مُسَیِّبؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوایوب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں کوئی چیز تنکا وغیرہ دیکھا تو انہوں نے اسے الگ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوایوب سے اللہ وہ چیز دور کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے ابوایوب تمہیں تکلیف نہ پہنچے۔

(کنزالعمال جلد 13 صفحہ 614 حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حدیث نمبر37568، 37569 مکتبہ مؤسسة الرسالہ 1985ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ جنگِ جمل اور جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں حضرت علیؓ کے لشکر کے آگے والے حصہ میں شامل تھے۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 22 "حضرت اَبُوْ اَیُّوب الاَنْصَارِی" دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2003ء)

حضرت علیؓ کو حضرت ابوایوب انصاریؓ کی ذات پر جو اعتماد تھا وہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا اور وہاں منتقل ہو گئے تو حضرت ابوایوب انصاری کو مدینہ کا گورنر بنا دیا اور وہ چالیس ہجری تک مدینہ کے گورنر رہے یہاں تک کہ بُسر بن اَبُوْاَرْطَاة کی قیادت میں امیر معاویہ کی شامی فوج نے مدینہ پر حملہ کیا تو اس وقت حضرت ابوایوب انصاریؓ مدینہ چھوڑ کر حضرت علیؓ کے پاس کوفہ چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کو دربارِ خلافت سے ماہانہ وظائف ملتے تھے۔ حضرت ابوایوبؓ کا وظیفہ پہلے چار ہزار تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس ہزار کر دیا۔ پہلے آٹھ غلام ان کی زمین کی کاشت کے لیے مقرر تھے حضرت علیؓ نے چالیس غلام کر دیے۔

(تاریخ الطبری جلد 3صفحہ153 ثم دخلت سنة اربعین... دار الکتب العلمیة بیروت 1987ء)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 112 دارالاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت حَبِیب بن ابو ثَابِتؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوبؓ امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور ان سے اپنے اوپر قرض کی شکایت کی تو انہوں نے وہ نہ دیکھا جو وہ پسند کرتے تھے اور انہوں نے وہ دیکھا جسے وہ ناپسند کرتے تھے۔ یعنی حضرت ابوایوب کی بات کو نہیں دیکھا بلکہ ان کی ناپسندیدگی والی بات کو دیکھا۔ پسند والی بات کو

نہیں دیکھا۔ اس پر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم بعد میں ضرور ترجیح دیکھو گے یعنی تمہاری ترجیحات بدل جائیں گی۔ امیر معاویہ نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو کس چیز کا ارشاد فرمایا تھا۔ جب رسول پاک نے یہ کہا تو پھر آپؐ نے کیا فرمایا تھا؟ حضرت ابوایوبؓ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم لوگ صبر کرنا جب ایسی ترجیحات بدل جائیں جہاں تم لوگوں کی بات نہ مانی جائے۔ جو پسندیدہ بات نہ سنی جائے تو پھر صبر کرنا۔ اس پر امیر معاویہ نے کہا پھر تم لوگ صبر کرو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کرنا تو پھر صبر کرو۔ حضرت ابوایوبؓ نے کہا اللہ کی قسم! مَیں تم سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابوایوب بصرہ چلے گئے اور حضرت ابن عباسؓ کے ہاں قیام کیا۔ حضرت ابن عباس نے ان کے لیے اپنا گھر خالی کیا اور کہا میں آپ کے ساتھ ضرور ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ جب آپ نے رسول اللہ کی مہمان نوازی کی تھی ویسی مہمان نوازی میں آپ کی کروں گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے اہل خانہ کو حکم دیا تو وہ باہر چلے گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا گھر میں جو کچھ ہے وہ سب آپ کا ہے اور انہوں نے حضرت ابوایوب کو چالیس ہزار درہم اور بیس غلام دیے۔ انہوں نے اپنا اَور انتظام کر لیا اور ان کو نہ صرف گھر دیا بلکہ چالیس ہزار درہم بھی دیے اور بیس غلام بھی دیے۔

(کنزالعمال جلد 13 صفحہ 614-615 حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 37570 مؤسسة الرسالة 1985ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

(البقرۃ:196)

کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ "اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

"انہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاں کوئی تکلیف پیش آتی ہے وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے۔" کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے

وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ

کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ "ہم اس میں کس طرح حصہ لے سکتے ہیں حالانکہ اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ جہاں موت کا ڈر ہو وہاں سے مسلمان کو بھاگ جانا چاہیے اور اسے بزدلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب دشمن سے لڑائیاں ہو رہی ہوں تو اس وقت اپنے مالوں کو خوب خرچ کرو۔ اگر تم اپنے اموال کو روک لو گے تو اپنے ہاتھوں اپنی موت کا سامان پیدا کرو گے۔ چنانچہ احادیث میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس وقت جبکہ وہ قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے گئے ہوئے تھے کہا کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور پھر انہوں نے بتایا کہ پہلے تو ہم خدا تعالیٰ کے رستہ میں اپنے اموال خرچ کیا کرتے تھے لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنے دین کو تقویت اور عزت دی اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو

قُلۡنَا ھَلۡ نُقِیۡمُ فِیۡ اَمۡوَالِنَا وَ نُصۡلِحُھَا......

ہم نے کہا کہ اگر اب ہم اپنے مالوں کی حفاظت کریں اور اسے جمع کریں تو یہ اچھا ہو گا۔ اس وقت یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اپنے اموال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہو۔ پس اپنے مالوں کو جمع نہ کرو بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خوب خرچ کرو ورنہ تمہاری جانیں ضائع چلی جائیں گی۔ دشمن تم پر چڑھ آئیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 429)

حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ آیا۔ عُقْبَہ بن عَامِر جُھَنِی ان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عقبہؓ کے عہد امارت میں حضرت ابو ایوب کو دو مرتبہ سفر مصر کا اتفاق ہوا۔ پہلا سفر طلبِ حدیث کے لیے تھا، انہیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ صرف ایک حدیث کے لیے حضرت ابو ایوب نے بڑھاپے میں سفر کی زحمت گوارا کی۔ دوسری مرتبہ غزوۂ روم میں شرکت کے ارادے سے مصر تشریف لے گئے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 حصہ اول صفحہ 113 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

مروان جب مدینہ کا گورنر تھا۔ وہ ایک روز آیا تو اس نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا چہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر لگایا ہوا تھا۔ مروان نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ یہ شرک ہے۔ جھکے ہوئے سجدہ کر رہے ہو۔ پھر مروان اس شخص کے پاس آیا تو کیا دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں۔ ان پتھروں کے پاس نہیں آیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 785 مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23983 عالم الکتب بیروت 1998ء)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 حصہ اول صفحہ 116 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

یہاں مطلب یہ تھا کہ میں اس محبت و عشق کی وجہ سے جھکا ہوا ہوں۔ پتھروں کو سجدہ نہیں کر رہا۔ نہ مَیں کوئی شرک کر رہا ہوں بلکہ یہ محبت کا اظہار ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میرے دل میں ہے۔ شرک نہیں ہے۔

ابو عبد الرحمٰن حُبُلِی سے مروی ہے کہ ہم سمندر میں تھے اور ہم پر عبد اللہ بن قیس فزاری امیر تھا اور ہمارے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔ وہ اموالِ غنیمت تقسیم کرنے والے کے پاس سے گزرے جو قیدیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت رو رہی ہے۔ انہوں نے پوچھا اس عورت کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ اس عورت کو اور اس کے بیٹے کو الگ کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں اس پر انہوں نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور اسے اس کی ماں کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کے بعد اموال غنیمت تقسیم کرنے والا عبد اللہ بن قیس کے پاس گیا اور انہیں یہ سب بتایا تو انہوں نے حضرت ابو ایوب کو بلا بھیجا اور پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈالی تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 764 مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23895 عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ جو بعض لوگ ماؤں سے بچے چھین لیتے ہیں ان کے لیے بھی اس میں سبق ہے۔ پھر یہ اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھیں کہ وہ خود کیا کرتے ہیں۔ اسلام تو اس حد تک خیال رکھتا ہے۔ اب گذشتہ دنوں امریکہ کی ہی خبریں تھیں کہ وہاں بھی جو امیگرینٹس (immigrants) آئے ہوئے تھے ان مہاجرین کو علیحدہ علیحدہ انہوں نے رکھ دیا۔ ماؤں کو علیحدہ، بچوں کو علیحدہ کیا اور بعض بچے کچھ عرصے کے بعد ماؤں کو پہچان بھی نہیں سکے۔ بہر حال اسلام اس حد تک تلقین کرتا ہے کہ ماؤں کو بچوں سے جدا نہ کرو۔ ایک دوسرے کو اس وجہ سے تکلیف نہ دو۔

حضرت مَرْثَدْ بن عبد اللہ ؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہمارے پاس جہاد کی غرض سے آئے تو ان دنوں حضرت عقبہ بن عامرؓ مصر کے والی تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز میں تاخیر کی۔ حضرت ابو ایوب ان کے پاس گئے اور کہا اے عقبہ یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہ نے جواب دیا ہم مصروف تھے۔ حضرت ابو ایوب نے کہا اللہ کی قسم! میری صرف یہ غرض ہے کہ لوگ یہ نہ گمان کریں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ میری امّت اس وقت تک خیر پر باقی رہے گی یا یہ فرمایا کہ فطرت پر قائم رہے گی جب تک وہ مغرب میں تاخیر نہ کریں یہاں تک کہ ستارے چمکنے لگیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 773 مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23931 عالم الکتب بیروت 1998ء)

یعنی پہلے وقت میں مغرب کی نماز پڑھنی چاہیے۔

ابو واصل سے مروی ہے کہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملا۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور دیکھا کہ میرے ناخن بہت لمبے ہیں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آسمان کی خبروں کے متعلق سوال کرتا ہے اور وہ اپنے ناخن اس طرح لمبے رکھتا ہے جیسے پرندوں کے ناخن ہوتے ہیں۔ ان میں جنابت اور گندگی اور میل کچیل اکٹھی ہو جاتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 775 مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23938 عالم الکتب بیروت 1998ء)

یعنی باتیں تو تم لوگ بڑی اونچی اونچی پوچھتے ہو، معرفت کی کرتے ہو لیکن تمہاری اپنی حالت یہ ہے کہ ناخن تمہارے لمبے ہیں اور ان میں گند اکٹھا ہو جاتا ہے اس لیے ناخن کاٹ کے رکھا کرو۔ مسند احمد بن حنبل کی یہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ایوب کا فضل و کمال اس قدر مسلّم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس، ابن عمر، بَرَاء بن عَازِب، انس بن مالک، ابو اُمَامَہ، زید بن خالد جُھَنی، مِقْدَامْ بن مَعْدِیْ کَرِبْ، جابر بن سَمُرَہ، عبد اللہ بن یزید خَطْمِی وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ حضرت ابو ایوب کے فیض سے بے نیاز نہیں تھے۔ تابعین میں سعید بن مُسَیّب، عُرْوَہ بن زُبیر، سالم بن عبد اللہ، عَطَاء بن یَسَار، عطاء بن یزید لَیْثِی، اَبُوسَلَمَہ، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بڑے پائے کے لوگ ہیں تاہم وہ حضرت ابو ایوب کے ارادت مندوں میں داخل تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 حصہ اول صفحہ 115 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ وہ معاویہ کے زمانے میں جہاد کے لیے نکلے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا۔ مرض میں شدت ہو گئی تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو مجھے اٹھا لینا اور جب تم لوگ دشمن کے مقابلے میں صف بستہ ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں کے پاس دفن کر دینا۔ میں تم سے ایک حدیث بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ اگر میری وفات قریب نہ ہوتی تو میں اسے بیان نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا میں نے تم لوگوں سے ایک ایسی چیز چھپائی ہوئی تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور پھر اللہ اسے بخش دیتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت اور بخشش کی صفت کا اس حد تک پاس کرتا ہے۔

راوی محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ مسلمانوں کی کسی لڑائی میں پیچھے نہیں رہے سوائے اس کے کہ آپ کسی دوسری لڑائی میں شامل ہوتے۔ یعنی اگر ایک وقت میں دو مختلف جنگ ہو رہی ہوتیں تو کسی نہ کسی جنگ میں لازمی شامل ہوتے تھے۔ صرف ایک سال وہ لڑائی میں شامل نہیں ہوئے کیونکہ لشکر پر ایک نوجوان سپہ سالار بنا دیا گیا تھا وہ اس سال بیٹھے رہے۔ اس سال کے بعد وہ افسوس کرتے اور کہتے کہ مجھے اس بات سے کیا غرض کہ مجھ پر کون عامل مقرر کیا گیا۔ مجھے اس بات سے کیا غرض کہ مجھ پر کون عامل مقرر کیا گیا۔ مجھے اس بات سے کیا غرض کہ مجھ پر کون عامل مقرر کیا گیا۔ تین دفعہ انہوں نے یہ بات کہی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس جوان کی امارت کا اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے وہ عبدالملک بن مروان تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوایوب بیمار ہو گئے۔ لشکر پر یزید بن معاویہ امیر تھا۔ وہ ان کے پاس ان کی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بیان کریں۔ انہوں نے کہا کہ میری ضرورت یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے سوار کرنا۔ پھر جہاں تک گنجائش ملے دشمن کے ملک میں لے جانا۔ پھر جب گنجائش نہ پاؤ تو وہیں دفن کر دینا اور واپس آ جانا۔ جب حضرت ابوایوب کی وفات ہو گئی تو اس نے انہیں سوار کیا اور جہاں تک گنجائش ملی وہ دشمن کے ملک میں لے گیا اور انہیں دفن کیا۔ پھر واپس آ گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (التوبۃ: 41)

یعنی نکل کھڑے ہو ہلکے بھی اور بھاری بھی۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا

اور میں اپنے آپ کو ہلکا بھی پاتا ہوں اور بھاری بھی۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ اہلِ مکہ میں سے کسی شخص سے مروی ہے کہ یزید بن معاویہ جس وقت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ

لوگوں سے میرا سلام کہنا۔ وہ مجھے لے کر چلیں اور جتنا دور وہ مجھے لے جا سکتے ہیں لے جائیں تو یزید نے لوگوں کو وہ سب بتایا جو حضرت ابو ایوب نے ان سے کہا تھا۔ لوگوں نے مانا اور ان کے جنازے کو جس حد تک وہ لے جا سکتے تھے لے گئے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات تک جہاد سے چمٹے رہے یہاں تک کہ ان کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ باون ہجری میں یزید بن معاویہ نے اپنے والد امیر معاویہ کی خلافت میں قسطنطنیہ کی جنگ لڑی۔ اسی سال حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی۔ یزید بن معاویہ نے ان کا نماز جنازہ پڑھایا۔ ان کی قبر روم میں قلعہ قسطنطنیہ کے پاس ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت اور مرمت کرتے ہیں اور قحط کے ایام میں وہ آپؓ کے ذریعے پانی طلب کرتے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 369۔ 370 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(الاصابہ جلد 2 صفحہ 201 حضرت خَالِد بِنْ زَیْد دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 768 مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23912 عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے امیر معاویہ کے عہد میں یزید کی کمان میں رومی حکومت کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور قسطنطنیہ کے شہر کے پاس پچاس یا اکاون ہجری میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق یزید نے گھڑ سواروں کو حکم دیا جو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر پر آگے پیچھے دوڑتے رہے یہاں تک کہ ان کی قبر کا نشان مٹ گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس رات حضرت ابو ایوبؓ کو دفن کیا گیا اس کی صبح رومیوں نے مسلمانوں سے پوچھا تم لوگ رات کو کیا کرتے رہے۔ مسلمانوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار صحابہ میں سے تھے اور اسلام قبول کرنے کے لحاظ سے ان سب سے قدیم تھے۔ ہم نے انہیں دفن کیا جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو اور اللہ کی قسم! اگر قبر کھودی گئی تو جب تک ہمارے پاس حکومت ہے، عرب کی سرزمین میں تمہارا یہ ناقوس نہیں بجے گا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب ان کے ہاں قحط پڑتا تو ان کی قبر سے تھوڑی سی مٹی ہٹاتے تو بارش ہو جاتی۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 23 "حضرت اَبُوْ اَیُّوب الاَنْصَارِی" دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

یہ وہاں اب بھی ایک روایت قائم ہے۔ کہاں تک صحیح ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ پچاس یا اکاون ہجری یا باون ہجری میں غزوۂ قسطنطنیہ میں فوت ہوئے۔ آخری قول اکثر لوگوں کا ہے یعنی باون ہجری کا۔

(الاصابہ جلد 2 صفحہ 201 "حضرت خَالِد بِنْ زَیْد" دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مزار ترکی کے شہر استنبول میں ہے۔ مزار ایک چبوترے میں ہے جسے پیتل کے جالی دار دروازے سے بند کیا ہوا ہے۔ ترکی کے اکثر لوگ سکون قلب کے لیے یہاں حاضر ہوتے ہیں۔

(تبرکات صحابہ کا تصویری البم از ارسلان بن اختر 35و50 مکتبہ ارسلان کراچی 2011ء)

اب بدری صحابہ کا یہ ذکر تو ختم ہو گیا لیکن چاروں خلفاء کا ذکر ان شاء اللہ بیان کروں گا۔ پہلے بعض کا مختصر بیان ہوا تھا۔ اب تفصیلی بیان کروں گا۔ اسی طرح شروع میں بعض صحابہ کا مختصر ذکر ہوا تھا اگر ان کے بارے میں

کچھ اَور مواد میسر آیا تو وہ بھی بیان کر دوں گا۔ جب یہ سب لکھا جائے گا تو وہ ان صحابہ کی سیرت میں ان کے اس حصے میں چلا جائے گا اور وہ لوگ چند ایک ہی ہوں گے۔

اب بعض مرحومین کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی اور نمازوں کے بعد ان کی نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا مکرم عبدالحی منڈل صاحب کا ہے جو انڈیا کے معلم سلسلہ ہیں۔ 25؍ ستمبر 2020ء کو ہارٹ اٹیک کی وجہ سے 53 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم نے سال 1999ء میں تحقیق کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ 2003ء میں جامعۃ المبشرین سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وفات تک محنت اور اخلاص اور لگن سے خدمت سلسلہ کرتے رہے۔ اس لحاظ سے مرحوم کا عرصہ خدمت سترہ سال بنتا ہے۔ مرحوم انتہائی مخلص، دین دار، اطاعت گزار، نمازوں کے پابند اور سلسلہ سے محبت رکھنے والے معلم تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بیوی بچوں کو بھی سکون قلب عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم سراج الاسلام صاحب معلم سلسلہ ضلع مرشد آباد بنگال کا ہے جو 14؍ اکتوبر 2020ء کو 60 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

معلم صاحب مرحوم نے 2002ء میں جامعۃ المبشرین قادیان میں چھ ماہ کی معلمین کی ٹریننگ حاصل کی اور 2020ء تک بطور عارضی بالمقطع معلم خدمت کرتے رہے۔ اس لحاظ سے معلم صاحب مرحوم کا عرصہ خدمت اٹھارہ سال بنتا ہے۔ مرحوم انتہائی مخلص، دین دار، اطاعت گزار، صوم وصلوٰۃ کے پابند، سلسلہ سے محبت رکھنے والے محنتی معلم تھے۔ مرحوم نے اپنی اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ بڑی دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے۔ تیسری بیٹی زیر تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر عطا فرمائے۔ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

تیسرا جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے پوتے، حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کے بیٹے مکرم شاہد احمد خان پاشا صاحب کا ہے جو 26؍ اکتوبر کو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ ہسپتال میں تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔ مکرم شاہد احمد خان صاحب کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی شادی مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ کے ساتھ، جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیٹی تھیں۔ ان سے 1962ء میں ہوئی اور ان کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کی وجہ سے مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھا تھا۔ پہلی شادی سے ان کے پانچ بچے ہیں، دو بیٹے اور تین بیٹیاں۔ دوسری شادی ان کی ثمینہ سعید صاحبہ بنت سعید صاحب مرحوم سے 1977ء میں ہوئی جن سے ان کا ایک بیٹا ہے۔ وہ آج کل امریکہ میں ہے۔

باقاعدہ ان کی کوئی جماعتی خدمات تو نہیں ہیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ بعض بیرونی دوروں میں ان کو جانے کی توفیق ملی اور وہاں خدمت کا ان کو موقع ملا۔ اور اسی طرح دوسری خوبی ان کی یہ بھی ہے،

ان کی اہلیہ نے لکھا تھا کہ بڑے غریب پرور تھے۔ بہت سے غریبوں کا خرچ دیا کرتے تھے بلکہ ایک مکان بھی بنا کے دیا اور باقاعدگی سے غریبوں کی امداد کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

اگلا جنازہ مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب شیفیلڈ یوکے کا ہے جو 8؍ ستمبر کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد حضرت سید ناظم حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے سے آئی تھی جنہوں نے 1902ء میں بیس سال کی عمر میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سید مسعود احمد شاہ صاحب 1962ء میں یوکے آنے کے بعد مستقل طور پر شیفیلڈ میں رہائش پذیر تھے۔ شیفیلڈ میں جماعت قائم ہونے پر آپ کی رہائش گاہ کو پہلا نماز سینٹر بنایا گیا اور 1970ء تک آپ ہی صدر جماعت کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں 1997ء سے لے کر آخر دم تک سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم خوش مزاج، مہمان نواز، شریف النفس، خدمت کے جذبے سے سرشار، غریبوں کے ہمدرد، ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ بے پناہ عقیدت کا تعلق تھا۔ آپ کی بیٹی ڈاکٹر عائشہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمیں جماعت اور خصوصاً خلافت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے رہتے اور ہر چھ ماہ بعد خلیفۃ المسیح سے ملاقات کی تلقین کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بیٹی اور اہلیہ کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ شاہ صاحب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو، ایک بیٹی کو، اہلیہ کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11؍ دسمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 99 صفحہ 05 تا 10)

48

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 27/ نومبر 2020ء بمطابق 27/ نبوت 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج خلفائے راشدین کے بارے میں حضرت علی بن ابو طالبؓ کے ذکر سے شروع کروں گا۔ حضرت علی بن ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔ ان کے والد کا نام عبد مناف تھا جن کی کنیت ابو طالب تھی۔ آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ آپؓ بعثت نبویؐ سے دس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیہ کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ آپؓ کا قد درمیانہ تھا۔ آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپؓ کا جسم فربہ تھا۔ کندھے چوڑے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 04صفحہ 464ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء) (اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ 87، 88 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان2003ء) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 03 صفحہ 218 ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت علیؓ کی والدہ نے آپؓ کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا تھا اور آپؓ کی پیدائش کے وقت ابو طالب گھر پر موجود نہ تھے۔ جب ابو طالب واپس آئے تو انہوں نے آپؓ کا نام اسد کے بجائے علی رکھ دیا۔ حضرت علیؓ کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ ان کے بھائی طالب، عقیل، جعفر اور بہنیں اُمِّ ھانی اور جُمَانَہ۔ ان میں طالب اور جُمَانہ کے علاوہ باقی سب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(تاریخ الخمیس جلد 1صفحہ295تا297 و جلد 2صفحہ421 دار الکتب العلمیۃ بیروت2009ء)

حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن، ابوسِبْطَین اور ابو تُراب تھی۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ88 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان2003ء)

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب نوم الرجال فی المسجد حدیث 441)

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے تو حضرت علیؓ کو گھر میں نہ پایا۔ آپؐ نے پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہو گئی تھی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور قیلولہ بھی میرے پاس نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے کہا دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مسجد میں چلے گئے اور حضرت علیؓ وہاں لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے پہلو سے ان کی چادر ہٹی ہوئی تھی اور کچھ مٹی پہلو پر،

کمر پر لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی پونچھی اور فرمایا: اٹھو اے ابوتراب! اٹھو اے ابوتراب!

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب نوم الرجال فی المسجد حدیث 441)

اس وقت سے وہ ابوتراب کی کنیت سے پکارے جانے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں کس طرح آئے؟ اس بارے میں بیان ہوتا ہے مجاھد بن جَبْر ابوالحَجَّاج بیان کرتے ہیں کہ قریش کو ایک بڑی مصیبت پیش آنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علیؓ پر انعام اور خیر و برکت کا باعث بنا۔ حضرت ابوطالب کثیر العیال تھے۔ وہاں قحط پڑا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے جو بنو ہاشم میں زیادہ خوشحال تھے فرمایا کہ اے عباس! آپ کا بھائی ابوطالب کثیر العیال ہے۔ اس قحط سے لوگوں کی جو حالت ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ ہم ان کی عیال داری میں کچھ کمی کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک مَیں لے لیتا ہوں اور حضرت عباسؓ کو کہا کہ ایک آپ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم ان دونوں کے لیے حضرت ابوطالب کی طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ حضرت عباس نے کہا ٹھیک ہے۔ دونوں حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی عیال داری میں کچھ تخفیف کر دیں یہاں تک کہ لوگوں کی وہ حالت جاتی رہے جس میں وہ اس وقت مبتلا ہیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس رہنے دو اس کے علاوہ جو مرضی کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباسؓ نے جعفر کو لیا اور اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نبی مبعوث فرما دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے آپؐ کی پیروی اختیار کی اور آپؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی اور حضرت جعفرؓ حضرت عباسؓ کے پاس رہے یہاں تک کہ انہوں نے یعنی حضرت جعفرؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا اور وہ یعنی حضرت عباسؓ پھر حضرت جعفرؓ سے بے نیاز ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 225۔ ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ... مطبوعہ دار الفکر لبنان 2002ء)

یہ پہلی تو تاریخ طبری کی روایت تھی۔ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ

"ابوطالب ایک بہت باعزت آدمی تھے مگر غریب تھے اور بڑی تنگی سے ان کا گزارہ چلتا تھا۔ خصوصاً ان ایام میں جب کہ مکہ میں ایک قحط کی صورت تھی۔ ان کے دن بہت ہی تکلیف میں کٹتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچا کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے دوسرے چچا عباس سے ایک دن فرمانے لگے کہ چچا! آپ کے بھائی ابوطالب کی معیشت تنگ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ اپنے گھر لے جائیں اور ایک کو میں لے آؤں۔ عباس نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر دونوں مل کر ابوطالب کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ درخواست پیش کی۔ ان کو اپنی اولاد میں عقیل سے بہت محبت تھی۔" ابوطالب کو عقیل سے بہت محبت تھی۔ "کہنے لگے عقیل کو میرے پاس رہنے دو اور باقیوں کو اگر تمہاری خواہش ہے تو لے جاؤ۔ چنانچہ جعفر کو عباس اپنے گھر لے آئے اور علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس لے آئے۔ حضرت علیؓ کی عمر اس وقت قریباً چھ سات سال کی تھی۔ اس کے بعد علیؓ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 111)

حضرت علیؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ابن اسحاق سے یہ روایت ہے کہ حضرت علی بن ابو طالب حضرت خدیجہؓ کے اسلام لانے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے ایک دن بعد آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو حضرت علیؓ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے چن لیا ہے اور رسولوں کو اس کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پس میں تمہیں اللہ اور اس کی عبادت کی طرف اور لات اور عزیٰ کے انکار کی طرف بلاتا ہوں۔ اس پر حضرت علیؓ نے آپؐ سے کہا یہ ایسی بات ہے جس کے بارے میں آج سے پہلے مَیں نے کبھی نہیں سنا۔ میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا جب تک ابو طالب سے اس کا ذکر نہ کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ آپؐ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ راز کھل جائے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اے علی! اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ پس حضرت علیؓ نے وہ رات گزاری پھر اللہ نے حضرت علیؓ کے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اور اگلی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمدؐ! رات کو آپ نے میرے سامنے کیا چیز پیش فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور لات اور عزیٰ کا انکار کرو اور اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے براءت کا اظہار کرو۔ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علیؓ ابو طالب کے خوف سے پوشیدہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے اور انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا۔

(اسد الغابة جلد4 صفحه88-89 علی بن ابی طالب۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

حالانکہ رہتے بھی وہیں تھے کیونکہ روایتوں میں تو یہی ہے۔ بہرحال اسد الغابہ کی یہ روایت ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر تیرہ برس تھی۔ بعض دوسری روایات میں پندرہ، سولہ اور اٹھارہ سال عمر کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 03 صفحه 200 ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیة بیروت 2002)

سیرت نگاروں نے یہ بحث بھی اٹھائی ہے کہ مردوں میں سے پہلے کون ایمان لایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ یا حضرت علیؓ یا حضرت زیدؓ۔ بعض اس کا یہ حل نکالتے ہیں کہ بچوں میں سے حضرت علیؓ اور بڑوں میں سے حضرت ابو بکرؓ اور غلاموں میں سے حضرت زیدؓ۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنا ایک نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ

"حضرت خدیجہؓ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا جن کی عمر اس وقت صرف دس سال کی تھی اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علیؓ اور زید بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور ان کا ایمان لانا، بلکہ ان کی طرف سے تو شاید کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی۔ پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں۔" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور ان کا ایمان لانا، سے کوئی نہیں فرق پڑتا ایک ہی

بات ہے۔ اس کے لیے کسی قولی اقرار کی ضرورت نہیں پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں" اور جو باقی رہے ان سب میں سے حضرت ابو بکرؓ مسلّمہ طور پر مقدم ہیں اور سابق بالا یمان تھے۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 121)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے پر ایک مددگار ملا تھا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھو کہ آپ کو بن مانگے مددگار مل گیا۔" یہاں حضرت مصلح موعودؓ حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرمانا چاہ رہے ہیں اور آپؓ کا بتا رہے ہیں کہ حضرت خدیجہ آپ کی مددگار تھیں۔ کہتے ہیں دیکھو! محمد رسول اللہ کی شان دیکھو!! کہ آپ کو بن مانگے مددگار مل گیا "یعنی آپ کی وہ بیوی جس کے ساتھ آپ کو بے حد محبت تھی سب سے پہلے آپ پر ایمان لے آئی۔ کیونکہ ہر شخص کا مذہب اور عقیدہ آزاد ہوتا ہے اور کوئی کسی کو جبراً منوا نہیں سکتا، اس لیے ممکن تھا کہ جب آپ نے حضرت خدیجہؓ سے خدا تعالیٰ کی پہلی وحی کا ذکر کیا تو وہ آپ کا ساتھ نہ دیتیں اور کہہ دیتیں کہ میں ابھی سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھاؤں گی لیکن نہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے بلا تامل، بلا توقف اور بلا پس و پیش آپ کے دعویٰ کی تائید کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فکر کہ ممکن ہے خدیجہؓ مجھ پر ایمان نہ لائے جاتا رہا اور سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ ہی ہوئیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تجھے خدیجہؓ کے ساتھ پیار تھا اور محبت تھی اور تیرے دل میں یہ خیال تھا کہ کہیں خدیجہؓ تجھے چھوڑ نہ دے اور تُو اس فکر میں تھا کہ خدیجہؓ مجھ پر ایمان لاتی ہے یا نہیں۔ مگر کیا ہم نے تیری ضرورت کو پورا کیا یا نہ کیا؟" اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "اس کے بعد جب آپ کے گھر میں خدا تعالیٰ کی وحی کے متعلق باتیں ہوئیں تو زید بن حارث غلام جو آپ کے گھر میں رہتا تھا آگے بڑھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ جن کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی اور وہ ابھی بالکل بچہ ہی تھے اور وہ دروازہ کے ساتھ کھڑے ہو کر اس گفتگو کو سن رہے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کے درمیان ہو رہی تھی۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ خدا کا پیغام آیا ہے تو وہ علیؓ جو ایک ہونہار اور ہوشیار بچہ تھا۔ وہ علیؓ جس کے اندر نیکی تھی۔ وہ علیؓ جس کے نیکی کے جذبات جوش مارتے رہتے تھے مگر نشوونما نہ پا سکے تھے۔ وہ علیؓ جس کے احساسات بہت بلند تھے مگر ابھی تک سینے کے اندر دبے ہوئے تھے اور وہ علیؓ جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا مادہ ودیعت کیا تھا مگر ابھی تک اسے کوئی موقع نہ مل سکا تھا اس نے جب دیکھا کہ اب میرے جذبات کے ابھرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب میرے احساسات کے نشوونما کا موقع آ گیا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب خدا مجھے اپنی طرف بلا رہا ہے تو وہ بچہ سا علیؓ اپنے درد سے معمور سینے کے ساتھ لجاتا اور شرماتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! جس بات پر میری چچی ایمان لائی ہے اور جس بات پر زید ایمان لایا ہے اس پر میں بھی ایمان لاتا ہوں۔"

(رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تمام اہم واقعات...، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 127-128)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں کی طرف چلے جاتے اور حضرت علیؓ بھی آپ کے چچا ابو طالب اور دیگر چچاؤں اور تمام قوم سے چھپ کر آپ کے

ساتھ ہو لیتے اور دونوں وہاں نماز ادا کرتے۔ شام کو واپس تشریف لے آتے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ پھر ایک دن ابوطالب نے ان دونوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے میرے بھتیجے! یہ کون سا دین ہے جس کی پیروی کرتے ہوئے میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا یہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے اور اس کے رسولوں کا دین ہے اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم کا دین ہے۔ یا اس سے ملتا جلتا کچھ فرمایا۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ مجھے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور اے چچا! تُو اس بات کا سب سے زیادہ حق دار ہے کہ مَیں تجھے اس کی نصیحت کروں اور تجھے اس ہدایت کی طرف بلاؤں اور تُو اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ مجھے قبول کرے اور میری مدد کرے یا اس طرح کی بات فرمائی۔ اس پر ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے! میں اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین اور جس پر وہ تھے اس کو چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن اللہ کی قسم! مَیں جب تک زندہ ہوں تمہیں کوئی ایسی چیز نہیں پہنچے گی جسے تُو ناپسند کرتا ہو۔

(تاریخ الطبری جزء2صفحہ225باب ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ عند ابتداء…… دارالفکر 2002ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس واقعے کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

"ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس طرف سے ابوطالب کا گذر ہوا۔ ابوطالب کو ابھی تک اسلام کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لیے وہ کھڑا ہو کر نہایت حیرت سے یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ جب آپؐ نماز ختم کر چکے تو اس نے پوچھا بھتیجے! یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا! یہ دینِ الٰہی اور دینِ ابراہیم ہے اور آپؐ نے ابوطالب کو مختصر طور پر اسلام کی دعوت دی لیکن ابوطالب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا مگر ساتھ ہی اپنے بیٹے حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ہاں بیٹا تم بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو سوائے نیکی کے اور کسی طرف نہیں بلائے گا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 127)

اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء کو ڈرانے کا ذکر ایک جگہ یوں ملتا ہے۔ حضرت بَراء بن عازِبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔ (الشعراء:215)

اور تُو اپنے اہل خاندان یعنی اقربا کو ڈرا۔ آپؐ نے فرمایا اے علی! ہمارے لیے ایک صاع کھانے کے ساتھ بکری کی ران تیار کرو اور ایک روایت میں صاع کے بجائے مُدّ کا لفظ ملتا ہے۔ ایک صاع چار مُدّ کا تھا یعنی کچھ کم اڑھائی سیر وزن میں یا اڑھائی کلو کہہ سکتے ہیں اور یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اہل کوفہ اور عراق کا صاع آٹھ مُدّ کا ہوتا تھا یعنی چار سیر کا یا ساڑھے چار سیر کا لیکن بہر حال بہت تھوڑی مقدار۔ جتنا بھی ہو اڑھائی سیر ہو یا چار سیر ہو خاندان کے افراد کو بلانا تھا، دعوت کرنی تھی اس کے لیے کھانا تیار کرنا تھا۔ اور ہمارے لیے ایک بڑا پیالہ دودھ کا تیار کرو۔ پھر بنو عبدالمطلب کو جمع کرو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مَیں نے ایسا ہی کیا۔ وہ سب جمع ہوئے۔ کوئی چالیس افراد تھے۔ ایک زیادہ یا ایک کم تھا۔ ان میں آپؐ کے چچا ابوطالب اور حمزہ اور عباس اور ابولہب

بھی تھے۔ میں نے ان کے سامنے کھانے کا وہ بڑا برتن پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اپنے دانتوں سے اسے کاٹا۔ پھر اس پیالے کے اطراف میں اسے برکت دینے کی خاطر بکھیر دیا اور فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ کھاؤ۔ لوگوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان سب کے لیے جو پیش کیا تھا وہ صرف ایک آدمی کھا سکتا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا لوگوں کو پلاؤ۔ چنانچہ میں دودھ کا وہ پیالہ لایا۔ انہوں نے پیا یہاں تک کہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم! ان میں سے صرف ایک شخص سارا پی سکتا تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ حاضرین سے بات کریں تو ابولہب نے جلدی سے بولنا شروع کر دیا اور کہا دیکھو! تمہارے ساتھی نے تم پر کیسا جادو کیا ہے! پھر وہ لوگ منتشر ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات نہ کر سکے۔ اگلے روز آپؐ نے فرمایا۔ اے علی! جو کھانا اور مشروب تم نے کل تیار کیا تھا ویسا ہی تیار کرو۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے ان لوگوں کو جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا جیسا کہ کل کیا تھا یعنی کھانے کو برکت بخشی تھی۔ پھر ان لوگوں نے کھایا اور پیا یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب! مَیں عرب کے کسی نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر بات لے کر آیا ہو جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کا معاملہ لے کر آیا ہوں۔ پھر فرمایا اس پر کون میری مدد کرے گا؟ حضرت علیؓ کہتے ہیں اس پر سب لوگ خاموش رہے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! باوجود اس کے کہ میں ان سب میں کم عمر ہوں میں آپ کا مددگار ہوں گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 324 فی امر اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔۔۔۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 648 زیر لفظ 'صاع')

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو اور اس میں بنو عبد المطلب کو بلاؤ تا کہ اس ذریعہ سے ان تک پیغامِ حق پہنچایا جاوے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے دعوت کا انتظام کیا اور آپؐ نے اپنے سب قریبی رشتہ داروں کو جو اس وقت کم و بیش چالیس نفوس تھے اس دعوت میں بلایا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کچھ تقریر شروع کرنی چاہی مگر بدبخت ابولہب نے کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ موقع تو جاتا رہا۔ اب پھر دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ آپؐ کے رشتہ دار پھر جمع ہوئے اور آپؐ نے انہیں یوں مخاطب کیا کہ اے بنو عبد المطلب! دیکھو میں تمہاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو تو تم دین و دنیا کی بہترین نعمتوں کے وارث بنو گے۔ اب بتاؤ اس کام میں میرا کون مددگار ہو گا؟ سب خاموش تھے اور ہر طرف مجلس میں ایک سناٹا تھا کہ یکلخت ایک طرف سے ایک تیرہ سال کا دبلا پتلا بچہ، جس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا اٹھا اور یوں گویا ہوا۔ گو میں سب میں کمزور ہوں اور سب میں چھوٹا ہوں مگر میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔ یہ حضرت علیؓ کی آواز تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے یہ الفاظ سنے تو اپنے رشتہ داروں کی

طرف دیکھ کر فرمایا اگر تم جانو تو اس بچے کی بات سنو اور اسے مانو۔ حاضرین نے یہ نظارہ دیکھا تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے سب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور ابو لہب اپنے بڑے بھائی ابو طالب سے کہنے لگا۔ لو اب محمد تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پیروی اختیار کرو۔ اور پھر یہ لوگ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری پر ہنسی اڑاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 128-129)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں کہ

"حضرت علیؓ کا واقعہ ہے وہ بھی گیارہ سال کے تھے۔ "بچوں کو بھی اس کو غور سے سننا چاہیے "جب وہ دین کی تائید کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہوئی تو آپ نے ایک دعوت کی جس میں مکہ کے تمام بڑے بڑے امراء کو بلایا اور انہیں کھانا کھلایا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں کچھ اپنے دعویٰ کی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر سارے اٹھ کر بھاگ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائی! آپ نے یہ کیا کیا؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ بڑے دنیادار لوگ ہیں ان کو پہلے سنانا تھا اور پھر کھانا کھلانا تھا۔ یہ بے ایمان تو کھانا کھا کر بھاگ گئے کیونکہ یہ کھانے کے بھوکے ہیں۔ اگر آپ پہلے باتیں سناتے تو چاہے دو گھنٹہ سناتے وہ ضرور بیٹھے رہتے۔ پھر ان کو کھانا کھلاتے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس طرح کیا۔ پھر دوبارہ ان کو بلایا اور ان کی دعوت کی لیکن پہلے کچھ باتیں سنالیں اور پھر کھانا کھلایا۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں خدا کی باتیں سنائی ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ہے جو میری مدد کرے اور اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے؟ مکہ کے سارے بڑے بڑے آدمی بیٹھے رہے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے میرے چچا کے بیٹے! میں ہوں۔ آپ کی مدد کروں گا۔ آپ نے سمجھا کہ یہ تو بچہ ہے۔ چنانچہ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جو میری مدد کرے؟ پھر سارے بڈھے بڈھے بیٹھے رہے اور وہ گیارہ سال کا بچہ کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا کے بیٹے! میں جو ہوں میں تیری مدد کروں گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ خدا کے نزدیک جوان یہی گیارہ سالہ بچہ ہے باقی بڈھے سب بچے ہیں۔ "ان میں کوئی طاقت نہیں ہے یہی بچہ ہے جو عقل مند ہے" چنانچہ آپ نے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر وہی علیؓ آخر تک آپؐ کے ساتھ رہے اور پھر آپؐ کے بعد خلیفہ بھی ہوئے اور انہوں نے دین کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح آپ کی نسل کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیک بنایا اور بارہ نسلوں تک برابر ان میں بارہ امام پیدا ہوئے۔"

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1955ء، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 187-188)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"حضرت علیؓ جب ایمان لائے تو ابھی بچے ہی تھے اور وہ بھی یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ مجھے اسلام کے لیے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے پڑیں گے۔ "بچے تھے لیکن یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ قربانی مجھے دینی پڑے گی " یہاں تک کہ اگر جان قربان کرنے کا وقت آیا تو مجھے اپنی جان بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کرنی پڑے گی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے ابتدائی ایام میں ایک دعوت کی جس میں بنو عبد المطلب کو بلایا تاکہ ان تک پیغام حق پہنچایا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے بہت

سے رشتہ دار اس دعوت میں شریک ہوئے۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کھڑے ہو کر تقریر کرنا چاہی مگر ابولہب نے ان سب لوگوں کو منتشر کر دیا اور وہ آپؐ کی بات سنے بغیر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ آپؐ بہت حیران ہوئے کہ یہ اچھے لوگ ہیں جو دعوت کھا کر بھی بات نہیں سنتے مگر آپؐ مایوس نہیں ہوئے بلکہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دوبارہ ان کی دعوت کی جائے۔ چنانچہ دوبارہ ان سب کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جب وہ سیر ہو کر کھا چکے تو آپؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا یہ تم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنا نبی تمہارے اندر بھیجا ہے۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو گے تو تم دینی اور دنیوی نعماء کے وارث قرار پاؤ گے۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کام میں میرا مددگار بنے؟ یہ سن کر ساری مجلس پر سناٹے کی سی حالت طاری ہو گئی۔ مگر یکلخت ایک کونے سے ایک نوعمر بچہ اٹھا اور اس نے کہا کہ گو مَیں ایک کمزور ترین فرد ہوں اور عمر میں سب سے چھوٹا ہوں مگر مَیں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ بچے حضرت علیؓ تھے جنہوں نے اس وقت اسلام کی تائید کا اعلان کیا۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 24-25)

حضرت علیؓ کی قربانی کا واقعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت حضرت علیؓ نے دی۔ اس کا بھی ذکر اس طرح ملتا ہے کہ اہل مکہ نے باہم مشورہ کر کے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر حملہ آور ہو کر آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو وحی الٰہی سے آپ کو دشمنوں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت مرحمت فرمائی تو آپؐ نے ہجرت کی تیاری کی اور حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ آج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی سرخ حَضْرَمِی چادر اوڑھ کر رات گزاری جس میں آپؐ سویا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 01 صفحہ 176 ذکر خروج رسول اللہ ﷺ ... دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

مشرکین کا وہ گروہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھات لگائے ہوئے بیٹھا تھا وہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا اور حضرت علیؓ بستر سے اٹھے۔ جب وہ حضرت علیؓ کے قریب ہوئے تو ان لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور پوچھا تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نگران تھا؟ تم نے انہیں مکے سے نکل جانے کا کہا اور وہ چلے گئے۔ مشرکوں نے آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور زدوکوب کیا۔ پکڑ کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور کچھ دیر محبوس رکھا۔ پھر آپ کو چھوڑ دیا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 256 ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ ... دار الفکر بیروت 2002ء)

پھر ایک اَور سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت علیؓ تین دن کے بعد اہل مکہ کی امانتیں لوٹا کر ہجرت کر کے نبی کریمؐ کے پاس پہنچے اور آپ کے ساتھ قبا میں کُلْثُوم بن ھِدْم کے ہاں قیام پذیر تھے۔

(السیرة النبویة لابن ھشام صفحہ 348، باب ھجرة الرسول ﷺ، دار الکتب العلمیة 2001ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کا جو ہجرت کے دوران ہوا اس کا ذکر یوں آیا ہے کہ

"رات کا تاریک وقت تھا اور ظالم قریش جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اپنے خونی ارادے کے

ساتھ آپؐ کے مکان کے ارد گرد جمع ہو کر آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر چکے تھے اور انتظار تھا کہ صبح ہو یا آپؐ اپنے گھر سے نکلیں تو آپؐ پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض کفار کی امانتیں پڑی تھیں کیونکہ باوجود شدید مخالفت کے اکثر لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے صِدق و امانت کی وجہ سے آپؐ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو ان امانتوں کا حساب کتاب سمجھا دیا اور تاکید کی کہ بغیر امانتیں واپس کیے مکہ سے نہ نکلنا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور تسلی دی کہ انہیں خدا کے فضل سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ وہ لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر جو سرخ رنگ کی تھی ان کے اوپر اوڑھا دی۔ اس کے بعد آپؐ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے۔ اس وقت محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اول شب میں ہی گھر سے نِکل آئیں گے وہ اس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے۔ " آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مخالفین کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے "ان کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ مگر جلد جلد مکہ کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں آبادی سے باہر نکل گئے اور غارِ ثور کی راہ لی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ پہلے ہی تمام بات طے ہو چکی تھی۔ وہ بھی راستہ میں مل گئے۔ غارِ ثور جو اسی واقعہ کی وجہ سے اسلام میں ایک مقدس یادگار سمجھی جاتی ہے مکہ سے جانب جنوب یعنی مدینہ سے مختلف جانب تین میل کے فاصلہ پر ایک بنجر اور ویران پہاڑی کے اوپر خاصی بلندی پر واقع ہے اور اس کا راستہ بھی بہت دشوار گذار ہے۔" مدینے کی طرف نہیں ہے بلکہ مخالف سمت میں ہے۔ "وہاں پہنچ کر پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اندر گھس کر جگہ صاف کی اور پھر آپؐ بھی اندر تشریف لے گئے۔ دوسری طرف وہ قریش جو آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھتے تھے تو حضرت علیؓ کو آپؐ کی جگہ پر لیٹا دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے لیکن صبح ہوئی تو انہیں علم ہوا کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگے، مکہ کی گلیوں میں صحابہ کے مکانات پر تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اس غصہ میں انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور کچھ مارا پیٹا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 236-237)

حضرت علیؓ کی اس قربانی کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے یوں فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے نکلتے وقت حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا تھا۔) چارپائی کا رواج ان دنوں نہیں تھا بلکہ اب تک بھی مکہ میں چارپائی کا عام رواج نہیں۔ بعض روایات میں غلطی سے یوں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے آپ کو اپنی چارپائی پر لٹا دیا۔)" بستر بنایا جاتا تھا باقاعدہ چارپائی نہیں ہوتی تھی "جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ان لوگوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے بعض نے آپ کو دیکھا بھی مگر انہوں نے خیال کر لیا کہ یہ کوئی اَور شخص ہے جو شاید آپ سے ملنے کے لیے آیا ہو گا اور اب واپس جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نہایت دلیری کے ساتھ باہر نکلے تھے اور آپ کی طبیعت پر ذرا بھی خوف نہیں تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ اتنی دلیری سے آپ اس وقت باہر نکلنے کی جرأت کہاں کر سکتے ہیں۔ یہ ضرور کوئی اور آدمی ہے جو آپ سے ملنے کے لیے آیا ہو گا۔

اس کے بعد انہوں نے دروازہ کی دراڑ" دروازے کی درز" میں سے اندر جھانکا یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ کہیں آپ باہر تو نہیں نکل گئے تو انہوں نے ایک آدمی کو سویا ہوا دیکھا اور خیال کیا کہ یہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ غرض ساری رات وہ آپؐ کے مکان کا پہرہ دیتے رہے پھر جب مناسب وقت سمجھا تو اندر داخل ہوئے اور شاید انہیں جسم سے شک پڑ گیا کہ یہ جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ انہوں نے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا یا شاید منہ ننگا تھا بہر حال انہیں معلوم ہوا کہ سونے والے شخص حضرت علیؓ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ جا چکے ہیں اور ان کے لیے اب سوائے ناکامی کے کچھ باقی نہیں رہا۔"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 510)

ایک اَور جگہ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو یہ عظیم الشان قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لیے رات کے وقت اپنے گھر سے نکلنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ تا کہ کفار اگر جھانک کر دیکھیں تو انہیں یہ دکھائی دیتا رہے کہ کوئی شخص بستر پر سو رہا ہے اور وہ تعاقب کے لیے اِدھر اُدھر نہ نکلیں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہؐ! مکان کے ارد گرد تو قریش کے چنیدہ نوجوان ہاتھ میں تلوار لیے کھڑے ہیں۔ اگر صبح کو انہیں معلوم ہوا کہ آپؐ کہیں باہر تشریف لے جا چکے ہیں تو وہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر دیں گے بلکہ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یعنی حضرت علیؓ بڑے اطمینان کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی۔ جب صبح ہوئی اور قریش نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علیؓ آپ کے بستر سے اٹھے ہیں تو وہ اپنی ناکامی پر دانت پیس کر رہ گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑ کر مارا پیٹا مگر اس سے کیا بن سکتا تھا۔ خدائی نوشتے پورے ہو چکے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ مکہ سے باہر جا چکے تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے اس ایمان کے بدلے میں کیا ملنے والا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس قربانی کے بدلے میں صرف حضرت علیؓ ہی عزت نہیں پائیں گے بلکہ حضرت علیؓ کی اولاد بھی عزت پائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ پر پہلا فضل تو یہ کیا کہ ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بخشا۔ دوسرا فضل اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کے لیے اتنی محبت پیدا کی کہ آپؐ نے بارہا ان کی تعریف فرمائی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 25)

بہر حال یہ ایک ہی واقعہ کے مختلف ذریعوں سے حوالے میں نے پیش کیے ہیں جو اصل واقعہ کے لحاظ سے تو ایک ہی چیز ہوتی ہے لیکن مختلف رنگوں میں جب مَیں بیان کرتا ہوں تو اس لیے کہ اس کی تفصیل اور تشریح جو ہے اس میں اس صحابی کی بعض نئی باتیں پتہ لگ جاتی ہیں یا نئے انداز میں پیش کی جاتی ہیں جس سے کئی پہلو سامنے آ جاتے ہیں۔ اور یہاں حضرت علیؓ کے معاملے میں حضرت علیؓ کی شخصیت کے مختلف پہلو بھی سامنے آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی سے جو تعلق تھا اس کا بھی پتہ لگ جاتا ہے تو اس طرح بعض دفعہ لگتا یہی ہے کہ ایک ہی حوالہ مختلف جگہ پیش کیا جا رہا ہے لیکن ہر حوالے کا انداز مختلف ہوتا ہے اس

لیے پیش کرتا ہوں اور یہاں حضرت علیؓ کے حوالے سے بھی یہی باتیں ہمیں پتہ چلی ہیں۔ بہرحال حضرت علیؓ کا ذکر چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ پیش کروں گا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کروں گا جن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ جن میں سے سب سے پہلے مڑھ بلوچاں ضلع ننکانہ کے ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید ابن طارق محمود صاحب ہیں۔ ان کو مخالفین احمدیت نے 20 نومبر 2020ء کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد گذشتہ جمعہ فائرنگ کر کے شہید کیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

تفصیلات کے مطابق شہید مرحوم اپنے والد طارق محمود صاحب اور دیگر فیملی ممبران کے ہمراہ 20؍ نومبر کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے اپنے تایا مکرم محمد حفیظ صاحب کے گھر جمع ہوئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد تقریباً اڑھائی بجے اپنے گھر جانے کے لیے باہر نکلے تو گلی میں موجود مہدنامی ایک سولہ سالہ نوجوان جو پستول سے مسلح تھا اس نے فائرنگ کی اور فائرنگ کے نتیجے میں ڈاکٹر طاہر محمود صاحب موقع پر شہید ہو گئے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

شہید مرحوم کی عمر 31 سال تھی۔ اس حملہ میں شہید مرحوم کے والد طارق محمود صاحب عمر 55 سال جو سیکرٹری مال اور سابق صدر ہیں سر میں گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے اور اب بھی ہسپتال میں زیر علاج ہیں جبکہ شہید مرحوم کے تایا مکرم سعید احمد مقصود صاحب عمر 60 سال جو صدر جماعت ہیں اور مکرم طیب محمود صاحب زعیم خدام الاحمدیہ عمر 26 سال فائرنگ کے نتیجے میں زخمی ہوئے اور کچھ دیر ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وہ تو خیر ٹھیک ہو گئے ہیں لیکن شہید کے والد صاحب جو ہیں وہ زیادہ زخمی ہیں۔ حملہ آور دو میگزین فائر کر کے تیسرے میگزین کو لوڈ کر رہا تھا کہ پکڑا گیا لیکن بہرحال دشمنی کا ایک نیا رنگ اب وہاں اس لحاظ سے ان لوگوں نے شروع کیا ہے کہ چھوٹی عمر کے لڑکوں کو انگیخت کرتے ہیں اور ان سے حملے کرواتے ہیں تا کہ بعد میں عدالتوں میں کہہ سکیں کہ یہ تو بالغ نہیں ہے اور اس کو سزا میں کمی ہو جائے اور یا ویسے سزا معاف ہو جائے تو مختلف طریقے اب انہوں نے آزمائے ہیں۔ اوپر سے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی شکوہ نہیں اور ہم بالکل کوئی سختی نہیں کر رہے۔ احمدیوں پر کوئی ناجائز ظلم نہیں کر رہے اور دوسری طرف شہادتیں بھی ہو رہی ہیں اور حکومت کے بعض افسران زبردستی مقدمات بھی قائم کر رہے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کرے کہ ان لوگوں کو عقل آئے اور اگر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ خود ان کی پکڑ کرے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم حکیم محمد ابراہیم صاحب کے ذریعہ ہوا تھا جنہوں نے اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ تیرہ سال کی عمر میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ مرحوم شہید جو تھے اسلامیہ کالج لاہور سے انہوں نے ایف ایس سی کیا۔ اس کے بعد 2013ء میں ماسکو روس سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی اور آج کل پی ایم سی کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ فضل عمر ہسپتال میں بھی کام کرتے رہے ہیں۔ شہید مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ جماعتی عہدیداران اور مرکزی مہمانان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب بھی ان کو جماعت کی طرف سے کسی کام کے لیے کہا جاتا تو فوری طور پر حاضر ہو جاتے۔ بحیثیت قائد خدام الاحمدیہ خدمت کی توفیق پائی۔ متعدد مرتبہ مریضوں کو خود اپنی گاڑی میں ہسپتالوں میں پہنچایا۔ ہمیشہ خدمت میں پیش پیش رہتے تھے اور غیر از جماعت کے ساتھ بھی ان کا یہی تعلق تھا۔ کئی شریف النفس غیر از جماعت احباب تشریف لا کر اس سانحہ پر افسوس کا

اظہار کرتے رہے۔ اس خاندان کو عرصہ دراز سے شدید مخالفانہ حالات کا سامنا تھا۔ 1974ء میں بھی مخالفین نے شہید مرحوم کے دادا جان کی دکان کو جلا دیا تھا۔ ان کے والد طارق محمود صاحب کو 2006ء میں مخالفین نے ظالمانہ طریق سے تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ چند دن پہلے ایک معاند احمدیت نے شہید مرحوم کے والد صاحب پر بازار سے گزرتے ہوئے تھوک پھینک دیا تھا، تھوکا۔ اس قسم کی حرکتیں تو یہ لوگ ان کے ساتھ مستقل کر رہے تھے لیکن بہر حال یہ وہاں ڈٹے ہوئے تھے۔

صداقت احمد صاحب مبلغ سینٹ پیٹرس برگ رشیا لکھتے ہیں کہ تعلیمی زندگی کا ایک بڑا حصہ انہوں نے قازان تاتارستان (رشیا) میں گزارا اور کامیاب ڈاکٹر بن کر پاکستان گئے۔ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر طاہر محمود صاحب نے دوران تعلیم جماعت کے ساتھ نہایت اخلاص کا تعلق قائم رکھا۔ نماز جمعہ اور چندوں کی ادائیگی میں بھی ہمیشہ باقاعدہ رہے اور دیگر جماعتی پروگرام میں باوجود اس کے کہ ان کا ہوسٹل مشن ہاؤس سے کافی فاصلے پر تھا باقاعدہ شامل ہوتے اور شوق سے حصہ لیتے اور کہتے ہیں ان کا شمار اپنے گروپ کے میڈیکل کے طلبہ میں ذہین ترین طلبہ میں ہوتا تھا۔ تدریسی زبان اگرچہ انگریزی تھی لیکن ذاتی محنت اور شوق سے رشین زبان میں بھی کافی رواں ہو گئے تھے۔ قازان میں جس ہوسٹل میں رہتے تھے وہاں سب کو بتایا ہوا تھا کہ وہ احمدی ہیں اور اس وجہ سے مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہاں پاکستانی طلبہ بھی تھے جو جماعت کی شدید مخالفت کرتے تھے لیکن ان کو جب بھی موقع ملتا تبلیغ کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں اب مَیں پاکستان آیا ہوا تھا، یہاں بھی مجھے ملے اور انہوں نے بتایا کہ مڑھ بلوچاں میں ان کی مخالفت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ربوہ منتقل ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہاں ربوہ میں گھر بھی بنایا ہوا ہے۔

فرید ابراگیموف قازان تاتارستان کے رشین احمدی ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے رشین زبان بہت جلد سیکھ لی۔ بہت خوش مزاج اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی مسکراہٹ سے نور چھلکتا تھا۔

مرحوم کے پسماندگان میں والد مکرم طارق محمود صاحب کے علاوہ والدہ محترمہ شمیم اختر صاحبہ اور بھائی قاسم محمود صاحب جرمنی میں ہیں اور ہمشیرہ فائزہ محمود صاحبہ اہلیہ نصیر احمد صاحب جرمنی میں ہیں۔ یہ لوگ ان کے پسماندگان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ زخمیوں کو صحت عطا فرمائے اور شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ان سب زخمیوں کو ہر قسم کی پیچیدگیوں سے بچائے۔ ان کے باقی سب عزیزوں اور رشتے داروں کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا رہے۔

اگلا جنازہ مکرم جمال الدین محمود صاحب کا ہے جو سیرالیون میں نیشنل جنرل سیکرٹری تھے۔ 3 نومبر کو اچانک دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

مرحوم گذشتہ سولہ سال سے بطور جنرل سیکرٹری خدمات بجا لا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ سعید الرحمٰن صاحب مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ ان کی باقی کئی خوبیوں کے علاوہ ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ ساری دنیا کے احمدیوں کو قوم پرستی سے بچا کر ایک خاندان بنانے کے عملی مصداق تھے۔ بہت حکمت اور اخلاص سے کام کرتے تھے۔ قریباً دو ہزار افراد نے آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی۔ اس موقعے پر دو وزرائے حکومت، چیف آف آرمی سٹاف سیرالیون، متعدد ممبرانِ پارلیمنٹ، پیراماؤنٹ

چیفس سمیت بیسیوں اعلیٰ افسرانِ حکومت موجود تھے۔

مبارک طاہر صاحب سیکرٹری نصرت جہاں لکھتے ہیں کہ مرحوم بہت مخلص فدائی اور دل و جان سے جماعت کی خدمت کرنے والے تھے۔ ایک عرصے سے بطور جنرل سیکرٹری خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ نیز احمدیہ پرنٹنگ پریس سیرالیون کے نائب مینیجر بھی تھے۔ مرحوم کا تعلق گھانا سے تھا۔ ان کے والد مکرم ابراہیم کو جو محمود صاحب کو حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب نے تعلیم کے میدان میں خدمت کے لیے سیرالیون بھجوایا تھا۔ مبارک طاہر صاحب یہ لکھتے ہیں کہ تیرہ سال تک جمال صاحب میرے پاس روکوپور میں رہے۔ ان کے والد نے ان کو تعلیم کے لیے ان کے پاس چھوڑا ہوا تھا۔ موصوف آغاز سے ہی دیندار تھے۔ نماز باجماعت اور دیگر جماعتی خدمات میں پیش پیش رہتے تھے۔ روکوپور کے خدام کے ساتھ مل کر تبلیغ اور اشاعت دین کا کام کرتے رہے۔

عثمان طالع صاحب انچارج رقیم پریس سیرالیون کہتے ہیں کہ جمال الدین محمود صاحب خاکسار سے پہلے وہاں انچارج تھے، لمبے عرصے سے خدمت کر رہے تھے۔ خاکسار نے ان کے ساتھ بارہ سال کا وقت گزارا ہے۔ اس دوران کبھی بھی انہوں نے یہ اظہار نہیں کیا کہ خاکسار ان سے چھوٹا ہے اور ناتجربہ کار ہے بلکہ ہمیشہ احترام سے پیش آتے اور کہتے کہ آپ مبلغ ہیں اور آپ کا تقرر خلیفۃ المسیح نے کیا ہے۔ اور کبھی بھی کسی معاملے میں ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے خاکسار کی اطاعت نہ کی ہو۔ اطاعت اور عاجزی اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ کبھی ان کو کوئی کام کہہ دیا جاتا تو فوراً اس کو شروع کر دیتے اور ہر ممکنہ طریق پر کوشش کر کے اسے مکمل کرتے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار نے اس عرصہ میں ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ روزانہ بلاناغہ نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کی بہت پابندی کرتے تھے۔ نماز بھی ایسی ہوتی کہ اس کی خوبصورتی قابل رشک تھی۔ ہمیشہ نہایت خشوع و خضوع اور تسلی سے نماز ادا کرتے تھے۔ خلافت سے بہت عشق تھا اور ہر خطبہ جمعہ نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ کر سنتے تھے۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ سیرالیون کے کلچر کے مطابق جمال صاحب نے کئی بچوں کو اپنے گھر میں رکھا۔ اپنے خرچ پر تعلیم دلوائی اور ان میں سے کئی اس وقت اچھی ملازمت کر رہے ہیں اور نہایت ادب اور پیار سے ان کو یاد کرتے ہیں۔

نوید قمر صاحب مربی لکھتے ہیں کہ جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اپنے والدین اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے نام سے تحریک جدید اور وقف جدید کی مدات میں اضافی قربانی کرتے۔ جب کبھی اپنے آبائی گاؤں روکوپور آتے تو باوجود مصروفیت کے بروقت مسجد پہنچتے۔ عموماً مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں لوگوں کو جماعتی تعلیمات کا بتاتے اور خصوصاً خلافت احمدیہ کی اہمیت اور برکات اور اس سے وابستگی کا مضمون بڑے احسن انداز میں سمجھاتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ تمام لوگوں سے ان کا پیار و محبت کا تعلق تھا۔ ان کی وفات کی خبر پہ کیا احمدی اور کیا غیر احمدی ہر آنکھ اشکبار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے جنازے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہوئی اور گردونواح کے علاوہ طویل سفر کر کے بھی لوگ شامل ہوئے۔

مرحوم کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے علیحدگی ہو گئی لیکن اولاد انہی سے تھی جس سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی کی تو شادی ہو گئی ہے۔ آسٹریلیا میں ہیں۔ باقی دو بچے گھانا میں اور ایک سیرالیون میں

پڑھ رہے ہیں۔ دوسری بیوی سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری صلاح الدین صاحب مرحوم سابق ناظم جائیداد اور مشیر قانونی ربوہ کا ہے جو 19 / اکتوبر کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے میاں چودھری صلاح الدین صاحب جو تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چودھری عبداللہ خان صاحبؓ اور حضرت حمنہ بی بی صاحبہؓ کے پوتے تھے۔ ان کے دادا اور دادی دونوں صحابی تھے۔ صحابہ میں سے تھے۔ ان کے بیٹے نعیم الدین صاحب اپنی والدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں نے میری زندگی پر انمٹ نقوش چھوڑے ان میں سے ایک والدہ صاحبہ کا ہماری نمازوں کا دھیان رکھنا تھا۔ یہ ان کا سب سے قوی طرز عمل تھا۔ اور بڑی سختی سے پابندی کرواتی تھیں۔ یہ طرز عمل بڑا مضبوط تھا۔ ہمارا گھر عملاً ہوسٹل کا رنگ رکھتا تھا۔ کثرت سے ہمارے عزیز تعلیم کی غرض سے ہمارے گھر مقیم ہوا کرتے تھے اور ان کا قیام کئی کئی سال تک محیط رہا۔ والدہ مرحومہ ہر فرد سے متعلق اس امر کی خاص توجہ رکھتیں کہ تمام عزیز ان نماز کی ہر صورت میں پابندی کریں۔ تمام بچوں کو خود قرآن پڑھاتیں۔ بڑے بچوں کے لیے استاد کا تقرر بھی کرتی رہیں۔ دوسرا وصف جس نے میری ذات پر گہرا نقش چھوڑا وہ آپ کا گھر میں مقیم افراد کے لیے ہر ممکن آرام اور سکھ کا سامان بہم پہنچانے کے لیے کوشاں رہنا تھا۔ اگر کسی روز ملازمہ چھٹی کر لیتی تو آپ سب بچوں کے، اپنے بچوں کے بھی دوسروں کے بھی، کپڑے دھونے میں کبھی کوئی عار محسوس نہ کرتیں۔ ہمارے ننھیال اور ددھیال کے افراد کا کثرت سے ربوہ آنا جانا لگا رہتا۔ والد صاحب مرحوم اکثر جماعتی ذمہ داریوں کے سبب ربوہ میں موجود نہ ہوتے۔ والدہ صاحبہ سب مہمانوں کی خاطر تواضع کرتیں۔ کوئی دقیقہ نہ چھوڑتیں اور مَیں بڑا بیٹا تھا اس لیے میری نگرانی کرتیں کہ مہمانوں کی صحیح طرح مہمان داری کروں اور کوئی کوتاہی نہ ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ ہماری پڑدادی، دادی اور نانی اکثر و بیشتر لمبا عرصہ ہمارے ہاں مقیم ہوا کرتی تھیں اور ہم خدا کے فضل سے چھ بہن بھائی تھے اور کثیر تعداد میں خاندان کے بچے بھی ہمارے ہاں تعلیم کی غرض سے مقیم ہوا کرتے تھے مگر ان تمام حالات کے باوجود آپ ان ہر سہ بزرگوں کی خدمت سالہا سال تک نہایت احسن رنگ میں بجالاتی رہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقعے پر بلا مبالغہ اسّی نوّے مہمان ہو جاتے تھے۔ ان کے قیام و طعام کے لیے گھر پر ٹینٹ لگا کرتے تھے۔ بستروں کے لیے گاؤں سے انتظام ہوا کرتا تھا۔ سب انتظامات والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں مل کر نہایت محبت اور خوش دلی سے کھلے دل سے کیا کرتے تھے اور ہر عزیز نے بلا استثنا آپ کی محبت اور مہمان نوازی کا اظہار کیا ہے۔

ان کے ایک بھانجے نے لکھا کہ میں ان کے گھر میں تعلیم حاصل کرتا رہا اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ صبح کی روٹی ہمیں شام کو دی ہو یا شام کی صبح کھلائی ہو بلکہ ناشتہ کے وقت تازہ پراٹھے اور تازہ دہی ہمیشہ دیا کرتی تھیں۔ غیروں کے بچوں کا، مطلب اپنے رشتے دار بچے جو تعلیم حاصل کر رہے تھے ان کا بھی اتنا خیال رکھتی تھیں حالانکہ اپنی اولاد بھی کافی تھی۔ خلفائے سلسلہ سے محبت اور اطاعت کا مثالی تعلق تھا اور پھر کہتے ہیں ان محترم و معظم ہستیوں نے ہماری رگ رگ میں بھی ایسے ہی جذبات، احساساتِ محبت داخل کیے۔

ان کی بہو نبیلہ نعیم صاحبہ ہیں کہتی ہیں مرحومہ بڑی خوبیوں کی مالک تھیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی۔ نماز تہجد ادا کرنے والی۔ بڑی صابرہ اور شاکرہ وجود تھیں۔ مشکل وقت میں بھی کبھی کوئی شکوہ نہیں کرتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا پر ہمیشہ خوش رہنے والی تھیں۔ غریب پرور تھیں۔ کسی کو دکھ تکلیف میں نہ دیکھ سکتی تھیں۔ ہمیشہ ان کی مدد کے لیے تیار رہتی تھیں۔ مرحومہ خلافت کی اطاعت میں اور وفا میں پیش پیش رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو اور ان کی نسل کو بھی ان خوبیوں کا حامل بنائے۔ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ ہے مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کا جو 6/ نومبر کو 97 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی بلکہ صحابہ کی اولاد تھیں۔ حضرت منشی فیاض علی کپورتھلوی صاحب کی نواسی تھیں اور حضرت شیخ عبدالرشید صاحب کی پوتی تھیں۔ دونوں صحابی تھے۔ بچپن میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔ مرحومہ یادداشت کی کمی کے باوجود آخری وقت تک نماز پڑھنا کبھی نہیں بھولیں۔ خطبہ جمعہ بھی ایم ٹی اے پر باقاعدگی سے سنتی تھیں۔ ایک نیک باوفا بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کی جیسا کہ میں نے کہا ان کی والدہ تھیں۔ اور گزشتہ دنوں قریشی صاحب کا بھی اور ان کی اہلیہ شوکت گوہر صاحبہ کا بھی انتقال ہوا، ان دونوں نے بھی جب تک یہ زندہ رہے ڈاکٹر صاحب بھی اور ان کی اہلیہ بھی، ان کی بڑی خدمت کی ہے۔ بہرحال ان کی زندگی میں ہی وہ دونوں فوت ہو گئے۔

ان کی پوتی عصمت مرزا لکھتی ہیں میری دادی حقیقی مومنہ، احمدیت اور خلافت کی شیدائی خاتون تھیں۔ میں نے ان سے زیادہ عبادت گزار اور قرآن سے عقیدت اور محبت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ خاموش طبع اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

جمعے کے بعد ان سب کی نماز جنازہ ادا کروں گا۔ ان شاء اللہ

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18/ دسمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 101 صفحہ 05 تا 10)

49

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04 دسمبر 2020ء بمطابق 04 فتح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ آج بھی اسی سلسلے میں بیان کروں گا۔ حضرت علیؓ کی مؤاخات کے بارے میں روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو دو مرتبہ اپنا بھائی قرار دیا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے درمیان مکے میں مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر آپؐ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مدینے میں ہجرت کے بعد مؤاخات قائم فرمائی اور دونوں مرتبہ حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 4 صفحہ 88 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیة بیروت 2016ء)

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابو طالبؓ اور حضرت سھل بن حُنَیفؓ کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم کیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 16 باب ذکر علی ابن ابی طالب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2017ء)

یہ مؤاخات کب کب ہوئی؟ اس بارے میں تاریخ میں ذکر ملتا ہے کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری کے ایک شارح علامہ قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی۔ پہلی مرتبہ ہجرت سے قبل مکّے میں مہاجرین میں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان، حضرت زبیرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے درمیان اور حضرت علیؓ اور اپنے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں مؤاخات قائم فرمائی۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی یعنی پچاس مہاجرین اور پچاس انصار کے درمیان۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جزء 8 صفحہ 410-411 حدیث نمبر 3937 دار الکتب العلمیة بیروت 1996ء)

حضرت علیؓ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے سوائے غزوۂ تبوک کے۔ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل و عیال کی نگہداشت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ 92 ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر للطباعة والنشر التوزیع بیروت 2003ء)

حضرت ثَعْلَبَہ بن ابو مالِکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ ہر موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علمبردار ہوتے تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تو حضرت علی بن ابو طالبؓ جھنڈا لے لیتے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ 93 ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع بیروت 2003)

غزوہ عُشَیرہ جمادی الاولیٰ دو ہجری میں ہوا تھا۔ تاریخ و سیرت کی کتب میں اس غزوہ کا نام غزوہ عُشَیرہ کے علاوہ غزوہ ذوالعُشیرہ، ذات العُشیرہ اور عُسیرہ بھی بیان ہوا ہے۔ عُشَیرہ ایک قلعے کا نام ہے جو کہ حجاز میں یَنْبُعْ اور ذُوالْمَرْوَہْ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے متعلق تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں تحریر فرمایا ہے کہ جمادی الاولیٰ سن 2 ہجری میں قریش مکہ کی طرف سے کوئی خبر پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینے سے نکلے اور اپنے پیچھے اپنے رضاعی بھائی ابوسَلْمَہ بن عَبْدُالْاَسَد کو امیر مقرر فرمایا۔ اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی چکر کاٹتے ہوئے بالآخر ساحل سمندر کے قریب یَنْبُعْ کے پاس مقام عُشَیْرَہ تک پہنچے اور گو قریش کا مقابلہ نہیں ہوا مگر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مُدْلِج کے ساتھ ایک معاہدہ طے فرمایا اور پھر واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 329)

(لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 110-111 زیر لفظ عشیرہ)

(السیرة الحلبیة جلد 2 صفحہ 175 باب ذکر مغازیہؐ، غزوة العشیرہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 2002ء)

(الدلائل النبوة للبیہقی جلد 5 صفحہ 460 مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 1988ء)

حضرت علیؓ اس غزوے میں شامل ہوئے تھے۔ اس حوالے سے مسند احمد بن حنبل کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ ذات العُشَیر ہمیں حضرت علیؓ اور مَیں رفیقِ سفر تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنو مُدْلِج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھجور کے باغات میں اپنے ایک چشمے پر کام کر رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے مجھے فرمایا اے اَبُویَقْظَان تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں وہ کیا کر رہے ہیں؟ پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر دیکھا۔ پھر ہمیں نیند آنے لگی تو مَیں اور حضرت علیؓ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لیٹ کر سو گئے۔ اللہ کی قسم! ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہ جگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے پاؤں کے مس سے جگایا جبکہ ہمارے جسموں پر مٹی لگ چکی تھی۔ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے جسم پر مٹی دیکھ کر فرمایا۔ اے ابو تراب! پھر آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ابو تراب کا ذکر پچھلی دفعہ بھی خطبے میں ہوا تھا کہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔ مٹی لگ گئی تھی تو آپؐ نے کہا اے ابو تراب! ابو تراب کے نام سے پکارا۔ اس وقت سے آپؓ کی کنیت یہ بھی ہو گئی تھی یا ہو سکتا ہے اس وقت سے آپ نے یہ نام رکھا ہو، بعد میں بھی ہو یا دونوں جگہ فرمایا ہو۔ جو بھی پہلے کا واقعہ ہے۔ پہلے کا واقعہ تو یہی لگتا ہے۔ بہر حال کیا میں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں! ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ! آپ نے فرمایا پہلا شخص قوم ثمود کا اُحَیْمِر تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو

اے علی! تمہارے سر پر وار کرے گا یہاں تک کہ خون سے یہ داڑھی تر ہو جائے گی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 06 صفحہ 261 مسند عَمَّارِ بْنِ يَاسِر حدیث: 18511 عالم الکتب للطباعۃ والنشر التوزیع بیروت 1998ء)

غزوۂ سَفْوَان، بَدْرُالْاُوْلیٰ جُمَادَی الآخِر میں 2؍ ہجری میں ہوا تھا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کے بارے میں تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ عُشَیرہ سے واپس مدینہ تشریف لائے ہوئے دس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ مکہ کے ایک رئیس کُرْز بن جَابِر فِہْرِی نے قریش کے ایک دستہ کے ساتھ کمال ہوشیاری سے مدینہ کی چراگاہ پر جو شہر سے صرف تین میل پر تھی اچانک حملہ کیا اور مسلمانوں کے اونٹ وغیرہ لوٹ کر جاتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ فوراً زید بن حارثہؓ کو اپنے پیچھے امیر مقرر کر کے مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اس کے تعاقب میں نکلے اور سَفْوَان تک جو بدر کے پاس ایک جگہ ہے اس کا پیچھا کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ اس غزوہ کو غزوۂ بدر الاولیٰ بھی کہتے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 330)

اس غزوے کے موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو سفید جھنڈا عطا فرمایا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 2 صفحہ 253 ذکر عدد مغازی رسول اللہ ﷺ و سرایاہ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت لبنان 1996ء)

غزوۂ بدر 2؍ ہجری مطابق مارچ 623ء میں ہوا تھا اور اس کا ذکر اور اس میں حضرت علیؓ کے بارے میں یوں تذکرہ ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت بَسْبَس بن عَمْروؓ کو مشرکین کی خبر دریافت کرنے کے لیے بدر کے چشمہ پر بھیجا۔ انہوں نے قریش کو اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہوئے دیکھا اور مشرکین کی اس جماعت کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 2 صفحہ 256 غزوۃ بدر۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 349)

غزوۂ بدر کے موقعے پر جب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے تو سب سے پہلے ربیعہ کے دونوں بیٹے شَیْبَہ، عُتْبَہ اور ولید بن عُتْبَہ نکلے اور مبارزت کی دعوت دی تو قبیلہ بنو حارث کے تین انصاری معاذ اور معوذ اور عوف جو عفراء کے فرزند تھے ان کی طرف سے مقابلے کے لیے نکلے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناپسند فرمایا کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان پہلی مڈھ بھیڑ میں انصار شامل ہوں بلکہ آپ نے یہ پسند فرمایا کہ آپ کے چچا کی اولاد اور آپ کی قوم کے ذریعہ سے یہ شوکت ظاہر ہو۔ پس آپؐ نے انصار کو حکم دیا تو وہ اپنی صفوں میں واپس آ گئے اور آپ نے ان کے لیے کلمہ خیر فرمایا۔ پھر مشرکین نے کہا اے محمدؐ! ہماری طرف مقابلے کے لیے ہماری قوم میں سے ہمارے ہم پلّہ لوگ بھیجو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو ہاشم! اٹھو اپنے حق کے لیے لڑو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے نبی کو مبعوث کیا ہے جبکہ وہ لوگ اپنے باطل کے ساتھ آئے کہ وہ اللہ کے نور کو بجھا دیں۔ پس حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ، حضرت علی بن ابو طالبؓ اور حضرت عُبَیْدَہ بن حارِثؓ کھڑے ہوئے

اور ان کی طرف بڑھے تو عتبہ نے کہا کچھ بولو تا کہ ہم تمہیں پہچان سکیں۔ ان لوگوں نے خَود پہنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے چہرے چھپے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شیر ہوں۔ اس پر عتبہ نے کہا اچھا مقابل ہے اور میں حلیفوں کا شیر ہوں۔ تیرے ساتھ یہ دو کون ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے کہا علی بن ابو طالبؓ اور عُبَیدہ بن حارِثؓ۔ عتبہ نے کہا دونوں اچھے مقابل ہیں۔ پھر اس نے یعنی عتبہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے ولید! اٹھو۔ پس حضرت علیؓ اس کے مقابل گئے اور ان دونوں میں تلوار چلنے لگی اور حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر عُتبہ کھڑا ہوا اور اس کے مقابل میں حضرت حمزہؓ نکلے۔ پھر ان دونوں کے درمیان تلوار چلی۔ حضرت حمزہؓ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر شَیبہ کھڑا ہوا اور اس کے مقابل پر حضرت عُبَیدہ بن حارِثؓ نکلے جبکہ وہ (حضرت عبیدہؓ) اس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے۔ شَیبہ نے حضرت عبیدہؓ کی ٹانگ پر تلوار کا کنارا مارا جو آپ کی پنڈلی کے گوشت میں لگا اور اس کو چیر دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے شَیبہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعدجزء 2صفحہ257 غزوۃ بدر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

یہ روایت دو سال ہوئے پہلے بھی بیان ہوئی تھی۔ کچھ حصہ مَیں بیان کرتا ہوں۔ ایک اَور روایت ہے جو حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں۔ اس کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور بھائی بھی نکلے اور پکار کر کہا کہ کون ہمارے مقابلے کے لیے آتا ہے تو انصار کے کئی نوجوانوں نے اس کا جواب دیا۔ عتبہ نے پوچھا کہ تم کون ہوں؟ انہوں نے بتا دیا کہ ہم انصار میں سے ہیں۔ عتبہ نے کہا کہ ہمیں تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اپنے چچا کے بیٹوں سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے حمزہ! اٹھو۔ اے علی! کھڑے ہو۔ اے عبیدہ بن حارث! آگے بڑھو۔ حمزہؓ تو عتبہ کی طرف بڑھے اور حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں شیبہ کی طرف بڑھا اور عبیدہؓ اور ولید کے درمیان جھڑپ ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو سخت زخمی کیا اور پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو مار ڈالا اور عُبَیدہ کو ہم میدان جنگ سے اٹھا کر لے آئے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجهاد باب فی المبارزة حدیث 2665)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں کفار کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ رات بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حضور عاجزانہ دعاؤں اور تضرعات میں مصروف رہے۔ جب کفار کا لشکر ہمارے قریب ہوا اور ہم ان کے سامنے صف آرا ہوئے تو ناگاہ ایک شخص پر نظر پڑی جو سرخ اونٹ پر سوار تھا اور لوگوں کے درمیان اس کی سواری چل رہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علیؓ، حمزہؓ! جو کفار کے قریب کھڑے ہیں انہیں پکار کر پوچھو کہ سرخ اونٹ والا کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص انہیں خیر بھلائی کی نصیحت کر سکتا ہے تو وہ سرخ اونٹ والا شخص ہے۔ اتنی دیر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے آکر بتایا کہ وہ عُتبہ بن رَبِیعہ ہے جو کفار کو جنگ سے منع کر رہا ہے جس کے جواب میں ابو جہل نے اسے کہا کہ تم بزدل ہو

اور لڑائی سے ڈرتے ہو۔ عُتبہ نے جوش میں آ کر کہا کہ آج دیکھتے ہیں کہ بزدل کون ہے۔

(مسند احمد جلد 1 صفحہ 338-339 حدیث 948 مسند علی بن ابی طالب مطبوعہ عالم الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

بہرحال پھر وہ جنگ میں شامل ہوا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے موقعے پر میرے اور حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں فرمایا تم دونوں میں سے ایک کے دائیں جانب حضرت جبرئیل ہیں اور دوسرے کے دائیں جانب حضرت میکائیل ہیں اور حضرت اسرافیل عظیم فرشتہ ہے جو لڑائی کے وقت حاضر ہوتا ہے اور صف میں ہوتا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين جزء 3 صفحہ 345 كتاب معرفة الصحابة حديث نمبر 4711 مطبوعہ دار الفکر لبنان 2002ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے لڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتا تھا تو میں آپؐ کے سائبان کی طرف بھاگ جاتا تھا لیکن جب بھی میں گیا میں نے آپؐ کو سجدہ میں گڑگڑاتے ہوئے پایا۔ اور میں نے سنا کہ آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

يَا حَيُّ يَاقَيُّوْمُ۔ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ۔

اے خدا میرے زندہ خدا، اے میرے خدا زندگی بخش آقا۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر بے چین ہوئے جاتے تھے اور کبھی کبھی بے ساختہ عرض کرتے تھے یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ اللہ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔ مگر اس کے باوجود آپؐ کا برابر دعا کیے جانا، آپؐ دعا میں مصروف تھے اور اس خوف میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے بھی بعض دفعہ مشروط ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 361)

حضرت فاطمہؓ سے شادی 2/ہجری میں ہوئی۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہؓ سے عقد کی درخواست کی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی قبول فرمایا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر حضرت فاطمہؓ سے شادی کی درخواست کی لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؐ حضرت فاطمہؓ کی شادی مجھ سے کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے پاس مہر کے لیے کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرا گھوڑا اور میری زرہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: گھوڑا تو تمہارے لیے ضروری ہے البتہ اپنی زرہ کو بیچ دو۔ چنانچہ میں نے اپنی زرہ کو چار سو اسّی درہم میں بیچ کر حق مہر کی رقم کا انتظام کیا۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حق مہر رکھ لو تو جو ہوگا دیکھی جائے گی، دے دیں گے۔ لیکن ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق مہر کے لیے پہلے انتظام کرو۔ اس کا مطلب یہ فوری حق ہے۔ یہ نہیں ہے جب کہ بعض لوگ مجھے لکھ دیتے ہیں کہ عورتیں حق مہر کا پہلے مطالبہ کر لیتی ہیں حالانکہ ہم ہنسی خوشی رہ رہے ہیں۔ مطالبہ کر دیتی ہیں تو یہ ان کا حق ہے۔ یہ تو اسی وقت دینا چاہیے اور اس کے نہ دینے سے پھر جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر طلاق خلع کے وقت تو یہ ادا ہونا چاہیے

حالانکہ اس یعنی حق مہر کا طلاق اور خلع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بہرحال ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ زرہ حضرت عثمانؓ کو بیچی۔ حضرت عثمانؓ نے زرہ کی قیمت بھی ادا کر دی اور زرہ بھی واپس کر دی۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں وہ رقم لے کر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے مٹھی بھر بلال کو دیتے ہوئے فرمایا: اس سے کچھ خوشبو خرید لاؤ اور کچھ لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کا جہیز تیار کرو۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ کے لیے ایک چارپائی، چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی یہ سب تیار کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ سے یہ رشتہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: میرے ربّ نے مجھے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

رخصتی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ جب فاطمہ تمہارے پاس آئیں تو جب تک میں نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ حضرت امّ ایمنؓ کے ساتھ آئیں اور گھر کے ایک حصہ میں بیٹھ گئیں۔ مَیں بھی ایک طرف بیٹھ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے۔ ام ایمن نے کہا کہ آپؐ کا بھائی؟ اور آپؐ نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ ایسے رشتے میں شادی ہو سکتی ہے۔ بہرحال وہ سگا بھائی نہیں ہے۔ آپ اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے کہا میرے پاس پانی لاؤ۔ وہ اٹھیں اور گھر میں رکھے ہوئے ایک پیالے میں پانی لائیں۔ آپؐ نے اسے لیا اور اس میں کلی کی پھر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ آگے بڑھو وہ آگے ہوئیں۔ آپ نے ان پر اور ان کے سر پر کچھ پانی چھڑکا اور دعا دیتے ہوئے کہا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

اے اللہ! اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا دوسری طرف رخ کرو۔ جب انہوں نے دوسری طرف رخ کیا تو آپ نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی چھڑکا۔ پھر ایسا ہی حضرت علیؓ کے ساتھ کیا۔ حضرت علیؓ سے فرمایا اپنے اہل کے پاس جاؤ اللہ کے نام اور برکت کے ساتھ۔

اسی طرح حضرت علیؓ سے ایک روایت یوں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں وضو کیا۔ پھر اس پانی کو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ پر چھڑکا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِيْ شَمْلِهِمَا۔

اے اللہ! ان دونوں میں برکت رکھ دے اور ان دونوں کے جمع ہونے میں برکت رکھ دے۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سَلَمہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ ہم فاطمہ کو تیار کریں۔ یہاں تک کہ ہم اس کو حضرت علیؓ کے پاس لے جائیں۔ چنانچہ ہم گھر کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہم نے اس کو بطحا کے نواح کی نرم مٹی سے لیپا۔ پھر کھجور کے ریشوں سے دو تکیے بھرے۔ ہم نے اس کو اپنے ہاتھوں سے دھنا۔ پھر ہم نے کھجور اور منقہ کھانے کے لیے اور میٹھا پانی پینے کے لیے رکھا اور ایک لکڑی لی اور اس کو کمرے میں ایک طرف لگا دیا تاکہ اس پر کپڑے وغیرہ لٹکائے جا سکیں اور اس پر مشکیزہ لٹکایا جائے۔ یعنی کپڑے لٹکانے کے

لیے اور مشکیزہ لٹکانے کے لیے وہ لکڑی کھڑی کی۔ ہم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی سے اچھی کوئی شادی نہیں دیکھی۔ دعوتِ ولیمہ کھجور، جَو، پنیر اور حَیس پر مشتمل تھا۔ حَیس اس کھانے کو کہتے ہیں جو کھجور اور گھی اور پنیر وغیرہ سے ملا کے بنایا جاتا ہے۔ حضرت اسماء بنت عُمَیس بیان کرتی ہیں کہ اس زمانے میں اس دعوتِ ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا۔

(شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد02 صفحہ357 تا367 ذکر تزویج علی بفاطمۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الولیمۃ حدیث نمبر 1911)

(تاریخ الخمیس جزء2 صفحہ77 فی الوقائع من اول ھجرتہ ﷺ الی وفاتہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

(طبقات الکبریٰ جزء8 صفحہ19 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(لغات الحدیث جلد1 صفحہ172 کتاب الحاء)

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی شادی کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں یوں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اولاد میں سب سے چھوٹی تھیں جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی اور آپؐ اپنی اولاد میں سب سے زیادہ حضرت فاطمہؓ کو عزیز رکھتے تھے۔ اور اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے وہی اس امتیازی محبت کی سب سے زیادہ اہل بھی تھیں۔ اب ان کی عمر کم و بیش پندرہ سال کی تھی اور شادی کے پیغامات آنے شروع ہو گئے تھے۔ سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے درخواست کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کر دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا مگر ان کی درخواست بھی منظور نہ ہوئی۔ اس کے بعد ان دونوں بزرگوں نے یہ سمجھ کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ حضرت علیؓ کے متعلق معلوم ہوتا ہے حضرت علیؓ سے تحریک کی کہ تم فاطمہ کے متعلق درخواست کر دو۔ حضرت علیؓ نے جو غالباً پہلے سے خواہش مند تھے مگر بوجہ حیا خاموش تھے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کر دی۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی وحی کے ذریعہ یہ اشارہ ہو چکا تھا کہ حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہونی چاہیے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے درخواست پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو اس کے متعلق پہلے سے خدائی اشارہ ہو چکا ہے۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا تو وہ بوجہ حیا کے خاموش رہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا اظہارِ رضامندی تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو جمع کر کے حضرت علیؓ اور فاطمہ کا نکاح پڑھایا۔ یہ 2 ہجری کی ابتدا یا وسط کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد جب جنگ بدر ہو چکی تو غالباً ماہ ذوالحجہ 2ر ہجری میں رخصتانہ کی تجویز ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ ہے یا نہیں؟

یہ باغ والا واقعہ جو پچھلی دفعہ بیان ہوا تھا اس شادی کے واقعہ سے پہلے کا ہے۔ یہ میں نے صحیح کہا تھا۔ حضرت علیؓ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ ہے یا نہیں؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ زرہ کیا ہوئی جو میں نے اس دن یعنی بدر کے مغانم میں سے تمہیں دی تھی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا وہ تو ہے۔ آپؐ نے فرمایا بس وہی لے آؤ۔ چنانچہ یہ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کر دی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رقم میں سے شادی کے اخراجات مہیا کیے۔ جو جہیز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو دیا وہ ایک بیل دار چادر، ایک چمڑے کا گدیلا جس کے اندر کھجور کے خشک پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک مشکیزہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کے جہیز میں ایک چکی بھی دی تھی۔ جب یہ سامان ہو چکا تو مکان کی فکر ہوئی۔ حضرت علیؓ اب تک غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کے کسی حجرے وغیرہ میں رہتے تھے مگر شادی کے بعد یہ ضروری تھا کہ کوئی الگ مکان ہو جس میں خاوند بیوی رہ سکیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اب تم کوئی مکان تلاش کرو جس میں تم دونوں رہ سکو۔ حضرت علیؓ نے عارضی طور پر ایک مکان کا انتظام کیا اور اس میں حضرت فاطمہؓ کا رخصتانہ ہو گیا۔ اسی دن رخصتانہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور تھوڑا سا پانی منگوا کر اس پر دعا کی اور پھر وہ پانی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ہر دو پر یہ الفاظ فرماتے ہوئے چھڑکا کہ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا نَسْلَهُمَا

یعنی اے میرے اللہ! تو ان دونوں کے باہمی تعلقات میں برکت دے اور ان کے ان تعلقات میں برکت دے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم ہوں اور ان کی نسل میں برکت دے اور پھر آپؐ اس نئے جوڑے کو اکیلا چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔ اس کے بعد جو ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حَارِثَہ بن نُعمان انصاری کے پاس چند ایک مکانات ہیں آپ ان سے فرماویں کہ وہ اپنا کوئی مکان خالی کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ ہماری خاطر اتنے مکانات پہلے ہی خالی کر چکے ہیں اب مجھے تو انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حارثہ کو کسی طرح اس کا علم ہوا تو وہ بھاگے ہوئے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرا جو کچھ ہے وہ حضورؐ کا ہے اور واللہ جو چیز آپؐ مجھ سے قبول فرما لیتے ہیں وہ مجھے زیادہ خوشی پہنچاتی ہے بہ نسبت اس چیز کے جو میرے پاس رہتی ہے اور پھر اس مخلص صحابی نے باصرار اپنا ایک مکان خالی کروا کے پیش کر دیا اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ وہاں آ گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 455-456)

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اپنی تنگدستی اور غربت کے باوجود زہد و قناعت کا نمونہ دکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ نے چکی چلانے سے اپنے ہاتھ میں تکلیف کی شکایت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئیں اور آپؐ کو نہ پایا۔ آپ یعنی حضرت فاطمہؓ، حضرت عائشہؓ سے ملیں اور ان کو بتایا کہ کس طرح میں آئی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کے اپنے ہاں آنے کا بتایا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو۔ پھر آپؐ ہمارے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں جو تم نے مانگا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہو

اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہو۔ یہ تم دونوں کے لیے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ سے خادم مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں اور کام کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا تم اس خادم کو ہمارے پاس نہیں پاؤ گی یعنی اس طرح تمہیں مجھ سے خادم نہیں ملے گا۔ آپؐ نہیں دینا چاہتے تھے۔ حالانکہ حضرت علیؓ کا بھی مال غنیمت میں سے حق بنتا تھا لیکن آپؐ نے نہیں دیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جو تیرے لیے خادم سے بہتر ہے؟ تم اپنے بستر پر جاتے ہوئے تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہو، تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہو اور چونتیس دفعہ اللہ اکبر کہو۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاوالتوبة.....باب التسبیح اوّل النہار و عند النوم حدیث نمبر6915، 6918)

حضرت مصلح موعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان فرماتے ہوئے اس واقعے کو بخاری کے حوالہ سے یوں بیان فرماتے ہیں۔ حدیث یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے۔ آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئیں لیکن آپؐ کو گھر پر نہ پایا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی آمد کی وجہ سے اطلاع دے کر گھر لَوٹ آئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے جناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ کی آمد کی اطلاع دی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ میں نے آپؐ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ اٹھوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ لیٹے رہو۔ پھر ہم دونوں کے درمیان آکر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپؐ کے قدموں کی خنکی میرے سینے پر محسوس ہونے لگی۔ جب آپؐ بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں کوئی ایسی بات نہ بتاؤں جو اس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو چونتیس دفعہ تکبیر کہو، تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہو اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہو۔ پس یہ تمہارے لیے خادم سے اچھا ہو گا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اموال کی تقسیم میں ایسے محتاط تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت فاطمہؓ کو ایک خادم کی ضرورت تھی اور چکی پیسنے سے آپؓ کے ہاتھوں کو تکلیف ہوتی تھی مگر پھر بھی آپؐ نے ان کو خادم نہ دیا بلکہ دعا کی تحریک کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ کیا۔ آپؐ اگر چاہتے تو حضرت فاطمہؓ کو خادم دے سکتے تھے کیونکہ جو اموال تقسیم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے وہ بھی صحابہ میں تقسیم کرنے کے لیے آتے تھے اور حضرت علیؓ کا بھی ان میں حق ہو سکتا تھا اور حضرت فاطمہؓ بھی اس کی حقدار تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط سے کام لیا اور نہ چاہا کہ ان اموال سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو دے دیں کیونکہ ممکن تھا کہ اس سے آئندہ لوگ کچھ کا کچھ نتیجہ نکالتے اور بادشاہ اپنے لیے اموال الناس کو جائز سمجھ لیتے۔ پس احتیاط کے طور پر آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو ان غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو آپؐ کے پاس اس وقت بغرض تقسیم آئیں کوئی نہ دی۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان اموال میں

آپؐ کا اور آپؐ کے رشتہ داروں کا خدا تعالیٰ نے حصہ مقرر فرمایا ہے ان سے آپؐ خرچ فرما لیتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی دیتے تھے۔ ہاں جب تک کوئی چیز آپؐ کے حصہ میں نہ آئے اسے قطعاً خرچ نہ فرماتے اور اپنے عزیز سے عزیز رشتہ داروں کو بھی نہ دیتے۔ کیا دنیا کسی بادشاہ کی مثال پیش کر سکتی ہے جو بیت المال کا ایسا محافظ ہو۔ اگر کوئی نظیر مل سکتی ہے تو صرف اسی پاک وجود کے خدام میں سے ورنہ دوسرے مذاہب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتے۔

(ماخوذ از سیرۃ النبیؐ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 544-545)

حضرت علی بن ابو طالبؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جب وہ چاہے کہ ہمیں اٹھائے تو ہمیں اٹھاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور واپس تشریف لے گئے۔ نماز سے مراد تہجد تھی یعنی کہ نماز تہجد اگر نہیں پڑھتے، تہجد کے وقت اگر ہماری آنکھ نہیں کھلتی تو یہ اللہ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ہمیں اٹھا دے اور جب اٹھا دیتا ہے تو ہم پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بحث نہیں کی اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر میں نے آپؐ کو سنا جبکہ آپؐ واپس جا رہے تھے۔ آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے کہ

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

کہ انسان سب سے بڑھ کر بحث کرنے والا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب تحریض النبی ﷺ علیٰ قیام اللیل والنوافل...... حدیث نمبر 1127)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کو بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ آپؐ رات اپنے داماد حضرت علیؓ اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے اور فرمایا کیا تہجد پڑھا کرتے ہو؟ (یعنی وہ نماز جو آدھی رات کے قریب اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔) حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! پڑھنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کی منشا کے ماتحت کسی وقت ہماری آنکھ بند رہتی ہے تو پھر تہجد رہ جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تہجد پڑھا کرو اور اٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے اور راستہ میں بار بار کہتے جاتے تھے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اکثر اپنی غلطی تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے اور مختلف قسم کی دلیلیں دے کر اپنے قصور پر پردہ ڈالتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ بجائے اس کے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ یہ کہتے کہ ہم سے کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے انہوں نے یہ کیوں کہا کہ جب خدا تعالیٰ کا منشا ہوتا ہے کہ ہم نہ جاگیں تو ہم سوئے رہتے ہیں اور اپنی غلطی کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 389-390)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کو مزید کھول کے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک موقع پر جبکہ حضرت علیؓ نے آپ کو ایسا جواب دیا جس میں بحث اور مقابلے کا طرز پایا جاتا تھا تو بجائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے یا خفگی کا اظہار کرتے آپؐ نے ایک

ایسی لطیف طرز اختیار کی کہ حضرت علیؓ غالباً اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس کی حلاوت سے مزہ اٹھاتے رہے ہوں گے اور انہوں نے جو لطف اٹھایا ہو گا وہ تو انہی کا حق تھا۔ اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اظہار ناپسندیدگی کو معلوم کر کے ہر ایک باریک بین نظر محو حیرت ہو جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ بخاری کی روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے اور فاطمۃ الزہرا کے پاس تشریف لائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور فرمایا کہ کیا تم تہجد کی نماز نہیں پڑھا کرتے؟ میں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! ہماری جانیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور جب وہ اٹھانا چاہے اٹھا دیتا ہے۔ آپؐ اس بات کو سن کر لَوٹ گئے اور مجھے کچھ نہیں کہا۔ پھر میں نے آپؐ سے سنا اور آپؐ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوئے تھے اور آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہہ رہے تھے کہ انسان تو اکثر باتوں میں بحث کرنے لگ پڑتا ہے۔ اللہ اللہ، کس لطیف طرز سے حضرت علیؓ کو آپؐ نے سمجھایا کہ آپؐ کو یہ جواب نہیں دینا چاہیے تھا۔ کوئی اَور ہوتا تو اول تو بحث شروع کر دیتا کہ میری پوزیشن اور رتبہ کو دیکھو پھر اپنے جواب کو دیکھو۔ کیا تمہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ اس طرح میری بات کو ردّ کر دو۔ یہ نہیں تو کم سے کم بحث شروع کر دیتا کہ یہ تمہارا دعویٰ غلط ہے کہ انسان مجبور ہے اور اس کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ وہ جس طرح چاہے کرواتا ہے۔ چاہے نماز کی توفیق دے چاہے نہ دے۔ اور کہتا کہ جبر کا مسئلہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ لیکن آپؐ نے ان دونوں طریقوں سے کوئی بھی اختیار نہ کیا اور نہ تو ان پر ناراض ہوئے، نہ بحث کر کے حضرت علیؓ کو ان کے قول کی غلطی پر آگاہ کیا بلکہ ایک طرف ہو کر ان کے اس جواب پر اس طرح حیرت کا اظہار کر دیا کہ انسان بھی عجیب ہے کہ ہر بات میں کوئی نہ کوئی پہلو اپنے موافق نکال ہی لیتا ہے اور بحث شروع کر دیتا ہے۔ حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا کہہ دینا ایسے ایسے منافع اپنے اندر رکھتا تھا کہ جس کا عشر عشیر بھی کسی اَور کی سو بحثوں سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس حدیث سے ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے اور اسی جگہ ان کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اول تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو دین داری کا کس قدر خیال تھا کہ رات کے وقت پھر کر اپنے قریبیوں کا خیال رکھتے تھے۔ بہت لوگ ہوتے ہیں جو خود تو نیک ہوتے ہیں، لوگوں کو بھی نیکی کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ان کے گھر کا حال خراب ہوتا ہے اور ان میں یہ مادہ نہیں ہوتا کہ اپنے گھر کے لوگوں کی بھی اصلاح کریں اور انہی لوگوں کی نسبت مثل مشہور ہے کہ چراغ تلے اندھیرا۔ یعنی جس طرح چراغ اپنے آس پاس تمام اشیاء کو روشن کر دیتا ہے لیکن خود اس کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی دوسروں کو تو نصیحت کرتے پھرتے ہیں مگر اپنے گھر کی فکر نہیں کرتے کہ ہماری روشنی سے ہمارے اپنے گھر کے لوگ کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عزیز بھی اس نور سے منور ہوں جس سے وہ دنیا کو روشن کرنا چاہتے تھے اور اس کا آپؐ تعہد بھی کرتے تھے اور ان کے امتحان و تجربہ میں لگے رہتے تھے اور تربیتِ اعزّاء ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے جو اگر آپؐ میں نہ ہوتا تو آپؐ کے اخلاق میں ایک قیمتی چیز کی کمی رہ جاتی۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تعلیم پر کامل یقین تھا جو آپ دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے اور ایک منٹ کے لیے بھی آپ اس پر شک نہیں کرتے تھے اور جیسا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ دنیا کو اُلّو بنانے کے لیے اور اپنی حکومت جمانے کے لیے آپؐ نے یہ سب کارخانہ بنایا تھا ورنہ آپؐ کو کوئی وحی نہیں آتی تھی۔ یہ بات نہ تھی بلکہ آپؐ کو اپنے رسول اور خدا کے مامور ہونے پر ایسا ثَلج قلب عطا تھا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی کیونکہ ممکن ہے کہ لوگوں میں آپؐ بناوٹ سے کام لے کر اپنی سچائی کو ثابت کرتے ہوں لیکن یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ رات کے وقت ایک شخص خاص طور پر اپنی بیٹی اور داماد کے پاس جائے اور ان سے دریافت کرے کہ کیا وہ اس عبادت کو بھی بجالاتے ہیں جو اس نے فرض نہیں کی بلکہ اس کا ادا کرنا مومنوں کے اپنے حالات پر چھوڑ دیا ہے اور جو آدھی رات کے وقت اٹھ کر ادا کی جاتی ہے۔ اس وقت آپ کا جانا اور اپنی بیٹی اور داماد کو ترغیب دینا کہ وہ تہجد بھی ادا کیا کریں اس کامل یقین پر دلالت کرتا ہے جو آپؐ کو اس تعلیم پر تھا جس پر آپؐ لوگوں کو چلانا چاہتے تھے۔ ورنہ ایک مفتری انسان جو جانتا ہو کہ ایک تعلیم پر چلنا ایک سا ہے، اپنی اولاد کو ایسے پوشیدہ وقت میں اس تعلیم پر عمل کرنے کی نصیحت نہیں کر سکتا یعنی تعلیم پر چلنا بے شک ایک ہے لیکن وہ نصیحت پوشیدہ وقت میں تو نہیں کر سکتا۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک آدمی کے دل میں یقین ہو کہ اس تعلیم پر چلے بغیر کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔ یعنی کہ تعلیم پر چلنا یا نہ چلنا یہ ایک جیسا ہے لیکن نصیحت کرنا، رات کے وقت، پوشیدہ وقت میں نصیحت کرنا یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب یقین ہو کہ جو تعلیم ہے اس پر چلے بغیر انسان اس کے دین کے یا اس تعلیم کے جو اعلیٰ کمال ہیں ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ تیسری بات وہی ہے جس کے ثابت کرنے کے لیے میں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک بات کے سمجھانے کے لیے تحمل سے کام لیا کرتے تھے اور بجائے لڑنے کے محبت اور پیار سے کسی کو اس کی غلطی پر آگاہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر جب حضرت علیؓ نے آپؐ کے سوال کو اس طرح ردّ کرنا چاہا کہ جب ہم سو جائیں تو ہمارا کیا اختیار ہے کہ ہم جاگیں کیونکہ سویا ہوا انسان اپنے آپ پر قابو نہیں رکھتا۔ جب وہ سو گیا تو اب اسے کیا خبر ہے کہ فلاں وقت آ گیا ہے اب میں فلاں فلاں کام کر لوں۔ اللہ تعالیٰ آنکھ کھول دے تو نماز ادا کر لیتے ہیں ورنہ مجبوری ہوتی ہے کیونکہ اس وقت الارم کی گھڑیاں نہ تھیں۔ اس بات کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرت ہونی ہی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو ایمان تھا وہ کبھی آپ کو ایسا غافل نہ ہونے دیتا تھا کہ تہجد کا وقت گزر جائے اور آپ کو خبر نہ ہو۔ اس لیے آپؐ نے دوسری طرف منہ کر کے صرف یہ کہہ دیا کہ انسان بات مانتا نہیں جھگڑتا ہے۔ یعنی تم کو آئندہ کے لیے کوشش کرنی چاہیے تھی کہ وقت ضائع نہ ہو نہ کہ اس طرح ٹالنا چاہیے تھا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ میں نے پھر کبھی تہجد میں ناغہ نہیں کیا۔

(ماخوذ از سیرۃ النبیؐ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 588 تا 590)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آج کل جو پاکستان میں حالات ہیں مزید سخت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ بعض حکومتی افسران جو ہیں مولوی کے پیچھے چل کے اور ان کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ہمیں جس حد تک نقصان پہنچا سکتے ہیں پہنچانے کی کوشش

کر رہے ہیں۔ اس لیے خاص طور پر دعائیں کریں اور ربوہ کے احمدی بھی پاکستان میں رہنے والے، دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدی بھی ہر جگہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کے منصوبے جو نہایت بھیانک منصوبے اور خطرناک منصوبے ہیں ان سے بچا کے رکھے اور ان لوگوں کی اب پکڑ کے جلد سامان فرمائے۔

میں جمعہ کے بعد بعض جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ان کے بارے میں کچھ مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔

پہلا ذکر مکرم کمانڈر چودھری محمد اسلم صاحب کا ہے جو کینیڈا کے تھے۔ 2/ نومبر 2020ء کو وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

کمانڈر صاحب 1929ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے تھے۔ گوجرانوالہ سے انہوں نے میٹرک کیا اور فرسٹ پوزیشن لی۔ پھر تعلیم الاسلام کالج اور گورنمنٹ ایف سی کالج سے ایف ایس سی کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی کیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی سرپرستی میں فزکس میں ایم ایس سی کرنے کی توفیق پائی۔ 1948ء میں فرقان فورس میں بھرتی ہو کر آزاد کشمیر میں متعین ہوئے جہاں انہیں مجاہد کشمیر کے سرٹیفکیٹ اور آزادیٔ کشمیر کے تمغے سے نوازا گیا۔ 1955ء میں مرحوم پاکستان نیوی میں بھرتی ہوئے جہاں انہیں پاکستان نیول اکیڈمی میں بطور ڈائریکٹر آف سٹڈیز، کوہاٹ میں ڈپٹی پریذیڈنٹ آف انٹر سروسز سلیکشن بورڈ، نیول ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں بطور ڈپٹی ڈائریکٹر نیول ایجوکیشنل سروسز وغیرہ کلیدی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم موصوف کو ایجوکیشنل سیکٹر میں نیوی کے نئے سکول اور کالجز کھولنے کی منصوبہ بندی کرنے کی بھی اور نیز بحریہ یونیورسٹی کے قیام میں بھی بنیادی کردار ادا کرنے کی توفیق ملی۔

پاکستان نیوی سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد کینیڈا تشریف لے گئے اور ایک سال مشن ہاؤس ٹورنٹو میں وقف عارضی کیا۔ اس کے بعد 1993ء میں وقف بعد از ریٹائرمنٹ کی درخواست کی جسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قبول فرمایا اور ان کی جو جماعت کی خدمات ہیں یہ بھی اٹھائیس سالوں پر محیط ہیں۔ اس دوران مرحوم کو بطور سیکرٹری جائیداد، سیکرٹری رشتہ ناطہ، ایڈیشنل سیکرٹری مشن ہاؤس اور معاون ہومیوپیتھی کلینک وغیرہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم نہایت منکسر المزاج، نرم گفتار تھے۔ ہر کسی سے شفقت سے پیش آتے تھے۔ نمازوں کی پابندی کرنے والے۔ خلافت کے ساتھ والہانہ تعلق اور عشق رکھنے والے۔ زندگی وقف کرنے کے بعد اپنا ہر لمحہ جماعت کی خدمت میں گزارنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ گذشتہ کچھ عرصے سے بہت بیمار تھے تاہم جب بھی طبیعت سنبھلتی فوراً مشن ہاؤس آ جاتے اور آخر دم تک خدمت دین میں سرگرم عمل رہے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ اور تین بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نیکیاں ان کی اولاد میں جاری فرمائے۔ ان کی بہو نصرت جہاں کہتی ہیں کہ نہایت شفیق، رحم دل اور نیک انسان تھے۔ نہایت ایمانداری سے وقف کو نبھایا۔ ایک آئیڈیل خاوند تھے اور باپ تھے۔ وفات سے پہلے تک اپنے بچوں کو نصیحت کرتے رہے کہ جماعت اور خدا سے تعلق اور نمازوں میں باقاعدگی بہت ضروری ہے اور ساری عمر خود بھی تہجد اور نمازوں کو باقاعدگی سے ادا کیا۔

دوسرا جنازہ محترمہ شاہینہ قمر صاحبہ اہلیہ قمر احمد شفیق صاحب جو نظارت علیا کے ڈرائیور ہیں۔ ان کا ہے۔ یہ شاہینہ قمر صاحبہ اور ان کے بیٹے عزیز ثمر احمد قمر 12/نومبر 2020ء کو دوپہر سوا ایک بجے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

وفات کے وقت محترمہ کی عمر اڑتیس سال تھی اور عزیزم ثمر احمد قمر کی عمر 17 سال تھی۔ شاہینہ قمر صاحبہ نے اپنے خاوند اور دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کے علاوہ تین بھائی بھی سوگوار چھوڑے ہیں۔ ان کی بیٹی شاہینہ قمر کہتی ہیں کہ میری ماں بہت نیک خاتون تھیں۔ مجھے ہر وقت نیکیوں کی تلقین کرتی رہتیں۔ خود بھی ہمیشہ نیکیوں میں پہل کرتی تھیں اور ہر بات مجھ سے شیئر کرتی تھیں۔ میری بہت اچھی دوست تھیں اور اپنی ساری باتیں مجھے بتایا کرتی تھیں اور دوسری بات یہ خصوصی بیان کی ہے کہ ماشاء اللہ انہیں جماعت کے کاموں سے بہت لگاؤ تھا اور خدمت کو ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ ان کے خاوند نے بھی لکھا ہے کہ باوجود کم تعلیم کے گھر کو بھی بڑی اچھی طرح سنبھالا اور بچوں کی بھی اعلیٰ رنگ میں تربیت کی۔

پھر ان کے بیٹے عزیزم ثمر احمد قمر ابن قمر احمد شفیق صاحب کا ذکر ہے اس کی ان کی والدہ کے ساتھ ہی ایکسیڈنٹ میں وفات ہو گئی تھی۔ تعلیم الاسلام کالج میں فرسٹ ایئر کا طالبعلم تھا اور اللہ کے فضل سے پڑھائی میں ٹھیک تھا۔ خدام کے ساتھ ڈیوٹیاں بھی بڑے جوش اور جذبے سے دیا کرتا تھا۔ جماعتی کاموں میں بہت فعال تھا۔ جب بھی زعیم کی طرف سے بلاوا آنا فوراً ہر کام چھوڑ کے چلے جانا۔ ان کے والد لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ تین تین چار چار دن کے لیے میں سفر پہ رہتا تو مجھے کہتا کہ ابو آپ فکر نہ کریں میں گھر کو سنبھال لوں گا، آپ بے شک آرام سے اپنی ڈیوٹی دیا کریں۔ اور واقعۃً ایسا ہی تھا۔ بہت ذمہ دار بچہ تھا۔ ثمر احمد قمر کی بڑی بہن ثمرین کہتی ہیں میرے بھائی ماشاء اللہ بہت اچھے تھے۔ غصہ تو انہیں آتا ہی نہیں تھا۔ میں اگر کبھی ڈانٹ بھی دیتی تو بالکل بھی غصہ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ناراض ہوتے تھے بلکہ بچوں سے اور بہن بھائیوں سے بہت پیار کا تعلق تھا۔ باقی چھوٹے بہن بھائیوں نے بھی یہی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور اس ساری فیملی کو، چھوٹے بچوں کو بھی اور ان بچوں کے والد کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کا ایک بیٹا وفات پا گیا اور اہلیہ بھی وفات پا گئیں۔

اگلا جنازہ مکرمہ سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ اہلیہ محمد افضل کھوکھر صاحب شہید کا ہے جو اشرف محمود کھوکھر صاحب شہید کی والدہ تھیں۔ ان کے خاوند بھی شہید ہوئے تھے، بیٹے بھی شہید ہوئے۔ 12/ستمبر 2020ء کو کینیڈا میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

میاں اور بیٹے کی شہادت کے بعد آپ کو بہت کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے ہر مشکل کا نہایت صبر اور حوصلے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بہت وقار کے ساتھ زندگی گزاری۔ کبھی کوئی شکوہ زبان پر نہ ہوتا۔ تین بچیوں کی شادیوں کا فریضہ انجام دیا۔ چند سال قبل انہیں اپنے ایک اَور جوان سال بیٹے آصف محمود کھوکھر کی اچانک وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس موقع پر بھی بڑے صبر سے کام لیا اور بہت صبر کا نمونہ دکھایا۔ اپنے تمام عزیزوں سے پیار کا سلوک کرنے والی تھیں۔ مہمان نواز تھیں۔ غریب پرور تھیں۔ خلافت کے ساتھ عقیدت اور

احترام اور پیار کا تعلق تھا۔ جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ ساری زندگی اپنے والدین، شہید خاوند اور اپنے بیٹے اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے نام پر صدقہ اور خیرات کرتی رہیں۔ آپ کے والدین مکرم مرزا فضل کریم صاحب اور صغریٰ بیگم صاحبہ اسلام اور احمدیت کے شیدائیوں میں سے تھے۔ آپ محترم مرزا مجیب احمد صاحب اور مرزا فضل الرحمٰن صاحب ایسٹ لنڈن کی سب سے بڑی ہمشیرہ تھیں۔ مبارک کھوکھر صاحب آف لاہور کی بڑی بھاوجہ تھیں۔ مبارک صدیقی صاحب کی بڑی خالہ تھیں۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم بلال احمد کھوکھر صاحب اور تین بیٹیاں طیبہ قریشی، طاہرہ ماجد اور ثمینہ کھوکھر چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان بچوں کو بھی اپنی ماں کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22/ تا 31/ دسمبر 2020ء جلد 27 شمارہ 102–104 صفحہ 05 تا 10)

50

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11/دسمبر 2020ء بمطابق 11/فتح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ آج بھی اور آئندہ بھی چند خطبات میں وہی جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

غزوۂ احد کے موقعے پر جب ابن قمئہ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کیا تو اس نے یہ گمان کیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ قریش کی طرف لوٹا اور کہنے لگا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔ جب حضرت مصعبؓ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور باقی مسلمانوں نے لڑائی کی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 529 غزوہ احد، مقتل مصعب بن عمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقعے پر مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابو طلحہ نے حضرت علیؓ کو للکارا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو کر تڑپنے لگا۔ حضرت علیؓ نے یکے بعد دیگرے کفار کے علمبرداروں کو تہِ تیغ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی ایک جماعت دیکھ کر حضرت علیؓ کو ان پر حملہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؓ نے عمرو بن عبد اللہ جُمَحِی کو قتل کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ پھر آپؐ نے کفار کے دوسرے دستہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے شَیْبَۃ بِنْ مَالِك کو ہلاک کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً یہ ہمدردی کے لائق ہے، یعنی حضرت علیؓ کے بارے میں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ تو جبرئیلؑ نے کہا کہ میں آپ دونوں میں سے ہوں۔

(شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد 2 صفحہ 409 باب غزوہ احد، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)
(تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 68 باب غزوہ احد، دار الفکر للطباعۃ ولنشر التوزیع بیروت 2002ء)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوگ ہٹ گئے تو میں نے شہداء کی لاشوں میں دیکھنا شروع کیا تو ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ تب میں نے کہا خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھاگنے والے تھے اور نہ ہی میں نے آپؐ کو شہداء میں پایا ہے لیکن اللہ ہم سے ناراض ہوا اور اس نے اپنے نبی کو اٹھا لیا ہے پس اب میرے لیے بھلائی یہی ہے کہ میں لڑوں یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں۔ پھر میں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کفار پر حملہ کیا۔ وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تو کیا دیکھتا ہوں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان ہیں۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ 94 ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر للطباعۃ والنشر التوزیع بیروت 2003ء)

یہ عشق و وفا کی وہ داستان ہے جو بچپن کے عہد سے شروع ہوئی اور ہر موقعے پر اپنا جلوہ دکھاتی رہی۔ غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم لگے اس حوالے سے ایک روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعدؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا مجھ سے پوچھتے ہو تو اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھو رہا تھا۔ یعنی یہ نظارہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہے، اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کیا دوا لگائی گئی تھی۔ حضرت سہلؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال میں سے پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی خون کو اَور نکال رہا ہے تو انہوں نے بوریہ کا ایک ٹکڑا لیا اور اس کو جلایا اور ان کے ساتھ چپکا دیا۔ اس سے خون رک گیا اور اس دن آپؐ کا سامنے والا دانت بھی ٹوٹ گیا تھا اور آپؐ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور آپؐ کا خَود آپؐ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب ما اصاب النبی ﷺ من الجراح یوم احد حدیث نمبر 4075)

حضرت سعید بن مُسَیّبؒ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت علیؓ کو سولہ زخم لگے تھے۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ 93 ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر بیروت 2003ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مضمون بیان فرما رہے تھے کہ مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں تو یہ مضمون بیان فرماتے ہوئے آپؓ نے یہ بیان فرمایا کہ

"حضرت علیؓ نے احد سے واپس آکر حضرت فاطمہؓ کو اپنی تلوار دی اور کہا اس کو دھو دو۔ آج اس تلوار نے بڑا کام کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی یہ بات سن رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: علیؓ! تمہاری ہی تلوار نے کام نہیں کیا اَور بھی بہت سے تمہارے بھائی ہیں جن کی تلواروں نے جوہر دکھائے ہیں۔ آپؐ نے چھ سات صحابہؓ کے نام لیتے ہوئے فرمایا ان کی تلواریں تمہاری تلوار سے کم تو نہ تھیں۔"

(مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 59)

اور پھر انہی مصیبتوں میں سے گزرتے ہوئے ان لوگوں کو آخر فتح یابی ہوئی۔

غزوۂ خندق شوال پانچ ہجری میں ہوئی ہے۔ اس موقعے پر کفار کے لشکر نے جب مدینہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو ان کے رؤساء نے اس امر پہ اتفاق کیا کہ مل کر حملہ کیا جائے۔ وہ خندق میں کوئی ایسی تنگ جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے وہ اپنے گھڑ سوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب تک پہنچا دیں مگر انہیں کوئی جگہ نہ ملی۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایسی تدبیر ہے جس کو عرب میں آج تک کسی نے نہیں کیا تھا۔ ان سے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک فارسی شخص ہے جس نے آپؐ کو اس بات کا مشورہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ اسی کی تدبیر ہے یعنی کفار نے کہا۔ پھر وہ لوگ ایسے تنگ مقام پر پہنچے جس سے مسلمان غافل تھے تو عِکْرِمہ بن ابوجہل، نَوفل بن عبداللہ اور ضِرَار بن خَطَّاب اور هُبَیْرَہ بن ابووَهْب اور عَمرو بن عبدِ وُدّ نے اس جگہ سے خندق کو پار کیا۔ عمرو بن عبدِوُدّ مقابلے کے لیے بلاتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگا کہ

وَلَقَدْ بَحِحْتُ مِنَ النِّدَاءِ
لِجَمْعِهِمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزْ

یعنی ان کی جماعت کو آواز دیتے دیتے خود میری آواز بیٹھ گئی ہے کہ ہے کوئی جو مقابلے کے لیے نکلے۔ اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے یہ اشعار کہے۔

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَاكَ
مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزْ
فِيْ نِيَّةٍ وَ بَصِيْرَةٍ
وَالصِّدْقُ مَنْجِى كُلِّ فَائِزْ
اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِيْمَ
عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزْ
مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقَى
ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَزَاهِزْ

تم ہرگز جلدی نہ کرو۔ تمہاری آواز کا جواب دینے والا تمہارے پاس آ گیا ہے جو بے بسی اور کمزوری کا اظہار کرنے والا نہیں۔ مضبوط ارادے اور مکمل بصیرت کے ساتھ اور میدان میں ثابت قدمی اور ڈٹ جانا ہی ہر کامیاب ہونے والے کی نجات کا ذریعہ ہے۔ میں یقیناً امید رکھتا ہوں کہ میں تجھ پر میتوں پر نوحہ کرنے والیاں اکٹھی کر دوں گا۔ ایسا بڑا زخم لگا کر جس کا تذکرہ جنگوں میں باقی رہے گا۔

حضرت علی بن ابو طالبؓ نے جب کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس سے مقابلے کے لیے نکلوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی تلوار دی اور عمامہ باندھا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس یعنی عمرو بن عبدِ وُدّ کے مقابل میں اس کی مدد کر۔ حضرت علیؓ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ دونوں ایک دوسرے سے مقابلہ کے لیے ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور جب مقابلے پہ آئے تو وہاں ان دونوں کے درمیان مٹی کا غبار اٹھا۔ حضرت علیؓ نے اسے مار کر قتل کر دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا تو ہم نے جان لیا کہ حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس کے ساتھی پشت پھیر کر بھاگ گئے اور اپنے گھوڑوں کی وجہ سے جان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 573)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 2 صفحہ283 غزوۃ رسول اللہ ﷺ الخندق و ھی غزوۃ الاحزاب۔ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)(البدایہ و النہایہ جلد 2جزء4 صفحہ 115 غزوۃ الخندق و ھی غزوۃ الاحزاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء)

اس کی مزید تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں تحریر فرمایا ہے کہ عمرو ایک نہایت نامور شمشیر زن تھا اور اپنی بہادری کی وجہ سے اکیلا ہی ایک ہزار سپاہی کے برابر سمجھا جاتا تھا اور چونکہ وہ بدر کے موقع پر خائب و خاسر ہو کر واپس گیا تھا اس لئے اس کا سینہ مسلمانوں کے خلاف بغض و انتقام کے جذبات سے

بھرا ہوا تھا۔ اس نے میدان میں آتے ہی نہایت مغرورانہ لہجے میں مبارز طلبی کی۔ کہا کوئی ہے جو میرے مقابلے پہ آئے۔ بعض صحابہ اس کے مقابلہ سے کتراتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت علیؓ اس کے مقابلہ کے لئے آگے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ان کو عنایت فرمائی اور ان کے واسطے دعا کی۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عمرو سے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص تم سے دو باتوں کی درخواست کرے گا تو تم ان میں سے ایک بات ضرور مان لو گے۔ عمرو نے کہا ہاں۔ حضرت علیؓ نے کہا تو پھر میں پہلی بات تم سے یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر خدائی انعامات کے وارث بنو۔ عمرو نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر یہ بات منظور نہیں ہے تو پھر آؤ میرے ساتھ لڑنے کو تیار ہو جاؤ۔ اس پر عمرو ہنسنے لگا اور کہنے لگا میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص مجھ سے یہ الفاظ کہہ سکتا ہے۔ پھر اس نے حضرت علیؓ کا نام و نسب پوچھا اور ان کے بتانے پر کہنے لگا کہ بھتیجے تم ابھی بچے ہو۔ میں تمہارا خون نہیں گرانا چاہتا۔ اپنے بڑوں میں سے کسی کو بھیجو۔ حضرت علیؓ نے جواب میں کہا کہ تم میرا خون تو نہیں گرانا چاہتے مگر مجھے تمہارا خون گرانے میں تامل نہیں ہے۔ اس پر عمرو جوش میں اندھا ہو کر اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اس کی کونچیں کاٹ کر اسے نیچے گرا دیا تا کہ گھوڑے سے واپسی کا بھی کوئی رستہ نہ رہے اور پھر ایک آگ کے شعلہ کی طرح دیوانہ وار حضرت علیؓ کی طرف بڑھا اور اس زور سے حضرت علیؓ پر تلوار چلائی کہ وہ ان کی ڈھال کو قلم کرتی ہوئی ان کی پیشانی پر لگی اور ان کی پیشانی کو کسی قدر زخمی بھی کیا مگر ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر! کا نعرہ لگاتے ہوئے ایسا وار کیا کہ وہ اپنے آپ کو بچا تا رہ گیا اور حضرت علی کی تلوار اسے شانے پر سے کاٹتی ہوئی نیچے اتر گئی اور عمرو تڑپتا ہوا گرا اور جان دے دی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 588-589)

عمرو بن عبدِ وُدّ کے قتل ہونے کے بعد کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ وہ اس کی لاش دس ہزار درہم کے بدلے میں خرید لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے جاؤ۔ ہم مُردوں کی قیمت نہیں کھاتے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 2 جزء 4 صفحہ 116 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت بَرَاء بن عَازِب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ سے صلح کی تو حضرت علی بن ابو طالبؓ نے ان کے درمیان ایک تحریر لکھی اور اس میں آپؐ کا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا۔ مشرکوں نے کہا کہ محمد رسول اللہ نہ لکھو۔ اگر آپؐ رسول ہوتے تو ہم آپ سے نہ لڑتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اسے مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں وہ شخص نہیں جو اسے مٹائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور ان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ تین دن مکہ میں رہیں گے اور وہ اس میں ہتھیار جُلُبَّان میں رکھ کر داخل ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ جُلُبَّان کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ غلاف جس میں تلوار مع میان کے رکھی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلح بَابٌ: كَيْفَ يُكْتَبُ هٰذَا: مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى قَبِيلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ حدیث 2698، اردو ترجمہ صحیح البخاری جلد 5 صفحہ 12-13 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذرا تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صلح حدیبیہ کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور کفار صلح کے لئے شرائط پیش کر رہے تھے۔ صحابہ اپنے دلوں میں ایک آگ لئے بیٹھے تھے اور ان کے سینے ان مظالم کی تپش سے جل رہے تھے جو کفار کی طرف سے بیس سال سے ان پر کئے جا رہے تھے۔ ان کی تلواریں میانوں سے باہر نکلی پڑتی تھیں اور وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح موقع آئے تو ان مظالم کا جو انہوں نے اسلام پر کئے ہیں بدلہ لیا جائے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفار کی باتیں سنیں اور جب یہ تجویز ان کی طرف سے پیش ہوئی کہ آؤ ہم آپس میں صلح کر لیں تو آپ نے فرمایا بہت اچھا ہم صلح کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ اس سال تم عمرہ نہیں کر سکتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بہت اچھا اس سال ہم عمرہ نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ دوسرے سال جب آپ عمرہ کے لئے آئیں تو یہ شرط ہو گی کہ آپ مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بہت اچھا۔ مجھے یہ شرط بھی منظور ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ کو مسلح ہو کر مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا: بہت اچھا ہم مسلح ہو کر مکہ میں داخل نہیں ہوں گے۔ صلح کا معاہدہ طے ہو رہا تھا اور صحابہ کے دل اندر ہی اندر جوش سے ابل رہے تھے۔ وہ غصہ سے تلملا رہے تھے مگر کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ انہوں نے جب یہ معاہدہ لکھنا شروع کیا تو انہوں نے لکھا کہ یہ معاہدہ ایک طرف تو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے ہے اور دوسری طرف مکہ کے فلاں فلاں رئیس اور مکہ والوں کی طرف سے ہے۔ اس پر کفار بھڑک اٹھے اور انہوں نے کہا ہم ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ اگر مانتے تو ان سے لڑائی کس بات پر ہوتی۔ ہم تو ان سے محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے معاہدہ کر رہے ہیں، محمد رسول اللہ کی حیثیت سے معاہدہ نہیں کر رہے۔ پس یہ الفاظ اس معاہدہ میں نہیں لکھے جائیں گے۔ اس وقت صحابہ کے جوش کی کوئی انتہا نہ رہی اور وہ غصہ سے کانپنے لگ گئے۔ انہوں نے سمجھا اب خدا نے ایک موقع پیدا کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی بات نہیں مانیں گے اور ہمیں ان سے لڑائی کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل جائے گا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ معاہدہ میں سے رسول اللہ کا لفظ کاٹ دینا چاہئے۔" آپؐ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ "علی! اس لفظ کو مٹا دو مگر حضرت علیؓ ایسے انسان جو فرمانبرداری اور اطاعت کا نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا نمونہ تھے ان کا دل بھی کانپنے لگ گیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ لفظ مجھ سے نہیں مٹایا جاتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لاؤ مجھے کاغذ دو اور کاغذ لے کر جہاں رسول اللہ کا لفظ لکھا تھا اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔"

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 379 تا 381 خطبہ فرمودہ 8 ستمبر 1939ء)

غزوۂ خیبر جو محرم اور صفر سات ہجری میں ہوئی تھی اس کے بارے میں صحیح مسلم کی ایک لمبی روایت ہے۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع بیان کرتے ہیں کہ جب ہم خیبر پہنچے تو ان کا سردار مَرْحَب اپنی تلوار لہراتا ہوا نکلا

اور وہ کہہ رہا تھا کہ خیبر جانتا ہے کہ میں مَرحب ہتھیار بند بہادر تجربہ کار ہوں جب کہ جنگیں شعلے بھڑکاتی ہوئی آئیں یعنی میری بہادری کا پتہ لگتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے مقابلے کے لیے میرے چچا عامر نکلے اور انہوں نے کہا خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہتھیار بند بہادر خطرات میں اپنے آپ کو ڈالنے والا ہوں۔ راوی کہتے ہیں دونوں نے ضربیں لگائیں۔ مَرحب کی تلوار عامر کی ڈھال پر پڑی اور عامر اس پر نیچے سے وار کرنے لگے کہ ان کی اپنی تلوار ہی ان کو آن لگی اور اس نے ان کی رگ کاٹ دی اور وہ اسی سے شہید ہو گئے۔ سَلَمَہ کہتے ہیں۔ میں نکلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کہہ رہے تھے کہ عامر کے عمل باطل ہو گئے اس نے اپنے آپ کو قتل کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ مَیں روتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! عامرؓ کے عمل ضائع ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کس نے کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپؐ کے بعض صحابہ نے۔ آپؐ نے فرمایا جس نے یہ کہا غلط کہا۔ اس کے لیے تو دوہرا اجر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت علیؓ کی طرف بھیجا۔ ان کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مَیں حضرت علیؓ کے پاس گیا اور انہیں ساتھ لے کر چل پڑا۔ ان کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں۔ یعنی بیماری سے آنکھیں ابلی ہوئی تھیں، سوجی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ میں انہیں لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا۔ وہ ٹھیک ہو گئیں۔ آپؐ نے انہیں جھنڈا دیا اور مَرحب نکلا اور اس نے کہا کہ خیبر جانتا ہے کہ میں مَرحب ہوں۔ ہتھیار بند بہادر تجربہ کار جبکہ جنگیں شعلے بھڑکا رہی ہوتی ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا۔

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ

كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

أُوفِيْهِمُ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

کہ میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے۔ ہیبت ناک شکل والے شیر کی مانند جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ میں ایک صاع کے بدلے سَنْدَرَہ دیتا ہوں۔ یہ عربی کا ایک محاورہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ سیر کے مقابلے میں سوا سیر جو اردو محاورہ استعمال ہوتا ہے کہ ایسے کو تیسا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والا۔ سندرہ کے لفظی معنی 'مِكْيَالٌ وَاسِعٌ' یعنی بہت بڑا پیمانہ ہے۔ صاع صرف تین سیر کا ہوتا ہے سَنْدَرَہ بڑا ہوتا ہے۔ پھر راوی کہتے ہیں کہ یہ کہنے کے بعد حضرت علیؓ نے مَرحب کے سر پر ضرب لگائی اور قتل کر دیا اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوئی۔ یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 837) (صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوہ ذی قرد وغیرھا حدیث نمبر 4678) (اردو ترجمہ صحیح مسلم جلد 9 صفحہ 240 مع حاشیہ، شائع کردہ نور فاؤنڈیشن ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"خیبر کے دن حضرت علیؓ کو موقع ملا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج مَیں اسے موقع دوں

گا جو خدا اسے محبت کرتا ہے اور جس سے خدا تعالیٰ محبت کرتا ہے اور تلوار اس کے سپرد کروں گا جسے خدا تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں اس مجلس میں موجود تھا اور اپنا سر اونچا کرتا تھا کہ شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ لیں اور مجھے دے دیں۔ مگر آپؐ دیکھتے اور چپ رہتے۔ مَیں پھر سر اونچا کرتا اور آپؐ پھر دیکھتے اور چپ رہتے حتی کہ علیؓ آئے، ان کی آنکھیں سخت دکھتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! آگے آؤ۔ وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو شفا دے۔ یہ تلوار لو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 614 خطبہ فرمودہ 2 ستمبر 1938ء)

ایک اَور جگہ بھی حضرت مصلح موعودؓ اس کا اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپس آنے کے قریباً پانچ ماہ بعد یہ فیصلہ کیا کہ یہودی خیبر سے جو مدینہ سے صرف چند منزل کے فاصلہ پر تھا اور جہاں سے مدینہ کے خلاف آسانی سے سازش کی جاسکتی تھی نکال دیئے جائیں۔ چنانچہ آپؐ نے سولہ سو صحابہؓ کے ساتھ اگست 628ء میں خیبر کی طرف کوچ فرمایا۔ خیبر ایک قلعہ بند شہر تھا اور اس کے چاروں طرف چٹانوں کے اوپر قلعے بنے ہوئے تھے۔ ایسے مضبوط شہر کو اتنے تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ فتح کر لینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ ارد گرد کی چھوٹی چھوٹی چوکیاں تو چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد فتح ہو گئیں۔ لیکن جب یہودی سمٹ سمٹا کر شہر کے مرکزی قلعہ میں آگئے تو اس کے فتح کرنے کی تمام تدابیر بیکار جانے لگیں۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ اس شہر کی فتح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مقدر ہے۔ آپؐ نے صبح کے وقت یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کا سیاہ جھنڈا آج اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو خدا اور اس کا رسول اور مسلمان پیار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس قلعہ کی فتح اس کے ہاتھ پر مقدر کی ہے۔ اس کے بعد دوسری صبح آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور جھنڈا ان کے سپرد کیا۔ جنہوں نے صحابہؓ کی فوج کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ کیا۔ باوجود اس کے کہ یہودی قلعہ بند تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کو اس دن ایسی قوت بخشی کہ شام سے پہلے پہلے قلعہ فتح ہو گیا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 325-326)

پھر ایک اَور جگہ حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے اسی واقعہ کے تعلق میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح فرمایا ہے کہ

"خیبر کی فتح کا سوال پیدا ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا اور لشکر اسلامی کا علم آپؓ کے سپرد کرنا چاہا مگر حضرت علیؓ کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں" یہاں آنکھوں کے دکھنے کا بھی ذکر آ گیا "اور شدت تکلیف کی وجہ سے وہ سوجی ہوئی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس حالت میں دیکھا تو آپؐ نے علیؓ سے فرمایا ادھر آؤ۔ وہ سامنے آئے تو آپؐ نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگایا اور ان کی آنکھیں اسی وقت اچھی ہو گئیں۔" (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 398-399)

پھر ایک اَور جگہ آنحضرتؐ کے دستِ شفا کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے نظارے نظر آتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی طور پر شفاء بعض مریضوں کو ملتی ہے بغیر اس کے کہ طبعی ذرائع استعمال ہوں یا ان موقعوں پر شفاء ملتی ہے کہ جب طبعی ذرائع مفید نہیں ہوا کرتے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات میں سے اس قسم کی شفاء کی ایک مثال جنگ خیبر کے وقت ملتی ہے۔ خیبر کی جنگ کے دوران میں ایک دن آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ خیبر کی فتح اس شخص کے لئے مقدر ہے جس کے ہاتھ میں میں جھنڈا دوں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب وہ وقت آیا تو میں نے گردن اونچی کر کر کے دیکھنا شروع کیا کہ شاید مجھے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھنڈا دیں۔ مگر آپؐ نے انہیں اس کام کے لئے مقرر نہ فرمایا۔ اتنے میں حضرت علیؓ آئے اور ان کی آنکھیں سخت دکھ رہی تھیں۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگا دیا اور آنکھیں فوراً اچھی ہو گئیں اور آپؐ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر خیبر کی فتح کا کام ان کے سپرد کیا۔"

(ہستی باری تعالیٰ، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 327)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"حضرت علیؓ کی ایک مثال بڑی ایمان افزاء ہے۔ جنگ خیبر میں ایک بہت بڑے یہودی جرنیل کے مقابلہ کے لئے نکلے اور بڑی دیر تک اس سے لڑتے رہے کیونکہ وہ بھی لڑائی کے فن کا ماہر تھا اس لئے کافی دیر تک مقابلہ کرتا رہا، آخر حضرت علیؓ نے اسے گرالیا اور آپ اس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور ارادہ کیا کہ تلوار سے اس کی گردن کاٹ دیں۔ اتنے میں اس یہودی نے آپؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ اس پر حضرت علیؓ اسے چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے۔ وہ یہودی سخت حیران ہوا کہ انہوں نے یہ کیا کیا؟" کہ حضرت علیؓ نے مجھ پر قابو پا لیا تھا پھر مجھے چھوڑ دیا۔ "جب یہ میرے قتل پر قادر ہو چکے تھے تو انہوں نے مجھے چھوڑ کیوں دیا؟ چنانچہ اس نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ آپ مجھے چھوڑ کر الگ کیوں ہو گئے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں تم سے خدا کی رضا کے لئے لڑ رہا تھا مگر جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا تو مجھے غصہ آ گیا اور میں نے سمجھا کہ اب اگر میں تم کو قتل کروں گا تو میرا قتل کرنا اپنے نفس کے لئے ہو گا، خدا کے لئے نہیں ہو گا۔ پس میں نے تمہیں چھوڑ دیا تا کہ میرا غصہ فرو ہو جائے اور میرا تمہیں قتل کرنا اپنے نفس کے لئے نہ رہے۔ یہ کتنا عظیم الشان کمال ہے کہ عین جنگ کے میدان میں انہوں نے ایک شدید دشمن کو محض اس لئے چھوڑ دیا تا کہ ان کا قتل کرنا اپنے نفس کے غصہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔"

(سیر روحانی نمبر 2، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 74)

روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات کا حج کے موقع پر اعلان کیا۔ یہ روایت اس طرح ہے۔ ابوجعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ جب سورۂ براءت (سورۂ توبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کو بطور امیر حج بھجوا چکے تھے۔ آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا

کہ یارسول اللہؐ! اگر آپؐ یہ سورت حضرت ابوبکرؓ کی طرف بھیج دیں تاکہ وہ وہاں پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کے سوا کوئی یہ فریضہ میری طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور انہیں فرمایا: سورۂ توبہ کے آغاز میں جو بیان ہوا ہے اس کو لے جاؤ اور قربانی کے دن جب لوگ منیٰ میں اکٹھے ہوں تو ان میں اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔ نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی۔ حضرت علی بن ابوطالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عَضْبَاء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہی حضرت ابوبکرؓ سے جا ملے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کو راستے میں دیکھا تو کہا کہ آپؓ کو امیر مقرر کیا گیا ہے یا آپؓ میرے ماتحت ہوں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپؓ کے ماتحت۔ پھر دونوں روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کی حج کے امور پر نگرانی کی اور اس سال اہلِ عرب نے اپنی انہی جگہوں پر پڑاؤ کیا ہوا تھا جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔ جب قربانی کا دن آیا تو حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں میں اس بات کا اعلان کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اور کہا اے لوگو! جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی اور لوگوں کو اس اعلان کے دن سے چار ماہ تک کی مہلت دی تا کہ ہر قوم اپنے امن کی جگہوں یا اپنے علاقوں کی طرف لَوٹ جائے۔ پھر نہ کسی مشرک کے لیے کوئی عہد یا معاہدہ ہو گا اور نہ ذمہ داری سوائے اس عہد یا معاہدہ کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی مدت تک ہو۔ یعنی جس معاہدے کی مدت ابھی باقی ہے ان معاہدوں کے علاوہ کوئی نیا معاہدہ نہیں ہو گا۔ تو اس کا مقررہ مدت تک پاس کیا جائے گا۔ پھر اس سال کے بعد نہ کسی مشرک نے حج کیا اور نہ کسی نے ننگے بدن حج کیا۔ پھر وہ دونوں (حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(السیرة النبویة لابن ھشام۔حج ابی بکر بالناس سنة تسع واختصاص النبی ﷺ علی بن ابی طالب... صفحہ 832 دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2001ء)

یہ روایت جو اَب میں پڑھنے لگا ہوں پہلے بھی ایک صحابی کے ذکر میں بیان ہو چکی ہے لیکن یہاں حضرت علیؓ کے حوالے سے بھی بیان کرتا ہوں۔ فتح مکہ کے موقعے کی ہے جو رمضان 8/ ہجری میں جنوری 630ء کا واقعہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیرؓ اور مقداد بن اسودؓ کو بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا تم چلے جاؤ تم روضہ خاخ، یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے جو عورت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم چلے جاؤ۔ جب تم روضہ خاخ ایک جگہ ہے وہاں پہنچو تو وہاں ایک شتر سوار عورت ہو گی اور اس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط اس سے لے لو۔ ہم چل پڑے۔ ہمارے گھوڑے سرپٹ دوڑتے ہوئے ہمیں لے گئے۔ جب ہم روضہ خاخ میں پہنچے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شتر سوار عورت موجود ہے۔ ہم

نے اسے کہا کہ خط نکالو۔ وہ کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا تمہیں خط نکالنا ہو گا ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے اور تلاشی لیں گے۔ اس پر اس نے وہ خط اپنے جُوڑے سے نکالا اور ہم وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہلِ مکہ کے مشرکوں کے نام۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارادہ کی ان کو اطلاع دے رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلایا اور پوچھا حاطب یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے متعلق جلدی نہ فرمائیں۔ میں ایک ایسا آدمی تھا جو قریش میں آ کر مل گیا تھا۔ ان میں سے نہ تھا اور دوسرے مہاجرین جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کی مکہ میں رشتہ داریاں تھیں جن کے ذریعہ سے وہ اپنے گھر بار اور مال و اسباب کو بچاتے رہے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان مکہ والوں پر کوئی احسان کر دوں کیونکہ ان میں کوئی رشتہ داری تو میری تھی نہیں شاید وہ اس احسان ہی کی وجہ سے میرا پاس کریں اور میں نے کسی کفر یا ارتداد کی وجہ سے یہ نہیں کیا، (نہ میں نے انکار کیا ہے، نہ مرتد ہوا ہوں، نہ میں نے اسلام کو چھوڑا ہے، نہ میں منافق ہوں۔ میں نے یہ کام اس لیے نہیں کیا۔) اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کبھی پسند نہیں کیا جا سکتا۔ (میں آپ کو یقین دلاتا ہوں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ بیان کیا ہے۔ یعنی ان کی بات مان لی۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 840)

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الجاسوس حدیث 3007، اردو ترجمہ صحیح البخاری از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد 5 صفحہ 350 تا 352 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں۔

"صرف ایک کمزور صحابیؓ نے مکہ والوں کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر نکلے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں آپؐ کہاں جا رہے ہیں لیکن مَیں قیاس کرتا ہوں کہ غالباً وہ مکہ کی طرف آ رہے ہیں۔ میرے مکہ میں بعض عزیز اور رشتہ دار ہیں مَیں امید کرتا ہوں کہ تم اس مشکل گھڑی میں ان کی مدد کرو گے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دو گے۔ یہ خط ابھی مکہ نہیں پہنچا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا تم فلاں جگہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ وہاں ایک عورت اونٹنی پر سوار تم کو ملے گی اس کے پاس ایک خط ہو گا جو وہ مکہ والوں کی طرف لے جا رہی ہے۔ تم وہ خط اس عورت سے لے لینا اور فوراً میرے پاس آ جانا۔ جب وہ جانے لگے تو آپؐ نے فرمایا۔ دیکھنا وہ عورت ہے اس پر سختی نہ کرنا۔ اصرار کرنا اور زور دینا کہ تمہارے پاس خط ہے لیکن اگر پھر بھی وہ نہ مانے اور منتیں سماجتیں بھی کام نہ آئیں تو پھر تم سختی بھی کر سکتے ہو اور اگر اسے قتل کرنا پڑے تو قتل بھی کر سکتے ہو لیکن خط نہیں جانے دینا۔ چنانچہ حضرت علیؓ وہاں پہنچ گئے۔ عورت موجود تھی۔ وہ رونے لگ گئی اور قسمیں کھانے لگ گئی کہ کیا میں غدار ہوں؟ دھوکے باز ہوں؟ آخر کیا ہے؟ تم تلاشی لے لو۔ چنانچہ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا، اس کی جیبیں ٹٹولیں، سامان دیکھا مگر خط نہ ملا۔ صحابہؓ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے خط اس کے پاس نہیں۔ حضرت علیؓ کو جوش آ گیا۔ آپؓ نے کہا تم چپ رہو اور بڑے جوش سے کہا کہ خدا کی قسم! رسول کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہا ہے کہ تیرے پاس خط ہے اور خدا کی قسم! میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ پھر آپؓ نے تلوار نکالی اور کہا یا تو سیدھی طرح خط نکال کر دے دے ورنہ یاد رکھ اگر تجھے ننگا کر کے بھی تلاشی لینی پڑی تو میں تجھے ننگا کروں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولا ہے اور تُو جھوٹ بول رہی ہے۔ چنانچہ وہ ڈر گئی اور جب اسے ننگا کرنے کی دھمکی دی گئی تو اس نے جھٹ اپنی مینڈھیاں کھولیں۔ ان مینڈھیوں میں اس نے خط رکھا ہوا تھا جو اس نے نکال کر دے دیا۔"

(سیر روحانی (7)، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 262-263)

پھر ایک جگہ اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک صحابی نے اپنے رشتہ داروں کو مکہ پر مسلمانوں کے حملہ کی خبر پوشیدہ طور پر پہنچانی چاہی تا کہ اس ہمدردی کے اظہار کی وجہ سے وہ اس کے رشتہ داروں سے نیک سلوک کریں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام کے ذریعہ یہ بات بتا دی گئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور چند ایک اَور صحابہ کو بھیجا کہ فلاں جگہ ایک عورت ہے اس سے جا کر کاغذ لے آؤ۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر اس عورت سے کاغذ مانگا تو اس نے انکار کر دیا۔ بعض صحابہ نے کہا کہ شاید رسول کریمؐ کو غلطی لگی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا نہیں۔ آپؐ کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس سے کاغذ نہ ملے میں یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ انہوں نے اس عورت کو ڈانٹا تو اس نے وہ کاغذ نکال کر دے دیا۔"

(خطبات محمود جلد 4 صفحہ 182، 183 خطبہ فرمودہ 25 ستمبر 1914ء)

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے تو حضرت علیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں کعبہ کی چابی تھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے سِقَایَہ یعنی حج کے موقع پر پانی پلانے کی ڈیوٹی کے ساتھ حِجَابَہ، خانہ کعبہ کو کھولنے اور بند کرنے کی ڈیوٹی کی ذمہ داریاں سونپ دیں۔ آپؐ نے فرمایا عثمان بن طلحہ کدھر ہے؟ اسے بلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! یہ تیری چابی ہے۔ آج کا دن نیکی اور وفا کا دن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو ایسی چیز نہیں دوں گا جس سے تم لوگ مشقت اور تکلیف میں پڑو بلکہ وہ دوں گا جس میں تم لوگوں کے لیے خیر اور برکت ہو گی اور میں تم کو وہ چیز نہیں دوں گا جس کی تم خود ذمہ داری لینا چاہو۔ خود مانگ کے لے رہے ہو تو نہیں (دوں گا)۔

(السيرة النبوية لابن هشام صفحه 744 دخول الرسول الحرم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت لبنان 2001ء)

حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے بالائی حصہ میں پڑاؤ فرمایا تو بنی مَخْزُوم میں سے میرے دو سسرالی رشتہ دار بھاگ کر میرے پاس آ گئے۔ حضرت ام ہانیؓ کہتی ہیں کہ میرا بھائی علی میرے پاس آیا اور کہا خدا کی قسم! میں ان دونوں کو قتل کر دوں گا۔ حضرت ام ہانیؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان دونوں کے لیے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر مَیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ کے بالائی حصہ میں آئی۔ میں نے آپؐ کو پانی کے ایک برتن میں سے غسل کرتے پایا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کے نشانات موجود تھے اور آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے کے ساتھ آپؐ کے لیے پردہ کیے ہوئے تھیں۔ غسل

کے بعد آپؐ نے اپنے کپڑے تبدیل کیے۔ پھر چاشت کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ام ہانیؓ۔ خوش آمدید۔ تمہارا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے ان دونوں آدمیوں اور حضرت علیؓ کے متعلق سارا معاملہ بتایا کہ اس طرح حضرت علیؓ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اور میں ان کو اپنے گھر میں چھپا کے آئی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جن کو تم نے پناہ دی انہیں ہم نے پناہ دی اور جن کو تم نے امان دی ان کو ہم نے بھی امان دی۔ پس وہ ان دونوں کو قتل نہ کرے یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؓ ان کو قتل نہیں کریں گے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 743-744 من امر رسول اللہؐ بقتلھم، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُوَیْرَث بن نُقَید کے قتل کا حکم نامہ جاری فرمایا ہوا تھا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ایذا پہنچاتا تھا اور آپؐ کی اذیت کے لیے بڑی بڑی باتیں کرتا تھا اور ہجو کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے جب حضرت فاطمہؓ اور حضرت اُمّ کلثوم کو مکہ سے مدینہ بھجوانے کے لیے اونٹ پر بٹھایا تو حُوَیْرَث نے اس اونٹ کو گرا دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فتح مکہ کے موقع پر حُوَیْرَث بن نُقَید کو قتل کیا تھا جبکہ وہ بھاگنے کے لیے نکل چکا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 131 باب ذکر مغازیہؐ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء)

غزوۂ حنین جو شوال آٹھ ہجری میں ہوئی۔ روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ حنین کے موقعے پر مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس تھا۔ غزوۂ حنین کے دوران جب گھمسان کی جنگ ہوئی اور کفار کے سخت حملے کی وجہ سے آپؐ کے گرد صرف چند صحابہ ہی رہ گئے تو ان چند صحابہ میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 840)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 2 صفحہ 325 ذکر عدد مغازی رسول اللہ ﷺ و سرایاہ و اسمائھا و تواریخھا و جمل ما کان فی کل غزاۃ و سریۃ منھا / غزوۃ رسول اللہ الی حنین مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت لبنان 1996ء)

غزوۂ حنین میں مشرکوں کی صفوں کے آگے سرخ اونٹ پر سوار ایک شخص تھا جس کے ہاتھ میں ایک سیاہ پرچم تھا۔ یہ پرچم ایک بہت لمبے نیزے سے باندھا گیا تھا۔ بنو ہوازن کے لوگ اس شخص کے پیچھے تھے۔ اگر کوئی شخص اس کی زد میں آ جاتا تو وہ فوراً اس کو نیزہ مار دیتا اور اگر وہ اس کے نیزے کی زد سے بچ جاتا تو وہ اپنے پیچھے والوں کے لیے نیزہ اٹھا کر اشارہ کرتا اور وہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے اور وہ سرخ اونٹ والے کے پیچھے رہتے۔ یہ شخص اسی طرح حملے کرتا پھر رہا تھا کہ اچانک حضرت علیؓ اور ایک انصاری شخص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے قتل کرنے کے لیے بڑھے۔ حضرت علیؓ نے اس کی پشت کی طرف سے آ کر اس کے اونٹ کے کولہوں پر وار کیا جس کے نتیجہ میں اونٹ الٹے منہ گرا۔ اسی وقت اس انصاری شخص نے اس پر چھلانگ لگائی اور ایسا سخت وار کیا کہ اس کی ٹانگ آدھی پنڈلی سے کٹ گئی۔ اسی وقت مسلمانوں نے مشرکوں پر ایک سخت حملہ کر دیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 158 باب ذکر مغازیہؐ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء)

سریہ حضرت علیؓ بطرف بنو طَیّ کے بارے میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو افراد کے ہمراہ بنو طَیّ کے بت فُلْس کو گرانے کے لیے روانہ فرمایا۔ (بنو طَیّ کا علاقہ مدینے کے

شمال مشرق میں واقع تھا۔) آپؐ نے اس سریہ کے لیے حضرت علیؓ کو ایک کالے رنگ کا بڑا جھنڈا اور سفید رنگ کا چھوٹا پرچم عطا فرمایا۔ حضرت علیؓ صبح کے وقت آل حاتم پر حملہ آور ہوئے اور ان کے بت فُلْس کو منہدم کر دیا۔ حضرت علیؓ بنو طَیّ سے بہت سارا مالِ غنیمت اور قیدی لے کر مدینہ واپس آئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 2 صفحہ 331 سریہ علی بن ابی طالب الی الفلس ... دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

غزوۂ تبوک جو رجب 9؍ ہجری میں ہوا اس کے بارے میں روایت ہے جو مُصْعَب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لیے نکلے اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ نے کہا: کیا آپؐ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم خوش نہیں ہوتے کہ تمہارا مقام مجھ سے وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ سے تھا مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 842)

(صحیح البخاری کتاب المغازی بَابُ غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ حدیث 4416)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جنگ پر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے قائمقام بنا گئے۔ پیچھے صرف منافق ہی منافق رہ گئے تھے۔ اس وجہ سے وہ گھبرا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ مجھے بھی لے چلیں۔ آپؐ نے تسلی دی اور فرمایا۔

اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ۔

یعنی اے علیؓ! تمہیں مجھ سے ہارونؑ اور موسیٰؑ کی نسبت حاصل ہے۔ ایک دن ہارونؑ کی طرح تم بھی میرے خلیفہ ہو گے لیکن باوجود اس نسبت کے تم نبی نہ ہو گے۔" (خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 579)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علیؓ کو یمن کی طرف بھیجنے کے بارے میں آتا ہے کہ دس ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف بھجوایا۔ اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کی طرف بھیجا کہ وہ ان کو اسلام کی طرف بلائیں، یعنی یمن والوں کی طرف، لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا پھر اس پر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اہل یمن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا۔ پھر پورے ہمدان نے ایک ہی دن میں اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علیؓ نے ان کے قبول اسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ جملہ دُہرایا کہ ہمدان پر سلامتی ہو۔ ہمدان یمن میں مدینہ کے جنوب مشرق میں مدینہ سے تقریباً ساڑھے گیارہ سو کلو میٹر دور واقع ایک شہر ہے۔ پھر اس کے بعد اہل یمن نے بھی اسلام قبول کر لیا اور حضرت علیؓ نے اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 168 ذکر ارسال علی الی الیمن واسلام ھمدان، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2006ء)

(غزوات و سرایا از علامہ محمد اظہر فرید شاہ صفحہ 550 مطبوعہ فرید پبلشرز ساہیوال 2018ء)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھے بھیج رہے ہیں اور میں نوجوان ہوں اور مجھے قضا کا کوئی علم بھی نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تیرے دل کو ضرور ہدایت دے گا اور تیری زبان کو ثبات بخشے گا۔ پس جب تیرے سامنے دو جھگڑا کرنے والے بیٹھیں تو فیصلہ نہ کرنا یہاں تک کہ تو دوسرے سے بھی سن لے جیسا کہ تُو نے پہلے سے سنا۔ ایسا کرنا اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تیرے لیے فیصلہ واضح ہو جائے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی کوئی شک پیدا نہیں ہوا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الاقضیة باب کیف القضاء حدیث نمبر 3582)

حضرت عَمرو بِن شَاس اَسْلَمِیؓ جو صلح حدیبیہ کے شاملین میں سے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ سختی کی یہاں تک کہ میں اپنے دل میں ان کے بارے میں کچھ محسوس کرنے لگا۔ پس جب میں یمن سے واپس آیا تو میں نے ان کے خلاف مسجد میں شکایت کی یہاں تک کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ ایک دن مَیں مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جب آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپؐ نے مجھے غور سے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تیز نظر سے دیکھا یہاں تک کہ جب میں بیٹھا تو آپؐ نے فرمایا: اے عَمرو! خدا کی قسم! تو نے مجھے اذیت دی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مَیں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ کو تکلیف پہنچاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں جس نے علیؓ کو اذیت دی تو اس نے مجھے اذیت دی۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 05 صفحہ 478-479 حدیث عمرو بن شاس حدیث: 16056 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں۔ یہ روایت جو میں نے پہلے پڑھی ہے وہ مسند کی ہے۔ اگلی ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ ایک موقع پر لوگوں نے حضرت علیؓ کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطاب کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے لوگو! تم علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم! وہ اللہ کی ذات کے بارے میں بہت ڈرنے والا ہے یا فرمایا وہ اللہ کے رستے میں بہت ڈرنے والا ہے اس بات سے کہ اس کی شکایت کی جائے۔

(السیرة النبویة لابن ہشام صفحہ 867-868 موافاة علی فی قفوله من الیمن رسول اللّٰه فی الحج، دار الکتب العلمیة 2001ء)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی بیان ہو گا۔

آج بھی میں دعا کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ گذشتہ جمعے الجزائر کے بارے میں ذکر نہیں ہوا تھا وہاں بھی احمدیوں پر کافی سخت حالات ہیں اور بعض کو اسیر بھی بنایا گیا ہے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی حالات میں آسانی پیدا کرے اور اسیروں کی جلد رہائی کے بھی سامان ہوں اور وہاں کے جو سختی کے حالات ہیں حکومت کو بھی عقل دے کہ وہ انصاف سے کام لیتے ہوئے احمدیوں کے حق ادا کرنے والی ہو۔ اسی طرح پاکستان کے حالات بھی سختی کی طرف ہیں۔ میں نے کہا تھا انفرادی طور پر بعض افسران ایسے ہیں ان کے لیے بھی دعا

کریں۔ اللہ تعالیٰ اگر ان مولویوں اور افسران کو عقل نہیں دینا چاہتا یا ان کو عقل نہیں آئے گی یا ان کا مقدر ہی یہی ہے کہ وہ اسی طرح کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں تو پھر اللہ تعالیٰ جلد ان کی پکڑ کے سامان پیدا فرمائے اور احمدیوں کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔

نماز کے بعد مَیں جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو رشید احمد صاحب ابن محمد عبداللہ صاحب ربوہ کا ہے۔ یہ طاہر ندیم صاحب جو ہمارے عربی ڈیسک کے مربی ہیں ان کے والد تھے۔ 28/اکتوبر کو 76 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا حضرت عبدالغفور صاحب کے ذریعے آئی تھی جنہوں نے اپنے خالہ زاد حضرت مولوی اللہ دتہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ 92-1891ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی تھی۔ حضرت مولوی اللہ دتہ صاحب رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے عالم تھے اور آپ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دعویٰ سے پہلے بھی میل ملاقات تھی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا مسیح موعود علیہ السلام نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی اللہ دتہ صاحب اپنے خالہ زاد حضرت مولوی عبدالغفور صاحب جو مرحوم کے دادا تھے ان کو ساتھ لے کر قادیان گئے اور دونوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ بعد میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی تبلیغ سے علی پور اور موضع حسن پور ملتان میں بہت سے لوگ احمدیت میں شامل ہوئے۔ ایک لمبا عرصہ تک مرحوم کو اپنی جماعت میں، ضلع بہاولپور میں ان کی جماعت تھی، اس میں سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم بڑے نیک، صالح، شریف النفس، مہمان نواز، ایک ہمدرد انسان تھے۔ رشتہ داروں اور اہل محلہ سے غریبوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔ غریبوں کا خاموشی سے خیال رکھنے والے تھے۔ ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ صدیقہ بیگم صاحبہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی قادر بخش صاحب کی نواسی ہیں۔ اور مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ اس کے علاوہ ان کے لواحقین میں، ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ان کے بچے تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ اور ایک بیٹے تو جیسا کہ میں نے کہا وقفِ زندگی ہیں۔ یہاں مربی سلسلہ ہیں۔ عربی ڈیسک میں خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01/جنوری 2021ء جلد 28 شمارہ 01 صفحہ 05 تا 10)

51

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 / دسمبر 2020ء بمطابق 18 / فتح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری میں آپؓ کی خدمت کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے اپنی ازواج سے اجازت لی کہ میرے گھر میں آپؐ کی تیمارداری کی جائے تو آپؐ کو انہوں نے اجازت دے دی۔ اس پر آپؐ دو آدمیوں کے درمیان نکلے۔ آپؐ کے پاؤں زمین پر لکیر ڈال رہے تھے اور آپؐ حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان تھے یعنی حضرت عائشہؓ کے گھر میں ہی تھے اور وہیں سے آپؐ مسجد جانے کے لیے دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر آئے۔ عبید اللہ نے کہا کہ میں نے اس بات کا ذکر حضرت ابن عباسؓ سے کیا جو حضرت عائشہؓ نے کہی تھی تو انہوں نے کہا کیا تم جانتے ہو وہ کون آدمی تھے جس کا حضرت عائشہؓ نے نام لیا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ ایک تو حضرت عباسؓ تھے جن کا حضرت عائشہؓ نے نام لیا تھا اور دوسرے آدمی جس کا نام نہیں لیا تھا انہوں نے کہا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ حدیث نمبر665)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابو طالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آپؐ کی اس بیماری کے دوران جس میں آپؐ فوت ہوئے باہر نکلے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن! آج صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے؟ انہوں نے کہا الحمد للہ۔ آج صبح آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ اس پر حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا اللہ کی قسم! تم تین دن کے بعد کسی اَور کے ماتحت ہو جاؤ گے کیونکہ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں جلد فوت ہو جائیں گے کیونکہ موت کے وقت بنو عبد المطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ آؤ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپؐ سے پوچھیں کہ یہ معاملہ (یعنی خلافت) کن میں ہو گی؟ اگر ہمارے میں ہوئی تو ہمیں علم ہو جائے گا اور اگر یہ ہمارے علاوہ کسی اَور میں ہوئی تو بھی ہم یہ بات جان لیں گے اور آپؐ اس کے بارے میں ہمیں کوئی وصیت کر جائیں گے۔ حضرت علیؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی اور آپؐ نے

ہمیں یہ (اعزاز) نہ دیا تو آپؐ کے بعد لوگ ہمیں نہیں دیں گے۔ بخدا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق نہیں پوچھوں گا۔

(صحیح البخاری۔کتاب المغازی باب مرض النبیﷺ و وفاته حدیث 4447۔ترجمہ از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد9 صفحہ 337-338)

یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔ بخاری میں اس جگہ عربی الفاظ ہیں۔ أَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا۔ اس کے متعلق حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں یہ نوٹ درج کیا ہے کہ یہ اس شخص کے لیے کنایہ کے طور پر استعمال ہوا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اَور کے ماتحت ہو جائے گا اور مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دن کے بعد وفات ہو جائے گی۔

(صحیح بخاری مترجم از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد9 صفحہ 337 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت عامر سے روایت ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ، حضرت فضلؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے غسل دیا اور انہی افراد نے آپؐ کو قبر میں اتارا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بھی داخل کیا۔

(سنن ابو دؤد کتاب الجنائز باب کم یدخل القبر حدیث3209)

حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے کے بارے میں مختلف روایتیں آتی ہیں کیونکہ بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے پوری رضا و رغبت کے ساتھ فوراً حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ بعض اس کے خلاف لکھتے ہیں۔ بہرحال حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت مروی ہے کہ مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے تو انہوں نے لوگوں کی طرف دیکھا تو ان میں حضرت علیؓ کو نہ پایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انصار میں سے کچھ لوگ گئے اور حضرت علیؓ کو لے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور آپؐ کے داماد! کیا تم مسلمانوں کی طاقت کو توڑنا چاہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! گرفت نہ کیجیے۔ پھر انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔

(سیرة امیر المؤمنین علی بن ابی طالب شخصیته و عصره ص 119۔ الفصل الثانی علی بن ابی طالب فی عهد الخلفاء الراشدین...الخ۔ دار المعرفة بیروت لبنان2006ء۔ السیرة النبویة لابن کثیر صفحه 693۔ ذکر اعتراف سعد بن عبادة بصحة ما قاله الصدیق یوم السقیفة۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2005ء)

تاریخ طبری میں ہے کہ حبیب بن ابو ثابت سے یہ روایت ہے کہ حضرت علیؓ اپنے گھر میں تھے جب ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکرؓ بیعت لینے کے لیے تشریف فرما ہیں۔ حضرت علیؓ قمیص پہنے ہوئے تھے۔ جلدی سے اس حالت میں باہر نکلے کہ نہ ہی ان پر ازار تھا اور نہ ہی کوئی چادر۔ آپ اس امر کو ناپسند کرتے ہوئے نکلے کہ کہیں اس سے دیر نہ ہو جائے یہاں تک کہ آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر آپؓ نے اپنے کپڑے منگوائے اور وہ کپڑے پہنے۔ پھر حضرت

ابو بکرؓ کی مجلس میں ہی بیٹھے رہے۔

(تاریخ الطبری جزء 3 صفحہ 257۔حدیث السقیفۃ ۔ مطبوعہ دار الفکر لبنان2002ء)

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلے دن یا دوسرے دن حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ اور یہی سچ ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو کبھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز کی ادائیگی ترک کی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر صفحہ 694، ذکر اعتراف سعد بن عبادۃ بصحۃ ما قالہ الصدیق یوم السقیفۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علیؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اول اول حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے بھی تخلف کیا تھا مگر پھر گھر جا کر خدا جانے کیا خیال آیا کہ پگڑی بھی نہ باندھی اور فوراً ٹوپی سے ہی بیعت کرنے کو آگئے اور پگڑی پیچھے منگوائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں خیال آ گیا ہو گا کہ یہ تو بڑی معصیت ہے۔ اس واسطے اتنی جلدی کی کہ پگڑی بھی نہ باندھی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد10 صفحہ 183 ایڈیشن 1984ء)

یعنی کپڑے بھی پورے نہیں پہنے اور جلدی جلدی آ گئے۔

دوسری قسم کی روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی تھی جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہیں کی تھی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث4240)

جبکہ بہت سے علماء نے بخاری میں موجود اس روایت پر جرح کی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی سنن الکبریٰ میں امام شہاب الدین زہری کی روایت کا ذکر کرتے ہوئے جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت حضرت فاطمہؓ کی وفات تک نہیں کی تھی، تحریر کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ امام زہری کی یہ بات کہ حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے حضرت فاطمہؓ کی وفات تک رکے رہے یہ منقطع قول ہے اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے سقیفہ کے بعد ہونے والی عام بیعت میں حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب قسم الفئ و الغنیمۃ باب بیان مصرف اربعۃ اخماس الفئ بعد رسول اللہ ﷺ... حدیث12732)

اور بعض علماء نے بخاری میں موجود اس روایت کی تطبیق اس طرح سے کی ہے کہ اس دوسری بیعت کو تجدیدِ بیعت کا نام دیا ہے۔ شاید ان علماء کا یہ خیال ہو کہ آخر کوئی بات تو ہو گی اس لیے بخاری جیسی کتاب میں اس روایت کی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ حضرت علیؓ کی اس دوسری بیعت کو کوئی نام دیا جائے۔ بہرحال یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ بخاری کی سب روایات ٹھیک ہی ہوں۔ چنانچہ ڈاکٹر علی محمد صلابی اپنی کتاب سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب شخصیتہٗ وعَصْرُہٗ میں تحریر کرتے ہیں کہ علامہ ابن کثیر اور بہت سے

اہل علم کے نزدیک حضرت علیؓ نے چھ ماہ بعد جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی اپنی بیعت کی تجدید کی ہے۔

(سیرۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب شَخْصِیَّتُہٗ وَ عَصْرُہٗ صفحہ 121۔ المبحث الاول: علی بن ابی طالب فی عہد الصدیق ...الخ۔ دار المعرفة بیروت 2006ء)

انہوں نے اس کا نام تجدیدِ بیعت رکھ دیا ہے کہ پہلے بیعت تو کر لی تھی اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد دوبارہ تجدید کی۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ نے مناسب سمجھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ اپنی بیعت کی تجدید کریں۔

(السیرۃ النبویة لابن کثیر صفحہ 694، ذکر اعتراف سعد بن عبادۃ بصحة ما قالہ الصدیق یوم السقیفة۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2005ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف 'سر الخلافۃ' میں بیان فرماتے ہیں یہ عربی کی کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ صدیق اکبر ان لوگوں میں سے تھے) یہ ان کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ پر الزام لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس وقت حضرت علیؓ کو خلیفہ ہونا چاہیے تھا۔) اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ صدیق اکبر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دنیا اور اس کی رعنائیوں کو مقدم کیا اور انہیں چاہا اور وہ غاصب تھے تو ایسی صورت میں ہم اس بات پر مجبور ہوں گے کہ پھر یہ بھی اقرار کریں کہ شیر خدا علی بھی منافقوں میں شامل تھے (نعوذ باللہ) اور جیسا کہ ہم ان کے متعلق خیال کرتے ہیں وہ دنیا کو تیاگ کر اللہ سے لَو لگانے والے نہ تھے بلکہ وہ دنیا اور اس کی دل فریبیوں پر گر پڑنے والے اور اس کی رعنائیوں کے فریفتہ تھے اور اسی وجہ سے آپ نے کافر مرتدوں کا ساتھ نہ چھوڑا) یعنی یہ کافر کہتے ہیں ناں۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں بہت سخت الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں (بلکہ مداہنت اختیار کرنے والوں کی طرح ان میں شامل رہے اور قریباً تیس سال کی مدت تک تقیہ اختیار کیے رکھا۔ پھر جب صدیق اکبر، علی رضی اللہ عنہ وَ اَرْضٰی کی نگاہ میں کافر یا غاصب تھے تو پھر کیوں ان کی بیعت پر راضی ہوئے اور کیوں انہوں نے ظلم، فتنے اور ارتداد کی سرزمین سے دوسرے ممالک کی جانب ہجرت نہ کی؟ کیا اللہ کی زمین اتنی فراخ نہ تھی کہ وہ اس میں ہجرت کر جاتے جیسا کہ یہ تقویٰ شعاروں کی سنت ہے۔ وفا شعار ابراہیم کو دیکھو کہ وہ حق کی شہادت میں کیسے شدید القویٰ تھے، (بڑے باہمت نکلے) جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا باپ گمراہ ہو گیا اور راہ حق سے بھٹک گیا ہے اور یہ دیکھا کہ ان کی قوم بتوں کو پوج رہی ہے اور وہ بزرگ و برتر رب کے تارک ہیں تو انہوں نے بلا کسی خوف کے اور ان کی پروا کیے بغیر ان سے منہ موڑ لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے اور شریروں کے خوف سے تقیہ اختیار نہ کیا۔ یہ ہے نیکو کاروں کی سیرت کہ وہ شمشیر و سناں سے نہیں ڈرتے اور وہ تقیہ کو گناہ کبیرہ اور بے حیائی اور تعدی تصور کرتے ہیں۔ اگر (بالفرض) ان سے اس قسم کی ذلیل حرکت ذرا سی بھی صادر ہو جائے تو وہ اللہ کی طرف استغفار کرتے ہوئے رجوع کرتے ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ صدیقؓ اور فاروقؓ کافر اور حقوق غصب کرنے والے ہیں، انہوں نے ان کی کیسے بیعت کر لی۔ وہ یعنی حضرت علیؓ ان

دونوں کی معیت میں ایک لمبی عمر تک ساتھ رہے اور پورے اخلاص اور عقیدے سے ان دونوں کی اتباع کی اور اس میں نہ کبھی انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ ہی کسی کراہت کا اظہار فرمایا، نہ کوئی اور وجہ آڑے آئی اور نہ ہی آپؓ کے ایمانی تقویٰ نے آپؓ کو اس سے روکا۔ بایں ہمہ کہ آپؓ ان حضرات کے فساد، کفر اور ارتداد سے آگاہ تھے۔ (علاوہ ازیں) آپ کے اور اقوامِ عرب کے درمیان نہ کوئی بند دروازہ تھا اور نہ ہی کوئی لمبا چوڑا پردہ اور نہ ہی آپ کوئی قیدی تھے۔ (ایسی صورت میں) آپ پر یہ واجب تھا کہ آپ کسی دوسرے عرب علاقے اور شرق اور غرب کے کسی حصہ کی جانب ہجرت فرما جاتے۔ (اگر ایسے حالات تھے، زبردستی تھی۔ کوئی زبردستی تو نہیں تھی۔ ہجرت کر سکتے تھے) اور لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ صرف ہجرت کر جاتے بلکہ لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتے کہ یہ لوگ تو مرتد اور کافر ہیں ان کے خلاف جنگ کرو۔ اور بادیہ نشینوں کو لڑائی کی ترغیب دیتے اور اپنی فصاحت بیانی سے ان کو مسخر کرتے اور پھر مرتد ہونے والے لوگوں سے جنگ کرتے۔ پھر فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے گرد اندازاً ایک لاکھ بادیہ نشین جمع ہو گئے تھے جبکہ علی اس مدد کے زیادہ حقدار تھے اور اس مہم جوئی کے لیے زیادہ مناسب تھے۔ پھر کیوں آپ یعنی حضرت علیؓ کافروں کے پیچھے لگ گئے، یعنی پہلے خلفاء کے جن کو تم کافر کہتے ہو۔ آپ برسرِ اقتدار ہوئے مگر سست لوگوں کی طرح بیٹھے رہے اور مجاہدوں کی طرح اٹھ کھڑے نہ ہوئے۔ وہ کون سی بات تھی جس نے آپ کو اقبال و عروج کی تمام علامات ہوتے ہوئے بھی اس خروج سے روکے رکھا، ان باتوں سے روکے رکھا۔ آپ جنگ و جدل اور حق کی تائید اور لوگوں کو دعوت دینے کے لیے کیوں نہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کیا آپ قوم کے سب سے فصیح و بلیغ واعظ اور ان لوگوں میں سے نہ تھے جو کلام میں روح پھونک دیا کرتے ہیں۔ اپنی بلاغت اور حسنِ بیان کے زور سے اور سامعین کے لیے اپنی قوتِ تاثیر سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لینا آپ کے لیے محض ایک گھنٹہ بلکہ اس سے بھی کم تر وقت کا کام تھا۔ اور جب لوگ ایک کاذب دجال کے گرد جمع ہو گئے تو شیرِ خدا کی کیفیت تو کچھ اور ہی ہونی چاہیے تھی جو بڑے بڑے کام کرنے والے رب کا تائید یافتہ اور رب العالمین کا محبوب تھا۔ پھر عجیب تر اور حیران کن بات یہ ہے کہ آپ نے صرف مبائعین میں سے ہونے پر اکتفا نہیں فرمایا۔ یعنی یہی نہیں کیا کہ صرف بیعت کر لی، بلکہ ہر نماز شیخین (یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ) کے پیچھے ادا کی اور کسی وقت بھی اس میں تخلّف نہ فرمایا اور نہ ہی شکوہ کرنے والوں کی طرح اس سے گریز کیا۔ آپؓ ان کی شوریٰ میں شامل ہوئے اور ان کے دعویٰ کی تصدیق کی اور اپنی پوری ہمت اور پوری طاقت سے ان کی مدد کی اور کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ اس لیے غور کرو اور بتاؤ کہ کیا ستم رسیدوں اور مکفروں کی یہی نشانیاں ہوتی ہیں؟ اور پھر اس بات پر بھی غور کرو کہ کذب و افترا کا علم ہونے کے باوجود وہ یعنی حضرت علیؓ کاذبوں کی اتباع کرتے رہے گویا کہ صدق و کذب ان کے نزدیک یکساں تھے۔ آپ حضرت علیؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کیا حضرت علیؓ یہ نہیں جانتے تھے کہ جو لوگ قادر و توانا ذات پر توکل کرتے ہیں وہ ایک لحظہ کے لیے بھی مداہنت کی راہ کو اہمیت نہیں دیتے خواہ انہیں سچائی کی خاطر جلا دیا جائے، ہلاکت میں ڈال دیا جائے اور پارہ پارہ کر دیا جائے۔

(سر الخلافہ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 349 تا 351۔ اردو ترجمہ ماخوذ از سر الخلافہ صفحہ 86 تا 91۔ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح فرما دیا کہ حضرت علیؓ نے کبھی بھی اپنے سے پہلے خلفاء کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ ان کی بیعت کی ورنہ جو باتیں تم حضرت علیؓ کے بارے میں کہتے ہو کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہیں کی یہ بات تو حضرت علیؓ کے مقام کو گراتی ہے نہ کہ بڑھاتی ہے۔

خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت علیؓ کی کیا خدمات تھیں یعنی آپ سے پہلے جو تین خلفاء گزرے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے اور مدینہ میں بھی منافقین نے سر اٹھایا اور بنو حَنِیفہ اور یَمَامہ کے بہت زیادہ لوگ مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئے جبکہ قبیلہ بنو اسد اور طے اور دیگر بہت سے لوگ طُلَیْحَہ اَسَدِی کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ اس نے بھی مسیلمہ کی طرح نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ مصیبت بہت بڑھ گئی اور صورتحال بشدت بگڑ گئی۔ ایسے میں جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کیا تو آپؓ کے پاس بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ اس پر بہت سے بدوؤں کا مدینہ پر قبضہ کے لیے دل للچایا اور انہوں نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مدینہ میں داخل ہونے والے مختلف راستوں پر مدینہ کے ارد گرد پہرے دار مقرر کر دیے جو اپنے دستوں کے ساتھ مدینہ کے ارد گرد پہرہ دیتے ہوئے رات گزارتے تھے۔ ان پہرہ داروں کے نگرانوں میں سے حضرت علی بن ابی طالبؓ، زبیر بن عوامؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ تھے۔

(البداية والنهاية جزء7 صفحہ307-308 دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)

یعنی فوج کا جو ایک حصہ تھا، جو حفاظت کے لیے مقرر کیا گیا تھا حضرت علیؓ اس وقت بھی اس کے نگران تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی جب عام خبر پھیلی تو عرب کے اکثر قبائل مرتد ہو گئے اور ادائیگی زکوٰۃ سے پہلو تہی کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب نجد کے بلند علاقے کے بالمقابل ایک تالاب پر پہنچے تو بدو وہاں سے اپنے بال بچوں سمیت بھاگ کھڑے ہوئے۔ اصل میں تو یہ ہے کہ ایک طرف مسلمان ہونے کا بھی دعویٰ تھا، پوری طرح مرتد بھی نہیں تھے اور دوسری طرف زکوٰۃ دینے سے بھی انکاری تھے اس لیے جنگ کی گئی تھی۔ یہ نہیں ہے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے ان کو سزا مل رہی تھی۔ اس پر جب وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو اس پر لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ اپنے بچوں اور عورتوں کے پاس واپس مدینہ لَوٹ چلیں اور لشکر پر کسی شخص کو امیر بنا دیں۔ لوگوں کے اصرار پر آپؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر مقرر کیا اور ان سے فرمایا کہ اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ دیں تو تم میں سے جو واپس آنا چاہے یعنی بیعت میں آجائیں اور زکوٰۃ دیں تو جو واپس آنا چاہے وہ آجائے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ مدینہ لَوٹ آئے۔

(تاریخ الخلفاء از جَلَالُ الدِّیْن عَبْدُالرَّحْمٰن بنِ اَبِی بَکر السُّیُوطِی صفحہ 60 الخليفة الاول ابوبكر صديق رضی الله عنه، فصل فی ما وقع فی خلافته)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں

بعض سفروں کے پیش آنے پر حضرت علیؓ کو اپنی جگہ مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ واقعہ جِسر کے موقع پر جو مسلمانوں کو ایرانی فوجوں کے مقابلہ پر ایک قسم کی زک اٹھانی پڑی تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کے مشورہ سے ارادہ کیا کہ آپ خود اسلامی فوج کے ساتھ ایران کی سرحد پر تشریف لے جائیں تو آپ نے اپنے پیچھے حضرت علیؓ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔"

(حق الیقین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 383-384)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ

" سب سے بڑی اور ہولناک شکست جو اسلام کو پیش آئی وہ جنگ جسر تھی۔ ایرانیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا زبردست لشکر گیا۔ ایرانی سپہ سالار نے دریا پار اپنے مورچے بنائے اور ان کا انتظار کیا۔ اسلامی لشکر نے جوش میں بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور دھکیلتے ہوئے آگے نکل گئے مگر یہ ایرانی کمانڈر کی چال تھی۔ اس نے ایک فوج بازو سے بھیج کر" یعنی ایک سائیڈ سے بھیج کر "پل پر قبضہ کر لیا اور تازہ حملہ مسلمانوں پر کر دیا۔ مسلمان مصلحتاً پیچھے لوٹے مگر دیکھا کہ پل پر دشمن کا قبضہ ہے۔ گھبرا کر دوسری طرف ہوئے تو دشمن نے شدید حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد دریا میں کودنے پر مجبور ہو گئی اور ہلاک بھی ہو گئی۔ مسلمانوں کا یہ نقصان ایسا خطرناک تھا کہ مدینہ تک اس سے ہل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ والوں کو جمع کیا اور فرمایا اب مدینہ اور ایران کے درمیان کوئی روک باقی نہیں۔ مدینہ بالکل ننگا ہے اور ممکن ہے کہ دشمن چند دنوں تک یہاں پہنچ جائے اس لئے میں خود کمانڈر بن کر جانا چاہتا ہوں۔ باقی لوگوں نے تو اس تجویز کو پسند کیا مگر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر خدانخواستہ آپؓ کام آ گئے" شہید ہو گئے "تو مسلمان تتر بتر ہو جائیں گے اور ان کا شیرازہ بالکل منتشر ہو جائے گا۔ اس لئے کسی اور کو بھیجنا چاہئے آپ خود تشریف نہ لے جائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو جو شام میں رومیوں سے جنگ میں مصروف تھے لکھا کہ تم جتنا لشکر بھیج سکتے ہو بھیج دو کیونکہ اس وقت مدینہ بالکل ننگا ہو چکا ہے اور اگر دشمن کو فوری طور پر نہ روکا گیا تو وہ مدینہ پر قابض ہو جائے گا۔"

(مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع.. میں بعض اہم ہدایت، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 56-57)

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فتنہ و فساد ہوا تو حضرت علیؓ نے ان کا رفع کرنے کے لیے ان کو مخلصانہ مشورے دیے۔ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے ان سے پوچھا کہ ملک میں موجود شورش اور ہنگامے کی حقیقی وجہ اور اس کے رفع کرنے کی صورت کیا ہے؟ انہوں نے (حضرت علیؓ نے) نہایت خلوص اور آزادی سے ظاہر کر دیا کہ موجودہ بے چینی تمام تر آپؓ کے عمال کی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے عُمّال کے انتخاب میں انہی صفات کو ملحوظ رکھا ہے جو حضرت عمرؓ کے پیش نظر تھے پھر ان سے عام بیزاری کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں یہ صحیح ہے لیکن حضرت عمرؓ نے سب کی تکمیل اپنے ہاتھ میں دے رکھی تھی اور گرفت ایسی سخت تھی کہ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بھی بلبلا اٹھتا۔ بڑی سختی سے نگرانی رکھی ہوئی تھی۔ برخلاف اس کے آپؓ ضرورت سے زیادہ نرم ہیں۔ آپ کے عُمّال اس نرمی سے فائدہ اٹھا کر من مانی کارروائیاں کرتے ہیں اور آپ کو

اس کی خبر بھی نہیں ہونے پاتی۔ رعایا سمجھتی ہے کہ عُمّال جو کچھ کرتے ہیں وہ سب دربار خلافت کے احکام کی تکمیل ہے۔ اس طرح تمام بے اعتدالیوں کا ہدف آپ کو بننا پڑتا ہے۔

جب مصریوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور اس قدر شدت اختیار کی کہ کھانے پینے سے بھی محروم کر دیا۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو محاصرہ کرنے والوں کے پاس گئے اور فرمایا تم لوگوں نے جس قسم کا محاصرہ قائم کیا ہے وہ نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ کفار بھی مسلمانوں کو قید کر لیتے ہیں تو کھانے پینے سے محروم نہیں کرتے۔ حضرت عثمانؓ کے بارے میں فرمایا کہ اس شخص نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے جو ایسی سختی روا رکھتے ہو۔ محاصرین نے حضرت علیؓ کی سفارش کی کچھ پروا نہیں کی اور محاصرے میں سہولت پیدا کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ غصہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس چلے گئے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 207-208 امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ان کا پانی بند کر دیا۔ اس پر آپؓ نے (حضرت عثمانؓ نے) اوپر سے جھانک کر دیکھا۔ انہوں نے کہا کیا تم لوگوں میں علیؓ ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا سعدؓ ہیں؟ جواب ملا نہیں۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر حضرت عثمانؓ نے کہا کیا تم میں سے کوئی ہے جو علیؓ سے جا کر کہے کہ وہ ہمیں پانی پلائیں۔ حضرت علیؓ کو یہ اطلاع ہوئی تو انہوں نے پانی کی بھری ہوئی تین مشکیں آپ کے گھر روانہ کیں مگر باغیوں کی مزاحمت کی وجہ سے یہ مشکیں حضرت عثمانؓ کے گھر نہیں پہنچ رہی تھیں، ان کو لے جانے نہیں دے رہے تھے۔ ان مشکوں کو پہنچانے کی کوشش میں بَنُو ھَاشِم اور بَنُو اُمَیَّہ کے کئی غلام زخمی ہوئے تاہم پانی آخر کار حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچ گیا۔

حضرت علیؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا منصوبہ ہے تو آپؓ نے اپنے صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے فرمایا: اپنی تلواریں لے کر جاؤ اور حضرت عثمانؓ کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور خبردار کوئی بلوائی آپؓ تک پہنچنے نہ پائے۔ یہ دیکھ کر باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کے دروازے پر تیر اندازی شروع کر دی جس سے حضرت حسنؓ اور محمد بن طلحہ لہولہان ہو گئے۔ اسی اثنا میں محمد بن ابوبکر دو ساتھیوں سمیت ایک انصاری کے گھر کی طرف سے چھپ کر حضرت عثمانؓ کے گھر میں کودے اور آپؓ کو شہید کر دیا۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو آپؓ نے آ کر دیکھا کہ حضرت عثمانؓ واقعی شہید کر دیے گئے ہیں۔ اس پر آپؓ نے اپنے بیٹوں سے پوچھا۔ تم دونوں کے دروازے پر پہرہ دار ہونے کے باوجود حضرت عثمانؓ کس طرح شہید کر دیے گئے؟ یہ کہہ کر آپؓ نے حضرت حسنؓ کو تھپڑ مارا اور حضرت حسینؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور غصہ کی حالت میں وہاں سے آپ گھر لوٹ آئے۔

(تاریخ الخلفاء از جَلَالُ الدِّیْن عَبْدُالرَّحْمٰن بِن اَبِی بَکْر السُّیُوطِی صفحہ 123-124 دار الکتاب العربی بیروت لبنان 1999ء)

شدّاد بن اوس بیان کرتے ہیں کہ یَوْمُ الدَّار کو جب حضرت عثمانؓ کے محاصرے نے شدت اختیار کر لی۔ (یوم الدار اس دن کو کہا جاتا ہے جس دن حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے اپنے گھر میں محصور کر کے انتہائی بے دردی

سے شہید کر دیا تھا) تو حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا اے اللہ کے بندو! راوی کہتے ہیں اس پر میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ اپنے گھر سے باہر نکل رہے ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ باندھا ہوا ہے اور اپنی تلوار لٹکائی ہوئی ہے۔ ان کے آگے مہاجرین و انصار کا گروہ تھا جس میں حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے باغیوں پر حملہ کر کے انہیں وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت علیؓ نے عرض کی کہ اے امیر المومنین آپ پر سلامتی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی بلندی اور مضبوطی اس وقت حاصل ہوئی جب آپ نے ماننے والوں کو ساتھ لے کر منکرین سے جنگ کی۔ بخدا میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کو ضرور قتل کرنے والے ہیں۔ پس آپ ہمیں ان سے لڑائی کرنے کا حکم دیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہر اس شخص کو جو اللہ کو حق سمجھتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ میرا اس پر حق ہے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میری خاطر نہ کسی کا سینگی برابر خون بہائے اور نہ میری خاطر اپنا خون بہائے۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ وہی درخواست کی جس پر حضرت عثمانؓ نے وہی جواب دیا۔ راوی کہتے ہیں اس پر میں نے حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا جبکہ وہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ ہم نے اپنی تمام کوششیں صرف کر ڈالی ہیں۔ پھر آپ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا اے ابوالحسن! آگے بڑھیں اور لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکتا جبکہ امام محصور ہے، میں اکیلے نماز پڑھ لوں گا۔ پھر آپؓ تنہا نماز پڑھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت علیؓ کا بیٹا آیا اور اس نے آپ سے کہا اے میرے باپ! بخدا مخالفین نے حضرت عثمانؓ کے گھر پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ خدا کی قسم! وہ انہیں قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا حضرت عثمانؓ کہاں ہوں گے یعنی شہادت کے بعد۔ فرمایا اللہ کی قسم! جنت میں۔ لوگوں نے پوچھا اور یہ لوگ کہاں ہوں گے جنہوں نے قتل کیا ہے اے ابوالحسن! یہ لوگ کہاں ہوں گے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! آگ میں۔ آپؓ نے تین بار یہ کہا۔

(رياض النضره فی مناقب العشره جلد 3صفحه 68-69 الباب الثالث: فی مناقب أمير المومنين عثمان بن عفان رضی الله عنه۔ الفصل الحادي عشر: فی مقتله وما يتعلق به۔ دار الكتب العلمية1984ء)

باغیوں نے جب مدینے کا محاصرہ کر لیا تو ان حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"اہل مصر حضرت علیؓ کے پاس گئے۔ وہ اس وقت مدینہ سے باہر ایک حصہ لشکر کی کمان کر رہے تھے اور اس کا سر کچلنے پر آمادہ کھڑے تھے۔ ان لوگوں نے آپؓ کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدانتظامی کے باعث اب خلافت کے قابل نہیں ہم ان کو علیحدہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپؓ ان کے بعد اس عہدے کو قبول کریں گے۔ انہوں نے ان کی بات سن کر اس غیرت دینی سے "یعنی حضرت علی نے منافقین کی بات سن کر" اس غیرت دینی سے کام لے کر جو آپؓ کے رتبہ کے آدمی کا حق تھا ان لوگوں کو دھتکار دیا

اور بہت سختی سے پیش آئے اور فرمایا کہ سب نیک لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے طور پر ذُوالْمَرْوَہ اور ذُو خُشُب (جہاں ان لوگوں کا ڈیرہ تھا) پر ڈیرہ لگانے والے لشکروں کا ذکر فرما کر ان پر لعنت فرمائی تھی۔ (البدایۃ والنہایۃ جزء 7 صفحہ 174 مطبوعہ بیروت 1966ء) پس خدا تمہارا برا کرے تم واپس چلے جاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے کہا بہت اچھا۔ ہم واپس چلے جاویں گے اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 299)

حضرت عثمانؓ کی شہادت اور اس کے بعد حضرت علیؓ کی جو بیعت خلافت ہے اس کے بارے میں ذکر کہیں پہلے بھی میں ایک دفعہ مختصر بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال پہلے تفصیل سے کیا تھا۔ اب یہاں تھوڑا سا واقعہ مختصر بتا دیتا ہوں۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو تمام لوگ حضرت علیؓ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے جن میں صحابہ اور دیگر لوگ بھی شامل تھے۔ وہ سب یہی کہہ رہے تھے کہ علی امیر المومنین ہیں۔ وہ آپ کے پاس آپ کے گھر حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں کیونکہ آپ اس بات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں ہے بلکہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے۔ پس جس کے بارے میں اصحاب بدر راضی ہوں گے وہی خلیفہ ہو گا۔ اس پر سبھی لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم کسی کو آپ سے زیادہ اس بات کا حقدار نہیں سمجھتے۔ پس اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ آپؓ نے فرمایا طلحہؓ اور زبیر کہاں ہیں۔ پھر سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے آپؓ کی زبانی بیعت کی اور سب سے پہلے حضرت سعدؓ نے آپؓ کی دستی بیعت کی۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو آپؓ مسجد کی طرف نکلے اور منبر پر چڑھے۔ حضرت طلحہؓ سب سے پہلے شخص تھے جو حضرت علیؓ کی طرف منبر پر چڑھے اور آپؓ کی بیعت کی ان کے بعد حضرت زبیرؓ نے بیعت کی اور پھر باقی صحابہؓ نے بیعت کی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 04 صفحہ 107 ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ لبنان 2008ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کے واقعات کا جو تذکرہ کیا ہے اس میں جس طرح آپؓ نے بیان فرمایا وہ یوں ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا تو مفسدوں نے بیت المال کو لوٹا اور اعلان کر دیا کہ جو مقابلہ کرے گا قتل کر دیا جائے گا۔ لوگوں کو جمع نہیں ہونے دیا جاتا تھا، کوئی اکٹھا نہیں ہو سکتا تھا۔ جس طرح آج کل دفعہ 144 لگتی ہے اس طرح لگا دی تھی اور مدینہ کا انہوں نے سخت محاصرہ کر رکھا تھا اور کسی کو باہر نہیں نکلنے دیا جاتا تھا یا کہنا چاہیے کرفیو جس طرح لگتا ہے اس طرح لگا دیا تھا حتی کہ حضرت علیؓ جن کی محبت کا وہ لوگ دعویٰ کرتے تھے ان کو بھی روک دیا گیا تھا اور مدینہ میں خوب لوٹ مچائی۔ ادھر تو یہ حالت تھی اور ادھر انہوں نے اپنی قساوتِ قلبی کا یہاں تک ثبوت دیا کہ حضرت عثمانؓ جیسے مقدس انسان کو جن کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تعریف کی ہے قتل کرنے کے بعد بھی نہ چھوڑا اور لاش کو تین چار دن تک دفن نہ کرنے دیا۔ آخر چند صحابہؓ نے مل کر رات کو پوشیدہ طور پر دفن کیا۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہی کچھ غلام بھی شہید ہوئے تھے۔ ان کی لاشوں کو دفن کرنے سے روک دیا اور کتوں کے آگے ڈال دیا۔ حضرت عثمانؓ اور غلاموں

کے ساتھ یہ سلوک کرنے کے بعد مفسدوں نے مدینہ کے لوگوں کو جن کے ساتھ ان کی کوئی مخالفت نہ تھی چھٹی دے دی اور صحابہؓ نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔ پانچ دن اسی طرح گزر گئے کہ مدینہ کا کوئی حاکم نہ تھا۔ مفسد اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی کو خود خلیفہ بنائیں اور جس طرح چاہیں اس سے کرائیں لیکن صحابہ میں سے کسی نے یہ برداشت نہ کیا کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے ان کا خلیفہ بنے۔ مفسد حضرت علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کے پاس باری باری گئے اور انہیں خلیفہ بننے کے لیے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب انہوں نے انکار کر دیا اور مسلمان ان کی موجودگی میں اَور کسی کو خلیفہ نہیں مان سکتے تھے تو مفسدوں نے ان کے متعلق بھی جبر سے کام لینا شروع کر دیا کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ اگر کوئی خلیفہ نہ بنا تو تمام عالم اسلامی میں ہمارے خلاف ایک طوفان برپا ہو جائے گا۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ اگر دو دن کے اندر اندر کوئی خلیفہ بنا لیا جائے تو بہتر ورنہ ہم علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ اور سب بڑے بڑے لوگوں کو قتل کر دیں گے۔ اس پر مدینہ والوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا وہ ہم سے اور ہمارے بچوں اور عورتوں سے کیا کچھ نہ کریں گے۔ وہ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور انہیں خلیفہ بننے کے لیے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں خلیفہ ہوا تو تمام لوگ یہی کہیں گے کہ میں نے عثمانؓ کو قتل کرایا ہے اور یہ بوجھ مجھ سے نہیں اٹھ سکتا۔ یہی بات حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہی اور صحابہ نے بھی جن کو خلیفہ بننے کے لیے کہا گیا انکار کر دیا۔ آخر سب لوگ پھر علیؓ کے پاس گئے اور کہا جس طرح بھی ہو آپؓ یہ بوجھ اٹھائیں۔ آخر انہوں نے کہا کہ میں اس شرط پر یہ بوجھ اٹھاتا ہوں کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہوں اور مجھے قبول کریں۔ چنانچہ لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے قبول کیا مگر بعض نے اس پر انکار کر دیا کہ جب تک حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا نہ دی جائے اس وقت تک ہم کسی کو خلیفہ نہیں مانیں گے اور بعض نے کہا جب تک باہر کے لوگوں کی رائے نہ معلوم ہو جائے کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہیے مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ اس طرح حضرت علیؓ نے خلیفہ بننا تو منظور کر لیا مگر وہی نتیجہ ہوا جس کا انہیں خطرہ تھا۔ تمام عالم اسلامی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ علیؓ نے عثمانؓ کو قتل کرایا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اگر اَور تمام خوبیوں کو نظرانداز کر دیا جائے تو میرے نزدیک ایسی خطرناک حالت میں ان کا خلافت کو منظور کر لینا ایسی جرأت اور دلیری کی بات تھی جو نہایت ہی قابل تعریف تھی کہ انہوں نے اپنی عزت اور اپنی ذات کی اسلام کے مقابلے میں کوئی پروا نہیں کی اور اتنا بڑا بوجھ اٹھا لیا۔

(ماخوذ از واقعات خلافت علوی، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 635-637)

پھر حضرت مصلح موعودؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کے واقعات میں ایک اَور جگہ ذکر کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں کہ

"ایک دو دن تو خوب لوٹ مار کا بازار گرم رہا لیکن جب جوش ٹھنڈا ہوا تو ان باغیوں کو اپنے انجام کا فکر ہوا اور ڈرے کہ اب کیا ہو گا۔ چنانچہ بعض تو یہ سمجھ کر کہ حضرت معاویہؓ ایک زبردست آدمی ہیں اور ضرور اس قتل کا بدلہ لیں گے شام کا رخ کیا اور وہاں جا کر خود ہی واویلا کرنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے اور کوئی ان کا

قصاص نہیں لیتا۔ کچھ بھاگ کر مکہ کے راستے میں حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ سے جا ملے اور کہا کہ کس قدر ظلم ہے کہ خلیفہ اسلام شہید کیا جائے اور مسلمان خاموش رہیں۔ کچھ بھاگ کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس وقت مصیبت کا وقت ہے اسلامی حکومت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے آپؓ بیعت لیں تا لوگوں کا خوف دور ہو اور امن و امان قائم ہو۔ جو صحابہ مدینہ میں موجود تھے انہوں نے بھی بالاتفاق یہی مشورہ دیا کہ اس وقت یہی مناسب ہے کہ آپؓ اس بوجھ کو اپنے سر پر رکھیں کہ آپؓ کا یہ کام موجب ثواب و رضائے الٰہی ہو گا۔ جب چاروں طرف سے آپؓ کو مجبور کیا گیا تو کئی دفعہ انکار کرنے کے بعد آپؓ نے مجبوراً اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور بیعت لی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؓ کا یہ فعل بڑی حکمت پر مشتمل تھا۔ اگر آپؓ اس وقت بیعت نہ لیتے تو اسلام کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچتا جو آپ کی اور حضرت معاویہ کی جنگ سے پہنچا۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 197-198)

یہ حضرت مصلح موعودؓ نے نتیجہ نکالا ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کو توڑا یہ غلط مثال ہے۔ یہ جو تھا ناں کہ بیعت کر لی اور آرام سے بیعت کر لی تو وہ اتنی آرام سے نہیں ہوئی تھی۔ اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ پھر بیعت کو توڑ کر حضرت عائشہؓ کے ساتھ چلے گئے یا ان کے خلاف جنگ کی۔ اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں۔ یہ غلط مثال اور تاریخ سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ اس طرح نہیں ہوا۔ تاریخیں اس بات پر متفقہ طور پر شاہد ہیں کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی جو بیعت کی تھی وہ بیعت طوعی نہیں تھی بلکہ جبراً ان سے بیعت لی گئی تھی۔ چنانچہ محمد اور طلحہ دو راویوں سے طبری میں یہ روایت آتی ہے کہ حضرت عثمانؓ جب شہید ہو گئے تو لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ جلد کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے تا امن قائم ہو اور فساد مٹے۔ آخر لوگ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ ہماری بیعت لیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر تم نے میری بیعت کرنی ہے تو تمہیں ہمیشہ میری فرمانبرداری کرنی پڑے گی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہے تو میں تمہاری بیعت لینے کے لئے تیار ہوں ورنہ کسی اور کو اپنا خلیفہ مقرر کر لو میں اس کا ہمیشہ فرمانبردار رہوں گا اور تم سے زیادہ اس کی اطاعت کروں گا جو بھی خلیفہ ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آپؓ کی اطاعت منظور ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر سوچ لو اور آپس میں مشورہ کر لو۔ چنانچہ انہوں نے مشورے سے یہ طے کیا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اگر حضرت علیؓ کی بیعت کر لیں تو سب لوگ حضرت علیؓ کی بیعت کر لیں گے ورنہ جب تک وہ حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کریں گے اس وقت تک پورے طور پر امن قائم نہیں ہو گا۔ اس پر حکیم بن جَبَلَہ کو چند آدمیوں کے ساتھ حضرت زبیرؓ کی طرف اور مالک اَشْتَر کو چند آدمیوں کے ساتھ حضرت طلحہؓ کی طرف روانہ کیا گیا جنہوں نے تلواروں کا نشانہ کر کے انہیں بیعت پر آمادہ کیا یعنی وہ تلواریں سونت کر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ کی بیعت کرنی ہے تو کرو ورنہ ابھی ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ چنانچہ انہوں نے مجبور ہو کر رضامندی کا اظہار کر دیا اور یہ واپس آ گئے۔ دوسرے دن حضرت علیؓ منبر پر

چڑھے اور فرمایا: اے لوگو! تم نے کل مجھے ایک پیغام دیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ تم اس پر غور کر لو۔ کیا تم نے غور کر لیا ہے اور کیا تم میری کل والی بات پر قائم ہو؟ اگر قائم ہو تو یاد رکھو کہ تمہیں میری کامل فرمانبرداری کرنی پڑے گی۔ اس پر وہ پھر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور ان کو زبردستی کھینچ کر لائے اور روایت میں صاف لکھا ہے کہ جب وہ حضرت طلحہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے بیعت کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے جواب دیا۔ اِنِّیْ اِنَّمَا اُبَایِعُ کَرْھًا ۔ دیکھو میں زبردستی بیعت کر رہا ہوں۔ خوشی سے بیعت نہیں کر رہا۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ کے پاس جب لوگ گئے اور بیعت کے لئے کہا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ اِنِّیْ اِنَّمَا اُبَایِعُ کَرْھًا۔ کہ تم مجھ کو مجبور کر کے بیعت کروا رہے ہو، دل سے میں یہ بیعت نہیں کر رہا۔ اس طرح عبد الرحمٰن بن جُنْدُبْ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد اَشْتَر طلحہ کے پاس گئے اور بیعت کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے مہلت دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے نہ چھوڑا اور جَآءَ بِہٖ یَتُلُّہٗ تَلًّا عَنِیْفًا۔ ان کو زمین پر نہایت سختی سے گھسیٹتے ہوئے لے آئے جیسے بکرے کو گھسیٹا جاتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 18 صفحہ 300-302)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی حضرت طلحہؓ جس وقت ایک باہمی اختلاف کے موقع پر حضرت علیؓ کے مقابل پر کھڑے ہوئے اور پھر جب ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اس میں میری غلطی تھی تو وہ میدان جنگ سے چلے گئے۔" یہاں یہ قصہ اب شروع ہوتا ہے کہ حضرت طلحہؓ مقابلے پر آئے اور بیعت نہیں کی لیکن اس کی تفصیل بھی بیان فرماتے ہیں، آپؓ مقابلہ پر بیشک آئے، پہلے بیعت زبردستی کی۔ پھر مقابلے پر بھی آئے۔ مطلب زبردستی کروائی گئی پھر بعد میں جب موقع ملا تو اختلاف بھی ہوا، پھر جنگ بھی ہوئی لیکن جب بات ان کی سمجھ میں آگئی تو پھر وہ چھوڑ کے میدان جنگ سے چلے گئے کہ حضرت علیؓ ٹھیک ہیں۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں۔ "آپ واپس گھر جا رہے تھے تو کسی وحشی انسان نے جو حضرت علیؓ کی فوج میں سے کہلاتا تھا راستے میں جاتے ہوئے ان کو قتل کر دیا اور پھر حضرت علیؓ کے پاس انعام کی خواہش میں آکر کہا کہ میں آپؓ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپؓ کا دشمن طلحہؓ میرے ہاتھوں مارا گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں تم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا تھا کہ طلحہؓ کو ایک جہنمی قتل کرے گا۔"

(خطبات محمود جلد 26 صفحہ 385)

پھر ایک اور جگہ اسی واقعے کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"حاکم نے روایت کی ہے کہ ثَوْر بن مَجْزَاہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں واقعہ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے پاس سے گزرا۔ اس وقت ان کی نزع کی حالت قریب تھی۔" جب اس نے زخمی کیا اس وقت نزع کی حالت تھی "مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کون سے گروہ سے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت امیر المومنین علیؓ کی جماعت میں سے ہوں

تو کہنے لگے اچھا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔ چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر جان بحق تسلیم کر گئے۔ میں نے آکر حضرت علیؓ سے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپؓ سن کر کہنے لگے اللہ اکبر! خدا کے رسول کی بات کیا سچی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ طلحہؓ میری بیعت کے بغیر جنت میں نہ جائے۔ (آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے)۔"

(القول الفصل، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 318-319)

پہلے گو مجبوری کی بیعت تھی لیکن جیسا کہ میں نے کہا وفات سے قبل کامل شرح صدر سے بیعت کر لی۔ نیکی تھی، سعادت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا جنت میں لے جانے کا وعدہ بھی تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ایسا انجام ہو کہ جب آپ خلافت کی بیعت سے باہر ہوں اور اس وقت ان کو موقع ملا اور خلافت کی بیعت کر لی۔ یہ قصہ، یہ واقعات ابھی چل رہے ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

آج پھر میں دوبارہ الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی اور پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کی تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے۔ الجزائر میں بھی حالات سخت کیے جا رہے ہیں۔ وہاں بھی ایک سرکاری وکیل ہے وہ بار بار ہمارے احمدیوں پر مقدمے بنا رہا ہے۔ پاکستان میں بھی اسی طرح مشکلات میں ڈالا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو جو مشکلات کھڑی کر رہے ہیں یا کسی قسم کی مخالفت کر رہے ہیں عبرت کا نشان بنائے اور جلد ان احمدیوں کے حالات ٹھیک فرمائے۔ جو جہاں سختیوں میں سے گزر رہے ہیں ان کے لیے آسانیاں اور سہولتیں پیدا کرے۔ لیکن ساتھ ہی میں پاکستان کے احمدیوں کو خاص طور پر یہ بھی کہوں گا کہ دعاؤں کی طرف جس طرح توجہ کی ضرورت ہے اس طرح توجہ کا ابھی بھی احساس نہیں ہے۔ پس پہلے سے بڑھ کر اور بہت بڑھ کر دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جلد ان مشکلات سے نکالے اور آسانیاں پیدا فرمائے اور ہم حقیقی اسلام کا پیغام آزادی کے ساتھ پاکستان میں بھی اور دنیا کے ہر کونے میں بھی پہنچانے والے ہوں۔

نمازوں کے بعد میں کچھ جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ ڈاکٹر طاہر احمد صاحب ربوہ کا ہے۔ یہ چودھری عبدالرزاق صاحب شہید کے بیٹے تھے جو سابق امیر ضلع نوابشاہ تھے۔ 4/ دسمبر کو ساٹھ سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یہ سرکاری ڈاکٹر تھے۔ 1995ء میں ان کو پہلا ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ خرابی صحت کے باوجود مٹھی میں اپنا تبادلہ کروایا تا کہ وقف جدید کے زیر انتظام المہدی ہسپتال میں بھی خدمت کر سکیں۔ ڈاکٹر صاحب آئی سپیشلسٹ تھے اور روزانہ شام کو اور ہر اتوار کو المہدی ہسپتال میں آنکھوں کے مریضوں کا علاج معالجہ کرتے رہتے تھے جو چھٹی کا دن ہوتا تھا وہ مہدی ہسپتال میں آجاتے تھے۔ باقاعدگی کے ساتھ میڈیکل کیمپوں میں شرکت کرتے اور بعض اوقات سارا دن آپریشنز میں مصروف رہتے۔ تھرپارکر میں نہ صرف احباب جماعت بلکہ غیر از جماعت لوگوں میں بھی ان کو بہت پسند کیا جاتا تھا۔ بڑے ہر دلعزیز تھے۔ دل کا بائی پاس آپریشن بھی ہوا تھا اور آخری سالوں میں دو تین دفعہ شدید تکلیف میں بھی مبتلا ہوئے لیکن تھرپارکر میں کام جاری رکھا۔ مٹھی میں تقریباً پندرہ سال انہوں نے

خدمت انسانیت میں گزارے۔ انتہائی غریب پرور اور مہمان نواز انسان تھے۔ خلافت اور نظام جماعت کا از حد احترام کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوجوانی میں ہی نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں پر چلنے اور ان کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ حبیب اللہ مظہر صاحب ابن چودھری اللہ دتہ صاحب کا ہے۔ حبیب اللہ مظہر صاحب اسیر راہ مولیٰ بھی رہ چکے تھے۔ 24/اکتوبر کو 75 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے والد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہوئے تھے۔ چودھری حبیب اللہ مظہر صاحب سرکاری محکموں میں مختلف پوزیشنوں میں کام کرتے رہے اور حکومت کے ایک محکمے سے بطور ڈائریکٹر ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ جماعتی خدمات آپ کی پچاس سال سے زائد عرصے پر محیط ہیں جن میں آپ کو قائد مجلس سے لے کر زعیم انصار اللہ اور مختلف جماعتی عہدوں اور صدر جماعت وغیرہ کی خدمات کی بھی توفیق ملی۔ توہین رسالت کے قانون 295 کے تحت سزائے موت کا پہلا مقدمہ جو کسی بھی احمدی پر درج ہوا وہ مکرم چودھری حبیب اللہ مظہر صاحب پر تھا جو 29/اکتوبر 1991ء کو تھانہ شاہدرہ میں درج ہوا۔ اس طرح آپ تاریخی لحاظ سے پہلے احمدی تھے جن کو اس قانون کے تحت اسیر راہ مولیٰ رہ کر صعوبتیں برداشت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ گو سیشن کورٹ نے آپ کے حق میں فیصلہ کیا لیکن مخالفین کی ہائی کورٹ میں اپیل پر ہائی کورٹ کے جسٹس عبدالمجید نے توہین رسالت کے اس مقدمے میں آپ کی ضمانت منسوخ کر دی اور آپ کو سزا دلوانے کے لیے اس وقت مخالفین کی جو بھی کوشش ہو سکتی تھی انہوں نے بڑے وسیع پیمانے پر کوشش کی۔ انگریزی میں اور اردو میں پمفلٹ تقسیم کیے اور بڑے غلط قسم کے الفاظ آپ کے بارے میں استعمال کیے۔ بہر حال چودھری حبیب اللہ صاحب نہایت شجاعت اور بہادری سے اس عرصے میں راضی برضا رہتے ہوئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ چند ہی ماہ میں آپ کی رہائی کے سامان بھی پیدا کر دیے۔ آپ بلاناغہ تہجد اور پنجوقتہ نمازوں کے پابند تھے۔ آخر دم تک بچوں کو نماز پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ نہایت ملنسار، غمگسار، عاجز، خلافت کے شیدائی اور عاشق صادق تھے۔ خطبات اور خطابات بڑی باقاعدگی سے سنتے تھے بلکہ تمام گھر والوں کو اکٹھا کر کے کہتے تھے سب کام چھوڑ دو اور یہاں بیٹھ کر خطبہ کے وقت میں خطبہ سنو اور اپنی موجودگی میں سب کو سنواتے تھے۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے اور 1/9 حصے کی وصیت کی ہوئی تھی۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ رقیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے حسیب احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں اور انگریزی ڈیسک فضل عمر فاؤنڈیشن میں کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم بشیر الدین احمد صاحب کا ہے۔ خلیفہ بشیر الدین احمد 30/نومبر کو 86 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ہندوستان کے شہر فیروز پور میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ آپ ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب کے بیٹے تھے اور حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے پوتے تھے۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب حضرت ام ناصر جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی اہلیہ تھیں ان کے والد تھے۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی مالی قربانیوں کے بارے میں بڑے تعریفی کلمات کہے ہیں۔ بہرحال یہ ان کی نسل میں سے تھے۔ جماعتی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ غیر احمدیوں کو اپنے گھر بلا کر تبلیغ کرتے تھے۔ مختلف جگہوں پہ رہتے رہے پھر 1998ء میں سویڈن واپس چلے گئے جہاں 1999ء میں ان کو دل کا دورہ ہوا۔ صحت یاب ہوئے تو پھر مسجد کی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ تبلیغ کے سیکرٹری بھی رہے۔ ہر سال یہاں جلسے پر یوکے میں اپنی اہلیہ کے ساتھ بچوں کے ساتھ آتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔ آپ کی اہلیہ ایک انگریز تھیں۔ عیسائی سے احمدی ہوئی تھیں لیکن بہت حیادار لباس پہننے والی اور پردے کی پابند ہیں۔ نہایت سادگی سے زندگی گزارنے والی ہیں۔ ان کو دین کا علم حاصل کرنے کا شوق بھی ہے اور اس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش بھی کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور ایقان کو بھی ترقی دے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

اگلا جنازہ محترمہ امینہ احمد صاحبہ کا ہے جو خلیفہ رفیع الدین احمد صاحب کی بیوی تھیں۔ 19/اکتوبر کو وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

گیانا سے ان کا تعلق تھا۔ 1940ء میں ان کی پیدائش گیانا کے مشہور مسلم کاروباری گھرانے میں ہوئی تھی۔ لندن میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں انہوں نے احمدیت قبول کی اور اسی دوران پھر آپ کی شادی آرڈی احمد صاحب مرحوم سے ہوئی جو ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین کے بیٹے تھے۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کی نسل میں سے تھے۔ مرحومہ ایک ہمدرد اور لوگوں کی دیکھ بھال کرنے والی اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ آپ کو ہمیشہ اپنی نمازوں کی فکر رہتی تھی۔ طبیعت ناساز ہونے کے باوجود تہجد ادا کیا کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرتی تھیں۔ خرابی صحت اور کینسر کے باوجود برطانیہ میں تقریباً ہر جلسے میں شریک ہوئیں۔ دعاؤں پر قوی یقین تھا۔ خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔ ہمیشہ جب بھی مجھے ملتی تھیں خاص طور پر بڑی عاجزی سے ملتی تھیں، دعا کے لیے کہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی جماعت سے مضبوط تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 8/ جنوری 2021ء جلد 28 شمارہ 03 صفحہ 05 تا 10)

52

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25 دسمبر 2020ء بمطابق 25 فتح 1399 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور باغیوں کا ذکر ہوا تھا اور اس بارے میں حضرت علیؓ کی کیا کوششیں تھیں یا اب جو آگے حضرت علیؓ کے واقعات آئیں گے، اس بارے میں ایک بہت اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"چونکہ تم لوگ بھی صحابہؓ کے مشابہ ہو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تاریخ سے بیان کروں کہ کس طرح مسلمان تباہ ہوئے اور کون سے اسباب ان کی ہلاکت کا باعث بنے۔ پس تم ہوشیار ہو جاؤ اور جو لوگ تم میں نئے آئیں ان کے لیے تعلیم کا بندوبست کرو۔" یعنی تربیت صحیح ہونی چاہیے۔ ان کی دینی تعلیم ہونی چاہیے۔ "حضرت عثمانؓ کے وقت جو فتنہ اٹھا تھا وہ صحابہؓ سے نہیں اٹھا تھا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے اٹھایا تھا ان کو دھوکا لگا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں بہت سے صحابہؓ تھے اور معاویہ کے مقابلہ میں بھی لیکن میں کہتا ہوں کہ اس فتنہ کے بانی صحابہؓ نہیں تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بعد میں آئے اور جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہ ہوئی اور آپؐ کے پاس نہ بیٹھے۔ پس میں آپ لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں اور فتنہ سے بچنے کا یہ طریق بتاتا ہوں کہ کثرت سے" اس وقت آپؓ قادیان میں تھے کہ کثرت سے " قادیان آؤ اور بار بار آؤ تا کہ تمہارے ایمان تازہ رہیں اور تمہاری خشیت اللہ بڑھتی رہے۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 171)

یعنی تمہارا مرکز سے تعلق بھی رہے اور خلافت سے تعلق بھی رہے۔ یہ رہے گا تو صحیح تربیت بھی رہے گی۔ آج کل اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے کی صورت مہیا فرمائی ہے۔ خطبات ساری دنیا میں سنے جاتے ہیں، دکھائے جاتے ہیں، سنائے جاتے ہیں۔ اور پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور سنائے جاتے ہیں۔ اس لیے تربیت کے لیے بہت ضروری ہے کہ علاوہ اس کے کہ خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں۔ ایم ٹی اے کے ساتھ بھی تعلق رکھیں اور خاص طور پر جمعے کے خطبات ضرور ایم ٹی اے کے ذریعہ سے سنا کریں تا کہ خلافت سے تعلق قائم رہے اور بہتر ہوتا رہے اور بڑھتا رہے۔

جنگِ جمل کے واقعہ کے بارے میں روایت میں آتا ہے کہ جنگِ جمل حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان 36ر ہجری میں ہوئی تھی۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ حضرت عائشہؓ میدانِ جنگ میں ایک اونٹ پر سوار تھیں اسی وجہ سے اس جنگ کا نام جنگ جمل مشہور ہے۔

حضرت عائشہؓ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکّہ گئی ہوئی تھیں۔ وہ وہیں قیام پذیر تھیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ جب عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں تو راستے میں مقام سَرِف پر عُبَید بن ابو سلمہ نے اطلاع دی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے اور حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں ہنگامہ برپا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ راستے ہی سے مکّہ واپس ہو گئیں اور لوگوں کو حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے اور فتنے کے خاتمہ کے لیے اکٹھا کیا۔ حضرت عائشہؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کی سرکردگی میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور یہ قافلہ وہاں سے بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے بھی یہ دیکھ کر بصرہ کا رخ کیا کہ یہ قافلہ ادھر جا رہا ہے۔ بصرہ پہنچ کر حضرت عائشہؓ نے اہل شہر کو اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔ اہل شہر کی ایک بڑی تعداد حضرت عائشہؓ کے ساتھ شامل ہو گئی لیکن ایک جماعت نے حضرت علیؓ کے مقرر کردہ بصرہ کے عامل عثمان بن حُنیف کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس دوران دونوں جماعتوں میں جھڑپیں بھی ہوئیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے لشکر کے قریب پڑاؤ کیا۔ حضرت علیؓ کا یہ لشکر بھی پہنچ گیا اور انہوں نے قریب پڑاؤ کیا۔ دونوں طرف سے مصالحت کی طرح ڈالی گئی، کوشش کی گئی اور مذاکرات کامیاب بھی ہو گئے مگر عین رات کے وقت وہ گروہ جو حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھا اور اس کا ایک حصہ حضرت علیؓ کے لشکر میں بھی شامل تھا۔ اس نے حضرت عائشہؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا جس سے جنگ کا آغاز ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں۔ جاں نثار یکے بعد دیگرے اونٹ کی مہار پکڑتے اور شہید ہوتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت عائشہؓ جب تک اونٹ پر سوار رہیں گی جنگ ختم نہیں ہو گی۔ اس لیے آپؓ نے جنگجوؤں کو حکم دیا کہ اس اونٹ کو کسی نہ کسی طرح مار گراؤ کیونکہ جنگ کا خاتمہ اس کے گرنے پر منحصر ہے۔ اس پر ایک شخص نے آگے بڑھ کر اونٹ کے پاؤں میں تلوار ماری اور وہ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ حضرت علیؓ کی فوج نے اونٹ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت عائشہؓ کا اونٹ گر جانے پر اہلِ جمل منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اعلان کرا دیا کہ ہتھیار ڈالنے یا گھر کا دروازہ بند کرنے والا امن وامان میں ہے۔ کسی کا تعاقب نہ کیا جائے۔ کسی کے مال کو مالِ غنیمت سمجھ کر اس پر دست درازی نہ کی جائے۔ حضرت علیؓ کی فوج نے اس حکم کی تعمیل کی۔ حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہؓ اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ از ابن الاثیر جلد 3 صفحہ 99 تا 149 دار الکتب العلمیة بیروت لبنان 2003ء)

اس کا ایک حصّہ ابن اثیر کی تاریخ سے خلاصہ لیا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ

"انہی لوگوں کی ایک جماعت نے جو حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھے حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ آپ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جہاد کا اعلان کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہؓ کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور اس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لشکر میں جنگ ہوئی۔ "یعنی حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ تو حضرت عائشہؓ کے لشکر میں تھے۔ حضرت علیؓ کا اور حضرت عائشہؓ کا جو مین (main) لشکر تھا ان کی جنگ ہوئی۔ " جسے جنگ جمل کہا جاتا ہے۔ اس جنگ کے شروع میں ہی حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ کی زبان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی سن کر علیحدہ ہو گئے اور

انہوں نے قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے جنگ نہیں کریں گے اور اس بات کا اقرار کیا کہ اپنے اجتہاد میں انہوں نے غلطی کی۔ دوسری طرف حضرت طلحہؓ نے بھی اپنی وفات سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کا اقرار کر لیا۔" پہلے بھی گذشتہ خطبے میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ "کیونکہ روایات میں آتا ہے کہ وہ زخموں کی شدت سے تڑپ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا تم کس گروہ میں سے ہو؟ اس نے کہا حضرت علیؓ کے گروہ میں سے۔ اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ تیرا ہاتھ علیؓ کا ہاتھ ہے اور میں تیرے ہاتھ پر حضرت علیؓ کی دوبارہ بیعت کرتا ہوں۔ غرض باقی صحابہؓ کے اختلاف کا تو جنگ جمل کے وقت ہی فیصلہ ہو گیا مگر حضرت معاویہؓ کا اختلاف باقی رہا یہاں تک کہ جنگ صِفِّین ہوئی۔"

(خلافتِ راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 485-486)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مزید فرماتے ہیں کہ

حضرت عثمانؓ کے "قاتلوں کے گروہ مختلف جہات میں پھیل گئے تھے اور اپنے آپ کو الزام سے بچانے کے لیے دوسروں پر الزام لگاتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے مسلمانوں سے بیعت لے لی ہے تو ان کو آپ پر الزام لگانے کا عمدہ موقع مل گیا اور یہ بات درست بھی تھی کہ آپ کے ارد گرد حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے کچھ لوگ جمع بھی ہو گئے تھے اس لیے ان کو الزام لگانے کا عمدہ موقع حاصل تھا۔ چنانچہ ان میں سے جو جماعت مکہ کی طرف گئی تھی اس نے حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جہاد کا اعلان کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہؓ کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت اس شرط پر کر لی تھی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے جلد سے جلد بدلہ لیں گے۔ انہوں نے جلدی کے جو معنی سمجھے تھے وہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلاف مصلحت تھے۔ ان کا خیال تھا" حضرت علیؓ کا خیال تھا "کہ پہلے تمام صوبوں کا انتظام ہو جائے پھر قاتلوں کو سزا دینے کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ اول مقدم اسلام کی حفاظت ہے۔ قاتلوں کے معاملہ میں دیر ہونے سے کوئی ہرج نہیں۔ اسی طرح قاتلوں کے تعین میں بھی اختلاف تھا۔ جو لوگ نہایت افسردہ شکلیں بنا کر سب سے پہلے حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے تھے اور اسلام میں تفرقہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے تھے ان کی نسبت حضرت علیؓ کو بالطبع شبہ نہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ فساد کے بانی ہیں، دوسرے لوگ ان پر شبہ کرتے تھے" حضرت علیؓ کو ان پر شبہ نہیں تھا لیکن باقی کچھ لوگوں کو شبہ تھا۔ "اس اختلاف کی وجہ سے طلحہؓ اور زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد سے پھرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے ایک شرط پر بیعت کی تھی اور وہ شرط ان کے خیال میں حضرت علیؓ نے پوری نہ کی تھی اس لیے وہ شرعاً اپنے آپ کو بیعت سے آزاد خیال کرتے تھے۔ جب حضرت عائشہؓ کا اعلان ان کو پہنچا تو وہ بھی ان کے ساتھ جا ملے اور سب مل کر بصرہ کی طرف چلے گئے۔ بصرہ میں گورنر نے لوگوں کو آپ کے ساتھ ملنے سے باز رکھا لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے صرف اکراہ سے" مجبوری سے "اور ایک شرط سے مقید کر کے حضرت علیؓ کی بیعت کی ہے تو اکثر لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ کو اس لشکر کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچ کر آپ نے ایک آدمی کو حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف بھیجا۔ وہ آدمی پہلے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپ کا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب

دیا کہ ہمارا ارادہ صرف اصلاح ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپ بھی اسی لیے جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں۔" یعنی کہ اصلاح کی وجہ سے۔ "اس شخص نے جواب دیا کہ اگر آپ کا منشاء اصلاح ہے تو اس کا یہ طریق نہیں جو آپ نے اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ تو فساد ہے۔ اس وقت ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر ایک شخص کو آپ قتل کریں گے تو ہزار اس کی تائید میں کھڑے ہو جائیں گے اور ان کا مقابلہ کریں گے تو اَور بھی زیادہ لوگ ان کی مدد کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔" پس یہ تو سلسلہ چلتا جائے گا۔ "پس اصلاح یہ ہے کہ پہلے ملک کو اتحاد کی رسی میں باندھا جائے پھر شریروں کو سزا دی جائے ورنہ اس بدامنی میں کسی کو سزا دینا ملک میں اَور فتنہ ڈلوانا ہے۔ حکومت پہلے قائم ہو جائے تو وہ سزا دے گی۔" پہلے حکومت قائم ہو جائے پھر وہ سزا دے گی۔ "یہ بات سن کر انہوں نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ کا یہی عندیہ ہے تو وہ آ جائیں، ہم ان کے ساتھ ملنے کو تیار ہیں۔ اس پر اس شخص نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور طرفین کے قائمقام ایک دوسرے کو ملے اور فیصلہ ہو گیا کہ جنگ کرنا درست نہیں، صلح ہونی چاہئے۔ جب یہ خبر سبائیوں کو (یعنی جو عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگ اور قاتلین حضرت عثمانؓ تھے) پہنچی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی اور خفیہ خفیہ ان کی ایک جماعت مشورہ کے لیے اکٹھی ہوئی۔ انہوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لیے سخت مضر ہو گی کیونکہ اسی وقت تک ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کی سزا سے بچ سکتے ہیں جب تک کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں گے۔ اگر صلح ہو گئی اور امن ہو گیا تو ہمارا ٹھکانہ کہیں نہیں۔" کہیں بھی ہمارا ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ "اس لیے جس طرح سے ہو صلح نہ ہونے دو۔ اتنے میں حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے اور آپؓ کے پہنچنے کے دوسرے دن آپ کی" یعنی اس علاقے میں اور آپ کی "اور حضرت زبیرؓ کی ملاقات ہوئی۔ وقت ملاقات حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ نے میرے لڑنے کے لیے تو لشکر تیار کیا ہے مگر کیا خدا کے حضور میں پیش" کرنے کے لیے کوئی عذر بھی تیار کیا ہے؟ آپ لوگ کیوں اپنے ہاتھوں سے اس اسلام کے تباہ کرنے کے درپے ہوئے ہیں جس کی خدمت سخت جانکاہیوں سے کی تھی۔ کیا میں آپ لوگوں کا بھائی نہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ پہلے تو ایک دوسرے کا خون حرام سمجھا جاتا تھا لیکن اب حلال ہو گیا۔ اگر کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہوتی تو بھی بات تھی۔ جب کوئی نئی بات پیدا ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ مقابلہ کیوں ہے؟ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا، وہ بھی حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے قتل پر لوگوں کو اکسایا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک ہونے والوں پر لعنت کرتا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا تم کو یاد نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم! تُو علیؓ سے جنگ کرے گا اور تُو ظالم ہو گا" یعنی حضرت زبیرؓ کو فرمایا تھا۔ "یہ سن کر حضرت زبیرؓ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے اور قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے ہرگز جنگ نہیں کریں گے اور اقرار کیا کہ انہوں نے اجتہاد میں غلطی کی۔ جب یہ خبر لشکر میں پھیلی تو سب کو اطمینان ہو گیا کہ اب جنگ نہ ہو گی بلکہ صلح ہو جائے گی لیکن مفسدوں کو سخت گھبراہٹ ہونے لگی" جنہوں نے فساد پیدا کرنا تھا قدرتی بات ہے انہیں گھبراہٹ ہونی تھی۔ ان کو گھبراہٹ ہونے لگی اور جب رات ہوئی تو انہوں نے صلح کو روکنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر پر رات کے وقت شب خون مار دیا اور جو ان کے لشکر میں تھے۔" انہوں نے جو دوسرے لشکر میں تھے "انہوں نے حضرت علیؓ

کے لشکر پر شب خون مار دیا۔" دونوں طرف جو منافق تھے، بٹ کر شامل ہوئے تھے ناں، حضرت عائشہؓ کی طرف بھی اور حضرت علیؓ کی طرف بھی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ خود آپس میں نہیں لڑے " جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شور پڑ گیا اور ہر فریق نے خیال کیا کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا حالانکہ اصل میں یہ صرف سبائیوں کا ایک منصوبہ تھا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو حضرت علیؓ نے آواز دی کہ کوئی شخص حضرت عائشہؓ کو اطلاع دے۔ شاید ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو دور کر دے۔ چنانچہ حضرت عائشہ کا اونٹ آگے کیا گیا لیکن نتیجہ اور بھی خطرناک نکلا۔ مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر الٹی پڑنے لگی۔ حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر تیر مارنے شروع کیے۔ حضرت عائشہؓ نے زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے لوگو! جنگ کو ترک کرو اور خدا اور یوم حساب کو یاد کرو لیکن مفسد باز نہ آئے اور برابر آپ کے اونٹ پر تیر مارتے چلے گئے۔ چونکہ اہل بصرہ اس لشکر کے ساتھ تھے جو حضرت عائشہؓ کے ارد گرد جمع ہوا تھا ان کو یہ بات دیکھ کر سخت طیش آیا اور اُمّ المومنین کی یہ گستاخی دیکھ کر ان کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اور تلواریں کھینچ کر لشکر مخالف پر حملہ آور ہو گئے" مخالف لشکر پر حملہ آور ہو گئے۔ "اور اب یہ حال ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ جنگ کا مرکز بن گیا۔ صحابہ اور بڑے بڑے بہادر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ایک کے بعد ایک قتل ہونا شروع ہوا لیکن اونٹ کی باگ انہوں نے نہ چھوڑی۔ حضرت زبیرؓ تو جنگ میں شامل ہی نہ ہوئے اور ایک طرف نکل گئے مگر ایک شقی نے ان کے پیچھے سے جا کر اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت طلحہؓ عین میدان جنگ میں ان مفسدوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب جنگ تیز ہو گئی تو یہ دیکھ کر کہ اس وقت تک جنگ ختم نہ ہو گی جب تک حضرت عائشہؓ کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے۔ بعض لوگوں نے آپ کے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے اور ہودج اتار کر زمین پر رکھ دیا تب کہیں جا کر جنگ ختم ہوئی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت علیؓ کا چہرہ مارے رنج کے سرخ ہو گیا لیکن یہ جو کچھ ہوا اس سے چارہ بھی نہ تھا۔ جنگ کے ختم ہونے پر جب مقتولین میں حضرت طلحہؓ کی نعش ملی تو حضرت علیؓ نے سخت افسوس کیا۔ ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس لڑائی میں صحابہؓ کا ہرگز کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ شرارت بھی قاتلان عثمانؓ کی ہی تھی اور یہ کہ طلحہؓ اور زبیرؓ حضرت علیؓ کی بیعت ہی میں فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کا اقرار کر لیا تھا لیکن بعض شریروں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کی۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 198 تا 201)

جنگ جمل کے اختتام پر حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے لیے تمام سواری اور زادِ راہ تیار کیا اور حضرت عائشہؓ کو چھوڑنے کے لیے خود تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کے ہمراہ جو لوگ جانا چاہتے تھے ان کو روانہ کیا۔ جس دن حضرت عائشہؓ نے روانہ ہونا تھا حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے لیے کھڑے ہوئے اور تمام لوگوں کی موجودگی میں حضرت عائشہؓ لوگوں کے سامنے نکلیں اور کہا کہ اے میرے بیٹو! ہم نے تکلیف پہنچا کر اور زیادتی کر کے ایک دوسرے کو ناراض کر دیا۔ آئندہ ہمارے ان اختلافات کے باعث کوئی شخص بھی ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے اور خدا کی قسم! میرے اور حضرت علیؓ کے درمیان شروع سے کبھی کوئی اختلاف نہ تھا سوائے اس کے جو مرد اور اس کے سسرالی رشتہ داروں کے

درمیان عام طور پر بات ہوا کرتی ہے۔ یعنی چھوٹی موٹی باتیں ہیں اور حضرت علیؓ میری نیکیوں کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت عائشہؓ نے اچھی اور سچی بات کہی ہے۔ میرے اور حضرت عائشہؓ کے درمیان محض یہی اختلاف تھا۔ حضرت عائشہؓ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کو چھوڑنے کے لیے کئی میل ساتھ تشریف لے گئے اور حضرت علیؓ نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے ہمراہ جائیں اور ایک دن کے بعد واپس آجائیں۔

(تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 60-61 باب تجہیز علی علیہ السلام عائشۃ من البصرۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

یہ طبری کا حوالہ تھا جو میں نے ابھی پڑھا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"حضرت طلحہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا اور ایک گروہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے مارنے والوں سے ہمیں بدلہ لینا چاہیے تو اس گروہ کے لیڈر حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ تھے لیکن دوسرے گروہ نے کہا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ چکا ہے۔ آدمی مراہی کرتے ہیں۔ سرِ دست ہمیں تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنا چاہئے تاکہ اسلام کی شوکت اور اس کی عظمت قائم ہو۔ بعد میں ہم اِن لوگوں سے بدلہ لے لیں گے۔ اِس گروہ کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے الزام لگایا کہ علیؓ ان لوگوں کو پناہ دینا چاہتے ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے اور حضرت علیؓ نے الزام لگایا کہ " (جو یہ کہتے ہیں کہ فوری بدلہ لیا جائے۔) "اِن لوگوں کو اپنی ذاتی غرضیں زیادہ مقدم ہیں۔ اسلام کا فائدہ ان کے مدّ نظر نہیں ہے۔ گویا اختلاف اپنی انتہائی صورت تک پہنچ گیا اور پھر آپس میں جنگ بھی شروع ہوئی ایسی جنگ جس میں حضرت عائشہؓ نے لشکر کی کمان کی۔ آپ اونٹ پر چڑھ کر لوگوں کو لڑواتی تھیں اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اِس لڑائی میں شامل تھے۔ جب دونوں فریق میں جنگ جاری تھی تو ایک صحابی حضرت طلحہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ طلحہؓ! تمہیں یاد ہے فلاں موقع پر میں اور تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طلحہؓ! ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم اَور لشکر میں ہوگے اور علیؓ اَور لشکر میں ہوگا اور علیؓ حق پر ہوگا اور تم غلطی پر ہوگے۔ حضرت طلحہؓ نے یہ سنا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا ہاں! مجھے یہ بات یاد آگئی ہے اور پھر اسی وقت لشکر سے نکل کر چلے گئے۔ جب وہ لڑائی چھوڑ کر جارہے تھے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری کی جائے تو ایک بدبخت انسان جو حضرت علیؓ کے لشکر کا سپاہی تھا اس نے پیچھے سے جاکر آپ کو خنجر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے وہ اِس خیال سے " یعنی جو حضرت طلحہ کا قاتل تھا اس خیال سے " کہ مجھے بہت بڑا انعام ملے گا دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ کو آپ کے دشمن کے مارے جانے کی خبر دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ کون دشمن؟ اس نے کہا۔ اے امیر المومنین! میں نے طلحہؓ کو مار دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے شخص! میں بھی تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ تُو دوزخ میں ڈالا جائے گا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا (جبکہ طلحہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور میں بھی بیٹھا ہوا تھا) کہ اے طلحہؓ! تُو ایک دفعہ حق و انصاف کی خاطر ذِلت برداشت کرے گا اور تجھے ایک شخص مار

ڈالے گا مگر خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔"

(آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی وجانی...، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 149-150)

پھر جنگ صِفّین ہوئی تھی۔ اس کے واقعات میں لکھا ہے کہ یہ جنگ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان 37؍ ہجری میں ہوئی تھی۔ صِفّین شام اور عراق کے درمیان ایک مقام ہے۔ حضرت علیؓ کوفہ سے فوج لے کر چلے اور جب صفین پہنچے تو دیکھا کہ شامی لشکر امیر معاویہ کی سرکردگی میں پہلے سے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور ان کی ایک جماعت دریائے فرات کے گھاٹ پر قابض تھی۔ حضرت علیؓ نے یقین دلایا کہ ہم لڑنے نہیں آئے بلکہ امیر معاویہ سے تصفیہ کرنے آئے ہیں تاہم امیر معاویہ تصفیہ پر رضامند نہ ہوئے۔ شامی لشکر نے حضرت علیؓ کے لشکر کو دریائے فرات سے پانی لینے سے روک دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح حضرت علیؓ کی فوج شامی فوج کو پسپا کرنے اور اپنے لیے دریا تک کا راستہ بنانے میں کامیاب ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے شامیوں کو فرات سے پانی لے کر جانے کی کھلی اجازت بھی دے دی۔ شامیوں نے تو حضرت علیؓ کو منع کیا تھا، پانی لینے سے روک دیا تھا لیکن آپ نے جب دریا پہ قبضہ کر لیا تو آپ نے ان کو پانی لینے سے نہیں روکا بلکہ اجازت دی۔ امیر معاویہ کا اصرار تھا کہ حضرت علیؓ قاتلینِ عثمان کو ان کے حوالے کر دیں۔ ایک دفعہ جب لڑائی چھڑ جانے کا خطرہ پیدا ہوا تو دونوں طرف کے صلح پسندوں نے روک تھام کروا دی۔ جنگ کا آغاز صفر 37؍ ہجری میں شروع ہوا۔ جنگ سے قبل جھڑپیں ہوتی رہیں لیکن دونوں فریق عام جنگ کے مہلک نتائج سے خائف ہونے کے باعث گریز کرتے رہے۔ صلح کے ہر امکان کی گنجائش باقی رکھنے کی غرض سے فریقین اس پر متفق ہو گئے کہ حرمت والے مہینوں میں عارضی صلح کر لی جائے لیکن یہ تدبیر بھی کامیاب نہ ہوئی۔ چنانچہ آغاز صفر میں دوبارہ جنگ کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ جب لڑائی کچھ مدت تک بغیر حتمی فیصلہ کے ہوتی رہی تو امیر معاویہ کی ہمت پست ہو گئی۔ اس خطرناک حالت میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے انہیں مشورہ دیا کہ قرآن مجید کے نسخے نیزوں کے سروں پر بندھوائیں اور کہیں کہ اس کتاب کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ کے متبعین میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک بڑی تعداد نے یہ کہہ دیا کہ اللہ سے فیصلہ چاہنے کی استدعا مسترد نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح حضرت علیؓ نے ہراول دستے کو واپس بلا لیا اور لڑائی رک گئی۔ حضرت علیؓ کی فوج کی اکثریت نے امیر معاویہ کی تجویز مان لی کہ دونوں فریق ایک ایک حکم کا انتخاب کریں اور یہ دونوں حکم مل کر قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق کسی فیصلہ پر پہنچ جائیں۔ کتب تاریخ میں اس واقعہ کو 'تحکیم' کہا جاتا ہے۔ بہرحال شامیوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کا انتخاب کیا اور حضرت علیؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو نامزد کیا اور اقرار نامہ پر دستخط کے بعد فوجیں منتشر ہو گئیں۔ یہ ابن اثیر کی تاریخ کا حوالہ ہے۔

(ماخوذ از الكامل فی التاريخ از ابن الاثير جلد 3 صفحه 161 تا 201 دار الكتب العلمية بيروت لبنان 2003ء)

(لغات الحديث جلد دوم صفحه 608 زير لفظ صفين)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس بارے میں اس طرح تحریر فرمایا ہے، بیان فرمایا ہے کہ

"اس جنگ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھیوں نے یہ ہوشیاری کی کہ نیزوں پر قرآن اٹھا دیے اور کہا کہ جو کچھ قرآن فیصلہ کرے وہ ہمیں منظور ہے اور اس غرض کے لیے حکم مقرر ہونے چاہئیں۔ اس پر وہی

مفسد جو حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش میں شامل تھے اور جو آپ کی شہادت کے معاً بعد اپنے بچاؤ کے لیے حضرت علیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے انہوں نے حضرت علیؓ پر یہ زور دینا شروع کر دیا کہ یہ بالکل درست کہتے ہیں۔ آپ فیصلہ کے لیے حَکم مقرر کر دیں۔ حضرت علیؓ نے بتیرا انکار کیا مگر انہوں نے اور کچھ ان کمزور طبع لوگوں نے جو اُن کے اس دھوکا میں آ گئے تھے حضرت علیؓ کو اس بات پر مجبور کیا کہ آپ حَکم مقرر کریں۔ چنانچہ معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری حَکم مقرر ہوئے۔ یہ تحکیم دراصل قتلِ عثمانؓ کے واقعہ میں تھی اور شرط یہ تھی کہ قرآن کریم کے مطابق فیصلہ ہو گا۔" اور یہ حَکم اس لیے مقرر کیے گئے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا جو قتل ہے اس واقعہ کے بارے میں فیصلہ ہو گا اور یہ تھا کہ قرآن کریم کے مطابق جو بھی قاتل ہیں ان کو سزا دینے کے لیے یا ان کو پکڑنے کے لیے فیصلہ ہو گا۔ "مگر عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری دونوں نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ بہتر ہو گا کہ پہلے ہم دونوں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو ان کی امارت سے معزول کر دیں۔" تحکیم تو اس لیے تھی، اس لیے حَکم مقرر کیے گئے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بارے میں فیصلہ کریں لیکن یہاں دونوں حَکمین جو مقرر کیے گئے تھے انہوں نے یہ ایک فیصلہ کر دیا کہ دونوں کو پہلے معزول کیا جائے پھر بعد میں بات ہو گی "کیونکہ تمام مسلمان انہی دونوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں" یہ ان دونوں کا خیال تھا "اور پھر آزادانہ رنگ میں مسلمانوں کو کوئی فیصلہ کرنے دیں تا کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ بنالیں حالانکہ وہ اس کام کے لیے مقرر ہی نہیں ہوئے تھے۔" یہ تو بات ہی غلط تھی جس کے بارے میں ان حَکمین نے سوچنا شروع کر دیا تھا کیونکہ وہ اس کام کے لیے مقرر نہیں کیے گئے تھے "مگر بہرحال ان دونوں نے اس فیصلہ کا اعلان کرنے کے لیے ایک جلسہ عام منعقد کیا اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ پہلے آپ اپنے فیصلہ کا اعلان کر دیں، بعد میں مَیں اعلان کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ نے اعلان کر دیا کہ وہ حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ابوموسیٰ نے حضرت علیؓ کو معزول کر دیا ہے اور مَیں بھی ان کی اس بات سے متفق ہوں اور حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کرتا ہوں لیکن معاویہؓ کو مَیں معزول نہیں کرتا بلکہ اس کے عہدہ امارت پر انہیں بحال رکھتا ہوں (حضرت عمرو بن العاص خود بہت نیک آدمی تھے لیکن اس وقت..." حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "... مَیں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا) اس وقت بہرحال وہ باوجود اس نیکی کے وہاں کسی طرح لوگوں کی باتوں میں آ گئے یا کیا ہوا؟ یہ ایک علیحدہ مضمون ہے اس لیے اس بحث میں نہیں پڑتا لیکن بہرحال ان کا فیصلہ غلط تھا۔ "اس فیصلہ پر حضرت معاویہ کے ساتھیوں نے تو یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو لوگ حَکم مقرر ہوئے تھے انہوں نے علیؓ کی بجائے معاویہؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور یہ درست ہے مگر حضرت علیؓ نے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ نہ حَکم اس غرض کے لیے مقرر تھے اور نہ ان کا یہ فیصلہ کسی قرآنی حکم پر ہے۔ اس پر حضرت علیؓ کے وہی منافق طبع ساتھی جنہوں نے حَکم مقرر کرنے پر زور دیا تھا یہ شور مچانے لگ گئے کہ حَکم مقرر ہی کیوں کیے گئے تھے جبکہ دینی معاملات میں کوئی حَکم ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اول تو یہ بات معاہدہ میں شامل تھی کہ ان کا فیصلہ قرآن کے مطابق ہو گا جس کی

انہوں نے تعمیل نہیں کی۔" کہ قرآن کے مطابق فیصلہ ہوا ہی نہیں۔" دوسرے حکم تو خود تمہارے اصرار کی وجہ سے "مقرر کیے گئے تھے یا" مقرر کیا گیا تھا اور اب تم ہی کہتے ہو کہ میں نے حکم کیوں مقرر کیا؟(یہ جو باغی تھے جو منافق تھے) انہوں نے کہا ہم نے جھک مارا تھا اور ہم نے آپ سے جو کچھ کہا تھا وہ ہماری غلطی تھی۔ مگر سوال یہ ہے کہ آپ نے یہ بات کیوں مانی۔ اس کے تو یہ معنی ہیں کہ ہم بھی گنہگار ہو گئے اور آپ بھی۔" برابر ہو گئے دونوں۔ "ہم نے بھی غلطی کا ارتکاب کیا اور آپ نے بھی۔ اب ہم نے تو اپنی غلطی سے توبہ کر لی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ بھی توبہ کریں اور اس امر کا اقرار کریں کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے ناجائز کیا ہے۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اگر حضرت علیؓ نے انکار کیا تو وہ یہ کہہ کر آپ کی بیعت سے الگ ہو جائیں گے کہ انہوں نے چونکہ ایک خلافِ اسلام فعل کیا ہے اس لیے ہم آپ کی بیعت میں نہیں رہ سکتے اور اگر انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا" اگر علیؓ نے انکار کیا تو وہ یہ کہہ کر بیعت سے الگ ہو جائیں گے کہ خلافِ اسلام فعل کیا ہے اس لیے ہم آپ کی بیعت میں نہیں رہ سکتے اور اگر انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔" اور کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں تو بھی ان کی خلافت باطل ہو جائے گی کیونکہ جو شخص اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کرے وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ نے جب یہ باتیں سنیں تو کہا کہ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ جس امر کے متعلق میں نے حکم مقرر کیا تھا اس میں کسی کو حکم مقرر کرنا شریعت اسلامیہ کی رو سے جائز ہے۔ باقی میں نے حکم مقرر کرتے وقت صاف طور پر یہ شرط رکھی تھی کہ وہ جو کچھ فیصلہ کریں گے اگر قرآن اور حدیث کے مطابق ہو گا تب میں اسے منظور کروں گا ورنہ "نہیں" میں اسے کسی صورت میں بھی منظور نہیں کروں گا۔ انہوں نے چونکہ اس شرط کو ملحوظ نہیں رکھا اور نہ جس غرض کے لیے انہیں مقرر کیا گیا تھا اس کے متعلق انہوں نے کوئی فیصلہ کیا ہے اس لیے میرے لیے ان کا فیصلہ کوئی حجت نہیں۔ مگر انہوں نے حضرت علیؓ کے اس عذر کو تسلیم نہ کیا اور بیعت سے علیحدہ ہو گئے اور خوارج کہلائے اور انہوں نے یہ مذہب نکالا کہ واجب الاِطاعت خلیفہ کوئی نہیں۔ کثرتِ مسلمین کے فیصلہ کے مطابق عمل ہوا کرے گا کیونکہ کسی ایک شخص کو امیر واجب الاطاعت ماننا لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ کے خلاف ہے۔"

(ماخوذ از خلافتِ راشدہ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 486 تا 488)

جنگِ نہروان 38 ہجری میں ہوئی تھی۔ نہروان بغداد اور واسط کے درمیان واقع ہے۔ اس مقام پر حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان جنگ لڑی گئی تھی۔

(معجم البلدان جلد5 صفحہ375 دار الکتب العلمیة بیروت)

ابن اثیر کی تاریخ میں یوں لکھا ہے کہ جنگ صفین کے تصفیہ کے لیے حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور امیر معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص حکم مقرر ہوئے۔ تاریخ میں اس واقعہ کو 'تحکیم' کہتے ہیں۔ تحکیم کے معاملے میں حضرت علیؓ سے ان کے لشکر کے ایک گروہ نے اختلاف کیا اور بغاوت کرتے ہوئے علیحدہ ہو کر خوارج کہلایا۔ ان خوارج نے تحکیم کو گناہ قرار دے کر حضرت علیؓ سے توبہ کرنے اور خلافت سے معزولی کا مطالبہ کیا تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ کیوں انکار کیا یہ وضاحت پہلے آ چکی ہے۔ حضرت علی امیر معاویہ کے خلاف دوبارہ شام کی طرف پیش قدمی کی تیاری میں مصروف تھے کہ خوارج نے فسادی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ انہوں نے عبد اللہ بن وَهَب کو اپنا امام بنایا اور کوفہ سے نہروان کی

طرف چلے گئے۔ خوارج نے بصرہ میں بھی اپنا جتھا جمع کیا جو بعد ازاں نہروان میں عبداللہ بن وَہَب کے لشکر سے جاملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی عبد اللہ بن خَبَّابْ کو حضرت علیؓ کی طرفداری پر قتل کر دیا اور ان کی حاملہ بیوی کا پیٹ چاک کر کے نہایت بیدردی سے اسے بھی قتل کر دیا اور قبیلہ طے کی تین عورتوں کو بھی قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ تک جب یہ حالات پہنچے تو آپ نے تحقیق کے لیے حارث بن مُرَّۃ کو سفیر کے طور پر بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس گئے تو خوارج نے انہیں بھی قتل کر دیا۔ یہ حالات دیکھ کر حضرت علیؓ نے شام جانے کا ارادہ ترک کیا اور تقریباً پینسٹھ ہزار کا لشکر جو شام کے لیے تیار کیا تھا اسے لے کر خوارج کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ جب آپ نہروان مقام پر پہنچے تو خوارج کو صلح کی دعوت دی اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کو جھنڈا دیا کہ جو اس کی پناہ میں آجائے گا اس سے جنگ نہیں کی جائے گی۔ یہ اعلان سن کر خوارج جن کی تعداد چار ہزار تھی ان میں سے ایک سو حضرت علیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے اور ایک بڑی تعداد کوفہ کو لَوٹ گئی۔ صرف ایک ہزار آٹھ سو افراد عبداللہ بن وَہَب خارجی کی سرکردگی میں آگے بڑھے اور حضرت علی کے پینسٹھ ہزار کے لشکر سے جنگ ہوئی جس میں تمام خوارج مارے گئے۔ ایک روایت کے مطابق خوارج کی معمولی تعداد جو کہ دس سے بھی کم تھی بچ سکی۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں سے سات آدمی شہید ہوئے۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ از ابن الاثیر جلد 3 صفحہ 212 تا 223 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)
(تاریخ المسعودی حصّہ دوم صفحہ 342نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی نومبر1985ء)

حضرت عَمْرَہ بنت عبد الرحمٰنؒ نے بیان کیا کہ جب حضرت علیؓ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو الوداعی ملاقات کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے فرمایا آپ اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں جائیں یعنی حضرت علیؓ کو کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں جائیں۔ خدا کی قسم! یقیناً آپ حق پر ہیں اور حق آپ کے ساتھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھروں میں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے اگر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کے ہمراہ چلتی لیکن اللہ کی قسم! تاہم میں اپنے بیٹے عمر کو آپ کے ساتھ روانہ کرتی ہوں جو میرے نزدیک سب سے افضل ہے اور وہ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 129 کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر اسلام امیر المومنین علی حدیث نمبر4611مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

بہرحال یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ اگلے ہفتے بھی چلے گا۔ اِن شاء اللہ۔

آج بھی مَیں پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں کے لیے دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ الجزائر کی تو ایک خوش کن خبر ہے کہ گذشتہ دو تین دنوں میں دو مختلف عدالتوں نے جھوٹے الزام میں ملوّث بہت سارے احمدیوں کو بری کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان منصف مزاج ججوں کو جزا دے اور باقی انتظامیہ اور عدلیہ کو بھی انصاف سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے جو جھوٹے مقدمے احمدیوں پر قائم کر رہے ہیں۔

پاکستان کے بعض افسران اور منصف جو انصاف سے دور ہٹ رہے ہیں اور اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی توفیق دے کہ اپنے دلوں کے بغض اور کینے کو نکال کر معاملے کو دیکھنے والے ہوں۔ جن لوگوں کی اصلاح اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر نہیں اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کے سامان جلد فرمائے

اور احمدیوں کے لیے پاکستان میں بھی امن و سکون کے سامان پیدا فرمائے۔

پاکستانی احمدی، پاکستان میں رہنے والے احمدی خاص طور پر نوافل اور دعاؤں پر زور دیں۔ ان دعاؤں میں

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

بھی بہت پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

بھی بہت پڑھیں۔ استغفار کی طرف بھی توجہ دیں۔ درود کی طرف بھی توجہ دیں۔ آج کل اس کی بہت ضرورت ہے۔ نوافل بھی ادا کریں جیسا کہ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق بھی دے اور جلد وہاں کے حالات بھی درست فرمائے۔

آج بھی میں نمازوں کے بعد کچھ جنازے پڑھاؤں گا جن میں سے پہلا جنازہ مکرمہ حُمدیٰ عباس صاحبہ کا ہے جو مکرم عباس بن عبد القادر صاحب شہید خیر پور کی اہلیہ تھیں۔ 29/ دسمبر کو 91 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے والد ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں پڑھائی کے دوران 1926ء میں اپنے احمدی کلاس فیلو سے متاثر ہو کر اپنی اہلیہ کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت قبول کی تھی۔ مئی 1951ء میں لاہور میں حُمدیٰ صاحبہ کی پروفیسر عباس بن عبد القادر صاحب کے ساتھ شادی ہوئی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولانا عبد الماجد صاحب کے پوتے تھے اور حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی پروفیسر عبد القادر صاحب کے بیٹے تھے۔ 1974ء میں ان کے شوہر پروفیسر عباس بن عبد القادر صاحب کو خیر پور میں شہید کر دیا گیا تھا تو بڑے کمال صبر کے ساتھ انہوں نے کام لیا۔ کوئی بے صبری نہیں دکھائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا پہ راضی ہوئیں۔ آپ کے شوہر کی شہادت پر آپ کے غیر از جماعت خالہ زاد بھائی نے تعزیت کے خط میں لکھا کہ عباس بہت اچھے انسان تھے۔ کاش کہ ان کا انجام بھی راہ ہدایت پر ہوتا تو حُمدیٰ صاحبہ نے ان کو جواب لکھا کہ مجھے فخر ہے کہ جس راہ پر میرے شوہر نے جان دی ہے وہ ہدایت کی راہ ہے۔

پھر سکول کے زمانہ میں حُمدیٰ صاحبہ کی ایک گہری سہیلی شفیقہ صاحبہ تھیں جو اتفاق سے پاکستان کے جنرل ضیاء الحق صاحب کی اہلیہ بنیں۔ انہوں نے ایک دفعہ اپنے شوہر ضیاء الحق صاحب کے صدر بننے کے بعد کہا کہ سب لوگ مجھے ملنے آتے ہیں مگر حُمدیٰ نہیں آتی۔ حُمدیٰ صاحبہ کو یہ پتہ لگا تو آپ نے یہ سن کے کہا کہ ایک ایسے شخص کی بیوی سے ملنے کی مجھے کوئی خواہش نہیں جو میرے پیارے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور پھر اس سے کبھی نہیں ملیں۔

آپ بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں۔ بے حد نفاست پسند تھیں۔ سلیقہ شعار تھیں۔ بہت نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ نماز اور روزے کا ہمیشہ بہت التزام کرتی تھیں۔ بچوں کو بھی اس کی عادت ڈالی۔ چندہ ادا کرنے میں بہت جلدی کرتیں۔ خیرات کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتی تھیں۔ رمضان کے مہینے میں بہت سے لوگوں کے لیے اپنے گھر پہ روزانہ روزہ کھلوانے کا انتظام کرتیں۔ خلافت سے بے انتہا تعلق اور عشق اور محبت

تھی۔ اپنے ہاتھ سے باقاعدہ مجھے خط لکھا کرتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا اکثر مطالعہ کرتیں اور سلسلہ کی دوسری کتب اور الفضل آخر وقت تک مطالعہ کرتی رہیں۔ 2006ء میں ان کی چھوٹی بیٹی ڈاکٹر عامرہ ٹریفک حادثے میں دو بچوں کے ساتھ وفات پا گئیں تو اس صدمے کو بڑے حوصلے سے برداشت کیا اور صبر کا ایک مثالی نمونہ دکھایا۔ سب عزیز رشتے دار اور ملنے جلنے والے آپ کی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے آپ سے محبت کرتے تھے۔ غیر احمدی رشتے داروں کا بھی آپ سے بہت محبت کا تعلق تھا۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں جو کہ امریکہ، کینیڈا اور ناروے میں رہائش پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو، ان کی اولاد کو اور ان کی اولاد کی نسل کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ رضوان سیّد نعیمی صاحب عراق کا ہے جو 13؍ نومبر کو 70 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کے بیٹے مصطفیٰ نعیمی صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے رؤیا میں خود کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی صاحب کے پاس دیکھا جنہوں نے والد صاحب کو اپنا جوتا عطا فرمایا۔ والد صاحب نے یہ کہتے ہوئے اسے لینے میں جھجک محسوس کی کہ میری کیا اوقات کہ میں سید عبدالقادر جیلانی کا جوتا پہن سکوں لیکن سید عبدالقادر جیلانی نے اصرار کیا تو والد صاحب نے جوتا پہن لیا اس کے بعد سید عبدالقادر جیلانی نے ایک شخص اور اس کی جماعت کی طرف اشارہ کر کے والد صاحب کو ان میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد رضوان نعیمی صاحب کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی۔ چند سال بعد ایم ٹی اے کے ذریعہ ان کا جماعت سے تعارف ہوا تو رضوان صاحب نے کہا کہ انہیں خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو زیارت ہوئی تھی اس سے مراد آپؐ کے خادم صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت تھی اور دوسری رؤیا میں جس شخص اور اس کی جماعت کی طرف شیخ عبدالقادر جیلانی نے اشارہ کر کے ان میں شامل ہونے کا کہا تھا اس سے مراد خلیفۃ المسیح اور ان کی جماعت ہے۔ چنانچہ انہوں نے 2012ء میں بیعت کر لی۔

مرحوم بڑے نیک صالح اور اپنے رشتے داروں اور غریبوں کی مدد کرنے والے تھے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ کمزور صحت اور لوگوں کی مخالفت کے باوجود اپنے علاقے میں احمدیت کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ اپنے خاندان کو ہمیشہ نصیحت کرتے رہتے تھے کہ وہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوں۔ ان کے بیٹے اور اہلیہ اور اہلیہ کے بھائی نے بھی اب بیعت کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ثبات قدم عطا فرمائے اور ان لوگوں کو مرحوم کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کے درجات اللہ تعالیٰ بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم ملک علی محمد صاحب ہجکہ ضلع سرگودھا کا ہے جو محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ کینیا کے والد تھے۔ 20؍ اگست کو 90 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

1974ء میں آپ کو اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ سلسلے کے کارکنان، واقفین زندگی، مربیان اور معلمین کی بے حد عزت کیا کرتے تھے۔ مرحوم تہجد گزار، صوم و صلوٰۃ کے پابند، بہت مہمان نواز تھے۔ غریب پرور تھے۔ صابر اور شاکر تھے۔ صلہ رحمی سے کام لینے والے تھے۔ ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے تھے اور آپ کو متعدد بچوں کو قرآن کریم

پڑھانے کی بھی توفیق ملی۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور گیارہ پوتے پوتیاں شامل ہیں۔ مکرم محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ کینیا جیسا کہ میں نے کہا ان کے بیٹے تھے جو کہ آج کل وہاں کینیا میں میدان عمل میں تھے اس وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ احسان احمد صاحب لاہور کا ہے جو شفقت محمود صاحب کے بیٹے تھے۔ 27/ جولائی کو 35 سال کی عمر میں کورونا وائرس کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت مولوی نورالدین اجمل صاحب آف گولیکی ضلع گجرات صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے اور ارشاد احمد صاحب گوجرانوالہ کے نواسے تھے۔ گذشتہ دو سال آپ کو حلقہ رچنا ٹاؤن لاہور میں بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ دہلی گیٹ امارت میں بطور سیکرٹری نومبائعین خدمت کی توفیق پائی۔ تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔ خدا کے فضل سے آپ کو آٹھ افراد کو بیعت کروانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے عزیزم حنان احمد مسرور عمر 6 سال اور عزیزم مبین احمد طاہر عمر 3 سال اور ایک بیٹی عزیزہ سائرہ احمد 5 سال کے علاوہ والد، والدہ اور تین بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان بچوں کا خود کفیل ہو اور ان کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم ریاض الدین شمس صاحب کا ہے جو مولانا جلال الدین شمس صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ 27/ مئی کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم کے خاندان کا تعارف یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت میاں محمد صدیق صاحبؓ کے پڑپوتے، حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانیؓ کے پوتے، حضرت خواجہ عبید اللہ صاحبؓ کے نواسے اور حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کے بیٹے تھے۔ یہ تمام صحابہ تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہیں۔ ان کی اہلیہ پہلے فوت ہو گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو، ان کے بچوں کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ اور مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کے بھائی منیر الدین شمس صاحب کہتے ہیں کہ مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ نمازوں کے پابند تھے۔ بچوں کو ہمیشہ نماز کی تلقین کرتے تھے۔ خلافت سے بے حد محبت تھی۔ گھر میں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ یہاں بیماری کے دنوں میں بھی گذشتہ دو سال ہوئے مجھے ملنے کے لیے آئے اور باوجود بیماری کے بڑے صبر اور حوصلے سے اور خوش مزاجی سے باتیں کرتے رہے۔ فکر تھی تو اپنے بچوں کی۔ اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ ان کے متعلق سبھی کا یہ تاثر ہے کہ ہمیشہ ہر حال میں مسکراتے رہنا اور ہر ایک کے ساتھ مل جل کر رہنا اور دکھ سکھ میں ساتھ دینا ان کی خوبیوں میں شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرماتا رہے اور درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/ جنوری 2021ء جلد 28 شمارہ 05 صفحہ 05 تا 10)

انڈیکس

آیات	1
احادیث	3
الہامات	9
مضامین	10
اسماء	60
کتابیات	118
مقامات	124

آیات قرآنیہ

الفاتحہ

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔(7) 237

البقرۃ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ.........(184تا186) 186

حضرت مصلح موعودؓ کی وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ.........(196) کی تفسیر 613

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً.........(202) 239

آنحضرتؐ کا اللہ کی کتاب میں سب سے عظیم آیت کا حضرت ابی سے پوچھنا تو عرض کرنا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ.........(256) فرمایا اے ابو منذر علم تمہیں مبارک ہو 530

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ۔(273) 570

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ.........(275) 570

آل عمران

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا.........(9) 239

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ (62) جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا......... 399

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔(93) 62

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ(141) 394

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ(145) 118، 370

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ(170) 592

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ.........(173) 173، 436

النساء

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ.........(66) 439

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ.........(136) 77

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ.........(172) 509، 510

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ.........(173) 510

المائدۃ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ.........(11) 80

الانعام

مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔(163) 487

الاعراف

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا.........(24) 239

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔(159) 143

الانفال

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔(35) 191

وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ.........(26) 443

التوبۃ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (41) حضرت ابو ایوبؓ کا اس کی وضاحت کرنا 616

ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ.........(127) اس آیت پر بعض صحابہ کا کہنا کہ یہ سب سے آخر پر نازل ہوئی۔ حضرت ابیؓ کا کہنا کہ اس کے بعد دو آیتیں اور رسول اللہؐ نے پڑھائی تھیں 532

الرعد

لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ...... (12) کی تفسیر از حضرت مصلح موعودؓ صحابہ بدر کے موقعہ پر فدائیت کا اظہار 310، 311

الحجر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔(10) 143

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ.........(48) 162، 446

النحل

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا.........(129) 194

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ.........(111) 259

الکہف

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا.........(47) 481

مریم

وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا.........(72) 72

تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر میں وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُھَا 46
حضرت مسیح موعودؑ کی وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُھَا کی تشریح 46
آنحضرتؐ نے جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو رخصت کیا تو آپ رونے لگے......... 46

طٰہٰ
اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ.........(طٰہٰ:15-16) 216،274

الحج
فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَ اجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ ۔(31) 77

المؤمنون
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ ۔(29) 369

الشعراء
وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۔(215) 624
وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُہُمُ الۡغَاوٗنَ ۔(225) 44
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔(228) 44

العنکبوت
وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حُسۡنًا ۔(9) 342
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ نے ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کھانے پینے سے انکار اور وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حُسۡنًا ۔(9) حضرت سعدؓ کا کہنا اگر تیری ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے نکلے تب بھی میں دین ترک نہیں کروں گا 342،343
وَ الَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا.........(70) 1،191،235

لقمٰن
وَ اِنۡ جَاہَدٰکَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِکَ بِیۡ (16) 342،343

السجدۃ
تَتَجَافٰی جُنُوۡبُہُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ.........(17) 546

الاحزاب
لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔(22) 237
مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا.........(24) 119

الزمر
ثُمَّ اِنَّکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عِنۡدَ رَبِّکُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ (32) 439

الدخان
کَمۡ تَرَکُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ.........(26-29) 394

الحجرات
اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۔(14) 235
قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا.........(15) 433

النجم
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی (9) 593

الحشر
وَ یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَ لَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ ؕ وَ مَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۔(10) 60

الصف
یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ.........(9-10) 373

الطلاق
وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ (5) سے حضرت ابی بن کعبؓ کا استدلال جیسے حضرت عمرؓ نے پسند فرمایا 533

المدثر
وَ ثِیَابَکَ فَطَہِّرۡ ۔ وَ الرُّجۡزَ فَاہۡجُرۡ ۔(5،6) 163

الدھر
یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا ۔(9) 232

البیّنۃ
سورۃ لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ (2) نازل ہونا اور اللہ تعالیٰ کا حکم کہ حضرت اُبی بن کعبؓ کو سنائیں......... 526،527

الزلزال
وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَہَا ۔(4) حضرت مصلح موعودؓ کا فرمانا کہ اب ایسا زمانہ ہے کہ ابتلاؤں کے دروازے کھل گئے 164

التکاثر
ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ (9) 439

احادیث نبویہؐ

اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ 662
اَلْحُمّٰی حَظُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنَ النَّارِ 47
اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَا 345
اَللّٰهُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ 542
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ........ 238
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی........ 239
اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِیْعِ سُخْطِكَ 239
اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَی الْمَیِّتِ 590
اِنْ قُتِلَتْ وَاُحْرِقَتْ 78
اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ 635
حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ 268
خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مِنْ) عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ 526، 541
سَلْمَانُ سَابِقُ الْفُرْسِ۔ بِلَالٌ سَابِقُ الْحَبَشَةِ۔ صُهَیْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ 451
سَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَةً 74
صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِیْ سِنِیْنَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ 590
کُلُّ الْبَوَاکِیْ یَکْذِبْنَ اِلَّا اُمَّ سَعْدٍ 338
قَدْ حَکَمْتَ بِحُکْمِ اللّٰهِ 326
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ 238
لَاَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِیَاءَ........ 357
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ 542
مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا 431
مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ 192
نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ 43
هٰذَا أَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ 496
یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ 239
یَجِیْءُ اَحَدُکُمْ بِمَالِهٖ کُلِّهٖ یَتَصَدَّقُ بِهٖ 357

حدیث بالمعنی

آنحضرتؐ کو ان کی بیٹی نے اپنے بچہ کی حالتِ نزع کے وقت بلایا........ آپؐ کے آنسو بہنے لگے فرمایا........ یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے 24
آنحضرتؐ کا حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو جانا، اور اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ .... آپؐ کا رونا اور فرمانا: اللہ رونے یا دل کے غمگین ہونے پر سزا نہیں دے گا بلکہ زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا اور پھر فرمایا اور میّت کو بھی اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے 25
آنحضرتؐ کا انصار کے گھرانوں میں سے بہترین بنو نجار کو قرار دینا پھر .... حضرت سعد بن عبادہؓ کا ردّ عمل 26
حضرت سعدؓ کا غیرت کا مظاہرہ کرنا اور آپؐ کا فرمانا 27
حضرت سعد بن عبادہؓ کو کسی قبیلے کے صدقات کی نگرانی کا ارشاد اور فرمایا 28
آنحضرتؐ کا ایک خطبہ میں فرمانا بیٹھ جاؤ۔ عبد اللہ بن رواحہ باہر تھے وہیں بیٹھ گئے .... آنحضرتؐ کو علم ہوا تو دعا دی یہ واقعہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارہ میں ہے 42
ابو درداء کا بیان کرنا کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ مجھ سے کہتے۔ یَا عُوَیْمِرُ، اِجْلِسْ فَلْنُؤْمِنْ سَاعَةً یہ ایمان کی مجالس ہیں۔ حضورؐ کا فرمانا کہ اللہ ابن رواحہ پر رحم کرے اسے ایسی مجالس سے محبت ہے جس پر فرشتے فخر کرتے ہیں 43
حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ 43

آنحضرتؐ نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے شہید ہو جانے کی خبر سنائی .... اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو تھے 47،48

آنحضرتؐ کی اونٹنی کا ٹھوکر کھانا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ کا گرنا .... فرمایا پہلے عورت کی خبر لو 57

خیبر پر حملہ کی تفصیل حضرت انسؓ کی زبان سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ 58

مدینہ واپس آتے ہوئے فرمانا آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ 58

غزوۂ حنین کے موقعہ پر فرمایا جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو مال و اسباب اسی کا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے بیس کفار کو قتل کیا 59

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ تنہا ابو طلحہؓ کی آواز ایک جماعت / ایک سو / ایک ہزار پر بھاری ہوتی ہے 60

حضرت ابو طلحہؓ کا مہمان نوازی کا واقعہ کہ خدا بھی خوش ہو گیا اور یہ وحی نازل کی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ الحشر:10 60

آنحضرتؐ کا صحابہ میں مل جل جانا اور مزاح فرمانا اے ابو عمیر۔ نُغَیر نے کیا کیا؟ 62

ایک مرتبہ مدینہ میں گھبراہٹ پھیلنے پر آنحضرتؐ کا حضرت ابو طلحہؓ کے سست رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر جانا اور واپسی پر فرمانا ہم نے تو گھوڑے کو ایک دریا پایا ہے۔ اس کے بعد اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا 62

اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ۔ کیا جنگ میں جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا جائز ہے اور اس کا معانی 73،75

اسلام میں شرک اور والدین کے حقوق تلف کرنے کے بعد تیسرے نمبر پر جھوٹ بولنے کا گناہ سب سے بڑا ہے 74

ام کلثوم بنت عُقبہ کہتی ہیں کہ تین موقعوں کے لئے ایسی باتوں کی اجازت دیتے سنا جو حقیقتاً جھوٹ نہیں ہوتیں........ 75

کعب کے قتل کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا جس یہودی پر تم قابو پاؤ اسے قتل کر دو .... اور اس کی صحت اور سند پر بحث........ ایک کمزور اور ناقابل اعتماد 75

حضرت محمد بن مسلمہؓ کا کہنا کہ آنحضرتؐ نے مجھے تلوار دی اور فرمایا کہ اس سے مشرکین سے جہاد کرنا........ 86

آنحضرتؐ کا صحابہ کی تنگی کی حالت دیکھ کر آئندہ زمانہ میں کشائش کی خبر دینا 105

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ سعد کی موت پر رحمٰن کا عرش بھی حرکت میں آ گیا ہے 109

ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نجیب عطا فرمائے اور مجھے چودہ۔ حضرت علیؓ اور انکے دونوں بیٹے، جعفر اور حمزہ، ابوبکر، عمر، مُصْعَب بن عُمیر، بلال، سلمان، مقداد، ابوذر، عمّار اور عبداللہ بن مسعود 120،483

غزوۂ احد سے مدینہ واپسی پر حضرت حَمْنَہ بنت جَحْش کو ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کی شہادت کی خبر دینا۔ پھر ماموں حضرت حمزہ پھر خاوند حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ .... تو رونے لگیں اور بے چین ہو گئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے اس کے خاوند کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہوتا ہے 121

مسجد کے اندر سے کچا گوشت لیکر نہ گزرو 123

مسجد میں خوشبو لگا کر آؤ 123

نوفل بن خُوَیلد بن عَدَوِیّہ کا طلحہؓ اور ابوبکرؓ پر تشدد اور آنحضرتؐ کا فرمانا کہ اے اللہ! عَدَوِیّہ کے شر سے انہیں بچا 130

جو کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھ لے 135

حضرت علیؓ کی روایت کہ آنحضرتؐ نے فرمایا طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے دو ہمسائے ہوں گے 135

بارش والے دن حضرت ابن عباسؓ کا مؤذن سے کہنا کہ اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ نہ کہنا بلکہ صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ .... اور فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ایسا کیا تھا 150-151

رسول اکرمؐ کا فرمانا طلحہؓ ایک ایسا وقت آئے گا کہ تم اور لشکر میں ہو گے علیؓ اور لشکر میں ہو گا اور علیؓ حق پر ہو گا 160

حضرت رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذ رضی اللہ عنہا کا بیان میرے چچا حضرت مُعاذ بن عَفراءؓ نے مجھے کچھ تر و تازہ کھجوریں دے کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زیور عطا فرمایا جو بحرین کے حاکم نے آپؐ کو بطور ہدیہ بھیجا تھا 177

جو بندہ اللہ کے راستہ میں اس کا فضل چاہتے ہوئے روزہ رکھتا ہے

تو اللہ اس کے چہرے اور آگ کے درمیان ستر خریف کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے 188

آنحضرتؐ کا ایک بار لمبی نماز پڑھانا اور فرمانا میں نے تین چیزیں مانگی دو دی گئیں 222

جس جنازے پر لوگ اس کی تعریف کریں .... اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے 230

میں بھوکا تھا تم نے کھانا کھلایا .... انسانوں سے ہمدردی کی تعلیم 233

ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا سہی 263،280

میرے بعض ساتھی ہوں گے کہ مجھے میری جدائی کے بعد کبھی نہیں دیکھ سکیں گے .... حضرت عمرؓ کا حضرت ام سلمہؓ سے آکر پوچھنا کہ میں ان میں سے ہوں؟ فرمایا نہیں .... 291،292

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ایک حدیث بیان کرنا کہ جب کسی علاقہ میں وبا پھوٹ پڑے تو 293

حضرت عائشہؓ کا بیان کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے بعد تم سے حسن سلوک وہی کرے گا جو نہایت درجہ صبر کرنے والا ہو گا 297

حضرت عائشہؓ کا فرمانا کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہو گا .... جس پر ان کا سات سو اونٹوں کا قافلہ .... پالان تک راہ خدا میں دے دیا 297

میرے بعد میرے اہل خانہ کی خبر گیری کرنے والا شخص سچا اور نیکوکار ہو گا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ازواج مطہرات کی خدمت 297

عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو فرمایا تم جنت میں رینگتے ہوئے داخل ہو گے کیونکہ مالدار ہو۔ پس راہ خدا میں خرچ کرو تا کہ اپنے قدموں پر چل کر جنت میں داخل ہو سکو 298

حضرت سعد بن معاذؓ کا حکم کے طور پر تشریف لانا اور آنحضرتؐ کا فرمانا تم اپنے میں سے بہتر کے استقبال کے لیے اٹھو 324

حضرت سعد کے فیصلہ پر فرمایا قَدْ حَكَمْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ 326

سعد بن معاذؓ کی وفات پر رحمٰن کا عرش کانپ اٹھا اور اسکی تشریح 337

سعد کے جنازے کو ملائکہ اٹھائے ہوئے تھے۔ ستر ہزار فرشتے جنازے پر حاضر ہیں جو آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترے 339

حضرت سعد بن مُعاذؓ کی والدہ سے آنحضرتؐ نے فرمایا تمہارے آنسو نہیں تھمیں گے جبکہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ مسکرایا اور جس کے لیے عرش لرز اٹھا 340

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابو وقاص کو اپنا ماموں کہا کرتے تھے۔ فرمایا یہ میرے ماموں ہیں کسی کا ایسا ماموں ہو تو دکھائے 343

رسول اللہؐ حرا پہاڑ پر تھے وہ ہلنے لگا فرمایا اے حرا! ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اس پہاڑ پر اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ تھے 344

ابو اسحاق کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چار اشخاص بہت سخت حملہ آور تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ 345

آنحضرتؐ کی سعد بن ابی وقاصؓ کے لئے دعا اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَا 345

مسلم کی ایک حدیث پر نور فاؤنڈیشن کا نوٹ، حضور انور نے فرمایا "اچھا نوٹ ہے" 355

اے اللہ میرے صحابہ کے لئے ان کی ہجرت پوری فرما........ 356

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیمار ہونا اور آنحضرتؐ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اپنے سارے مال کو صدقہ کرنے کا اظہار تو فرمایا اپنی اولاد کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ مَیں نے عرض کی وہ مال دار ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ پھر دسویں حصے کی وصیت کر دو........ فرمایا ایک تہائی مال کی وصیت کر دو اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے 356

عید اور جمعہ ایک ہی دن ہو تو لوگ چاہیں تو جمعہ کی بجائے ظہر ادا کر لیں مگر ہم تو جمعہ پڑھیں گے 367

آئندہ زمانہ میں ایک فتنہ ہو گا اور اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے افضل ہو گا 398

آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو ایک غزوہ میں اپنے پیچھے چھوڑا ....فرمایا کیا تو اس بات پر خوش نہیں 399

غزوہ خیبر میں آنحضرتؐ نے فرمایا میں ایسے شخص کو جھنڈا دونگا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے .... حضرت علیؓ کو دیا 399

آنحضرتؐ نے انصار کے بارہ میں فرمایا مومن ہی ان کو دوست رکھتا ہے اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے 400

جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا 410

فتح مکہ کے روز فرمایا میں نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور سوار کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے جو ان دونوں کو کم دے اللہ اسے کم دے 414

جنگ احد میں رسول اللہؐ کا زخمی ہونا لیکن مشرکین کا پیچھا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تو ستر صحابہ اسی وقت تیار ہو گئے........ 436

حضرت علیؓ کا فرمانا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے ہمسائے ہوں گے 436

حضرت زبیر بن عوامؓ کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت 437

حضرت سعید بن زیدؓ کا بیان کرنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا دس آدمی جنت میں جائیں گے........ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعید بن زیدؓ) 437

ایک انصاری کا حضرت زبیرؓ سے پانی کی نالی کے بارہ میں جھگڑا۔ آنحضرتؐ کے فیصلہ پر انصاری کا غلط تبصرہ اور آنحضرتؐ کا ناراض ہونا اور آیات کا نازل ہونا 439

نعمتوں کا زمانہ بھی عنقریب آنے والا ہے 439

ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے 445

اسلام میں سبقت لے جانے والے چار ہیں۔ رسول اللہؐ کا فرمانا مَیں عربوں میں سے سبقت لے جانے والا۔ سلمان اہل فارس میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور بلال اہل حبشہ میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور اور صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے 451

رسول اللہؐ نے فرمایا ایک غلام اور ایک حُرّ نے مجھے سب سے پہلے قبول کیا تھا۔ بعض حضرت بلالؓ اور حضرت ابو بکرؓ اور بعض حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خبّابؓ مراد لیتے ہیں 454

مجھے اللہ کی خاطر اتنی اذیت دی گئی جتنی کسی کو نہیں دی جا سکتی........ 458

آنحضرتؐ کا اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کو صرف نماز فجر میں شامل کرنے کا ارشاد 460

غزوۂ خیبر سے واپسی پر رات بھر چلنے کی وجہ سے آپؐ کو نیند آئی تو بلالؓ سے فرمایا کہ "آج رات ہماری نماز کے وقت کی حفاظت تم کرو۔" حضرت بلالؓ بھی سو گئے اور سورج نکلنے پر آنکھ کھلی........ فرمایا جب یاد آئے نماز پڑھ لے 467

عید کے دن رسول اللہؐ کے آگے آگے نیزہ لیکر چلا جاتا تھا جس کو عموماً حضرت بلالؓ اٹھائے ہوئے ہوتے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ اسی طرح اس نیزے کو حضرت ابو بکرؓ کے آگے لے کر چلا کرتے تھے 473

بلالؓ کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے رہتے ہو۔ بتایا جب بھی اذان دیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو دو نفل پڑھتا ہوں 480

آنحضرتؐ کا جنت میں قدموں کی چاپ سننا اور جبریل نے بتایا کہ یہ بلالؓ کی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے کاش! مَیں بلال کی ماں کے بطن سے پیدا ہوتا........ 481

جنت تین لوگوں سے ملنے کی بہت مشتاق ہے۔ علیؓ، عمارؓ اور بلالؓ 482

بلالؓ کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی دی جائے گی 483

اے بلالؓ غریبی میں مرنا........ 484

بلالؓ کی مثال شہد کی مکھی جیسی........ 484

حضرت بلالؓ کی اہلیہ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ میرے پاس آئے اور سلام کیا........ تم بلالؓ پر کبھی ناراض نہ ہونا 484

ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو عبیدہ بن جرّاحؓ، اُسید بن حضیرؓ، ثابت بن قیس بن شمّاسؓ، مُعاذ بن جبلؓ اور مُعاذ بن عمرو بن جموحؓ کتنے اچھے انسان ہیں۔ 496

ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امّت کے امین ابو عبیدہ

بن جرّاحؓ 496، 541، 542

ابو عبیدہؓ کا کہنا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ خالد بن ولیدؓ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے 512

جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں کوئی وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ...... 515

نبیؐ کا اُبَیّ بن کعبؓ کو فرمانا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں سورۃ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ پڑھ کر سناؤں۔......

حضرت ابی نے کہا کیا میرا نام لیا تھا؟ اور رو پڑے۔ 526

آنحضرتؐ کو دعا کرنے کا حق دیا گیا تو امت کی بخشش کی دعا کی اور ایک دعا اس دن کے لئے چھوڑ رکھنا...... 529

آنحضورؐ نے فرمایا چار اشخاص سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابو حذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعاذ بن جَبَلؓ 540

میری امّت میں سے میری امّت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ، دین میں مضبوط عمرؓ، حیا والے عثمانؓ، فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالبؓ، کتاب اللہ کو جاننے والے ابی بن کعبؓ، حلال و حرام کو جاننے والے مُعاذ بن جَبَلؓ، فرائض کو جاننے والے زید بن ثابتؓ، امین الامۃ ابو عُبَیدہ بن جرّاحؓ 541

افضل ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے محبت کرو اور اسی کے لیے نفرت، اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں لگائے رکھو...... تم لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو 542

آنحضرتؐ کا حضرت معاذؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہنا کہ اے معاذؓ میں تم سے محبت کرتا ہوں...... اور نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا......
اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ 542

کیا میں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نہ بتاؤں...... لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ 542

ایک بار حضرت مُعاذؓ کی لمبی نماز کی شکایت پر آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں مشکل میں ڈالتے ہو اور پھر بتایا کہ یہ سورتیں پڑھا کرو...... 543

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ سواری پر بیٹھا ہوا کہ آنحضرتؐ نے مجھے فرمایا اے معاذؓ!...... کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے...... 545

حضرت معاذؓ نے عرض کیا مجھے ایسے عمل بتائیں مجھے جنت میں داخل کر دے...... 545

جو دل سے سچی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس پر آگ حرام کر دے گا 547

حضرت معاذؓ کو فرمایا تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں انہیں دعوت دو...... 555

لوگوں میں سے میرے نزدیک وہ ہیں جو متقی ہیں چاہے وہ کوئی ہوں اور کہیں بھی ہوں 555

حضرت معاذؓ کو آخری نصیحت کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا 559

حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ناز و نعم والی زندگی اختیار کرنے سے بچو 559

آنحضرتؐ کی حضرت معاذؓ کو دس باتوں کی نصیحت 560

اے معاذؓ میں تمہیں مشفق بھائی کی نصیحت جیسی نصیحت کرتا ہوں 560

رسول اللہؐ نے فرمایا (حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارہ میں) کہ وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے لائے جائیں گے 562

حضرت معاذؓ نے ایک بات جو رسول اللہؐ سے سنی تھی اور اپنے آخری وقت میں بیان کی کہ جس کا آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی 563

میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں...... کے لئے میری محبت لازم ہو گی 563

تم شام کی طرف ہجرت کرو گے۔ وہاں ایک وبا پھیلنے کی پیشگوئی جس کے ذریعہ لوگوں کو شہادت نصیب ہو گی...... حضرت معاذؓ کا طاعون ہونے سے خوشی کا اظہار 564

حضرت جابرؓ کا بیان کہ میرے والد (عبد اللہ بن عمرو) کی وفات کے بعد قرض بہت تھا۔ نبیؐ کا کھجوروں کی تقسیم کے وقت تشریف فرمانا اور سارا قرض ادا ہونا اور کھجوروں میں کچھ بھی کمی نہ ہونا 593

احد کے دن میدانِ جنگ میں حضرت ابو دُجانہؓ کی تفاخرانہ چال دیکھ کر فرمایا یہ ایسی چال ہے جو اللہ عز و جل کو ناپسند ہے سوائے اس مقام کے 595

حضرت ابو دجانہ کی عیادت کرنے والوں کو پوچھنا کہ آپ کے

چہرے پر چمک کیسی ہے فرمایا دو اعمال۔ کبھی ایسی بات نہیں کرنا جس کا مجھ سے تعلق نہیں۔ دوسرے یہ کہ میرا دل مسلمانوں کے لئے ہمیشہ صاف رہتا ہے 598

ایک صحابی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کس بات سے خوش ہوتا ہے فرمایا اس کا ہاتھ جنگ میں مصروف ہو اور زرہ کے بغیر بے خوف لڑ رہا ہو 604

حضرت عتبان بن مالکؓ کا تفصیل سے واقعہ بیان کرنا کہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے گھر میں مسجد بنانا اور آنحضرتؐ کا تشریف لانا اور........ 609،610

اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ 610

حضرت محمود کا ایک حدیث بیان کرنا جسے حضرت ابو ایوبؓ نے انکار کیا اور ان کا حضرت عتبان سے دوبارہ آ کر تفصیل بیان کر کے تصدیق 610

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ابواء مقام میں مسئلہ غسل میں اختلاف اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا 611

حضرت ابو ایوبؓ نے آنحضرتؐ کی ریش مبارک سے کوئی تنکا وغیرہ الگ کیا اور آنحضرتؐ نے دعا دی 612

حضرت ابو ایوبؓ کا حضرت امیر معاویہ کے پاس قرض کی شکایت لیکر جانا........ ان کی بے رُخی اور حضرت ابن عباسؓ کے پاس جانا تو ان کا مہمان نوازی اعلیٰ درجہ کی .... 612،613

حضرت ابو ایوبؓ کا ایک قیدی عورت کے بچہ کو ملا دینا جسے ماں سے الگ کر دیا تھا اور فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈالی تو اللہ اس کے پیاروں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دے گا 614

حضرت ابو ایوبؓ کا مرتے وقت ایک حدیث سنانا کہ جو اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گیا 614

کوئی آسمان کی خبروں کے بارہ میں سوال کرتا ہے اور وہ اپنے ناخن اس طرح لمبے رکھتا ہے جیسے پرندوں کے ناخن ہوتے ہیں 615

میری امت اس وقت تک خیر پر باقی رہے گی جب تک وہ مغرب میں تاخیر نہ کریں........ 615

حضرت علیؓ سے فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ 635

آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو فرمانا کہ دو بدترین آدمی ایک قوم ثمود کا اُحَیْمِر تھا جس نے صالحؑ کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ جو حضرت علیؓ کے سر پر وار کرے گا........ 636،637

آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے بارہ میں فرمایا تم دونوں میں سے ایک کے دائیں جانب حضرت جبرئیل اور دوسرے کے دائیں جانب حضرت میکائیل ہیں اور حضرت اسرافیل عظیم فرشتہ ہے جو لڑائی کے وقت حاضر ہوتا ہے اور صف میں ہوتا ہے 639

الہامات حضرت مسیح موعودؑ

هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ......... 374

هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ......... مجھ کو بتلایا گیا کہ اِس آیت کا مصداق تُو ہے 374

پیشگوئی مصلح موعود 89تا100

مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں......... 90

اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ مَیں جلد جلد بڑھوں گا 98

وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا 100

سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ 423

مضامین

اللہ تعالیٰ

اسلامی اصول کی فلاسفی میں خدا تعالیٰ کو پانے اور پہچاننے کے آٹھ وسائل کا ذکر 1
جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دیتا ہے 2
اللہ تعالیٰ خلفاء خود قائم کیا کرتا ہے 35
اصل شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے 52،51
جب اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تو وہ مدد اور نصرت بھی فرماتا ہے نشانات بھی دکھاتا ہے 144
خدا تعالیٰ ہمارے دلوں کے حال اور ہمارے ہر عمل سے واقف ہے 190
اللہ تعالیٰ کسی کی پروا نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی 232
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کو جذب کرنے کے لیے پہلے سے زیادہ کوشش 236
اللہ تعالیٰ کی تقدیر 293
عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں 296
اللہ تعالیٰ کے سال کے دوران جماعت پر جو فضل ہوئے 373
ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نقیب عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ یعنی دگنے نقیب 483
اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر 515
خدا تعالیٰ کا عام قانون 515
اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو متعدد جگہ مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی 570
عذاب اور آفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلموں کی وجہ سے 586
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے اللہ کا ہمکلام ہونا خلیفہ رابعؒ کا بیان 593،592

آ۔ا

آٹا
حضرت صہیبؓ کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا اور صرف آدھ کلو آٹا زادِ راہ کے طور پر تھا جو انہوں نے ابواء مقام پر گوندھا 260

آخری جمعہ
رمضان کے آخری جمعہ کے حوالہ سے تلقین 240

آفات
آفات اور بلاؤں کا آنا اور حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان والے بھی اس کی لپیٹ میں آتے ہیں لیکن ان کا مقام شہید کا ہوتا ہے........ 229
آفات اور بلاؤں کا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے خاص تعلق 229
جب آفات اور بلائیں آتی ہیں تو سب اسکی لپیٹ میں آتے ہیں 165
حضور انور کا فرمانا کہ کئی سالوں سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد آفات اور آسمانی بلاؤں سے آپؑ نے آگاہ کیا ہے، ہوشیار کیا ہے۔ تاکہ تم اپنے خالق اور مخلوق کے حق ادا کرو 164
وبائیں اور آفات جب آتی ہیں تو یہ نہیں ہوتا کہ الٰہی جماعتوں کو ان سے بالکل محفوظ رکھا جائے......... 165

آیت پڑھنا اور بھولنا
آنحضرتؐ کا نماز میں ایک آیت پڑھنا بھول جانا اور حضرت ابی کا یاد دلانا تو فرمایا میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو یہ خیال نہیں ہوا ہو گا 528

آیت میراث
حضرت سعد بن ربیع کی بیوی کا اپنی دونوں بیٹیوں کو لیکر حضورؐ کی خدمت میں آنا اور آیت میراث کا نازل ہونا......... 266

اجماع
آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہ کا پہلا اجماع جس میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا بھی فیصلہ ہو گیا 371

احرام
احرام کی حالت میں شکار کھانا اور حضرت طلحہؓ نے بتایا کہ ہم بھی

حالتِ احرام میں نبیؐ کی موجودگی میں شکار کھالیا کرتے تھے 136
حضرت طلحہؓ کا احرام سرخ مٹی کے رنگ سے رنگین اور حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ اے صحابہ کی جماعت تم امام ہو لوگ تمہاری اقتداء کریں گے...... سفید احرام ہو۔ لوگوں کو شبہ میں نہ ڈالو...... 136

احمدی خواتین

احمدی خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ تم میں بھی صحابیات کا خدمتِ دین کا جذبہ موجود ہے...... 313

احمدیت

احمدی سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے خاتم النبیینؐ ہونے کا یقین اور ادراک رکھتے ہیں 368
احمدی کا کام ہے کہ دنیا کو آنحضرتؐ کے جھنڈے تلے لائے...... 585
پاکستانی حکومت کو احمدیوں پر مظالم کے سلسلہ میں انتباہ۔ اپنی تاریخ سے سبق لیں۔ نہ پہلی حکومتوں کی حکومت قائم رہ سکی نہ آئندہ کسی کی رہ سکے گی 262
افریقہ میں احمدیت کی ترقی اور خلیفۂ رابعؒ کا واقفیت 246
خلیفۃ المسیح الخامس اور افریقہ کے احمدیوں کا اخلاص و وفا کا والہانہ اظہار...... 247
اللہ تعالیٰ کی تائید سلسلہ احمدیہ کے ساتھ۔ نشانات پانچ کشتیاں...... اور فتح۔ آتھم، لیکھ رام، مہوتسو جلسہ، مقدمہ ڈاکٹر کلارک، مرزا احمد بیگ 144
حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج کہ سلسلہ کے کاموں کو کوئی تلف نہیں کر سکتا۔ فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ فرمایا اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے۔ تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا 369
ابو ذھب۔ ایک سادہ سے کسان کے ذریعہ سلیم الجابی صاحب کو احمدیت کا تعارف ہوا اور بذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا اور بیعت...... 364
رضوان سیّد نعیمی۔ عراق کا ذکرِ خیر خواب کے ذریعہ آنحضرتؐ کی زیارت اور قبول احمدیت 692
پاکستان میں چھوٹی عمر کے لڑکوں سے احمدیوں پر حملے کروانا 630

احیائے دین

آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق احیائے دین کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت 549

اختلاف

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد خلافت کے متعلق انصار اور مہاجرین کے درمیان میں ہونے والے اختلاف کی تفصیل 503، 504

اخلاص و محبت

غزوۂ احد کے موقعہ پر مدینہ میں آنحضرتؐ کی شہادت کی افواہ اور ایک عورت کا تعلق و محبت۔ لوگ کہتے تمہارا والد ہے، تمہارا بھائی ہے، تمہارا خاوند ہے، تمہارا بیٹا ہے۔ وہ کہتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ خلیفہ رابعؒ کی خلافت سے قبل تقریر 568
کینیڈا میں خلیفہ خامس کا دورہ اور محبت و اخلاص، جرمنی میں ایک خطبہ جس میں خلافت سے اطاعت و وفا کا مضمون 251
گیمبیا، آئیوری کوسٹ کے احمدیوں کا اخلاص و وفا...... خلیفہ خامس سے لوگوں کا 250
نائیجیریا، بینن خلیفہ خامس سے انداز محبت و وفا 250
یمن کے ریحان صاحب کا کہنا کہ مجھے حضور سے سب لوگوں سے زیادہ محبت ہے...... 254

اخلاقیات

اخلاقی معیاروں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نصائح 235
خلیفۂ رابعؒ کا پاکستان میں بعض اخلاقی خرابیوں کا ذکر اور پاکستان سے احمدیوں کے خطوط جس میں خلافت سے محبت کا ایسا اظہار تھا کہ جماعت میں نیکی کی آواز پر لبیک کہنے کا جو مادہ ہے یہ صداقت کی اصل روح ہے اور یہ صداقت کی روح کبھی کوئی جھوٹا دنیا میں نہیں بنا سکتا 247

اذان

اذان کی ابتداء 458، 459، 460
اصرار کر کے حضرت بلالؓ سے اذان سننا...... اور اذان کے بعد بے ہوش ہو کر فوت ہو جانا 488
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا اذان نہ دینا 474
حضرت بلالؓ کا اذان میں 'ش' ادا نہ کرنا اور لوگوں کا اس پر ہنسنا...... 485

حضرت بلالؓ کے مشورہ کے بعد ان کے جانے کے بعد حضرت سعدؓ کے سپرد اذان کا کام ہوا 474
حضرت عمرؓ کی شام آمد اور حضرت بلالؓ کا اذان دینا 475، 513
فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا ارشاد 468
فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ اور اس کا پس منظر 460
ایک خواب کی بناء پر حضرت بلالؓ کا مدینہ آنا زیارت روضہ رسول کے لئے، حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی فرمائش پر اذان دینا اور مدینہ میں کہرام بپا ہونا 475، 476
آنحضرتؐ کے تین مؤذن 460
قیامت والے دن مؤذن لمبی گردن والے ہوں گے 483
سب سے پہلے مؤذن ہونے کا اعزاز حضرت بلالؓ کو 458، 483

ارتداد

آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابوبکرؓ کا اعلانِ جنگ......... حضرت ابوبکرؓ کا خود جنگ کے لئے نکلنا......... نجد کی فتح کے بعد لوگوں کے اصرار پر مدینہ واپس آنا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر مقرر کرنا 670

استاد

آنحضرتؐ کا قرآن پڑھانے کے لئے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمانا 526

استخارہ

آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہؓ کا استخارہ کرنا کہ قبر بنانے والا جو پہلے آئے گا وہ قبر بنائے گا۔ لحد والا یا سیدھی قبر بنانے والا، لحد والا پہلے آیا۔ وہ حضرت ابو طلحہؓ تھے اور سیدھی قبر بنانے والے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ 65

اسلام

اب اسلام کی تبلیغ اور نشاۃ ثانیہ حضرت مسیح موعودؑ سے وابستہ ہے 374
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ نے ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کھانے پینے سے انکار اور وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ (العنکبوت:9) کا نزول، حضرت سعدؓ کا کہنا اگر تیری ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے نکلے تب بھی میں دین ترک نہیں کروں گا 342، 343
حضرت انسؓ کی روایت کہ اسلام میں سبقت لانے والے چار ہیں۔ عرب میں مَیں، صہیب روم میں، سلمان اہل فارس میں، بلال حبش میں 258
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بیان کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ آنحضرتؐ، ابوبکرؓ، عمارؓ، ان کی والدہ سمیہؓ، صُہیبؓ، بلالؓ، مقدادؓ 258، 453
صحابہ کے حالات کے متعلق اسلامی تاریخ میں تین کتب مشہور ہیں تہذیب التہذیب، اصابہ، اسد الغابہ 33
دشمن پر فتحیاب ہونے کا اصل طریق کہ ہم اپنی حالتوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالیں 369
اسلام کا اس حد تک خیال کہ ماؤں کو بچوں سے جدا نہ کرو۔ اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھیں امریکہ میں مہاجرین کو الگ الگ کر دیا گیا......... 615
حضرت اسماء کی مکہ سے مدینہ ہجرت، قبا میں پڑاؤ اور وہیں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا پیدا ہونا اور حضورؐ کا اپنی گود میں لیکر بچے کے مدینہ میں پہلے اپنا لعاب ڈالنا اور پھر چبائی ہوئی کھجور......... پہلا بچہ جو اسلام میں پیدا ہوا 409
آنحضرتؐ کی دعا کہ یا اللہ حضرت عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل میں سے کسی کو ضرور اسلام عطا کر دے 216
آنحضرتؐ کی دعا کی وجہ سے حضرت سعدؓ قبولیت دعا کی وجہ سے مشہور تھے اور اس کے واقعات......... 346
آنحضرتؐ کی دعا یا اللہ عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام میں سے کوئی ایک ضرور اسلام قبول کرے......... 275
حضرت زبیرؓ کے اسلام قبول کرنے پر چچا کی سختیاں اور ان کا استقلال 408
حضرت علیؓ کا قبول اسلام کی تفصیل 622، 624
حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے وقت حضرت خباب کا ایک واقعہ۔ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام کی تفصیل 215
حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی کچھ تفصیل 273 تا 275

اسوۂ رسول

پاکستان میں مسلمانوں کا آنحضرتؐ کے اسوہ سے دور ہونا 368

اسیران راہ مولا

اسیران راہ مولا اور خاص طور پر رمضان بی بی احمدی خاتون کے لئے دعا کی تحریک جس کو جیل میں......... 237

الیاس منیر صاحب۔ رانا نعیم صاحب کے ساتھ جیل کے ساتھی اور ان کے واقعات کا مختصر تذکرہ 183

رانا نعیم الدین صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خط اسیری کے دوران ملنا 184

اطاعت

حضور انور کا بچوں کو گیمز سے روکنا تو والدین پریشان ہوئے کہ ہم کس طرح بچوں کو روکیں گے لیکن اکثر نے لکھا کہ خلیفہ وقت نے فرمایا ہے ہم نہیں کھیلیں گے......... 254

رانا نعیم الدین صاحب۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ناراض ہو کر سزا دینا کہ مسجد میں جا کر استغفار کرو تو بارش طوفان میں وہیں بیٹھے رہے......... 180

سرگودہا کے ایک مخلص کا حضرت خلیفہ ثانیؓ کی تحریک کا سننا اور بغیر پاسپورٹ کے ہی افغانستان چلے جانا 244

اطاعت کے لحاظ سے خلیفہ اور نبی میں کوئی فرق نہیں ہوتا اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلفاء کی بھی ضروری ہوتی ہے......... 34

حضرت ابوعبیدہؓ کی ایک سریہ میں اطاعت اور آنحضرتؐ کی دعا 500

حضرت زبیرؓ کی والدہ کا حضرت صفیہؓ کو دھکا دیتے ہوئے احد کے دن شہداء کی لوگوں کی طرف بڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو اچھا نہیں سمجھا کہ خاتون انہیں دیکھ سکے۔ بہت بری حالت میں مثلہ کیا گیا تھا اس لیے فرمایا کہ اس عورت کو روکو، اس عورت کو روکو......... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قسم دلائی ہے کہ ان لاشوں کو مت دیکھیں۔ یہ سنتے ہی وہ رُک گئیں 412

شام کے ایک دوست محمد الشواء کی حضرت خلیفہ ثانیؓ کی اطاعت کا جذبہ 245

اعتراضات

اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ نے تین جگہ جھوٹ بولنے اور اپنے دین کو چھپانے کی قرآن میں اجازت 77

اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ نے دوسروں یا غلاموں کی مدد سے قرآن بنا لیا 258

اسلام کا اس حد تک خیال کہ ماؤں کو بچوں سے جدا نہ کرو۔ اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھیں امریکہ میں مہاجرین کو الگ الگ کر دیا گیا......... 615

ایک عیسائی فتح مسیح۔ اس کے اعتراضات کا جواب 78

بنو قریظہ کے فیصلہ کے متعلق بعض اعتراضات اور ان کا جواب 327

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور اس پر ایک اعتراض اور اس کا جواب 430

یہ اعتراض کہ آنحضرتؐ نے کعب کے قتل میں جھوٹ اور فریب کی اجازت دی۔ اور اس کا جواب 73

اعلان

کوئی چیز گری پڑی ملے تو ایک سال اعلان کرو 537

افتاء کمیٹی

آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں افتاء کمیٹی کے ممبر 546

افریقہ

افریقہ میں احمدیت کی ترقی اور خلیفہ رابعؒ کی واقفیت 246

خلیفۃ المسیح الخامس اور افریقہ کے احمدیوں کا اخلاص و وفا کا والہانہ اظہار......... 247

مولویوں کی بڑیں کہ افریقہ میں مشن بند کرا دیئے جبکہ افریقن احمدیوں کی محبت و اخلاص کے نظارے 248، 249

اقامت

حضرت بلالؓ کا آنحضرتؐ کو دیکھ کر اقامت کہنا اور حضور انور کی وضاحت 460

اکیسویں صدی

اکیسویں صدی میں وبائی بیماریاں کہیں زیادہ تیزی سے اور دور تک پھیل رہی ہیں 146

امام

حضرت علیؓ کی بارہ نسل تک بارہ امام پیدا ہونا 626

شیعہ سنی جھگڑے اور امام وقت 425

امامت

حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو صہیب کو نماز پر امامت کا ارشاد

فرمانا 294

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ میری نماز جنازہ صہیبؓ پڑھائیں گے اور تین دن تک امامت کروائیں جب تک کہ خلیفہ بنا نہ لیا جائے 262

امیرِ حج

جس سال حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو اس سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امیر حج مقرر فرمایا 289

امین

نجران / یمن کے لوگوں کا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہونا اور درخواست کرنا کہ ہمارے ساتھ کسی امین شخص کو بھیج دیں ابوعبیدہؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا هٰذَا أَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ 496

عبدالرحمٰن بن عوفؓ مسلمانوں کے سردار، آسمان میں بھی امین اور زمین میں بھی امین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا 290

انتباہ

پاکستانی حکومت کو احمدیوں پر مظالم کے سلسلہ میں انتباہ۔ اپنی تاریخ سے سبق لیں۔ نہ پہلی حکومتوں کی حکومت قائم رہ سکی نہ آئندہ کسی کی رہ سکے گی 262

انتخاب خلافت

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا انتخاب۔ تفصیل 293، 294

حضرت عمرؓ کا زخمی ہونا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتخاب خلافت عثمان میں کردار 294، 295

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے انتخاب کی تفصیل 154

حضرت مصلح موعودؓ کا انتخاب خلافت حضرت عثمانؓ کی تفصیل کا بیان 154، 155

حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ کے انتخاب خلافت کے متعلق تفصیل سے بیان 443

انصار

انصار کا آنحضرتؐ سے محبت کا ایک انداز کہ گوشت کی خواہش کا جان کر بکری ذبح کر کے پیش فرمائی۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ اللہ انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ ور سعد بن عبادہؓ کو 26

انصار کے بنو عبدالاشہل قبیلہ کا حضرت سعد بن معاذؓ کے کہنے پر اسلام قبول کرنا 299

انصار کے مشہور حفاظ۔ عبادہ بن صامتؓ، معاذؓ، مُجَمِّعْ بن حارِثہؓ، فَضَالَہ بن عُبَیدؓ، مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ، ابو درداءؓ، ابو زیدؓ، زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، سعد بن عُبادہؓ اور ام وَرَقہؓ 28، 527

آنحضرتؐ کا دعا فرمانا کہ اے اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما 318

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد خلافت کے متعلق انصار اور مہاجرین کے درمیان ہونے والے اختلاف کی تفصیل 503، 504

حضرت رافع بن مالک زُرَقیؓ اور حضرت معاذ بن حارثؓ اولین انصار میں سے ایمان لانے والے 173

حضرت سعد بن معاذؓ کی انصار مدینہ میں وہ پوزیشن جو مکہ کے مہاجرین میں حضرت ابو بکرؓ کو 302

حضرت عثمانؓ کا قرآن جمع کرنے میں قریش و انصار کے بارہ آدمیوں کا انتخاب جس میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ 535

حضرت عمرؓ کی اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیّت مہاجرین و انصار کے حقوق کا خیال کرے 155

حضرت مصلح موعودؓ کا انصار مدینہ کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کو دعا دیتے ہوئے کہنا۔ اے انصار میری جان تم پر فدا ہو......... 314

رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ 546

رسول اللہؐ کے زمانہ چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا وہ سب انصار تھے۔ حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو زیدؓ 540

مدینہ میں شہدائے احد پر رونے والیوں کا سن کر آنحضرتؐ کا فرمانا کہ حضرت حمزہؓ کے لئے رونے والا کوئی نہیں۔ جس پر کچھ انصار (حضرت سَعد بن مُعاذؓ اور حضرت سَعد بن عُبادہؓ اور حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ) نے کہا کہ کوئی انصار کے شہداء پر نہیں روئے گا جب تک حضرت حمزہؓ پر......... 539

مکہ کے لوگ انصار کو حقیر سمجھا کرتے تھے 282

انفاق فی سبیل اللہ نیز دیکھئے چندہ / مالی قربانی

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا انفاق فی سبیل اللہ 297، 298

انگوٹھی

سعید بن زید کی انگوٹھی میں قرآنی آیت لکھی ہوئی 277

اہل بیت

خاندان اہل بیت کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات 430تا435

اونٹ بدکنا

غزوۂ خیبر سے واپسی پر آنحضرتؐ کا اونٹ بدکنا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ کا گرنا......... 58

اونٹ کھو جانا

ایک سریہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ کھو جانا۔ مارگولیس کا مشتبہ انداز میں بیان اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا جواب 352

اونٹنی

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ کی اونٹنی گم ہو جانا اور حضرت سعد بن عبادہ اپنے بیٹے قیس کے ساتھ ایک اونٹنی ساز و سامان سمیت لیکر حضورؐ کے لئے آئے۔ تب تک آپؐ کی اونٹنی مل چکی تھی آپؐ نے دونوں کو برکت کی دعا دے کر اونٹنی واپس کر دی 23، 24

اہل مدینہ

آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر اہل مدینہ کی خوشی کی انتہاء......... 106

ایم ٹی اے

احمدی کی تربیت کے لئے ایم ٹی اے، خلیفہ کے خطبات و خطابات اور مسیح کی کتب کا مطالعہ 681

یوم خلافت والے دن ایم ٹی اے پر ایک نئی ترتیب سے چینل کا آغاز اور اسکی تفصیل 255

ایمان

آنحضرتؐ پر ایمان لانے والے، مردوں، عورتوں، بچوں میں سے پہلا کون تھا......... یہ تفصیلی بحث 622

سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لانے والے: حضرت ابو بکرؓ، حضرت خبّابؓ، حضرت صُہیبؓ، حضرت بِلالؓ، حضرت عمّارؓ، حضرت سُمیّہؓ والدہ حضرت عمّارؓ 214

ب

باغ

ابو طلحہؓ مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ باغ رکھنے والے تھے اور ان کا باغ بیر حاء سب سے محبوب، نبیؐ اس میں تشریف لایا کرتے اور اس کا پانی پیتے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ......... (آل عمران:93) کی آیت پر یہ باغ خدا کی راہ میں دینے کا ارادہ آپؐ نے فرمایا اسے اپنے قریبیوں میں بانٹ دو 62

حضرت عمرؓ اور حضرت ابیؓ کا ایک باغ کے معاملہ میں اختلاف۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے فیصلہ کروانا اور ساتھ ہی کہنا امیر المؤمنین سے قسم نہ لیں 535

باغی

باغیوں کا مدینہ کا محاصرہ اور حضرت مصلح موعودؓ کا تفصیلی بیان 673

حضرت عثمانؓ کے گھر محاصرہ کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا باغیوں پر حملہ کرنا 672

بال

آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ جب بال اتروائے تو حضرت ابو طلحہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپؐ کے بالوں میں سے کچھ بال لئے 61

بت گرانا

فُلس، بت گرانے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا جانا 661

بچوں کو مارنا

بچوں کو مارنے اور سختی کرنے سے اعتماد میں کمی آتی ہے 408

بچہ

حضرت اسماء کی مکہ سے مدینہ ہجرت، قبا میں پڑاؤ اور وہیں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا پیدا ہونا اور حضورؐ کا اپنی گود میں لیکر بچے کے مدینہ میں پہلے اپنا لعاب ڈالنا اور پھر چبائی ہوئی کھجور......... پہلا بچہ جو اسلام میں پیدا ہوا 409

بددعا

اسامہ بن قتادہؓ، ابو سعدہؓ کا حضرت سعدؓ کے بارہ جو مخالفت کی اور

حضرت سعدؓ کی بددعا کا وبال اس پر آنا 396

بدری صحابہ

بدری صحابہ کا ذکر ختم اب خلفاء راشدین کا ذکر ہو گا اور شروع میں جن صحابہ کا مختصر ذکر ہوا تھا ان کے بارہ میں ہدایت 617، 618

ابوحیّہ بدری 526

حضرت ابوایوب انصاریؓ۔ بدری صحابی خالدؓ 605، 690

حضرت ابودجانہؓ۔ سماک بن خرشہؓ بدری صحابی 593 تا 599

حضرت ابوطلحہؓ۔ بدری صحابی زید نام تھا 55

حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ۔ بدری صحابی 495

حضرت ابی بن کعبؓ۔ بدری صحابی 524 تا 537

حضرت بلال بن رباحؓ۔ بدری صحابی 450 تا 488

حضرت خباب بن ارتؓ۔ بدری صحابی 214

حضرت زبیر بن عوامؓ۔ بدری صحابی 407 تا 417

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ بدری صحابی 341

حضرت سعد بن ربیعؓ۔ بدری صحابی 262

حضرت سعد بن عبادہؓ بدری صحابی کا بقیہ ذکر 16 تا 28

حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔ بدری صحابی 128

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بدری صحابی 42 تا 50

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ۔ بدری صحابی کا ذکر 587

حضرت عوف بن حارث بن رفاعہؓ انصاری، عوف بن عفراءؓ بدری صحابی 604

حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ...... بدری صحابی، ان لوگوں میں جن کا نام زمانہ جاہلیت میں محمد تھا 67

حضرت مصعب بن عُمیرؓ۔ بدری صحابی ابو عبد اللہ، ابو محمد 103

حضرت معاذ بن جبلؓ۔ بدری صحابی 538، 565

حضرت معاذ بن حارثؓ۔ بدری صحابی۔ یہ اپنے دو بھائیوں عوف اور معوذ کے ساتھ بدر میں شریک۔ بنو عفراء بھی ان کو کہا جاتا ہے 173

حضرت معوّذ بن حارثؓ۔ بدری صحابی 523، 524

عبد اللہ بن عمرو۔ بدری صحابی 565

بدعات

لائبیریا۔ گاؤں کالانگور۔ تین بکریاں ذبح کئے بغیر جمعہ نہ ہونا...... اور ایک احمدی مبلغ کا سمجھانا اور جماعت کا تفصیلی تعارف اور پھر باقاعدہ جمعہ ہونا اور نئی جماعت کا قیام۔ عجیب عجیب بدعات مذہب کے نام پر...... 377

برائی بیان کرنا

ایک شخص کا حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی برائی بیان کرنا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا منع کرنا لیکن وہ باز نہ آیا تو انہوں نے اسی وقت دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی تو اسی وقت ایک اونٹ نے اس شخص کو مار ڈالا 137

برکت

غزوۂ تبوک کے سفر کے دوران آنحضورؐ کا ایک چشمہ کا پانی تب تک نہ چھونے کا حکم جب تک حضورؐ نہ پہنچ جائیں۔ دو آدمیوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور آپؐ کا ناراض ہونا۔ اس کا پانی کم ہو جانا اور آنحضورؐ کے بچے ہوئے مستعمل پانی کی برکت سے...... 549

بعثت حضرت مسیح موعودؑ

آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق احیائے دین کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت 549

بغاوت

آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابوبکرؓ کا اعلانِ جنگ...... حضرت ابوبکرؓ کا خود جنگ کے لئے نکلنا...... نجد کی فتح کے بعد لوگوں کے اصرار پر مدینہ واپس اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر مقرر 670

بک فیئر

جھارکھنڈ انڈیا۔ بک فیئر پر آنے والے...... حضور انور کی کتاب سے متاثر ہونا اور...... 386

بلاؤں / بلائیں

آفات اور بلاؤں کا آنا اور حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان والے بھی اس کی لپیٹ میں آتے ہیں لیکن ان کا مقام شہید کا ہوتا ہے 229

آفات اور بلاؤں کا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے خاص تعلق 229

حضور انور کا فرمانا کہ کئی سالوں سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد آفات اور آسمانی بلاؤں سے آپؐ نے آگاہ

کیا ہے، ہوشیار کیا ہے۔ تا کہ تم اپنے خالق اور مخلوق کے حق ادا کرو......... 164
جب آفات اور بلائیں آتی ہیں تو سب اسکی لپیٹ میں آتے ہیں 165
بنو ابو بُکیر
خَوْلَانِیَہ، بنو ابو بُکیر کے خاندان کی خاتون جس سے حضرت بلالؓ کی شادی ہوئی 450
بنو سلمہ
حضرت معاذ بن جبلؓ کا بنو سلمہ کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر بنو سلمہ کے بت توڑنا 538
بنو عبد الاشہل
حضرت عائشہؓ کا فرمانا کہ انصار کے تین افراد ایسے تھے جو سب بنو عبد الاشہل میں سے تھے رسول اللہؐ کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہ دی جاتی تھی حضرت سعد بن مُعَاذؓ، حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ، اور حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ 340، 341
بنو قریظہ
ابو لبابہ انصاری کا بنو قریظہ کے پاس جانا اور......... 82
ابو لبابہ کو بنو قریظہ نے مشورہ کے لئے بلایا اور ابو لبابہ کی سادگی......... بنو قریظہ کو آنحضرتؐ کی بجائے حضرت سعدؓ کو حکم بنانا 321
بنو قریظہ کا حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کو ماننے کا کہنا بجائے محمدؐ کے......... 82، 83
بنو قریظہ کا حکم وغیرہ کے معاملات میں آپس میں اختلاف 321
بنو قریظہ کا قلعہ بند ہو کر لڑائی کرنا یہاں تک کہ ان کی عورتیں بھی شامل ہوئیں اور قلعہ کی دیوار سے ایک عورت نے پتھر پھینک کر ایک مسلمان کو مار دیا 321
بنو قریظہ کے ایک سردار عمرو بن سُعدیٰ کا مشورہ دینا کہ تم نے غداری کی ہے اب یا مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ پر راضی ہو جاؤ اور جب وہ نہ مانے تو وہ یہ کہہ کر قلعہ سے باہر نکل گیا کہ میں تم سے بری ہوں......... 321
بنو قریظہ کی بدزبانی پر آنحضرتؐ کا فرمانا کہ حضرت موسیٰؑ کو اس سے بھی زیادہ انہوں نے تکلیفیں دی ہیں 82، 320
بنو قریظہ کی بدعہدی اور آنحضورؐ کا ان کی طرف روانہ ہونا اور پہلے حضرت علیؓ کو صحابہ کے ایک دستہ کے ساتھ روانہ فرمانا 319
بنو قریظہ کی غداری اور حضرت سعدؓ کا فیصلہ......... حضرت مصلح موعودؓ کا تفصیل سے ذکر فرمانا 320 تا 324
بنو قریظہ کے فیصلہ کے متعلق بعض اعتراضات اور ان کا جواب 327
بنو قریظہ کے مقتولین کی تعداد۔ ایک تحقیق کے مطابق سولہ سترہ 327
حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف بھیجنا......... 319
حضرت سعد بن معاذؓ کا بنو قریظہ کی غداری کے متعلق فیصلہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا بیان 324 تا 329
حضرت سعدؓ جب زخمی ہوئے تو دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ سے میری تسلی نہ کرا دے 335
حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا کہ کیوں غداری کی اور ان کا جواب میں گندی زبان استعمال کرتے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کا اعلان۔ آنحضرتؐ کو بنو قریظہ کی طرف آتے ہوئے حضرت علیؓ کا آپؐ کو روکنا کہ......... 320
غزوۂ خندق میں بنو قریظہ کی غدّاری 18
کعب بن اسد۔ رئیس یہود بنو قریظہ 18
یہود کا رویّہ کس طرح کا ہوا کرتا تھا۔ اس ضمن میں بنو قریظہ کی غداری کی تفصیلات 81 تا 86
بنو نضیر
بنو نضیر کا اموال غنیمت کی تقسیم کا معاملہ اور سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کا کہنا کہ سارا مہاجرین میں تقسیم کر دیں لیکن ہمارے گھروں میں بھی رہیں......... 317، 318
یہودی قبیلہ بنو نضیر کا آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی سازش......... اللہ کا بذریعہ وحی خبر دینا......... اور ان کی جلاوطنی 317
بنو نضیر کا دھوکہ سے آنحضورؐ پر چکّی کا پاٹ گرا کر قتل کی سازش اور آنحضرتؐ کا جلدی سے وہاں سے اس طرح چلے آنا کہ صحابہ کو بھی خبر نہ ہوئی۔ آپؐ کا محمد بن مسلمہ کو یہود کے پاس بھیجنا 80
بنو نضیر کا سارا مال غنیمت مہاجرین میں تقسیم فرمانا سوائے دو ضرورت مندوں سہل بن حنیفؓ اور ابودجانہؓ کے 318
بنو نضیر کو جلاوطنی کی سزا اور ان کا روانہ ہونا 81

عمرو بن جحاش، (بنو نضیر) کے یہودی کا چھت پر چڑھنا تا کہ آنحضرتؐ پر پتھر گرا کر مار دے 81
محمد بن مسلمہؓ کا بنو نضیر کے پاس جانا اور پرانی باتیں یاد دلا کر پوچھنا کہ تم اس آنے والے نبی کی علامات بیان کیا کرتے تھے.........اور اسی طرح سے ان کو ملزم کرنا 80

بیت المال

حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال کا کام ابو عبیدہؓ کے سپرد کیا 504
حضرت معاذؓ کا بیت المال کی رقم سے تجارت کرنا اور واپسی پر حضرت عمرؓ سے ملاقات اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے کہنا کہ سارا مال واپس لیں......... 556تا558

بیت المقدس

حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدس کی تعمیر کی اسکی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی۔ وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیں 534

بیعت عقبہ اولیٰ

بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد ان لوگوں کے مدینہ جاتے ہوئے آنحضرتؐ نے حضرت مصعب بن عُمیر کو ان کے ساتھ بھجوایا مدینہ میں قاری اور مقری اور استاد کے نام سے مشہور ہوئے 104

بیعت عقبہ ثانیہ

بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر احباب شامل ہونے 538

بیعت

اس کا جواب کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کو توڑا 676
ایک روایت کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرلی تھی 30، 31
بعض صحابہ سے مدینہ میں حضرت علیؓ کی جبراً بیعت لینا جیسے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ 443
جنہوں نے بیعت کا صرف نام لگایا ہے وہ آپؐ کی پاک تعلیم کی طرف لوٹیں گے تو پھر ہی بچت ہو گی ورنہ نہیں......... خلاصہ حوادثِ طبعی یا عذاب الٰہی 230
حضرت خبابؓ نے پہلے بیعت کی یا حضرت بلالؓ نے 454
حضرت سعد بن عبادہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا انہیں ترک کر دینا 30
حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا 674
حضرت طلحہؓ کا اپنی وفات سے قبل حضرت علیؓ کی بیعت کا اقرار 444
حضرت طلحہؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا۔ آخری وصیت میں اور حضرت علیؓ کا فرمانا......... 156
حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ 156
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت کی تفصیل 674
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کا حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا عرض کرنا اور آپ کا فرمانا کہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس پر وہ راضی ہوں 156
حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 157
حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 666
حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہ کرنے کی ایک روایت اور اس پر جرح 667
حضرت علیؓ کے ایک ساتھی کو حضرت طلحہؓ کا نزع کی حالت میں کہنا کہ ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت کروں......... 677، 678
حضرت عمرؓ کے خلیفہ بننے پر حضرت سعدؓ کا بیعت سے احتراز اور باہم مکالمہ اور حضرت سعدؓ کا ملک شام کی طرف ہجرت کرنا 30
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سہل بن حُنَیفؓ اور حضرت ابو دُجانہؓ 132
کسی کا یہ کہنا کہ یزید خلیفۂ وقت کی بیعت امام حسینؓ نے نہیں کی باغی ہے اور یزید حق پر تھا.........پر زور تردید 433
نیک محمد عرف کالے خان۔ خواب میں ایک بزرگ کو دیکھنا جو اپنی طرف بلا رہے ہیں تصویر دیکھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ بذریعہ خط بیعت کرلی 363
یہ کہہ دینا کہ کوئی باوجود بیعت نہ کرنے کے اس مقام پر رہ سکتا

ہے جس مقام پر بیعت کرنے والا ہو در حقیقت یہ ظاہر کرنا ہے کہ ایسا شخص سمجھا ہی نہیں کہ بیعت اور نظام کیا چیز ہے 36
فلپائن۔ سالو پینگ میں نئی بیعتیں 377

بیمار / بیماری

آنحضرتؐ کا بیمار ہونے پر اپنی دیگر ازدواج سے اجازت چاہنا کہ حضرت عائشہؓ کے گھر ہی رہیں 665
آنحضرتؐ کا آخری بیماری میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عائشہؓ کے گھر سے نکلنا 665

پ

پردہ

حضرت ابو طلحہؓ کا اپنے مونہہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کی طرف بڑھنا اور ان کی سواری درست کی اور کپڑا ان پر ڈالا......... پردے کا لحاظ 57
خلیفہ ثالثؒ کا پردہ کی بابت خطاب سن کر امریکہ کی سسٹر نعیمہ لطیف کا والہانہ اطاعت کا اظہار 245

پناہ

حضرت ام ھانی کا فتح مکہ کے دن اپنے عزیزوں کو پناہ دینا اور حضرت علیؓ کا قتل کرنے کا ارادہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا......... 660

پہرہ

آنحضرتؐ غزوۂ خندق کے موقعہ پر سخت سردی میں صحابہ کے ساتھ پہرہ دیتے اور پھر کچھ دیر کے لئے لحاف میں لیٹتے......... ایک دن نڈھال ہو گئے۔ فرمایا کاش کوئی ہوتا تو میں آرام سے سو جاتا......... حضرت سعد بن وقاصؓ کا آجانا۔ فرمایا فلاں جگہ خندق کا کنارا ٹوٹ گیا وہاں چلے جاؤ......... 347
حضرت صفیہؓ کے رخصتانہ کے موقعہ پر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا پہرہ دینا اور آنحضرتؐ کا دعا دینا 608
حضرت علیؓ کا حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر پہرہ کے لئے بھجوانا 672
غزوۂ احد کے موقعہ پر جمعہ کی شب حضرت سعد بن مُعاذؓ، حضرت اُسید بن حُضیرؓ اور حضرت سعد بن عُبادہؓ کا مسجد نبوی میں حضورؐ کے لئے پہرہ اور غزوۂ احد کے لئے مدینہ سے روانگی پر آپؐ کے آگے آگے دوڑ رہے تھے 312
لشکر اسامہ کی روانگی اور اس کے بعد مدینہ کی حفاظت کے لئے پہرہ اور ان کی نگرانی 670
ہجرت مدینہ کے بعد کفار کے حملہ کی پریشانی اور خوف، مسلمانوں اور آنحضرتؐ کا اکثر رات کو جاگنا......... ایک رات فرمایا کاش! کوئی نیک آدمی آج رات میرا پہرہ دے۔ سعد بن ابی وقّاصؓ کا حاضر ہونا اور آپؐ کا دعا دینا......... 345

پیاز

آنحضرتؐ کا لہسن والے / پیاز والے کھانے کو ناپسند فرمایا 608

پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ نے کس وجہ سے یہ نشان مانگا تھا اور کیوں آپ کے زمانہ میں یہ پیدا ہونا اور نشان پورا ہونا چاہیئے تھا 92
پیشگوئی مصلح موعودؓ کی اشاعت پر یہ اعتراض کہ کوئی اعلان کر سکتا ہے کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا جواب 91
پیشگوئی مصلح موعودؓ کے الفاظ 89،90
پیشگوئی مصلح موعودؓ کی اہمیت اور اس کی تفصیلات۔ حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ 89 تا 100
پیشگوئی مصلح موعودؓ کی مختلف اغراض اور ان کا پورا ہونا 93، 95
آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے مطابق مال آئیں گے لیکن ہمیں اپنے دین کو بھول نہیں جانا چاہیئے۔ آج مسلمان لیڈروں کی حالت......... 503

پیغام

کرونا وائرس کی وجہ سے برطانیہ میں پابندیاں اور 27 مارچ کا خطبہ جمعہ پیغام کی شکل میں نشر ہوا 149 تا 152

ت

تائید الٰہی

تنزانیہ کے ایک ریجن میں مسجد کی تعمیر اور الٰہی تائید کے نشان 380
اللہ تعالیٰ کی تائید سلسلہ احمدیہ کے ساتھ۔ نشانات پانچ کشتیاں......... اور فتح۔ آتھم، لیکھ رام، مہوتسو جلسہ، مقدمہ ڈاکٹر کلارک، مرزا احمد بیگ 144

تاریخ

صحابہ کے حالات کے متعلق اسلامی تاریخ میں تین کتب مشہور

ہیں تہذیب التہذیب، اصابہ، اسد الغابہ 33

تبصرہ

ڈاکٹر گووندا، نیپال کے پروفیسر کا حضور انور کی کتاب پر تبصرہ، آج جبکہ ساری دنیا میں میڈیا کی وجہ سے مسلمانوں کو غلط رنگ سے پیش کیا جاتا ہے ایسے میں ایک مسلم لیڈر کا ساری دنیا میں امن کے قیام کے لیے کوشش کرنا غیر مسلموں کے لیے بہت حیران کن ہے، خلیفہ کا اسرائیل، ایران کے وزیر اعظم کو چٹھی لکھنا متاثر کن 385

سر ولیم میور کا ابودجانہؓ کے بارہ میں تحسینی کلمات 597

تبلیغ

اب اسلام کی تبلیغ اور نشاۃ ثانیہ حضرت مسیح موعودؑ سے وابستہ ہے 374

سینیگال۔ تانباکنڈا ریجن، دو فرقوں تیجانیہ اور مریدیہ کا مباحثہ، لٹریچر اور قرآن کا ترجمہ پڑھ کر امام اور سارا گاؤں احمدی ہو گیا 377

کونگو کنشاسا کے لوکل مربی معلم حمید احمد گاؤں لَوبی چا کُوکے سنّی امام عثمان صاحب کا ریڈیو ایف ایم پر جماعت کا پروگرام سننا اور پھر سوال و جواب اور مطالعہ کتب اور سواحیلی ترجمہ قرآن پڑھ کر بیعت کرنا اور بیس افراد پر مشتمل نئی جماعت کا قیام 375

گیمبیا کے ایک ریجن میں جماعت کے تبلیغی پروگرام سے متاثر ہو کر ایک گاؤں کے بزرگ کا کہنا کہ تم لوگ آنحضرتؐ کی سنت پر عمل کر رہے ہو.........اور کل 19 افراد کا بیعت کر لینا 375، 376

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ۔ (الشعراء:215) کے نزول پر آنحضرتؐ کا اپنے اقرباء کی دعوت کا اہتمام اور تبلیغ۔ جس میں آپؐ کے چچا ابو طالب اور حمزہ اور عباس اور ابو لہب شامل ہوئے اور......... 624 تا 627

تجارت

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی تجارت میں اتنی برکت کہ پتھر بھی اٹھاتے تو امید کرتے کہ نیچے سونا یا چاندی ملے گی 280

تحریرات حضرت مسیح موعودؑ

بعض دفعہ جلد بازی سے کام لیکر حضرت مسیح موعودؑ کے جو الفاظ ہیں انکا مطلب نکالنے یا آسانی کے لئے حاشیہ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ غلطی تھی یا سہو ہو گیا۔ بہت ساری ریسرچ اور توجہ کی ضرورت ہے 79

تحریک جدید، نیز دیکھئے چندہ جات / مالی قربانی

بارکنگ اور ڈیگنہم جماعت کے صدر نے تحریک جدید کا ٹارگٹ پورا کرنے کے لئے چندہ اپنی جیب سے ادا کر دیا اور خدا نے ستّر فیصد زائد بونس دے دیا 578

تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان اور اعداد و شمار کی تفصیل 580 تا 583

تنزانیہ کے معلم، حسین صاحب، صالح مٹونگا صاحب، علاج کے لئے پیسے نہیں تھے کچھ رقم آئی تو پہلے تحریک جدید کا وعدہ پورا کیا کہ علاج بعد میں ہوتا رہے گا 580

رشیا۔ بدَایاں اَدْوَارد صاحب آرمینین۔ احمدی ہونے کے بعد ہر ماہ وقف جدید اور تحریک جدید چندہ.........اور اس کی برکت 11

سیرالیون، فری ٹاؤن، عثمان صاحب، تحریک جدید کا زیادہ چندہ دینے کی خواہش، ایک معمولی سی دوکان ہے اور خدا تعالیٰ نے توفیق دی دس گنا زیادہ چندہ دینے کی 576

کینیڈا کے ایک سیرین احمدی کا پانچ ہزار کینیڈین ڈالر کا وعدہ تحریک جدید، لیکن لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت کچھ بدل گیا......... پھر خدا تعالیٰ نے کام کی توفیق دی اور وعدہ آسانی سے پورا ہو گیا 575، 576

گنی بساؤ کے محمد براہیم صاحب، حضور انور کا اعلان اور خطبہ سن کر وعدہ لکھوایا پھر کرونا کی وجہ سے آمدن بند، پریشانی، دعا، اور گھر بیٹھے کام مل گیا، یہ سب برکات خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنے کی وجہ سے 578، 579

گیمبیا، تحریک جدید کے حولے سے پروگرام اور ایک دوست ابراہیم صاحب نے ایک ہزار ڈلاسی اور اپنے اکلوتے بیٹے کو وقف کر دیا 580

گھانا کے جنرل سیکرٹری اکرازون آدم صاحب کا پچاس سیڈی چندہ تحریک جدید میں دینا تو ہزار سیڈی مل گیا 580

لائبیریا کے ایک غیر از جماعت کا تحریک جدید میں چندہ دینا بعد میں ان کے گاؤں میں سوال و جواب......... تین گاؤں میں بیعت اور جماعتوں کا قیام 376

مالی قربانی، (تحریک جدید) کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے نوازنے کے واقعات اور ان کی اہمیت 572 تا 580

فلپائن کی پرانی جماعت سمیونول کے تین اساتذہ جن کو تنخواہ بھی کچھ عرصہ سے نہیں ملی، پھر بھی تحریک جدید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا 577
مَرِسیلَا صاحبہ۔ انڈونیشیا (ٹنگرینگ) شوہر کی کرونا کی وجہ سے نوکری چلا جانا اور بہت مشکل حالات۔ خواہش تھی کہ تحریک جدید کا چندہ ادا کریں۔ ایک خواب اور پھر بنک میں غیب سے رقم آنا......... 573،574
موسیٰ صاحب۔ بَصّے گیمبیا تحریک جدید چندہ میں دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تہجد میں دعا کی ترغیب سے انتظام ہو گیا کہ ایک کام کے نتیجہ میں رقم ملی 577
کیرالہ کی جماعت کیرولائی کے ایک دوست کا کاروبار کی رقم چندہ تحریک جدید میں دینا اور اس کی برکت سے کئی ملین کا پراجیکٹ مل گیا، وعدہ سے بڑھ کر رقم دے دینا 579
ویزبادن جرمنی کے ایک دوست جن کا کیس پاس نہیں ہو رہا تھا تحریک جدید کے حوالے سے ایمان افروز واقعات سنے اور ایک ہزار یورو کا ارادہ، اور کیس پاس ہو گیا 577،578

تحریکات

الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت اور حالات کی وجہ سے دعا کی تحریک 663،664
آجکل کے حالات کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس اور حضور انور کی ہدایات اور دعا کی تحریک 162،163
آجکل کے حالات......... جنگوں کے امکانات کو بڑھانے کا باعث اور دعا کی تحریک 198
بعض دعاؤں کی خاص تحریک۔ حضور انور کا مسنون دعائیں پڑھنا اور فرمانا کہ میرے ساتھ دہراتے رہیں 238 تا 240
پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں پر مخالفانہ ستم اور دعا کی تحریک 678
پاکستان کی جماعت اور دنیا میں دعاؤں کی تحریک رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ......... اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ......... بہت پڑھیں 419
دعا کی تحریک کرونا کے ایام 150
دنیا کے عمومی حالات کے لئے دعا کی تحریک......... اس بیماری سے جان چھوٹے تو یہ نہ ہو کہ ایک اور آفت جنگ عظیم کی صورت میں ان پر نازل ہو جائے 586
کرونا اور امریکہ اور دنیا میں بے چینی کی فضا اور دعا کی تحریک 268، 269
لاک ڈاؤن کی وجہ سے احمدیوں کے گھروں میں نیک تبدیلی اور روحانی فوائد اور دعاؤں کی تحریک اور ضرورت۔ نماز، ایم ٹی اے اور درس کی تلقین 228
محرّم کے مہینہ میں امتِ مسلمہ کے لئے امن و سلامتی کی دعا کی تحریک 435
مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر دعاؤں کی تحریک مسلمانوں کے خلاف غیر مسلم دنیا میں بغض اور کینہ کا اظہار 583

تخت نشین

پُورَانْ دُخْتْ کی جگہ یَزْدگَرْدْ کا تخت نشین ہونا 359

تدفین

ایک جنگ میں حضرت ابو ایوبؓ بیمار، امیر لشکر یزید بن معاویہ عیادت کے لئے آیا اور پوچھا تو فرمایا مجھے جہاں تک ممکن ہو سکے دشمن کے علاقہ میں دفن کرنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا......... 616
آنحضرتؐ کا مکہ میں حضرت سعدؓ کی عیادت کرنا اور ایک شخص کو خاص طور پر خیال رکھنے کا فرمایا کہ اگر یہ مکہ میں فوت ہو جائیں تو انہیں ہرگز مکہ میں نہ دفنایا جائے بلکہ مدینہ لایا جائے 357
حضرت سعد بن معاذؓ کی تدفین اور آنحضرتؐ کی دعا جب انہیں قبر میں اتارا جا رہا تھا......... 339
حضرت عثمانؓ کی تین دن بعد تدفین......... 674
شہدائے احد کی تدفین......... 569
کوفہ میں دستور مُردوں کو اپنے صحنوں میں اور اپنے گھروں کے دروازوں کے ساتھ دفن کرتے 224

تراویح

(نماز تراویح) کے لئے حضرت عمرؓ کا حضرت ابیؓ کی اقتداء میں نمازیوں کو اکٹھا کیا 532

ترجم القرآن

قرآن کریم اٹالین ترجمہ پر نظر ثانی کی تکمیل 383

ترکہ

حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں اور ہر بیوی کو گیارہ لاکھ کا ترکہ ملا 442

تسبیحات
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو فرمانا کہ سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر۔ تینتیس بار کہو یہ خادم سے بہتر ہے 642، 643
تعبیر
رؤیا میں کسی کا قتل ہونا دیکھا جائے تو اسکی تعبیر قطع تعلق اور بائیکاٹ ہوتا ہے 32
تعلیم
دشمن پر فتحیاب ہونے کا اصل طریق کہ ہم اپنی حالتوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالیں 369
تفسیر
حضرت سعد بن ربیع کی بیوی کا اپنی دونوں بیٹیوں کو لیکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا........ اور اس پر آیت میراث نازل ہونا........ 266
آنحضرتؐ کا ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ براءت کی تلاوت کرنا اور حضرت ابو درداء اور ابو ذر کو معلوم نہ تھا خطبہ کے دوران اشارہ سے حضرت ابی سے پوچھنا........ 530
تقدیر
حضرت عمرؓ کا کہنا کہ ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں 515
تقویٰ
روزہ اور تقویٰ، تقویٰ کی تفسیر و تشریح 187
تکالیف
ابتدائی اسلام لانے والوں پر مظالم اور مصائب 214
ابتدائی مظالم برداشت کرنے والے غلاموں کو خدا نے اسلام کی ترقی میں کیسے نوازا۔ حضرت مصلح موعودؓ کا بیان (حضرت عمرؓ کی مجلس) 220
حضرت خبابؓ کا ایک روز آنحضرتؐ سے اپنی تکلیف کا اظہار، آپؐ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو........ دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا، لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت ہڈیوں یا پٹھوں سے نوچ کر الگ کر دیا جاتا، اور یہ بات اس کو اس کے دین سے نہ روک سکتی۔........ فرمایا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا 217
حضرت زبیرؓ کی والدہ صفیہ کا اپنے بیٹے کو مارنا اور سختی کرنا 407، 408
حضرت زبیرؓ کے اسلام قبول کرنے پر چچا کی سختیاں اور ان کا استقلال 408
حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سات غلام آزاد کر دیئے جنہیں تکالیف دی جاتی تھیں ان میں حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فہیرہ تھے 452
حضرت عمرؓ کو حضرت خبابؓ کا اپنی پیٹھ پر وہ نشان دکھانا جو مشرکین کے تکلیف دینے سے پڑ گئے تھے 218، 219
طلحہ بن عبید اللہ کا اسلام لانا اور ان کی والدہ صَعْبَہ ان کو گالیاں دیتی جا رہی ہے اور طلحہ کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے 130، 131
مکہ میں شعب ابی طالب میں مسلمانوں پر تکالیف اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان........ 344
تلوار
ابن ابی حقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذؓ کو دینا جس کی بڑی شہرت تھی 318
ابو عبیدہؓ کا کہنا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ خالد بن ولیدؓ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے 512
آنحضرتؐ کا غزوۂ احد سے واپسی حضرت فاطمہؓ کو تلوار دینا کہ اسے دھو دیں 598
جنگ احد میں آنحضرتؐ نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا اس کا حق کون ادا کرے گا اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر کے مقابل پر نہ بھاگنا یعنی ڈٹ کر مقابلہ کرنا........ ابو دجانہ کا لینا اور فرمانا میں نے ناپسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے کسی عورت کو ماروں جس کا کوئی مددگار نہیں تھا 594تا597
حضرت ابو دجانہؓ کا تلوار لیکر اس کا حق ادا کرنا اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 597
جنگ احد سے واپسی پر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو اپنی تلوار دیتے ہوئے کہا کہ اسے دھو دیں اس نے بڑا کام کیا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا بہت سے تمہارے بھائیوں کی تلوار کے جوہر دکھاتے رہیں اور چھ سات صحابہ کے نام لئے........ 598، 651
تنکا
حضرت ابو ایوبؓ نے آنحضرتؐ کی ریش مبارک سے کوئی تنکا

وغیرہ الگ کیا اور آنحضرتؐ نے دعا دی 612

تنگدستی

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا تنگدستی میں زہد و قناعت اور ایک مرتبہ خادمہ کی درخواست کرنا اور آنحضرتؐ کا فرمانا......... 642تا644

تہجد

آنحضرتؐ کا ایک رات حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لانا اور فرمانا کہ دونوں تہجد پڑھتے ہو اس کے جواب میں جو فرمایا اس پر آنحضرتؐ کا فرمانا وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا .... اور اس کی تشریح و تفصیل 644تا646

تہجد اور نمازوں کی تلقین 232

موسیٰ صاحب۔ بَصّے گیمبیا تحریک جدید چندہ میں دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تہجد میں دعا کی ترغیب سے انتظام ہو گیا کہ ایک کام کے نتیجہ میں رقم ملی 577

توبہ

توبہ کی اہمیت اور افادیت 27

توریہ

بعض احادیث میں توریہ کے جواز کی طرف اشارہ 78

تیر

حِبَّان۔ وہ مشرک جس نے تیر چلایا جو حضرت ام ایمن کے دامن کو لگا اور وہ ہنسنے لگا۔ آنحضرتؐ کے ارشاد پر حضرت سعدؓ نے اس کو ایک تیر مارا جس کا پھل بھی نہ تھا وہ اس کو لگا اور اس طرح لگا کہ اسکا ننگ ظاہر ہو گیا......... 355

حضرت جابرؓ کا بیان کرنا کہ حضرت سعد بن معاذؓ کو تیر لگا تو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے تیر کا پھل نکال کر زخم کو داغ دیا 335

حضرت سعدؓ پہلے وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور پہلے وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں خون بہایا 350

ج

جانشین

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اکرمؐ اپنے بعد کسی کو جانشین بناتے تو کس کو بناتے فرمایا ابو بکر کو۔ لوگوں نے پوچھا ابو بکرؓ کے بعد کسے فرمایا عمرؓ کو، پوچھا عمرؓ کے بعد کسے فرمایا ابو عبیدہؓ کو......... 496

جائیداد

حضرت زبیرؓ کی جائیداد کی تفصیل اور قرض کی ادائیگی۔ پانچ کروڑ روپے کے قریب مال تھا 441، 442

جزیہ

رسول اللہؐ کی بحرین والوں سے جزیہ کی شرط پر صلح اور حضرت علاء بن حضرمی کو امیر بنا کر بھیجنا اور حضرت ابو عبیدہؓ کو جزیہ لینے بھیجا جب واپس آئے تو سب لوگوں نے فجر کی نماز حضورؐ کے پیچھے پڑھی۔ حضور کا مسکرا کر فرمانا......... 503

جلاوطنی

بنو نضیر کو جلاوطنی کی سزا اور ان کا روانہ ہونا 81

جماعت احمدیہ

جماعتِ احمدیہ کسی فرقے یا مسلک کے فرق یا اختلافِ نظریات اور تشریح و تفسیر پر قائم ہونے والی جماعت نہیں 423

جماعت احمدیہ کی پاکستان کے لئے خدمات اور تاریخ کی کتب کو بدلا جانا۔ بہر حال یہ پاکستان کی وفادار ہے، وفادار تھی اور وفادار رہے گی 390

جماعت کی اندرونی اصلاح کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی نصیحت 192

مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنانے کے لئے جماعت احمدیہ کا قیام 423

حضرت مسیح موعودؑ کو ملنے والی مخلص جماعت اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا......... 241

جمع قرآن

حضرت عثمانؓ کا قرآن جمع کرنے میں قریش و انصار کے بارہ آدمیوں کا انتخاب کرنا جس میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی تھے 535

قتادہ کا بیان کرنا کہ حضرت انسؓ نے بتایا رسول اللہؐ کے زمانہ میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا وہ سب انصار تھے۔ حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو زیدؓ 540

جمعہ

امام نووی کا بارش وغیرہ کسی مجبوری میں جمعہ ترک کرنے پر

بحث......... 151
بعض حالات میں باجماعت نماز اور جمعہ چھوڑنے کا احادیث میں ذکر 150
کروناوائرس کی وجہ سے گھروں میں جمعہ ادا کرنے کی ہدایت.........
جمعوں کو بہر حال لمبا عرصہ ترک نہیں کیا جاسکتا 150
حضرت ابواُمامہ اَسْعَد بن زُرارہؓ کے بارہ میں ہے کہ انہوں نے سب سے پہلا جمعہ پڑھایا 107
مدینہ میں ہجرت سے قبل سب سے پہلے جمعہ پڑھانے والے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور اسکی تفصیل 107
عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوں تو آنحضرتؐ کا ارشاد اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضور انور کا عمل 367
فقہاء کی بحث نماز باجماعت جمعہ ترک کرنے کی بابت بارش وغیرہ کسی مجبوری میں 151
جنازہ
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات پر ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ان کا جنازہ لیکر مسجد آئیں تا کہ وہ بھی ان کا جنازہ پڑھیں اور بعض لوگوں کا اعتراض کہ جنازے مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تو حضرت عائشہؓ کا جواب 401
جنت
آنحضرتؐ کو ایک ریشمی جُبہ تحفہ میں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا حضرت سعد بن معاذؓ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے 336
جنگ
اَبُو مِحْجَن ثَقَفِی، جس کو حضرت سعدؓ نے قید کیا ہوا تھا، ایک جنگ میں اس کا درخواست کرنا کہ میری بیڑیاں کھول دو میں جنگ میں شامل ہونا چاہتا ہوں حضرت سعدؓ کی بیوی نے کھول دیا......... واپس آکر پھر بیڑیاں پہن لیں......... 391، 392
ایک جنگ میں آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ کے سوا کوئی نہ رہا 350
آجکل کے حالات......... جنگوں کے امکانات کو بڑھانے کا باعث اور دعا کی تحریک 198
آنحضرتؐ جب کسی قوم پر غالب آتے تو میدان میں تین راتیں قیام فرماتے 56
آنحضرتؐ کے ساتھ صحابہ کا جنگوں میں جانا اور بعض اوقات درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ ہوتا......... 350
آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا اعلانِ جنگ.........
حضرت ابو بکرؓ کا خود جنگ کے لئے نکلنا......... نجد کی فتح کے بعد لوگوں کے اصرار پر مدینہ واپسی اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر مقرر 670
حضرت زبیرؓ کے جسم پر تلواروں کے لاتعداد نشانات۔ جو آنحضرتؐ کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے آئے 440
یزید بن معاویہ کا ایک جنگ میں سربراہی کرنا 610
حضرت طلحہؓ کو ایک جنگ میں تیر لگا اور سی کی آواز نکالی تو آنحضرتؐ نے فرمایا اگر وہ بسم اللہ کہتے تو اس طرح جنت میں داخل ہوتے کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوتے 132
جنگ اَجنادَین 506
جنگ احد
آنحضرتؐ کا جنگ احد میں کہنا کہ میں محمد ہوں، میں نبی اللہ ہوں، میں ابن عبد المطلب ہوں 79
جنگ احد پر آنحضرتؐ نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا اس کا حق کون ادا کرے گا اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر کے مقابل پر نہ بھاگنا یعنی ڈٹ کر مقابلہ کرنا......... ابو دجانہ کا لینا اور فرمانا میں نے ناپسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے کسی عورت کو ماروں جس کا کوئی مددگار نہیں تھا 594 تا597
جنگ احد سے واپسی پر حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کو اپنی تلوار دیتے ہوئے کہا کہ اسے دھو دیں اس نے بڑا کام کیا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا بہت سے تمہارے بھائیوں نے تلوار کے جوہر دکھاتے رہیں اور چھ سات صحابہ کے نام لئے......... 598، 651
جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ نے نہر جاری کی تو پانی شہدائے احد کی قبروں میں چلا گیا۔ نعشوں کو منتقل کیا گیا تو ان کے زخموں سے خون......... فرمایا مبالغہ ہو سکتا ہے اور محلِّ نظر......... 591

جنگ احد میں آنحضرتؐ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک چٹان پر چڑھ نہ سکے تو حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھایا اور ان کے اوپر پیر رکھ کر چڑھے......... فرمایا طلحہؓ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی 133

جنگ احد میں آنحضرتؐ کے زخمی ہونے کی تفصیل 651

جنگ احد میں حضرت طلحہؓ کا بے ہوش ہو جانا، ہوش آنے پر پوچھنا رسول اللہؐ کا کیا حال ہے......... اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَہٗ جَلَلٌ 132

جنگ احد میں حضرت علیؓ کو سولہ زخم آئے 651

جنگ احد میں حضرت مصعبؓ کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت علیؓ کے سپرد کیا گیا 650

جنگ احد میں لوگ شکست کھا کر نبی اکرمؐ سے جدا ہو گئے تو حضرت ابو طلحہؓ آنحضرتؐ کے سامنے آپ کو اپنی ڈھال سے آڑ میں لئے کھڑے ہو گئے......... حضرت ابو طلحہؓ کہتے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! سر اٹھا کر نہ دیکھیں۔ مبادا ان لوگوں کے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کو لگے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینے کے سامنے ہے 56

جنگ احد میں مسلمانوں کے حوصلے پست ہونے کی ایک وجہ آنحضرتؐ کی شہادت کی خبر 119

حضرت جابر بن عبد اللہ کے والد (عبد اللہ بن عمرو) کا جنگ احد کے دن مُثلہ کیا گیا اور ان کے عزیزوں کا رونا......... اور آنحضرتؐ کا فرمانا......... 588

حضرت سہل بن سعدؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ احد میں زخم لگنے کی بابت پوچھنے پر تفصیل سے آگاہ کرنا 651

حضرت طلحہؓ کا ہاتھ شل ہو جانا۔ جنگ احد میں تیروں سے آنحضرتؐ کو بچاتے ہوئے......... 132

حضرت طلحہؓ کی ٹانگ میں لنگراہٹ تھی، جنگ احد میں آنحضرتؐ کو اٹھا کر چلے۔ تو ہمیشہ کے لئے لنگراہٹ دور ہو گئی 133

حضرت طلحہؓ کے جسم پر جنگ احد میں ستر زخم لیکن ان کا کہنا تھا کہ مجھے آنحضرتؐ کے زخموں کا زیادہ فکر تھا 134

حضرت عبد اللہ بن عمرو۔ جنگ احد میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید 565

حضرت علیؓ کا جنگ احد میں مشرک بہادروں کو قتل کرنا تو

حضرت جبرئیل کا ان کی تعریف کرنا اور رسول اللہؐ کا فرمانا علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں 650

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کا جنگ احد میں آنحضرتؐ کے زخموں کو صاف کرنا 651

حضرت مصلح موعودؓ کا جنگ احد کے حوالہ سے بیان فرمانا کہ مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں 651

آنحضرتؐ غزوۂ احد سے واپسی پر حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیکر گھر میں داخل ہوئے 312

آنحضرتؐ کا غزوۂ احد سے واپسی حضرت فاطمہؓ کو تلوار دینا کہ اسے دھو دیں 598

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ سعد کی کون خبر لائے گا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی غزوۂ احد میں شہادت اور آنحضرتؐ سے عشق کا اظہار......... فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دینا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم آئے ہیں اور میرے سے لڑنے والے دوزخ میں پہنچ گئے ہیں یعنی جس نے بھی میرے سے لڑائی کی اس کو میں نے مار دیا ہے اور میری قوم کو یہ کہنا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر نہیں ہو گا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں اور تم لوگوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہا 263

حضرت ابو دجانہؓ کا احد کے دن تلوار لیکر اشعار پڑھنا 595

حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی۔ عتبہ بن ابی وقاص۔ غزوۂ احد میں آنحضرتؐ پر حملہ کر کے دو دانت شہید کرنے والا......... حضرت سعدؓ کا اس کو قتل کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں تلاش کرنا اور آنحضرتؐ کا منع فرمانا 354

حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ کی آنحضرتؐ سے محبت، غزوۂ احد پر آنحضورؐ کی شہادت کی خبر سننے پر ان کا باہر آنا......... حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 313،312

حضرت علیؓ کا احد کے دن شہداء کی لاشوں میں آنحضرتؐ کو تلاش کرنا اور کہنا کہ نہ آپؐ بھاگنے والوں میں سے ہیں نہ شہداء میں۔ اللہ نے ہم سے ناراض ہو کر اپنے نبی کو اٹھا لیا ہے......... 650

حضرت مصعب بن عمیرؓ کا غزوہ احد میں شہادت اور جھنڈے کی حفاظت کا حق ادا کرنا 119،118

حضرت مصلح موعودؓ کا عیسائی دنیا کا مریم مگدلینی اور اسکی ساتھی عورتوں کی بہادری پر خوش ہونا۔ اس کے مقابل پر آنحضرتؐ کے مخلصوں اور فدائیوں کو پیش کرنا........ سعد بن معاذؓ کی والدہ جو غزوۂ احد........ 313، 314

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت طلحہؓ کا نام طَلْحَةُ الْخَیْر رکھا، غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقع پر طَلْحَةُ الْفَیَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے روز طَلْحَةُ الْجُود رکھا 131

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سہل بن حُنَیفؓ اور حضرت ابودُجانہؓ 132

سُوَیبِط بن سعد بن حَرْمَلَہ اور ابو رُوم بن عُمیر دونوں کا جھنڈا تھامنے کے لئے غزوۂ احد میں آگے بڑھنا اور ابو رُوم بن عُمیر کا جھنڈا لے لینا 118

غزوۂ احد کے دن آنحضورؐ کا حضرت زبیر کو فرمانا میرے ماں باپ آپ پر قربان 412

غزوۂ احد کے دن حضرت خالد بن ولیدؓ کا حملہ اور حضرت طلحہؓ کی ثابت قدمی اور قربانی........ حضرت مصلح موعود کا بیان 133

غزوۂ احد کے دن عبد اللہ بن قَمِئَہ کا آنحضورؐ کو تیر مار کر زخمی کرنا اور آنحضورؐ کی دعا سے پہاڑی بکرا مسلط کیا جس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے 498

غزوۂ احد کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فرمانا میرے ماں باپ تم پر قربان........ تیر چلاؤ 354، 355

غزوۂ احد کے موقعہ پر جمعہ کی شب حضرت سعد بن مُعاذؓ، حضرت اُسید بن حُضیرؓ اور حضرت سعد بن عُبادہؓ کا مسجد نبوی میں حضورؐ کے لئے پہرہ اور غزوۂ احد کے لئے مدینہ سے روانگی پر آپؐ کے آگے آگے دوڑ رہے تھے 312

غزوۂ احد کے موقعہ پر مدینہ میں آنحضرتؐ کی شہادت کی افواہ اور ایک عورت کا تعلق و محبت۔ لوگ کہتے تمہارا والد ہے، تمہارا بھائی ہے، تمہارا خاوند ہے، تمہارا بیٹا ہے۔ وہ کہتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ خلیفہ رابعؒ کا ذکر........ 568

غزوہ احد میں آنحضورؐ کے رخسار میں پھنسے ہوئے خَود کے حلقے نکالتے ہوئے حضرت ابو عبیدہؓ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ جانا 495

غزوۂ احد میں حضرت ابو طلحہؓ کا یہ شعر پڑھنا وَجْھِی لِوَجْھِكَ الْوِقَاءُ وَنَفْسِي لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ 57

غزوۂ احد میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا زخمی ہونا، اکیس زخم، لنگڑا کر دینا اور دو دانت شہید 286

غزوۂ احد میں شہداء اور زخمیوں کی حالتِ زار کا بیان اور حضرت سعد بن ربیعؓ کا اظہار اخلاص و وفا 264، 265

غزوہ احد میں لشکر قریش کا جھنڈا طلحہؓ کے پاس جس پر........ آپؐ نے حضرت علیؓ سے لیکر جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دے دیا جو اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس سے حضرت طلحہؓ 118

غزوۂ بدر اور احد میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعبؓ کے پاس 117

جنگ احزاب

جنگ احزاب میں آنحضرتؐ کا حضرت سلمان فارسیؓ سے مشورہ لینا 36

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ کفار کو آئندہ سے ہمت نہیں ہوگی کہ ہم پر حملہ کریں۔ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر 334

غزوۂ احزاب کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو دو/تین بار بنو قریظہ کی طرف بھیجا کہ حالات کا معلوم کر کے آئیں اور اس دن آپ کا فرمانا میرے ماں باپ تجھ پر قربان 413

غزوۂ احزاب کے موقعہ پر عبد اللہ بن زبیرؓ اور عمر بن ابو سلمہؓ کو عورتوں میں مقرر کرنا........ 413

غزوہ احزاب میں حضرت سعد بن معاذؓ کا زخمی ہونا اور اسی زخم کی بناء پر بعد میں وفات 334

غزوۂ احزاب میں کفار کے تین آدمی مارے گئے 334

جنگ بدر

امیہ بن خلف کا بدر میں حضرت بلالؓ کے شور ڈالنے پر قتل ہونا........ 284

آنحضرتؐ کا جنگ بدر کے دن ساری رات جاگنا........ 312

بدر کے دن نبی کے ساتھ دو گھوڑے، ایک پر حضرت زبیرؓ سوار تھے 411

حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے بعض

بدر کے روز صفیں بناتے ہوئے آگے نکل گئے تو فرمایا میرے ساتھ، میرے ساتھ 608
بدر کے موقعہ پر عتبہ بن ربیعہ کا کفار کو جنگ سے روکنا اور ابوجہل کا باز نہ آنا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ان لوگوں میں سے کوئی شخص انہیں خیر اور بھلائی کی نصیحت کر سکتا ہے تو وہ سرخ اونٹ والا شخص ہے 638
بدر میں شامل ہونا اور شامل ہونے والوں کا اعزاز اور سعادت یہ صحابہ اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ ترین رکن سمجھے جاتے تھے 402
جنگِ بدر کے بعد آنحضرتؐ نے بدر کی فتح کی نوید سنانے کے لئے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ اور عبد اللہ بن رواحہؓ کو عوالی کی جانب بھیجا 45
جنگ بدر کے دن سرداران قریش میں سے 24 کو ایک کنویں میں ڈالا گیا اور جب واپس جانے لگے تو کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کے ناموں سے مخاطب ہو کر پکارنے لگے........ 56
جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا صحابہ سے مشورہ اور ان کی فدائیت اور تعلق و محبت کا اظہار 309
جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ کے لئے سائبان اور اس کے پاس حضرت سعدؓ کی سواری باندھ کر عرض کرنا........ 311
جنگ بدر کے موقعہ پر حضرت سعد بن معاذؓ کا اخلاص اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تحریر و تفصیل 311، 312
جنگ بدر میں آنحضرتؐ کا دعاؤں میں مصروف رہنا 639
جنگ بدر میں باپ کو قتل کرنا (حضرت ابوعبیدہؓ کا) 497، 498
جنگِ بدر میں عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا بیان کہ کیسے دو انصاری لڑکوں نے پوچھا کہ ابوجہل کہاں ہے........ 281
حضرت سعد بن معاذؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ سے عہد وفا کا اظہار اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 309
حضرت سعد بن معاذ کا جنگ بدر میں آنحضرتؐ سے فدائیت کے اظہار کے موقعہ پر کہنا........ اور ایک صحابی کا کہنا کہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تیرہ غزوات میں شامل ہونا کاش ان لڑائیوں کی بجائے یہ فقرہ کہنے والا ہوتا 311
حضرت سعد بن معاذؓ کا جنگ بدر میں جوش و جذبہ اور آنحضرتؐ سے محبت و فدائیت کا اظہار 307، 308
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ۔ بدر میں شامل نہ ہوئے لیکن حصہ ملا اور وجہ 128
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی وصیت کہ جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں سے ہر ایک کو 400 دینار دیئے جائیں........ اس پر عمل کیا گیا اور اس وقت ان کی تعداد 100 تھی 296
حضرت عبیدہ بن سعیدؓ۔ ان کی کنیت ابو ذات الکرش۔ بدر کے دن ہتھیاروں کو اس طرح پہننا اور رکھنا کہ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ حضرت زبیرؓ کا برچھی اس زور سے مارنا کہ وہیں مر گیا اور اپنا پاؤں رکھ کر بڑے زور سے برچھی نکالی وہ برچھی حضورؐ نے لے لی........ 411
حمزہ بن عبد المطلب کی جنگِ بدر میں معرکہ آرائی اور امیہ بن خلف کا اقرار 285
سعید بن زید جنگ بدر میں کیوں شامل نہ ہو سکے اس کی تفصیل 276
سعید بن زید۔ بدر میں شامل نہیں ہوئے لیکن ان کو حصہ دیا 275
آنحضرتؐ کا بدر کے میدان کی طرف بڑھتے ہوئے حالات کا جائزہ لینا۔ اس کی تفصیل 353
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ مہاجرین میں سے سب سے آخر پر وفات پانے والے۔ اور ایک آخری جبہ بطور کفن پہنانے کی وصیت کرنا جو غزوۂ بدر میں پہن کر شامل ہوئے تھے اور سنبھال کر رکھا تھا 401
حضرت معاذ بن حارثؓ۔ بدری صحابی۔ یہ اپنے دو بھائیوں عوف اور معوذ کے ساتھ بدر میں شریک۔ بنو عفراء بھی ان کو کہا جاتا ہے 173
غزوۂ بدر اور احد میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعبؓ کے پاس 117
غزوۂ بدر میں امیہ بن خلف کے قتل کی تفصیل 456 تا 458
غزوۂ بدر میں مبارزت کی تفصیل 637
غزوۂ بدر میں مشرکین کی خبر کہ حالات دریافت کرنے کے لئے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت بَسْبَس بن عَمْروؓ کو مشرکین کی طرف بھیجنا 637

جنگ بنو قریظہ

غزوۂ بنو قریظہ کے موقعہ پر حضرت سعد بن عبادہؓ کا کئی اونٹوں پر

کھجوریں لاد کر مسلمانوں کے لئے حضورؐ کی خدمت میں بھیجا اور حضورؐ کا فرمانا کھجور کیا ہی اچھا کھانا ہے 19

جنگ تبوک

حضرت کعب بن مالک کا غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانا اور ان کا بائیکاٹ 135

حضرت معاذ بن جبلؓ کا غزوۂ تبوک میں شامل ہونا اور حضرت کعب بن مالکؓ کے شامل نہ ہونے پر ایک شخص کے ان کی برائی کرنے پر سختی سے ڈانٹنا 540

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت طلحہؓ کا نام طَلْحَةُ الْخَيْر رکھا، غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر طَلْحَةُ الْفَيَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے روز طَلْحَةُ الْجُوْد رکھا 131

غزوۂ تبوک کے سفر کے دوران آنحضورؐ کا ایک چشمہ کا پانی تب تک نہ چھونے کا حکم جب تک حضورؐ نہ پہنچ جائیں۔ دو آدمیوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور آپؐ کا ناراض ہونا۔ اس کا پانی کم ہو جانا اور آنحضورؐ کے بچے ہوئے مستعمل پانی کی برکت سے......... 549

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی مالی قربانی، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ 296

غزوۂ تبوک میں حضرت علیؓ کا آنحضورؐ کے اہل و عیال کی نگہداشت کے لئے پیچھے رہنا 635

غزوۂ تبوک میں حضرت علیؓ کو پیچھے رُکنے کا حکم اور فرمایا کہ تمہارا مقام مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے ہے 662

غزوۂ تبوک میں دورانِ سفر آنحضرتؐ کا نمازیں جمع کرتے رہنا 549

جنگ جِسر

جنگ جِسر میں مسلمانوں کا زبردست نقصان اور حضرت عمرؓ کا خود جہاد کے لئے جانے کا فیصلہ۔ حضرت علیؓ کے مشورہ پر پھر حضرت سعدؓ کو کمانڈر بنا کر بھیجا 671

جنگ جمل

جِرجِس۔ غلام جسے حضرت زبیرؓ نے قسم کے کفارہ کے طور پر جنگ جمل کے دن آزاد کیا 444

جنگِ جمل 443

جنگِ جمل اور اس حوالہ سے بعض سوالات کا جواب 153 تا 162

جنگِ جمل حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی صلح 158

جنگِ جمل میں حضرت طلحہؓ کا شہید ہونا 137

مفسدین اور منافقین کی بھڑکائی ہوئی آگ جس میں اکثر صحابہ غلط فہمی کی وجہ سے شامل ہو گئے۔ بہر حال جو بھی تھا وہ غلط ہوا 444

حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہؓ کی جنگِ جمل میں شہادت 682

حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ سے رسول کریمؐ کی ایک پیشگوئی سن کر جنگِ جمل کے موقعہ پر الگ ہونا اور قسم کھانا کہ وہ حضرت علیؓ سے جنگ نہ کریں گے اور واپسی پر راستہ میں شہید کیا جانا 443، 444

حضرت زبیرؓ کا جنگ جمل کے موقعہ پر اپنے بیٹے عبداللہ کو کہنا کہ میں مظلوم مارا جاؤں گا اور اپنے قرض کی فکر کا اظہار کرتے ہوئے وصیت کرنا۔ ایک تہائی کی......... 440

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جنگ 681 تا 687

حضرت عائشہؓ کا جنگ جمل پر تبصرہ اور افسوس کا اظہار اور کہنا کہ کاش میں آنحضرتؐ سے دس بچے جنتی اور ہر ایک بچہ عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام جیسا ہوتا......... 156

حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 157

جنگ حمراء الاسد

غزوہ حمراء الاسد اور حضرت طلحہؓ کی شمولیت جبکہ ان کے جسم پر ستّر زخم تھے 134

غزوۂ حمراء الاسد کے موقعہ پر فرمایا کہ ان کو ہمارے ساتھ آئندہ کبھی اس طرح کا معاملہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا یہاں تک کہ اللہ مکہ کو ہمارے ہاتھوں سے فتح کر دے گا 134

جنگ حنین

آنحضرتؐ کی شجاعت اور جنگ حنین 311

جنگ حنین کے دن کافر سردار مالک بن عوف کا مسلمانوں کے لشکروں کو دیکھ کر کہنا......... اور حضرت زبیرؓ جب آئے تو کہا لات کی قسم! اب قدم مضبوط کر لو......... 415

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت طلحہؓ کا نام طَلْحَةُ الْخَيْر رکھا، غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر طَلْحَةُ الْفَيَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے روز طَلْحَةُ الْجُوْد رکھا 131

غزوۂ حنین کے واقعہ حضرت ام سلیمؓ کا خنجر لیکر رکھنا کہ اگر کوئی کافر میرے قریب آئے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں 59

غزوۂ حنین میں حضرت علیؓ کی بہادری اور جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس 661

غزوۂ حنین / غزوۂ ہوازن میں بہت سے اموال کا حصول اور مہاجرین میں تقسیم پر انصار کے دلوں نے محسوس کیا تو......... 22

جنگ خندق

آنحضرتؐ غزوۂ خندق کے موقعہ پر سخت سردی میں صحابہ کے ساتھ پہرہ دیتے اور پھر کچھ دیر کے لئے لحاف میں لیٹتے.........ایک دن نڈھال ہو گئے۔ فرمایا کاش کوئی ہوتا تو میں آرام سے سو جاتا......... حضرت سعد بن وقاصؓ کا آجانا۔ فرمایا فلاں جگہ خندق کا کنارا ٹوٹ گیا وہاں چلے جاؤ......... 347

عینیہ بن حصن کو مدینہ کی ایک تہائی کھجور دینے کی پیشکش کہ قبیلہ غطفان کے لوگوں کی جو غزوہ خندق کے موقعہ پر آئے تھے واپس لے جائے......... حضرت سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کے پرجوش مشورہ پر حضورؐ نے اپنی رائے واپس لے لی 17

غزوۂ خندق اور اس کی کچھ تفصیل 17

غزوۂ خندق بعض کفار کا خندق پار کرنا 651

غزوۂ خندق کے موقعہ پر ابو سفیان کا بنو نضیر کے رئیس حیی کو بنو قریظہ کے رئیس کعب بن اسد کے پاس بھیجنا......... 319،318

غزوۂ خندق کے موقعہ پر ایک چٹان پر کدال مارتے ہوئے آنحضرتؐ کا اللہ اکبر کہنا اور فرمانا مجھے مدائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائے گئے اور یہ حضرت سعدؓ کے ہاتھوں پورا ہوا 358

غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضرت عائشہؓ کا حضرت سعد بن معاذؓ کو زرہ پہنے گزرتے ہوئے دیکھنا اور ان کے زخمی ہونے کا اندیشہ 334

غزوۂ خندق میں بنو قریظہ کی غدّاری 18

جنگ خیبر

جنگ خیبر میں یہود کے مشہور پہلوان مرحب کا حضرت علیؓ سے مقابلہ اور ہلاکت 655،654

حضرت دحیہ کلبی کا جنگ خیبر کی فتح پر لونڈی مانگنا اور ان کا صفیہ بنت حییؓ کو لینا......... آنحضرتؐ کا خود ان سے شادی کرنا......... 59،58

حضرت علیؓ کو خیبر کے موقعہ پر جھنڈا دیا جانا اور دُکھتی آنکھوں پر لعابِ دہن لگانا 657،656،655

غزوۂ خیبر سے واپسی پر آنحضرتؐ کا اونٹ بدکنا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ کا گرنا......... 58

غزوۂ خیبر کے سفر میں حضرت انسؓ کا بطور خادم ساتھ ہونا اور اس سفر میں حضورؐ یہ دعا پڑھتے رہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ 57

غزوۂ خیبر میں یہود کا مشہور سردار مرحب حضرت محمد بن مسلمہؓ کے ہاتھوں مارا گیا 413

جنگ ذی قرد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت طلحہؓ کا نام طَلْحَةُ الْخَیْر رکھا، غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر طَلْحَةُ الْفَیَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے روز طَلْحَةُ الْجُود رکھا 131

غزوۂ ذی قرد کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا گزرنا جس کا نام بَیْسَانُ ہے اور نمکین پانی تھا آپؐ نے فرمایا نہیں اس کا نام نُعْمَان ہے اور یہ میٹھا اور پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے یہ خرید کر وقف کر دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا تم تو بڑے فیاض ہو ان کا نام طلحہ فیاض پڑ گیا 131

جنگ سفوان

غزوۂ سفوان / بدر الاولیٰ 637

غزوۂ سفوان میں سفید رنگ کا جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا گیا 637

جنگ صفّین 599

جنگ صفّین۔ تفصیلات و واقعات حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے مابین 687تا689

جنگ عشیرہ

غزوہ عشیرہ کے کام اور تفصیل 636

جنگ موتہ

آنحضورؐ کا غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر کے سردار مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر شہید ہو جائیں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ......... 46

غزوۂ موتہ پر حضرت زیدؓ کی شہادت پر آنحضورؐ کا ان کے گھر تعزیت کے لئے جانا اور ان کی بیٹی جب روتے ہوئے آنحضرتؐ کے پاس آئی تو حضورؐ زیادہ رونے لگے........ سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا آپ........؟ هٰذَا شَوْقُ الْحَبِيْبِ إِلَى حَبِيْبِهٖ 19
غزوۂ موتہ کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 48

جنگ عظیم

دنیا کے عمومی حالات کے لئے دعا کی تحریک........ اس بیماری سے جان چھوٹے تو یہ نہ ہو کہ ایک اور آفت جنگ عظیم کی صورت میں ان پر نازل ہو جائے 586

جنگِ نہروان 689

جنگ یرموک

بَاھانْ جس کی قیادت میں اڑھائی لاکھ رومی جنگِ یرموک کے لئے جمع تھے 509
جارج نامی رومی قاصد جو جنگ یرموک کے موقعہ پر سفیر بن کر آیا اور مسلمان ہو گیا 510،509
جنگ کے دوران حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار بنائے جانے کی اطلاع لیکن آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ بتایا........ 512
جنگِ یرموک کی تفصیل، اس میں ایک ہزار صحابہ شامل 509
جنگ یرموک میں حضرت زبیرؓ کا اپنے بیٹے عبد اللہ کو ساتھ لیکر جانا........ 416
جنگ یرموک میں حضرت زبیرؓ کی شجاعت و دلیری 415
جنگِ یرموک میں خصوصاً صحابہ کو نشانہ بنانا 511
جنگِ یرموک میں عکرمہ کی بہادری 511
جنگِ یرموک میں مسلمان خواتین کے بہادرانہ کارنامے جیسے حضرت اسماءؓ، ہند بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) اور امّ ابان 510
حضرت عمرو بن سعید جنگِ یرموک میں شہید ہوئے 410
حضرت معاذؓ اور ان کے بیٹے کا جنگ یرموک میں بہادری کا ایک انداز 562

جنگ یمامہ

حضرت ابو دجانہ کی جنگ یمامہ میں شجاعت اور دلیری اور شہادت 599
مسیلمہ کذاب کا جھوٹی نبوت کا دعویٰ اور مدینہ پر لشکر کشی کی........ جنگ یمامہ........ 598

جہاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد میں شامل ہونے کے لیے شام کی طرف چلے جانے کا ارادہ۔ حضرت ابو بکرؓ کا فرمانا بلال میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور حق یاد دلاتا ہوں کہ میں بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اس وجہ سے میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ان کے پاس ہی رہنا 473
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد کے لئے شام کی طرف چلے جانا 473
حضرت سعید بن زیدؓ کو دمشق کا گورنر بنایا جانا لیکن انہوں نے جہاد کو ترجیح دی 277
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جہاد میں سب سے پہلے گھر سے نکلتے اور سب کے بعد لوٹتے تھے........ 43
گو جہاد نشان کے طور پر تھا لیکن صرف کفار ہی مارے نہیں گئے بلکہ مسلمان بھی........ 166

جَيْشُ الْخَبَطِ

سریہ سیف البحر کو جَيْشُ الْخَبَطِ بھی کہا جاتا ہے 500

جھنڈا

جنگ احد میں حضرت مصعبؓ کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت علیؓ کے سپرد کیا گیا 650
حضرت سعد بن عبادہؓ رسول اللہؐ کی طرف سے علمبردار ہوتے اور لڑائی کے وقت حضرت علیؓ جھنڈا لے لیتے 636
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی غزوہ احد میں شہادت اور جھنڈے کی حفاظت کا حق ادا کرنا 119،118
سُوَيط بن سعد بن حَرْمَلَہ اور ابو رُوم بن عُمیر دونوں کا جھنڈا تھامنے کے لئے غزوۂ احد میں آگے بڑھنا اور ابو رُوم بن عُمیر کا جھنڈا لے لینا 118
غزوہ احد میں لشکر قریش کا جھنڈا طلحہؓ کے پاس جس پر........ آپؐ نے حضرت علیؓ سے لیکر جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دے دیا جو اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس سے حضرت طلحہؓ 118

غزوۂ بدر اور احد میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعبؓ کے پاس 117
غزوۂ سفوان میں سفید رنگ کا جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا گیا 637
فتح مکہ اور حضرت بلالؓ کا جھنڈا...... حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 468تا473
فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا تھا 356
فتح مکہ میں مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک حضرت زبیرؓ کے پاس 411

جھوٹ

اسلام میں جھوٹ بولنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ اس ضمن میں نور القرآن۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب سے اقتباس 77

چ

چابی

فتح مکہ کے دن حضرت عثمان بن طلحہؓ کو چابی دینا...... 660

چاشت کی نماز

چاشت کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا فرمانا 661

چٹان

غزوۂ خندق کے موقعہ پر ایک چٹان پر کدال مارتے ہوئے آنحضرتؐ کا اللہ اکبر کہنا اور فرمانا مجھے مدائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائے گئے اور یہ حضرت سعدؓ کے ہاتھوں پورا ہوا 358

چندہ / چندہ جات، نیز دیکھئے وقف جدید / تحریک جدید / مالی قربانی

آئیوری کوسٹ۔ فتاکرو گاؤں کے عیسیٰ جارا صاحب۔ چندے کی برکات سے فصلوں میں اضافہ اور ایک خواب...... 11
مالی کے ریجن سکاسو کے ایک نومبائع احمد جلّا صاحب۔ مالی مشکلات اور ایک خواب جس کے نتیجہ میں ان کا عہد کہ کچھ بھی ہو آئندہ سے چندہ کی ادائیگی میں سستی نہیں کرنی...... 9
چندہ صحیح ادا نہ کرنے کا نقصان 4
مالی کے ایک معمر احمدی یاتارا تراوڑے۔ ان کی زمین پر کسی نے قبضہ کر لیا تو چندہ زیادہ دینا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں ان کے حق میں فیصلہ اور خوف کو امن میں بدل دیا 574، 575
حضرت مسیح موعودؑ کا فرمانا ہر شخص یہ عہد کرے کہ اتنا چندہ دیا کروں گا جو یہ عہد کرتا ہے خدا اس کے رزق میں برکت دیتا ہے 2
صرف مال جمع کرنا مقصد نہیں بلکہ خدائی محبت کی خاطر اس کے دین کے لئے قربانی کرنا مقصد ہے 2
البانیہ کے ایک گاؤں کے مقیم دالیب جرجی صاحب کی معمولی آمدن ہے اور پبلک ٹرانسپورٹ پر جمعہ پر آتے ہیں۔ دل پر بوجھ کہ کئی مہینوں سے چندہ نہیں دیا...... 580
کسی کی طرف سے چندہ دینا اور ایک غلط فہمی کا ازالہ 2
گیمبیا کی ایک خاتون رحمت جالو صاحبہ نے بیعت کی اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ دینا کہ میں خلیفۂ وقت کا پیار چاہتی ہوں...... 253
لائبیریا کے ایک غیر از جماعت کا تحریک جدید میں چندہ دینا بعد میں ان کے گاؤں میں سوال و جواب...... تین گاؤں میں بیعت اور جماعتوں کا قیام 376
مارشل آئی لینڈز، ناصر کیوشی راکن صاحب جو جماعت کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے، دو ڈالر کا وعدہ لکھوایا اور اللہ نے نوکری بھی دی، رہائش بھی اور 50 ڈالر چندہ دیا 576
مالی قربانی کے ساتھ ساتھ بیوی بچوں کے حقوق اور ضروریات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے 572
مالی کے ریجن، سان، جماعت وولون کے ایک ممبر عبد الرحمٰن کولیبالی کی آخری وقت میں وصیت کہ خلافت سے وفادار رہنا اور ہمیشہ چندے دینا 252
مسابقت کی روح بے شک عمدہ ہے لیکن فخر سے بتانے یا کسی اور نیت سے دینا بے کار ہے 571
نور صاحبہ، لامپونگ۔ انڈونیشیا کرونا کی وجہ سے سکول بند ہو گئے اور مالی مشکلات، بچوں کے لئے کھانا بھی نہ تھا، خود بھوکے رہے...... جو پیسے بُوگی میں جمع تھے بچوں کی رقم چندہ میں دے دی...... غیب سے مدد 574

چوٹ لگنا

حضور انور کا گر کر چوٹ لگنے کی تفصیل اور احباب کا شکریہ جنہوں نے دعائیں کیں...... خلافت کے ساتھ دو طرفہ محبت 227

ح

حب الوطنی

مکرم ڈاکٹر عبد الکریم صاحب کو پاکستان سے بے حد پیار تھا۔

انہوں نے اپنے کیریئر میں عالمی بینک جیسے بین الاقوامی اداروں کے ساتھ مستقل طور پر کام کرنے کے باوجود ہمیشہ پاکستان میں ہی رہ کر کام کا انتخاب کیا 602

حج تمتع

حضرت عمرؓ کا حج تمتع سے روکنے کا ارادہ اور حضرت ابیؓ کا روکنا......... 534

حج

حج کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا دعوت و تبلیغ کرنا اور مکہ والوں کا لوگوں کو ہٹا دینا......... 115

حج کے موقعہ پر عرفات میں آگ روشن ہونا......... 19

حضرت عثمانؓ کا نکسیر کی بیماری کی وجہ سے حج پر نہ جانا اور وصیّت کر دینا۔ لوگوں کا عرض کرنا کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ اور حضرت زبیرؓ کا نام لینا 438

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کی سواری ایک ہی تھی 24

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ کی اونٹنی گم ہو جانا اور حضرت سعد بن عبادہ اپنے بیٹے قیس کے ساتھ ایک اونٹنی ساز و سامان سمیت لیکر حضورؐ کے لئے آئے۔ تب تک آپؐ کی اونٹنی مل چکی تھی آپؐ نے دونوں کو برکت کی دعا دے کر اونٹنی واپس کر دی 23، 24

حد بندی

آنحضرتؐ کا مدینہ میں مکانوں کی حد بندی کرنا اور حضرت زبیرؓ کو زمین کا ایک بڑا ٹکڑا مقرر کرنا 437

حدیث

حضرت زبیرؓ کی احادیث بیان کرنے میں احتیاط 410

کسی حدیث میں کذب کا لفظ لکھا بھی ہو تو اس کے معانی......... 79

حدیث بیان کرنے اور سننے میں صحابہ کی احتیاط 611

حضرت بلالؓ سے مروی احادیث 481

حریرہ

حضرت جابرؓ کے والد نے حریرہ تیار کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا 25، 26

حسین

یزید کی ناپاک کارروائی اور حضرت امام حسینؓ کا عالی مقام 433

حفظ

انصار کے مشہور حفاظ 28، 527

صحابہ میں سے بہت سے قرآن کریم کے حافظ تھے 28

چار انصار صحابہ پورا قرآن حفظ کرنے والے 527

حق مہر

حق مہر عورت کا حق ہے یہ اسی وقت دینا چاہیے یعنی شادی کے وقت اور اس کا طلاق اور خلع سے کوئی تعلق نہیں 639

حقوق نسواں

عورت کو جو اسلام نے مقام دیا......... 268

حکم

بنو قریظہ کا آنحضرتؐ کی بجائے حضرت سعدؓ کو حکم بنانا 321

حکم و عدل

آنحضرتؐ کی غلامی میں حضرت مسیح موعودؑ کی حکم و عدل کے طور پر آمد 423

حملہ

بُسر بن اَبُو اَرطاۃ کی قیادت میں مدینہ پر حملہ 612

حوادثِ طبعی

حوادثِ طبعی یا عذاب الٰہی کا خلاصہ 230

حواری

آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو اپنا حواری فرمانا اور اس کا پس منظر 413

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کسی کو کہتے سنا کہ میں رسول اللہؐ کے حواری کا بیٹا ہوں تو فرمایا اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد میں سے ہو تو ٹھیک ورنہ نہیں......... 413

خ

خاتم النبیین

احمدی سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے خاتم النبیینؐ ہونے کا یقین اور ادراک رکھتے ہیں 368

پاکستان اسمبلی میں آنحضرتؐ کے نام کے ساتھ خاتم النبیینؐ لکھنے پر فخر کا اظہار......... 368

خادم
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو فرمانا کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر۔ تینتیس بار کہو یہ خادم سے بہتر ہے 642، 643
آنحضرتؐ کی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو خادم نہ دیتے ہوئے نصیحت 643
خانہ کعبہ
فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا ارشاد 468
خبر رسانی
قریش کے قافلہ کی خبر رسانی کے لئے جو شام سے آرہا تھا طلحہ بن عبید اللہؓ اور سعید بن زیدؓ کو بھیجنا 276
خدام الاحمدیہ
حسنات صاحب۔ سابق صدر خدام الاحمدیہ جرمنی 170
آجکل وائرس کی وجہ سے دنیا میں خدام الاحمدیہ کی انسانی ہمدردی کے جذبہ کے تحت انسانی خدمت 188، 189
خدمتِ دین
حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی خواتین سے فرمایا تم میں بھی صحابیات کا خدمتِ دین کا جذبہ موجود ہے 313
خراج
حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام جو انہیں خراج ادا کرتے 440
خزانچی
حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کے سیکرٹری یا خزانچی 458
خزانے
حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں 296
خط منظور
خط منظور میں قرآن کریم کی طباعت 382
خط
آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد قریش مکہ کا مدینہ والوں عبد اللہ بن ابی بن سلول وغیرہ کو تہدیدی خط اور ان لوگوں کا ردّ عمل......... 302
حاطب بن ابی بلتعہ کا مکہ والوں کی طرف ایک خط 414
خطبات وخطابات
احمدی کی تربیت کے لئے ایم ٹی اے، خلیفہ کے خطبات و خطابات اور مسیح کی کتب کا مطالعہ 681
خطبہ جمعہ
آنحضرتؐ کا ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ براءت کی تلاوت کرنا اور حضرت ابو درداء اور ابو ذر کو معلوم نہ تھا خطبہ کے دوران اشارہ سے حضرت ابی سے پوچھنا......... 530
یوکے میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے یہ شرط کہ خطبہ تو آپ دے سکتے ہیں لیکن مؤذن کے علاوہ اور کوئی سامنے نہ ہو 575
خلافت / خلیفہ
رانا نعیم الدین صاحب۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ناراض ہو کر سزا دینا کہ مسجد میں جا کر استغفار کرو تو بارش طوفان میں وہیں بیٹھے رہے......... 180
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد خلافت کے متعلق انصار اور مہاجرین کے درمیان ہونے والے اختلاف کی تفصیل 503، 504
بلغاریہ میں جماعتی مخالفت، خلیفہ خامس سے ملاقات کرنے والا کا خلافت سے وفا کا تعلق 252
جو مقصد حضرت مسیح موعودؑ کا تھا وہی آپ کے بعد خلافت سے جڑ کر اسکی بیعت میں آکر آپ کی قائم کردہ جماعت کا ہے 423
حضرت ابو بکرؓ کا خلافت کے لئے حضرت ابو عبیدہؓ کا نام تجویز کرنا 504
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ساتھ محبت والفت کے واقعات 242
حضرت مسیح موعودؑ کا جماعت کو سلسلۂ خلافت جاری ہونے کی خوشخبری 241
خلافت کا نظام جاری ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک خلیفۂ وقت اور افراد جماعت کے درمیان اخلاص و وفا اور ارادت و مودّت کا تعلق نہ ہو 242
خلافت کی بیعت کیوں ضروری ہے اس کا مقام کیا ہے؟ 31
خلافت کے ساتھ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ کی غرض 36
خلافت کے ساتھ افراد جماعت کا ایمان افروز تعلق، کچھ واقعات......... 242 تا 254

خلافت کے مقام کی اہمیت اور وقت کی ضرورت۔ حضرت سعد بن عبادہ اور خلافت کے انتخاب میں ان کا کردار حضرت مصلح موعودؓ کا ایک تفصیلی اقتباس اور حضور انور کی تفسیر و توجیہ 29 تا 37
خلیفہ اوّل کا فرمانا کہ پہلے خلیفہ کا دشمن ابلیس تھا میں بھی خلیفہ ہوں اور جو میرا دشمن ہے وہ بھی ابلیس ہے 34
مالی کے ریجن، سان، جماعت وولون کے ایک ممبر عبدالرحمٰن کولیبالی کی آخری وقت میں وصیت کہ خلافت سے وفادار رہنا اور ہمیشہ چندے دینا 252
ہونڈوروس۔ مقامی احمدی "پرسی موریو" کا مختلف مسائل کا شکار ہونا۔ خلیفۂ وقت کو دعا کا کہنا اور سارے مسائل حل...... خلافت پر اعتبار بڑھنا 254

خلافت بورڈ

حضرت عمرؓ کا خلافت کے لئے بورڈ مقرر فرمانا اور حضرت سعدؓ کو اس کا ممبر مقرر فرمانا اور نئے خلیفہ کو وصیت کرنا کہ سعد سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے اُسے...... 397
خلفاء کا آپس میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے...... لیکن وہ نہایت ادنیٰ چیزیں، معمولی چیزیں ہوتی ہیں 36
خلیفہ مامور نہیں ہوتا گو یہ ضروری نہیں کہ وہ مامور نہ ہو، حضرت ادم مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی، داؤدؑ مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی، حضرت مسیح موعودؑ مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ مصلح موعودؓ 34
خلیفۂ وقت کا جماعت سے رابطہ ضروری اور اس کی اہمیت 149
جو دین خلفاء پیش کریں وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے 36
حضرت سعد بن عبادہؓ کے بارہ میں یہ ہدایت کہ خلفاء ان سے مشورہ لیتے تھے...... اور اس کا جواب / وضاحت 37
حضرت علیؓ کی خلفائے ثلاثہ کے عہد میں خدمات 670
کسی خلیفہ کا بعض افعال میں دوسرے اولیاء سے کم ہونا...... 35
برکینا فاسو کے ایک دوست عیسیٰ صاحب۔ خلیفۂ وقت کو دیکھ کر خوشی کا اظہار...... 249
اطاعت کے لحاظ سے خلیفہ اور نبی میں کوئی فرق نہیں ہوتا اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلفاء کی بھی ضروری ہوتی ہے...... 34
حضرت عمرؓ کا سرغ مقام پر پہنچنا۔ بتایا گیا شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے تو فرمایا اگر میں وفات پا جاؤں تو ابو عبیدہؓ کو خلیفہ نامزد کروں گا اور اگر وہ زندہ نہ ہو تو معاذ بن جبلؓ 562
حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ آج حضرت ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کرتا...... 497

خلافت جوبلی

برکینا فاسو کے غریب احمدیوں کا سائیکل پر اللہ کی خاطر خلافت جوبلی کے لیے واگا سے اکرا کا سفر 249

خلافت راشدہ

حضرت مصلح موعودؓ کا خلافت راشدہ کے ابتدائی حالات اور مسائل کا ذکر کرنا اور اسکی وجہ۔ اس فتنہ کے بانی صحابہؓ نہیں تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بعد میں آئے اور جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہ ہوئی فتنہ سے بچنے کا یہ طریق کہ کثرت سے قادیان آؤ 681
خلافت راشدہ کا انتخاب اور حضرت ابو بکرؓ کا خلیفہ منتخب ہونا 31، 32
بدری صحابہ کا ذکر ختم اب خلفاء راشدین کا ذکر ہو گا اور شروع میں جن صحابہ کا مختصر ذکر ہوا تھا ان کے بارہ میں ہدایت 617، 618
خلفائے راشدین کا مقام و مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں اور جماعت احمدیہ کا عقیدہ...... 426، 427

خلافت سے عشق و محبت

خلیفہ ثانیؓ کے سفر یورپ 24ء...... کی عارضی جدائی پر احباب کا اظہار جذبات 244
سلیم الجابی کا خلافت سے اظہارِ عشق 365
اردن سے قاسم صاحب۔ خلافت سے محبت پیدا ہونا 251
خلیفہ اوّل کی علالت کے موقعہ پر خدام کے عیادت کے خطوط...... محبت کا اظہار 242

خلافت علی منہاج النبوۃ

آنحضرتؐ نے اگر فیج اعوج کی خبر دی تھی تو خلافت علی منہاج النبوۃ کی بھی خوشخبری دی تھی 424

خلافت کا انتخاب

آنحضرتؐ کی وفات اور خلافت کا انتخاب۔ تفصیل 29 تا 38

خلافت کمیٹی
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دینا 153 تا155، 280، 293
حضرت عثمانؓ کا انتخاب خلافت 416
ایک احمدی بچے کی خلافت سے محبت کا واقعہ 253
خواب
سلیم الجابی صاحب کا بذریعہ خواب حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنا اور بیعت......... 364
آئیوری کوسٹ عیسیٰ جارا صاحب۔ چندے کی برکات سے فصلوں میں اضافہ اور ایک خواب......... 11
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے قبول اسلام لانے کی تفصیل ان کا ایک خواب......... 341
حضرت طلحہؓ کا خواب میں کسی کو کہنا کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹادو 137
حضرت عبد اللہ بن زید کو خواب میں اذان کے الفاظ بتایا جانا 458
رضوان سیّد نعیمی کی خواب کے ذریعہ آنحضرتؐ کی زیارت اور قبول احمدیت 692
مالی کے ایک نومبائع احمد جَلَا صاحب کی مالی مشکلات اور ایک خواب 9
نیک محمد عرف کالے خان کا خواب میں ایک بزرگ کو دیکھنا جو اپنی طرف بلا رہے ہیں تصویر دیکھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ بذریعہ خط بیعت کرلی 363
خواتین
جنگِ یرموک میں مسلمان خواتین کے بہادرانہ کارنامے 510
خَود
غزوہ احد میں آنخضورؐ کے رخسار میں پھنسے ہوئے خَود کے حلقے نکالتے ہوئے حضرت ابوعبیدہؓ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ جانا 495
خون
پہلا خون جو اسلام میں بہایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک مشرک کے سر پر ہڈی ماری جب وہ لوگ نماز پڑھنے پر مذاق اڑا رہے تھے 344

د

داغنا
حضرت سعد بن معاذؓ کو تیر لگا تو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے تیر کا پھل کو نکال کر زخم کو داغ دیا 335
درختوں کے پتے کھانا
آنحضرتؐ کے ساتھ صحابہ کا جنگوں میں جانا اور بعض اوقات درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ ہوتا......... 350
درس
کرونا وائرس کی وجہ سے گھروں میں نماز، درس وغیرہ کی ہدایت 150
درس القرآن
حضرت مصلح موعودؓ کے غیر مطبوعہ درس القرآن جو ریسرچ سیل نے کمپوز کرنے کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن کے سپرد کئے 99
درس حدیث
حضرت ابی بن کعب کا درس حدیث اور صحابہ کا آپ کی شاگردی......... 532
درود شریف
محرّم کے مہینہ میں دعاؤں اور درود شریف پڑھنے پر زور دیں 435
درویش قادیان
صاحبزادی شاہین بنت مرزا منور احمد درویش۔ قادیان 489
دشمن
دشمن پر فتحیاب ہونے کا اصل طریق کہ ہم اپنی حالتوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالیں 369
دعا
اسیران راہ مولا اور خاص طور پر رمضان بی بی احمدی خاتون کے لئے دعا کی تحریک......... 237
الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت اور حالات کی وجہ سے دعا کی تحریک 663، 664
آجکل کے حالات کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس اور حضور انور کی ہدایات اور دعا کی تحریک 162، 163
آجکل کے حالات......... جنگوں کے امکانات کو بڑھانے کا باعث

اور دعا کی تحریک 198

آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے لئے دعا......... 640

آنحضرتؐ کا دعا فرمانا کہ اے اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما 318

آنحضرتؐ کا عبد اللہ بن رواحہؓ کی عیادت کو جانا اور دعا فرمانا 43

آنحضرتؐ کا مدینہ کے بارہ میں دعا کرنا کہ ہمیں ایسا پیارا بنا دے جیسے مکہ ہمیں پیارا ہے......... 455

آنحضرتؐ کی حضرت سعدؓ کی وفات پر دعا......... 336

آنحضرتؐ کی دعا کہ یا اللہ حضرت عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل میں سے کسی کو ضرور اسلام عطا کر دے 216، 275

آنحضرتؐ کی دعا کی وجہ سے حضرت سعدؓ قبولیت دعا کی وجہ سے مشہور تھے اور اس کے واقعات......... 346

بعض دعاؤں کی خاص تحریک 238 تا 240

پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں پر مخالفانہ ستم اور دعا کی تحریک 678

پاکستان کی جماعت اور دنیا میں دعاؤں کی تحریک رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ .... اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ......... بہت پڑھیں 419

تاجکستان کے ایک دوست کی والدہ کا خطرناک بیماری سے خلیفۂ وقت کی دعاؤں کے طفیل صحت یاب ہونا 253

جنگ بدر میں آنحضرتؐ کا دعاؤں میں مصروف رہنا 639

حضرت ابو ایوبؓ کا آنحضرتؐ کی ریش مبارک سے کوئی تنکا وغیرہ الگ کرنا اور آنحضرتؐ نے دعا دی 612

حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا فوت ہو جانا میاں بیوی کا کمال صبر اور آنحضرتؐ کی دعا سے نو بچے پیدا ہونا جو سب قاری تھے 64

حضرت ابو عبیدہؓ کی ایک سریہ میں اطاعت اور آنحضرتؐ کی دعا 500

حضرت بلالؓ کی بستر پر جاتے ہوئے دعا 484

حضرت سعد بن معاذؓ کی تدفین اور آنحضرتؐ کی دعا 339

حضرت سعد بن معاذؓ کی زخمی ہونے پر دعا 335

حضرت علیؓ کا حضرت خبابؓ کی قبر پر جا کر دعا کرنا 224

حضرت معاذؓ کی نماز تہجد میں ایک دعا 547

دعا کی تحریک کرونا کے ایام 150

دعا کی طاقت۔ اللہ کے فضل سے حضور انور کے کندھے اور بازو میں درد میں حیرت انگیز شفا اور ڈاکٹر کی حیرانی 228

دنیا کے عمومی حالات کے لئے دعا کی تحریک......... 586

طاعون کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی کیفیت 229

طاعون، کرونا، دعا اور صفائی کی ضرورت 167

کرونا اور امریکہ اور دنیا میں بے چینی کی فضا اور دعا کی تحریک 268، 269

کرونا وائرس کی وجہ سے ہدایات اور دعا 138

محرّم کے مہینہ میں امتِ مسلمہ کے لئے امن و سلامتی کی دعا کی تحریک 435

محرّم کے مہینہ میں دعاؤں اور درود شریف پڑھنے پر زور دیں 435

مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر دعاؤں کی تحریک 583

موسیٰ صاحب۔ بَصّے گیمبیا تحریک جدید چندہ میں دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تہجد میں دعا کی ترغیب سے انتظام ہو گیا کہ ایک کام کے نتیجہ میں رقم ملی 577

ہریانہ کے مبلغ کی دعا، بھینس کا دودھ دینا اور خاندان کا احمدیت کا قبول کرنا 551

حضرت سعید بن زیدؓ کا مستجاب الدعوات ہونا اور ایک واقعہ 278

دعوتِ حق

آنحضرتؐ کی حضرت ابو طالب کو دعوتِ حق اور ان کا جواب 624

دعوت و تبلیغ

حج کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا دعوت و تبلیغ کرنا اور مکہ والوں کا لوگوں کو ہٹا دینا......... 115

دوا

آنحضرتؐ کا دل کی تکلیف کے لئے مدینہ کی سات عجوہ کھجوروں کو گھٹلیوں سمیت پیس کر لینے کا فرمانا 357

دورہ جات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا دورۂ گھانا اور افریقن کا اخلاص و وفا 248

خلیفہ ثالثؒ کا دورۂ افریقہ......... ہمارے مبلغ نے اعلان کیا کہ مصافحے نہیں ہوں گے۔ وہ لوگ جن کی ساری عمر میں پہلی دفعہ

جماعت احمدیہ کے خلیفہ سے ملاقات ہوئی اور ان کو پتا نہیں تھا پھر کب موقع ملے، اعلان کے باوجود مصافحے کے لئے ٹوٹ پڑے 246
خلیفہ ثانیؓ کے سفر یورپ 24ء......... کی عارضی جدائی پر احباب کا اظہار جذبات 244
کینیڈا میں خلیفہ خامس کا دورہ اور محبت و اخلاص جرمنی 251
مرکزی نمائندگان کے دورہ جات اور مثبت اثرات 382

دیت

بنو جذیمہ کے ایک شخص کا حضرت خالد بن ولیدؓ سے غلطی سے قتل ہونا اور آنحضرتؐ کو ناپسند اور دیت ادا کرنا 290

دین

فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ کا حنین کی طرف روانہ ہونا اور مکّہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو چھوڑنا کہ انہیں دین اور قرآن سکھائیں 540

ڈ

ڈاکٹر

خلیفہ ثالثؒ نے ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے بارہ میں فرمایا یہ صرف ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ دعا گو ڈاکٹر ہیں 52

ڈرائیور

خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ڈرائیور 364

ذ

ذکرِ خیر (وہ احباب جن کا اس جلد میں ذکرِ خیر ہوا ہے)

احسان احمد۔ لاہور ابن شفقت محمود کا ذکرِ خیر 693
ادیب احمد ناصر مربی سلسلہ ابن محمد ناصر احمد ڈوگر عہدی پور نارووال کا ذکرِ خیر 420
اسامہ صادق ابن محمد صادق......... جامعہ احمدیہ جرمنی ذکر خیر 519
افتخار علی قریشی۔ وکیل المال الثالث کا ذکرِ خیر 491
اقبال احمد ناصر پیر کوٹی کا ذکرِ خیر 362
الحاج ابراہیم مبائع۔ نائب امیر سوم گیمبیا کا ذکرِ خیر 447
امۃ السلام اہلیہ چوہدری صلاح الدین کا ذکرِ خیر 633
آنربیل کا بینے کا باجا کاٹے صاحب آف سینیگال کا ذکرِ خیر 464
باؤ لطیف صاحب امرتسری ابن حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی کا ذکر خیر 65
بریگیڈیئر بشیر احمد ابن ڈاکٹر محمد عبد اللہ سابق امیر ضلع راولپنڈی کا ذکرِ خیر 125
بشریٰ اکرم اہلیہ محمد اکرم باجوہ کا ذکرِ خیر 362
بشریٰ بیگم۔ اہلیہ ٹھیکیدار ولی محمد کا ذکرِ خیر 449
تاج دین ولد صدر دین کا ذکر خیر 87
تنزیل احمد بٹ ابن عقیل احمد بٹ کی شہادت اور ذکرِ خیر 124
ثمر احمد قمر ابن قمر احمد شفیق صاحب کا ذکرِ خیر 648
جاہد فارس احمد۔ طارق نوری اور عطیۃ العزیز خدیجہ کا بیٹا اس کا ذکر خیر 101
جمال الدین محمود۔ سیر الیون کا ذکرِ خیر 631
حبیب اللہ مظہر ابن چوہدری اللہ دتہ کا ذکرِ خیر 679
حُمدیٰ عباس اہلیہ عباس بن عبد القادر شہید کا ذکرِ خیر 691
ڈاکٹر طاہر احمد۔ ربوہ کا ذکرِ خیر 678
ڈاکٹر عبد الکریم ابن میاں عبد اللطیف ربوہ کا ذکر خیر 602،603
رانا نعیم الدین صاحب ابن مکرم فیروز دین منشی کا ذکرِ خیر 178
رضیہ سلطانہ اہلیہ حکیم خورشید احمد صاحب کا ذکرِ خیر 492
ریاض الدین شمس ابن مولانا جلال الدین شمس کا ذکرِ خیر 693
سعید احمد سہگل کا ذکر خیر 406
سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ اہلیہ محمد افضل کھوکھر۔ ذکرِ خیر (ان کے خاوند اور بیٹے بھی شہید ہوئے تھے) 648
سلیم احمد ملک کا ذکرِ خیر 520
سلیم حسن الجابی۔ آف سیریا کا ذکرِ خیر 364
سید مجیب اللہ صادق کا ذکرِ خیر 347
سید مسعود احمد شاہ۔ شیفیلڈ یوکے کا ذکر خیر 619
شاہد احمد خان پاشا کا ذکر خیر 618
شاہینہ قمر صاحبہ اہلیہ قمر احمد شفیق صاحب کا ذکرِ خیر 648
عبد الحئی منڈل۔ انڈیا کا ذکر خیر 618
عبد الواحد۔ معلم سلسلہ قادیان کا ذکرِ خیر 552

عبداللہ ٹلسیکو۔ ملائیشیا کے لوکل مشنری کا ذکرِ خیر 552
عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ کا ذکرِ خیر 493
علی احمد۔ معلم وقف جدید کا ذکرِ خیر 331
غلام فاطمہ فہمیدہ کا ذکرِ خیر اہلیہ محمد ابراہیم 363
فخر احمد فرخ۔ مربی سلسلہ پاکستان کا ذکرِ خیر 600،601
فرزان خان۔ ضلع خوردہ و نیا گڑھ اڑیشہ کا ذکرِ خیر 551
کمانڈر چوہدری محمد اسلم۔ کینیڈا کا ذکرِ خیر 647
مبشر لطیف صاحب۔ ایڈوکیٹ کا ذکرِ خیر لاہور۔ حال کینیڈا شیخ مہر علی صاحب ہوشیار پوری ان کے نانا تھے 465
محمد احمد انور حیدر آبادی کا ذکرِ خیر 364
ملک علی محمد صاحب،بجکہ ضلع سرگودھا، محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ کینیا کے والد کا ذکرِ خیر 692،693
ناصر احمد سعید صاحب کا ذکرِ خیر 168

ر

راستی
جس قدر راستی کے التزام کے لئے قرآن میں تاکید ہے انجیل میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں 77
ربیب
حضرت انسؓ۔ حضرت ابوطلحہؓ کے ربیب 55
رپورٹس
قرآن مجید اور جماعتی لٹریچر کی نمائش تفصیلی رپورٹس اور لوگوں کے تاثرات 387تا390
رخصتانہ
حضرت صفیہؓ کے رخصتانہ کے موقعہ پر حضرت ابوایوب انصاریؓ کا پہرہ دینا اور آنحضرتؐ کا دعا دینا 608
رمضان
رمضان کے آخری جمعہ کے حوالہ سے تلقین 240
رہن اور سودی معاملات
رہن اور سودی معاملات پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی.........603
روزہ
ایک سفر میں شدید گرمی میں کوئی روزہ دار نہ تھا سوائے آنحضرتؐ اور عبداللہ بن رواحہؓ کے 49
حضرت ابوطلحہؓ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جہاد میں شمولیت کی وجہ سے نفلی روزے نہیں رکھا کرتے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد سوائے عیدین کے کبھی بے روزہ نہیں ہوئے 60
روزہ اور تقویٰ، تقویٰ کی تفسیر و تشریح 187
روزہ رکھنے کی اہمیت اور بہانے بنا کر روزہ نہ چھوڑنا 196
کرونا وائرس اور روزہ 197
رومال
آنحضرتؐ کو ایک ریشمی جُبّہ تحفہ میں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا حضرت سعد بن معاذؓ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے 336
رومی
بَاھَانْ جس کی قیادت میں اڑھائی لاکھ لوگ رومی جنگِ یرموک کے لئے جمع تھی 509
ریسرچ سیل
حضرت مصلح موعودؓ کے غیر مطبوعہ درس القرآن جو ریسرچ سیل نے کمپوز کرنے کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن کے سپرد کئے 99
ریسرچ سیل 79
ریسرچ سیل بڑی محنت سے کام کر کے حوالے نکالتے ہیں لیکن......... 16
ریسرچ سیل کو ارشاد کہ حضرت مصلح موعودؓ کی تحریرات اور فرمودات سے تفسیر قرآن اکٹھی کی جائے......... 99
ریش مبارک
حضرت ابوایوبؓ نے آنحضرتؐ کی ریش مبارک سے کوئی تنکا وغیرہ الگ کیا اور آنحضرتؐ نے دعا دی 612
ریشمی جُبّہ
آنحضرتؐ کو ایک ریشمی جُبّہ تحفہ میں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا حضرت سعد بن معاذؓ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے 336
ریشمی کپڑے
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو جوؤں کی شکایت پر ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت 289

ز

زخم/زخمی

جنگ احد میں حضرت علیؓ کو سولہ زخم آئے 651

حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو صہیبؓ کو امامت کا ارشاد فرمانا 294

زرہ/زرہیں

حضرت علیؓ کا حضرت عثمانؓ کے پاس زرہ فروخت کرنا......640

جنگ احد میں آنحضرتؐ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں 133

زکوٰۃ

آنحضرتؐ کا 9ھ میں زکوٰۃ فرض ہونے پر عمال کو روانہ فرمانا 531

آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا اعلانِ جنگ........ 670

زمانہ مسیح موعود

یہی زمانہ ہے کہ آنحضرتؐ کی بتائی ہوئی نشانیاں پوری ہو رہی ہیں لہٰذا آپ کے غلام صادق کو تلاش کریں......... 424

زہد و قناعت

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا تنگدستی میں زہد و قناعت اور ایک مرتبہ خادمہ کی درخواست کرنا 642تا644

زیارت رسول

خواب کے ذریعہ آنحضرتؐ کی زیارت اور قبول احمدیت 692

زیارت مرکز

فتنہ سے بچنے کا یہ طریق کہ کثرت سے قادیان آؤ 681

س

سازشیں

آنحضرتؐ کا مدینہ تشریف آوری پر یہود کے ساتھ معاہدہ اور کعب بن اشرف کی سازشیں......... 315

سال

نئے سال کی مبارکباد 14، 15

سائبان

جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ کے لئے سائبان 311

سائیکل سفر

برکینا کے غریب لیکن مخلص احمدیوں کا سائیکل پر اللہ کی خاطر خلافت جوبلی کے لیے واگا سے اکرا کا سفر 249

سردار

آنحضورؐ کا غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر کے سردار مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر شہید ہو جائیں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ......... 46

حضرت بلالؓ کی وفات پر حضرت عمرؓ کا کہنا آج مسلمانوں کا سردار گزر گیا 481

حضرت عمرؓ کا حضرت ابیؓ کو مسلمانوں کا سردار کہہ کر پکارنا 532

حضرت عمرؓ کا کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی حضرت بلالؓ کو آزاد کرایا 452

سریہ

سریہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ کھو جانا۔ مارگولیس کا مشتبہ انداز میں بیان اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا جواب 352

سیریہ حضرت عبد اللہ بن جحشؓ 351

سریہ حضرت علیؓ بطرف بنو طیؓ 661، 662

سریہ ذات السلاسل 499، 500

سریہ ذو القصّہ 499

سریہ سیف البحر کو جَیْشُ الْخَبَط بھی کہا جاتا ہے 500

سریہ عبیدہ بن حارث 351

حضرت ابو عبیدہؓ کی ایک سریہ میں اطاعت اور آنحضرتؐ کی دعا 500

سفر

ایک سفر میں شدید گرمی میں کوئی روزہ دار نہ تھا سوائے آنحضرتؐ اور عبد اللہ بن رواحہؓ کے 49

سفیر

جارج نامی رومی قاصد جو جنگ یرموک کے موقعہ پر سفیر بن کر آیا اور مسلمان ہو گیا 509، 510

سواری

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کی سواری

ایک ہی تھی 24

سیاست

لفظ سیاست کی تشریح 35

سیرت النبیؐ

آنحضرتؐ کے ساتھ صحابہ کا جنگوں میں جانا اور بعض اوقات درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ ہوتا........ 350

آنحضرتؐ کی شجاعت اور جنگ حنین 311

آنحضرتؐ کے مقام و مرتبہ کا بیان 371

حضرت مصلح موعودؓ کا آنحضرتؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو خادم نہ دیتے ہوئے نصیحت کرنا........ 643

سیرت حضرت مسیح موعودؑ

انسانیت کے لئے آپ کا رحم اور شفقت علی اللہ۔ غالب تھا اور ہم نے اس نمونے کو دیکھنا ہے 229

سیرت و سوانح صحابہ

صحابہ کے سیرت و سوانح بیان کرتے وقت ایک ہی واقعہ مختلف جگہ سے پیش کرنے میں حکمت اور فوائد 629،630

ش

شادی

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا حضرت فاطمہؓ سے شادی کی درخواست کرنا 639

حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تیاری 640

حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے شادی۔ تفصیل 639 تا642

شامی کپڑے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔ آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو مدینہ ہجرت کرتے ہوئے خَرّارْ نامی وادی میں شامی کپڑے پہنائے131

شجاعت

آنحضرتؐ کی شجاعت اور جنگ حنین 311

شدّھی

خلیفہ ثانیؓ کی شدّھی کے بالمقابل تحریک اور مخلصین کا والہانہ اظہار243

شراب

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ان میں سے ایک جنھوں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب حرام کی ہوئی تھی 280

مدینہ میں کچھ صحابہ کا شراب کی مجلس میں آنے والے نے بتایا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ حضرت ابو طلحہؓ نے کہا اے انسؓ ان مٹکوں کو توڑو........ 64

شعار

حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ کا ان کی وفات پر نوحہ اور شعار338

شعر

حضرت ابو دجانہؓ کا احد کے دن تلوار لیکر اشعار پڑھنا 595

حضرت زبیرؓ کی بچپن میں مکہ میں ایک شخص سے جو بڑا مرد تھا لڑائی ہوئی اور انہوں نے اس کا ہاتھ توڑ دیا۔ اس پر ماں کے اشعار پڑھ کر بیٹے کی بہادری کی تعریف کرنا 408،409

حضرت زبیرؓ کی شہادت پر ان کی بیوی عاتکہ کے اشعار 446

حضرت مصلح موعودؓ کا شعر وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں 434

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں اونٹ پر داخل ہوئے عصا سے حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے آپ کے ہمراہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے اشعار کہہ رہے تھے 45

غزوۂ احد میں حضرت ابو طلحہؓ کا یہ شعر پڑھنا وَجْهِي لِوَجْهِكَ الْوِقَاءُ وَنَفْسِي لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ 57

کسی کا ایک شعر پڑھنا........ اور حضرت علیؓ کا فرمانا اس شعر کا مصداق تو ابو طلحہ بن عبید اللہؓ تھا 162

مدینہ ہجرت کے بعد صحابہ کا بیمار ہونا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت بلالؓ کا مکہ کی جدائی میں اشعار پڑھنا 454،455

شفا

ایک صحابی کی ٹانگ / پنڈلی ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا تو جیسے کوئی تکلیف پہنچی نہیں 85

بغیر طبعی ذرائع کے شفا کے واقعات اور اسکی ایک مثال۔ خیبر کے موقعہ پر 657

دعا کی طاقت۔ اللہ کے فضل سے حضور انور کے کندھے اور بازو میں درد میں حیرت انگیز شفا اور ڈاکٹر کی حیرانی 228

شکار
احرام کی حالت میں شکار کھانا اور حضرت طلحہؓ نے بتایا کہ ہم بھی حالتِ احرام میں نبیؐ کی موجودگی میں شکار کھالیا کرتے تھے 136
شہادت / شہید
حضرت سعد بن ربیعؓ کی غزوۂ احد میں شہادت اور آنحضرتؐ سے عشق کا اظہار......... 263
تنزیل احمد بٹ ابن عقیل احمد بٹ کی شہادت اور ذکرِ خیر 124
حضرت امام حسین کی شہادت اور ان کا فرمانا کہ میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ......... 432
حضرت طلحہؓ کا میدان جنگ سے واپس چلے جانا کہ حضرت علیؓ ٹھیک ہیں اور راستے میں بدبخت لوگوں نے انہیں شہید کر دیا 677
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے افطاری لائی گئی تو کہنے لگے مصعب بن عمیرؓ شہید ہوگئے وہ مجھ سے بہتر ہے......... 120
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت سعید بن زیدؓ کا حال 278
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت علیؓ کا اپنے بیٹوں کی سخت سرزنش کرنا 672
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کا حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا عرض کرنا اور آپ کا فرمانا کہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس پر وہ راضی ہوں 156
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ کے حالات کا بیان 674
حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 157
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی غزوہ احد میں شہادت اور ان کا جھنڈے کی حفاظت کا حق ادا کرنا 119،118
عکرمہ کا ایثار اور جانثارانہ شہادت 512،511
حضرت زبیرؓ کا بیٹوں کے نام شہداء کے نام پر رکھنا 410
جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ نے نہر جاری کی تو پانی شہدائے احد کی قبروں میں......... 591
حضرت امام شافعی کا شہدائے احد کی نماز جنازہ کا ذکر 589
شہدائے احد کی تدفین......... 569
شہدائے احد کی نماز جنازہ کا تفصیلی ذکر 588 تا 591
ابن قمئہ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کیا تو کہنے لگا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے 650
آنحضرتؐ کا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے فرمانا جانتے ہو میری امت کے شہداء کون ہیں......... 46
حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہؓ کی جنگِ جمل میں شہادت 682
حضرت عبداللہ بن عمرو۔ جنگ احد میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید 565
حضرت عمرو بن سعید جنگِ یرموک میں شہید ہوئے 410
معراج بیگم کا اعزاز والد، چچا اور اب خاوند شہید ہوا 600
شیعہ سنی جھگڑے
شیعہ سنی جھگڑے اور امام وقت 425

ص

صاع
آنحضرتؐ کی مدینہ کے صاع اور مُدّ میں برکت کی دعا 455
صبر
حضرت ابوطلحہؓ کا ایک بیٹا فوت ہو جانا میاں بیوی کا کمال صبر اور آنحضرتؐ کی دعا سے نو بچے پیدا ہونا جو سب قاری تھے 64،63
مقابلہ کے دوران ایک یہودی کا حضرت علیؓ کے مونہہ پر تھوک دینا اور آپ کا اس کو چھوڑ دینا 657
صحابہ کرام
صحابہ کے نمونوں کے مطابق ہمارے مردوں کو بھی وہی نمونے دکھانے پڑیں گے......... 313
صحابہ میں سے بہت سے قرآن کریم کے حافظ تھے 28
آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہ کا پہلا اجماع جس میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا بھی فیصلہ ہو گیا 371
آنحضورؐ فرماتے کرتے میں نے مصعب سے زیادہ حسین و جمیل اور نازونعمت و آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا......... 103
جنگِ یرموک میں خصوصاً صحابہ کو نشانہ بنایا جانا 511
حضرت مصلح موعودؓ کا خلافت راشدہ کے ابتدائی حالات اور مسائل کا ذکر کرنا اور اسکی وجہ۔ اس فتنہ کے بانی صحابہؓ نہیں تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بعد میں آئے 681

صحابہ کی اطاعت اور نام و نمود اور عہدہ کی خواہش نہ ہونا۔ جو ہمارے لئے نمونہ ہے 513
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کا حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا عرض کرنا اور آپ کا فرمانا کہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس پر وہ راضی ہوں 156

صحابی حضرت مسیح موعودؑ

باؤ لطیف صاحب امرتسری ابن حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی ذکر خیر 65
چوہدری دولت خان صاحب صحابی 178
حضرت میاں نظام الدین صاحب آف نالیہ۔ صحابی حضرت مسیح موعودؑ 449
سید عبدالرحیم صاحب صحابی مسیح موعودؑ 38

صدقہ

آنحضرتؐ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت اور صدقہ کی تحریک کرنا اور عورتوں کی والہانہ انداز میں قربانی......... 458
حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام جو انہیں خراج ادا کرتے اور یہ سارا صدقہ کر دیتے......... 440

صفائی

طاعون، کرونا، دعا اور صفائی کی ضرورت 167
مسجد کے آداب اور صفائی کے تقاضے 123
مسجد میں جرابیں پہن کر آنیوالوں کو ہدایت، بو والی چیزوں کی ممانعت 123

صلح

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کا باہم اتفاق اور صلح کا اعلان و اظہار 685
رسول اللہؐ کی بحرین والوں سے جزیہ کی شرط پر صلح......... 503

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کا معاہدہ کی کچھ شرائط اور حضرت علیؓ کا نام محمد مٹانے سے انکار......... 654،653
صلح حدیبیہ کے صلحنامہ پر بطور گواہ......... 356
صلحنامہ حدیبیہ کی دو نقول اور گواہان 499

صمدانی کمیشن 466

ط

طاعون

حضرت مسیح موعودؑ کا طاعون کے زمانہ میں اعلان کروانا کہ میں اپنی جماعت کے لئے بہت دعا کرتا ہوں 165
طاعون حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ایک نشان 165
طاعون کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی کیفیت 229
طاعون، کرونا، دعا اور صفائی کی ضرورت 167
مسیح موعودؑ کے زمانہ میں طاعون سے مرنے والے کو شہید 167

طاعون عمواس

حضرت عمرؓ کی طاعون عمواس کے موقعہ پر عمومی گھبراہٹ اور پریشانی اور حضرت ابوعبیدہؓ کو واپس بلانا 516
طاعون عمواس اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 515
طاعون عمواس سے حضرت معاذؓ کی وفات 563
طاعون عمواس کی تفصیل 514

طاقت

عرب کے ماحول میں دو بڑی طاقتیں۔ کسریٰ اور قیصر 358

ظ

ظلم

پاکستان کی تعمیر میں حصّہ لینے والے اور سب سے زیادہ قربانی دینے والے احمدی.........اور اب پاکستان میں احمدیوں پر ظلم 456

ع

عجوہ

آنحضرتؐ کا دل کی تکلیف کے لیے مدینہ کی سات عجوہ کھجوروں کو گھٹلیوں سمیت پیس کر لینے کا فرمانا 357

عدت

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت کا مسئلہ پوچھنا کہ میں حاملہ تھی شوہر فوت ہو گیا اب وضع حمل ہو گیا لیکن عدت پوری نہیں ہوئی......... 33

عدل و انصاف

شام میں حضرت ابو عبیدہؓ کا عدل و انصاف پر مبنی نظام

حکومت 512

عذاب الٰہی

خلاصہ حوادثِ طبعی یا عذاب الٰہی 230

عرشہ

حضرت سعد بن وقاصؓ دورانِ جنگ درخت پر ایک عرشہ بنوایا تاکہ کمانڈر ہونے کے ناطہ وہ فوج کے ساتھ رہیں 395

عشرہ مبشرہ

حضرت سعید بن زیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 276،277

عشرہ مبشرہ کے نام 437

عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر پر فوت ہونے والے 341

عشرہ مبشرہ میں سے ایک عبدالرحمٰن بن عوفؓ 280

عشق رسولؐ

آنحضرتؐ کے قتل کا سن کر حضرت زبیرؓ کا تلوار نکال کر نکل جانا 410

بچوں میں بھی آنحضرتؐ سے عشق اور محبت 283

حضرت ابی بن کعبؓ کی محبتِ رسولؐ 536

حضرت حسان بن ثابتؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر مرثیہ 371

حضرت سعد بن ربیعؓ کا آخری سانسوں میں آنحضرتؐ سے عشق ووفا کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم کو ایک پیغام دینا 263،531

حضرت سعد بن معاذؓ کا جنگ بدر میں جوش و جذبہ اور آنحضرتؐ سے محبت و فدائیت کا اظہار 307،308،311

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے اخلاص و وفا اور آنحضرتؐ سے محبت کا اظہار 49

حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضرتؐ سے عشق و محبت کا اظہار 368

حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت ابو طلحہؓ کے بارہ میں فرمانا کہ وہ تو رسول کریمؐ کے عاشق ہے 58

عصمت انبیاء

انبیاء کو عصمتِ کبریٰ اور خلفاء کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہے 34

عصمت خلفاء

انبیاء کو عصمتِ کبریٰ اور خلفاء کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہے 34

عطا

آنحضرتؐ کا مدینہ میں مختلف قبیلوں کو جگہ عطا فرمانا 287،288

علم الادیان

ایگرو میتروک، ایک غیر احمدی دوست، علم الادیان کا ماہر، اسلامی اصول کی فلاسفی پر تبصرہ 384

علماء

نام نہاد علماء کی تقلید نہ کریں جو خود بھی ڈوب رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھی ڈبونے کی کوشش کر رہے ہیں 424

عمال

آنحضرتؐ کا 9ھ میں زکوٰۃ فرض ہونے پر عمال کو روانہ فرمانا 531

عمامہ

آنحضرتؐ کا اپنے دستِ مبارک سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سر پر سیاہ عمامہ باندھنا 286

عمرہ

حضرت سعد بن معاذؓ کا عمرہ کے لئے مدینہ جانا 304 تا 306

عنبر

بہت بڑی مچھلی جو صحابہ کی ایک جماعت کے لئے معجزانہ خوراک بنی۔ وہیل۔ آنحضرتؐ کا اس کا گوشت کھانا 501

عورت

آلڈرشاٹ جماعت کی بعض عورتوں کی غیر معمولی قربانی اور جذبہ قربانی 16

اسلام میں عورتوں کے بڑے بڑے کام جن کو آج احمدی عورتوں کو سامنے رکھنا چاہیئے 292،293

آنحضرتؐ کا عورتوں سے وعظ و نصیحت اور صدقہ کی تحریک کرنا اور عورتوں کی والہانہ انداز میں قربانی........ 458

عورتوں کی قربانی

حضرت خنساء کا جنگ قادسیہ میں اپنے بیٹوں کو بھیجنا........ 393

عیادت

ایک جنگ میں حضرت ابو ایوبؓ بیمار، امیر لشکر یزید بن معاویہ کا عیادت کے لئے آیا........ 616

آنحضرتؐ کا حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی عیادت کو جانا 43،46

آنحضرتؐ کا مکہ میں حضرت سعدؓ کی عیادت کرنا 357

حضرت سعد بن معاذؓ کے زخمی ہونے پر آنحضرتؐ کا مسجد نبوی میں خیمہ ان کے لئے لگوانا کہ انکی عیادت کر سکیں 335

عید
عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوں تو آنحضرتؐ کا ارشاد اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضور انور کا عمل 367
ویب سائٹس اور مشاورت کے نتیجہ میں عید کا اعلان 240
عید میلاد النبی
عید میلاد النبیؐ منانے والوں کو آنحضورؐ کا اسوۂ اپنانے اور تعلیم کی ضرورت ہے 549

غ

غدار
اگر غدار لڑائی میں شریک ہو تو......... 616
غزوات
حضرت سعد بن معاذ کا جنگ بدر میں آنحضرتؐ سے فدائیت کا اظہار......... ایک صحابی کا کہنا کہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تیرہ غزوات میں شامل ہوا کاش ان لڑائیوں کی بجائے یہ فقرہ کہنے والا ہوتا 311
غسل
آنحضرتؐ کو غسل دینے اور قبر میں اتارنے والے 666
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ابواء مقام مسئلہ غسل میں اختلاف 611
غلام
جِر جِس۔ غلام جسے حضرت زبیرؓ نے قسم کے کفارہ کے طور پر جنگ جمل کے دن آزاد کیا 444
حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام جو انہیں خراج ادا کرتے اور یہ سارا صدقہ کر دیتے......... 440
حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سات غلام آزاد کیے 452
حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا تنگدستی میں زہد و قناعت اور ایک مرتبہ خادمہ کی درخواست کرنا اور آنحضرتؐ کا فرمانا......... 642 تا 644
رسول کریمؐ کی غلاموں سے محبت 486
غیرت
شفیقہ صاحبہ اہلیہ جنرل ضیاء الحق۔ حُمٰی صاحبہ کی سہیلی اور ان کا جذبۂ غیرت 691

ف

فتح شام
فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرکردگی میں مصر پر حملہ اور حضرت عمرؓ کا کمک بھیجنا 416
فتح مکہ
فتح مکہ کے دن حضرت زبیرؓ کو لشکر کے ایک پہلو اور خالد بن ولیدؓ کو دوسرے اور ابو عبیدہؓ کو پیادہ لوگوں کا سردار بنایا 502
فتح مکہ کے دن حضرت عثمان بن طلحہؓ کو چابی دینا......... 660
فتح مکہ کے دن حضرت علیؓ کچھ ذمہ داریاں لینے کی درخواست فرمایا خود مانگ کے لے رہے ہو تو نہیں دوں گا 660
فتح مکہ کی کچھ تفصیل 504، 505
فتح مکہ کے موقعہ پر ابو سفیان کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ جائزہ لیتے ہوئے آنا......... 19، 20
حضرت ام ھانی کا فتح مکہ کے دن اپنے عزیزوں کو پناہ دینا اور حضرت علیؓ کا قتل کرنے کا ارادہ......... 660
حضرت عباسؓ کا ابو سفیان کو فتح مکہ کے دن ایک درے پر روک کر مسلمانوں کے لشکروں کی بابت بتانا 20
حضرت مصلح موعودؓ کا فتح مکہ کے دن کی کیفیات، تفصیل کا بیان 20
حُوَیرِث بن نُقَید کو فتح مکہ کے موقعہ پر قتل کرنا اور اس کے جرائم 661
فتح مکہ اور حضرت بلالؓ کا جھنڈا......... 468 تا 473
فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ کا حنین کی طرف روانہ ہونا 540
فتح مکہ کے بعد حضورؐ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو جَذِیمہ کی طرف بھیجنا 290
فتح مکہ کے دن آنحضرتؐ کا ہبل بت کو گرانا......... 414، 415
فتح مکہ کے دن سعد بن عبادہؓ کا کوئی ایسی بات کہنا جس کی تردید حضورؐ نے فرمائی 20، 21
فتح مکہ کے روز آنحضرتؐ حضرت بلالؓ اسامہؓ کو لیکر خانہ کعبہ کے اندر گئے اور نماز پڑھی......... 467، 468
فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس مہاجرین

کے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا تھا 356
فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت عباسؓ کا حضرت ابو سفیان کو لیکر آنحضورؐ کی خدمت میں پیش ہونا 468
فتح مکہ کے موقعہ پر فوج کے بائیں حضرت زبیرؓ اور دائیں مقداد بن اسودؓ۔ آنحضرتؐ مکہ میں داخل ہوئے......... 414
فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا ارشاد 468
فتح مکہ میں عام معافی اور امان کا اعلان 468
فتح مکہ میں مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک حضرت زبیرؓ کے پاس 411

فتنہ وفساد

فتنہ و فساد اور حقوق غصب کرنا خدا کے بندوں کا استہزاء کرنا تباہیاں لاتا ہے......... 230
فتنوں کے زمانہ میں حضرت سعدؓ کا الگ رہنا 397
حضرت عثمانؓ کے وقت کا فتنہ صحابہ سے نہیں اٹھا تھا......... 681
حضرت مصلح موعودؓ کا خلافت راشدہ کے ابتدائی حالات اور مسائل کا ذکر کرنا اور اسکی وجہ۔ اس فتنہ کے بانی صحابہؓ نہیں تھے 681
حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فتنوں کا آغاز ہوا تو اس فتنہ کو فرو کرنے میں صحابہ کی مساعی اور حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 398
فتنہ سے بچنے کا طریق قادیان کثرت سے آنا ہے 681

فتویٰ

رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے 546

فجر

فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ اور اس کا پس منظر 460

فدیہ

فدیہ دینے کی افادیت 196

فرشتے

آنحضرتؐ کی حضرت سعدؓ کی وفات پر دعا کہ جتنے افراد اس وقت گھر میں ہیں اتنی ہی زیادہ تعداد فرشتوں کی حاضر ہو......... 336

فضل عمر فاؤنڈیشن

فضل عمر فاؤنڈیشن انگریزی ڈیسک 679
حضرت مصلح موعودؓ کے غیر مطبوعہ درس القرآن جو ریسرچ سیل نے کمپوز کرنے کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن کے سپرد کئے 99
فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر 448

فقہ

حضرت معاذ بن جبلؓ کا شام کی طرف چلے جانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کی روانگی مدینہ اور اہل مدینہ کو فقہ میں......... محتاج بنا دیا ہے 546، 547

فیاضی

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی آمد اور ان کی فیاضی 137
حضرت معاذؓ کا فیاضی کی وجہ سے قرض لینا 554

فیج اعوج

آنحضرتؐ نے اگر فیج اعوج کی خبر دی تھی تو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بھی خوشخبری دی تھی 424

ق

قاری

حضرت مصعب بن عُمیر مدینہ میں قاری اور مقری اور استاد کے نام سے مشہور ہوئے 104
حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا فوت ہو جانا میاں بیوی کا کمال صبر اور آنحضرتؐ کی دعا سے نو بچے پیدا ہونا جو سب قاری تھے 64
رسول اللہؐ نے فرمایا میری امّت کے سب سے بڑے قاری اُبَیؓ ہیں 525

قاضی

آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا 662، 663
آنحضرتؐ کے صحابہ میں چھ قاضی 536

قانون قدرت

اللہ تعالیٰ کے جو قانون ہیں ان کے اندر رہنا چاہیئے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے 28

قائمقام

حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو مدینہ میں قائمقام مقرر کر کے

فارس کی طرف جانا........ 287

قبر مسیح

خلیفہ نور الدین (جمونی) کا تحفہ گولڑویہ میں محلہ خانیار سرینگر کے حوالے سے قبر مسیح کی تحقیق کا ذکر 463

قبر

آنحضرتؐ کو غسل دینے اور قبر میں اتارنے والے 666

ابو طلحہؓ، آنحضرتؐ کی ایک بیٹی کی قبر میں آپؐ کے ارشاد پر اترے اور نعش کو قبر میں اتارا 62

اہل روم کا حضرت ابو ایوبؓ کی قبر کی حفاظت اور قحط کے ایام میں ان کے ذریعہ پانی طلب کرنا 617

آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہؓ کا استخارہ کرنا کہ قبر بنانے والا جو پہلے آئے گا وہ قبر بنائے گا 65، 503

حضرت مصعبؓ کو قبر میں اتارنے والے ان کے بھائی 119

حضرت ابو ایوبؓ کا اپنا چہرہ آنحضرتؐ کی قبر لگانا 614

حضرت جابرؓ کا اپنے والد کی قبر چھ ماہ بعد بنانا اور ان کی نعش میں کوئی تغیر نہ تھا........ 591

حضرت علیؓ کا حضرت خبابؓ کی قبر پر جا کر دعا کرنا 224

قتل

ضرار بن خطاب، ھبیرہ بن ابو وہب اور عمرو بن عبد وُدّ........ اور حضرت علیؓ کا اس کو قتل کرنا 652

اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ حضرت عمرؓ کا فرمان اور اسکی تشریح 31

امیّہ بن خلف کو حضرت سعد بن معاذ نے بتایا کہ تم مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوگے........ 304، 305

آنحضرتؐ کے قتل کا سن کر حضرت زبیرؓ کا تلوار نکال کر نکل جانا 410

امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے علی کے قتل کی تفصیلی روایت 284، 285

قحط

مدینہ میں اجناس خوردنی کا قحط اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی فیاضی 297

قرأت

حضرت عثمان کا ایک قرأت پر حضرت ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق قرآن کو رائج کرنا 535

حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا آپس میں قرأت میں اختلاف اور آنحضرتؐ کا فیصلہ 541

دو صحابہ کا قرآن پڑھنے میں اختلاف اور آنحضرتؐ نے فرمایا........ سات قراءتوں میں پڑھنے کی اجازت 529

حضرت ابی ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے بارہ میں رسول اللہؐ نے فرمایا یہ قرّائے امت ہیں 525، 526

قرآن کریم

آنحضرتؐ کے زمانہ میں حضرت ابی کا ایک ایرانی کو قرآن پڑھانا 529

قرآن پڑھانے کے نتیجہ میں ہدیہ ملنا تو آنحضرتؐ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ قرآن پڑھانے کے عوض کچھ نہیں لینا 530

آنحضرتؐ کے دور میں چھ اصحاب نے قرآن جمع کیا 28

ایک ترکی دوست مہمت صاحب۔ قرآن کریم چھپوانے میں تعارف 383

آنحضرتؐ کا اللہ کی کتاب میں سب سے عظیم آیت کا حضرت ابی سے پوچھنا تو عرض کرنا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ........ 530

آنحضرتؐ کا قرآن پڑھانے کے لئے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمانا 526

پاکستان میں قرآن کریم کی اشاعت وغیرہ کے لئے جتنی روکیں کھڑی کی جارہی ہیں اللہ اس سے بہتر راستے کھولتا جارہا ہے 383

حضرت ابی بن کعبؓ 8 راتوں میں قرآن کریم کا دَور مکمل کرتے 536

خط منظور میں قرآن کریم کی طباعت 382

فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ کا حنین کی طرف روانہ ہونا اور مکّہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو چھوڑنا کہ انہیں دین اور قرآن سکھائیں 540

اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرتؐ نے دوسروں یا غلاموں کی مدد سے قرآن بنالیا 258

اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو حکم دیا کہ وہ ابی کو قرآن پڑھ کر سنائیں........ 525

آنحضرتؐ نے حضرت ابی کو قرآن سنایا 529

آنحضورؐ نے فرمایا چار شخص سے قرآن سیکھو 540
حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں قرآن کی ترتیب و تدوین کا کام شروع ہوا تو حضرت ابیؓ اس کے نگران تھے 531
آنحضرتؐ نے قرآن پڑھانے والوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی 540
حضرت عثمانؓ کا قرآن جمع کرنے میں قریش و انصار کے بارہ آدمیوں کا انتخاب 535
حضرت عمرؓ کا قرآن کے حوالہ سے حضرت ابی کا ذکر 527

قربانی

آنحضرتؐ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت اور صدقہ کی تحریک کرنا اور عورتوں کی والہانہ انداز میں قربانی......... 458
تنزانیہ۔ اِرنگا ریجن میں تبلیغی لیکچر کے بعد ایک ضعیف خاتون اور اپنا رہائشی پلاٹ مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کیا......... 381
قربانیاں دینے سے مقام ملتا ہے اور ان کا مقام اونچا ہے وہ خواہ کسی نسل کا ہو 479
افریقہ میں پرانے واقفین کی قربانیوں کے نتیجہ میں احمدیہ جماعت کی ترقی 246

قرض

حضرت ابو ایوبؓ کا حضرت امیر معاویہ کے پاس قرض کی شکایت لیکر جانا......... 613،612
حضرت جابرؓ کا بیان کہ میرے والد (عبداللہ بن عمرو) کی وفات کے بعد قرض بہت تھا 593
حضرت خبابؓ لوہار تھے اور عاص بن وائل کا قرض دینے سے انکار......... حضرت زبیرؓ کی جائیداد کی تفصیل اور قرض کی ادائیگی......... 442،441
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان کہ جب بھی مجھے زبیرؓ کے قرض کی پریشانی ہوتی تو کہا اے زبیرؓ کے مولیٰ.........تو انتظام ہو جاتا 441
حضرت قیس بن سعدؓ کی شہادت ان کی عیادت کے لئے کچھ لوگوں کا نہ آنا معلوم ہوا کہ قرض منداس ڈر سے نہیں آرہے کہ آپ تقاضا نہ کریں......... 22

قریش

حضرت عثمانؓ کا قرآن جمع کرنے میں قریش و انصار کے بارہ آدمیوں کا انتخاب 535

قسم

جِرجِس۔ غلام جسے حضرت زبیرؓ نے قسم کے کفارہ کے طور پر جنگ جمل کے دن آزاد کیا 444

قصاص

حضرت عائشہؓ کو حضرت عثمانؓ کے قصاص آمادہ کرنے والے لوگ.........جو خود حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک 443

قہرالٰہی

جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو پھر بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں 165

ک

کاتبینِ وحی

حضرت ابی بن کعبؓ اسلام سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے 525
آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپؐ کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعب 527
پندرہ کاتبینِ وحی میں......... 525،437
کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا سب سے پہلے رواج ڈالنے والے ابی بن کعبؓ 527

کھانا

حضرت ابو طلحہؓ کا آنحضرتؐ کی آواز میں کمزوری محسوس کر کے کچھ کھانا بھیجنا......... 61

کتب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دو کتابیں بڑی اچھی ہیں ہر احمدی کو بھی پڑھنی چاہئے......... 386

کتب مسیح موعودؑ

احمدی کی تربیت کے لئے ایم ٹی اے، خلیفہ کے خطبات و خطابات اور مسیح کی کتب کا مطالعہ 681

کھجور

ایک غزوہ میں حضرت سعد بن عبادہؓ کا کئی اونٹوں پر کھجوریں لاد کر مسلمانوں کے لئے حضورؐ کی خدمت میں بھیجنا 19

کذب

کسی حدیث میں کذب کا لفظ لکھا بھی ہو تو اس کے معانی........ 79

کرتہ

شیر زمانؓ۔ صحابی، قادیان سے واپسی پر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ایک کرتہ مبارک تحفہ میں ملنا 518

کروناوائرس

Contagion 2011ء کی ایک فلم جس میں ایک وائرس کا ذکر ہے اس کی کہانی میں ایک وائرس کے پھیلاؤ 145
آجکل وائرس کے دنوں میں خدام الاحمدیہ کی انسانی ہمدردی کے جذبہ کے تحت انسانی خدمت 188، 189
کرونا وائرس کی وجہ سے گھروں میں جمعہ ادا کرنے کی ہدایت........ 150
دعا کی تحریک کرونا کے ایام 150
ڈیلی ٹیلیگراف میں کروناوائرس کے حوالہ سے ایک آرٹیکل 145
کروناوائرس اور روزہ 197
کروناوائرس کے متعلق لوگوں کے تبصرے اور تجزیے 145، 146
کروناوائرس کی وجہ سے برطانیہ میں پابندیاں اور 27 مارچ کا خطبہ جمعہ........ پیغام کی شکل میں نشر ہوا 149 تا 152
کرونا وائرس کی وجہ سے گھروں میں نماز، درس وغیرہ کی ہدایت 150
کروناوائرس کی وجہ سے ہدایات اور دعا 138
کروناوائرس نے دنیا کو اس بات پر سوچنے پر مجبور کر دیا کہ خدا کی طرف رجوع کریں 146
Bloomberg میں شائع ہونے والا مضمون کرونا وائرس کی بابت 146
The Times میں ایک مضمون بابت کروناوائرس 146
اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس وبا نے کتنا پھیلنا ہے 124
امریکہ کا ایران اور چین پر الزام کہ صحیح اطلاع نہیں دی وغیرہ 198
ان دنوں میں جماعت احمدیہ کی خدمتِ خلق اور اس کی اچھی رپورٹس........ اور دنیاداروں کو راستہ دکھانے کا باعث 231
آجکل کے حالات کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس اور حضور انور کی ہدایات اور دعا کی تحریک 162، 163
تمام ضروری احتیاطیں اور حکومتی پابندیوں پر عمل کرنے کی ہدایت 166
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مضمون حوادث طبعی یا عذاب الٰہی۔ اور اس کو آجکل کروناوائرس کے ساتھ ملانے والے........ حضور کی رہنمائی 229
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد وباؤں اور امراض اور زلازل کا زیادہ ہونا........ اور ہماری ذمہ داری 124
خدا کے حضور جھکنا چاہیئے یہ تبصرہ کہ یہ نشان ہے اس لئے احتیاط یا علاج کی ضرورت نہیں........ 165
دنیا بھر میں پریشانی کی کیفیت........ 164
طاعون، کرونا، دعا اور صفائی کی ضرورت 167
کاروباری احمدیوں کو خاص طور پر ہدایت کہ ان دنوں میں ضروری منافع کی کوشش نہ کریں........ 168
کرونا / کووڈ کے دوران حضور انور کا چند سربراہانِ حکومت کو دوبارہ خط لکھنا 586
الحکم میں سلسلہ کہ آجکل پابندی کی وجہ سے وقت کیسے گزارا جا رہا ہے 150
کرونا اور امریکہ اور دنیا میں بے چینی کی فضا اور دعا کی تحریک 268، 269
آجکل کے حالات میں بعض روحانی فائدے، گھروں کا ایک نیا ماحول بن گیا ہے........ 189
کرونا کو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کی طاعون سے ملانا اور کہنا جو احمدی اس میں مبتلا ہوئے اُن کا ایمان کمزور تھا یہ کہنے کا کسی کو حق نہیں 165
کرونا کے حوالہ سے حضور انور کی ہدایات اور رہنمائی اور دعا 122، 147، 148
کرونا کی وبا سے یوکے کا جلسہ سالانہ نہ ہونا جس کے متبادل کے طور پر ایم ٹی اے کے پروگرامز دیکھنے کا ارشاد 373 تا 390
کرونا کی وجہ سے گھروں میں رہنے کی وجہ سے بعض بہتری کے پہلو اور تربیت اور جماعت سے تعلق میں اضافہ 373
مَرسِیلَا صاحبہ۔ انڈونیشیا (ٹنگرینگ) شوہر کی کرونا کی وجہ سے نوکری چلا جانا۔ خواہش تھی کہ تحریک جدید کا چندہ ادا کریں۔

ایک خواب اور پھر بنک میں غیب سے رقم آنا......... 573،574
وباء سے بچنے کے لئے دعا کی تحریک اور سائنس دان جو کوشش کر رہے ان کی مدد کریں 198
اس وائرس کا کوئی علم نہیں اور ہومیو پیتھی ادویات 122
کرونا وائرس کی وجہ سے جلسہ یوم مسیح موعودؑ کا ہر جگہ نہ ہونا اور اسکی جگہ ایم ٹی اے پر پروگرام جسے دیکھنے کی تحریک 139
کرونا وائرس کی وجہ سے حضور انور کا مسجد میں خطبہ دینے قبل یہ وضاحت کہ پابندیوں کی وجہ سے......... سامنے کوئی ہو یا نہ ہو خطبہ دیا جا رہا ہے 153
دنیا داروں اور حکومتوں کا ردّ عمل جو مزید تباہی کی طرف لے جانے والا ہے 230

کفار مکہ

آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد کفار مکہ کا یہود مدینہ کے نام خط اور خونی ارادے اور کوششیں 303
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ کفار کو آئندہ سے ہمت نہیں ہو گی کہ ہم پر حملہ کریں۔ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر 334

کفارہ

جِر جِس۔ غلام جسے حضرت زبیرؓ نے قسم کے کفارہ کے طور پر جنگ جمل کے دن آزاد کیا 444

کفالت

حضرت علیؓ کو آنحضرتؐ نے کفالت میں لیا۔ اس کی تفصیل 621

کفن

حضرت حمزہؓ کے لئے حضرت صفیہؓ (آپ کی بہن) کا دو چادریں بطور کفن لانا......... 412
حضرت خبابؓ کے سامنے ان کا کفن لایا گیا جو قباطی کپڑے کا تھا۔ ایک کپڑا جو مصر میں تیار ہوتا ہے......... رونے لگے 223
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا آخری جبہ بطور کفن پہنانے کی وصیت کرنا جو غزوۂ بدر میں پہن کر شامل ہوئے تھے 401

کمانڈر

سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے کمانڈر انچیف 33
جنگ جِسر میں مسلمانوں کے نقصان کے بعد حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کے مشورہ پر حضرت سعدؓ کو کمانڈر بنا کر بھیجنا 671
کچھار کے شیر۔ سعد بن مالکؓ اسلامی فوج کے کمانڈر 287

گ

گری پڑی چیز ملے

کوئی چیز گری پڑی ملے تو ایک سال اعلان کرو 537

گواہ

حضرت سعد بن عبادہؓ کا کہنا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھوں تو چار گواہ لاؤں......... آنحضورؐ کا فرمانا 27

گورنر

حضرت سعید بن زیدؓ کو دمشق کا گورنر بنایا جانا لیکن انہوں نے جہاد کو ترجیح دی 277
حضرت علیؓ نے کوفہ منتقل ہونے کے بعد حضرت ابو ایوبؓ کو مدینہ کا گورنر بنایا 612

گیمز

حضور انور کا بچوں کو گیمز سے روکنا تو والدین پریشان ہوئے کہ ہم کس طرح بچوں کو روکیں گے......... 254

گھمبیر

حضرت سعد بن وقاصؓ کو ران پر ایک پھوڑا نکل آیا جسے گھمبیر کہتے ہیں......... 395

گھوڑے

بدر کے دن نبی کے ساتھ دو گھوڑے 411

ل

لاک ڈاؤن

لاک ڈاؤن کی وجہ سے احمدیوں کے گھروں میں نیک تبدیلی 228
یوکے میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے یہ شرط کہ خطبہ تو آپ دے سکتے ہیں لیکن مؤذن کے علاوہ اور کوئی سامنے نہ ہو 575

لحد

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی لحد کے بارہ میں وصیت 401

لشکر اسامہ

لشکر اسامہ کی روانگی اور اس کے بعد مدینہ کی حفاظت کے لئے پہرہ اور ان کی نگرانی 670

لعاب
حضرت علیؓ کو خیبر کے موقعہ پر جھنڈا دیا جانا اور دُکھتی آنکھوں پر لعابِ دہن لگانا 657،656،655
لہسن
آنحضرتؐ کا لہسن والے/پیاز والے کھانے کو ناپسند فرمایا 608
لیف لیٹس
دنیا بھر میں لیف لیٹس کی تقسیم کا منصوبہ اور اس پر عمل کی رپورٹ 387،386

م

مالِ غنیمت
بنو نضیر کا سارا مالِ غنیمت مہاجرین میں تقسیم فرمانا سوائے دو ضرورت مندوں کے سہل بن حنیفؓ اور ابو دجانہؓ 318
مال/مالی قربانی، نیز دیکھئے چندہ جات، تحریک جدید، وقف جدید
آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے مطابق مال آئیں گے لیکن ہمیں اپنے دین کو بھول نہیں جانا چاہیئے۔ آج مسلمان لیڈروں کی حالت......... 503
(تحریک جدید) کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے نوازنے کے واقعات اور ان کی اہمیت 572تا580
ایک دوست کا ایک ہزار یورو کا وعدہ تھا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے اس کا حصول مشکل، لیکن دعا اور شدید خواہش کو اللہ نے پورا کیا اور ہزار یورو بونس کے طور پر مل گئے 575
انڈونیشیا کے ایک دور دراز جزیرے میں میاں بیوی جو سارا سال چندے کی رقم بکس میں جمع کرتے ہیں اور چندہ کی برکات 4
بنگال کے ایک دوست روزانہ دکان کھولتے ہی سو روپیہ چندہ کے لئے ایک بکس میں۔ ایک دن بہت کم گاہک تو اگلے روز تین سو ڈالا اور اللہ سے سودا کیا......... 8
آلڈرشاٹ جماعت کی مالی قربانی اور اخلاص 16
برکینا فاسو۔ کاری میں مسجد کی تعمیر اور لوگوں کے اخلاص اور قربانی کے ایمان افروز نظارے 381
برکینا فاسو۔ عبدو صاحب، جب سے چندوں میں باقاعدگی کی تو کام میں برکت......... 10
انڈونیشیا کے ایک دوست کا چندہ وقف جدید ادا کرنا اور اس کی برکت سے زمین مہنگے داموں بک گئی 5
تنزانیہ، آمنہ بی بی، ہر سال محدود آمدن کے باوجود چندہ جات کی ادائیگی میں سر فہرست، لیکن اب مالی مشکلات کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ رات کو اٹھ کر خدا کے حضور دعا تو ایک عزیز کا فون آیا اور رقم کا انتظام 579
چندہ دینے کی اہمیت اور اس کی غیر معمولی برکات کا تذکرہ 2تا12
مالی کے ایک معمر احمدی یاتارا تراوڑے کی زمین پر کسی نے قبضہ کر لیا تو چندہ زیادہ دینا شروع کر دیا......... 575،574
حضرت صہیبؓ کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا اور مشرکین کا روکنا۔ اپنا سارا مال دے کر ہجرت کرنا......... 260،259
حضرت طلحہؓ کا حضرت عثمانؓ کے ہاتھ ایک زمین سات لاکھ درہم میں فروخت کی......... 136
حضرت طلحہؓ کی بعض مالی قربانیوں کی بناء پر آنحضرتؐ نے انہیں فیاض قرار دیا 131
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا ایک زمین کا حصّہ حضرت عثمانؓ سے چالیس ہزار درہم میں خرید کر ضرورت مندوں اور امہات المؤمنین میں تقسیم کرنا......... 297،296
حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور ان کی بیوی کا مالی قربانی کرنا اور منشی اروڑہ صاحب کا ناراض ہونا......... 3
خدا کی محبت کے حصول کی خاطر مالی قربانیوں کا سلسلہ پہلے بھی تھا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے 3
البانیہ کے دالیب جرجی صاحب کی معمولی آمدن۔ دل پر بوجھ کہ کئی مہینوں سے چندہ نہیں دیا......... 580
غریب لوگوں کی طرف سے مالی قربانی اور ایک غلط فہمی کا تدارک 2
فاطمہ ویرونیکا۔ ارجنٹائن کی نومبائع۔ غیر معمولی مالی قربانی 573
فرانس کے ایک عرب دوست مالی پریشانی کا شکار اور کسی نے 20یورو دیئے وہ بھی وقف جدید میں دے دیئے 7،6
لینار عبد الرحمانوف صاحب۔ قازقستان مالی قربانی کے نتیجہ میں گھر میں بہت سی برکات 578
مالی قربانی کا ادراک احمدی بچوں میں بھی 579

مالی قربانی کے ساتھ ساتھ بیوی بچوں کے حقوق اور ضروریات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے 572
مالی کے ایک نومبائع احمد جَلَا صاحب۔ مالی مشکلات اور ایک خواب جس کے نتیجہ میں ان کا عہد کہ کچھ بھی ہو آئندہ سے چندہ کی ادائیگی میں سستی نہیں کرنی......... 9
مَرسِیلَا صاحبہ۔ انڈونیشیا شوہر کی کرونا کی وجہ سے نوکری چلا جانا اور بہت مشکل حالات۔ خواہش تھی کہ تحریک جدید کا چندہ ادا کریں......... 574،573
موسیٰ صاحب۔ بَصّے گیمبیا تحریک جدید چندہ میں دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تہجد میں دعا کی ترغیب سے انتظام ہو گیا......... 577
نور صاحبہ انڈونیشیا کرونا کی وجہ سے مالی مشکلات، بچوں کے لئے کھانا بھی نہ تھا، خود بھوکے رہے......... جو پیسے بُوگی میں جمع تھے بچوں کی رقم چندہ میں دے دی......... غیب سے مدد 574
نیکیوں اور مالی قربانیوں کی اہمیت اور ضرورت اور جماعت کے اقرار 570
وقفِ جدید کے حوالہ سے مالی قربانیوں کا تذکرہ 3تا12

اموال غنیمت

بنو نضیر کا اموال غنیمت کی تقسیم کا معاملہ اور سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کا کہنا کہ سارا مہاجرین میں تقسیم کر دیں لیکن ہمارے گھروں میں بھی رہیں......... 318،317

اموال کی تقسیم

غزوۂ حنین / غزوۂ ہوازن میں بہت سے اموال کا حصول اور مہاجرین میں تقسیم پر انصار کے دلوں نے محسوس کیا تو......... 22

مبارزت

غزوۂ بدر میں مبارزت کی تفصیل 637

مثلہ

آنحضرتؐ کا حضرت حمزہؓ کی مثلہ شدہ لاش دیکھنا اور......... 264
حضرت جابر بن عبداللہ کے والد کا جنگ احد کے دن مُثلہ کیا گیا 588
احد کے دن شہداء کا بہت بری حالت میں مثلہ کیا گیا تھا 412

مجلس

حضورؐ کا فرمانا کہ اللہ ابن رواحہ پر رحم کرے اسے ایسی مجالس سے محبت ہے جس پر فرشتے فخر کرتے ہیں 43

مجلس شوریٰ

حضرت عمرؓ کا چھ افراد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنانا 407
حضرت عمرؓ کا مجلس شوریٰ کا قیام اور حضرت ابیؓ ممبر 532

محاصرہ

مصریوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ 672

محاورہ

أَعْمَاكَ اللّٰهُ كَمَا أَعْمَى أَرْوٰى عربی محاورہ، اس کا پس منظر 278

محبت واخلاص

امریکہ جیسے مادی سوچ رکھنے والے......... خلافت سے محبت واخلاص 251
بینن نومبائع کا اظہار محبت واخلاص خلافت سے 252
مولویوں کی بڑیں کہ افریقہ میں مشن بند کرا دیئے جبکہ افریقن احمدیوں کی محبت و اخلاص کے نظارے 249،248
بوسنیا کے دوست کا کہنا کہ دبئی ائیر پورٹ پر ایک فیملی سے ملاقات ہوئی تو ایک تین چار سالہ بچی کا کہنا کہ سب سے بڑی خواہش پیارے حضور سے ملنا چاہتی......... 253
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ساتھ محبت کے واقعات 242
حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا 496

محرّم

انگریزی سال کے شروع ہونے پر مبارکبادیں اور اسلامی کیلنڈر کے پہلے مہینہ میں قتل وغارت......... 424
محرّم کا مہینہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ کہانی 431
محرم کو ایک دوسرے سے محبت اور پیار کا مہینہ بنائیں 425
اس مہینہ میں امتِ مسلمہ کے لئے امن و سلامتی کی دعا کی تحریک 435
محرّم کے مہینہ میں دعاؤں اور درود شریف پڑھنے پر زور دیں 435

محل

کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے محل بنایا تو اس کی چھان بین کے لئے حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کو بھیجا......... 86

مخالفت

پاکستان میں مخالفت کا زور اور ممبران اسمبلی کا جھوٹی باتیں منسوب کرکے عوام کے جذبات کو بھڑکانا......... 419

پاکستان میں مخالفت کی شدید لہر اور دعا کی تحریک......... 508
جتنی مخالفت ہوتی ہے احمدیت اتنی ہی ترقی کرتی ہے 369
پشاور کے علاقہ میں مخالفین احمدیت کی مہم اور......... 418
مخالفین کی کوششیں ان شاء اللہ ایک دن ہوا میں اڑ جائیں گی اور اللہ کی تائید ہمارے ساتھ ہوگی اور اب بھی ہے 390

مُدّ

آنحضرتؐ کا مدینہ کے بارہ میں دعا کرنا کہ ہمارے صاع اور مُدّ میں برکت رکھ دے......... 455

مرثیہ

حضرت حسان بن ثابتؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر مرثیہ 371

مردم شماری

حضرت سعدؓ کا عراق کی مردم شماری کرنا 394

مرکز

قادیان کثرت سے آؤ......... یعنی مرکز سے تعلق رہے اور خلافت سے بھی 681

مزاح

صحابہ کا آپس میں مزاح 260

مساجد

دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی تعمیر شدہ یا ملنے والی مساجد کی تعداد اور تفصیل 378

مسجد

آنحضرتؐ کا نماز جنازہ مسجد کے اندر پڑھنا......... 401
برکینا فاسو۔ زینب صاحبہ کا دو سال تک نرسنگ سکول میں داخلہ کے لئے ٹیسٹ دینا لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ مسجد کی تعمیر میں پیسے دیئے تو حکومت کے اخراجات پر سلیکشن ہوگئی 381، 382
تنزانیہ کے ایک ریجن میں مسجد کی تعمیر اور الٰہی تائید کے نشان 380
حضرت ابیؓ کا ناراض ہونا کہ مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کیا جائے 537
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات پر ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ان کا جنازہ لیکر مسجد آئیں تا کہ وہ بھی ان کا جنازہ پڑھیں اور بعض لوگوں کا اعتراض کہ جنازے مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تو حضرت عائشہؓ کا جواب 401
حضرت عتبان بن مالکؓ نظر کی کمزوری کی وجہ سے گھر میں مسجد بنانا اور آنحضرتؐ کا تشریف لانا اور......... 609، 610
گوئٹے مالا میں پہلی مسجد بیت الاوّل کے 31 سال بعد مسجد نور کی تعمیر اور اسکی تفصیل 378
مالی۔ ڈیما میں مسجد کی تعمیر پھر رکاوٹ اور بعد میں وہ ختم اور پھر اجازت اور اچھا اثر 380
مسجد کے آداب اور صفائی کے تقاضے 123
مسجد میں جرابیں پہن کر آنیوالوں کو ہدایت 123
ملاوی میں پہلی مسجد کی تعمیر اور اسکی تفصیل 379
میکسیکو میں بطور سنٹر اور مسجد عمارت کی خرید 380

مسلمان

آج مسلمان لیڈروں کی حالت......... 503
اسلام کے مخالفین کے جواب میں اگر مسلم امت کوئی مستقل حل چاہتی ہے تو تمام مسلم دنیا اکٹھی ہو......... 585
آجکل کے مسلمانوں کا ایمان اور کلمہ پڑھنا لیکن دل شرک سے بھرے ہوئے......... 548
جارج نامی رومی قاصد جو جنگ یرموک کے موقعہ پر سفیر بن کر آیا اور مسلمان ہوگیا 509، 510
مسلمان اختلافات میں مبتلا ہو کر کمزور کر رہے ہیں 424
مسلمانوں کا حمص سے اپنی فوج کو واپس بلانا اور عیسائیوں کو ان کا جزیہ واپس کرنا......... 509
مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنانے کے لئے جماعت احمدیہ کا قیام 423
مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر دعاؤں کی تحریک 583
مسلمانوں میں اتفاق واتحاد نہ ہونے کا نتیجہ 584

مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعودؑ کا فرمانا مجھے حسین سے نسبت تو ہے لیکن نتیجہ وہ نہیں نکلے گا 434
حضرت مسیح موعودؑ کا مقام 425
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک بیمار بچہ کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھنا اور فرمانا انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا......... ستر سال تک زندہ رہا 520
آفات اور بلاؤں کا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے خاص تعلق 229
حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں 239

مسیحؑ
مسیحؑ کی قوم کی اس سے محبت.........اور آنحضرتؐ.......... 486
مشن ہاؤسز
دوران سال 97 مشن ہاؤسز کا اضافہ اور اسکی تفصیل 382
مشورہ
آنحضرتؐ اور خلفاء کا دوسروں سے مشورہ لینا......... 36، 37
جنگ احزاب میں آنحضرتؐ کا سلمان فارسیؓ سے مشورہ 36
حضرت سعد بن عبادہؓ کے بارہ میں یہ ہدایت کہ خلفاء ان سے مشورہ لیتے تھے......... 37
مصافحہ
خلیفہ ثالثؒ کا دورۂ افریقہ.........ایڈریس اور سوال وجواب میں بہت دیر ہوگئی اور جب خاصا وقت گزر چکا تو ہمارے مبلغ نے اعلان کیا کہ مصافحے نہیں ہوں گے......... 246
گو مصافحہ سے تعلق اور محبت بڑھتی ہے لیکن کرونا کے دنوں میں پرہیز بہتر ہے اور جو پہلے شور مچایا کرتے تھے کہ عورتوں سے مصافحے نہیں کرتے......... 123
مصلح موعودؓ
حضرت مصلح موعودؓ کا اپنے مصلح موعودؓ ہونے کی بابت اعلان......... 95، 98
آج دنیا گواہ ہے کہ اس موعود بیٹے نے دنیا کے کناروں تک شہرت پائی 92
حضرت خلیفہ ثالثؒ کا حضرت خلیفہ ثانیؓ کے علوم ظاہری وباطنی کے پُر ہونے کے متعلق فرمانا کہ میں اس کے ہزارویں حصّہ میں بھی نہیں جاسکتا......... 100
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک خطبہ میں حضرت خلیفۃ ثانیؓ کے کاموں کا جائزہ 99
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دو کتابیں بڑی اچھی ہیں ہر احمدی کو بھی پڑھنی چاہئیے......... 386
حضرت مصلح موعودؓ اور مال میں وصیّت 357
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت ابو طلحہؓ کے بارہ میں فرمانا کہ وہ تو رسول کریمؐ کے عاشق ہے 58
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت خبابؓ کے مظالم کا ذکر 219
حضرت مصلح موعودؓ کا شعر وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں......... 434
حضرت مصلح موعودؓ کا فتح مکہ کے دن کی تفصیل کا بیان 20
حضرت مصلح موعودؓ کے کاموں کی تفصیل 99
پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ کا ہوشیار پور کے جلسہ میں ذکر 91
مصلح موعودؓ حضرت مسیح موعودؑ کی کسی آئندہ نسل سے تین چار سو سال کے بعد آئے گا.........اس کا جواب 92
معافی
فتح مکہ میں عام معافی اور امان کا اعلان 468
معاہدہ
آنحضرتؐ کا مدینہ تشریف آوری پر یہود کے ساتھ معاہدہ اور کعب بن اشرف کی سازشیں......... 315
حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کی طرف پہنچا کہ کیوں غداری کی اور ان کا جواب میں گندی زبان استعمال کرتے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کا اعلان......... 320
معجزہ
آنحضرتؐ کی برکت سے تھوڑے سے کھانے میں ستر اسی آدمیوں کا سیر ہونا......... 61
حضرت طلحہؓ کی ٹانگ میں لنگراہٹ تھی، جنگ احد میں آنحضرتؐ کو اٹھا کر چلے۔ تو ہمیشہ کے لئے لنگراہٹ دور ہوگئی 133
فرانس کے ایک دوست مالی پریشانی کا شکار اور کسی نے 20 یورر دیئے۔ وہ چندہ وقف جدید میں دے دیئے تو ایک ایسا معجزہ ظاہر ہوا کہ......... 6، 7
معرکہ شام
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کا معرکہ 277
معرکہ نہاوند 395
معزول
حضرت عثمانؓ کا حضرت سعدؓ کو کوفہ کا والی بنانا اور تین سال بعد معزول کرنا......... 397
حضرت عمرؓ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کرنا 504
مفسدین مدینہ
مفسدین مدینہ کا حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو خلیفہ بننے کا کہنا اور ان کا انکار اور کہنا کہ اگر کوئی خلیفہ نہ ہوا تو ان

سمیت کو قتل کر دیں گے 675
مقدمات
توہین رسالت کے قانون کے تحت سزائے موت کا پہلا مقدمہ 29/اکتوبر 1991ء کو تھانہ شاہدرہ میں ہوا 679
حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مقدمہ میں انگریز وکیل کیا 36
پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک الجزائر کی عدالت کے جھوٹے مقدمات میں ماخوذ احمدیوں کو رہا کرنا.........690
منافقین
سُوَیْلِم یہودی کے گھر میں منافقین کا جمع ہونا......... 134
مہاجرین
رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے 546
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد خلافت کے متعلق انصار اور مہاجرین کے درمیان میں ہونے والے اختلاف کی تفصیل 503، 504
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ مہاجرین میں سے سب سے آخر پر وفات پانے والے 401
حضرت سعد بن معاذؓ کی انصار مدینہ میں وہ پوزیشن جو مکہ کے مہاجرین میں حضرت ابو بکرؓ کو 302
حضرت عمرؓ کی اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیّت مہاجرین و انصار کے حقوق کا خیال کرے 155
مہر
ابو طلحہؓ نے حضرت ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو انہوں نے کہا میں مسلمان ہوں تو مشرک......... اسلام قبول کر لو یہی میرا مہر ہو گا......... 55
مہمان نوازی
حضرت ابن عباسؓ کا مہمان نوازی کرنا......... 612، 613
مؤاخات
مکہ میں مؤاخات کی تفصیل 409، 635
حضرت بلالؓ کی مؤاخات 454
حضرت سعد بن ربیع اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان ہجرت مدینہ کے موقعہ پر مؤاخات......... 280، 263
حضرت سعد بن عبادہ کی مؤاخات کے حوالہ سے ایک درستی اور وضاحت 16، 17
حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو مکہ ہجرت سے قبل ان دونوں کے درمیان مؤاخات اور مدینہ ہجرت کی تو حضرت طلحہؓ کی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے درمیان 131
حضرت علیؓ کی مؤاخات سہل بن حنیف کے ساتھ 635
مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں 100 صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی 635
مکہ میں مؤاخات اور حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنانا 635
مؤاخات غزوۂ بدر سے قبل ہوئی تھی 17
موت
حضرت خبابؓ کا کہ اگر آنحضرتؐ نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ موت کی تمنا جائز نہیں تو میں موت کی تمنا کرتا......... 223
مؤحد
اسلام سے پہلے آنحضرتؐ مؤحد تھے 270
زید بن عمرو کا اپنے مؤحد ہونے پر فخر......... 272
میراث
اسلام میں میراث اور ورثہ کی تعلیم اور حضرت سعد بن ربیعؓ......... حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک نوٹ 267، 268
مینجمنٹ ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ
گیمبیا کے مشہور ادارے مینجمنٹ ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ کے بانی 447

ن

ناراض
آنحضرتؐ نے فرمایا ابو بکرؓ شاید تم نے لوگوں کو ناراض کر دیا......... 482
ناظر اعلیٰ
انعام غوری صاحب۔ ناظر اعلیٰ قادیان 493
ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی
بشریٰ اکرم اہلیہ محمد اکرم باجوہ کا ذکرِ خیر ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی پاکستان 362
نام
عبد اللہ بن زبیرؓ۔ آنحضرتؐ نے نام رکھا 409
نبی
اطاعت کے لحاظ سے خلیفہ اور نبی میں کوئی فرق نہیں 34

طُلَیْحَہ اَسَدِی کا نبوت کا دعویٰ 670
مسیلمہ کذاب کا جھوٹی نبوت کا دعویٰ اور مدینہ پر لشکر کشی ....
جنگ یمامہ........ 598
نسل
حضرت علیؓ کی بارہ نسل تک بارہ امام پیدا ہونا 626
نشاۃ ثانیہ
اب اسلام کی تبلیغ اور نشاۃ ثانیہ حضرت مسیح موعودؑ سے وابستہ ہے 374
نصائح
اخلاقی معیاروں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نصائح 235
حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آنحضرتؐ کی نصائح 555
حضرت ابو بکرؓ کا لشکر روانہ کرتے وقت نصائح 505
حضرت مسیح موعودؑ کی دنیا کو عمومی نصیحت 143
حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح 232
ہر واقفِ زندگی اور کارکن کے لئے ضروری نصیحت اپنی آنکھیں اور کان کے لئے رکھنا اور زبان بند رکھنا اور اس کے ساتھ دعا کرتے رہنا 171
نظارت اشاعت
نظارت اشاعت کو ہدایت کہ (نور القرآن) کتاب کے حاشیہ میں یہ لکھنا کہ سہو ہے 79
نظام
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اسلام آباد قومی اسمبلی میں نہیں ہونا 66
نعش
حضرت جابرؓ کا اپنے والد کی قبر چھ ماہ بعد بنانا 591
حضرت طلحہؓ کا خواب میں کسی کو کہنا کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹا دو۔ حضرت ابن عباسؓ سے خواب کا ذکر اور نعش میں کوئی فرق نہ آیا تھا سوائے بالوں میں کچھ فرق........ 137
نکاح
ابو طلحہؓ نے حضرت ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھجوایا 55
بنو بکیر کا آنحضرتؐ کی خدمت میں اپنی بہن کے نکاح کے لئے درخواست کرنا اور آپ کا حضرت بلالؓ کا نام تجویز کرنا........ 477،476
نکسیر کی بیماری
نکسیر کی بیماری پھیلنا اور حضرت عثمانؓ کا اس سے بیمار ہونا 438
نماز جمعہ
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کا جمعہ کی نماز آپؐ کے پیچھے پڑھنے کے لئے ایک مہم سے رکنا جس پر آپؐ نے فرمایا........ 49
نماز جنازہ
آنحضرتؐ کا سہیل بن بَیْضَاء کی نماز جنازہ مسجد کے اندر پڑھنا........ 401
حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ میری نماز جنازہ صہیبؓ پڑھائیں گے اور تین دن تک امامت کروائیں جب تک کہ خلیفہ بنانہ لیا جائے 262
حضور انور کا فرمانا کہ بہت سارے لوگ نماز جنازہ کی درخواست کرتے ہیں........ ان کے نام تو نہیں پڑے جاسکتے لیکن میں ان کو شامل کر لیتا ہوں........ 494
شہدائے احد کی نماز جنازہ پر تفصیلی ذکر 588تا591
نماز
فقہاء کی بحث نماز باجماعت جمعہ ترک کرنے کی بابت بارش وغیرہ کسی مجبوری میں 151
ایک بار حضرت مُعاذؓ کی لمبی نماز کی شکایت پر آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں مشکل میں ڈالتے ہو 543
آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ کا چھپ کر نماز پڑھنا 624،623
آنحضرتؐ کا نماز میں ایک آیت پڑھنا بھول جانا 528
تہجد اور نمازوں کی تلقین 232
وہ صحابہ جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 437،135
حضرت زبیرؓ کی شہادت نماز کے دوران 159
حضرت سعدؓ کی نماز کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے پاس شکایت 396
حضرت معاذؓ آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر اپنے لوگوں کے پاس آکر نماز پڑھاتے 542
غزوۂ تبوک میں آنحضرتؐ کا نمازیں جمع کرنا 549
کرونا وائرس کی وجہ سے گھروں میں نماز، درس وغیرہ کی ہدایت 150
نہر
جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ نے نہر

جاری کی 591

نوحہ

حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ کا ان کی وفات پر نوحہ اور شعار 338

نوحہ کرنے کی ممانعت اور......... 25

نیزے

نجاشی حبشہ نے تین نیزے تُحفۃً بھیجے 473

نئی جماعتیں

گوئٹے مالا۔ کوبان شہر میں نئی جماعت کا قیام 377

پاکستان کے علاوہ اس سال دنیا بھر میں نئی جماعتوں کے قیام کی تفصیل 375

ہ

ہبہ

آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو زمین ہبہ کرنا 437،438

آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو کھجور کا باغ دینا 437

حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کچھ رقم پچاس ہزار درہم جو واپس کرنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں ہبہ کر دی 136

ہجرت

آنحضرتؐ کو ہجرت کی بار بار خبر دیا جانا اور جس جگہ کا دکھایا جا رہا تھا وہ یمامہ لیکن جلد ہی یہ خیال دل سے نکال دیا گیا 115

ہجرت کے وقت حضرت علیؓ کی قربانی 627،628،629

حضرت مصلح موعودؓ کی قادیان سے ہجرت کرنے کے بعد خصوصی نصیحت کہ پریشان نہیں ہونا چاہیئے......... 455

مہر مختار احمد آف باگڑ سرگانہ کا 74ء کے حالات سے تنگ آکر ربوہ ہجرت کر آنا۔ زمین فروخت کرنا......... 245

ہجرت حبشہ

حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت اور کفار مکہ کا تعاقب 303

حضرت زبیرؓ کا حبشہ کی دونوں ہجرتوں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔ وہاں منذر بن محمد کے پاس ٹھہرنا 409

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی دو ہجرتیں 104

ہجرت حبشہ کی کچھ تفصیل 105

ہجرت مدینہ

آنحضرتؐ کا مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے مکہ سے نکلنا 628

آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپؐ کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعب 527

آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد قریش مکہ کا مدینہ والوں کو تہدیدی خط اور ان لوگوں کا ردّ عمل......... 302

آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد کفار مکہ کا یہود مدینہ کے نام خط 303

آنحضرتؐ کی ہجرت مدینہ کے بعد کفار مکہ کے خونی ارادے 303

حضرت زبیرؓ کا حبشہ کی دونوں ہجرتوں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔ وہاں منذر بن محمد کے پاس ٹھہرنا 409

حضرت سعد بن ربیع اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان ہجرت مدینہ کے موقعہ پر مؤاخات 263،280

حضرت صہیبؓ کا مکہ کا مدینہ ہجرت 259،260

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو مکہ ہجرت سے قبل ان دونوں کے درمیان مؤاخات اور مدینہ ہجرت کی تو حضرت طلحہؓ کی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے درمیان 131

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کو مدینہ ہجرت کرتے ہوئے خَرّار وادی میں شامی کپڑے پہنانا 131

حضرت علیؓ کا ہجرت مدینہ 627

حضرت مصعب بن عمیرؓ کا چھپ کر اسلام قبول کرنا۔ پتہ چلنے پر والدین نے قید کر لیا اور پھر خاموشی سے ہجرت مدینہ......... 104

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی دو ہجرتیں 104

حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت صہیبؓ کی ہجرت مدینہ کا ذکر 260

مدینہ کی طرف سب سے آخر ہجرت کرنے والے 259

مدینہ ہجرت کے بعد صحابہ کا بیمار ہونا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کا مکہ کی جدائی میں اشعار پڑھنا 454،455

ہجرت مدینہ کے بعد کفار کے حملہ کی پریشانی اور خوف 345

ہدیہ

حضرت معاذؓ کو آنحضرتؐ کا یمن کی طرف بھیجنا اور انہیں ہدیہ قبول کرنے کی اجازت دینا 554

ہرن

حضرت سعدؓ کو آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ ہرن دکھایا اور فرمایا سعد اسے تیر مارو......... 358

ہومیو پیتھک
ہومیو پیتھک کریم کیلنڈ ولا 227

و

واقفین
افریقہ میں پرانے واقفین کی قربانیوں کے نتیجہ میں احمدیہ جماعت کی ترقی 246
وائرس
ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن WHO کے مطابق 1970ء کے بعد سے اب تک پندرہ سو سے زائد وائرس دریافت ہوئے 146
وبازدہ / وبائیں
حضرت عائشہؓ کا بیان کہ ہم مدینہ آئے تو یہ وبازدہ مقام تھا اور بطحان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا......... 455
حضرت عمرؓ کا سرغ مقام پر پہنچنا۔ بتایا گیا شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے تو فرمایا......... 562
اکیسویں صدی میں وبائی بیماریاں کہیں زیادہ تیزی سے اور دور تک پھیل رہی ہیں 146
وبائیں اور آفات جب آتی ہیں تو یہ نہیں ہوتا کہ الٰہی جماعتوں کو ان سے بالکل محفوظ رکھا جائے......... 165

ورثہ
اسلام میں میراث اور ورثہ کی تعلیم اور حضرت سعد بن ربیعؓ......... حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک نوٹ 267، 268
ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن
ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن WHO کے مطابق 1970ء کے بعد سے اب تک پندرہ سو سے زائد وائرس دریافت ہوئے 146
وصیت
حضرت زبیرؓ کا اپنے ایک بیٹے عبد اللہ کے بچوں کے لئے ایک ثلث کی وصیت......... 440
حضرت زبیرؓ کی جنگ جمل کے موقعہ پر اپنے بیٹے عبد اللہ کو قرض کی وصیت کرنا 440
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا وصیت کرنا کہ میرے لئے لحد بنانا......... جیسے آنحضرتؐ کے لئے کیا گیا تھا 401
حضرت طلحہؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا۔ آخری وصیت میں اور حضرت علیؓ کا فرمانا......... 156
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی وصیت کہ جنگ بدر میں شامل ہونے والوں ہر ایک کو 400 دینار دیئے جائیں......... 296
حضرت عثمانؓ کا نکسیر کی بیماری کی وجہ سے حج پر نہ جانا اور وصیّت کر دینا 438
حضرت عثمانؓ، حضرت مِقدادؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی تھی ان کے مال کی یہ حفاظت کرتے اور اپنے مال سے ان کے بچوں پر خرچ کرتے......... 440
حضرت عمرؓ کی اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیّت 155
مال میں تیسرے حصہ سے زائد کی وصیت نہیں 356، 357
وضو
حضرت مغیرہؓ کا آنحضرتؐ کو وضو کروانا 288
وظائف
صحابہ کرام کو دربار خلافت سے وظائف کا ملنا 612
وعظ و نصیحت
آنحضرتؐ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت 458
وفات
آنحضرتؐ کی حضرت سعدؓ کی وفات پر دعا 336
وفات رسول ﷺ
آنحضرتؐ کی وفات اور خلافت کا انتخاب۔ تفصیل 29تا38
آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہؓ کا استخارہ کرنا کہ قبر بنانے والا جو پہلے آئے گا وہ قبر بنائے گا 65، 503
آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہ کا پہلا اجماع 371
آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد 670
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا اذان نہ دینا 474
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد کے لئے شام کی طرف چلے جانا 473
وفات مسیحؑ
آنحضرتؐ کی وفات پر وفات مسیح کے متعلق صحابہ کا پہلا اجماع جس میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا بھی فیصلہ ہو گیا 371

عیسیٰؑ کی وفات اور اس کی اہمیت اور دلائل 370
وقار عمل
وقار عمل جماعت احمدیہ کا خصوصی امتیاز 382
وقفِ جدید، نیز دیکھئے چندہ جات، مالی قربانی، تحریک جدید
انڈیا کی ایک بچی جو نہ بول سکتی ہے اور نہ سن سکتی ہے وہ تھیلی میں پیسے جمع کرتی ہے اور وقفِ جدید کا باقاعدگی سے چندہ 11
انڈونیشیا کے ایک دوست کی چندہ وقف جدید کی برکت سے زمین مہنگے داموں بک گئی 5
تنزانیہ۔ اروشا ریجن کی ایک غریب خاتون اپنے دو دن کی آمدنی وقفِ جدید میں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مصداق غریب لوگ۔ کہ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کو دیکھ کر کہ کس طرح قربانیاں کرتے ہیں 9
تنزانیہ۔ اروشا شہر کے ایک وزیری صاحب اخبار بیچ کر گزارہ کرتے ایک کپ چائے کا کم کر کے وقف جدید چندہ......... 10
تنزانیہ۔ مارا ریجن کے مخلص نوجوان۔ مالی مشکلات کی وجہ سے وقف جدید کا بقایا رہ گیا تو اخراجات کی رقم بھی چندے میں دے دی۔ جس کی برکت سے......... 10
رشیا۔ بدَایاں اَدْوَارد صاحب آرمینین۔ احمدی ہونے کے بعد ہر ماہ وقف جدید اور تحریک جدید چندہ.........اور اس کی برکت 11
فرانس۔ ایک عرب دوست۔ مالی پریشانی کا شکار اور کسی نے 20 یورر دیئے۔ وہ بھی چندہ وقف جدید میں دے دیئے تو ایک ایسا معجزہ ظاہر ہوا کہ......... 7،6
قادیان سے سولیجہ صاحب کا وقفِ جدید کا چندہ اور اسکی برکت 8
کیمرون کے ایک نومبائع احمدو صاحب۔ دو بالٹیاں مکئی وقف جدید۔ غربت کا عالم اور خدا کی طرف سے انعامات......... 4
گنی بساؤ ایک بوڑھی خاتون مسکوتہ صاحبہ چندہ کی رقم گر گئی تو ادھار لیکر چندہ وقفِ جدید کی ادائیگی اور گمشدہ رقم واپس مل گئی 9
گنی بساؤ۔ مونٹیرو کمارا صاحب جو رقم کھانے کے لئے تھی وہ وقفِ جدید میں دے کر کسی سے ادھار لیکر کھانے کا انتظام تو اگلے ہی دن خدا نے کھانے کا سارا انتظام کر دیا 6
گیمبیا کے ایک گاؤں۔ عثمان صاحب۔ ایک بالٹی مکئی کا وعدہ وقف جدید میں اور خدا تعالیٰ کا بڑھا کر دینا 4،3
گیمبیا کے ایک نومبائع احمدی دوست عبداللہ ای جاوو کا اپنی فصل کا بیج فروخت کر کے چندہ وقف جدید دینا اور پھر فصل میں اتنی برکت کہ گزشتہ سال سے تین گنا نفع اور مزید چندہ دینا 3
لائبیریا۔ کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی کی جماعت دو چھوٹے بچوں سلیمان اور عبداللہ کمارا صاحب کا وقفِ جدید میں چندہ کا خلیفہ المسیح کا ارشاد پر خود پیسے جمع کر کے چندہ دیا 12
انڈونیشیا کے ایک احمدی کا روزگار کے سلسلہ میں جزیرہ سولہ بیسی میں ہجرت کرنا اور مچھلی کا کاروبار جو مالی قربانی کے نتیجہ میں اس قدر بڑھا کہ وقف جدید کا چندہ اب سب سے زیادہ اس علاقہ میں ان کا ہے......... 5
ہیٹی پورٹ آف پرنس کے نور احمدی ابراہیم صاحب کی ایک ضروری فائل اور رقم گر جانا اور چندہ کی برکت سے فائل کا ملنا 7
وقفِ جدید کے چندہ میں ایک غلطی کی درستی اور وضاحت 16
وقفِ جدید کے حوالہ سے مالی قربانیوں کا تذکرہ 3تا12
وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان اور کوائف 12
وکالت اشاعت
وکالت اشاعت کے کاموں کی تفصیل 383
ولادت
حضرت ابو طلحہؓ کے بیٹے کی ولادت پر آنحضورؐ کا کھجور چبا کر اس کے مونہہ میں ڈالنا......... 63
ولیمہ
حضرت اسماء بنت عمیس کا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے دعوتِ ولیمہ کی تعریف کرنا 641

ی

یہود
آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد کفار مکہ کا یہود مدینہ کے نام خط 303
آنحضرتؐ کا مدینہ تشریف آوری پر یہود کے ساتھ معاہدہ اور کعب بن اشرف کی سازشیں......... 315
غزوۂ خیبر میں یہود کا مشہور سردار مرحب حضرت محمد بن مسلمہؓ کے ہاتھوں مارا گیا 413

یہود کو رویّہ کس طرح کا ہوا کرتا تھا۔ اس ضمن میں بنو قریظہ کی غداری کی تفصیلات 81تا86
محمد بن مسلمہؓ کا بنو قریظہ کے ایک یہودی سردار کو گرفتار نہ کرنا اور جانے دینا اور آنحضرتؐ کا اس پر سرزنش نہ کرنا......... 321
مُحَیِّصَہ نام کے صحابی کا ایک یہودی کو قتل کرنا 75

یوم خلافت

یوم خلافت والے دن ایم ٹی اے پر ایک نئی ترتیب سے چینل کا آغاز اور اسکی تفصیل 255

یوم مسیح موعودؑ

23مارچ یوم مسیح موعود کی مناسبت سے جلسہ ہونا حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں آپ کی بعثت کا مقصد اور کام 139 تا145

یوم مصلح موعودؓ

20 فروری یوم مصلح موعودؓ دعویٰ کی حقیقت اس مناسبت سے جماعت پر عائد ذمہ داریوں کی طرف توجہ صرف جلسہ منانے تک نہ رہیں 89 تا 102

اسماء

آ۔ا

آصف مجید صاحب 112
آصف محمود کھوکھر 648
آمنہ بنت عمرو 593
اَبان بن سعید العاصؓ........پندرہ کاتبینِ وحی میں 525،437
ابراہیم صاحب۔ الخلیل کے ایک نو مبائع، بمشکل چندہ تحریک جدید ادا کیا اور........ 577
ابراہیم، حضرت معاذ بن حارثؓ کا بیٹا 177
ابراہیم، عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے 298
حضرت ابراہیمؑ 272
ابراہیم بن سعد 279
ابراہیم کوجو محمود 632
الحاج ابراہیم مبائع۔ نائب امیر سوم گیمبیا کا ذکرِ خیر 447
ابن ابو نجیح 559
ابن ابی حقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذؓ کو دینا جس کی بڑی شہرت تھی 318
ابن ابی ملیکہ 468
علامہ ابن اثیر 177
علامہ ابن اسحاق 523،175،75،17
علامہ ابن الجوزی 175
ابن تِیْن 175
ابنِ جُرمُوز 446
ابن جریر 136
علامہ ابن حجر عسقلانی 590،281،174،67،37
ابن زمعہ 442
ابن سعد 42
ابن صفیہ 615،598،588،458،49
حضرت ابو ایوبؓ کا حضرت امیر معاویہ کے پاس قرض کی شکایت لیکر جانا........ 613،612
حضرت طلحہؓ کا خواب میں کسی کو کہنا کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹا دو۔ حضرت ابن عباسؓ سے خواب کا ذکر........ 137
علامہ ابن عبد البرؒ 550،222
ابن عرقہ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو حبان بن عبد مناف نے زخمی کیا تھا 335
حضرت ابن عمرؓ 615،467،286،271
ابن عُیَینہ 566
ابن قمئہ 118
ابن قمئہ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کیا تو کہنے لگا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے 650
علامہ ابن کثیر 666
ابن مسعود، ان چار میں سے جن سے قرآن سیکھنے کا ارشاد ہوا 540
ابن ہشام 175،75
ابنِ وَضَّاح 550
ابو ادریس خولانی 562
ابو اسحاق 345
ابو اسحاق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی کنیت 341
حضرت ابو اسیدؓ 26
حضرت سعید بن زیدؓ۔ کنیت اَبُوالاَعْوَر، ابوثَور 270
ابوالحسن حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن، ابوسطین، ابوتراب 620
ابو اُمَامہ 615
حضرت ابو اُمامہ اَسْعَد بن زُرارہؓ کے بارہ میں ہے کہ انہوں نے سب سے پہلا جمعہ پڑھایا 107
حضرت ابو ایوب انصاریؓ۔ بدری صحابی خالدؓ 690،605،532،117
حضرت ابو ایوبؓ کا فضل و کمال کہ صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے 615
حضرت صفیہؓ کے رخصتانہ کے موقعہ پر حضرت ابو ایوب

انصاریؓ کا پہرہ دینا اور آنحضرتؐ کا دعا دینا 608
حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو مکہ ہجرت سے قبل ان دنوں کے درمیان مؤاخات اور مدینہ ہجرت کی تو حضرت طلحہؓ کی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے درمیان 131
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ابواء مقام مسئلہ غسل میں اختلاف اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا 611
حضرت ابوایوبؓ کا اپنا چہرہ آنحضرتؐ کی قبر پر لگانا 614
حضرت ابوایوبؓ کا ایک قیدی عورت کے بچہ کو ملا دینا جسے ماں سے الگ کر دیا تھا 614
حضرت ابو ایوبؓ کا آنحضرتؐ کی ریش مبارک سے کوئی تنکا وغیرہ الگ کیا اور آنحضرتؐ نے دعا دی 612
حضرت ابو ایوبؓ کا حضرت امیر معاویہ کے پاس قرض کی شکایت لیکر جانا.........ان کی بے رُخی......... 612،613
حضرت ابو ایوبؓ کا مرتے وقت ایک حدیث سنانا کہ جو اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گیا 614
حضرت ابوایوبؓ کا مصر کی طرف دوبار سفر 614
حضرت علیؓ نے کوفہ منتقل ہونے کے بعد حضرت ابو ایوبؓ کو مدینہ کا گورنر بنایا 612
عبد الملک بن مسورؒ جس کی قیادت میں حضرت ابو ایوبؓ لڑائی میں شامل نہ ہوئے 616
حضرت ابوبکرہ 137
ابوتراب، حضرت علیؓ کو ابوتراب کے نام سے آنحضرتؐ نے کب پکارا 636
حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن، ابوسطین، ابوتراب 620
حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب کی وجہ 620
ابوثَور حضرت سعید بن زیدؓ کی کنیت 270
ابوجعفر 293
ابوجعفر محمد بن علی 657
ابوجہل 281
ابو حذیفہ، آنحضورؐ نے فرمایا چار شخص سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابو حذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعاذ بن جَبَلؓ 540
ابوحمراء 523
ابوحیّہ بدری 526
ابوخالد 222
حضرت ابودجانہؓ۔ سماک بن خرشہؓ بدری صحابی 593 تا599
حضرت ابودجانہؓ کا احد کے دن تلوار لیکر اشعار پڑھنا 595
حضرت ابودجانہؓ کا تلوار لیکر اس کا حق ادا کرنا اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 597
حضرت ابودجانہ کی بہادری اور فضائل 599
حضرت ابو دجانہ کی جنگ یمامہ میں شجاعت اور دلیری اور شہادت 599
حضرت ابودجانہ کی عیادت کرنے والوں کو پوچھنا کہ آپ کے چہرے پر چمک کیسی ہے فرمایا دو اعمال کی وجہ سے 598
حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کو تلوار دھونے کے لئے دینا (جنگ احد) کہ ان نے خوب ساتھ دیا۔ یہ سنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تم نے لڑنے کا حق ادا کیا ہے تو سہل بن حنیف، ابودجانہ نے بھی لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے حارث بن صمّہ کا نام لیا 598
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت ابودُجانہؓ بھی تھے 132
سر ولیم میور کے ابودجانہؓ کے بارہ میں تحسینی کلمات 597
مسیلمہ کذاب کے قتل میں حضرت ابودُجَانہؓ، وحشی بن حرب اور عبداللہ بن زید 599
حضرت ابودرداءؓ 43،49
آنحضرتؐ کا ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ براءت کی تلاوت کرنا اور حضرت ابودرداء اور ابوذر کو معلوم نہ تھا خطبہ کے دوران اشارہ سے حضرت ابی سے پوچھنا......... 530
حضرت ابودرداء کے خاندان میں حضرت بلالؓ کی شادی 451
ابوذات الکرش 411
حضرت ابوذر غفاریؓ 17
آنحضرتؐ کا ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ براءت کی تلاوت کرنا اور

حضرت ابو درداء اور ابو ذر کو معلوم نہ تھا خطبہ کے دوران اشارہ سے حضرت ابی سے پوچھنا......... 530
ابو ذھب 364
ابو رافع یہودی کے قتل کی تفصیل 83
عبداللہ بن عتیکؓ کا ابو رافع کے قتل کے دوران یہودی پر تلوار اٹھانا لیکن آنحضرتؐ کے عورتوں کو قتل کرنے سے منع کا ارشاد 85
حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بدری صحابی۔ ابو محمد، ابو رواحہ، ابو عمرو 42تا50
ابو رُوم بن عُمیر، حضرت مصعبؓ کو قبر میں اتارنے والے ان کے بھائی۔ حضرت ابو رُوم بن عُمیر، حضرت سُوَیبط بن سعد اور حضرت عامر بن ربیعہ 119
ابو رُوم بن عُمیر غزوۂ احد میں آگے بڑھنا اور جھنڈا لے لینا 118
ابو رویحہ 476
اَبُو رُوَیحَہ خَثْعَمِی، حضرت بلالؓ کی حضرت عبیدہ بن حارثؓ کے ساتھ مؤاخات یا حضرت اَبُو رُوَیحَہ خَثْعَمِی 454
ابو زید ان چار میں سے جنہوں نے نبیؐ کے زمانہ میں قرآن جمع کیا 540
ابو سطین حضرت علیؓ کی کنیت ابو الحسن، ابو سطین، ابو تراب 620
ابو سعدہؓ کا حضرت سعدؓ کی مخالفت کرنا اور حضرت سعدؓ کی بد دعا کا وبال اس پر آنا 396
حضرت ابو سعید خدریؓ 324، 666
ابو سعید حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کی کنیت 67
ابو سفیان 18، 264
فتح مکہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ کی مکہ کی طرف چڑھائی اور ابو سفیان کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ جائزہ لینا 19، 20
حضرت عباسؓ کا ابو سفیان کو فتح مکہ کے دن ایک درے پر روک کر مسلمانوں کے لشکروں کی بابت بتانا 20
حضرت عمرؓ کی خدمت میں رؤسائے مکہ (سہیل بن عمرو، ابو سفیان وغیرہ) کا جانا اور بلالؓ، عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ (غلاموں) کو ملاقات کے لئے پہلے بلانے پر ان رؤساء کا ردّ عمل 477، 478، 479
ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن 289
اَبُو سَلَمَہ 615
ابو سَلَمہ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے بیٹے 298
ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے بیٹے ابو سلمہ نے ریشمی قمیص پہنی تو حضرت عمرؓ نے اس کو پھاڑ دیا......... 289
ابو سلمہ بن عبد الاَسد۔ آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی 636
ابو صالح ذکوان 501
حضرت ابو طالب 214، 258، 453
ابو طالب، عبد مناف 620
آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ کا چھپ کر نماز پڑھنا اور حضرت ابو طالب کا دیکھ کر پوچھ لینا......... 623، 624
آنحضرتؐ کا حضرت ابو طالب کو دعوتِ حق اور ان کا جواب 624
حضرت علیؓ کا نام والدہ نے اسد رکھا، لیکن جب ابو طالب آئے تو علیؓ رکھ دیا 620
ابو طاہر، حضرت زبیر بن عوامؓ کی کنیت 407تا417
ابو طفیل، ابی بن کعبؓ کی یہ کنیت آنحضورؐ نے اور ابو طفیل حضرت عمرؓ نے رکھی 525
حضرت ابو طلحہؓ 294
حضرت ابو طلحہؓ۔ بدری صحابی زید نام تھا 55
ابو طلحہؓ نے حضرت ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو انہوں نے کہا میں مسلمان ہوں تو مشرک......... 55
آنحضرتؐ کی ایک بیٹی کی قبر میں آپؐ کے ارشاد پر اترے اور نعش کو قبر میں اتارا 62
آنحضرتؐ کا ایک مرتبہ جب بال اتروائے تو حضرت ابو طلحہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپؐ کے بالوں میں سے کچھ بال لئے 61
آنحضرتؐ کا حضرت ابو طلحہؓ کو فرمانا کہ کوئی لڑکا تلاش کریں جو خدمت کرے 57
آنحضرتؐ کا حضرت ابو طلحہؓ کے گھر تشریف لے جانا آرام فرمانا اور وہیں نماز پڑھنا 62، 63
حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ 65
آنحضورؐ کی وفات پر یہ خیال کہ قبر کونسی ہو۔ لحد والی قبر حضرت ابو طلحہؓ بناتے تھے اور لحد کے بغیر حضرت ابو عبیدہؓ۔ دونوں طرف بندہ بھیجا کہ جو پہلے آئے گا۔ حضرت ابو طلحہؓ مل گئے 65، 503

حضرت ابو طلحہؓ کا اپنے مونہہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کی طرف بڑھنا اور ان کی سواری درست کی اور کپڑا ان پر ڈالا 57
حضرت ابو طلحہؓ کا انسؓ کا ہاتھ پکڑ کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کرنا........ 57
حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا فوت ہو جانا میاں بیوی کا کمال صبر اور آنحضرتؐ کی دعا سے نو بچے پیدا ہونا جو سب قاری تھے 63، 64
حضرت ابو طلحہؓ کا آنحضرتؐ کی آواز میں کمزوری محسوس کر کے کچھ کھانا بھیجنا اور آپؐ کا اپنے ساتھیوں کو لیکر ان کے گھر چلے آنا اور سب کو کھانا کھلانا........ تھوڑے سے کھانے میں ستر اسی آدمی سیر ہو کر........ 61
حضرت ابو طلحہؓ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جہاد میں شمولیت کی وجہ سے نفلی روزے نہیں رکھا کرتے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد سوائے عیدین کے کبھی بے روزہ نہیں ہوئے 60
حضرت ام سلیمؓ کے پہلے خاوند مالک بن نضرؓ (ان کے فوت ہونے پر حضرت ابو طلحہؓ سے شادی) 55
حضرت انسؓ۔ حضرت ابو طلحہؓ کے ربیب 55
عبد اللہ اور ابو عمیر۔ حضرت ام سلیم کے دوسرے خاوند (ابو طلحہ) سے بیٹے 55
حضرت ابو طلحہؓ کے بیٹے کی ولادت پر آنحضورؐ کا کھجور چبا کر اس کے مونہہ میں ڈالنا........ فرمایا انصار کی کھجور سے محبت اس کا نام عبد اللہ رکھنا 63
ابو عامر راہب 81
ابو عبد الرحمٰن، حضرت بلالؓ کی کنیت 450
ابو عبد الرحمٰن، حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کی کنیت 67
ابو عبد الکریم، حضرت بلالؓ کی کنیت 450
ابو عبد اللہ۔ کھیوہ باجوہ کا 65 سال کی عمر میں خلیفہ اوّلؓ کے ارشاد پر قرآن حفظ کرنا 243
ابو عبد اللہ، حضرت بلالؓ کی کنیت 450
ابو عبد اللہ، حضرت خباب بن ارتؓ کی کنیت 214
ابو عبد اللہ، حضرت زبیر بن عوامؓ کی کنیت 407تا417
ابو عبد اللہ، حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ 67
ابو عبد اللہ، حضرت مصعب بن عُمیرؓ کی کنیت 103
ابو عبد الرحمٰن حبلی 614
ابو عبید بن مسعود 286
ابو عبیدہ بن الجرّاح 55، 68، 277، 299
حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ۔ بدری صحابی، نام عامر بن عبد اللہ۔ کنیت ابو عبیدہؓ 495
ابو عبیدہؓ کا کہنا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ خالد بن ولیدؓ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے 512
حضرت ابو عبیدہؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 276، 277
حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ کے دو بیٹے یزید، عُمیر 495
حضرت عمرؓ سے کہنا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟
حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ! کاش تمہارے علاوہ کسی اَور نے یہ بات کہی ہوتی 292
حضرت عمرؓ کا کہنا میری خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو 517
حضرت ابو بکرؓ کا خط ابو عبیدہ بن جرّاحؓ کے نام 505
آنحضورؐ کی وفات پر یہ خیال کہ قبر کونسی ہو۔ لحد والی قبر حضرت ابو طلحہؓ بناتے تھے اور لحد کے بغیر حضرت ابو عبیدہؓ۔ دونوں کی طرف بندہ بھیجا کہ جو پہلے آئے گا۔ حضرت ابو طلحہؓ مل گئے 65، 503
ابو عبیدہ، جرّاح حضرت ابو عبیدہؓ کے دادا 495
جنگ کے دوران حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار بنائے جانے کی اطلاع لیکن آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ بتایا........ 512
حضرت ابو عبیدہؓ کی ایک سریہ میں اطاعت اور آنحضرتؐ کی دعا 500
حضرت ابو عبیدہؓ کی طاعون کے موقعہ پر شہادت کی آرزو 516
حضرت ابو بکرؓ کا حضرت ابو عبیدہؓ کو شام کی طرف امیر لشکر بنا کر بھیجنا 504
حضرت ابو بکرؓ کے اصرار کے باوجود حضرت ابو عبیدہؓ کا آنحضرتؐ کے رخسار سے خود کے حلقے نکالنا اور دانت ٹوٹ گئے........ 498
حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال کا کام ابو عبیدہؓ کے سپرد کیا 504
حضرت ابو عبیدہؓ کا ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ 497
حضرت ابو عبیدہؓ کی آخری وقت کے نصائح 516

حضرت ابو عبیدہؓ کی مؤاخات 497
حضرت عائشہؓ کی نظر میں حضرت ابو عبیدہؓ کی قدر و منزلت 496
حضرت عمرؓ کا چار سو دینار حضرت ابو عبیدہؓ کی طرف بھیجنا 561
حضرت عمرؓ کا حضرت ابو عبیدہؓ کو چار ہزار درہم اور چار سو دینار بھیجنا 517
حضرت عمرؓ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار بنانا 504
حضرت عمرؓ کا سرغ مقام پر پہنچنا۔ بتایا گیا شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے تو فرمایا اگر میں وفات پا جاؤں تو ابو عبیدہؓ کو خلیفہ نامزد کروں گا اور اگر وہ زندہ نہ ہو تو معاذ بن جبلؓ 562
حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ آج حضرت ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کرتا......... 497
حضرت عمرؓ کی طاعون عمواس کے موقعہ پر عمومی گھبراہٹ اور پریشانی اور حضرت ابو عبیدہؓ کو واپس بلانا لیکن ان کا نہ آنا۔ جس پر آپ رو پڑے 516
حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک عیسائی سفیر کا سوال اور حضرت ابو عبیدہؓ کا جواب جس پر وہ مسلمان ہو گیا 509
حضرت معاذؓ کا ابو عبیدہ کو خراج تحسین 517
رسول اللہؐ کا بحرین والوں کی طرف حضرت ابو عبیدہؓ کو جزیہ لینے بھیجا 503
شام میں حضرت ابو عبیدہؓ کا عدل و انصاف پر مبنی نظام حکومت 512
ابو عمرو، حضرت بلالؓ کی کنیت 450
ابو عمرو، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی کنیت 42تا50
ابو عمیر، عبد اللہ اور ابو عمیر۔ حضرت ام سلیم کے دوسرے خاوند (ابو طلحہؓ) سے بیٹے 55
ابو فائِد وغیرہ پر سختی اور مصائب 259
ابو لبابہؓ 275
ابو لبابہ انصاری کا بنو قریظہ کے پاس جانا اور......... 82
ابو لبابہ کو بنو قریظہ نے مشورہ کے لئے بلایا، ان کی سادگی 321
اَبُو لُؤلُؤہ فَیرُوز 395
ابو لیلیٰ کندی 218
اَبُو مِحجَن ثَقفِی، جس کو حضرت سعدؓ نے قید کیا ہوا تھا 391، 392
سلمیٰ بنت حفصہ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اہلیہ ایک بہادر عورت اور اَبُو مِحجَن ثَقفِی کو کچھ دیر کے لئے قید سے آزاد کرانا......... 391
ابو مَحذُورَہ، آنحضرتؐ کے تین مؤذن۔ حضرت بلالؓ، ابو مَحذُورَہؓ، عَمرو بن اُمّ مَکتُومؓ 460
ابو محمد عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی کنیت 289
ابو محمد حضرت خباب بن ارتؓ کی کنیت 214
ابو محمد حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی کنیت 128
ابو محمد حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی کنیت 42تا50
ابو محمد حضرت مصعب بن عُمیرؓ کی کنیت 103
ابو مسافع 524
ابو منذر، ابی بن کعبؓ کی وہ کنیت جو آنحضورؐ نے رکھی 525
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ 482، 532، 689
آنحضرتؐ کے چھ قاضی صحابہ میں سے ایک 536
یمن کا انتظام پانچ صحابہ کے درمیان تقسیم تھا......... حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیَّہؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ 555
ابو نائلہؓ 70
ابو نائلہ سِلکان بن سَلَامہ، ان چار افراد میں سے جو حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر میں اترے 339
ابو نُعَیم 538
حضرت ابو ہریرۃؓ 27، 60، 344، 467، 480، 481، 484، 496، 532، 541
ابو واصل 615
ابو ولید باجی 550
ابو یحییٰ حضرت خباب بن ارتؓ کی کنیت 214
ابو یحییٰ، حضرت صہیبؓ کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا اور مشرکین کا روکنا۔ اپنا سارا مال دے کر ہجرت کرنا 259، 260
حضرت عمرؓ کا حضرت صہیبؓ سے کہنا کہ تین باتیں نہ ہوتیں تو میں کسی اور کو تم پر فضیلت نہ دیتا 262
ابو القاسم مغربی 257
حضرت ابو اُمامہ اَسعَد بن زُرارہؓ نے سب سے پہلا جمعہ پڑھایا 107

حضرت ابو بکرؓ عبد اللہ بن ابی قحافہ 29، 109، 128، 130، 132، 159، 341، 353، 469، 495، 609، 622، 628

ایک روایت کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرلی تھی 30، 31

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد میں شامل ہونے کے لیے شام کی طرف چلے جانے کا ارادہ۔ حضرت ابو بکرؓ کا فرمانا بلال میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور حق یاد دلاتا ہوں........ 473

آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا اعلانِ جنگ........ 670

پندرہ کاتبینِ وحی میں........ حضرت ابو بکرؓ 437، 525

حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرتؐ نے بطور امیر حج بھیجنا 657

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا حضرت فاطمہؓ سے شادی کی درخواست کرنا 639

ابوسفیان بن حرب کے بارہ میں صحابہ نے ریمارکس دیئے جس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کچھ کہا تو آنحضرتؐ کو علم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا........ 261

حضرت ابو بکرؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر تمام صحابہ کے سامنے یہ آیت پڑھنا وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ........ 371

حضرت ابو بکرؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر ردّ عمل 29

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت ابو عبیدہؓ کو شام کی طرف امیر لشکر بنا کر بھیجنا 504

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کرنا 451، 452

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنا 289

حضرت ابو بکرؓ کا خلافت کے لئے حضرت ابو عبیدہؓ کا نام تجویز کرنا 504

حضرت ابو بکرؓ کی لشکر روانہ کرتے وقت نصائح 505

حضرت ابو بکرؓ کا مقام و مرتبہ اور کارہائے نمایاں، آدم ثانی 426

حضرت ابو بکرؓ کے اصرار کے باوجود حضرت ابو عبیدہؓ کا آنحضرتؐ کے رخسار سے خود کے حلقے نکالنا........ 498

حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونے والے پانچ جلیل القدر اصحاب 342

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں فتوٰی دینے والے اصحاب 546

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں قرآن کی ترتیب و تدوین کا کام شروع ہوا تو حضرت ابیؓ اس کے نگران تھے 531

حضرت ابو بکرؓ مشورہ کے لئے جن اصحاب کو بلاتے 546

حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال کا کام ابو عبیدہؓ کے سپرد کیا 504

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور آنحضرتؐ کھجوریں کھا رہے تھے ساتھ صہیبؓ بھی تھے، آشوبِ چشم تھا........ کہا میں ٹھیک آنکھ سے کھا رہا ہوں۔ صحابہ کا آپس میں مزاح 260

حضرت ابو بکرؓ میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135، 437

حضرت سعد بن ربیع کی بیٹی ام سعد کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا کپڑا اچھانا اور حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر فرمایا........ 266

حضرت سعد بن عبادہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا انہیں ترک کر دینا 30

حضرت سعد بن معاذؓ کی انصار مدینہ میں وہ پوزیشن جو مکہ کے مہاجرین میں حضرت ابو بکرؓ کو 302

حضرت ابو بکرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 135، 276، 277، 437

حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو مدینہ ہجرت کرتے ہوئے خَرّار نامی وادی میں شامی کپڑے پہنائے 131

حضرت طلحہؓ مکہ سے حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں کو لیکر مدینہ پہنچے 131

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اکرمؐ اپنے بعد کسی کو جانشین بناتے تو کس کو بناتے فرمایا ابو بکر کو۔ لوگوں نے پوچھا ابو بکرؓ کے بعد کسے فرمایا عمرؓ کو، پوچھا عمرؓ کے بعد کسے فرمایا ابو عبیدہؓ کو........ 496

حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا فرمایا حضرت ابو بکرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ 496

حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سات غلام آزاد کر دیئے جنہیں تکالیف دی جاتی تھیں 452

سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ آنحضرتؐ، ابو بکرؓ، عمارؓ، ان کی والدہ سمیہؓ، صُہیبؓ، بلالؓ،

مقدادؓ 258، 453

حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے باہم تعلقات کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس 668، 669

حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 666

حضرت عمرؓ کا جوش آنحضرتؐ کی وفات پر اور حضرت ابو بکرؓ کا آیت پڑھنا........ 371

حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہنا کہ یہ ہمارے سردار ہیں........ 482

حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرتؐ کے عہد میں اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں مدینہ میں فتاویٰ دیا کرتے 544

حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو حضرت معاذؓ کے شام جانے سے روکنے کا کہنا 546، 547

حضرت معاذؓ کا بیت المال کی رقم سے تجارت کرنا اور واپسی پر حضرت عمرؓ سے ملاقات اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے کہنا کہ سارا مال واپس لیں........ 556 تا 558

رسول اللہؐ نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ 132

سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لانے والے: حضرت ابو بکرؓ، حضرت خبّابؓ، حضرت صُہیبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمّارؓ، حضرت سُمیہؓ والدہ حضرت عمّارؓ 214

ابو جہل پر حملہ کرنے والوں میں سے ایک عوف بن عفراءؓ 604

ابو جہل کا قتل اور حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ تفصیل 281، 282، 283، 524

ابو جہل کو قتل کرنے کی تفصیل 173، 177، 523، 524

ابو جہل نے عوف بن حارثؓ اور حضرت معوذؓ کو شہید کیا 604

آنحضرتؐ کی دعا کہ یا اللہ حضرت عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل میں سے کسی کو ضرور اسلام عطا کر دے 216، 275

حضرت سعد بن معاذؓ کا عمرہ کے لئے مدینہ جانا اور ابو جہل وغیرہ کا ردّ عمل 304 تا 306

ابو سفیان بن حرب ایک بار اس کے بارہ میں چند صحابہ نے کوئی ریمارکس دیئے جس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کچھ کہا تو آنحضرتؐ کو علم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا........ 261

سپہ سالار ابو عبیدہ اور ان کی سادگی........ 513

حضرت ابو ہریرۃؓ 643

حضرت ابی بن کعبؓ 24، 131، 264، 275

ابی بن کعبؓ کی دو کنیتیں ابو منذر آنحضورؐ نے رکھی اور ابو طفیل جو حضرت عمرؓ 525

آنحضرتؐ کے صحابہ میں چھ قاضی۔ ان میں سے ایک حضرت اُبی بن کعبؓ 536

آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپؐ کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعب تھے 527

آنحضورؐ نے فرمایا چار شخص سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابو حذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعَاذ بن جَبَلؓ 540

پندرہ کاتبینِ وحی میں........ ابی بن کعبؓ 437، 525

حضرت ابی ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے بارہ میں رسول اللہؐ نے فرمایا یہ قرّائے امت ہیں 525، 526

حضرت ابی بن کعبؓ 8 راتوں میں قرآن کریم کا دَور مکمل کرتے 536

حضرت ابی بن کعبؓ اسلام سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور کاتبِ وحی 525

حضرت ابی بن کعب کا درس حدیث 532

حضرت ابی بن کعبؓ کی ستاری کا ایک واقعہ 535، 536

حضرت ابی بن کعبؓ کا محبتِ رسولؐ میں وہ تنا جس کے ساتھ آنحضرتؐ خطبہ دیا کرتے تھے وہ گھر لے جانا 536

حضرت ابی بن کعبؓ۔ بدری صحابی 524 تا 537

حضرت ابیؓ کا ناراض ہونا کہ مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کیا جائے 537

حضرت عثمان کا ایک قرأت پر حضرت ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق قرآن کو رائج کرنا 535

حضرت عثمانؓ کا قرآن جمع کرنے میں قریش و انصار کے بارہ آدمیوں کا انتخاب جس میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ 535

رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتوٰی دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ 546

رسول اللہؐ کے زمانہ چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا وہ سب انصار تھے۔ ان میں سے حضرت اُبَی بن کعبؓ تھے 540
اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو حکم دیا کہ وہ ابی کو قرآن پڑھ کر سنائیں........ 525
آنحضرتؐ کا قرآن کی سب سے عظیم آیت کا حضرت ابی سے پوچھنا تو عرض کرنا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ...... 530
آنحضرتؐ کا ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ براءت کی تلاوت کرنا اور حضرت ابو درداء اور ابو ذر کو معلوم نہ تھا خطبہ کے دوران اشارہ سے حضرت ابی سے پوچھنا........ 530
آنحضرتؐ کا نماز میں ایک آیت پڑھنا بھول جانا اور حضرت ابی کا یاد دلانا 528
آنحضرتؐ کے زمانہ میں حضرت ابی کا ایک ایرانی کو قرآن پڑھانا 529
آنحضرتؐ نے حضرت ابی کو قرآن سنایا 529
حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں قرآن کی ترتیب و تدوین کا کام شروع ہوا تو حضرت ابیؓ اس کے نگران تھے 531
حضرت عمرؓ اور حضرت ابیؓ کا ایک باغ کے معاملہ میں اختلاف۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے فیصلہ کروانا 535
حضرت عمرؓ کا حج تمتع سے روکنے کا ارادہ اور حضرت ابیؓ کا روکنا........ 534
حضرت عمرؓ کا حضرت ابیؓ سے پوچھنا کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے تو کہا میں اپنا ہی کھاتا ہوں........ 530
حضرت عمرؓ کا حضرت ابیؓ کو مسلمانوں کا سردار کہہ کر پکارنا 532
حضرت عمرؓ کا قرآن کے حوالہ سے حضرت ابی کا ذکر 527
حضرت عمرؓ کا مجلس شوریٰ کا قیام اور حضرت ابیؓ ممبر 532
ایک عورت کا مسئلہ پوچھنا کہ میں حاملہ تھی شوہر فوت ہو گیا اب وضع حمل ہو گیا لیکن عدت پوری نہیں ہوئی........ حضرت عمرؓ اور حضرت اُبَی کی رائے 533
رسول اللہؐ نے فرمایا میری امّت کے سب سے بڑے قاری اُبَیؓ ہیں 525
احتشام عبد اللہ ابن فخر احمد فرخ 600، 602
احسان احمد۔ لاہور ابن شفقت محمود، ذکرِ خیر 693
احمد فواد بھٹی۔ کانو 330
احمد گل 418
احمد، حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے ایک یہودی کا پوچھنا کہ کیا احمد ظاہر ہو گیا ہے؟ 130
حضرت عثمانؓ کا آنحضورؐ کو بتانا کہ شام سے واپسی پر ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے سونے والو جاگو۔ احمد، مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے 129، 130
احنف بن قیس 444
اُحَیمِر 636، 637
اختر علی 448
اُدَیّ، سعد بن علی کے دو بیٹے۔ سَلِمَہ اور اُدَیّ 538
ادیب احمد ناصر مربی سلسلہ ابن محمد ناصر احمد ڈوگر عہدی پور نارووال کا ذکرِ خیر 420
ارت بن جندلہ 214
ارشاد احمد۔ گوجرانوالہ 693
منشی اروڑہ صاحب 3
اَرْوٰی بنت اُوَیس 278
اسامہ اظہر 112
اسامہ بن زید 24
آنحضرتؐ کو غسل دینے اور قبر میں اتارنے والوں میں حضرت اسامہ بن زیدؓ بھی تھے 666
اسامہ بن قتادہؓ مخالفت کی 396
اسد، حضرت علیؓ کا نام والدہ نے اسد رکھا، لیکن جب ابو طالب آئے تو علیؓ رکھ دیا 620
حضرت اسعد بن زرارہؓ 106، 131، 299، 300، 301، 604
اسلم۔ حضرت عمرؓ کا آزاد کردہ غلام 136
اسماعیل کی نسل سے ایک نبی کا انتظار 272
حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 272، 407، 446
حضرت اسماء بنت عمیس کا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے دعوتِ ولیمہ کی تعریف کرنا 641
حضرت اسماء کی مکہ سے مدینہ ہجرت 409
حضرت اُسید بن حضیر 299، 300
حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ کا قبولِ اسلام 108

انصار کے تین افراد جو بنو عبد الاشہل میں سے تھے رسول اللہؐ کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی حضرت اُسَید ان میں سے تھے 341،340
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ سے ہونے والے مسلمانوں میں۔ حضرت اُسید بن حُضیرؓ بھی تھے 107
وہ چار افراد جو حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر میں اترے، ان میں اُسید بن حُضَیرؓ بھی تھے 339
اشرف محمود کھوکھر 648
حضرت اَشعَث بن قَیس کِندیؓ 360
اطہر احمد 171
اطہر زبیر۔ جرمنی 170
اعجاز حسین بٹالوی 466
افتخار علی قریشی۔ وکیل المال الثالث۔ ذکرِ خیر 491
سپین سے واپس آکر IAAAE کا قیام اور افتخار علی قریشی صاحب پہلے چیئرمین 492
اقبال احمد ناصر پیر کوٹی۔ ذکرِ خیر 362
اکبر احمد طاہر۔ مبلغ برکینا فاسو 362
شیخ اللہ بخش صاحب 492
اللہ دتہ، حبیب اللہ مظہر ابن چوہدری اللہ دتہ۔ ذکرِ خیر 679
حضرت مولوی اللہ دتہ صاحب 667
میاں اللہ دتہ 331
الیاس منیر 179
جیل کا مختصر تذکرہ 183
حضرت طلحہؓ کی بیٹیاں۔ عائشہ اور ام اسحاق 133
ام الحسن، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
حضرت ام ایمنؓ 640
ام ایمن کو ایک مشرک کا تیر لگانا اور اس کا ہنسنا 355
حضرت ام بکر بنت مسور 296
ام ثابت رَمْلَہ بنتِ حارث، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177
ام حارث بنت سَبْرَہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177
ام حسن بنت زید 605
حضرت ام خالدؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
ام سعد، حضرت سعد بن ربیع کی بیٹی 262
حضرت سعد بن ربیع کی بیٹی ام سعد کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا کپڑا بچھانا اور حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر فرمایا......... 266
حضرت سعد بن ربیع کی بیٹی 262
حضرت ام سلمہؓ 291
حضرت ام سلمہؓ کا حضرت علیؓ کو کہنا آپ اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں جائیں 690
حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تیاری کرنا 640
حضرت ام سلیمؓ 61،59
ام سلیم، ابو طلحہؓ نے حضرت ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو انہوں نے کہا میں مسلمان ہوں تو مشرک......... 55
بچہ کی وفات پر حضرت ام سلیم کا صبر اور کمال ضبط کا واقعہ 64،63
حضرت ام سلیمؓ کے پہلے خاوند مالک بن نضرؓ (ان کے فوت ہونے پر حضرت ابو طلحہؓ سے شادی) 55
عبد اللہ اور ابو عمیر۔ حضرت ام سلیم کے دوسرے خاوند (ابو طلحہؓ) سے بیٹے 55
ام سہم 67
ام طُفیل بنتِ طفیل 537
ام عبد اللہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
ام عبد اللہ بنت نُمَیر، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177
ام عمرو، حضرت ابی کی اولاد۔ طفیل، محمد اور بیٹی ام عمرو 537
حضرت ام کلثوم بنت عُقبہؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حضرت ام ناصر 680
حضرت ام ھانی کا فتح مکہ کے دن اپنے عزیزوں کو پناہ دینا اور حضرت علیؓ کا قتل کرنے کا ارادہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا......... 660
حضرت علیؓ کے بہن بھائی۔ طالب، عقیل، جعفر، اُمِّ ہانی، جُمانہ 620
ام یزید بنت قیس 523
امام ابن حجر 524
حضرت میاں امام الدین سیکھوانیؓ 693
حضرت اماں جانؓ 634
حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگمؓ 618،53

امۃ الحمید 463
امۃ الحمید ظفر 464
امۃ الرشید 464
امۃ السلام اہلیہ چودہری صلاح الدین۔ ذکرِ خیر 633
امۃ الشکور۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیٹی 618
امۃ المجید 364
امیر مشنری انچارج بورکینا فاسو 363
حضرت ابو ایوبؓ کا حضرت امیر معاویہ کے پاس قرض کی شکایت لیکر جانا........ 612،613
اُمَیْمَہ بنتِ غَنْم 495
امینہ احمد۔ اہلیہ خلیفہ رفیع الدین، ذکرِ خیر آر۔ڈی۔ احمد 680
امینہ یعقوب 489
امیہ بن خلف 450،452،456،457،481
امیّہ بن خلف ابو صفوان کو حضرت سعد بن معاذ نے بتایا کہ تم مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گے........ 304،305
امیّہ بن خلف اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پرانے دوستانہ تعلقات کی ایک تفصیلی روایت........ 284
امیہ بن خلف کا جنگ بدر میں شریک ہونا اور قتل 284،305،306
حضرت بلالؓ کا شَیْبَہ بن رَبِیْعَہ، عُتْبَہ بن ربیعہ اور اُمَیّہ بن خَلَف پر لعنت کی دعا کرنا جنہوں نے مکہ سے نکال دیا 455
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا امیہ بن خلف کو خط لکھنا کہ تم مکہ میرے مال اور بچوں کی حفاظت کرو میں مدینہ میں کروں گا 457
حمزہ بن عبد المطلب کی جنگِ بدر میں معرکہ آرائی اور امیہ بن خلف کا اقرار 285
صفیہ یا کریمہ بنت معمر۔ امیہ بن خلف کی بیوی 306
میر انجم پرویز صاحب 365
اِندر مَن مراد آبادی 93
حضرت انس بن مالکؓ 47، 56، 61، 62، 63، 64، 174، 258، 294، 336، 337، 496، 523، 532، 540، 541، 547، 589، 594، 615
حضرت ابو طلحہؓ کا انسؓ کا ہاتھ پکڑ کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کرنا........ 57
حضرت انسؓ۔ حضرت ابو طلحہؓ کے ربیب 55
حضرت انسؓ کے پاس آنحضرتؐ کا پیالہ دیکھا وہ ایک خوبصورت چوڑا، عمدہ لکڑی کا تھا۔ جس میں متعدد بار حضور نے پانی پیا 64
انعام غوری صاحب۔ ناظر اعلیٰ قادیان 493
سید اویس۔ امریکہ 169
ایاز احمد ڈوگر 333
ایڈیٹر صاحب البدر 242
ایگرو میتروک، ایک غیر احمدی دوست، علم الادیان کے ماہر کا اسلامی اصول کی فلاسفی پر تبصرہ 384
حضرت ایوبؑ 372

ب

باسط صاحب۔ آئیوری کوسٹ 601
بَاھَانُ جس کی قیادت میں اڑھائی لاکھ لوگ رومی جنگِ یرموک کے لئے جمع ہوئے 509
بُدیل بن ورقاء 19
حضرت براء بن عازبؓ 106،615،653
حضرت براء بن معرور 566
حضرت بھائی مرزا برکت علی صاحب 489
بُسر بن اَبُو اَرْطَاۃ کی قیادت میں مدینہ پر حملہ 612
بشریٰ اکرم اہلیہ محمد اکرم باجوہ کا ذکرِ خیر ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی پاکستان 362
بشریٰ بیگم۔ اہلیہ ٹھیکیدار ولی محمد۔ ذکرِ خیر 449
بشیر احمد ایڈووکیٹ۔ اچینی پایان پشاور 518
بشیر احمد ڈوگر، رفیقاں بی بی اہلیہ بشیر احمد ڈوگر عہدی پور ضلع نارووال کا ذکرِ خیر 332
بریگیڈیئر بشیر احمد ابن ڈاکٹر محمد عبد اللہ سابق امیر ضلع راولپنڈی کا ذکرِ خیر 125
بشیر احمد صاحب۔ کارکن دفتر پی ایس لندن 406
حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب 72،75،175،337،431
حضرت سعد بن معاذؓ کا بنو قریظہ کی غداری کے متعلق فیصلہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا بیان 324 تا 329

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا سیرت خاتم النبیینؐ میں ایک نوٹ 106
حضرت مصعبؓ کی تبلیغی مساعی کا ذکر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب میں 109،107

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 65، 176، 178، 437، 452، 491، 679،634
حضرت مصلح موعودؓ 257، 306، 358، 391، 408
حضرت سعد بن ربیعؓ کا اظہار اخلاص و وفا اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 265
حضرت سعد بن معاذؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ سے عہد وفا کا اظہار اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 309
حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ کی آنحضرتؐ سے محبت .... حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 313،312
حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 157
حضرت مصلح موعودؓ کا انتخاب خلافت حضرت عثمانؓ کی تفصیل کا بیان 155،154
حضرت مصلح موعودؓ کا انصار مدینہ کی تعریف اور ان کو دعا دیتے ہوئے کہنا۔ اے انصار میری جان تم پر فدا ہو......... 314
حضرت مصلح موعودؓ کا بیان فرمودہ واقعہ حضرت علیؓ کا ایک واقعہ .... جب وہ گیارہ سال کے تھے 626
حضرت مصلح موعودؓ کا جنگ احد کے حوالہ سے بیان فرمانا کہ مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں 651
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت صہیبؓ کی ہجرتِ مدینہ کا ذکر 260
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ کے انتخاب خلافت کے متعلق تفصیل سے بیان 443
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کی خدمات کا ذکر 671،670
حضرت مصلح موعودؓ کا عیسائی دنیا کا مریم مگدلینی اور اسکی ساتھی عورتوں کی بہادری پر خوش ہونا۔ اس کے مقابل پر آنحضرتؐ کے مخلصوں اور فدائیوں کو پیش کرنا........ سعد بن معاذؓ کی والدہ جو غزوۂ احد......... 314،313
حضرت مصلح موعودؓ کی قادیان سے ہجرت کرنے کے بعد خصوصی نصیحت کہ پریشان نہیں ہونا چاہئے......... 455
خسرو پرویز کے پوتے یَزْدَ جَرْدْ کے دربار میں وفد کے رئیس حضرت نعمان بن مُقَرِّن کا پیش ہونا......... حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 360تا362
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ناراض ہو کر رانا نعیم الدین صاحب کو سزا دینا کہ مسجد میں جا کر استغفار کرو تو بارش طوفان میں وہیں بیٹھے رہے......... خلافت کی اطاعت 180
شام کے ایک دوست محمد الشواء کی خلیفہ ثانیؓ کی اطاعت کا جذبہ 245
شیخ محمد حسین صاحب۔ حضرت مصلح موعودؓ کے کلاس فیلو 421
طاعون عمواس اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 515
نیک محمد عرف کالے خان۔ خواب میں ایک بزرگ کو دیکھنا جو اپنی طرف بلا رہے ہیں تصویر دیکھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ بذریعہ خط بیعت کر لی 363
حضرت خلیفہ ثانیؓ کا ابو جہل کے قتل کا بیان فرمانا 281، 282، 524،283
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بیان فرمانا کہ آنحضرتؐ نے قرآن پڑھانے والوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی 540
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پاس ایک عرب کی آمد اور کہنا کہ میں بلالؓ کی اولاد میں سے ہوں 481
حضرت خلیفۃ ثانیؓ کا بیان فرمودہ مقام و مرتبہ حضرت بلالؓ 484تا488
حضرت مصلح موعودؓ کا آنحضرتؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو خادم نہ دیتے ہوئے نصیحت کرنا......... 643
حضرت مصلح موعودؓ کا خلافت راشدہ کے ابتدائی حالات اور مسائل کا ذکر کرنا اور اسکی وجہ 681
فتح مکہ اور حضرت بلالؓ کا جھنڈا......... حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 468تا473

بشیر الدین صاحب انڈونیشیا کے مبلغ 5

خلیفہ بشیر الدین۔ ذکرِ خیر 679،680

بشیر بن سعدؓ 30

بشیراں بیگم 362

بصیر احمد خان 404

بکر۔ نام کا شخص 444

بلال احمد کھوکھر 649

حضرت بلالؓ 106،219،259،306

حضرت بلال بن رباحؓ۔ بدری صحابی 450تا488

ڈاکٹر بلال طاہر یوکے 364،365

امیہ بن خلف کا بدر میں حضرت بلالؓ کے شور ڈالنے پر قتل ہونا......... 284

ایک خواب کی بناء پر حضرت بلالؓ کا مدینہ آنا 475،476

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد میں شامل ہونے کے لیے شام کی طرف چلے جانے کا ارادہ 473

آنحضرتؐ کے تین مؤذن۔ حضرت بلالؓ، ابو مَحْذُورہؓ، عَمْرو بن اُمِّ مکتومؓ 460

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا اذان نہ دینا 474

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد کے لئے شام کی طرف چلے جانا 473

بنو بکیر کا آنحضرتؐ کی ارشاد پر بالآخر حضرت بلالؓ سے اپنی ہمشیرہ کا نکاح کرانا 476،477

ایک بار ابوسفیان بن حرب کے بارہ میں حضرت سلمانؓ، حضرت صُہَیبؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہ نے کوئی ریمارکس دیئے جس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کچھ کہا تو آنحضرتؐ کو علم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا......... 261

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کرنا آنحضرتؐ کا فرمانا مجھے بھی اس میں شریک کرلو 451،452

حضرت ابو درداء کے خاندان میں حضرت بلالؓ کی شادی 451

حضرت انسؓ کی روایت کہ اسلام میں سبقت لانے والے چار ہیں۔ بلال حبش میں سے ہیں 258

حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کے سیکرٹری یا خزانچی 458

حضرت بلالؓ بستر پر جاتے ہوئے دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِیْ وَاعْذُرْنِیْ بِعِلَّاتِیْ 484

حضرت بلالؓ پر مظالم 470

حضرت بلالؓ تمام مؤذنوں کا سردار اور قیامت والے دن مؤذن لمبی گردن والے ہوں گے 483

حضرت بلالؓ سے مروی احادیث 481

حضرت بلالؓ کا اذان میں ش ادا نہ کرنا اور لوگوں کا اس پر ہنسنا......... 485

حضرت بلالؓ کا اسلام قبول کرنا 453،454

حضرت بلالؓ کا اصل وطن اور علاقہ 450

حضرت بلالؓ کا تمام غزوات میں رسول اکرمؐ کے ساتھ شامل ہونا 456

حضرت بلالؓ کا شَیْبَہ بن رَبِیْعَہ، عُتْبَہ بن ربیعہ اور اُمَیَّہ بن خَلَف پر لعنت کی دعا کرنا جنہوں نے مکہ سے نکال دیا 455

حضرت بلالؓ کا مدینہ ہجرت کے بعد حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر قیام 454

حضرت بلالؓ کا مقام و مرتبہ 481

حضرت بلالؓ کی بہن 451

حضرت بلالؓ کی بیوی، ہالہ بنت عوف، ہمشیرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ 450

حضرت بلالؓ کی تکالیف اور مصائب کی بیان 451تا453

حضرت بلالؓ کی حضرت عبیدہ بن حارثؓ یا حضرت اَبُو رُوَیْحَہ خَثْعَمِی کے ساتھ مؤاخات 454

حضرت بلالؓ کی شادیاں 450،475

حضرت بلالؓ کی صاف گوئی بھائی کے نکاح کے موقعہ 476

حضرت بلالؓ کی کنیت 450

حضرت بلالؓ کے جانے کے بعد حضرت سعدؓ کے سپرد اذان کا کام 474

حضرت بلالؓ کی وفات پر حضرت عمرؓ کا کہنا آج مسلمانوں کا سردار گزر گیا 481

حضرت بلالؓ مکہ میں پیدا ہوئے یا یمن 450

حضرت خبابؓ نے پہلے بیعت کی یا حضرت بلالؓ نے 454

حضرت خلیفۃ ثانیؓ کا بیان فرمودہ مقام و مرتبہ حضرت بلالؓ 484تا488
حضرت ابو بکرؓ نے سات غلام آزاد کیے جنہیں تکالیف دی جاتی تھیں ان میں سے حضرت بلالؓ تھے 452
سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ بلالؓ ان میں سے ہیں 258، 453
حضرت عمرؓ کا کہنا کہ حضرت بلالؓ ہمارے سردار اور ابو بکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں 482
حضرت عمرؓ کا حضرت خبابؓ سے فرمانا کہ (اپنی نشست گاہ پر بٹھاتے ہوئے) کہ سوائے ایک شخص کے اور کوئی اس مجلس کا مستحق نہیں فرمایا کہ وہ بلال......... 219
حضرت عمرؓ کا کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی حضرت بلالؓ کو آزاد کرایا 452
حضرت عمرؓ کی خدمت میں رؤسائے مکہ (سہیل بن عمرو، ابوسفیان وغیرہ) کا جانا اور بلالؓ، عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ (غلاموں) کو ملاقات کے لئے پہلے بلانے پر ان رؤساء کا ردّ عمل 477، 478، 479
حضرت عمرؓ کی شام آمد اور حضرت بلالؓ کا اذان دینا 475، 513
خالد، حضرت بلالؓ کے ایک بھائی 451
خَوْلَانِیَہ، بنو ابو بُکیر کے خاندان کی خاتون جس سے حضرت بلالؓ کی شادی ہوئی 450
سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لانے والوں میں حضرت بِلالؓ تھے 214
سب سے پہلے مؤذن ہونے کا اعزاز حضرت بلالؓ کو 458
بنو عفراء، حضرت معاذ بن حارثؓ عوف اور معوذ کے ساتھ بدر میں شریک 173
علامہ بوصیری 65
امام بیہقی 667

پ، ت، ٹ

پوراَنْ دُخْتُ کی جگہ یَزْدگِرْدْ کا تخت نشین ہونا 359
میاں پیر محمد صاحب 362
تاج دین صاحب 168
تاج دین ولد صدر دین۔ ذکر خیر 87
تَثْنِیہ حُمَیْرَہ 461
تحسین صاحبہ 403
امام ترمذی 345
ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین 680
حضرت تمیمؓ 222
تنزیل احمد بٹ ابن عقیل احمد بٹ کی شہادت اور ذکرِ خیر 124
سید تنویر احمد صاحب 39
حضرت ثابتؓ 55، 59
حضرت ثعلبہ بن ابومالک 636
ثمر احمد قمر ابن قمر احمد شفیق صاحب۔ ذکرِ خیر 648
ثمرین 648
ثمینہ سعید بنت سعید 618
ثمینہ کھوکھر 649
ثَوربن مَجْزاَہ 156، 677
ثور بن یزید 547

ج، چ، ح، خ

جابر/جویبر 532
حضرت جابر بن عبد اللہؓ 337، 413، 452، 501، 542، 565، 588
حضرت جابر بن سمرہؓ 396، 615
حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ، ان کے والد نے حریرہ تیار کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تو نبی کریمؐ اس وقت گھر میں تھے۔ 25، 26
آنحضرتؐ کا حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو بتانا کہ اللہ نے تمہارے والد سے رُوبرو کلام کیا اور کہا کہ مانگ......... 592
حضرت جابر بن عبد اللہ کے والد (عبد اللہ بن عمرو) کا جنگ احد کے دن مُثلہ کیا گیا اور ان کے عزیزوں کا رونا......... اور آنحضرتؐ کا فرمانا 588
حضرت جابرؓ کا اپنے والد کی قبر چھ ماہ بعد بنانا اور ان کی نعش میں

کوئی تغیر نہ تھا........ 591

حضرت جابرؓ کا بیان کرنا کہ حضرت سعد بن معاذؓ کو تیر لگا تو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے تیر کا پھل کو نکال کر زخم کو داغ دیا 335

حضرت جابرؓ کا بیان کہ میرے والد (عبد اللہ بن عمرو) کی وفات کے بعد قرض بہت تھا 593

جاذب 419

جارج نامی رومی قاصد جو جنگ یرموک کے موقعہ پر سفیر بن کر آیا اور مسلمان ہو گیا 510،509

جاہد فارس احمد ذکر خیر 101

حضرت جبر بن عتیکؓ 222

جبرئیل، حضرت علیؓ کا جنگ احد میں مشرک بہادروں کو قتل کرنا تو حضرت جبرئیل کا ان کی تعریف کرنا 650

جبل بن عمرو 538

حضرت جُبیرؓ 452

جرّاح، حضرت ابو عبیدہؓ کے دادا 495

جِرجس۔ غلام جسے حضرت زبیرؓ نے قسم کے کفارہ کے طور پر جنگ جمل کے دن آزاد کیا 444

جریر کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی تعریف کرنا........ 400

جعفر بن ابی طالبؓ 621،46

جعفر بن زبیرؓ 446

جعفر بن زبیرؓ کا نام جعفر بن ابو طالبؓ کے نام پر 410

حضرت علیؓ کے جعفر 620

جعفر کوچی۔ البانین نومبائع، حضور انور کا خطاب سننے کے نتیجہ میں چندہ جات کی ادائیگی 573،572

حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے جعفر، عبد اللہ، عبد الرحمٰن اور عمر 68

آنریبل جگ جینگ ڈپٹی سپیکر نیشنل اسمبلی 465

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ 693

مولانا جلال الدین شمس صاحب 618

محبوب خان صاحب ابن سید جلال صاحب ضلع پشاور کی شیخ محمدی گاؤں پشاور میں شہادت۔ ذکرِ خیر 599

جمال الدین محمود۔ سیرالیون کا ذکرِ خیر 631

حضرت علیؓ کے بھائی جُمانہ 620

جمیلہ۔ حضرت سعد بن ربیع کی بیٹی 262

جَنّۃ السَّامیہ 461

جابر / جو بیر 532

اۃ السلام اہلیہ چودھری صلاح الدین۔ ذکرِ خیر 633

کمانڈر چوہدری محمد اسلم۔ کینیڈا، ذکرِ خیر 647

حارث، حضرت معاذ بن حارثؓ کا بیٹا 177

حارث بن اوس۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے بھتیجے 334

وہ چار افراد جو حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر میں اترے حارث بن اوسؓ ان میں سے تھے 339

حارث بن رفاعہ 523،173

حضرت حارث بن صمہؓ 261

حارث بن صمّہ اُحد میں لڑنے کا حق ادا کرنا 598

حارث بن کلاہ 357

حارث بن مُرّہ 690

حارثہ بن مضرّب 223

حاطب بن ابی بلتعہ کا قریش مکہ کے نام فتح مکہ کے موقع پر ایک خط 414،658تا660

حاکم۔ راوی 677

حباب بن منذر 504،311

حبان بن عبد مناف 335

حِبّان۔ وہ مشرک جس نے تیر چلایا جو حضرت ام ایمن کے دامن کو لگا اور وہ ہنسنے لگا 355

حضرت حبیب بن ابو ثابتؓ 666،612

حُبیب بن اساف 456

حبیب اللہ مظہر ابن چوہدری اللہ دتہ۔ ذکرِ خیر 679

حَبیبَہ بنتِ زَید اور عَمرہ بنت حَزم حضرت سعد بن ربیعؓ کی دو بیویاں 262

حَبیبہ بنتِ قَیس، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177

حبیبہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446

حضرت حذیفہؓ 395،87

حضرت عمرؓ کا کہنا میری خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبیدہ بن

جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو 517
حرب بن امیہ 128
حرب بن ابوالاسد 444
حزمہ بنت حرملہ 593
حضرت حسان بن ثابتؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر مرثیہ کُنْتَ السَّوَادَلِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْكَ النَّاظِرُ........ 371
حضرت حسنؓ 136، 672
ایک خواب کی بناء پر حضرت بلالؓ کا مدینہ آنا زیارت روضہ رُسول کے لئے، حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی فرمائش پر اذان دینا اور مدینہ میں کہرام بپا ہونا 475، 476
حضرت علیؓ کا حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر پہرہ کے لئے بھجوانا 672
سید حسن خان 39
حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری 448
حسنات صاحب۔ سابق صدر خدام الاحمدیہ جرمنی 170
حسیب احمد انگریزی ڈیسک فضل عمر فاؤنڈیشن 679
سید حسین احمد صاحب 53، 54
حضرت امام حسینؓ، ایک خواب کی بناء پر حضرت بلالؓ کا مدینہ آنا زیارت روضہ رُسول کے لئے، حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی فرمائش پر اذان دینا اور مدینہ میں کہرام بپا ہونا 475، 476
حضرت امام حسین کی شہادت اور ان کا فرمانا کہ میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ........ 432
حضرت حسینؑ کا مقام اور ان کی شہادت ایک ظالمانہ فعل 429
اس نمونے کو سامنے رکھیں جو حضرت امام حسینؓ نے ہمیں دکھایا 434
حفص بن خالد 440
حکیم بن جبلہ 443، 676
حضرت حکیم بن حزامؓ 19، 441
حکیم بن محمد 277
حضرت حِلال بنت قیسؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حمامہ 450
حُمْرٰی عباس اہلیہ عباس بن عبد القادر شہید کا ذکرِ خیر 691
حضرت حمزہؓ 176، 215، 216، 273، 588
حضرت حمزہؓ کے لئے حضرت صفیہؓ (آپ کی بہن) کا دو چادریں بطور کفن لانا........ لیکن کفن کی کمی کے سبب ایک چادر ایک انصاری کو دے دینا........ اور کفن کے لئے بھی قرعہ۔ ایک کے دراز قد ہونے کی وجہ سے 412
حمزہؓ کو ایک ایسی چادر کا کفن دیا گیا جو ان کے پاس پاؤں پر کھینچی جاتی تو سر کی جانب سے سکڑ جاتی........ 223
آنحضرتؐ کا حضرت حمزہؓ کی مثلہ شدہ لاش دیکھنا اور........ 264
حمزہ، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
حضرت زبیرؓ نے حمزہ کا نام حمزہ بن عبد المطلبؓ کے نام پر رکھا 410
حمزہ بن عبد المطلب کا جنگِ بدر میں معرکہ آرائی اور امیہ بن خلف کا اقرار 285
حمزہ رشید 171
حمنہ بنت جحش 103
حمنہ بنت سفیان 341
حضرت حمنہ بی بی صاحبہ 633
حُمید بن عبد الرحمٰن 29
حمید احمد شیخ ابن شیخ محمد حسین کا ذکر خیر 421
ڈاکٹر حمید الدین ابن محمد دین۔ گوکھووال فیصل آباد 127
خنّاس یا خَنّاس بنت مالک 103
حنان احمد مسرور 693
حَنْظَلَہ بن الربیع الاسدی، پندرہ کاتبینِ وحی میں سے 437، 525
حُوَیرِث بن نُقَید کو فتح مکہ کے موقعہ پر قتل کرنے کی وجہ 661
حیی بن اخطب 18
حضرت خارجہ بن زیدؓ 264
حضرت زبیرؓ نے خالد کا نام خالد بن سعید کے نام پر رکھا 410
خالد احمد۔ رشین ڈیسک 170
خالد احمد سعید 168
خالد انور 113
پندرہ کاتبینِ وحی میں سے خالد بن سعید بن العاصؓ 437، 525
یمن کا انتظام پانچ صحابہ کے درمیان تقسیم تھا حضرت خالد بن

سعیدؓ 555
حضرت خالد بن ولیدؓ 133، 358، 469
خالد بن ولیدؓ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے 512
آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر مقرر کرنا 670
جنگ کے دوران حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار بنائے جانے کی اطلاع لیکن آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ بتایا......... 512
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی تکرار پر آنحضرتؐ کا خالد کو فرمانا میرے اصحاب کو چھوڑ دو......... 290
حضرت عمرؓ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار بنانا 504
الحاج خالد صالح 329
خالد محمود۔ کولٹیر زووڈ 406
علامہ پروفیسر خالد محمود سے ملک منور جاوید صاحب کا ایک مباحثہ 111
خالد، حضرت زبیرؓ نے خالد کا نام خالد بن سعید کے نام پر رکھا 410، 446
خالد (حضرت ابو دجانہؓ کا بیٹا) 593
خالد، حضرت بلالؓ کے ایک بھائی 451
حضرت خباب بن ارتؓ۔ بدری صحابی، کنیت ابو عبد اللہ، ابو محمد، ابو یحییٰ 214، 273
حضرت خباب بن ارت کا حضرت مصعب بن عمیرؓ کا ذکر اور کہنا کہ ہمارا بدلہ ہمارے ذمہ ہو گیا......... 120
حضرت خبابؓ کا ایک روز آنحضرتؐ سے اپنی تکلیف کا اظہار، آپؐ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے 217
حضرت خبابؓ کا طویل اور شدید مرض میں مبتلا ہونا 223
حضرت خبابؓ کے سامنے ان کا کفن لایا گیا جو قباطی کپڑے کا تھا۔ یہ ایک کپڑا جو مصر میں تیار ہوتا ہے......... رونے لگے 223
حضرت خبابؓ کی مالکہ کا ان کے سر پر گرم لوہار کھنا اور پھر خود ایسی بیماری میں مبتلا ہونا............ 218
حضرت خبابؓ لوہار تھے اور عاص بن وائل کا قرض دینے سے انکار......... اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ (مریم: 78-81) کا اترنا 218
حضرت خبابؓ نے پہلے بیعت کی یا حضرت بلالؓ نے 454
حضرت علیؓ کا حضرت خبابؓ کی قبر پر جا کر دعا کرنا 224
حضرت عمرؓ کا حضرت خبابؓ سے فرمانا کہ (اپنی نشست گاہ پر بٹھاتے ہوئے) کہ سوائے ایک شخص کے اور کوئی اس مجلس کا مستحق نہیں فرمایا کہ وہ بلال......... 219
حضرت عمرؓ کو حضرت خبابؓ کا اپنی پیٹھ پر وہ نشان دکھانا جو مشرکین کے تکلیف دینے سے پڑ گئے تھے 218، 219
حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے وقت حضرت خباب کا ایک واقعہ۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی تفصیل 215
سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لانے والوں میں سے حضرت خَبَّابؓ بھی تھے 214
خبیب، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 440
حضرت خدیجہؓ 622، 641
حضرت خدیجہ کے بھتیجے حضرت زبیر بن عوّامؓ 407
خدیجۃ الصغریٰ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
حضرت خراش بن صِمّہ 222
خسرو پرویز 360 تا 362
خلیدہ بنت ابو عبیدۃ 67
خلیفہ رفیع الدین، امینہ احمد۔ اہلیہ خلیفہ رفیع الدین، ذکرِ خیر آر۔ ڈی۔ احمد 680
خلیق بھٹی 330
مرزا خلیل احمد بیگ 493
خناس یا خَنَاس بنت مالک 103
رضیہ سلطانہ اہلیہ حکیم خورشید احمد صاحب۔ ذکرِ خیر 492
خَوۡلَانِیہ، بنو ابو بُکَیر کے خاندان کی خاتون جس سے حضرت بلالؓ کی شادی ہوئی 450
خیر الدین باروس 552

د، ڈ، ذ، ر، ز

شیخ داؤد احمد 364
علامہ داؤدی 175

حضرت دحیہ کلبی کا جنگ خیبر کی فتح پر لونڈی مانگنا اور ان کا صفیہ بنت حییؓ کو لینا...... آنحضرتؐ کا خود ان سے شادی کرنا........58، 59
چوہدری دولت خان صاحب صحابی 178
میاں امام دین 362
ڈیکو حمید 464
ذوالفقار۔ مربی انڈونیشیا 333
راشد بن سعد 562
حضرت رافع بن مالک زُرَقیؓ اور حضرت معاذ بن حارثؓ اولین انصار میں سے ایمان لانے والے 173
رباب بن قیس 565
حضرت رُباب بنت اُنیفؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
رباح 450
ربعی بن حراش 161
ربیع بن عمرو 262
حضرت رُبیّعْ بنتِ مُعَوّذؓ 523
رحمت علی ڈرائیور 54
رحمت علی 405
رحیمن بی بی اہلیہ قدرت اللہ سنوری صاحبہ 405
رستم ایرانیوں کا کمانڈر 359
رُستم کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا جانا اور رستم کا کہنا تم لوگ تنگ دست ہو اور تنگدستی کو دور کرنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم سیر ہو جاؤ گے 359، 360
رشید احمد بن محمد عبد اللہ ربوہ کا ذکرِ خیر 664
رشید احمد۔ ومبلڈن 421
ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین 680
رشیدہ معراج 419
رضوان سیّد نعیمی۔ عراق کا ذکرِ خیر خواب کے ذریعہ آنحضرتؐ کی زیارت اور قبول احمدیت 692
رضیہ صاحبہ 403
رضیہ سلطانہ اہلیہ حکیم خورشید احمد صاحب۔ ذکرِ خیر 492
حضرت رِفَاعَہ بن عَبدُ المُنذِرؓ 275
رفیقاں بی بی اہلیہ بشیر احمد ڈوگر عہدی پور ضلع نارووال کا ذکرِ خیر 332
رقیہ بیگم 679
حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ۔ ذکرِ خیر، صدر لجنہ گھانا 329
رکن الدین خٹک 518
رَمْلَہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
رَمْلَہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
رواحہ بن ثعلبہ 42
روبینہ 182
رؤوف بن مقصود جونیئر بیلجیم، جامعہ یوکے 460
ریاض احمد ڈوگر۔ تنزانیہ 332
ریاض الدین شمس ابن مولانا جلال الدین شمس، ذکرِ خیر 693
ریحان 551
لارڈ ریو بری 521
حضرت زبیر بن العوّامؓ 19، 132، 159، 176، 299، 264، 287، 318، 407 تا 437، 417، 525، 597
حضرت سعدؓ کے علاوہ حضرت زبیر بن العوامؓ کو بھی آنحضرتؐ نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان 355
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات کے بعد خلافت کے لئے چھ افراد پر مشتمل کمیٹی بنانا۔ حضرت زُبیر بن العوامؓ ان میں سے 293، 416
زبیر بن العوامؓ کے پاس فتح مکہ کے دن آنحضرتؐ کا جھنڈا 20
عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عثمانؓ 437
حضرت خدیجہ کے بھتیجے حضرت زبیر بن عوّامؓ 407
حضرت زبیر بن عوامؓ 129، 595
زبیر بن عوام، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہؓ جنگِ جمل میں شہادت 682
حضرت زبیر بن عوامؓ کا بقیہ ذکر 436 تا 447
حضرت عاتکہ بن زید۔ اہل مدینہ کہا کرتے جس نے شہید ہونا ہو وہ اس سے شادی کر لے۔ پہلے عبد اللہ بن بکر کے عقد میں وہ شہید ہوئے، پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت زبیر بن عوامؓ 445
ابو اسحاق کی روایت کہ رسول اللہؐ کے اصحاب میں سے چار بہت سخت حملہ آور تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ 345
ام الحسن، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446

آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو اپنا حواری فرمانا اور اس کا پس منظر 413
آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو زمین ہبہ کرنا کہ ان کا گھوڑا آخری سانس تک دوڑ سکے (قریباً بیس ہزار ایکڑ) 437، 438
آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو کھجور کا باغ دینا 437
آنحضرتؐ کا مدینہ میں مکانوں کی حد بندی کرنا اور حضرت زبیرؓ کو زمین کا ایک بڑا ٹکڑا مقرر کرنا 437
آنحضرتؐ کے قتل کا سن کر حضرت زبیرؓ کا تلوار نکال کر نکل جانا۔ حضورؐ کے پوچھنے پر......... 410
بدر کے دن نبی کے ساتھ دو گھوڑے، ایک پر حضرت زبیرؓ سوار تھے 411
جِبر جس غلام جسے حضرت زبیرؓ نے قسم کے کفارہ کے طور پر جنگ جمل کے دن آزاد کیا 444
جعفر، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط۔ جس کے لئے آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا......... 414
حبیبہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
حضرت زبیرؓ ان صحابہ میں سے جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135، 437
حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حضرت ام خالدؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حضرت ام کلثوم بنت عُقبہؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حضرت حِلال بنت قیسؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حضرت رُباب بنت اُنیفؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے بارہ میں حضرت علیؓ کا فرمانا (ابنِ جُرمُوز) تیرے منہ میں خاک......... 446
حضرت زبیرؓ بن کی والدہ صفیہ کا اپنے بیٹے کو مارنا اور سختی کرنا کہ وہ بہادر نہیں......... 407، 408
حضرت زبیرؓ پہلے شخص جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار بے نیام کی۔ اس کی تفصیل 410
حضرت زبیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارے تھے 438
حضرت زبیرؓ کا اپنے ایک بیٹے عبد اللہ کے بچوں کے لئے ایک ثلث کی وصیت۔ جبکہ ان کے لڑکے حضرت زبیرؓ کے لڑکوں خبیب اور عبّاد کے برابر تھے 440
حضرت زبیرؓ کا حبشہ کی دونوں ہجرتوں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنا 409
حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ سے رسول کریمؐ کی ایک پیشگوئی سن کر جنگِ جمل کے موقعہ پر الگ ہونا اور قسم کھانا کہ وہ حضرت علیؓ سے جنگ نہ کریں گے اور واپسی پر راستہ میں شہید کیا جانا 443، 444
حضرت زبیرؓ کا زرد عمامہ جنگ کے موقعہ پر پہننا اور بدر کے دن آنحضورؐ کا فرمانا کہ فرشتے زبیرؓ کے مشابہ اترے ہیں 411
حضرت زبیرؓ کے تین گہرے زخم کہ عروہ اپنی انگلیاں اس میں ڈال کر کھیلا کرتے۔ دو غزوۂ بدر اور ایک یرموک کے موقعہ پر 411
حضرت زبیرؓ کی احادیث بیان کرنے میں احتیاط 410
حضرت زبیرؓ کے اسلام قبول کرنے پر چچا کی سختیاں اور ان کا استقلال 408
حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام جو انہیں خراج ادا کرتے اور یہ سارا صدقہ کر دیتے......... 440
حضرت زبیرؓ کی بچپن میں مکہ میں ایک شخص سے جو بڑا مرد تھا لڑائی ہوئی اور انہوں نے اس کا ہاتھ توڑ دیا۔ اس پر ماں کے اشعار پڑھ کر بیٹے کی بہادری کی تعریف کرنا 408، 409
حضرت زبیرؓ کی جائیداد کی تفصیل اور قرض کی ادائیگی۔ پانچ کروڑ روپے کے قریب مال تھا 441، 442
حضرت زبیرؓ کے جسم پر تلواروں کے لاتعداد نشانات۔ جو آنحضرتؐ کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے آئے 440
حضرت زبیرؓ کی جنگ جمل کے موقعہ پر اپنے بیٹے عبد اللہ کو کہنا کہ میں مظلوم مارا جاؤں گا اور اپنے قرض کی فکر کا اظہار کرتے ہوئے وصیت کرنا۔ ایک تہائی کی......... 440
حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں اور ہر بیوی کو گیارہ لاکھ کا ترکہ ملا 442
حضرت زبیرؓ کی شادیاں، بیویوں اور اولاد کے نام 446
حضرت زبیرؓ کی شہادت پر ان کی بیوی عاتکہ کے اشعار 446
حضرت زبیرؓ کی شہادت نماز کے دوران 159
حضرت زبیرؓ نے اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے نام پر رکھے کہ

اللہ انہیں شہادت نصیب کرے 410
حضرت زبیرؓ نے جعفر کا نام جعفر بن ابو طالبؓ کے نام پر 410
حضرت زینب ام جعفر بنت مَرثدؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
حضرت صفیہؓ۔ حضرت زبیرؓ کی والدہ کا انہیں دھکا دیتے ہوئے احد کے دن شہداء کی طرف بڑھنا اور نبی کریمؐ کے روکنے پر ان کا رکنا 412
حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا 674
حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو مکہ ہجرت سے قبل ان دونوں کے درمیان مؤاخات اور مدینہ ہجرت کی تو حضرت طلحہؓ کی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے درمیان 131
حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ 156
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کسی کو کہتے سنا کہ میں رسول اللہؐ کے حواری کا بیٹا ہوں تو فرمایا اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد میں سے ہو تو ٹھیک ورنہ نہیں........ 413
ابو ذات الکرش۔ بدر کے دن ہتھیاروں کو اس طرح پہننا اور رکھنا کہ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ حضرت زبیرؓ کا برچھی اس زور سے مارنا کہ وہیں مر گیا اور اپنا پاؤں رکھ کر بڑے زور سے برچھی نکالی وہ برچھی حضورؐ نے لے لی........ 411
حضرت عثمانؓ کا نکسیر کی بیماری کی وجہ سے حج پر نہ جانا اور وصیّت کر دینا۔ لوگوں کا عرض کرنا کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ اور حضرت زبیرؓ کا نام لینا 438
حضرت عثمانؓ، حضرت مِقدادؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی تھی ان کے مال کی یہ حفاظت کرتے اور اپنے مال سے ان کے بچوں پر خرچ کرتے........ 440
حضرت علیؓ کے پاس حضرت زبیرؓ کا سر اور تلوار لایا گیا تو فرمایا۔ ابن صفیہ کو قتل کرنے والا دوزخ میں داخل ہو 445
حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ حضرت زبیرؓ دین کے ستونوں میں سے ایک ستون ہیں 440
حمزہ، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
خالد، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
خدیجۃ الصغریٰ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
خدیجۃ الکبریٰ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
رَملَہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
سودہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
عاصم، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
عائشہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
عبد اللہ، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
عُبَیدہ، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
عروہ، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
عمرو، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
مُنذِر، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
ہند، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
وادی سباع........جہاں حضرت زبیرؓ دفن ہوئے 445
حضرت زبیر بن عبد المطلبؓ 407
زرتشت منیر۔ ناروے 448
زکریاؑ 372
زھراء بنت سعد 605
حضرت سعدؓ کی لونڈی۔ زھراء بن لبید 391
یمن کا انتظام پانچ صحابہ کے درمیان تقسیم تھا ان میں سے ایک حضرت زیادؓ بن لبیدؓ تھے 555
زید بن ارقم 483
زید بن اسلم 598،476،294
حضرت زید بن ثابتؓ 75،24
آنحضرتؐ کے صحابہ میں چھ قاضیوں میں سے ایک حضرت زید بن ثابتؓ 536
حضرت زید بن ثابتؓ، پندرہ کاتبینِ وحی میں سے 437، 525
حضرت عمرؓ اور حضرت ابیؓ کا ایک باغ کے معاملہ میں اختلاف۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے فیصلہ کروانا 535
رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں سے حضرت زید بن ثابتؓ تھے 540
حضرت عثمانؓ کا قرآن جمع کرنے میں قریش و انصار کے بارہ آدمیوں کا انتخاب جس میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید

بن ثابتؓ 535
آنحضورؐ کا غزوۂ موتہ میں فرماتا حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر کے سردار مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر شہید ہو جائیں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ........ 46
حضرت زیدؓ بن حارثہ 48، 341، 637
زید بن خالد جُہنی 615
زید بن صَوجان 537
زَید بن عَمرو بن نُفَیل جو زمانہ جاہلیت میں ایک خدا کی عبادت کرتے تھے........اور آنحضرتؐ سے ملاقات کی تفصیل 270 تا 273
زَید بن عَمرو بن نُفَیل کا حق کی تلاش میں دور دراز ممالک کا سفر 271
زَید بن عَمرو بن نُفَیل کے بارہ میں آنحضرتؐ کا فرمانا کہ میں نے اس کو جنت میں دیکھا کہ وہ اپنے دامن کو سمیٹ رہا 272
زید بن عمرو کو اپنے مؤحد ہونے پر فخر........ 272
زید بن عمرو۔ بیٹیوں کو نہ مارو، میں اس کا نفقہ دوں گا خود بیٹیاں لے لیتے اور جوان ہونے پر والدین کے سپرد کر دیتے........ 272
عامر بن ربیعہ کو زید بن عمرو کا اسماعیل کی نسل سے ایک نبی کا انتظار اور اسکا سلام کا پیغام 272
زید بن کلیبؓ 605
حضرت زید بن وہبؓ 224
زید، حضرت ابو طلحہؓ 55
حضرت زیدؓ 622
سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب 174، 502، 524
حضرت زینب ام جعفر بنت مَرثَدؓ، حضرت زبیرؓ کی بیوی 446
زینب، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
حضرت زینب بنت جحشؓ 103

س

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہؓ حرم خلیفہ ثانیؓ 691
سارہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
سارہ پروین 178
سالم بن عبد اللہ 615
سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ، حضرت عمرؓ کا کہنا میری خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو 517
حضرت سالم ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے بارہ میں رسول اللہؐ نے فرمایا یہ قرّائے امت ہیں 525، 526، 540
سائب بن یزید 132
سائرہ احمد 693
سراج الاسلام۔ ضلع مرشد آباد۔ بنگال کا ذکر خیر 618
بابو سراج الدین صاحب سٹیشن ماسٹر 244
حضرت ملک سردار خان ڈوگر 332
سرور صاحب۔ ارجنٹائن مبلغ 573
سید سرور شاہ صاحب 38
سعد بن ابراہیم 289
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 24، 104، 278، 299، 341، 514
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بقیہ ذکر 350 تا 362، 391 تا 402
امیر معاویہ کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے سے کس بات نے روکا........ 399
ایک جنگ میں آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ کے سوا کوئی نہ رہا 350
حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونے والے پانچ جلیل القدر اصحاب۔ ایک حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 342
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریش کے بہادر شاہسوار۔ آنحضرتؐ کی حفاظت اور دفاع 345
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مدینہ کی طرف ہجرت 344
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی لحد کی وصیت 401
حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی۔ عتبہ بن ابی وقاص۔ غزوۂ احد میں آنحضرتؐ پر حملہ کر کے دو دانت شہید کرنے والا........
حضرت سعدؓ کا اس کو قتل کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں تلاش کرنا اور آنحضرتؐ کا منع فرمانا 354
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے قبول اسلام لانے کی تفصیل ان کا ایک خواب........ 341

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کی والدہ کا کھانا دینے سے انکار 342، 343
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات پر ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ان کا جنازہ لیکر مسجد آئیں تاکہ وہ بھی ان کا جنازہ پڑھیں اور بعض لوگوں کا اعتراض کہ جنازے مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تو حضرت عائشہؓ کا جواب 401
مہاجرین میں سے سب سے آخر پر وفات پانے والے 401
عشرہ مبشرہ میں سے ایک حضرت سعید بن زیدؓ 276، 277
حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں فتنہ کو فرو کرنے میں حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مساعی 398
حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف بڑھا تو معاویہ نے تین صحابہ کو خط لکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ تینوں نے انکار کیا 398، 399
حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر جریر کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی تعریف کرنا........ 400
حضرت عمرؓ کی طرف سے کمانڈر انچیف 33
سلمیٰ بنت حفصہ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اہلیہ ایک بہادر عورت، اَبُو مِحْجَن ثَقَفِی کو کچھ دیر کے لئے آزاد کرنا........ 391
عائشہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کی بیٹی 342
عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر پر فوت ہونے والے 341
فارس الاسلام حضرت سعد بن ابی وقاص، اس کی وجہ 354
مصعب۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیٹے 342
غزوۂ خندق کے موقعہ پر سخت سردی میں حضرت سعد بن وقاصؓ کا آجانا۔ فرمایا فلاں جگہ خندق کا کنارا ٹوٹ گیا وہاں چلے جاؤ........ 347
حضرت سعد بن وقاصؓ کو ران پر ایک پھوڑا نکل آیا جسے گھمبیر کہتے ہیں........ 395
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دینا۔ حضرت سعد بن وقاصؓ ان میں سے تھے 153 تا 155
آنحضرتؐ کی دعا کی وجہ سے حضرت سعدؓ قبولیت دعا کی وجہ سے مشہور تھے اور اس کے واقعات........ 346
پوران دُخت کی جگہ یَزْدگرد کا تخت نشین ہونا اور اس نے تمام ملک میں مسلمانوں کے خلاف جوش انتقام پیدا کیا حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو کمانڈر مقرر فرمایا۔ ایرانیوں کی کمان رستم کے ہاتھ میں........ حضرت عمرؓ خود اس مہم کے لئے تیار ہوئے 359
رسول اللہؐ کے اصحاب میں سے چار بہت سخت حملہ آور تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ 345
ابو لبابہ کو بنو قریظہ نے مشورہ کے لئے بلایا اور ابو لبابہ کی سادگی........ جس پر بنو قریظہ کو آنحضرتؐ کی بجائے حضرت سعدؓ کو حَکم بنانا 321
اَبُو مِحْجَن ثَقَفِی، جس کو حضرت سعدؓ نے قید کیا ہوا تھا، ایک جنگ میں اس کا درخواست کرنا کہ میری بیڑیاں کھول دو میں جنگ میں شامل ہونا چاہتا ہوں حضرت سعدؓ کی بیوی نے کھول دیا........ واپس آکر پھر بیڑیاں پہن لیں........ 391، 392
اسامہ بن قتادہؓ، ابو سعدہؓ کا حضرت سعدؓ کے بارہ جو مخالفت کی اور حضرت سعدؓ کی بددعا کا وبال اس پر آنا 396
حِبَّان۔ وہ مشرک جس نے تیر چلایا جو حضرت ام ایمن کے دامن کو لگا اور وہ ہنسنے لگا۔ آنحضرتؐ کے ارشاد پر حضرت سعدؓ نے اس کو ایک تیر مارا جس کا پھل بھی نہ تھا وہ اس کا لگا اور اس طرح لگا کہ اسکا ننگ ظاہر ہو گیا........ 355
حضرت سعدؓ ان صحابہ میں سے جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135، 437
حضرت سعدؓ پہلے وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور پہلے وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں خون بہایا 350
حضرت سعدؓ جب زخمی ہوئے تو دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ سے میری تسلی نہ کرادے 335
حضرت سعدؓ کا انصار سے حسنِ سلوک اور ان کے بیٹے کے پوچھنے پر بتایا........ 400
حضرت سعدؓ کو آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ ہرن دکھایا اور فرمایا سعد اسے تیر مارو۔ اور جب تیر مارنے لگے تو پیار سے اپنی ٹھوڑی ان کے کندھے پر رکھ دی۔ فرمایا اے خدا اس کا نشانہ بے خطا کر دے 358

حضرت سعدؓ کی اولاد وازواج 402
حضرت سعدؓ کے علاوہ حضرت زبیر بن العوامؓ کو بھی آنحضرتؐ نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان 355
حضرت سعدؓ کی لونڈی۔ زھراء 391
حضرت سعدؓ کی نماز کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے پاس شکایت جس کی تحقیق کے لئے محمد بن مسلمہ کو بھیجنا معلوم ہوا یہ شکایت غلط ہے...... اس کی تفصیل لیکن حضرت عمرؓ نے مصلحتاً حضرت سعدؓ کو مدینہ بلا لیا 396
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ میں سے 135
حضرت عثمانؓ کا حضرت سعدؓ کو کوفہ کا والی بنانا اور تین سال بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اختلاف کی بناء پر سعدؓ کو معزول کر دیا جس پر سعدؓ نے مدینہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی......397
حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کے دنوں میں حضرت سعدؓ اور حضرت علیؓ کا پتہ کروانا اور حضرت علیؓ کو پانی کے لئے پیغام بھجوانا 672
حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف بڑھا تو معاویہ نے تین صحابہ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ تینوں نے انکار کیا اور حضرت سعدؓ نے یہ اشعار لکھ کر بھیج دیئے 399،398
حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے والے کو حضرت سعدؓ کو بد دعا دینا اور اس کا ہلاک ہو جانا...... 346
حضرت عمرؓ کا خلافت کے لئے بورڈ مقرر فرمانا اور حضرت سعدؓ کو اس کا ممبر مقرر فرمانا اور نئے خلیفہ کو وصیت کرنا کہ سعد سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے اُسے...... 397
حضرت عمرؓ کا خلافت کمیٹی کے اراکین مقرر فرمانا حضرت سعدؓ ان میں سے ایک تھے 416
رسول اللہؐ نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت سعدؓ بھی تھے 132
حضرت سعد بن خَیثمہؓ 107
حضرت بلالؓ کا مدینہ ہجرت کے بعد حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر قیام 454
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ سعد کی کون خبر لائے گا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی غزوۂ احد میں شہادت 263
جمیلہ۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیٹی 262
حضرت سعد بن ربیع اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان ہجرت مدینہ کے موقعہ پر مؤاخات 263، 280
حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف بھیجنا...... 319
حضرت سعد بن ربیعؓ۔ بدری صحابی 262
حضرت سعد بن ربیعؓ کا اظہار اخلاص و وفا اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 265
حضرت سعد بن ربیعؓ کا آخری سانسوں میں آنحضرتؐ سے عشق و وفا کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم کو ایک پیغام دینا 531
حضرت سعد بن ربیع کی بیٹی ام سعد کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا کپڑا بچھانا اور حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر فرمایا...... 266
حضرت سعد بن ربیع کی بیوی کا اپنی دونوں بیٹیوں کو لیکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا...... آیت میراث نازل ہونا...... 266
عَمرہ بنت حَزم، حَبِیْبَہ بنتِ زَید۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی دو بیویاں 262
حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی 30، 31
آنحضرتؐ غزوۂ احد سے واپسی پر حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیکر گھر میں داخل ہوئے 312
آنحضرتؐ کے دور میں چھ اصحاب نے قرآن جمع کیا جن میں حضرت سعد بن عبادہؓ بھی 28
رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے بالخصوص عبد اللہ بن عَمرو بن حَرَام اور سعد بن عُبادہ کو 25، 26
حضرت سعد بن عبادہؓ 16 تا 28، 19، 20، 222، 503
حضرت سعد بن عبادہ کی مؤاخات کے حوالہ سے ایک درستی اور وضاحت 16، 17
حضرت سعد بن عبادہؓ رسول اللہؐ کی طرف سے علمبردار ہوتے اور لڑائی کے وقت حضرت علیؓ جھنڈا لے لیتے 636
حضرت سعد بن عبادہؓ کا بقیہ ذکر 29 تا 38
حضرت سعد بن عبادہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے سے انکار

اور حضرت ابو بکرؓ کا انہیں ترک کر دینا 30
حضرت سعد بن عبادہؓ کا کہنا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھوں تو چار گواہ لاؤں........ آنحضورؐ کا فرمانا 27
حضرت سعد بن عبادہؓ کی ایک دعا 27
خلفاء حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ لیتے تھے........ اور اس کا جواب / وضاحت 37
حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے آپؐ کا جانا اور راستہ میں عبد اللہ بن ابی........ 49
سعد بن عبادہؓ کی وفات کا مدینہ میں کیونکر علم ہوا؟ 37
حضرت سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کے پرجوش مشورہ پر حضورؐ نے اپنی رائے واپس لے لی 17
آنحضرتؐ کا حضرت سعدؓ کی مکہ میں عیادت کرنا اور فرمانا کہ تمہیں تو دل کی تکلیف ہے تم حارث بن کلاہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت پیس لے اور بطور دوا تمہیں پلائے 357
سعد بن علی کے دو بیٹے۔ سَلِمَہ اور اُدَیّ 538
حضرت سعد بن مالکؓ / (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) 299
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات کے بعد خلافت کے لئے چھ افراد پر مشتمل کمیٹی بنانا۔ حضرت علی بن ابو طالبؓ، حضرت زُبیر بن العوامؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہ بن عُبَیْد اللہؓ، حضرت سعد بن مالکؓ 293
عشرہ مبشرہ کے نام: نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعید بن زیدؓ 437
حضرت سعد بن معاذؓ 19، 68، 70، 106، 345
حضرت سعد بن معاذؓ کا بقیہ ذکر 334 تا 341
کچھار کے شیر۔ سعد بن مالکؓ کو اسلامی فوج کا کمانڈر بنا کر........ 287
ابن ابی حقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذؓ کو دینا 318
امیّہ بن خلف ابو صفوان کو حضرت سعد بن معاذ نے بتایا کہ تم مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گے........ 304، 305
آنحضرتؐ غزوۂ احد سے واپسی پر حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیکر گھر میں داخل ہوئے 312
آپؐ نے فرمایا حضرت سعد بن معاذؓ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے 336
حارث بن اوس۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے بھتیجے 334
حضرت سعد بن معاذؓ کی مؤاخات 497
حضرت سعد بن معاذؓ کو تیر لگا تو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے تیر کا پھل کو نکال کر زخم کو داغ دیا 335
حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ کا قبولِ اسلام 108
حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف بھیجنا........ 319
حضرت سعد بن معاذؓ کا بنو قریظہ کی غداری کے متعلق فیصلہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا بیان 324 تا 329
حضرت سعد بن معاذؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ سے عہد وفا کا اظہار اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 309
حضرت سعد بن معاذ کا جنگ بدر میں آنحضرتؐ سے فدائیت کے اظہار کے موقعہ پر کہنا........ اور ایک صحابی کا کہنا کہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تیرہ غزوات میں شامل ہونا کاش ان لڑائیوں کی بجائے یہ فقرہ کہنے والا ہوتا 311
حضرت سعد بن معاذؓ کا جنگ بدر میں جوش و جذبہ اور آنحضرتؐ سے محبت و فدائیت کا اظہار 307، 308
حضرت سعد بن معاذؓ کا عمرہ کے لئے مکہ جانا اور ابو جہل وغیرہ کا ردّ عمل 304 تا 306
حضرت سعد بن معاذؓ کو ابن عرقہ۔ حبان بن عبد مناف نے زخمی کیا تھا 335
حضرت سعد بن معاذؓ کے اندر تین باتیں........ 340
حضرت سعد بن معاذؓ کی انصار مدینہ میں وہ پوزیشن جو مکہ کے مہاجرین میں حضرت ابو بکرؓ کو 302
حضرت سعد بن معاذؓ کی تدفین اور آنحضرتؐ کا رونا 340
حضرت سعد بن معاذؓ کی تدفین اور آنحضرتؐ کی دعا جب انہیں قبر میں اتارا جا رہا تھا........ 339
حضرت سعد بن معاذؓ کے زخموں سے خون بہنا اور آنحضرتؐ کا ان کو اپنے ساتھ چمٹا لینا۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی 336

حضرت سعد بن معاذؓ کے زخمی ہونے پر آنحضرتؐ کا مسجد نبوی میں خیمہ ان کے لئے لگوانا کہ انکی عیادت کر سکیں 335
حضرت سعد بن معاذؓ کی زخمی ہونے پر دعا 335
حضرت سعد بن معاذؓ کے قبول اسلام کا واقعہ کی تفصیل 300 تا 306
حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ کا ان کی وفات پر نوحہ اور شعار 338
حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ کی آنحضرتؐ سے محبت، غزوۂ احد پر آنحضورؐ کی شہادت کی خبر سننے پر ان کا باہر آنا 312، 313
انصار کے تین افراد بنو عبد الاشہل میں سے تھے رسول اللہؐ کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی حضرت سعد بن مُعاذؓ ان میں تھے 340، 341
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ سے ہونے والے مسلمان۔ حضرت سعد بن معاذؓ ان میں سے تھے 107
عیسائی دنیا کا مریم مگدلینی اور اسکی ساتھی عورتوں کی بہادری پر خوش ہونا۔ اس کے مقابل پر آنحضرتؐ کے مخلصوں اور فدائیوں کو پیش کرنا......... حضرت مصلح موعودؓ کا سعد بن معاذؓ کی والدہ جو غزوۂ احد......... 313، 314
سعد بن معاذؓ کے پرجوش مشورہ پر حضورؐ نے اپنی رائے واپس لے لی 17
وہ چار افراد جو حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر میں اترے 339
آنحضرتؐ کا مکہ میں حضرت سعدؓ کی عیادت کرنا اور ایک شخص کو خاص طور پر خیال رکھنے کا فرمایا کہ اگر یہ مکہ میں فوت ہو جائیں تو انہیں ہرگز مکہ میں نہ دفنایا جائے بلکہ مدینہ لایا جائے 357
آنحضرتؐ کی حضرت سعدؓ کی وفات پر دعا کہ جتنے افراد اس وقت گھر میں ہیں اتنی ہی زیادہ تعداد فرشتوں کی حاضر ہو......... 336
جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ کے لئے سائبان اور اس کے پاس حضرت سعدؓ کی سواری باندھ کر عرض کرنا......... 311
سعد، اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ حضرت عمرؓ کا فرمان اور اسکی تشریح 31
حضرت بلالؓ کے مشورہ کے بعد ان کے جانے کے بعد حضرت سعدؓ کے سپرد اذان کا کام 474
حضرت سعدؓ 106، 159
کسریٰ کا شکاری شیر جو اسلامی لشکر پر چھوڑا گیا جسے حضرت سعد کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص نے تلوار سے مار دیا 394
صحابہ میں سے ساٹھ، ستر کے نام سعد ہیں......... 33
سعدیہ بشریٰ 518
سعدیہ نعیم 518
سعید احمد سہگل۔ ذکر خیر 406
سعید احمد مقصود 630
سعید الرحمٰن۔ مشنری انچارج سیرالیون 631
حضرت سعید بن جُبیرؓ 45، 135، 437
حضرت سعید بن زیدؓ 128، 131، 215، 359، 525
حضرت سعید بن زیدؓ ان صحابہ میں سے جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135، 437
حضرت سعید بن زیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 135، 276، 277
حضرت سعید بن زیدؓ کا مستجاب الدعوات ہونا 278
حضرت سعید بن زیدؓ کو دمشق کا گورنر بنایا جانا لیکن انہوں نے جہاد کو ترجیح دی 277
حضرت سعید بن زیدؓ کی بہن عاتکہ کی شادی حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ کی شادی حضرت سعیدؓ سے 270
حضرت سعید بن زیدؓ۔ کنیت اَبُوالْاَعْوَر، ابوثَور 270
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت سعید بن زیدؓ کو لوگوں سے کہنا کہ جو سلوک تم نے کیا ہے اگر احد پہاڑ متزلزل ہو جائے تو کچھ عجب نہیں 278
حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا حضرت علیؓ کی شان میں برا بھلا کہنا اور حضرت سعید بن زیدؓ کا اسے کہنا کہ یہ اس جنت میں ہوں گے اور ان میں سے ایک علیؓ بھی 278
سعید بن زید جنگ بدر میں کیوں شامل نہ ہو سکے اس کی تفصیل 276
سعید بن زید کی انگوٹھی میں قرآنی آیت لکھی ہوئی 277
سعید بن زید۔ بدر میں شامل نہیں ہوئے لیکن ان کو حصّہ نہ دیا 275
حضرت سعید بن مسیّب 137، 410، 411، 612، 615
حضرت سعیدؓ 159
سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ اہلیہ محمد افضل کھوکھر۔ ذکرِ خیر (ان کے خاوند اور بیٹے بھی شہید ہوئے تھے) 648
سفیان بن عیینہ 442

سکینہ بیگم 551

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب 53

حضرت سلمانؓ 482

حضرت ابو بکرؓ کا ایک بار ابوسفیان بن حرب کے بارہ میں حضرت سلمانؓ، حضرت صُہیبؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہ نے کوئی ریمارکس دیئے جس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کچھ کہا تو آنحضرتؐ کو علم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا........ 261

اسلام میں سبقت لانے والے چار ہیں۔ سلمان اہل فارس میں سے ہیں 258

سَلِمَہ، سعد بن علی کے دو بیٹے۔ سَلِمَہ اور اُدَیّ 538

حضرت سلمہ بن اکوعؓ 654

سَلَمہ بن سَلامہ بن وَقْشؓ ان میں سے ایک جو حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر میں اترے 339

سلمٰی، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177

سلمٰی بنت حفصہ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اہلیہ 391

سلمٰی بنت قَعِید 257

سیدہ سلمٰی بیگم بنت سید محبوب عالم بہاری 347

سلمٰی جاوید 110

سلیم احمد ملک۔ ذکرِ خیر 520

سلیم حسن الجابی۔ آف سیریا کا ذکرِ خیر 364

ایک سادہ سے کسان کے ذریعہ سلیم الجابی صاحب کو احمدیت کا تعارف ہوا اور بذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا اور بیعت........ 364

سلیم الجابی کا خلافت سے اظہارِ عشق 365

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے کہنے پر حیات قدسی کا عربی ترجمہ کرنا 366

سُلَیمان بن رَبِیعَہ 537

حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدس کی تعمیر کی اسکی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی۔ وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیں 534

حضرت سلیمان بن صَردؓ 532

سمارو ہارون 602

حضرت سماک بن خرشہؓ، ابو دجانہؓ بدری صحابی 593 تا 599

حضرت سمرہ بن جندبؓ 536

حضرت سمیہؓ ابتدائی سات اسلام کا اعلان کرنے والوں میں سے 214، 258، 453

سنان بن مالک 257

سہل 175

سہل بن اسود، سہل بن حنیفؓ 55

حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کو تلوار دھونے کے لئے دینا (جنگ احد) کہ ان نے خوب ساتھ دیا۔ یہ سنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تم نے لڑنے کا حق ادا کیا ہے تو سہل بن حنیف، ابو دجانہ نے بھی لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے حارث بن صِمّہ کا نام لیا 598

حضرت علیؓ کی مؤاخات سہل بن حنیف کے ساتھ 635

رسول اللہؐ نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت سہل بن حُنَیفؓ بھی تھے 132

حضرت سہل بن سعدؓ 532، 620

حضرت سہل بن سعدؓ۔ آنحضرتؐ نے زخموں۔ جنگ احد۔ کی تفصیل سے آگاہ 651

سہل بن محمد بن جدّ 538

سہلہ بنت عاصم 279

سہیل 175

آنحضرتؐ کا سہیل بن بَیضَاء کی نماز جنازہ مسجد کے اندر پڑھنا........ 401

سہیل بن عمرو وغیرہ کی حضرت عمرؓ کی خدمت میں اور بلالؓ، عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ (غلاموں) کو ملاقات کے لئے پہلے بلانے پر ان روساء کا ردّ عمل 477، 478، 479

علامہ سہیلی۔ شارح سیرت ابن ہشام۔ روض الانف 67

سودہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446

سُوَیط بن سعد بن حَرْمَلَہ اور ابو رُوم بن عُمیر دونوں کا جھنڈا اتھامنے کے لئے غزوۂ احد میں آگے بڑھنا 118

یہ حضرت مصعبؓ کو قبر میں اتارنے والوں میں شامل تھے 119

حضرت سُوَید بن غَفَلَہ 537

سُوَیلِم یہودی کے گھر میں منافقین کا جمع ہونا جاسُوم مقام پر تھا۔ حضرت طلحہؓ کو ارشاد ہوا کہ اس گھر کو آگ لگا دیں........ 134

سیدہ سیدہ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر محمد اسحاق صاحب 101
سیف الرحمان 600

ش

شازیہ چوہدری 464
حضرت امام شافعی کا شہدائے احد کی نماز جنازہ کا ذکر 589
حضرت شاہ محمد صاحب 519
شاہد احمد خان پاشا۔ ذکر خیر 618
شاہدہ منور شمیم 113
صاحبزادہ شاہین بنت مرزا منور احمد درویش۔ قادیان 489
شاہینہ قمر صاحبہ اہلیہ قمر احمد شفیق صاحب۔ ذکرِ خیر 648
رانا شبیر صاحب۔ ربوہ 182
شدّاد بن اوس 672
شرجیل بن حسنہ 504
شرحبیل بن حسنہؓ، پندرہ کاتبینِ وحی میں سے 437
پندرہ کاتبین وحی میں سے ایک عبد اللہ بن رَوَاحہؓ 525
شریح بن عُبید 562
شعبی 218
احسان احمد۔ لاہور ابن شفقت محمود، ذکرِ خیر 693
شفیق الرحمٰن۔ مربی سلسلہ نیوزی لینڈ 449
شفیقہ صاحبہ اہلیہ جنرل ضیاء الحق 691
شکور صاحب ربوہ 169
شکیلہ 493
شمس الدین صاحب۔ کبابیر 577
شمیم اختر 631
شمیم بھٹی۔ حضور انور کے سکول و کالج فیلو 331
امام شہاب الدین زہری 667
شوکت صاحبہ۔ اہلیہ ڈاکٹر لطیف صاحب 54
شوکت گوہر۔ اہلیہ ڈاکٹر لطیف احمد قریشی۔ ذکرِ خیر 39، 634
حضرت بلالؓ کا شَیْبَہ بن رَبِیْعَہ، عُتْبَہ بن ربیعہ اور اُمَیّہ بن خَلَف پر لعنت کی دعا کرنا جنہوں نے مکہ سے نکال دیا 455
شَیْبَہ بن مُالِکُ 650

شیر زمانؓ۔ صحابی، قادیان سے واپسی پر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ایک کرتہ مبارک تحفہ میں ملنا 518
حضرت مولوی شیر علی صاحب کا ترجمہ تیار ہو رہا ہے، اشاعت کے لئے 383

ص

صاحب گل 418
سید صادق علی 347، 348
صالح 461
حضرت صالحؑ 636، 637
صالح بن ابراہیم 173
صبور بھٹی 330
صداقت احمد۔ مبلغ سینٹ پیٹرس برگ رشیا 631
صدر دین، تاج دین ولد صدر دین۔ ذکر خیر 87
ڈاکٹر صدف ظفر 464
صدیقہ بیگم 667
صَعْبَہ، طلحہ بن عبید اللہ کا اسلام لانا اور ان کی والدہ صَعْبَہ کا ان کو گالیاں دینا 130، 131
صعبہ۔ عبد اللہ بن عماد حضرمی کی بیٹی اور حضرت علاء بن حضرمی کی بہن 128
صغریٰ بیگم 649
صفدر علی گجر۔ ذکرِ خیر 402
حضرت صفوان بن معطّل 24
صفیہ بنت حییؓ، حضرت دحیہ کلبی کا جنگ خیبر کی فتح پر لونڈی مانگنا اور ان کا صفیہ بنت حییؓ کو لینا......... 58، 59
صفیہ بنت عبد المطلب 264، 407
حضرت ابو طلحہؓ کا اپنے مونہہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کی طرف بڑھنا اور ان کی سواری درست کی اور کپڑا ان پر ڈالا........ پردے کا لحاظ 57
حضرت حمزہؓ کے لئے حضرت صفیہؓ (آپ کی بہن) کا دو چادریں بطور کفن لانا........ لیکن کفن کی کمی کے سبب ایک چادر ایک انصاری کو دے دینا........ اور کفن کے لئے بھی قرعہ۔ ایک کے

دراز قد ہونے کی وجہ سے 412
حضرت زبیرؓ بن کی والدہ صفیہ کا اپنے بیٹے کو مارنا اور سختی کرنا تا کہ وہ بہادر نہیں........ 407،408
حضرت صفیہؓ کے رخصتانہ کے موقعہ پر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا پہرہ دینا اور آنحضرتؐ کا دعا دینا 608
حضرت صفیہؓ۔ حضرت زبیرؓ کی والدہ کا انہیں دھکا دیتے ہوئے احد کے دن شہداء کی طرف بڑھنا........ 412
صفیہ بیگم اہلیہ شیخ مبارک احمد صاحب سابق مبلغ افریقہ، انگلستان، امریکہ 330
صفیہ یا کریمہ بنت معمر۔ امیہ بن خلف کی بیوی 306
صلاح الدین 552
صمد صاحب۔ البانیہ کے ایک گاؤں کے مقیم دالیب جرجی صاحب معمولی آمدن ہے اور پبلک ٹرانسپورٹ پر جمعہ پر آتے ہیں۔ دل پر بوجھ کہ کئی مہینوں سے چندہ نہیں دیا........ 580
صمد صاحب۔ مبلغ البانیہ 572

حضرت صہیبؓ 155،482
حضرت صہیب کا نام عُمیرہ تھا۔ رومیوں نے صُہیب رکھا 257
حضرت ابو بکرؓ کا ایک بار ابوسفیان بن حرب کے بارہ میں حضرت سلمانؓ، حضرت صُہَیبؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہ نے کوئی ریمارکس دیئے جس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کچھ کہا تو آنحضرتؐ کو علم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا........ 261
حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور آنحضرتؐ کھجوریں کھا رہے تھے ساتھ صہیبؓ بھی تھے، آشوبِ چشم تھا........ کہا میں ٹھیک آنکھ سے کھا رہا ہوں۔ صحابہ کا آپس میں مزاح 260
اسلام میں سبقت لانے والے چاروں میں سے ایک 258
حضرت صہیبؓ کا مکہ سے مدینہ ہجرت اور صرف آدھ کلو آٹا جو ابواء مقام پر گوندھا 260
حضرت صہیبؓ کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا اور مشرکین کا روکنا۔ اپنا سارا مال دے کر ہجرت کرنا 259،260
حضرت صہیبؓ کی حضورؐ سے محبت کا ایک انداز 261
حضرت صُہَیبؓ وغیرہ پر سختی اور مصائب 259
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بیان کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ آنحضرتؐ، ابو بکرؓ، عمارؓ، ان کی والدہ سمیہؓ، صُہَیبؓ، بلالؓ، مقدادؓ 258
سب سے پہلے جنہوں نے اسلام کا اعلان کیا صہیبؓ ان میں سے ایک تھے 453
حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو صہیب کو نماز پر امامت کا ارشاد فرمانا 294
حضرت عمرؓ کا حضرت صہیبؓ سے کہنا کہ تین باتیں نہ ہوتیں تو میں کسی اور کو تم پر فضیلت نہ دیتا........ 262
حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ میری نماز جنازہ صہیبؓ پڑھائیں گے اور تین دن تک امامت کروائیں جب تک کہ خلیفہ بنانہ لیا جائے 262
حضرت عمرؓ کی خدمت میں رؤسائے مکہ (سہیل بن عمرو، ابوسفیان وغیرہ) کا جانا اور بلالؓ، عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ (غلاموں) کو ملاقات کے لئے پہلے بلانے پر ان رؤساء کا ردّ عمل 477تا479
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت صہیبؓ کی ہجرت مدینہ کا ذکر 260
سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لانے والوں میں حضرت صُہیبؓ تھے 214
حضرت صہیب رومیؓ 452
صہیب ناصر 519
صہیبؓ، یُحَنَّس۔ حضرت صہیبؓ کا غلام 262
صہیلہ بنت اسود 525
صوفی حامد صاحب 110

ض

ضبیعہ بن حُصین ثعلبی 87
ضحاک بن خلیفہ 134
ضیاء الحق 179،691
حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب 330

ط

طارق 223
ڈاکٹر طارق صاحب۔ نور ہسپتال قادیان سینئر میڈیکل آفیسر 39

طارق علی کھوکھر 102،101
طارق محمود 631،630
طارق نوری 101
طالب یعقوب ابن طیّب یعقوب۔ ٹرینی ڈاڈ اینڈ ٹوباگو کا 488
طالب، حضرت علیؓ کے بھائی 620

حضرت مرزا طاہر احمدؒ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 38،110،113،171،183، 349،404،464،492،647
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے اللہ کا ہمکلام ہونا خلیفہ رابعؒ کا بیان 593،592
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت پر ان کی بیوی کا ردّ عمل اور حضرت خلیفہ رابعؒ کا بیان 121
رانا نعیم الدین صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خط اسیری کے دوران 184
ڈاکٹر طاہر احمد۔ ربوہ۔ ذکرِ خیر 678
طاہر محمود صاحب مربی ضلع راولپنڈی 126
ڈاکٹر طاہر محمود ابن طارق محمود۔ مڑھ بلوچاں ضلع ننکانہ کا شہادت اور ذکرِ خیر 631،630
رشید احمد بن محمد عبد اللہ۔ ربوہ ذکرِ خیر 664
طاہر نسیم 418
طاہرہ 101
طاہرہ صاحبہ 601
طاہرہ بیگم 102
طاہرہ ماجد 649
طفیل، حضرت ابی کا بیٹا 537
طفیل بن عمرو دوسی 530
طلحہ بن ابو طلحہ 650
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ 128، 129، 159، 276، 287، 295،437،525
حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا بقیہ ذکر 153
طلحہ بن عبید اللہ کا اسلام لانا اور ان کی والدہ صَعبہ کا ان کو گالیاں دیتی جارہی ہے اور طلحہ کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے 130، 131

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا کہنا کہ بُصریٰ۔ ملک شام کا شہر، ایک یہودی کا ان سے پوچھنا کہ کیا احمد ظاہر ہو گیا ہے؟ میں نے پوچھا کون احمد، اس نے کہا عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا...... اس کے ظاہر ہونے کی جگہ...... 130
حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی آمد اور ان کی فیاضی...... حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دس ہزار درہم بھیجنے...... 137
حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔ آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو مدینہ ہجرت کرتے ہوئے خَرّار نامی وادی میں شامی کپڑے پہنائے 131
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ۔ بدر میں شامل نہ ہوئے لیکن حصّہ ملا اور وجہ 128
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات کے بعد خلافت کے لئے چھ افراد پر مشتمل کمیٹی بنانا۔ ان میں سے حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللہؓ بھی تھے 293
حضرت طَلحہ بن عُبَیدُ اللہؓ سے روایت کہ ایک اعرابی نے پوچھا مَنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ سے کون مراد ہے؟ 135
ایک جنگ میں آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ کے سوا کوئی نہ رہا 350
حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبد الرحمٰنؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ یہ میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135،437
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے بارہ میں حضرت علیؓ کا فرمانا (ابنِ جُرمُوز) تیرے منہ میں خاک مَیں تو یہ امید کرتا ہوں کہ طلحہؓ اور زبیرؓ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ 446
حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہؓ جنگِ جمل میں شہادت 682
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 135،276،277
حضرت سعید بن زیدؓ کا نو / دس لوگوں کے بارہ میں گواہی دینا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا...... اے حراء! ٹھہر، یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ 135

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا 674

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو مکہ ہجرت سے قبل ان دنوں کے درمیان مؤاخات اور مدینہ ہجرت کی تو حضرت طلحہؓ کی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے درمیان 131

حضرت طلحہؓ کا اپنی وفات سے قبل حضرت علیؓ کی بیعت کا اقرار 444

حضرت طلحہؓ کا احرام سرخ مٹی کے رنگ سے رنگین اور حضرت عمرؓ کا فرمانا 136

حضرت طلحہؓ کا حضرت عثمانؓ کے ہاتھ ایک زمین سات لاکھ درہم میں فروخت کی اور ایک رات میں ساری رقم تقسیم کروادی 136

حضرت طلحہؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا۔ آخری وصیت میں اور حضرت علیؓ کا فرمانا........ 156

حضرت طلحہؓ کا خواب میں کسی کو کہنا کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹا دو۔ حضرت ابن عباسؓ سے خواب کا ذکر اور نعش میں کوئی فرق نہ آیا تھا سوائے بالوں میں کچھ فرق........ 137

حضرت طلحہؓ کا میدان جنگ سے واپس چلے جانا کہ حضرت علیؓ ٹھیک ہیں اور راستے میں بدبخت لوگوں نے انہیں شہید کر دیا 677

حضرت طلحہؓ کا ہاتھ شل ہو جانا۔ جنگ احد میں تیرہ سے آنحضرتؐ کو بچاتے ہوئے........ 132

حضرت طلحہؓ کو ایک جنگ میں تیر لگا اور سی کی آواز نکالی تو آنحضرتؐ نے فرمایا اگر وہ بسم اللہ کہتے تو اس طرح جنت میں داخل ہوتے کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوتے 132

حضرت طلحہؓ کو بعد میں کسی نے ٹنڈا کہا........ 134

حضرت طلحہؓ کو شہید کرنے والے کو حضرت علیؓ نے دوزخ کی تنبیہ فرمائی 162،160

حضرت طلحہؓ کو کسی نے طنزاً ٹنڈا کہا تو........ 161

حضرت طلحہؓ کی بعض مالی قربانیوں کی بناء پر آنحضرتؐ نے انہیں فیاض قرار دیا 131

حضرت طلحہؓ کی بیٹیاں۔ عائشہ اور ام اسحاق 133

حضرت طلحہؓ کی ٹانگ میں لنگراہٹ تھی، جنگ احد میں آنحضرتؐ کو اٹھا کر چلے۔ تو ہمیشہ کے لئے لنگراہٹ دور ہو گئی 133

حضرت طلحہؓ کے جسم پر جنگ احد میں ستر زخم لیکن ان کا کہنا تھا کہ مجھے آنحضرتؐ کے زخموں کا زیادہ فکر تھا 134

حضرت طلحہؓ مکہ سے حضرت ابوبکرؓ کے گھر والوں کو لیکر مدینہ پہنچے 131

حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کچھ رقم پچاس ہزار درہم جو واپس کرنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں ہبہ کر دی 136

حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ 156

حضرت علیؓ کا حضرت طلحہؓ کی شہادت پر افسوس کا اظہار کرنا........ 162

حضرت علیؓ کا فرمانا کہ آنحضرتؐ کو سنا تھا کہ طلحہؓ کو ایک جہنمی قتل کرے گا 677

حضرت علیؓ کے ایک ساتھی کو حضرت طلحہؓ کا نزع کی حالت میں کہنا کہ ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت کروں........ 678،677

حضرت عمرؓ کا خلافت کمیٹی کے اراکین مقرر فرمانا حضرت طلحہؓ اس کے ایک ممبر تھے 416

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت طلحہؓ کا نام طَلْحَۃُ الْخَیر رکھا، غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر طَلْحَۃُ الْفَیَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے روز طَلْحَۃُ الْجُود رکھا 131

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت طلحہؓ بھی 132

سُوَیلِم یہودی کے گھر میں منافقین کا جمع ہونا جاسوم مقام پر تھا۔ حضرت طلحہؓ کو ارشاد ہوا کہ اس گھر کو آگ لگا دیں........ 134

عمران بن طلحہ، حضرت طلحہؓ کے بیٹے کا حضرت علیؓ سے ملاقات کرنا اور........ 162

غزوہ حمراء الاسد اور حضرت طلحہؓ کی شمولیت جبکہ ان کے جسم پر ستر زخم تھے 134

محمد اور طلحہ۔ راوی 676

حضرت طلیب بن عمیرؓ 17

طُلَیحَہ اَسَدِی کا نبوت کا دعویٰ 670

سید طٰہٰ نور۔ مربی سلسلہ انڈونیشیا 171
طیب محمود 630
طیّب یعقوب۔ ٹرینی ڈاڈ اینڈ ٹوباگوکا 488
طیبہ قریشی 649

ظ

ظریف احمد قمر 66
حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور ان کی بیوی کا مالی قربانی کرنا 3
ظفر اقبال قریشی۔ سابق نائب امیر ضلع اسلام آباد ذکرِ خیر 463
صوبیدار میجر حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحب 110
مولوی ظل الرحمٰن 243
ظہیر احمد خان 404

ع

حضرت عاتکہ بنت زید۔ اہل مدینہ کہا کرتے جس نے شہید ہونا ہو وہ اس سے شادی کر لے 445
حضرت زبیرؓ کی شہادت پر ان کی بیوی عاتکہ کے اشعار 446
حضرت سعید بن زیدؓ کی بہن عاتکہ کی شادی حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ کی شادی حضرت سعیدؓ سے 270
عاص بن وائل کا حضرت خبابؓ سے طنز اور آیت قرآنی کا نزول 218
عاصم، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
عاصم احول کا کہنا کہ حضرت انسؓ کے پاس آنحضرتؐ کا پیالہ دیکھا وہ ایک خوبصورت چوڑا، عمدہ لکڑی کا تھا........ 64
حضرت عامرؓ 666
عامر بن حضرمی 128
حضرت عامر بن ربیعہ 119
حضرت عامر بن ربیعہ کے والد کی روایت کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ ایمان لانے سے لیکر شہادت تک میرے دوست رہے........ 120
عامر بن ربیعہ۔ کو زید بن عمرو کا اسماعیل کی نسل سے ایک نبی کا انتظار اور اسکا سلام کا پیغام........ 272
عامر بن عبد اللہ، حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ۔ بدری صحابی، نام عامر بن عبد اللہ۔ کنیت ابوعبیدہؓ 495
عامر بن فُہَیرہ پر سختی اور مصائب 259
حضرت ابو بکرؓ نے سات غلام آزاد کر دیئے جنہیں تکالیف دی جاتی تھیں حضرت عامر بن فہیرۃ ان میں تھے 452
عائذ بن عمر 482
حضرت عائذ بن عمرو 261
حضرت عائشہؓ 48، 318، 407، 454، 642، 676
آنحضرتؐ کا بیمار ہونے پر اپنی دیگر ازدواج سے اجازت چاہنا کہ حضرت عائشہؓ کے گھر ہی رہیں 665
آنحضرتؐ کا آخری بیماری میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لانا665
جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی صلح 158
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات پر ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ان کا جنازہ لیکر مسجد آئیں تاکہ وہ بھی ان کا جنازہ پڑھیں اور بعض لوگوں کا اعتراض کہ جنازے مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تو حضرت عائشہؓ کا جواب 401
حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی آمد اور ان کی فیاضی........ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دس ہزار درہم بھیجے........ 137
حضرت عائشہؓ اور بعض دیگر اصحاب کا حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرنیکی وجہ........ اور آخر کار بیعت کرنا 156
حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تیاری کرنا 640
حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کا اتفاق اور صلح کا اعلان 685
حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اکرمؐ اپنے بعد کسی کو جانشین بناتے تو کس کو بناتے فرمایا ابو بکر کو 496
حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا فرمایا حضرت ابو بکرؓ........ 496
حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سات غلام آزاد کر دیئے جنہیں تکالیف دی جاتی تھیں 452
حضرت عائشہؓ کا بیان کہ ہم مدینہ آئے تو یہ وبازدہ مقام تھا اور بطحان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا........ 455
حضرت عائشہؓ کا جنگ جمل پر تبصرہ اور افسوس کا اظہار 156

حضرت عائشہؓ کا فرمانا کہ انصار کے تین افراد ایسے تھے جو سب بنو عبد الاشہل میں سے تھے 340، 341
حضرت عائشہؓ کو حضرت عثمانؓ کے قصاص آمادہ کرنے والے لوگ......جو خود حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک 443
حضرت عائشہؓ کی نظر میں حضرت ابو عبیدہؓ کی قدر و منزلت 496
حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ 156
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا ایک زمین کا حصہ حضرت عثمانؓ سے خرید کر ضرورت مندوں اور امہات المؤمنین میں تقسیم کرنا......اور حضرت عائشہؓ کا فرمانا اور دعا 296، 297
حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا حضرت عائشہؓ سے تدفین کی اجازت طلب کرنا 154
حضرت طلحہؓ کی بیٹیاں۔ عائشہ اور ام اسحاق 133
عائشہ 419
عائشہ بنت سعد 279
عائشہ صادق بنت بابو محمد عالم 348
عائشہ طارق 464
عائشہ نصیر اہلیہ ڈاکٹر عنایت اللہ منگلا امریکہ 404
ڈاکٹر عائشہ 619
عائشہ، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
عائشہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
عائشہ، حضرت سعد بن ابی وقاص کی بیٹی 342
حضرت عَبّاد بن بِشرؓ انصار کے تین افراد میں سے ایک رسول اللہؐ کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہ دی جاتی تھی 340، 341
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ سے ہونے والے مسلمان۔
حضرت عَبّاد بن بِشرؓ ان میں سے ایک 107
حضرت زبیرؓ کے لڑکوں میں عَبّاد بھی تھے 440
حضرت عبادہ بن بشرؓ 68
حضرت عبادہ بن صامتؓ 45، 532
عبادہ بنت مالکؓ 55
حضرت عباسؓ 469، 566، 621
عباس بن عبد القادر شہید، حُمَیٰ عباس اہلیہ عباس بن عبد القادر شہید کا ذکرِ خیر 691
آنحضرتؐ کا آخری بیماری میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لانا 665
حضرت عباسؓ کا ابوسفیان کو فتح مکہ کے دن ایک درے پر روک کر مسلمانوں کے لشکروں کی بابت بتانا 20
حضرت عباسؓ کا آنحضرتؐ کی آخری بیماری میں حضرت علیؓ سے کہنا کہ آنحضرتؐ سے خلافت کی بابت بات کی جائے 665
عبد الحئی منڈل۔ انڈیا، ذکر خیر 618
ڈاکٹر عبد الخالق صاحب 53
عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ 615
حضرت عبد الرحمٰن بن اخنسؓ 437
عبد الرحمٰن بن جندب 677
عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام، حضرت عائشہؓ کا جنگ جمل کے بعد کہنا کہ کاش میں آنحضرتؐ سے دس بچے جنتی اور ہر ایک بچہ ہر ایک بچہ عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام جیسا ہوتا........ 156
عبد الرحمٰن بن سعید 294
حضرت عبد الرحمٰن بن عثمانؓ 136
عبد الرحمٰن، حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے 68
عبد الرحمٰن بن قاسم 546
عبد الرحمٰن 605
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ 24، 159، 173، 359، 437، 469
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ۔ بدری صحابی۔ ان کا نام عَبدِ عَمْرو، عَبْدُ الْكَعْبَہ جسے آنحضرتؐ نے عبد الرحمٰن رکھ دیا 279
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا بقیہ ذکر 284 تا 299
عبد عمرو۔ عبد الرحمٰن بن عوف کا پرانا نام 284
ابراہیم۔ عبد الرحمٰن بن عوف کے بیٹے 298
ابو محمد۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی کنیت 289
امیہ بن خلف اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے پرانے دوستانہ تعلقات کی ایک تفصیلی روایت........ 284
آنحضرتؐ کو غسل دینے اور قبر میں اتارنے والوں میں سے 666
حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں 296

آنحضرتؐ نے مدینہ میں مختلف قبیلوں اور صحابہ کو رہائش کے لئے جگہ عطا کی تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمرؓ کو زمین عطا فرمانا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے وعدہ فرمانا کہ جب مسلمانوں کے ہاتھوں شام فتح کرے گا تو تمہارے لئے فلاں حصہ زمین ہو گا 287، 288

حضرت بلالؓ کی بیوی، ہالہ بنت عوف، ہمشیرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ 450

حضرت سعد بن ربیع اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان ہجرت مدینہ کے موقعہ پر مؤاخات........ 263

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 135، 276، 277، 280، 437

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انفاق فی سبیل اللہ 297، 298

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ایک زمین کا حصّہ حضرت عثمانؓ سے چالیس ہزار درہم میں خرید کر ضرورت مندوں اور امہات المؤمنین میں تقسیم کرنا 296، 297

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تجارت میں اتنی برکت کہ پتھر بھی اٹھاتے تو امید کرتے کہ نیچے سونا یا چاندی ملے گی 280

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان میں سے ایک جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب حرام کی ہوئی تھی 280

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی کسی بات پر تکرار تو آنحضرتؐ کا خالد کو فرمانا میرے اصحاب کو چھوڑ دو........ 90

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا امیہ بن خلف کو خط لکھنا کہ تم مکہ میرے مال اور بچوں کی حفاظت کرو میں مدینہ میں کروں گا 457

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہجرت کرنا تو کچھ بھی پاس نہ تھا پھر اللہ کا فضل........ 289

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو جوؤں کی شکایت پر ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت۔ ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابو سلمہ نے ریشمی قمیص پہنی تو حضرت عمرؓ نے اس کو پھاڑ دیا........ 289

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے افطاری لائی گئی تو کہنے لگے مصعب بن عمیرؓ شہید ہو گئے وہ مجھ سے بہتر ہے........ 120

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وصیت کہ جنگ بدر میں شامل ہونے والوں ہر ایک کو 400 دینار دیئے جائیں........ اس پر عمل کیا گیا اور اس وقت ان کی تعداد 100 تھی 296

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی تھی ان کے مال کی یہ حفاظت کرتے اور اپنے مال سے ان کے بچوں پر خرچ کرتے........ 440

حضرت عمرؓ کا اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دینا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان میں سے ایک 153 تا 155، 293، 416

حضرت عمرؓ کا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے قرض لینا اور وجہ 297

حضرت عمرؓ کا زخمی ہونا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتخاب خلافت عثمان میں کردار 294، 295

حضرت عبدالرحمٰنؓ ان صحابہ میں سے جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135، 437

حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو مدینہ میں قائمقام مقرر کر کے فارس کی طرف جانا........ حضرت عبدالرحمٰنؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپؓ کو جانے سے روکا 287

عبدالرحیم ساقی۔ جنرل سیکرٹری آفس یوکے۔ ذکر خیر 405

عبدالرحیم کا ٹھگڑی 347

حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب 330

سید عبدالرحیم صاحب صحابی مسیح موعودؑ 38

عبدالرزاق شیخ 421

چوہدری عبدالرزاق شہید۔ سابق امیر ضلع نوابشاہ 678

حضرت قاضی عبدالسلام بھٹی صاحب 330

چودھری عبدالسلام خان کاٹھگڑی 347

ڈاکٹر عبدالسلام 647

عبدالطیف صاحب مربی جرمنی 101

عبدالعلی 461

مولوی عبدالعلیم صاحب 38

حضرت عبدالغفور صاحب 664

سید عبدالقادر جیلانی 692

مولوی عبد القادر لدھیانوی 421
حضرت شیخ عبد الکریم صاحب 110
ڈاکٹر عبد الکریم ابن میاں عبد اللطیف ربوہ کا ذکر خیر 602، 603
عَبْدُ الْکَعْبَہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا نام عَبدِ عَمْرو تبدیل کیا ہے عَبْدُ الْکَعْبَہ جسے آنحضرتؐ نے تبدیل کیا ہے 279
حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ 174، 175
عبد اللہ اور ابو عمیر۔ حضرت ام سلیم کے دوسرے خاوند (ابو طلحہؓ) سے 55
عبد اللہ بن ابو طلحہ، حضرت ابو طلحہؓ کے بیٹے کی ولادت پر آنحضورؐ کا کھجور چبا کر اس کے مونہہ میں ڈالنا...... فرمایا انصار کی کھجور سے محبت اس کا نام عبد اللہ رکھنا 63
عبد اللہ بن ابی بن سلول 567
عبد اللہ بن ابی بن سلول کو سارے مدینہ کا بادشاہ بنانے پر اتفاق 116
آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد قریش مکہ کا مدینہ والوں عبد اللہ بن ابی بن سلول وغیرہ کو تہدیدی خط اور ان لوگوں کا ردّ عمل......... 302
حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے آپؐ کا جانا اور راستہ میں عبد اللہ بن ابی......... 49
عبد اللہ بن اَرْقَم الزُّہریؓ پندرہ کاتبینِ وحی میں سے 437، 525
حضرت عبد اللہ بن بریرہؓ 480
عبد اللہ بن بکر 445
حضرت عبد اللہ بن جحشؓ 265
عبد اللہ کا نام حضرت زبیرؓ نے عبد اللہ بن جَحْشؓ کے نام پر 410
حضرت عبد اللہ بن جدّ 538
عبد اللہ بن جدعان 257
عبد اللہ بن جَرّاح 495
حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ 441
عبد اللہ بن حُنَین 611
حضرت عبد اللہ بن خبابؓ 222، 690
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بدری صحابی۔ ابو محمد، ابو رواحہ ابو عمرو 42 تا 50، 262
ابو درداء کا بیان کرنا کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ مجھ سے کہتے۔
یَا عُوَیْمِرُ اِجْلِسْ فَلْنُؤْمِنْ سَاعَۃً 43
آنحضرتؐ کا حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی عیادت کو جانا تو وہ آپؐ کے لئے بستر سے نہ اٹھ سکے......... 46
آنحضرتؐ کا عبد اللہ بن رواحہؓ کی عیادت کو جانا اور دعا فرمانا 43
آنحضورؐ کا غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر کے سردار مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر شہید ہو جائیں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ......... 46
عبد اللہ بن رواحہؓ پندرہ کاتبینِ وحی میں سے 437، 525
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جہاد میں سب سے پہلے گھر سے نکلتے اور سب کے بعد لوٹتے تھے......... 43
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے اخلاص و وفا اور آنحضرتؐ سے محبت کا اظہار اور اسلام سے محبت......... 49
رسول اللہؐ مسجد حرام میں اونٹ پر داخل ہوئے عصا اور حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے آپ کے ہمراہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے اشعار کہہ رہے تھے 45
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے کچھ اشعار 44
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ، آنحضرتؐ کا ایک مہم میں اصحاب کو بھیجنا اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی اس میں تھے۔ وہ جمعہ کی نماز آپؐ کے پیچھے پڑھنے کے لئے رکے جس پر آپؐ نے فرمایا......... 49
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ 413، 444، 672
حضرت زبیرؓ کا اپنے ایک بیٹے عبد اللہ کے بچوں کے لئے ایک ثلث کی وصیت۔ جبکہ ان کے لڑکے حضرت زبیرؓ کے لڑکوں خبیب اور عَبّاد کے برابر تھے 440
حضرت زبیرؓ کی جنگ جمل کے موقعہ پر اپنے بیٹے عبد اللہ کو کہنا کہ میں مظلوم مارا جاؤں گا اور اپنے قرض کی فکر کا اظہار کرتے ہوئے وصیت کرنا۔ ایک تہائی کی......... 440
حضرت زبیرؓ نے عبد اللہ کا نام عبد اللہ بن جَحْشؓ کے نام پر 410
قبا میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا پیدا ہونا اور حضورؐ کا اپنی گود میں لیکر بچے کے مدینہ میں پہلے اپنا لعاب ڈالنا اور پھر چبائی ہوئی کھجور.........پہلا بچہ جو اسلام میں پیدا ہوا 409
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا بیان کہ جب بھی مجھے زبیرؓ کے قرض

کی پریشانی ہوتی تو کہا اے زبیرؓ کے مولیٰ....... تو انتظام ہو جاتا 441
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی 9 بیٹیاں 441
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو اپنے والد کو کہنا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ اور دیگر احباب احادیث بیان کرتے ہیں آپ کیوں نہیں........ 410
عبد اللہ بن زبیرؓ سات آٹھ سال کے ہوئے تو باپ کے کہنے پر بیعت کرکے آئے آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا بیعت لی 409
حضرت عبد اللہ بن زید کو خواب میں اذان کے الفاظ بتایا جانا 458
عبد اللہ بن زید، مسیلمہ کذاب کے قتل میں شامل 599
عبد اللہ بن سبا 158
عبد اللہ بن سعد 131
عبد اللہ بن سعد بن ابی سرحؓ پندرہ کاتبینِ وحی میں سے 437، 525
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ 514، 532
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ابواء مقام میں مسئلہ غسل میں اختلاف اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا 611
حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا کہنا کہ بُصریٰ۔ ملک شام کا شہر، ایک یہودی کا ان سے پوچھنا کہ کیا احمد ظاہر ہو گیا ہے؟......... 130
عبد اللہ بن عتیک انصاریؓ 84
عبد اللہ بن عتیکؓ کا ابو رافع کے قتل کے دوران اس کا یہودی پر تلوار اٹھانا 85
عبد اللہ بن عماد حضرمی 128
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ 24، 289، 672
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا جمعہ پر نہ جانا بلکہ حضرت سعید بن زیدؓ کی وفات کی خبر سن کر عقیق کی طرف روانہ ہو جانا 278
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کسی کو کہتے سنا کہ میں رسول اللہؐ کے حواری کا بیٹا ہوں تو فرمایا اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد میں سے ہو تو ٹھیک ورنہ نہیں......... 413
حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف بڑھا تو معاویہ نے تین صحابہ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ تینوں نے انکار کیا 398، 399
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دینا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ان میں سے ایک 153 تا 155، 416
حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا حضرت عائشہؓ سے تدفین کی اجازت طلب کرنا 154
عبد اللہ بن عَمرو بن حَرَام، رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے بالخصوص عبد اللہ بن عَمرو بن حَرَام اور سعد بن عُبادہ کو 25، 26
عبد اللہ بن عمرو کا جنگ احد کے دن مُثلہ کیا گیا اور ان کے عزیزوں کا رونا.........اور آنحضرتؐ کا فرمانا 588
حضرت جابرؓ کا اپنے والد کی قبر چھ ماہ بعد بنانا اور ان کی نعش میں کوئی تغیر نہ تھا......... 591
حضرت جابرؓ کا بیان کہ میرے والد (عبد اللہ بن عمرو) کی وفات کے بعد قرض بہت تھا۔ نبیؐ کا کھجوروں کی تقسیم کے وقت تشریف فرمانا اور سارا قرض ادا ہو گیا اور کھجوروں میں کچھ بھی کمی نہ ہونا 593
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ۔ بدری صحابی کا ذکر 565، 587
حضرت عبد اللہ بن عمرو۔ جنگ احد میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید 565
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے اللہ کا ہمکلام ہونا خلیفہ رابعؒ کا بیان 592، 593
عبد اللہ بن قیس فزاری 614
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ 24، 281، 283، 305، 523، 538
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، آنحضرتؐ کے صحابہ میں چھ قاضی۔ صحابہ میں سے ایک 536
حضرت ابی ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے بارہ میں رسول اللہؐ نے فرمایا یہ قرّائے امت ہیں 525، 526
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بیان کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں 258، 453
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا اپنے والد سے کہنا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ اور دیگر احباب احادیث بیان کرتے ہیں آپ کیوں

نہیں........ 410
حضرت عثمانؓ کا حضرت سعدؓ کو کوفہ کا والی بنانا اور تین سال بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اختلاف کی بناء پر سعدؓ کو معزول کر دیا جس پر سعدؓ نے مدینہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی........ 397
حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا آپس میں قرأت میں اختلاف اور آنحضرتؐ کا فیصلہ 541
عبد اللہ بن وہب 689
عبد اللہ بن یزید خطمی 615
حضرت چوہدری عبد اللہ خان صاحب 633
حضرت نواب عبد اللہ خان صاحب 618
عبد اللہ قریشی 463
عبد اللہ، حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے 68
عبد اللہ، حضرت سعد بن معاذؓ کے بیٹے 299
حضرت مولانا عبد الماجد صاحبؓ 691
مولانا عبد المالک خان صاحب 39، 40، 51، 53
عبد المالک۔ (ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے بیٹے) 41
جسٹس عبد المجید 679
عبد الملک 396
عبد الملک بن مسورؒ جس کی قیادت میں حضرت ابو ایوبؓ لڑائی میں شامل نہ ہوئے 616
عبد الہادی طارق۔ مربی سلسلہ گھانا 332
عبد الواحد۔ معلم سلسلہ قادیان۔ ذکرِ خیر 552
میاں عبد الوہاب 521
عَبدِ عَمْرو، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ۔ ان کا نام عَبدِ عَمْرو، عَبْدُ الْکَعبہ جسے آنحضرتؐ نے عبد الرحمٰن رکھ دیا 279، 284
عبد مناف، ابو طالب کی کنیت 620
حضرت شیخ عبد الرشیدؓ میرٹھی 50
عبد الرحمٰن بن عبد قاری 532
عبد الرحمٰن بن عوفؓ سخت بیمار ہوئے، غشی طاری ہوئی اور ان کی بیوی کے مونہہ سے چیخ نکلی بعد میں افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ وہ فرشتے آگئے تھے........ 290، 291
عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ایک روز کھانا لانا اور رونے لگ جانا اور کہنا........ 291
عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دعا کرنا۔ اے اللہ مجھے نفس کے بخل سے بچائیں 289
عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا دوۃ الجندل کی مہم پر جانا اور اسکی تفصیل اور آنحضرتؐ کا اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر پر سیاہ عمامہ باندھنا 286
عبد الرحمٰن بن عوف کے ترکہ میں اتنا سونا جو کلہاڑیوں سے کاٹا گیا........ 298
عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی سعادت کہ آنحضرتؐ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور فرمانا کہ میرا تمہارے پیچھے نماز پڑھنا اس بات کی تصدیق ہے کہ تم نیک آدمی ہو 288
عبد الرحمٰن بن عوفؓ مسلمانوں کے سردار، آسمان میں بھی امین اور زمین میں بھی امین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا 290
حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے رائے مانگی تو ان کا تبصرہ کہ شدّت زیادہ ہے اور حضرت ابو بکرؓ کا جواب 289
عبد الرحمٰن۔ حضرت معاذؓ کے صاحبزادے 538
عبد اللہ مُلسینگو۔ ملائیشیا کے لوکل مشنری، ذکرِ خیر 552
عبد اللہ، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
حضرت خواجہ عبید اللہ صاحبؓ 693
عبید اللہ بن عثمان 128
عُبَیدہ، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
حضرت زبیرؓ نے عُبَیدہ کا نام عبیدہ بن حارث کے نام پر 410
حضرت عبیدہ بن حارث مُطَّلِبِیؒ 351
حضرت بلالؓ کی حضرت عبیدہ بن حارثؓ کے ساتھ مؤاخات یا حضرت اَبُورُوَیحَہ خَثْعَمِی 454
حضرت عبیدہ بن سعیدؓ۔ ابو ذات الکرش۔ بدر کے دن ہتھیاروں کو اس طرح پہننا اور رکھنا کہ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں........ 411
حضرت عتبان بن مالکؓ کا بتانا کہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے گھر میں مسجد بنانا اور آنحضرتؐ کا تشریف لانا اور........ 609، 610
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مدینہ کی طرف ہجرت اور اپنے

بھائی عتبہ کے پاس قیام جو مکہ میں ایک خون ہونے کی وجہ سے مدینہ آباد ہو گیا تھا 344
عتبہ بن ابی وقاص غزوۂ احد میں آنحضرتؐ پر حملہ کر کے دو دانت شہید کرنے والا........ حضرت سعدؓ کا اس کو قتل کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں تلاش کرنا اور آنحضرتؐ کا منع فرمانا 354
عُتْبہ بن ربیعہ، حضرت بلالؓ کا شَیْبَہ بن رَبِیْعَہ، عُتْبَہ بن ربیعہ اور اُمَیَّہ بن خَلَف پر لعنت کی دعا کرنا جنہوں نے مکہ سے نکال دیا 455
حضرت عتبہ بن غزوان 351، 594
عُتَیّ بن ضَمْرَہ 535
عتیق بن ابو قُحافہ 505
عتیق احمد 66
عتیق الرحمٰن 449
عثمان بن حُنَیف 682
حضرت عثمان بن طلحہؓ 104، 468
حضرت عثمانؓ 60، 129، 177، 159، 298، 469
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات کے بعد خلافت کے لئے چھ افراد پر مشتمل کمیٹی بنانا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ ان میں سے ایک 293
آنحضرتؐ نے فرمایا حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں 296
عثمان طالع۔ انچارج رقیم پریس سیرالیون 632
حضرت عثمانؓ، پندرہ کاتبینِ وحی میں سے......... 437، 525
حضرت عثمانؓ ان صحابہ میں سے جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135، 437
حضرت عثمانؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 135، 276، 277
حضرت طلحہؓ کا حضرت عثمانؓ کے ہاتھ ایک زمین سات لاکھ درہم میں فروخت کی 136
حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کچھ رقم پچاس ہزار درہم جو واپس کرنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں ہبہ کر دی 136
حضرت عائشہؓ کو حضرت عثمانؓ کے قصاص آمادہ کرنے والے لوگ......... جو خود حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک 443
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ایک زمین کا حصّہ حضرت عثمانؓ سے چالیس ہزار درہم میں خرید کر ضرورت مندوں اور امہات المؤمنین میں تقسیم کرنا......... 296، 297
حضرت عثمانؓ کا اسلام قبول کرنا اور آنحضورؐ کو بتانا کہ شام سے واپسی پر ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے سونے والو جاگو۔ احمد، مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے 129، 130
حضرت عثمان کا ایک قرأت پر حضرت ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق قرآن کو رائج کرنا 535
حضرت عثمانؓ کا حضرت سعدؓ کو کوفہ کا والی بنانا اور تین سال بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اختلاف کی بناء پر سعدؓ کو معزول کر دیا جس پر سعدؓ نے مدینہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی......... 397
حضرت عثمانؓ کا قرآن جمع کرنے میں قریش و انصار کے بارہ آدمیوں کا انتخاب 535
حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کے دنوں میں حضرت سعدؓ اور حضرت علیؓ کا پتہ کروانا اور حضرت علیؓ کو پانی کے لئے پیغام بھجوانا 672
حضرت عثمانؓ کا نکسیر کی بیماری کی وجہ سے حج پر نہ جانا اور وصیّت کر دینا......... 438
حضرت عثمانؓ کی تین دن بعد تدفین......... 674
حضرت عثمانؓ کی خلافت کا انتخاب۔ تفصیل 293، 294
حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فتنوں کا آغاز ہوا تو اس فتنہ کو فرو کرنے میں صحابہ کی مساعی اور حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 398
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت سعید بن زیدؓ کا ردعمل 278
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت علیؓ کا اپنے بیٹوں کی سخت سرزنش کرنا 672
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ان حالات میں حضرت علیؓ کا خلیفہ بن جانا ان کی جرأت اور دلیری کی دلیل ہے......... 675
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت کی تفصیل 674
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کا حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا عرض کرنا اور آپ کا فرمانا کہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس پر وہ راضی ہوں 156

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد محمد بن مسلمہ کا لکڑی کی تلوار لیکر گوشہ نشینی اختیار کرنا 86
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ کے حالات کا بیان 674
حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 157
حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کا مخلصانہ کردار 671
حضرت عثمانؓ کے گھر محاصرہ کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا باغیوں پر حملہ کرنا 672
حضرت عثمانؓ کے وقت کا فتنہ صحابہ سے نہیں اٹھا تھا......... 681
حضرت عثمانؓ چند صحابہ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی تھی ان کے مال کی یہ حفاظت کرتے اور اپنے مال سے ان کے بچوں پر خرچ کرتے......... 440
حضرت علیؓ کا حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر پہرہ کے لئے بھجوانا 672
حضرت علیؓ کا حضرت عثمانؓ کے پاس زرہ فروخت کرنا......... 640
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دینا۔ حضرت عثمانؓ ان میں سے ایک 153 تا 155، 416
حضرت عمرؓ کا زخمی ہونا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا انتخاب خلافت عثمان میں کردار 294، 295
حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے انتخاب کی تفصیل 154
حضرت مصلح موعودؓ کا انتخاب خلافت حضرت عثمانؓ کی تفصیل کا بیان 154، 155
رسول اللہ ؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ 546
حضرت عثمانؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 437
مصریوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ اور حضرت علیؓ کا سخت نوٹس لینا 672
عدنان ظفر۔ مہتمم مقامی یوکے 171
عدیل احمد ڈوگر 333
عدیلہ 493
عدیلہ یعقوب 489
عروہ بن زبیرؓ 415، 438، 446، 615
عروہ کا کہنا کہ میں اپنے والد زبیرؓ کے زخموں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا 416
عُروہ بن مسعود، حضرت زبیرؓ نے عروہ کا نام عُروہ بن مسعودؓ کے نام پر 410
عصمت مرزا 634
حافظ عطاء الحلیم۔ مربی سلسلہ مالی 574، 575
ڈاکٹر عطاء المالک۔ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے بیٹے 51
عطاء المجیب راشد صاحب 403
عطاء بن یزید لَیْثِی 615
عَطاء بن یَسَار 615
عطیۃ العزیز خدیجہ 101
عفت نصیر اہلیہ پروفیسر نصیر احمد خان صاحب۔ ذکر خیر 404
عفراء بنت عبید 173، 523
حضرت عقبہ بن عامرؓ 588، 614، 615
بیگم مسز عقیبہ صاحبہ صدر لجنہ گیمبیا 447
عقیل بن ابو طالب 620، 621
عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ۔ ذکرِ خیر 493
عقیل احمد بٹ 124
عکرمہ بن ابو جہل 282، 351
عکرمہ کا ایثار اور جاںنثارانہ شہادت 511، 512
علاء بن حضرمی، رسول اللہ ؐ کا بحرین والوں سے جزیہ کی شرط پر صلح اور حضرت علاء بن حضرمی کو امیر بنا کر بھیجنا 503
صعبہ حضرت علاء بن حضرمی کی بہن 128
علی احمد۔ معلم وقف جدید۔ ذکرِ خیر 331
حضرت علی بن ابو طالبؓ 81، 104، 120، 159، 176، 299، 341، 355، 359، 469، 486، 681
علی بن زید 137
ڈاکٹر علی محمد صلابی 667
رسول اللہ ؐ کے اصحاب میں سے چار اشخاص بہت سخت حملہ آور تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ 345

اس کا جواب کہ ان لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کو توڑا 676
امیر معاویہ کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے سے کس بات نے روکا........ 399
آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ کا چھپ کر نماز پڑھنا اور حضرت ابو طالب کا دیکھ کر پوچھ لینا........ 623،624
آنحضرتؐ کا ایک رات حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لانا اور فرمانا کہ دونوں تہجد پڑھتے ہو........ 644 تا 646
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا 662،663
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو فرمانا کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر۔ تینتیس بار کہو یہ خادم سے بہتر ہے 642،643
آنحضرتؐ کی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے لئے دعا...... 640
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو فرمانا کہ دو بدترین آدمی ایک قوم ثمود کا اُحَیمِر تھا جس نے صالحؑ کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ جو حضرت علیؓ کے سر پر وار کرے گا........ 636،637
آنحضرتؐ کا آخری بیماری میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لانا 665
آنحضرتؐ کو غسل دینے اور قبر میں اتارنے والے حضرت علیؓ، حضرت فضلؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ 666
آنحضرتؐ کے صحابہ میں چھ قاضی حضرت علیؓ ان میں سے 536
حضرت علیؓ پندرہ کاتبینِ وحی میں سے........ 437،525
جنگِ جمل حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی صلح 158
حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط۔ جس کے لئے آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا........ 414
حضرت علیؓ ان صحابہ میں سے جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 135،437
حضرت اسماء بنت عمیس کا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے دعوتِ ولیمہ کی تعریف کرنا 641
حضرت ام سلمہؓ کا حضرت علیؓ کو کہنا آپ اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں جائیں۔ خدا کی قسم! یقیناً آپ حق پر ہیں 690
حضرت ام ھانی کا فتح مکہ کے دن اپنے عزیزوں کو پناہ دینا اور حضرت علیؓ کا قتل کرنے کا ارادہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا........ 660
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے بارہ میں حضرت علیؓ کا فرمانا (ابنِ جُرمُوز) تیرے منہ میں خاک 446
حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ سے رسول کریمؐ کی ایک پیشگوئی سن کر جنگِ جمل کے موقعہ پر الگ ہونا........ 443،444
حضرت سعد بن عبادہؓ رسول اللہؐ کی طرف سے علمبردار ہوتے اور لڑائی کے وقت حضرت علیؓ جھنڈا لے لیتے 636
حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 135، 276، 277
حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا 674
حضرت طلحہؓ کا اپنی وفات سے قبل حضرت علیؓ کی بیعت کا اقرار 444
حضرت طلحہؓ کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا 156
حضرت طلحہؓ کا میدان جنگ سے واپس چلے جانا کہ حضرت علیؓ ٹھیک ہیں اور راستے میں بدبخت لوگوں نے انہیں شہید کر دیا 677
حضرت طلحہؓ کو شہید کرنے والے کو حضرت علیؓ نے دوزخ کی تنبیہ فرمائی 160،162
حضرت عائشہؓ اور بعض دیگر اصحاب کا حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرنیکی وجہ........ اور آخر کار بیعت کرنا 156
حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کا باہم اتفاق اور صلح کا اعلان و اظہار 685
حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ 156
حضرت عباسؓ کا آنحضرتؐ کی آخری بیماری میں حضرت علیؓ سے کہنا کہ آنحضرتؐ سے خلافت کی بابت بات کی جائے لیکن حضرت علیؓ نہ مانے 665
حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کے دنوں میں حضرت سعدؓ اور حضرت علیؓ کا پتہ کروانا اور حضرت علیؓ کو پانی کے لئے پیغام بھجوانا 672
حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فتنوں کا آغاز ہوا تو اس فتنہ کو فرو کرنے میں حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ کی مساعی 398، 671
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت علیؓ کا اپنے بیٹوں کی سخت سرزنش کرنا 672

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ان حالات میں حضرت علیؓ کا خلیفہ بن جانا ان کی جرأت اور دلیری کی دلیل ہے........ 675
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت کی تفصیل 674
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کا حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا عرض کرنا اور آپ کا فرمانا کہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس پر وہ راضی ہوں 156
حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 157
حضرت عثمانؓ کے گھر محاصرہ کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا باغیوں پر حملہ کرنا 672
حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے باہم تعلقات کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس 669،668
حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا تنگدستی میں زہد و قناعت اور ایک مرتبہ خادمہ کی درخواست کرنا اور آنحضرتؐ کا فرمانا........ 642تا644
حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف بڑھا تو معاویہ نے تین صحابہ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا...... 399،398
حضرت علیؓ کا احد کے دن شہداء کی لاشوں میں آنحضرتؐ کو تلاش کرنا اور کہنا کہ نہ آپؐ بھاگنے والوں میں سے ہیں نہ شہداء میں۔ اللہ نے ہم سے ناراض ہو کر اپنے نبی کو اٹھا لیا ہے........ 650
حضرت علیؓ کا جنگ احد میں مشرک بہادروں کو قتل کرنا تو حضرت جبرئیل کا ان کی تعریف کرنا........ 650
حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 666
حضرت علیؓ کا حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر پہرہ کے لئے بھجوانا 672
حضرت علیؓ کا حضرت خبابؓ کی قبر پر جا کر دعا کرنا 224
حضرت علیؓ کا حضرت طلحہؓ کی شہادت پر افسوس کا اظہار کرنا........ 162
حضرت علیؓ کا حضرت عثمانؓ کے پاس زرہ فروخت کرنا........ 640
حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کو تلوار دھونے کے لئے دینا (جنگ احد) کہ ان نے خوب ساتھ دیا........ 598
حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہ کرنے کی ایک روایت اور اس پر جرح 667
حضرت علیؓ کا غزوۂ بدر کی کچھ تفصیل بیان فرمانا 638
حضرت علیؓ کا فرمانا کہ آنحضرتؐ کو سنا تھا کہ طلحہؓ کو ایک جہنمی قتل کرے گا 677
حضرت علیؓ کے قبول اسلام کی تفصیل 624،622
حضرت علیؓ کا نام والدہ نے اسد رکھا، لیکن جب ابو طالب آئے تو علیؓ رکھ دیا 620
حضرت علیؓ کی ہجرت مدینہ، قبا میں کلثوم بن ھدم کے ہاں قیام 627
حضرت علیؓ کو ابو تراب کے نام سے آنحضرتؐ نے کب پکارا 636
حضرت علیؓ کو آنحضرتؐ نے کفالت میں لیا۔ اس کی تفصیل 621
حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے والے کو حضرت سعدؓ کا بد دعا دینا اور اس کا ہلاک ہو جانا........ 346
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجنا کہ کیوں غداری کی اور آنحضرتؐ کو بنو قریظہ کی طرف آتے ہوئے کا آپؐ کو روکنا........ 320
حضرت علیؓ کو خیبر کے موقعہ پر جھنڈا دیا جانا اور دُکھتی آنکھوں پر لعابِ دہن لگانا 657،656،655
حضرت علیؓ کے ایک ساتھی کو حضرت طلحہؓ کا نزع کی حالت میں کہنا کہ ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت کروں........ 678،677
حضرت علیؓ کی بارہ نسل تک بارہ امام پیدا ہونا 626
حضرت علیؓ کے بہن بھائی۔ طالب، عقیل، جعفر، اُمِّ ہانی، جُمانہ 620
حضرت علیؓ کے پاس حضرت زبیرؓ کا سر اور تلوار لایا گیا تو فرمایا۔ ابن صفیہ کو قتل کرنے والا دوزخ میں داخل ہو 445
حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے شادی۔ کچھ تفصیل 639 تا 642
حضرت علیؓ کی خلفائے ثلاثہ کے عہد میں خدمات 670
حضرت علیؓ کی قربانی۔ ہجرت کے وقت آنحضرتؐ کے بستر پر سونا........ 629،628،627
حضرت علیؓ کی کنیت ابو تراب کی وجہ 620
حضرت علیؓ کے محاسن اور آپ کا مقام 428،427
حضرت علیؓ کی مؤاخات سہل بن حنیف کے ساتھ 635

حضرت علیؓ نے کوفہ منتقل ہونے کے بعد حضرت ابو ایوبؓ کو مدینہ کا گورنر بنایا 612
حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو ایک عورت کی طرف بھیجنا حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لینے کے لئے 658 تا 660
حضرت عمرؓ کا اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دینا حضرت علیؓ ان میں سے ایک 153 تا 155، 293، 416
حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو مدینہ میں قائمقام مقرر کر کے فارس کی طرف جانا......... 287
حضرت عمرو بن شاس اسلمی کا یمن کے سفر کے دوران حضرت علیؓ کے بارہ میں شکایت۔ آنحضرتؐ سے آکر ذکر کیا تو فرمایا علیؓ کی شکایت نہ کرو......... خدا کی قسم!......... 663
حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کا جنگ احد میں آنحضرتؐ کے زخموں کو صاف کرنا 651
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور اس پر ایک اعتراض اور اس کا جواب 430
حضرت مصلح موعودؓ کا آنحضرتؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو خادم نہ دیتے ہوئے نصیحت کرنا......... 643
حضرت مصلح موعودؓ کا بیان فرمودہ حضرت علیؓ کا ایک واقعہ......... وہ گیارہ سال کے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہوئی تو آپ نے ایک دعوت کی جس میں مکہ کے تمام بڑے بڑے امراء کو بلایا......... 626
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت علیؓ کے انتخاب خلافت کے متعلق تفصیل سے بیان 443
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کی خدمات کا ذکر 670، 671
حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا حضرت علیؓ کی شان میں برا بھلا کہنا اور حضرت سعید بن زیدؓ کا اسے کہنا کہ یہ اس جنت میں ہوں گے اور ان میں سے ایک علیؓ بھی 278
خلیفہ راشد۔ حضرت علیؓ بن ابو طالب کا ذکر۔ سیرت و سوانح 620
رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ 546
حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں سے 437
عمران بن طلحہ، حضرت طلحہؓ کے بیٹے کا حضرت علیؓ سے ملاقات کرنا اور......... 162
حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن، ابو سطین، ابو تراب 620
مصریوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ اور حضرت علیؓ کا سخت نوٹس لینا 672
نجاشی حبشہ نے تین نیزے تُحفۃً بھیجے۔ ایک حضورؐ نے خود رکھا ایک حضرت علیؓ ایک حضرت عمرؓ کو 473
حضرت عمار بن یاسرؓ 106، 218، 258، 396، 636
سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ عمارؓ ان میں سے ایک 214، 258، 453
حضرت عمرؓ کی خدمت میں رؤسائے مکہ کا جانا اور عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ (غلاموں) کو ملاقات کے لئے پہلے بلانے پر ان رؤساء کا ردّ عمل 477، 478، 479
عُمارہ 342
عمارہ بن حزم 604
عمارہ صاحبہ 448
حضرت عمر بن خطابؓ 21، 29، 37، 45، 56، 86، 106، 128، 159، 270، 273، 342، 391، 469، 532، 597
آنحضرتؐ کی دعا کہ یا اللہ حضرت عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل میں سے کسی کو ضرور اسلام عطا کر دے 216، 275
رسول اللہؐ کے اصحاب میں سے چار اشخاص بہت سخت حملہ آور تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ 345
اسلم۔ حضرت عمرؓ کا آزاد کردہ غلام 136
اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ حضرت عمرؓ کا فرمان اور اسکی تشریح 31
آنحضرتؐ کے صحابہ میں چھ قاضی۔ حضرت عمرؓ ان میں سے ایک 536
آنحضرتؐ نے مدینہ میں مختلف قبیلوں اور صحابہ کو رہائش کے لئے جگہ عطا کی تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمرؓ کو زمین عطا فرمانا 287، 288
حضرت عمرؓ پندرہ کاتبینِ وحی میں سے......... 437، 525

یَزْدگَرْد کا تخت نشین ہونا اور اس نے تمام ملک میں مسلمانوں کے خلاف جوش انتقام پیدا کیا حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو کمانڈر مقرر فرمایا۔ ایرانیوں کی کمان رستم کے ہاتھ میں ....

حضرت عمرؓ خود اس مہم کے لئے تیار ہوئے 359

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا حضرت فاطمہؓ سے شادی کی درخواست کرنا 639

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے رائے مانگی تو ان کا تبصرہ کہ شدّت زیادہ ہے اور حضرت ابو بکرؓ کا جواب 289

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور آنحضرتؐ کھجوریں کھا رہے تھے ساتھ صہیبؓ بھی تھے........ صحابہ کا آپس میں مزاح 260

حضرت عمرؓ ان صحابہ میں سے جو میدان میں آنحضرتؐ کے آگے آگے لڑتے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے 437،135

حضرت ابو عبیدہ۔ حضرت عمرؓ سے کہنا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟ 292

حضرت بلالؓ کی وفات پر حضرت عمرؓ کا کہنا آج مسلمانوں کا سردار گزر گیا 481

حضرت سعد بن ربیع کی بیٹی ام سعد کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا کپڑا اچھانا اور حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر فرمایا........ 266

حضرت سعدؓ کی نماز کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے پاس شکایت جس کی تحقیق کے لئے محمد بن مسلمہ کو بھیجنا تفصیل 396

حضرت عمرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک 135، 276، 277، 437

حضرت سعید بن زیدؓ کی بہن عاتکہ کی شادی حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ کی شادی حضرت سعیدؓ سے 270

حضرت طلحہؓ کا احرام سرخ مٹی کے رنگ سے رنگین اور حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ اے صحابہ کی جماعت تم امام ہو لوگ تمہاری اقتداء کریں گے........ 136

حضرت عاتکہ بن زید کی حضرت عمرؓ سے شادی اور ان کے سارے خاوند شہید ہوئے 445

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اکرمؐ اپنے بعد کسی کو جانشین بناتے تو کس کو بناتے فرمایا ابو بکر کو۔ لوگوں نے پوچھا ابو بکرؓ کے بعد کسے فرمایا عمرؓ کو........ 496

حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا فرمایا حضرت ابو بکرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ 496

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو جوؤں کی شکایت پر ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت۔ ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابو سلمہ نے ریشمی قمیص پہنی تو حضرت عمرؓ نے اس کو پھاڑ دیا........ 289

حضرت عمرؓ کا خلافت کے لئے بورڈ مقرر فرمانا 153 تا 155، 293، 397، 407، 416

حضرت عمرؓ اور حضرت ابیؓ کا ایک باغ کے معاملہ میں اختلاف۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے فیصلہ کروانا اور ساتھ ہی کہنا امیر المؤمنین سے قسم نہ لیں 535

حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو صہیب کو نماز پر امامت کا ارشاد فرمانا 294

حضرت عمرؓ کا جوش آنحضرتؐ کی وفات پر اور حضرت ابو بکرؓ کا آیت پڑھنا........ 371

حضرت عمرؓ کا چار سو دینار حضرت ابو عبیدہؓ کی طرف بھیجنا........ اور ان کا سارا خرچ کر دینا اور اتنے ہی دینا حضرت معاذؓ کی طرف بھیجنا اور ان کا بھی خرچ کر دینا........ 561

حضرت عمرؓ کا حج تمتع سے روکنے کا ارادہ اور حضرت ابیؓ کا منع کرنا........ 534

حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہنا کہ یہ ہمارے سردار ہیں........ 482

حضرت عمرؓ کا حضرت ابو عبیدہؓ کو چار ہزار درہم اور چار سو دینار بھیجنا۔ اور کہنا اللہ کا شکر ہے اس نے اسلام میں ابو عبیدہؓ جیسے پیدا کئے 517

حضرت عمرؓ کا حضرت ابیؓ سے پوچھنا کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے تو کہا میں اپنا ہی کھاتا ہوں........ 530

حضرت عمرؓ کا حضرت ابیؓ کو مسلمانوں کا سردار کہہ کر پکارنا 532

حضرت عمرؓ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار بنانا 504

حضرت عمرؓ کا حضرت خبابؓ سے فرمانا کہ (اپنی نشست گاہ پر

بٹھاتے ہوئے) کہ سوائے ایک شخص کے اور کوئی اس مجلس کا مستحق نہیں فرمایا کہ وہ بلال........ حضرت خبابؓ کا کہنا 219

حضرت عمرؓ کا حضرت صہیبؓ سے کہنا کہ تین باتیں نہ ہوتیں تو میں کسی اور کو تم پر فضیلت نہ دیتا........ 262

حضرت عمرؓ کا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے قرض لینا اور وجہ 297

حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو مدینہ میں قائمقام مقرر کر کے فارس کی طرف جانا........ 287

حضرت عمرؓ کا زخمی ہونا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا انتخاب خلافت عثمان میں کردار 294،295

حضرت عمرؓ کا سرغ مقام پر پہنچنا۔ بتایا گیا شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے تو فرمایا اگر میں وفات پا جاؤ تو ابو عبیدہؓ کو خلیفہ نامزد کروں گا اور اگر وہ زندہ نہ ہو تو معاذ بن جبلؓ 562

حضرت عمرؓ کا شام کی طرف جانا اور راستہ میں طاعون اور مشورہ اور اختلاف رائے 292

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ آج حضرت ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کرتا........ 497

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ حضرت زبیرؓ دین کے ستونوں میں سے ایک ستون ہیں 440

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ میری نماز جنازہ صہیبؓ پڑھائیں گے اور تین دن تک امامت کروائیں جب تک کہ خلیفہ بنا نہ لیا جائے 262

حضرت عمرؓ کا قرآن کے حوالہ سے حضرت ابی کا ذکر 527

حضرت عمرؓ کا کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی حضرت بلالؓ کو آزاد کرایا 452

حضرت عمرؓ کا کہنا کہ ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں 515

حضرت عمرؓ کا کہنا میری خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو 517

حضرت عمرؓ کا مجلس شوریٰ کا قیام اور حضرت ابیؓ ممبر 532

حضرت عمرؓ کو حضرت خبابؓ کا اپنی پیٹھ پر وہ نشان دکھانا جو مشرکین کے تکلیف دینے سے پڑ گئے تھے 218،219

حضرت عمرؓ کی اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیت مہاجرین و انصار کے حقوق کا خیال کرے 155

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے وقت حضرت خباب کا ایک واقعہ۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی تفصیل 215

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی کچھ تفصیل 273تا275

حضرت عمرؓ کے اوصاف 427

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت کا مسئلہ پوچھنا کہ میں حاملہ تھی شوہر فوت ہو گیا اب وضع حمل ہو گیا لیکن عدت پوری نہیں ہوئی........ 533

حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر جریر کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی تعریف کرنا........ 400

حضرت عمرؓ کی خدمت میں رؤسائے مکہ کا جانا اور بلالؓ، عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ (غلاموں) کو ملاقات کے لئے پہلے بلانے پر ان رؤساء کا ردّ عمل 477،478،479

حضرت عمرؓ کی شام آمد اور حضرت بلالؓ کا اذان دینا 475،513

حضرت عمرؓ کی طاعون عمواس کے موقعہ پر عمومی گھبراہٹ اور پریشانی اور حضرت ابو عبیدہؓ کو واپس بلانا لیکن ان کا نہ آنا۔ جس پر آپ رو پڑے 516

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا حضرت عائشہؓ سے تدفین کی اجازت طلب کرنا 154

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے انتخاب کی تفصیل 154

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کا معرکہ 277

حضرت عمرؓ نے انتخاب خلافت کے لئے جو کمیٹی بنائی........ 280

حضرت عمرؓ نے ایک بار اپنے ساتھیوں سے کہا کسی چیز کی خواہش کرو........ 560،561

حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا آپس میں قرأت میں اختلاف اور آنحضرتؐ کا فیصلہ 541

حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کی خدمات کا ذکر 670،671

حضرت معاذ بن جبلؓ کا شام کی طرف چلے جانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کی روانگی مدینہ 546،547

حضرت معاذؓ کا بیت المال کی رقم سے تجارت کرنا اور واپسی پر حضرت عمرؓ سے ملاقات اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے کہنا کہ سارا مال واپس لیں........ 556تا558

رسول اللہﷺ نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی۔ ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے 132

رسول اللہﷺ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ 546

سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے کمانڈر انچیف 33

فاطمہ، حضرت عمرؓ کی بہن 215

نجاشی حبشہ نے تین نیزے تُحفۃً بھیجے۔ ایک حضورؐ نے خود رکھا ایک حضرت علیؓ ایک حضرت عمرؓ کو 473

عمر، حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے 68

عمر بن عبد العزیز 286

عمر علام۔ صدر جماعت لبنان 365

عَمرو بن مَعدِیْ کَرِبؓ 360

عمران بن طلحہ، حضرت طلحہؓ کے بیٹے کا حضرت علیؓ سے ملاقات کرنا اور........ 162

عَمْرَہ بنت حَزم، حَبِیبَہ بنتِ زَید۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی دو بیویاں 262

حضرت عَمْرَہ بنت عبد الرحمٰن 690

عَمْرو بن اُمِّ مَکْتُوم، آنحضرتﷺ کے مؤذن 460

عمرو، حضرت زبیرؓ کے بیٹے 446،410

عمرو، ہند بنتِ سماکؓ۔ حضرت سعد بن معاذؓ کی بیوی ان سے عمرو اور عبد اللہ پیدا ہوئے 299

عمرو بن جحاش، (بنو نضیر) کے یہودی کا چھت پر چڑھنا تاکہ آنحضرتﷺ پر پتھر گرا کر مار دے 81

حضرت عمرو بن جموحؓ 565

حضرت عمرو بن جموحؓ کا اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا کر منات نام دینا۔ کچھ نوجوانوں اور حضرت معاذؓ کا اس کو پھینک دینا چپکے سے........ آخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا 539

عمرو بن حرام 565

عمرو بن حضرمی کا مارا جانا۔ حضورؐ کا ناراض ہونا اور مال غنیمت نہ لینا........ 353

عمرو بن حضرمی۔ پہلا مشرک جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا 128

حضرت عمرو بن زبیرؓ 46

عمرو بن سُعدیٰ، بنو قریظہ کا یہودی جو اپنی قوم کی بد عہدی کی وجہ سے چھوڑ کر چلا گیا 83

حضرت عمرو بن سعید جنگِ یرموک میں شہید ہوئے 410

حضرت عمرو بن شاس اسلمی کا یمن کے سفر کے دوران حضرت علیؓ کے بارہ میں شکایت 663

حضرت عمرو بن عاصؓ 505،500،469

عمرو بن عبد اللہ جُمَحِی 650

عمرو بن عبد وِدّ۔ جنگ خندق میں حضرت علیؓ کے ساتھ اس کا مقابلہ اور ہلاک ہونا۔ لاش کے عوض دس ہزار درہم کی پیشکش اور آنحضرتﷺ نے فرمایا لاش لے جائیں ہم مُردوں کی قیمت نہیں کھاتے 653،652

عمرو بن عثمان 442

عمرو بن میمون 476

عمرو بن ہشام / ابو جہل، آنحضرتﷺ کی دعا کہ یا اللہ حضرت عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل میں سے کسی کو ضرور اسلام عطا کر دے 275،216

عُمَیر، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے بیٹے 495

عمیر بن جرموز 445

عُمیر بن ہاشم 103

عُمَیرہ بنتِ مُعَوِّذ، حضرت معوّذ بن حارث کی بیٹی 523

عنایت اللہ منگلا، عائشہ نصیر اہلیہ ڈاکٹر عنایت اللہ منگلا امریکہ 404

عوّام بن خویلد 407

عوف بن حارث، ابو جہل نے عوف بن حارثؓ اور حضرت معوذؓ کو شہید کیا 604

حضرت عوف بن حارث بن رفاعہؓ انصاری، عوف بن عفراءؓ بدری صحابی 604،523

عوف بن عفراء، ابو جہل پر حملہ کرنے والوں میں سے ایک عوف بن عفراءؓ 604

حضرت معاذ بن حارثؓ۔ بدری صحابی۔ یہ اپنے دو بھائیوں عوف اور معوذ کے ساتھ بدر میں شریک۔ بنو عفراء بھی ان کو کہا جاتا ہے 173،135
حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور اس کی اہمیت اور دلائل 370
حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک عیسائی سفیر کا سوال اور حضرت ابو عبیدہؓ کا جواب جس پر وہ مسلمان ہو گیا 509
عیینہ بن حصن کو مدینہ کی ایک تہائی کھجور دینے کی پیشکش کہ قبیلہ غطفان کے لوگوں کی جو غزوہ خندق کے موقعہ پر آئے تھے واپس لے جائے......... 17

غ

غالب، میں نے اپنی نانیوں اور پھوپھیوں سے سنا ہے کہ وہ شراب پیتا تھا، میرا تو وہ رشتے دار ہے۔ مصلح موعودؓ 63
غُفَیرَہ، حضرت بلالؓ کی بہن 451

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ مسیح موعود و مہدی معہودؑ

618
ایگرو میتروک، ایک غیر احمدی دوست، علم الادیان کے ماہر کا اسلامی اصول کی فلاسفی پر تبصرہ 384
آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق احیائے دین کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت 549
حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے باہم تعلقات کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس 669،668
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور اس پر ایک اعتراض اور اس کا جواب 430
حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضرتؐ سے عشق و محبت کا اظہار 368
حضرت مسیح موعودؑ کا جماعت کو سلسلۂ خلافت جاری ہونے کی خوشخبری 241
حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج کہ سلسلہ کے کاموں کو کوئی تلف نہیں کر سکتا۔ فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں 369
حضرت مسیح موعودؑ کو ملنے والی مخلص جماعت اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا......... 241
حضرت مسیح موعودؑ کی دنیا کو عمومی نصیحت 143
حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح۔ نیک اور پاک تبدیلی اور اصلاح کے حوالہ سے 232
حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مقدمہ میں انگریز وکیل کیا 36
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقاصد 368
شیر زمان۔ صحابی، قادیان سے واپسی پر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ایک کرتہ مبارک تحفہ میں ملنا 518
غلام رسول صاحب راجیکی کے کہنے پر سلیم الحسن الجابی کا حیاتِ قدسی کا عربی ترجمہ کرنا 366
غلام فاطمہ فہمیدہ۔ ذکرِ خیر اہلیہ محمد ابراہیم 363
صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس 110
غلام مصطفیٰ 333

ف

فاتح بن مقصود 461
فاروق احمد 419
حضرت فاطمہؓ 660،620
آنحضرتؐ کا ایک رات حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لانا اور فرمانا کہ دونوں تہجد پڑھتے ہو......... 644تا646
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو فرمانا کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر۔ تینتیس بار کہو یہ خادم سے بہتر ہے 643،642
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے لئے دعا......... 640
آنحضرتؐ کا غزوۂ احد سے واپسی حضرت فاطمہؓ کو تلوار دینا کہ اسے دھو دیں 598
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا حضرت فاطمہؓ سے شادی کی درخواست کرنا 639
حضرت اسماء بنت عمیس کا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے دعوتِ ولیمہ کی تعریف کرنا 641
حضرت سعید بن زیدؓ کی بہن عاتکہ کی شادی حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ کی شادی حضرت سعیدؓ سے 270
حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تیاری 640

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا تنگدستی میں زہد و قناعت اور ایک مرتبہ خادمہ کی درخواست کرنا اور آنحضرتؐ کا فرمانا......... 642تا644
حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کو تلوار دھونے کے لئے دینا (جنگ احد) کہ ان نے خوب ساتھ دیا......... 598
حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہ کرنے کی ایک روایت اور اس پر جرح 667
حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے شادی۔ کچھ تفصیل 639تا642
فاطمہ، حضرت عمرؓ کی بہن 215
حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کا جنگ احد میں آنحضرتؐ کے زخموں کو صاف کرنا 651
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور اس پر ایک اعتراض اور اس کا جواب 430
حضرت مصلح موعودؓ کا آنحضرتؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو خادم نہ دیتے ہوئے نصیحت کرنا......... 643
فاطمہ بنت بَعْجَة 270
فاطمہ بنت عمرو 588
فاطمہ ویرونیکا، ارجنٹائن کی نومبائع۔ غیر معمولی مالی قربانی 573
فائزہ محمود اہلیہ نصیر احمد۔ جرمنی 631
فتح الدین 127
فتح مسیح، ایک عیسائی۔ اس کے اعتراضات کا جواب 78
فخر احمد فرخ۔ مربی سلسلہ پاکستان۔ ذکرِ خیر 600،601
فرزان خان۔ ضلع خوردہ ونیا گڑھ اڑیشہ ذکرِ خیر 551
مولوی فرزند علی صاحب سابق امام مسجد لندن 114
فریحہ 551
فرید صاحب۔ نیشنل سیکرٹری تبلیغ 519
فرید ابراگیموف۔ قازان تاتارستان 631
فریدہ شیخ 331
فَضَالَہ بن حَابِس 445
فضل احمد 600
فضل الدین خٹک 517،518
حضرت فضلؓ، آنحضرتؐ کو غسل دینے والوں میں سے 666
فلپ جونسٹن۔ ڈیلی ٹیلیگراف میں کرونا وائرس کے حوالہ سے ایک آرٹیکل 145
فہیم احمد بھٹی 330
حضرت منشی فیاض علی صاحب۔ کپورتھلوی 50،634
فیروزپور۔ ہندوستان 680
فیروز دین منشی 178
فیروز عالم 169

ق

قادر بخش صاحب۔ صحابی 667
قاری نعیم الدین صاحب بنگالی 243
قاسم محمود۔ جرمنی 631
قتادہ 540
قدرت اللہ سنوری 405
امام قرطبی 175
علامہ قسطلانی 635
قصّی بن کلاب 407
قعقاع بن عمرو 514
قمر احمد شفیق 648
قیس بن ابو حازم 137،346
قیس بن سعد 501
حضرت قیس بن سعدؓ کی شہادت اور شراکت 22
حضرت قیس بن عبادہؓ 533
قیصر 479
قیصر روم ہرقل کا بھائی تھیوڈور 506

ک

آنریبل کا بینے کا باجا کاٹے صاحب آف سینیگال ممبر پارلیمنٹ۔ ذکرِ خیر 464
کبشہ بنت رافعؓ 299
کبشہ بنت واقد بن عمرو 42

حضرت کثیر بن صلتؓ 458
کثیر بن مُرّہ 563
کرز بن جابر فہری 637
کریم الدین شمس۔ مربی سلسلہ تنزانیہ 127
کریم بخش، چوہدری کریم بخش 405
کریمہ بنت معمر یا صفیہ۔ امیہ بن خلف کی بیوی 306
کسریٰ 257
کسریٰ کا شکاری شیر جو اسلامی لشکر پر چھوڑا گیا جسے حضرت سعد کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص نے تلوار سے مار دیا 394
عرب کے ماحول میں دو بڑی طاقتیں۔ کسریٰ اور قیصر 358
کعب بن اسد۔ رئیس یہود بنو قریظہ 18
کعب بن اشرف 83
کعب بن اشرف کا قتل اور حضرت سعد بن معاذ کا کردار 314تا319
محمد بن مسلمہؓ، کعب بن اشرف کے قتل کے لئے مقرر........ اور ان کی حکمت عملی 316
کعب بن اشرف کے قتل پر بعض مغربی مؤرخین کے اعتراضات اور ان کا جواب 71
کعب بن اشرف کے قتل کی تفصیل اور اسباب 68تا76
آنحضرتؐ کا مدینہ تشریف آوری پر یہود کے ساتھ معاہدہ اور کعب بن اشرف کی سازشیں........ 315
محمد بن مسلمہؓ کو کعب بن اشرف کے خاموشی سے قتل کرنے کا کام سپرد کرنا 70
کعب بن قیس 525
کعب بن مالکؓ 546
حضرت کعب بن مالک کا غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانا اور ان کا بائیکاٹ 135
حضرت معاذ بن جبلؓ کا غزوۂ تبوک میں شامل ہونا اور حضرت کعب بن مالکؓ کے شامل نہ ہونے پر ایک شخص کے ان کی برائی کرنے پر سختی سے ڈانٹنا 540
کلب۔ جو حضرت صہیب کو خرید کر مکہ لایا 257
حضرت کلثوم بن الہدمؓ 222، 497
حضرت علیؓ کی ہجرت مدینہ، قبا میں کلثوم بن ھدم کے ہاں قیام 627
کلثوم بیگم 168
کلیم الدین خٹک 519
ڈاکٹر کلیم اللہ صادق 348
خواجہ کمال الدین صاحب 156

گ

ڈاکٹر گوونداء نیپال کے پروفیسر کا حضور انور کی کتاب پر تبصرہ 385

ل

لبنیٰ الجابی 364
لبنیٰ عبدالخیر الجابی 364، 365
باؤ لطیف صاحب امرتسری ابن حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی ذکر خیر 65
قریشی ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب۔ ذکرِ خیر 50
اہلیہ ڈاکٹر لطیف احمد قریشی۔ ذکرِ خیر 39، 54، 634
خلیفہ ثالثؒ کا ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کو لندن سے واپس آنے کا ارشاد........ 1968ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ڈاکٹر صاحب کو فرمایا کہ آپ ہمارے پاس کب آرہے ہیں؟ تو فرمایا جب آپ حکم دیں۔ چنانچہ آپؒ نے کہا آپ آ جائیں۔ چنانچہ انگلستان ترک کر کے ربوہ منتقل ہونا 40، 51
خلیفہ ثالثؒ کی وفات کے وقت اسلام آباد میں ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب 53
خلیفہ ثالثؒ نے ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے بارہ میں فرمایا یہ صرف ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ دعا گو ڈاکٹر ہیں 52
ڈاکٹر عطاء المالک۔ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے بیٹے 51
عبدالمالک۔ (ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے بیٹے) 41
منصورہ بشریٰ والدہ ڈاکٹر لطیف قریشی۔ ذکرِ خیر 634
پنڈت لیکھرام 92
لینار عبدالرحمانوف، لینار عبدالرحمانوف صاحب۔ قازقستان مالی قربانی کے نتیجہ میں گھر میں بہت سی برکات 578

م

مارگولیس۔ مستشرق 329
امام مالک 151
مالک اشتر 676،443
مالک بن اُھیب / وھیب۔ ابو وقاص 341
مالک بن دخشن 611،610
مالک بن نصر، حضرت ام سلیمؓ کے پہلے خاوند 55
حضرت مرزا مبارک احمد صاحب 431
صفیہ بیگم اہلیہ شیخ مبارک احمد صاحب سابق مبلغ افریقہ، انگلستان، امریکہ 330
رانا مبارک صاحب 66
مبارک صدیقی 649،184
مبارک طاہر صاحب۔ سیکرٹری نصرت جہاں 632
مبارک طاہر صاحب۔ مشیر قانونی 466
مبارک کھوکھر۔ لاہور 649
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ 431،330،53
مبشر لطیف صاحب۔ ایڈوکیٹ کا ذکرِ خیر لاہور 465
مبین احمد طاہر 693
حضرت مُثنّیؓ بن حارثؓ 505،359
مجاہد 214
سید مجیب اللہ صادق۔ ذکرِ خیر 347
مجید احمد 364
مجید سیالکوٹی 88
محبوب الرحمٰن 244
محبوب خان صاحب ابن سید جلال صاحب ضلع پشاور کی شیخ محمدی گاؤں پشاور میں شہادت۔ ذکرِ خیر 599
محبوب خان صاحب شہید کی اولاد منور، فضل احمد، ذکیہ بیگم، وحیدہ بیگم 600
محبوب عالم بہاری 347
سید محبوب عالم۔ آڈیٹر صدر انجمن کو یہ اعزاز کہ بہار سے پیدل چل کر قادیان پہنچے 348
محبوبۃ الرحمٰن 518
محسنہ بیگم 461

حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت محمدؐ 609
ابی بن کعبؓ کی دو کنیتیں ابو منذر آنحضورؐ نے رکھی اور ابو طفیل حضرت عمرؓ نے 525
اسلام سے پہلے آنحضرتؐ کا دین 270
ایک جنگ میں آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ کے سوا کوئی نہ رہا 350
آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں افتاء کمیٹی کے ممبر 546
آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ کا چھپ کر نماز پڑھنا اور حضرت ابو طالب کا دیکھ کر پوچھ لینا........ 624،623
آنحضرتؐ جب کسی قوم پر غالب آتے تو میدان میں تین راتیں قیام فرماتے 56
آنحضرتؐ غزوۂ احد سے واپسی پر حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیکر گھر میں داخل ہوئے 312
آنحضرتؐ کا 9ھ میں زکوۃ فرض ہونے پر عمال کو روانہ فرمانا 531
آنحضرتؐ کا ایک رات حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لانا اور فرمانا کہ دونوں تہجد پڑھتے ہو 644 تا 646
آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ جب بال اتروائے تو حضرت ابو طلحہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپؐ کے بالوں میں سے کچھ بال لئے 61
آنحضرتؐ کا بدر کے میدان کی طرف بڑھتے ہوئے حالات کا جائزہ لینا۔ اس کی تفصیل 353
آنحضرتؐ کا بیمار ہونے پر اپنی دیگر ازدواج سے اجازت چاہنا کہ حضرت عائشہؓ کے گھر ہی رہیں 665
آنحضرتؐ کا جنگ احد میں کہنا کہ میں محمد ہوں، میں نبی اللہ ہوں، میں ابن عبد المطلب ہوں 79
آنحضرتؐ کا جنگ بدر میں ساری رات جاگنا........ 312
آنحضرتؐ کا حضرت ابو طلحہؓ کو فرمایا کہ کوئی لڑکا تلاش کریں جو خدمت کرے اور حضورؐ خیبر کا سفر فرمائیں 57
آنحضرتؐ کا حضرت ابو طلحہؓ کے گھر تشریف لے جانا آرام فرمانا

اور وہیں نماز پڑھنا 63،62
آنحضرتؐ کا حضرت ابو طالب کو دعوتِ حق اور ان کا جواب 624
آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو اپنا حواری فرمانا 413
آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو زمین ہبہ کرنا کہ ان کا گھوڑا آخری سانس تک دوڑ سکے......... 438،437
آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کو کھجور کا باغ دینا 437
آنحضرتؐ کا حضرت سعدؓ کی مکہ میں عیادت کرنا......... 357
آنحضرتؐ کا حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی عیادت کو جانا تو وہ آپؐ کے لئے بستر سے نہ اٹھ سکے......... 46
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا 663،662
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو فرمانا کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر۔ تینتیس بار کہو یہ خادم سے بہتر ہے 643،642
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے لئے دعا......... 640
آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو فرمانا کہ دو بدترین آدمی ایک قوم ثمود کا اُحَیمِر تھا جس نے صالحؑ کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ جو حضرت علیؓ کے سر پر وار کرے گا......... 637،636
آنحضرتؐ کا دعا فرمانا کہ اے اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما 318
آنحضرتؐ کا سہیل بن بَیْضَاء کی نماز جنازہ مسجد کے اندر پڑھنا......... 401
آنحضرتؐ کا عبد اللہ بن رواحہؓ کی عیادت کو جانا اور دعا فرمانا 43
آنحضرتؐ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت اور صدقہ کی تحریک کرنا اور عورتوں کا والہانہ انداز میں قربانی......... 458
آنحضرتؐ کا غزوۂ احد سے واپسی حضرت فاطمہؓ کو تلوار دینا کہ اسے دھو دیں 598
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ کفار کو آئندہ سے ہمت نہیں ہو گی کہ ہم پر حملہ کریں۔ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر 334
آنحضرتؐ کا قرآن پڑھانے کے لئے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمانا 526
آنحضرتؐ کا مدینہ تشریف آوری پر یہود کے ساتھ معاہدہ اور کعب بن اشرف کی سازشیں......... 315
آنحضرتؐ کا مدینہ کے بارہ میں دعا کرنا کہ ہمیں ایسا پیارا بنا دے جیسے مکہ ہمیں پیارا ہے اور ہمارے صاع اور مُدّ میں برکت رکھ دے اور مدینہ کو صحت بخش مقام بنا دے......... 455
آنحضرتؐ کا مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے مکہ سے نکلنا 628
آنحضرتؐ کا مدینہ میں مکانوں کی حد بندی کرنا اور حضرت زبیرؓ کو زمین کا ایک بڑا ٹکڑا مقرر کرنا 437
آنحضرتؐ کا نماز میں ایک آیت پڑھنا بھول جانا اور حضرت ابی کا یاد دلانا تو فرمایا میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو یہ خیال نہیں ہوا ہو گا 528
آنحضرتؐ کا آخری بیماری میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لانا 665
آنحضرتؐ کو ایک ریشمی جُبّہ تحفہ میں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا حضرت سعد بن معاذؓ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے 336
آنحضرتؐ کو غسل دینے اور قبر میں اتارنے والے 666
آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے مطابق مال آئیں گے لیکن ہمیں اپنے دین کو بھول نہیں جانا چاہئے۔ آج مسلمان لیڈروں کی حالت......... 503
آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق احیائے دین کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت 549
آنحضرتؐ کے تین مؤذن۔ حضرت بلالؓ، ابو مَحْذُورَہؓ، عَمرو بن اُمِّ مَکْتُومؓ 460
آنحضرتؐ کی حضرت سعدؓ کی وفات پر دعا کہ جتنے افراد اس وقت گھر میں ہیں اتنی ہی زیادہ تعداد فرشتوں کی حاضر ہو......... 336
آنحضرتؐ کی دعا کہ یا اللہ حضرت عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل میں سے کسی کو ضرور اسلام عطا کر دے 216، 275
آنحضرتؐ کی دعا کی وجہ سے حضرت سعدؓ قبولیت دعا کی وجہ سے مشہور تھے اور اس کے واقعات......... 346
آنحضرتؐ کے زمانہ میں حضرت ابی کا ایک ایرانی کو قرآن پڑھانا 529
آنحضرتؐ کے ساتھ صحابہ کا جنگوں میں جانا اور بعض اوقات درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ ہوتا......... 350
آنحضرتؐ کی شجاعت اور جنگ حنین 311

آنحضرتؐ کے صحابہ میں چھ قاضی 536
آنحضرتؐ کے قتل کا سن کر حضرت زبیرؓ کا تلوار نکال کر نکل جانا۔ حضورؐ کے پوچھنے پر......... 410
آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر اہل مدینہ کی خوشی کی انتہاء......... 106
آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپؐ کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعب 527
آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد قریش مکہ کا مدینہ والوں کو تہدیدی خط اور ان لوگوں کا ردّ عمل......... 303،302
آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد کفار مکہ کا یہود مدینہ کے نام خط 303
آنحضرتؐ کے مقام و مرتبہ کا بیان 371
آنحضرتؐ کی ہجرت مدینہ کے بعد کفار مکہ کے خونی ارادے اور کوششیں 303
آنحضرتؐ کی وفات اور خلافت کا انتخاب۔ تفصیل 29تا38
آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہؓ کا استخارہ کرنا کہ قبر بنانے والا جو پہلے آئے گا وہ قبر بنائے گا 65
آنحضرتؐ کی وفات پر صحابہ کا پہلا اجماع جس میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا بھی فیصلہ ہو گیا 371
آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا اعلانِ جنگ......... 670
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا اذان نہ دینا 474
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد کے لئے شام کی طرف چلے جانا 473
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد خلافت کے متعلق انصار اور مہاجرین کے درمیان میں ہونے والے اختلاف کی تفصیل 504،503
آنحضرتؐ کے دور میں چھ اصحاب نے قرآن جمع کیا جن میں حضرت سعد بن عبادہؓ بھی 28
آنحضرتؐ نے حضرت ابی کو قرآن سنایا 529
آنحضرتؐ نے فرمایا حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں 296
آنحضرتؐ نے مدینہ میں مختلف قبیلوں اور صحابہ کو رہائش کے لئے جگہ عطا کی تو عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمرؓ کو زمین عطا فرمانا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے وعدہ فرمانا......... 288،287
آنحضورؐ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یاد کرتے تو فرمایا کرتے میں نے مصعب سے زیادہ حسین و جمیل اور ناز و نعمت و آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا......... 103
آنحضورؐ کا غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر کے سردار مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر شہید ہو جائیں 46
آنحضورؐ کی وفات پر یہ خیال کہ قبر کونسی ہو 503
آنحضورؐ نے فرمایا چار شخص سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابو حذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعَاذ بن جَبَلؓ 540
بدر کے دن نبی کے ساتھ دو گھوڑے، ایک پر حضرت زبیرؓ سوار تھے 411
جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ کے لئے سائبان اور اس کے پاس حضرت سعدؓ کی سواری باندھ کر عرض کرنا......... 311
حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط۔ جس کے لئے آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا......... 414
حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آنحضرتؐ کی نصائح 555
حضرت ابو طلحہؓ کا انسؓ کا ہاتھ پکڑ کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کرنا......... 57
حضرت ابو طلحہؓ کا آنحضرتؐ کی آواز میں کمزوری محسوس کر کے کچھ کھانا بھیجنا اور آپؐ کا اپنے ساتھیوں کو لیکر ان کے گھر چلے آنا اور سب کو کھانا کھلانا......... تھوڑے سے کھانے میں ستر اسی آدمی سیر ہو کر......... 61
حضرت ابو بکرؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر ردّ عمل 29
حضرت ابو بکرؓ کے اصرار کے باوجود حضرت ابو عبیدہؓ کا آنحضرتؐ کے رخسار سے خود کے حلقے نکالنا اور دانت ٹوٹ گئے......... 498
حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور آنحضرتؐ کھجوریں کھا رہے تھے ساتھ صہیبؓ بھی تھے، آشوبِ چشم تھا......... کہا میں ٹھیک آنکھ سے کھا رہا ہوں۔ صحابہ کا آپس میں مزاح 260
حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کے سیکرٹری یا خزانچی 458

حضرت سعد بن معاذؓ کی تدفین اور آنحضرتؐ کا رونا 340
حضرت سعید بن زیدؓ کا نو/دس لوگوں کے بارہ میں گواہی دینا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا......اے حراء!...... 135
آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو مدینہ ہجرت کرتے ہوئے خَرَّار نامی وادی میں شامی کپڑے پہنائے 131
حضرت عباسؓ کا آنحضرتؐ کی آخری بیماری میں حضرت علیؓ سے کہنا کہ آنحضرتؐ سے خلافت کی بابت بات کی جائے لیکن حضرت علیؓ نہ مانے 665
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بیان کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ آنحضرتؐ، ابو بکرؓ، عمارؓ، ان کی والدہ سمیہؓ، صُہیبؓ، بلالؓ، مقدادؓ 258، 453
حضرت عثمانؓ کا اسلام قبول کرنا اور آنحضورؐ کو بتانا کہ شام سے واپسی پر ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے سونے والو جاگو۔ احمد، مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے 129، 130
حضرت علیؓ کا احد کے دن شہداء کی لاشوں میں آنحضرتؐ کو تلاش کرنا اور کہنا کہ نہ آپؐ بھاگنے والوں میں سے ہیں نہ شہداء میں۔ اللہ نے ہم سے ناراض ہو کر اپنے نبی کو اٹھا لیا ہے...... 650
حضرت علیؓ کا جنگ احد میں مشرک بہادروں کو قتل کرنا تو حضرت جبرئیل کا ان کی تعریف کرنا اور رسول اللہ کا فرمانا علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں (طلحہ بن ابو طلحہ، عمرو بن عبد اللہ جُمَحِی، شَیْبَہ بن مَالِکْ) 650
حضرت عمرؓ کا جوش آنحضرتؐ کی وفات پر اور حضرت ابو بکرؓ کا آیت پڑھنا...... 371
حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضرتؐ سے عشق و محبت کا اظہار 368
حضرت مصلح موعودؓ کا آنحضرتؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو خادم نہ دیتے ہوئے نصیحت کرنا...... 643
حضرت معاذؓ آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر اپنے لوگوں کے پاس آکر نماز پڑھاتے 542
حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آنحضرتؐ کا پوچھنا کہ تم کیسے فیصلہ کرو گے...... 559
حضرت مغیرہؓ کا آنحضرتؐ کو وضو کروانا 288
رسول اللہؐ مسجد حرام میں اونٹ پر داخل ہوئے عصا اور حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے...... 45
رسول اللہؐ نے غزوۂ احد کے دن حضرت طلحہؓ کا نام طَلْحَۃُ الْخَیر رکھا...... 131
رسول اللہؐ نے غزوۂ احد کے دن صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت کی 132
رسول اللہؐ کا بحرین والوں سے جزیہ کی شرط پر صلح اور حضرت علاء بن حضرمی کو امیر بنا کر بھیجنا 503
رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے 546
رسول اللہؐ نے فرمایا میری امّت کے سب سے بڑے قاری اُبیؓ ہیں 525
مدینہ کے یہود اس نبی کے منتظر تھے جس کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے دی۔ انہوں نے بتایا کہ اس کا نام محمد ہو گا جس پر اہل عرب نے اپنے بچوں کے نام محمد رکھنا شروع کر دیئے ان کی تفصیل 67
محمد۔ راوی 616
محمد، حضرت ابی کے بیٹے 537
محمد نام۔ علامہ سُہَیلی جو سیرت ابن ہشام کے شارح ہیں انہوں نے تین افراد کے اسماء لکھے ہیں جن کا نام محمد تھا۔ علامہ ابن اثیر نے چھ افراد کے نام لکھے ہیں جبکہ عبد الوہاب شعرانی نے ان کی تعداد چودہ درج کی ہے 67
مولانا محمد ابراہیم قادیانی۔ صحابی، عیسائیت کے مشہور پر عالم اور مدرسہ احمدیہ قادیانی کے اشعار 127
حکیم محمد ابراہیم 630
ڈاکٹر محمد ابراہیم 691
محمد ابراہیم 363
محمد احمد انور حیدر آبادی۔ ذکرِ خیر 364
حافظ محمد اسحاق 362
حضرت میر محمد اسحاق صاحب 101
محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ کینیا کے والد کا ذکرِ خیر 692، 693
محمد افضل کھوکھر 648

محمد اکرم باجوہ ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی پاکستان 362

محمد الدین 127

محمد الشواء، شام کے ایک دوست محمد الشواء کی خلیفہ ثانیؓ کی اطاعت کا جذبہ 245

محمد انصاری 162

محمد اور طلحہ۔ راوی 676

میاں محمد بخش۔ آسٹریلیا 243

محمد بن ابراہیم 594

محمد بن ابی بکر 672

محمد بن اُحَیحَہ 67

محمد بن اسامہ 67

محمد بن اُسیدی 67

محمد بن بَراء 67

محمد بن حارث 67

محمد بن حرِمازؓ 67

محمد بن حُمُرَان 67

محمد بن خُزاعی 67

محمد بن خَوِلی 67

محمد بن سفیان 67

محمد بن سہل بن ابو خثیمہ 546

حضرت محمد بن طلحہؓ 672

محمد بن عبد اللہ بن زید 458

محمد بن عبد الباقی زرقانی۔ شرح زرقانی 550

محمد بن عدی 67

محمد بن عمر 473

حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ........ بدری صحابی ابو عبد اللہ، ابو عبد الرحمٰن، ابو سعید۔ ان لوگوں میں جن کا نام زمانہ جاہلیت میں محمد تھا 67، 83، 499

محمد بن مسلمہؓ کا ایک یہودی سردار بنو قریظہ کو گرفتار نہ کرنا اور جانے دینا اور آنحضرتؐ کا اس پر سرزنش نہ کرنا........ 321

محمد بن مسلمہؓ کا بنو نضیر کے پاس جانا اور پرانی باتیں یاد دلا کر پوچھنا کہ تم اس آنے والے نبی کی علامات بیان کیا کرتے تھے........اور اسی طرح سے ان کو ملزم کرنا 80

محمد بن مسلمہؓ کو کعب بن اشرف کے خاموشی سے قتل کرنے کا کام سپرد کرنا 70

حضرت ابو عبیدہؓ کی مؤاخات، حضرت محمد بن مسلمہؓ یا حضرت سعد بن معاذؓ 497

حضرت سعدؓ کی نماز کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے پاس شکایت جس کی تحقیق کے لئے محمد بن مسلمہ کو بھیجنا........ 396

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد محمد بن مسلمہ کا لکڑی کی تلوار لیکر گوشہ نشینی اختیار کرنا........ 86

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف بڑھا تو معاویہ نے تین صحابہ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ تینوں نے انکار کیا 398، 399

حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے جعفر، عبد اللہ، عبد الرحمٰن اور عمر 68

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ سے ہونے والے مسلمان۔ حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ، حضرت محمد بن مَسلمہؓ، حضرت اُسید بن حُضیرؓ 107

محمد بن مسلمہؓ۔ بقایا ذکر 77 تا 87

محمد بن یَحمُدِی 67

محمد بن یزید 67

محمد جاوید۔ زیمبیا میں مبلغ 364

محمد حسن پنجابی۔ مدراس 243

حکیم محمد حسین قریشی صاحب 242

محمد حسین 421

شیخ محمد حسین صاحب۔ حضرت مصلح موعودؓ کے کلاس فیلو 421

محمد حفیظ 630

محمد دین 127

سید محمد سرور شاہ صاحب ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ذکرِ خیر 38

چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم 447

مولانا محمد صدیق امرتسری 65

محمد طاہر ابن محمد منصور احمد۔ نائب ناظر بیت المال قادیان۔ ذکرِ

خیر 493
ڈاکٹر محمد عبد اللہ 125
حضرت مولوی محمد علی صاحب، صحابی 602
محمد فقیمی 67
محمد کریم شاہد۔ صدر قضاء بورڈ قادیان 493
محمد منصور احمد 493
محمد ناصر احمد ڈوگر 420
شیخ محمدی پشاور 418
ڈاکٹر محمود احمد محمود قریشی 52
میر محمود احمد ناصر۔ سریانی نسخہ کے مطابق مرہم عیسیٰ بنوا کر بھیجنا اور اس کا تجربہ 227
سید محمود احمد۔ نور ہسپتال قادیان 39
محمود صاحب 168
ڈاکٹر محمود صاحب 54
مُحَیِّصَہ نام کے صحابی کا ایک یہودی کو قتل کرنا 75
مختار قریشی 491
مدبر دین صاحب 87
حضرت مرثد بن عبد اللہ 615
مرحب کا حضرت عامر سے مقابلہ اور ان کی شہادت 655
مرحب کے مارے جانے پر اس کا بھائی یاسر میدان میں مبارزت کے لئے آیا تو حضرت زبیرؓ آگے بڑھے 413
مرزا فضل الرحمٰن۔ ایسٹ لندن 649
مرزا فضل کریم 649
مرزا مجیب احمد صاحب 649
مَرسِیلاَ صاحبہ۔ انڈونیشیا (ٹنگرینگ) شوہر کی کرونا کی وجہ سے نوکری چلا جانا اور بہت مشکل حالات......... 574،573
مُرّہ بن کعب 128
مروان 614
مروان بن حکم۔ مدینہ کا امیر 438،137،87
حضرت سعید بن زیدؓ کا مستجاب الدعوات ہونا اور ایک واقعہ۔ ان پر ایک خاتون اَرْوٰی بنت اُوَیس نے زمین پر قبضہ کرنے کا الزام لگایا گیا، مدینہ پر گورنر مَرْوَان بن حَکَم نے تحقیق کے لیے آدمی مقرر کیا 278
مروان سرور گل مربی سلسلہ ارجنٹائن 521
مریم الزبتھ صاحبہ، اہلیہ ملک عمر علی کھوکھر صاحب کا ذکر خیر 100
مریم بیگم 102
مریم مگدلینی، حضرت مصلح موعودؓ کا عیسائی دنیا کا مریم مگدلینی اور اسکی ساتھی عورتوں کی بہادری پر خوش ہونا۔ اس کے مقابل پر آنحضرتؐ کے مخلصوں اور فدائیوں کو پیش کرنا......... 314،313
حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 552
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا دورۂ گھانا اور افریقن کا اخلاص و وفا 248
کینیڈا میں خلیفہ خامس کا دورہ اور محبت و اخلاص جرمنی 251
سید مسعود احمد شاہ۔ شیفیلڈ یوکے۔ ذکر خیر 619
حضرت مسعود بن خراشؓ 130
مسلمہ بن سلمہ 67
مِسور بن رفاعہ قرظی 340
مسور بن مخرمہؓ 293
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ابواء مقام مسئلہ غسل میں اختلاف......... 611
مسیح بن مریم (نیز دیکھئے حضرت عیسیٰؑ) 372
مسیحؑ کو زندہ مان کر آنحضرتؐ کی توہین ہوتی ہے......... 370
مسیلمہ کذاب 670
مسیلمہ کذاب کا جھوٹی نبوت کا دعویٰ اور مدینہ پر لشکر کشی کی......... جنگ یمامہ......... 598
مسیلمہ کذاب کے قتل میں حضرت ابودُجانہؓ، وحشی بن حرب اور عبد اللہ بن زید 599
مصطفیٰ نعیمی 692
مصعب، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
مصعب۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بیٹے 342
مصعب بن سعدؓ 400
حضرت مصعب بن عُمیرؓ۔ بدری صحابی ابو عبد اللہ، ابو محمد 605،594،344،301،300،299،223،103،68

ابن قمئہ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کیا تو کہنے لگا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے 650
آنحضورؐ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یاد کرتے تو فرمایا کرتے میں نے مصعب سے زیادہ حسین و جمیل اور ناز و نعمت و آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا......... 103
حضرت خباب بن ارت کا حضرت مصعب بن عمیرؓ کا ذکر اور کہنا کہ ہمارا بدلہ ہمارے ذمہ ہو گیا......... 120
حضرت زبیرؓ نے مُصعب کا نام مصعب بن عُمیرؓ کے نام پر 410
حضرت عامر بن ربیعہ کے والد کی روایت کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ ایمان لانے سے لیکر شہادت تک میرے دوست رہے......... 120
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے افطاری لائی گئی تو کہنے لگے مصعب بن عمیرؓ شہید ہو گئے وہ مجھ سے بہتر ہے......... 120
حضرت مصعب بن عمیرؓ پہلے مبلغ۔ اور ان کی تبلیغ سے ہونے والے مسلمان 107
حضرت مصعب بن عمیرؓ جب مدینہ سے مکہ آئے تو والدہ کو ملنے کی بجائے پہلے آنحضرتؐ سے......... 110،109
حضرت مصعب بن عمیرؓ کا بقیہ ذکر 115 تا 122
حضرت مصعب بن عمیرؓ کا چھپ کر اسلام قبول کرنا۔ پتہ چلنے پر والدین نے قید کر لیا اور پھر خاموشی سے ہجرت مدینہ......... 104
حضرت مصعب بن عمیرؓ کا ستر افراد کا قافلہ لیکر مکہ آنا 109
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی غزوہ احد میں شہادت اور جھنڈے کی حفاظت کا حق ادا کرنا 119،118
حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دو ہجرتیں کرنے کی سعادت ملی حبشہ اور پھر مدینہ 104
حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ بھیجنے کا پس منظر 115 تا 117
حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا سیرت خاتم النبیینؐ میں ایک نوٹ 106
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت پر ان کی بیوی کا ردّ عمل اور حضرت خلیفہ رابعؒ کا بیان 121
حضرت مصعب بن عمیر کی ناز و نعمت میں پرورش پانا اور اعلیٰ درجہ کی خوشبو اور جوتے استعمال کرنا 103
حضرت مصعب بن عمیرؓ۔ اسلام سے پہلے کی آسائش اور بعد میں تنگی کی حالت 104
حضرت مصعب بن عمیرؓ۔ آنحضرتؐ کا دیکھنا اور فرمانا......104، 105
حضرت مصعبؓ کو قبر میں اتارنے والے ان کے بھائی۔ حضرت ابورُوم بن عُمیر، حضرت سُوَیبط بن سعد اور حضرت عامر بن ربیعہ 119
مصعب بن عُمیرؓ، حضرت زبیرؓ نے مُصعب کا نام مصعب بن عُمیرؓ کے نام پر 410
حضرت مصعبؓ کی تبلیغی مساعی کا ذکر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب میں 109،107
مصوّر احمد 419
مطرّف 443
مطیع الرحمٰن 243
مطیع بن اسود 440
حضرت معاذ بن جبلؓ۔ بدری صحابی 24، 523، 538، 565
آنحضورؐ نے فرمایا چار شخص سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابو حذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعاذ بن جَبَلؓ 540
حضرت معاذؓ ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے بارہ میں رسول اللہؐ نے فرمایا یہ قرّائے امت ہیں 526،525
حضرت عمرؓ کا سرغ مقام پر پہنچنا۔ بتایا گیا شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے تو فرمایا اگر میں وفات پا جاؤں تو ابو عبیدہؓ کو خلیفہ نامزد کروں گا اور اگر وہ زندہ نہ ہو تو معاذ بن جبلؓ 562
حضرت عمرؓ کا کہنا میری خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو 517
حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرتؐ کے عہد میں اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں مدینہ میں فتاویٰ دیا کرتے 544
حضرت معاذ بن جبلؓ کا بنو سلمہ کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر بنو سلمہ کے بت توڑنا 538
حضرت معاذ بن جبلؓ کا شام کی طرف چلے جانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کی روانگی مدینہ اور اہل مدینہ کو فقہ میں......... 546، 547
حضرت معاذ بن جبلؓ کا غزوۂ تبوک میں شامل ہونا اور حضرت کعب بن مالکؓ کے شامل نہ ہونے پر ایک شخص کے ان کی برائی کرنے

پر سختی سے ڈانٹنا 540
رسول اللہؐ کے زمانہ میں تین مہاجر اور تین انصار جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ ان میں سے تھے 546
رسول اللہؐ کے زمانہ چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا وہ سب انصار تھے۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ، حضرت اُبَیّ بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوزیدؓ 540
یمن کا انتظام پانچ صحابہ کے درمیان تقسیم تھا........ حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیَّہؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ 555
حضرت معاذ بن حارثؓ، ام ثابت رَمْلَہ بنتِ حارث، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177
حضرت معاذ بن حارثؓ کی چار شادیاں 177
ام حارث بنت سَبْرَہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177
ام عبداللہ بنت نُمَیر، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177
حَبِیبہ بنتِ قَیس، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیوی 177
ام عبداللہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
حارث، حضرت معاذ بن حارثؓ کا بیٹا 177
حضرت رافع بن مالک زُرَقیؓ اور حضرت معاذ بن حارثؓ اولین انصار میں سے ایمان لانے والے 173
حضرت معاذ بن حارثؓ۔ بدری صحابی۔ یہ اپنے دو بھائیوں عوف اور معوذ کے ساتھ بدر میں شریک۔ بنو عفراء بھی ان کو کہا جاتا ہے 173
رَمْلَہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
سارہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
سلمیٰ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
عائشہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کی بیٹی 177
عُبَیداللہ، حضرت معاذ بن حارثؓ کا بیٹا 177
عوف، حضرت معاذ بن حارثؓ کا بیٹا 177
حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ 174
مُعَاذ بن عَمْرو بن جموح اور مُعَاذ بن عَفْراء۔ ابوجہل کے قاتل 281
معاذ۔ مُعَاذ بن عَمْرو بن جموح، مُعَاذ بن عَفْراء۔ ابوجہل کے قاتل 281

معاذ بن نعمان 299
ایک بار حضرت مُعَاذؓ کی لمبی نماز کی شکایت پر آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں مشکل میں ڈالتے ہو اور پھر بتایا کہ یہ سورتیں پڑھا کرو........ 543
حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آنحضرتؐ کی نصائح 555
حضرت عمرؓ کا چار سو دینار حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف بھیجنا........ اور ان کا سارا خرچ کر دینا اور اتنے ہی دینا حضرت معاذؓ کی طرف بھیجنا اور ان کا بھی خرچ کر دینا........ 561
حضرت معاذؓ اور ان کے بیٹے کا جنگ یرموک میں بہادری........ کا ایک انداز 562
حضرت معاذؓ آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر اپنے لوگوں کے پاس آکر نماز پڑھاتے 542
حضرت معاذؓ کا ابوعبیدہ کو خراج تحسین 517
حضرت معاذؓ کا بیت المال کی رقم سے تجارت کرنا اور واپسی پر حضرت عمرؓ سے ملاقات اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ سارا مال واپس لیں........ 556تا558
حضرت معاذؓ کا فیاضی کی وجہ سے قرض لینا اور قرضخواہوں کا مطالبہ........ 554
حضرت معاذؓ کا نماز پڑھاتے ہوئے لنگراہٹ کی وجہ سے اپنا پاؤں آگے پھیلانا........ 556
حضرت معاذؓ کا نماز، تہجد میں خوف اور خشیت کے عالم میں ایک دعا 547
حضرت معاذؓ کو آنحضرتؐ کا یمن کی طرف بھیجنا اور انہیں ہدیہ قبول کرنے کی اجازت دینا 554
حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آنحضرتؐ کا پوچھنا کہ تم کیسے فیصلہ کرو گے........ 559
حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا اِنِّیْ بَعَثْتُ لَکُمْ خَیْرَ اَھْلِیْ 559
حضرت معاذؓ کو یمن کیطرف بھیجا اور زکوٰۃ کا نصاب........ 555
حضرت معاذؓ کی آخری باتیں........ 563،564
حضرت معاذؓ کا اپنی دو بیویوں میں انصاف 563
عبدالرحمٰن۔ حضرت معاذؓ کے صاحبزادے 538

عمرو بن جموح کا اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا کر منات نام دینا۔ کچھ نوجوانوں اور حضرت معاذؓ کا اس کو پھینک دینا چپکے سے........ آخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا 539

حضرت معاویہؓ 177، 138، 342، 442، 614، 616، 681

امیر معاویہ کا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے سے کس بات نے روکا........ 399

حضرت معاویہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف بڑھا تو معاویہ نے تین صحابہ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنی مدد کے لئے خط لکھا۔ تینوں نے انکار کیا اور حضرت سعدؓ نے یہ اشعار لکھ کر بھیج دیئے 398، 399

معتز قزق 365

معراج احمد صاحب شہید ابن محمود احمد صاحب آف ڈگری گارڈن ضلع پشاور 418

معراج بیگم کا اعزاز والد، چچا اور اب خاوند شہید ہوا 600

معراج صاحب شہید۔ وطن کی محبت میں آسٹریلیا سے پاکستان آنا 418

حضرت معمر بن حارثؓ 173

حضرت معوّذ بن حارثؓ۔ بدری صحابی 281، 523، 524

ابو جہل نے عوف بن حارثؓ اور حضرت معوذؓ کو شہید کیا 604

حضرت معوّذ بن حارث کی دو بیٹیاں حضرت رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذؓ اور حضرت عُمَیْرہ بنتِ مُعَوِّذؓ 523

حضرت معاذ بن حارثؓ۔ بدری صحابی۔ یہ اپنے دو بھائیوں عوف اور معوذ کے ساتھ بدر میں شریک۔ بنو عفراء بھی ان کو کہا جاتا ہے 173

مُعَیْقِیب بن ابی فاطمہؓ پندرہ کاتبینِ وحی میں سے........ 437، 525

مغفور احمد منیب صاحب 332

حضرت مغیرہ بن زرارہ 361

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ 27، 395

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا حضرت علیؓ کی شان میں برا بھلا کہنا اور حضرت سعید بن زیدؓ کا اسے کہنا کہ یہ اس جنت میں ہوں گے اور ان میں سے ایک علیؓ بھی 278

رُستم کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا جانا اور رستم کا کہنا تم لوگ تنگ دست ہو........ 359، 360

حضرت مغیرہؓ کا آنحضرتؐ کو وضو کروانا 288

مفتی محمد صادق صاحب 165

حضرت مقداد بن عمروؓ / حضرت مقداد بن اسودؓ 42، 155، 222، 295، 351

مقداد بن اسود / مقداد بن عمرو کا جنگ بدر کے لئے مشورہ پر کہنا........ ہم موسیٰ کے اصحاب کی طرح........ 307

حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط۔ جس کے لئے آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا........ 414، 658تا660

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ آنحضرتؐ، ابو بکرؓ، عمارؓ، ان کی والدہ سمیہؓ، صُہیبؓ، بلالؓ، مقدادؓ 258، 453

حضرت عثمانؓ، حضرت مِقدادؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی تھی ان کے مال کی یہ حفاظت کرتے اور اپنے مال سے ان کے بچوں پر خرچ کرتے........ 440

مِقْدَام بن مَعْدِیْ کَرِب 615

ملاکی 372

ملک طاہر صاحب امیر جماعت لاہور 465

ملک عزیز احمد 520

ملک علی محمد صاحب، بھکہ ضلع سرگودھا، محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ کینیا کے والد، ذکرِ خیر 692، 693

ملک عمر علی کھوکھر 100

ملک منور جاوید صاحب۔ ابن مکرم ملک مظفر احمد۔ ذکرِ خیر 110

علامہ پروفیسر خالد محمود سے ملک منور جاوید صاحب ایک مباحثہ۔ جس میں ان کا کہنا کہ احمدیوں کی گریہ وزاری انہیں بچا لیتی ہے........ 111

ملک منور جاوید صاحب کا ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے طوعی چندہ کو نصف کرنے کا ارادہ کہ ان کی ایک خواب۔ اور یہ ارادہ ترک کر دینا 112

ممتاز علی قریشی 491
منذر بن زبیر 442
منذر بن عمرو بن خنیس، حضرت منذر بن عمرو بن خنیسؓ 17
منذر بن عَمروؓ، حضرت زبیرؓ نے مُنذِر کا نام منذر بن عَمروؓ کے نام پر 410
منذر بن محمد، حضرت زبیرؓ کا حبشہ کی دونوں ہجرتوں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔ وہاں منذر بن محمد کے پاس ٹھہرنا 409
مُنذِر، حضرت زبیرؓ کا بیٹا 446
مُنذِر، حضرت زبیرؓ نے مُنذِر کا نام منذر بن عَمروؓ کے نام پر 410
منشی ظفر احمد صاحب 421
منصور ناصر 362
منصورہ بشریٰ 50
منصورہ بشریٰ والدہ ڈاکٹر لطیف قریشی۔ ذکرِ خیر 634
منظور احمد قریشی 50
مرزا منور احمد درویش۔ قادیان 489
مولانا منور خورشید صاحب 465
پروفیسر منور شمیم خالد صاحب ابن شیخ محبوب عالم خالد صاحب 113
منور، محبوب خان صاحب شہید کا بیٹا 600
ڈاکٹر منیر احمد خان 404، 518
منیر الحصنی صاحب امیر شام 364
مہاجر بن اُمَیَّہ، یمن کا انتظام پانچ صحابہ کے درمیان تقسیم تھا...... حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیَّہؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ 555
مہر علی، مبشر لطیف صاحب۔ ایڈووکیٹ کا ذکرِ خیر لاہور۔ حال کینیڈا شیخ مہر علی صاحب ہوشیارپوری ان کے نانا تھے 465
مہر مختار احمد آف باگڑ سرگانہ کا 74ء کے حالات سے تنگ آ کر ربوہ ہجرت کر آنا۔ زمین فروخت کرنا......... 245
مہمت صاحب، ایک ترکی دوست۔ قرآن کریم چھپوانے میں تعارف 383
موسیٰؑ 323
موسیٰ بن طلحہ 131، 138
حضرت موسیٰ بن طلحہؓ اور حضرت عیسیٰ بن طلحہؓ اپنے والد حضرت طَلحہ بن عُبَیدُاللہؓ سے روایت کہ ایک اعرابی نے پوچھا مَنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ سے کون مراد ہے؟......... 135
موسیٰ بن محمد 411، 460
موسیٰ صاحب۔ ننھے گیمبیا تحریک جدید چندہ میں دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تہجد میں دعا کی ترغیب سے انتظام ہو گیا کہ ایک کام کے نتیجہ میں رقم ملی 577
حضرت میاں محمد صدیق صاحبؓ 693
میجر محمود صاحب۔ افسر حفاظت خاص 169

ن

ناریش صاحب 490
ناصر احمد سعید صاحب۔ ذکرِ خیر 168
ناصر احمد سعید صاحب کو شہید قرار دینا 172
حضرت حافظ مرزا ناصر احمدؒ، خلیفۃ المسیح الثالثؒ 113، 331، 492
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اسلام آباد قومی اسمبلی میں پیش ہونا 66
خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب کو پاکستان آکر فضل عمر ہسپتال میں کام کرنے کا ارشاد 40، 51
خلیفہ ثالثؒ کی وفات کے وقت اسلام آباد میں ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب 53
خلیفہ ثالثؒ نے ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے بارہ میں فرمایا یہ صرف ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ دعا گو ڈاکٹر ہیں 52
خلیفہ ثالثؒ کا فرمانا خلیفۂ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں 227
ناصر سعید صاحب 66، 333
ناصر شمس۔ سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن 126
ناصر وڑائچ 490
ناصر یعقوب 489
ناصر، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 341
ناصرہ بیگم، صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ 40
ناصرہ صاحبہ 420

حضرت سید ناظم حسین صاحب 619

نائلہ عقیل 125

نبیل بھٹی 330

نبیلہ نعیم 633

نجاشی حبشہ نے تین نیزے تُحفۃً بھیجے۔ ایک حضورؐ نے خود رکھا ایک حضرت علیؓ ایک حضرت عمرؓ کو 473

ندیم صاحب 112

نذیر احمد صاحب سانول ضلع خانیوال 245

مولانا نذیر احمد مبشر صاحب 632

چودھری نذیر 197

نسیم تبسم صاحب مربی سلسلہ 448

نشاط 461

نصیر احمد بھٹی 330

پروفیسر نصیر احمد خان صاحب 404

نصیر احمد 631

نصیر اللہ۔ استاذ جامعہ احمدیہ گھانا 493

نصیر باجوہ صاحب۔ جرمنی 169

حضرت میاں نظام الدین صاحب آف نالبہ۔ صحابی حضرت مسیح موعودؑ 449

حضرت نعمان بن مقرن مزنی 395

خسرو پرویز کے پوتے یَزْدْ جَرْدْ کے دربار میں وفد کے رئیس حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کا پیش ہونا۔ حضرت مصلح موعودؓ کا بیان 360تا362

نعیم احمد خان ابن عبد الجلیل خان نائب امیر کراچی کا ذکرِ خیر 448

ڈاکٹر نعیم الجابی 365

نعیم الدین 633

شہید پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک۔ ضلع پشاور ذکرِ خیر 517

رانا نعیم الدین صاحب 348

رانا نعیم الدین صاحب ابن مکرم فیروز دین منشی۔ ذکرِ خیر 178

رانا نعیم الدین صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خط اسیری کے دوران 184

رانا نعیم الدین صاحب۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ناراض ہو کر سزا دینا کہ مسجد میں جا کر استغفار کرو تو بارش طوفان میں وہیں بیٹھے رہے......... خلافت کی اطاعت 180

الیاس منیر صاحب۔ رانا نعیم صاحب کے ساتھ جیل کے ساتھی اور ان واقعات کا مختصر تذکرہ 183

نعیمہ شبیر 331

ڈاکٹر نقی الدین 333

حضرت نواب محمد علی خان صاحب 618

حضرت نوحؑ 242

شیخ نور احمد صاحب۔ صحابی 421

خلیفہ نور الدین (جمونی) کا تحفہ گولڑویہ میں محلہ خانیار سرینگر کے حوالے سے قبر مسیح کی تحقیق کا ذکر 463

حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدینؓ، خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

520،348

ملک نور الدین صاحب 520

نور الدین، ابو عبد اللہ۔ کھیوہ باجوہ کا 65 سال کی عمر میں خلیفہ اوّلؓ کے ارشاد پر قرآن حفظ کرنا 243

نور صاحبہ، لامپونگ۔ انڈونیشیا کرونا کی وجہ سے سکول بند ہو گئے اور مالی مشکلات، بچوں کے لئے کھانا بھی نہ تھا، خود بھوکے رہے......... جو پیسے بُوگی میں جمع تھے بچوں کی رقم چندہ میں دے دی......... غیب سے مدد 574

حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی 65

میاں نور محمد صاحب 362

نورالدین خٹک 519

حضرت مولوی نورالدین صاحب اجملؓ آف گولیکی ضلع گجرات 693

نَوفل بن اِیَاس ھُذَلی 291

نوفل بن خویلد 407

امام نووی کا جمعہ، بارش وغیرہ کسی مجبوری میں ترک کرنے پر بحث......... 151

نوید احمد 519

نوید قمر 632

نیک محمد عرف کالے خان۔ خواب میں ایک بزرگ کو دیکھنا جو

اپنی طرف بلا رہے ہیں تصویر دیکھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔
بذریعہ خط بیعت کرلی 363

ہ

ہاروت و ماروت۔ بابل عراق کا قدیم شہر جس کا ذکر قرآن میں
ہاروت اور ماروت کے سلسلہ میں ہے۔ اس کو فتح کرنا 393
ہارون۔ جامعہ جرمنی کے طالب علم 169
ہاشم بن ابی وقاص، کسریٰ کا شکاری شیر جو اسلامی لشکر پر چھوڑا
گیا جسے حضرت سعد کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص نے تلوار سے
مار دیا 394
ہالہ بنت عوف، حضرت بلالؓ کی بیوی 450
ھبہ الجابی 365،364
ہرقل 513،47
ھُرَیْلَہ بنتِ عِنَبَہ 262
ہشام 440
ہشام بن عروہ 408،27،19
ڈاکٹر ہشام 179
ہمایوں مقصود 461
ہند، حضرت زبیرؓ کی بیٹی 446
ہند، زوجہ ابوسفیان 264
ہند بنت سعید 605
ہند بنتِ سماکؓ۔ حضرت سعد بن معاذؓ کی بیوی 299
ہند بنت سہل 538
ہیلن یعقوب 489

و

واقدی 17
وحشی بن حرب، مسیلمہ کذاب کے قتل میں حضرت ابودُجانہؓ،
وحشی بن حرب اور عبداللہ بن زید 599
وحیدہ بیگم 600
رانا وسیم احمد 179
صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب 39
وسیم الجابی۔ پولینڈ 365

حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب 611،547
ٹھیکیدار ولی محمد 449
ولیم میور کا بیان کہ بدری صحابہ کی کیا اہمیت و عظمت سمجھی جاتی
تھی 402
سر ولیم میور کے ابودجانہؓ کے بارہ میں تحسینی کلمات 597

ی

یاتاراتر اوڑے مالی کے ایک معمر احمدی کی زمین پر کسی نے قبضہ
کرلیا تو چندہ زیادہ دینا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں ان کے حق
میں فیصلہ اور خوف کو امن میں بدل دیا 575،574
یاسر احمد 419،418
یُحَنَّس۔ حضرت صہیبؓ کا غلام 262
یحیٰؑ 372
یَزْدَجَرْدُ کے دربار میں وفد کے رئیس حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کا
پیش ہونا۔ اس کا مٹی کا بورا ان کے سر پر رکھوانا........ حضرت
مصلح موعودؓ کا بیان 360تا362
یَزْدگرْدُ کا تخت نشین ہونا اور اس نے تمام ملک میں مسلمانوں
کے خلاف جوش انتقام پیدا کیا حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو
کمانڈر مقرر فرمایا۔ ایرانیوں کی کمان رستم کے ہاتھ میں ....
حضرت عمرؓ خود اس مہم کے لئے تیار ہوئے 359
یزید بن ابوسفیان 504،277
یزید بن رومان 129
یزید بن معاویہ کا ایک جنگ میں سربراہی 610
یزید پلید 431
یزید، حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کا بیٹا 495
یونسؑ 372

کتب

آ۔ا

آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی۔ انوار العلوم 161، 473، 687
آئینہ کمالات اسلام 90
سنن ابن ماجہ / شرح ابن ماجہ 63، 65، 121، 123، 258، 350، 367، 454، 458، 459، 460، 467، 536، 541، 546، 588، 641
سنن ابوداؤد 43، 48، 59، 123، 151، 238، 437، 589، 604، 663، 666
اتمام الحجۃ 372
اتمام الحجہ کا انگریزی ترجمہ 383
اٹلس سیرت النبیؐ 23، 318، 550
اٹلس فتوحات اسلامیہ 360
اردو دائرہ معارف اسلامیہ 565، 599
ارشاد الساری شرح صحیح بخاری 635
ازالۂ اوہام 140
الاستیعاب 38، 43، 55، 60، 87، 106، 177، 279، 290، 292، 341، 345، 350، 400، 401، 411، 445، 524، 555، 556، 558، 563، 565، 588، 592، 594، 599، 604، 620، 622
اسد الغابہ 28، 42، 43، 44، 47، 55، 67، 87، 103، 104، 106، 118، 128، 131، 132، 133، 135، 136، 137، 156، 162، 173، 177، 214، 215، 218، 219، 222، 223، 224، 227، 257، 258، 261، 262، 264، 270، 273، 275، 277، 278، 279، 290، 297، 298، 300، 339، 340، 341، 342، 399، 401، 407، 409، 437، 450، 451، 452، 458، 474، 475، 495، 523، 527، 536، 538، 539، 547، 554، 564، 569، 591، 593، 594، 595، 598، 599، 605، 612، 617، 620، 622، 635، 651، 674
صحابہ کے حالات کے متعلق اسلامی تاریخ میں تین کتب مشہور ہیں تہذیب التہذیب، اصابہ، اسد الغابہ 33
اسلام اور ملکیت زمین 438
اسلام فلسفۂ حیات اور معاشی اصول انگریزی۔ ڈاکٹر عبد الکریم صاحب 603
اسلام کی بنیادی باتیں (انگریزی)۔ ڈاکٹر عبد الکریم صاحب 603
اسلام میں اختلافات کا آغاز 398، 674
اسلامی اصول کی فلاسفی 101، 144، 364
اسلامی اصول کی فلاسفی میں خدا تعالیٰ کو پانے اور پہچاننے کے آٹھ وسائل کا ذکر جو انسان کی پیدائش کے مقصد کو پورا کرنے والے ہیں۔ اس کا بیان 1
ایگرو میتروک، ایک غیر احمدی دوست، علم الادیان کے ماہر، اسلامی اصول کی فلاسفی پر تبصرہ۔ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے علم ہوا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام صرف ایک مذہبی لیڈر ہی نہیں تھے بلکہ علم الادیان کے ایک بہت بڑے محقق بھی تھے، میرے علم میں بے حد اضافہ ہوا 384
اسوۂ حسنہ انوار العلوم 58
اصابہ 38، 43، 44، 67، 68، 87، 123، 214، 257، 259، 261، 266، 279، 280، 291، 296، 299، 300، 335، 341، 342، 344، 345، 346، 350، 355، 400، 402، 407، 408، 410، 411، 440، 445، 451، 495، 497، 537، 538، 568، 595، 604، 605، 617، 620
صحابہ کے حالات کے متعلق اسلامی تاریخ میں تین کتب مشہور ہیں تہذیب التہذیب، اصابہ، اسد الغابہ 33
اصحاب احمد 3
اصحابِ بدر از قاضی محمد سلیمان منصور پوری 343
اعجاز احمدی 431

اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح 139
اعجاز احمدی کا انگریزی ترجمہ 383
افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ۔ انوار العلوم 626
اکمال فی اسماء الرجال 345
روزنامہ الفضل 152، 243
ماہنام انصار اللہ 100
انوار العلوم حضرت مصلح موعود کی کتب کا مجموعہ 99
انوار خلافت۔ انوار العلوم 159، 685
ایام الصلح 144
ایک آیت کی پُر معارف تفسیر انوار العلوم 310

ب

بائیبل کے مطابق حضرت سعدؓ کا بنو قریظہ کا فیصلہ کرنا......... (استثناء) 322
صحیح بخاری 19، 20، 24، 25، 26، 47، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 84، 106، 120، 123، 150، 151، 153، 154، 165، 173، 174، 188، 217، 224، 238، 263، 270، 271، 272، 280، 281، 284، 293، 294، 303، 304، 324، 336، 341، 345، 350، 355، 356، 396، 397، 409، 412، 413، 416، 417، 436، 437، 438، 452، 455، 457، 458، 459، 568، 480، 496، 500، 501، 503، 504، 515، 524، 526، 527، 532، 536، 540، 542، 543، 547، 555، 565، 566، 588، 589، 593، 604، 610، 611، 612، 620، 621، 644، 651، 653، 659، 662، 665، 666، 667
صحیح بخاری اور دیگر کتب کے تراجم کی تفصیل 383
ضروری نہیں کہ بخاری کی سب روایات ٹھیک ہوں 667
البدایہ والنہایہ 136، 652، 674
البدر، ایڈیٹر صاحب البدر 242
البدر 243
براہین احمدیہ حصّہ دوم 143
براہین احمدیہ حصّہ چہارم 144

ت

تاریخ ابن اثیر 689، 690
تاریخ احمدیت 244
تاریخ اسلام۔ اکبر شاہ نجیب آبادی 433
تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی 670، 672
تاریخ الخمیس 620، 641
تاریخ المسعودی 690
تاریخ دمشق 451، 484
تاریخ دمشق کبیر 482
تاریخ طبری 31، 284، 285، 286، 287، 289، 290، 433، 612، 621، 623، 624، 627، 650، 654، 666، 667، 671، 686
تبرکات صحابہ کا تصویری البم از ارسلان بن اختر 617
تحریرات مبارکہ از نواب مبارکہ بیگم صاحبہ 432
تذکرہ 423
ترمذی 49، 105، 120، 135، 223، 239، 267، 277، 343، 350، 357، 397، 398، 399، 436، 480، 483، 496، 527، 592
تریاق القلوب 374
تفسیر کبیر 117، 177، 222، 257، 258، 266، 283، 358، 362، 479، 516، 525، 527، 531، 544، 597، 614، 627، 629، 656
تقریر جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ لاہور 1948ء انوار العلوم 64
تہذیب التہذیب، صحابہ کے حالات کے متعلق اسلامی تاریخ میں تین کتب مشہور ہیں تہذیب التہذیب، اصابہ، اسد الغابہ 33

ج

جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا 346
جنگ مقدس کا انگریزی ترجمہ 383
جہانگیر اردو لغت 26

ح

حرمتِ سود۔ڈاکٹر عبدالکریم صاحب 603
حصولِ رزق۔ڈاکٹر عبدالکریم صاحب 603
حوادث طبعی یا عذاب الٰہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مضمون۔اور اس کو آجکل کرونا وائرس کے ساتھ ملانے والے........حضور کی رہنمائی 229
حفظانِ صحت کے اصول اور healthy living۔ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کی دو کتب 51
حق الیقین،انوار العلوم 671
حلیۃ الاولیاء 563
حیات قدسی، سلیم الحسن الجابی کا حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے کہنے پر حیات قدسی کا عربی ترجمہ کرنا 366

خ

خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کے لئے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے انوار العلوم 229
خصائص کبریٰ 156
خطابات طاہر 121،565،568
خطباتِ طاہر 247،354
خطباتِ محمود 31، 37، 161، 164، 165، 367، 476، 488،524،654،656،660،677
خطباتِ مسرور 245،248،249،250،251
خطباتِ ناصر 227،246
خلافت راشدہ 444
خلافت راشدہ۔انوار العلوم 155،295،662،683،689
خلیفہ ثالثؒ کا فرمانا خلیفہ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں 227

د

دعویٰ مصلح موعودؓ کے متعلق پرشوکت اعلان۔انوار العلوم 91
دلائل النبوۃ 589،592،636
دیباچہ تفسیر القرآن۔انوار العلوم 22،28،83،117،134، 220، 261،306، 314، 324،347، 408، 415، 453، 471،472،525،526،527، 541،607،644،656

ڈ

ڈیلی ٹیلیگراف، فلپ جونسٹن کا کرونا وائرس کے حوالہ سے ایک آرٹیکل 145

ر

رجسٹر روایات 229
رحمت دارین کے شیدائی از طالب ہاشمی 500
رسالہ الوصیت 241
رسول کریمؐ کی زندگی کے تمام اہم واقعات۔انوار العلوم 623
روحانی خزائن 384
روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب 128،130،135، 270، 272، 273، 277، 278، 278، 280، 286، 287، 288، 290، 291، 297، 298، 299، 342، 344، 345، 346، 355، 358، 360، 395، 396، 402، 415،416، 450،495،497،505،511،513
ریاض النضرۃ 673

س

سبل الھدیٰ والرشاد 19،24،81،312،318،625
سر الخلافہ 427،429،431،668،669
سنن الکبریٰ 667
سوانح فضل عمرؓ 244
سیر اعلام النبلاء 451،452،481،483،504،516
سیر الصحابہ 103، 261،277،278،279،395،397،407، 451، 495،498،504، 505، 507، 508، 514، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 554، 556، 559، 561، 562، 563، 565، 612،614،615،672

سیر روحانی۔ انوار العلوم 471،657،660
السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ 129،276
سیرت ابن اسحاق 104
سیرت ابن ہشام / سیرت النبویہ لابن کثیر
106،107،121،134،413،415،503،540،550،
565،589،627،650،658،660،661،666،667،668
سیرت النبیؐ۔ انوار العلوم 644،646
سیرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب 666،667
سیرت حلبیہ 23،79،132،133،134،296،458،589،
609،636،661
سیرت خاتم النبیینؐ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 17،18،
29،50،68،76،77،83،85،86،105،106،107،
109،110،118،119،176،215،217،265،267،
268،273،275،300،302،304،307،308،312،
314،317،318،334،329،338،341،344،345،
351،353،354،356،402،454،459،460،477،
481،496،497،499،566،567،590،591،596،
598،605،606،611،621،622،623،625،626،
627،628،636،637،639،641،642،652،653،
655،659،661،662
سیرت طیبہ از مرزا بشیر احمد صاحب 432

ش

شرح علامہ زرقانی 68،396،455،500،596،641،650
شمائل النبیؐ 455

ص

صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا از ڈاکٹر ذوالفقار کاظم 565

ض

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم 187
ضمیمہ رسالہ انجام آتھم 9

ط

طبقات الکبریٰ۔ لابن سعد 19،27،30،38،43،44،46،
48،55،56،59،60،67،87،103،104،106،107،
117،118،120،128،129،130،131،132،136،
137،138،162،173،177،214،218،219،222،
223،224،257،258،259،262،264،270،272،
273،275،276،277،279،280،281،286،288،
289،294،298،299،300،306،312،335،336،
339،340،342،345،350،354،356،357،398،
400،401،409،410،411،413،437،442،445،
446،447،450،451،452،453،454،456،466،
468،473،474،476،477،484،497،498،523،
525،530،535،536،537،538،540،546،547،
554،556،560،565،568،569،591،593،594،
598،599،604،605،608،617،627،635،637،
638،641،652،661،662

ع

عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد 286،297،391،407،495،503،
505،506،507،508،514
عمدۃ القاری 55،61،175،262،344،354

غ

غزوات و سرایا از علامہ محمد اظہر فرید شاہ 662
غزوہ اُحد از علامہ محمد احمد باشمیل 567

ف

فتح اسلام 140
فتح الباری شرح بخاری از علامہ ابن حجر 26،155،281،590
فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن 117،129،130،138،
271،276،279،287،298،302،308،342،414،

540،537،505،455،440
فریضہ تبلیغ اور احمدی خواتین۔ انوار العلوم 48، 313
فضائل الصحابہ 411
فیروز اللغات 562

ق

قادیان سے ہماری ہجرت ایک آسمانی تقدیر تھی 455
القول الصریح فی ظہور المہدی والمسیح مولانا نذیر مبشر صاحب 377
القول الفصل۔ انوار العلوم 157، 678

ک

الکامل فی التاریخ۔ ابن اثیر 287،662،682،687
کتاب الخراج از امام ابو یوسف 438
کتاب المغازی لواقدی 24،523،591،596
کشتی نوح 230،572
کشف الغمّہ 67
کلام محمود 100،434
کنز العمال 612،613،560

ل

لغات الحدیث 58،223،452،636،641،687
لیکچر سیالکوٹ 141
لیکچر لاہور 149
لیکچر لدھیانہ 139،371

م

مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع اہم ہدایات۔ انوار العلوم 671
مجمع الزوائد 340،481،483،484،561
مجموعہ اشتہارات 1،434
محمد رسول اللہ والذین معہٗ از عبد الحمید جودہ السحار 67
مستدرک 26،217،346،440،445،452،483،517،
561،596،690
مستورات سے خطاب۔ انوار العلوم 481
صحیح مسلم 25،27،49،63،151،175،230،239،288،
336،337،343،344،345،355،401،409،436،
482،483،496،502،530،540،543،545،548،
550،565،594،608،643،655،
مسند احمد 22،23،28،30،57،60،136،261،410،
412،413،414،439،443،536،542،555،556،
559،560،562،563،564،608،614،615،636،
637،639
مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت دوبارہ جو گزشتہ خطبہ میں درست ترجمہ کے ساتھ نہیں تھی........ حضرت معاذ بن جبل کے ذکر میں 587
مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں انوار العلوم 651
مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر 454
معجم البلدان 47،81،103،130،131،217،257،351،
360،395،396،411،416،508،511،514،515،
527،534،562،689
معجم الشعراء 44
معجم الکبیر 460،484،498
مکتوباتِ احمد 239،428
ملفوظات 2،142،143،163،166،167،190،191،
193،194،195،196،229،232،233،234،235،
236،237،241،369،375،425،427،667
المنہاج شرح مسلم 151
مؤطا امام مالک 550
الموعود۔ انوار العلوم 92،95،98
میں ہی مصلح موعودؓ کا مصداق ہوں انوار العلوم 93

ن

سنن نسائی 55،56،356،593
نور القرآن 77،79

ہ

ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا زندہ نشان ہے۔ انوار العلوم 512
ہستی باری تعالیٰ۔ انوار العلوم 657
ہم آنحضرتؐ کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور زندہ نبی مانتے ہیں368

و

واقعات خلافت مصری 675

B

Bloomberg 146

L

Lexicon 26
Life of Mahomet 597

T

The Times 146

W

World Crisis and The Pathway to Peace
نیپال کے ایک پروفیسر کی حضور انور کی کتاب World Crisis and The Pathway to Peace پر تبصرہ۔ یہ کتاب اس وقت کے حالات کے لحاظ سے بہت عمدہ، اقتباسات کو ہائی لائٹ کرنا کہ ان باتوں کو دنیا میں فروغ دینے کی بہت ضرورت، کتاب بہت اچھی لگی ہے اور میں اپنے دوستوں کو بھی مطالعہ کے لیے دوں گا 385

مقامات

آ۔ا

آٹو اویسٹ 13
آرمینیا 513
آزاد کشمیر 647
آسٹریلیا 12،14،418،489،581،583،632
آگرہ 40
آلڈرشاٹ (Aldershot) 13،582
آلڈرشاٹ جماعت کی مالی قربانی اور اخلاص۔ وہاں کی بعض عورتوں کی غیر معمولی قربانی اور جذبہ قربانی 16
آئیوری کوسٹ مغربی افریقہ 375،601
آئیوری کوسٹ۔ سان پیدرو ریجن کے مبلغ وقار صاحب کا بیان۔ فتحا کرو گاؤں کے جارہ صاحب کے بیٹے عیسیٰ جارا صاحب۔ چندے کی برکات سے فصلوں میں اضافہ اور ایک خواب........ 11
ابلّہ دجلہ کے کنارے ایک شہر جو بصرہ کہلایا 257
ابواء، حضرت صہیبؓ کا مکہ سے مدینہ ہجرت اور صرف آدھ کلو آٹا جو ابواء مقام پر گوندھا 260
ابواء، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ابواء مقام مسئلہ غسل میں اختلاف اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا 611
اترپردیش 14
اٹلانٹا (Atlanta) 582
اجمیر شریف۔ انڈیا 50
اچینی پایان پشاور، بشیر احمد ایڈووکیٹ۔ اچینی پایان پشاور 518
اَحْجَارُ الزَّیْت۔ مدینہ میں 346
احمد نگر 600،601
ارجنٹائن، سرور صاحب۔ ارجنٹائن مبلغ 573
ارجنٹائن، فاطمہ ویرونیکا۔ ارجنٹائن کی نومبائع۔ غیر معمولی مالی قربانی 573
اردن 504
اردن سے قاسم صاحب۔ خلافت سے محبت پیدا ہونا 251
اردن کی زمین وادی بسیان میں حضرت ابوعبیدہ کی قبر 517
ارلز فیلڈ۔ یوکے 348
اڑیسہ (Odissa) 14،583
اسرائیل، ڈاکٹر گوونداء نیپال کے پروفیسر صاحب حضور انور کی کتاب پر تبصرہ، آج جبکہ ساری دنیا میں میڈیا کی وجہ سے مسلمانوں کو غلط رنگ سے پیش کیا جاتا ہے ایسے میں ایک مسلم لیڈر کا ساری دنیا میں امن کے قیام کے لیے کوشش کرنا غیر مسلموں کے لیے بہت حیران کن ہے، خلیفہ نے اسرائیل، ایران کے وزیراعظم کو چٹھی لکھنا متاثر کن 385
اسکندریہ 416
اسلام آباد یوکے 13،125،333،582،647
اسلام آباد ریجن 13،582
اسلام آباد شہر 13
اسلام آباد پاکستان، خلیفہ ثالثؒ کی وفات کے وقت اسلام آباد میں ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب 53
اسلام آباد۔ لندن 87،348،349،521
اسلامیہ کالج لاہور 630
اعوص، مقام 287
افریقہ 12،581
افریقہ میں پرانے واقفین کی قربانیوں کے نتیجہ میں احمدیہ جماعت کی ترقی 246
البانیہ، صمد صاحب۔ مبلغ البانیہ 572
کبابیر۔ الخلیل میں نئی جماعت کا قیام اس جگہ پر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی ازواج مطہرات کی قبور ہیں 378

مٹھی المہدی ہسپتال 678
امر تسر 463
امریکہ 12، 13، 41، 52، 197، 447، 581، 582، 618، 692
اسلام کا اس حد تک خیال کہ ماؤں کو بچوں سے جدا نہ کرو۔ اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھیں امریکہ میں مہاجرین کو الگ الگ کر دیا گیا........ 615
امریکہ جیسے مادی سوچ رکھنے والے........ خلافت سے محبت و اخلاص۔ خلافتِ خامسہ 251
انڈونیشیا 12، 13، 333، 581
انڈونیشیا (ٹنگرینگ)، مَرسِیلَا صاحبہ۔ شوہر کی کرونا کی وجہ سے نوکری چلا جانا اور بہت مشکل حالات۔ خواہش تھی کہ تحریک جدید کا چندہ ادا کریں۔ ایک خواب اور پھر بنک میں غیب سے رقم آنا........ 573، 574
انڈونیشیا کے مربی سلسلہ نور خیر صاحب کا بیان کہ ایک دور دراز جزیرے میں میاں بیوی جو سارا سال چندے کی رقم بکس میں جمع کرتے ہیں اور چند کی برکات 4
بشیر الدین صاحب انڈونیشیا کے مبلغ کا بیان۔ ایک دوست کا چندہ وقف جدید ادا کرنا اور اس کی برکت سے زمین مہنگے داموں بک گئی 5
انڈونیشیا، نور صاحبہ، لامپونگ۔ کرونا کی وجہ سے سکول بند ہو گئے اور مالی مشکلات، بچوں کے لئے کھانا بھی نہ تھا، خود بھوکے رہے........ جو پیسے بُوگی میں جمع تھے بچوں کی رقم چندہ میں دے دی........ غیب سے مدد 574
معصوم صاحب مبلغ انڈونیشیا۔ ایک احمدی کا روزگار کے سلسلہ میں جزیرہ سولہ بیسی میں ہجرت کرنا اور مچھلی کا کاروبار جو مالی قربانی کے نتیجہ میں اس قدر بڑھا کہ وقف جدید کا چندہ اب سب سے زیادہ اس علاقہ میں ان کا ہے........ 5
انڈیا 492، 583
انڈیا کی ایک بچی جو نہ بول سکتی ہے اور نہ سن سکتی ہے وہ تھیلی میں پیسے جمع کرتی ہے اور وقفِ جدید کا باقاعدگی سے چندہ 11
عبد المحمود صاحب انسپکٹر وقف جدید کا بیان۔ بنگال کے گاؤں پیر بھوم ضلع کا۔ روزانہ دکان کھولتے ہی سو روپیہ چندہ کے لئے ایک بکس میں۔ ایک دن بہت کم گاہک تو اگلے روز تین سو ڈالا اور اللہ سے سودا کیا۔ اس دن اتنے گاہک آئے کہ واپس بھیجنا پڑا کہ اب کل آئیں 8
عبد الباسط انسپکٹر، کیرالہ کی جماعت کوچین، آٹھ سال کی ایک بچی کا منی باکس لاکر دینا کہ میری طرف سے چندہ تحریک جدید 579
عبد الحئی منڈل۔ انڈیا، ذکر خیر 618
انگلستان (نیز دیکھئے "برطانیہ") 40، 52
خلیفہ ثالثؒ کا ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کو لندن سے واپس آنے کا ارشاد........ 51
اوسنابروک (Osnabrück) 582
اوش کوش (Oshkosh) 582
اوکاڑہ 13
ایبٹس فورڈ 13
ایڈمنٹن ویسٹ (Edmonton West) 13، 583
ایڈیلائڈ ویسٹ (Adelaide West) 583
ایڈیلینڈ ساؤتھ (Adelaide South) 14، 583
ایران، ڈاکٹر گووندا، نیپال کے پروفیسر صاحب حضور انور کی کتاب پر تبصرہ، آج جبکہ ساری دنیا میں میڈیا کی وجہ سے مسلمانوں کو غلط رنگ سے پیش کیا جاتا ہے ایسے میں ایک مسلم لیڈر کا ساری دنیا میں امن کے قیام کے لیے کوشش کرنا غیر مسلموں کے لیے بہت حیران کن ہے، خلیفہ نے اسرائیل، ایران کے وزیر اعظم کو چٹھی لکھنا متاثر کن 385
اے سی ٹی کینبرا (ACT Canberra) 583
ایئرڈری (Airdrie) 13، 14

ب

بابل عراق کا قدیم شہر جس کا ذکر قرآن میں ہاروت اور ماروت کے سلسلہ میں ہے۔ اس کو فتح کرنا 393
بارکنگ اور ڈیگنہم جماعت کے صدر، تحریک جدید کا ٹارگٹ پورا کرنے کے لئے اپنی جیب سے ادا کر دیا اور خدا نے ستّر فیصد زائد بونس دے دیا 578

بانجول 447

بحرین 128

رسول اللہؐ کا بحرین والوں سے جزیہ کی شرط پر صلح اور حضرت علاء بن حضرمی کو امیر بنا کر بھیجنا......... 503

بحیرۂ احمر 128

بدر کے روز صفیں بناتے ہوئے آگے نکل گئے تو فرمایا میرے ساتھ، میرے ساتھ 608

بدر کے موقعہ پر عتبہ بن ربیعہؓ کا کفار کو جنگ سے روکنا اور ابو جہل کا باز نہ آنا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ان لوگوں میں سے کوئی شخص انہیں خیر اور بھلائی کی نصیحت کر سکتا ہے تو وہ سرخ اونٹ والا شخص ہے 638

بدین 601

برامپٹن ایسٹ (Brampton East) 583

برامپٹن (Brampton) 583

برٹن یوکے، جماعت کے مختلف دوستوں کے تحریک جدید کی مالی قربانی اور مشکلات دور ہو جانا 578

برطانیہ (نیز دیکھئے "انگلستان") 11،12،13،581،582

برکینا فاسو 13،362،363،581

برکینا فاسو کے ایک دوست عیسیٰ صاحب۔ خلیفۂ وقت کو دیکھ کر خوشی کا اظہار......... 249

برکینا فاسو میں ایک غلط فہمی کے نتیجہ میں نظام سے علیحدہ ہونے کی کوشش مال کے مبلغ معاذ صاحب کا وہاں جا کر نظام اور خلافت کے بارہ میں سمجھانا تو مخلصانہ ردّ عمل 250

کاری کی زینب صاحبہ جو دو سال تک نرسنگ سکول میں داخلہ کے لئے ٹیسٹ دیتی رہیں لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ سکول میں داخلہ کے لئے پیسے جمع کئے ہوئے تھے مسجد کی تعمیر میں دے دیئے تو ان کو حکومت کے اخراجات پر ڈائریکٹ سلیکشن ہوگئی 381،382

کاری میں مسجد کی تعمیر اور لوگوں کے اخلاص اور قربانی کے ایمان افروز نظارے۔ دو مرغے اور انڈے پیش کئے۔ افریقہ کے لوگوں کا سو سال پہلے قادیان کے غریب لوگوں نے جو روایت قائم کی اس پر عمل 381

برکینا فاسو۔ کایا ریجن کے عبدو صاحب، جب سے چندوں میں باقاعدگی کی تو کام میں برکت......... 10

برکینا فاسو۔ کے ایک قافلہ کو کھانا نہ ملنا لیکن......... 248

برمنگھم ساؤتھ (Birmingham South) 13،582

برمنگھم ویسٹ (Birmingham West) 13،582

بریڈفورڈ (Bradford) 13،14،583

بریمپٹن ویسٹ 14

بستان احمد۔ گھانا 330

بصرہ 157،444،682،690

بصرہ، مصر اور سکندریہ اور کوفہ اور بصرہ و مدینہ میں حضرت زبیرؓ کی جائداد 442

بُصریٰ۔ شام کا پہلا شہر جو مسلمانوں نے فتح کیا 37

بَصّے گیمبیا، موسیٰ صاحب۔ بَصّے گیمبیا تحریک جدید چندہ میں دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تہجد میں دعا کی ترغیب سے انتظام ہو گیا کہ ایک کام کے نتیجہ میں رقم ملی 577

بطحان، حضرت عائشہؓ کا بیان کہ ہم مدینہ آئے تو یہ وبازدہ مقام تھا اور بطحان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا......... 455

بعلبک۔ لبنان کا قدیم شہر 507

بغداد 440

بَلْدَح مکہ سے مغرب کی طرف تَنْعِیْم کے راستہ میں ایک وادی 271

بلغاریہ میں جماعتی مخالفین خلیفہ خامس سے ملاقات کرنے والا کا جماعت سے وفا کا تعلق 252

بلقاء 504

بلیک ٹاؤن 14

بنگال (Bengal) 583

بنگلہ دیش 581

بنگلور (Bangalore) 14،583

بہاولپور 667

بَہُرَہ شِیُر / بَھُرَسِیُرْ عراق کے شہر مدائن کے قریب بغداد کے نواحی علاقوں میں دجلہ کے مغرب میں یہاں کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا 394

بہشتی مقبرہ ربوہ 518
بوسٹن (Boston) 582
بیت الاحسان ریجن 13، 582
بیت الرحیم آلکن 461
بیت الفتوح ریجن 13، 582
بیت المقدس 563
بیت المقدس کی فتح عیسائیوں کی شرط کہ صلح کا معاہدہ حضرت عمرؓ خود آکر کریں اور حضرت عمرؓ کا تشریف لانا 513
بیت المقدس کی فتح کی تفصیل 513
بیر حاء، ابو طلحہؓ مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ باغ رکھنے والے تھے اور یہ باغ سب سے محبوب، نبیؐ اس میں تشریف لایا کرتے اور اس کا پانی پیتے۔لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ........(آل عمران:93) 62
بیلجیئم 182
بیلیز۔ اور بعض دیگر مقامات پر زیرِ تعمیر مساجد 380
بینزہائم 13
بینن 12، 375، 581
بینن کے نومبائع رزاق صاحب کا اخلاص خلافت سے 252
بھارت (نیز دیکھئے "انڈیا") 12، 14، 581

پ

پاٹھاپریام 14
پاکستان 12، 13، 40، 50، 53، 100، 101، 179، 182، 333، 364، 423، 465، 490، 492، 493، 518، 581، 582، 631
مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب کو پاکستان سے بے حد پیار تھا۔ انہوں نے اپنے کیریئر میں عالمی بینک جیسے بین الاقوامی اداروں کے ساتھ مستقل طور پر کام کرنے کے باوجود ہمیشہ پاکستان میں ہی رہ کر کام کا انتخاب کیا 602
الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت اور حالات کی وجہ سے دعا کی تحریک 663، 664
پاکستان اسمبلی میں آنحضرتؐ کے نام کے ساتھ خاتم النبیینؐ لکھنے پر فخر کا اظہار......... 368
پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں پر مخالفانہ ستم اور دعا کی تحریک 678
پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک الجزائر کی عدالت کے جھوٹے مقدمات میں ماخوذ احمدیوں کو رہا کرنا......... 690
پاکستان اور بعض دوسرے ممالک میں احمدیت کے خلافت عزائم اور دعا کی تحریک 236
پاکستان حکومت کو احمدیوں پر مظالم کے سلسلہ میں انتباہ۔ اپنی تاریخ سے سبق لیں۔ نہ پہلی حکومتوں کی حکومت قائم رہ سکی نہ آئندہ کسی کی رہ سکے گی 262
پاکستان کو دیمک کی طرح کھانے والے........ یہ لوگ نہ ہوں تو ملک ترقی کرے کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہوتا۔ پاکستانی احمدیوں کا کام ہے کہ ملک کی ترقی کے لئے......... 456
پاکستان کے احمدیوں کو دعاؤں کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی کہ........ جس توجہ کی ضرورت ہے وہ احساس نہیں ہے 678
پاکستان کی تعمیر میں حصّہ لینے والے اور سب سے زیادہ قربانی دینے والے احمدی........ اور اب پاکستان میں احمدیوں پر ظلم 456
پاکستان کے علاوہ اس سال دنیا بھر میں نئی جماعتوں کے قیام کی تفصیل 375
پاکستان میں چھوٹی عمر کے لڑکوں سے احمدیوں پر حملے کروانا 630
پاکستان میں رہنے والے احمدیوں کو نوافل اور دعاؤں کی تحریک، رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ، استغفار اور درود شریف 691
پاکستان میں قرآن کریم کی اشاعت وغیرہ کے لئے جتنی روکیں کھڑی کی جارہی ہیں اللہ اس سے بہتر راستے کھولتا جارہا ہے 383
پاکستان میں مسلمانوں کا آنحضرتؐ کے اسوۂ سے دور ہونا 368
جماعت احمدیہ کی پاکستان کے لئے خدمات اور تاریخ کی کتب کو بدلا جانا۔ بہر حال ہر پاکستانی احمدی ملک کا وفادار ہے، وفادار تھا اور وفادار رہے گا 390
فخر احمد فرخ۔ مربی سلسلہ پاکستان۔ ذکرِ خیر 600، 601
پتھ پریم (Pathapiriyam) 583
پٹنہ بہار، انڈیا 448

پٹنی (Putney) 13، 582
پرتھ (Perth) 14
پشاور 13، 582
پشاور کے علاقہ میں مخالفین احمدیت کی مہم اور......... 418
پنجاب 14، 332، 583
پنجاب یونیورسٹی 602
پنجاب یونیورسٹی کے لاء کالج میں تدریس......... 465
پنے برگ (Pinneberg) 582
پنی برگ 13
پیراماٹا (Paramatta) 583
پیس ولیج (Peace Village) 13، 14، 583
پیسن ساؤتھ 13
پین رتھ (Penrith) 583
پینرتھ (Penrith) 14
پینگاڈی (Payangadi) 14

ت

تاجکستان کے دوست عزت امان صاحب کی والدہ صاحبہ کا خطرناک بیماری سے خلیفہ وقت کی دعاؤں کے طفیل صحت یاب ہونا......... 253
تاشقند یونیورسٹی۔ ازبکستان 603
تامل ناڈو (Tamil Nadu) 14، 583
تاونس 13
تبوک میں پانی اور درختوں کی کثرت 550
تخت ہزارہ 405
تُربَان، مدینہ سے انیس میل کے فاصلے پر وادی 129، 276
ترکی 375، 585
ترکی، استنبول۔ جہاں حضرت ابوایوبؓ کا مزار 617
تعلیم الاسلام کالج ربوہ 647، 648
تعلیم الاسلام کالج قادیان 602
تلنگانہ (Telangana) 583
تمباکنڈا ریجن، سینیگال 464، 465
تنزانیہ 12، 375، 581
تنزانیہ کے معلم، حسین صاحب، صالح مٹونگا صاحب، علاج کے لئے پیسے نہیں تھے کچھ رقم آئی تو پہلے تحریک جدید کا وعدہ پورا کیا کہ علاج بعد میں ہوتا رہے گا 580
تنزانیہ کے ایک ریجن میں مسجد کی تعمیر اور الٰہی تائید کے نشان 380
تنزانیہ، زنجبار، آمنہ بی بی، ہر سال محدود آمدن کے باوجود چندہ جات کی ادائیگی میں سر فہرست، لیکن اب مالی مشکلات کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ رات کو اٹھ کر خدا کے حضور دعا تو ایک عزیز کا فون آیا اور رقم کا انتظام 579
اِرنگا ریجن میں تبلیغی لیکچر کے بعد ایک ضعیف خاتون جو مسلمان تھی اس کا متاثر ہونا کہ یہاں کبھی کوئی تبلیغ کے لئے نہیں آیا اور اپنا رہائشی پلاٹ مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کیا......... 381
اروشا ریجن کی ایک غریب خاتون اپنے دو دن کی آمدنی وقفِ جدید میں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مصداق غریب لوگ۔ کہ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کو دیکھ کر کہ کس طرح قربانیاں کرتے ہیں 9
اروشا شہر کے ایک وزیری صاحب اخبار بیچ کر گزارہ کرتے ایک کپ چائے کا کم کر کے وقف جدید چندہ......... 10
مارا ریجن کے مخلص نوجوان۔ مالی مشکلات کی وجہ سے وقف جدید کا بقایا رہ گیا تو اخراجات کی رقم بھی چندے میں دے دی۔ جس کی برکت سے پرانے بلز کلیئر اور تنخواہ میں بھی اضافہ چھ گنا رقم مل گئی 10
تَنْعِیم، بَلْدَحْ مکہ سے مغرب کی طرف تَنْعِیم کے راستہ میں ایک وادی 271
تیلنگانہ 14
تیونس، توفیق صاحب ہمیں آپ سے محبت ہے 254
تھرپارکر 678

ٹ

ٹاؤن شپ لاہور 13، 582
ٹوبہ ٹیک سنگھ 582

ٹورانٹو (Toronto) 583، 647
ٹورانٹو ویسٹ (Toronto West) 583
ٹوگو 375
ٹی آئی کالج لاہور 448
ٹی آئی کالج۔ ربوہ 113، 114
ٹیکسلا 463

ث

ثَنِیَّةُ الْمَرَّةِ۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام 351
غارِ ثور میں قیام 628

ج

جابیہ 180، 185
جابیہ شہر 527، 505
جارج واشنگٹن یونیورسٹی امریکہ 602
جاسوم / بئرِ جَاسِم۔ شام کی سمت رَاتِج کے نواح میں ابو ھَیْثَم بن تیّھان کا کنواں، بہت عمدہ پانی، نبیؐ نے پیا 134
جَاسُوم، سُوَیْلِم یہودی کے گھر میں منافقین کا جمع ہونا جَاسُوم مقام پر تھا......... 134
جامعہ احمدیہ جرمنی، اسامہ صادق ابن محمد صادق......... جامعہ احمدیہ جرمنی ذکر خیر 519
جامعہ احمدیہ ربوہ 488، 601
جامعہ احمدیہ قادیان 493، 551
جامعہ احمدیہ کینیڈا 489
جامعہ احمدیہ یوکے کے قیام کے بارہ میں خلیفہ رابعؒ کی قائم کردہ کمیٹی 520
جامعہ احمدیہ یوکے، چیف ایڈمنسٹریٹر 520
جامعۃ المبشرین۔ قادیان 618
انٹرنیشنل جامعہ۔ گھانا 332، 333، 493
جُحفہ 455
جُرف 298
جُرُف، مدینہ سے شام کی طرف تین میل کے فاصلہ پر کھجور کے درخت بھی اس میں تھے، یہ آنحضرتؐ نے حضرت زبیرؓ کو دیا 438
جرمنی 12، 13، 100، 197، 364، 449، 581، 582
الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت اور حالات کی وجہ سے دعا کی تحریک 663، 664
پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں پر مخالفانہ ستم اور دعا کی تحریک 678
پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک الجزائر کی عدالت کے جھوٹے مقدمات میں ماخوذ احمدیوں کو رہا کرنا......... 690
الجزیرہ 513
جعِرَّانہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام 482
جلنگھم (Gillingham) 13، 582
جَلَولاء۔ عراق کا شہر اور وجہ تسمیہ 358
جموں وکشمیر 14، 583
جہلم 332، 519
جھاڑ کھنڈ انڈیا۔ بک فیئر پر آنے والے......... حضور انور کی کتاب سے متاثر ہونا اور......... 386

چ

چک سکندر گجرات 519
چکوال 582
چنیوٹ 421
چیم (Cheam) 13، 582
چین 518
چینی۔ عہدہ پور کا ایک مقام 421

ح

حبشہ 450
حجرات، مسجد نبوی اور حجرات کی تعمیر کے لئے جگہ خریدی 606
حسن پور، ملتان 667
حضرموت 103، 128
حلب 484
حمص 505

فتح حمص 507
حنین۔ مکہ اور طائف کے درمیان 22
حَوَارِن۔ شہر 47
حوران ملک شام۔ جہاں حضرت سعد بن عبادہؓ کی وفات ہوئی 37
حوراء 128
حَوْرَاء بحیرۂ احمر پر ایک پڑاؤ جہاں سے حجاز اور شام کے درمیان چلنے والے قافلے گزرتے ہیں......... 276
حیدر آباد 13، 14، 493، 582، 583
حیدر آباد دکن 40
حیرہ عراق 505

خ

خانیار سرینگر، خلیفہ نور الدین (جمونی) کا تحفہ گولڑویہ میں محلہ خانیار سرینگر کے حوالے سے قبر مسیح کی تحقیق کا ذکر 463
خَرَّارُ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو مدینہ ہجرت کرتے ہوئے خَرَّارُ نامی وادی میں شامی کپڑے پہنائے 131
خرطوم 603
خوشحال ٹاؤن پشاور 599
خیبر، آنحضرتؐ کا حضرت ابو طلحہؓ کو فرمایا کہ کوئی لڑکا تلاش کریں جو خدمت کرے اور حضورؐ خیبر کا سفر فرمائیں 57

د

دارارقم 103، 275
دارالرحمت شرقی ربوہ 347
دارالذکر لاہور 13
دارالضیافت ربوہ 113، 448
دارالعلوم شرقی۔ ربوہ 54
دمشق 47، 277، 364، 484، 562
فتح دمشق 506
حضرت سعید بن زیدؓ کو دمشق کا گورنر بنایا جانا لیکن انہوں نے جہاد کو ترجیح دی 277
دہلی 14، 491، 583
دہلی گیٹ لاہور 13، 582، 693
دولیاہ جٹاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر 363
دُومہ کے سردار عیسائی اصبغ بن عمرو کلبی کی بیٹی تماضر سے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کی شادی (بعد میں ام ابو سلمہ کہلائی) 286
دیال سنگھ کالج 448
دھرم کوٹ رندھاوا 110

ڈ

ڈامشٹڈ (Darmstadt) 582
ڈٹسن باخ (Dietzenbach) 13، 582
ڈرگ روڈ کراچی 582
ڈرہم 13، 14
ڈسکہ ضلع سیالکوٹ 168
ڈنمارک، فرانس اور ڈنمارک میں خاکوں کی اشاعت پر جماعت احمدیہ کا صحیح ردّ عمل 584
ڈیٹرائٹ (Detroit) 13، 582
ڈیرہ غازی خان 13
ڈیفنس لاہور 13، 582

ذ

ذُوالْمَرْوَہ 674
ذوجدر قبا کی جانب مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر چراگاہ جہاں بنو نضیر کے لئے سواریاں لائی گئیں جلاوطنی کے لئے 81
ذُوخُشُب 674
ذِی قَار، کوفہ اور وَاسِط کے درمیان ایک مقام 359

ر

راولپنڈی 13، 582
بریگیڈیئر بشیر احمد ابن ڈاکٹر محمد عبد اللہ سابق امیر ضلع راولپنڈی کا ذکرِ خیر 125
رائن لینڈ فالز 13
رائے پور ریاست نابھہ ہندوستان 405

ربوہ 13، 39، 53، 65، 168، 178، 347، 348، 364، 582، 603، 631، 633
ربوہ، خلیفہ ثالثؒ کا ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کو لندن سے واپس آنے کا ارشاد......... 51
رجائنا (Regina) 583
رچناٹاؤن، لاہور 693
رشیا۔ بدایاں اُدّوارد صاحب آرمینین۔ احمدی ہونے کے بعد ہر ماہ وقف جدید اور تحریک جدید چندہ.........اور اس کی برکت 11
رقیم پریس فارنہم اور افریقہ دیگر میں ہونے والے کاموں کی تفصیل 382
رقیم پریس انگلستان کی زیر نگرانی افریقہ میں آٹھ پریس اور ان کے کاموں کی رپورٹ 383
رملہ 563
روڈرمارک 13
روڑکی 491
روسلزہائم (Rüsselsheim) 582
رَوضَہ خَاخ 414، 658
روکوپور۔ سیرالیون 632
روم 257
اہل روم کا حضرت ابو ایوبؓ کی قبر کی حفاظت اور قحط کے ایام میں ان کے ذریعہ پانی طلب کرنا 617
روہمپٹن 13
روئنڈرمارک (Rödermark) 582
ریڈشٹڈ (Riedstadt) 582
رینزپارک 13

ز

زائر۔ افریقہ 489
زَرْقاء۔ مقام 129
زفران۔ جگہ 307
زمبابوے 581

س

سالوپینگ 377
ساؤتومے 375، 581
ساؤتھ چیم (South Cheam) 582
ساؤتھ ورجینیا (South Virginia) 13، 582
سپِن ویلی (Spen Valley) 582
سپین 520
سرابہ میرٹھ 491
سُراۃ، حضرت بلالؓ مکہ میں پیدا ہوئے یا یمن۔ سُراۃ میں 450
سراۃ، اس کو جبل سراء بھی کہتے ہیں 137
سربٹن 13
سرغ، مقام 292، 514
سرغ، حضرت عمرؓ کا سرغ مقام پر پہنچنا 562
سرگودھا 13
سرگودھا کے ایک مخلص کا حضرت خلیفہ ثانی کی تحریک کا سننا اور بغیر پاسپورٹ کے ہی افغانستان چلے جانا 244
سسکاٹون (Saskatoon) 583
سفوان 444، 637
سکندریہ، مصر اور سکندریہ اور کوفہ اور بصرہ و مدینہ میں حضرت زبیرؓ کی جائداد 442
سلیکون ویلی (Silicon Valley) 582
سَلیْل 287، 288
سمن آباد لاہور 13
سنداکن سبا، ملائیشیا 552
سندھ 332
سنگاپور 581
سوانزی (Swansea) 582
سونگڑا۔ اڑیسہ 38
سوئٹزرلینڈ 581
سویڈن 680

سیاٹل (Seattle) 582

سیالکوٹ 582،520،13

سیر الیون 632،581،375،13،12

سیر الیون، جمال الدین محمود۔ ذکرِ خیر 631

سیر الیون، فری ٹاؤن، عثمان صاحب، تحریک جدید کا زیادہ چندہ دینے کی خواہش، ایک معمولی سی دوکان ہے اور خدا تعالیٰ نے توفیق دی دس گنا زیادہ چندہ دینے کی 576

سیلیکون ویلی 13

سینٹرل افریقہ 581

سینٹرل ورجینیا (Central Virginia) 582،13

سینیگال 581،375،13

آنریبل کا بینے کا باجا کاٹے صاحب آف سینیگال۔ ذکرِ خیر ممبر پارلیمنٹ 464

تانبا کنڈا ریجن، دو فرقوں تیجانیہ اور مریدیہ کا مباحثہ لٹریچر اور قرآن کا ترجمہ پڑھ کر امام اور سارا گاؤں احمدی ہو گیا 377

سیئٹل 13

ش

شام 690،479،288،287،271،221،128،37

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کا جہاد کے لئے شام کی طرف چلے جانا 473

شام، حضرت عثمانؓ کا اسلام قبول کرنا اور آنحضورؐ کو بتانا کہ شام سے واپسی پر معان مقام پر ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا 130،129

حضرت عمرؓ کا حضرت ابیؓ سے پوچھنا کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے تو کہا میں اپنا ہی کھاتا ہوں......... 530

حضرت عمرؓ کا سرغ مقام پر پہنچنا۔ بتایا گیا شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے......... 562

حضرت عمرؓ کا شام کی طرف جانا اور راستہ میں طاعون اور مشورہ اور اختلاف رائے 292

حضرت عمرؓ کی شام آمد اور حضرت بلالؓ کا اذان دینا 513،475

حضرت معاذ بن جبلؓ کا شام کی طرف چلے جانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کی روانگی مدینہ اور اہل مدینہ کو فقہ میں......... 547،546

شام، فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرکردگی میں مصر پر حملہ اور حضرت عمرؓ نے مدد بھیجی دس ہزار فوج اور چار افسر۔ فرمایا ایک افسر ایک ہزار کے برابر ہے ان میں سے ایک حضرت زبیرؓ تھے 416

شَامَہ پہاڑ 455

شاہدرہ کالونی دہلی گیٹ لاہور 124

شاہدرہ، توہین رسالت کے قانون کے تحت سزائے موت کا پہلا مقدمہ جس احمدی پر ہوا مکرم چودھری حبیب اللہ مظہر صاحب پر جو 29/ اکتوبر 1991ء کو تھانہ شاہدرہ میں درج ہوا 679

شِعبِ اَجیاد۔ مکہ میں صفا پہاڑی سے متصل مقام جہاں آنحضرتؐ نے بکریاں چرائی تھیں 341

شکاگو (Chicago) 582،13

شیانگا ریجن۔ تنزانیہ کے ایک چیئرمین، جو خدا کے ہی منکر تھے۔ احمدی ہو کر......... 386

شیخ محمدی گاؤں پشاور 599

شیخوپورہ 13

ص

صِرار مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ 286

ط

طاہر احمدیہ مسلم سینٹر سکول، گیمبیا 447

طاہر ہارٹ ربوہ 182

طائف 352

طُفَیل پہاڑ 455

ع

عدن 103

عُذَیب، قادسیہ اور مُغیثہ کے درمیان ایک جگہ قادسیہ سے چار میل 537

عراق 513،505،358،352

حضرت سعدؓ نے عراق کی مردم شماری کروائی 394
عراق میں حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں حضرت مثنیٰؓ بن حارثہؓ نے ایرانیوں کے بار بار تنگ کرنے کی وجہ سے بارڈر پر اجازت چاہنا اور 358
عزیز آباد کراچی 13، 582
عُسفان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ 57
عقبہ ثانیہ کی کچھ تفصیل 566
عَقیق مدینہ سے سات میل دور ایک مقام جہاں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے وفات پائی 401
عقیق مدینہ کے انواح میں ایک وادی 278
علی پور، ملتان 667
عمر کوٹ 13، 582
عہدی پور ضلع نارووال، رفیقاں بی بی اہلیہ بشیر احمد ڈوگر عہدی پور ضلع نارووال کا ذکرِ خیر 332
عہدی پور نارووال، ادیب احمد ناصر مربی سلسلہ ابن محمد ناصر احمد ڈوگر عہدی پور نارووال کا ذکرِ خیر 420
عَوالی، مدینہ کے بالا جانب کا علاقہ جس میں قباء اور......... 45

غ

غابہ.........کی زمین 441
غازی پور ضلع گورداسپور 110

ف

فارس، حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو مدینہ میں قائمقام مقرر کر کے فارس کی طرف جانا......... حضرت عبدالرحمٰنؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپؓ کو جانے سے روکا 287
فرانس اور ڈنمارک میں خاکوں کی اشاعت پر جماعت احمدیہ کا صحیح ردّ عمل 584
فرانس کے صدر نے اسلام کو کرائسس کا شکار مذہب قرار دینا اور حضور انور کی تردید 584
فرانس، لیلیٰ صاحب کا اظہار اخلاص کہ روزانہ آپ کا خط پڑتی ہوں دعا کرتی ہوں، بیعت کے بعد ایک نئی انسان بن گئی ہوں 252
فرانس، امیر صاحب فرانس کا ایک دوست کے بارہ میں بتانا کہ ایک ہزار یورو کا وعدہ تھا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے اس کا حصول مشکل، لیکن دعا اور شدید خوہش کو اللہ نے پورا کیا اور ہزار یورو بونس کے طور پر مل گئے 575
فرانس، کرونا / کووڈ کے دوران حضور انور کا چند سربراہانِ حکومت کو دوبارہ خط لکھنا۔ فرانس کے صدر کو بھی، یہ کہ یہ عذاب اور آفات ظلموں کی وجہ سے آتے ہیں......... 586
فرانس، مالی قربانی۔ ایک عرب دوست۔ مالی پریشانی کا شکار اور کسی نے 20 یورو دیئے۔ وہ بھی چندہ وقف جدید میں دے دیئے تو ایک ایسا معجزہ ظاہر ہوا کہ......... 6، 7
فرانس۔ ایک عرب دوست۔ مالی پریشانی کا شکار اور کسی نے 20 یورو دیئے۔ وہ بھی چندہ وقف جدید میں دے دیئے تو ایک ایسا معجزہ ظاہر ہوا کہ......... 6، 7
فرائنزہائم (Freinsheim) 582
فری پورٹ۔ ٹرینی ڈاڈ 489
فریڈبرگ 13
فرینکفرٹ (Frankfurt) 13، 582
فُسطاط شہر کی آبادی اور قاہرہ اسی کا جدید حصّہ 416
فضل عمر ہسپتال 630
خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب کو پاکستان آکر فضل عمر ہسپتال میں کام کرنے کا ارشاد 40
خلفائے احمدیت کی دعاؤں کے طفیل اللہ کے فضل سے یہاں بہت سے معجزے ہوتے دیکھے (ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب) 53
فلپائن 377، 552
مربی صاحب طلحہ، فلپائن کی پرانی جماعت سمیونول، تین اساتذہ جن کو تنخواہ بھی کچھ عرصہ سے نہیں ملی، پھر بھی تحریک جدید میں بڑھ چڑھ کر حصہ 577
فُلس، بت گرانے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا جانا 661
فلسطین 505
فلورزہائم (Flörsheim) 582
فلورس ہائم 13
فیصل آباد 582

فیصل ٹاؤن، لاہور 465

ق

قادیان 14، 66، 91، 92، 125، 127، 243، 347، 348، 358، 364، 366، 406، 421، 491، 520، 553، 583، 667

قادیان سے مامون رشید صاحب بیان۔ سولیجہ صاحب کا وقفِ جدید کا چندہ اور اسکی برکت 8

قادیان کثرت سے آؤ......... یعنی مرکز سے تعلق رہے اور خلافت سے بھی 681

قادیان، انعام غوری صاحب۔ ناظر اعلیٰ قادیان 493

قادیان، عبدالواحد۔ معلم سلسلہ قادیان۔ ذکرِ خیر 552

قادیان، وکیل المال الاوّل، کیرالہ کی جماعت کیرولائی، کے ایک دوست کا کاروبار کی رقم چندہ تحریک جدید میں دے دیا اور اس کی برکت سے کئی ملین کا پراجیکٹ مل گیا، وعدہ سے بڑھ کر رقم دے دینا 579

قازان تاتارستان۔ رشیا 631

قازقستان، لینار عبدالرحمانوف صاحب۔ قازقستان مالی قربانی کے نتیجہ میں گھر میں بہت سی برکات 578

قائداعظم یونیورسٹی 518

قبا 259

حضرت اسماء کا مکہ سے مدینہ ہجرت، قبا میں پڑاؤ اور وہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا پیدا ہونا......... 409

حضرت علیؓ کی ہجرت مدینہ، قبا میں کلثوم بن ھدم کے ہاں قیام 627

قسطنطنیہ 617

ک

کاسل ہل (Castle Hill) 14، 583

کالانگور 377

کالی کٹ (Calicutt) 14، 583

کانگوبرازاویل 581

کانگوکنساشا 12، 581

کبابیر۔ الخلیل میں نئی جماعت کا قیام اس جگہ پر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی ازواج مطہرات کی قبور ہیں 378

ضلع کٹک 38

کراچی 13، 40، 520، 582

کرناٹک (Carnatic) 583

کرناٹکہ 14

کرولائی (Karulai) 583

کرونڈی ضلع خیرپور 362

کری باتی، صدر مملکت کا جماعت احمدیہ کو پرامن مذہب قرار دے کر......... 386

کسکر۔ نہروان سے لیکر بصرہ کے قریب علاقہ 395

کنانور ٹاؤن (Kinanoor Town) 583

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج 50

گوئٹے مالا۔ کوبان شہر میں نئی جماعت کا قیام 377

کوبلنز 13

کوٹلی 582

کُوثی تاریخی شہر جہاں حضرت ابراہیمؑ کو قید کیا 393، 394

کوفہ 278، 358، 393

کوفہ شہر کی تعمیر 395

کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے محل بنایا تو اس کی چھان بین کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا اور انہوں نے محل کا دروازہ جلا دیا......... 86

کوفہ میں دستور مُردوں کو اپنے صحنوں میں اور اپنے گھروں کے دروازوں کے ساتھ دفن کرتے 224

حضرت عثمانؓ کا حضرت سعدؓ کو کوفہ کا والی بنانا اور تین سال بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اختلاف کی بناء پر سعدؓ کو معزول کر دیا جس پر سعدؓ نے مدینہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی......... 397

حضرت علیؓ نے کوفہ منتقل ہونے کے بعد حضرت ابو ایوبؓ کو مدینہ کا گورنر بنایا 612

مصر اور سکندریہ اور کوفہ اور بصرہ و مدینہ میں حضرت زبیرؓ کی جائداد 442

کولکتہ (Kolkata) 583،14
کولون(Köln) 582
کونگوبرازاویل 375
کونگوکنشاسا 375
کوہاٹ 647
کوئٹہ 582
کوئمباٹور (Coimbatore) 583،14
کیتھلی(Keighley) 582
کیرالہ (Kerala) 583،14
کیرانگ 14
کیرولائی 14
کیل(Kiel) 582
کیلگری (Calgary) 583،14،13
کیمرون 375،13
کیمرون۔ ڈگوئی گاؤں کے ایک نومبائع احمدو صاحب۔ دو بالٹیاں مکئی وقف جدید۔ غربت کا عالم اور خدا کی طرف سے انعامات......... 4
کینبرا 14
کینیا 581،12
ملک علی محمد صاحب،بچکہ ضلع سرگودھا، محمد افضل ظفر صاحب مربی سلسلہ کینیاکے والد، ذکرِ خیر 693،692
کینیڈا 692،648،583،581،464،113،13،12
کینیڈا کے ایک سیرین احمدی کا پانچ ہزار کینیڈین ڈالر کا وعدہ تحریک، لیکن لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت کچھ بدل گیا......... پھر خداتعالیٰ نے کام کی توفیق دی اور وعدہ آسانی سے پورا ہو گیا 576،575
کینیڈامیں خلیفہ خامس کادورہ اور محبت واخلاص جرمنی 251
کمانڈر چوہدری محمد اسلم۔ کینیڈا، ذکرِ خیر 647

گ

گجرات 582
گروس گیراؤ(Gross-Gerau) 582،13
گلشن اقبال کراچی 582،13
گلشن جامی کراچی 13
گنی بساؤ 375
گنی بساؤ کے محمد براہیم صاحب، حضور انور کا اعلان اور خطبہ سن کر وعدہ لکھوایا پھر کرونا کی وجہ سے آمدن بند، پریشانی، دعا، اور گھر بیٹھے کام مل گیا، یہ سب برکات خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنے کی وجہ سے 579،578
گنی بساؤ۔ اوئیو ریجن کے مشنری عبدالعزیز صاحب کا بیان۔ ایک بوڑھی خاتون مسکوتہ صاحبہ چندہ کی رقم گر گئی تو ادہار لیکر چندہ وقفِ جدید کی ادائیگی اور گمشدہ رقم واپس مل گئی 9
گنی بساؤ۔ مونٹیرو کمارا صاحب جو رقم کھانے کے لئے تھی وہ وقفِ جدید میں دے کر کسی سے ادہار لیکر کھانے کا انتظام تو اگلے ہی دن خدا نے کھانے کا سارا انتظام کر دیا۔ بھوکے رہ کر قربانی کرنے والے لوگ......... 6
گنی کناکری 464،375
گنی کناکری۔ کنڈیاریجن کے ابوبکر صاحب۔ ٹانگ کے آپریشن کی رقم چندہ میں وقفِ جدید اور برکت یہ کہ آپریشن کا سارا خرچ حکومت نے ادا کر دیا......... 8
گوجرانوالہ 647،582،13
گورنمنٹ ایف سی کالج 647
گورنمنٹ کالج لاہور 647
گوکھووال فیصل آباد، ڈاکٹر حمید الدین ابن محمد دین۔ گوکھووال فیصل آباد 127
گولیکی۔ گجرات، حضرت مولوی نورالدین صاحب اجملؓ آف گولیکی ضلع گجرات 693
گوئٹے مالا میں پہلی مسجد بیت الاوّل کے 31 سال بعد مسجد نور کی تعمیر اور اسکی تفصیل 378
گوئٹے مالا۔ کوبان شہر میں نئی جماعت کا قیام 377
گیانا 680،489
گیمبیا 581،375،364،12
گیمبیاایک خاتون رحمت جالو صاحبہ نے بیعت کی اپنی حیثیت سے

بڑھ کر چندہ دینا کہ میں خلیفہ ٔوقت کا پیار چاہتی ہوں........ 253
گیمبیا کے ایک گاؤں۔ عثمان صاحب۔ ایک بالٹی مکئی کا وعدہ وقف جدید میں اور خدا تعالیٰ کا بڑھا کر دینا 4،3
گیمبیا کے لوکل مشنری کیبا جالو Kebba Jallow کا بیان کہ ایک نومبائع احمدی دوست عبد اللہ ای جاوو کا اپنی فصل کا بیج فروخت کر کے چندہ وقف جدید دینا اور پھر فصل میں اتنی برکت کہ گزشتہ سال سے تین گنا نفع اور مزید چندہ دینا 3
گیمبیا کے مشہور ادارے مینجمنٹ ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ کے بانی 447
الحاج ابراہیم مبائع۔ نائب امیر سوم گیمبیا کا ذکرِ خیر 447
بیگم مسز عقیبہ صاحبہ صدر لجنہ گیمبیا 447
تحریک جدید کے حولے سے پروگرام اور ایک دوست ابراہیم صاحب نے ایک ہزار ڈلاسی اور اپنے اکلوتے بیٹے کو وقف کر دیا 580
گیمبیا۔ عبد الرحمٰن۔ چندہ وقفِ جدید کی برکت سے ساری ضرورتیں پوری ہونا 5
گھانا 632،581،375،12
جنرل سیکرٹری اکرازون آدم صاحب کا پچاس سیڈی چندہ تحریک جدید میں دینا تو ہزار سیڈی مل گیا 580
حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ۔ ذکرِ خیر صدر لجنہ گھانا 329
گھانا، گیمبیا، آئیوری کوسٹ۔ کے احمدیوں کا اخلاص و وفا......... خلیفہ خامس 250
گھانا۔ کوفوار یڈوا، کماسی 489

ل

لاذقیہ، فتح لاذقیہ 507
لاس اینجلیس (Los Angeles) 582،13
لانگن 13
لاہور 691،602،582،464،448،405،125،53،50،13
لائبیریا 581،375،362
لائبیریا۔ کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی کی جماعت دو چھوٹے بچوں سلیمان اور عبد اللہ کمارا صاحب کا وقفِ جدید میں چندہ کا خلیفہ المسیح کا ارشاد پر خود پیسے جمع کر کے چندہ دیا 12
لندن 680،448،421،405،182،179،168،53
لوبی چاکو 375
لوگن ویسٹ 14
لیمنگٹن سپا 13

م

ماتھاٹم (Mathatum) 583
ماڈل ٹاؤن لاہور 404
مارسڈن پارک (Marsden Park) 583،14
مارشل آئی لینڈز، مبلغ ساجد اقبال صاحب، ناصر کیوشی راکن صاحب جو جماعت کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے، دو ڈالر کا وعدہ لکھوایا اور اللہ نے نوکری بھی دی، رہائش بھی اور 50 ڈالر چندہ دیا 576
ماسکو۔ روس 630
مالی 581،12
مالی کے ریجن سکاسو کے ایک مبلغ احمد بلال صاحب لکھتے ہیں کہ ایک نومبائع احمد جلا صاحب۔ مالی مشکلات اور ایک خواب جس کے نتیجہ میں ان کا عہد کہ کچھ بھی ہو آئندہ سے چندہ کی ادائیگی میں سستی نہیں کرنی......... 9
مالی کے ریجن، سان، جماعت وولون کے ایک ممبر عبد الرحمٰن کولیبالی کا آخری وقت میں وصیت کہ خلافت سے وفادار رہنا اور ہمیشہ چندے دینا 252
مالی۔ ڈیما میں مسجد کی تعمیر پھر رکاوٹ اور بعد میں وہ ختم اور پھر اجازت اور اچھا اثر 380
ماؤنٹ ڈروئٹ (Mount Druitt) 583
مآب۔ شام کا شہر 505
مٹھی المہدی ہسپتال 678
مجنّہ 455
مچم پارک 13
مدائن کا تعارف 358
مدائن کو فتح کرنا اور آنحضرتؐ کی پیشگوئی پوری ہونا 394
مدرسۃ الحفظ گھانا 493
مدین 358

مدینہ 17، 19، 29، 37، 60، 131، 155، 261، 262، 278، 279، 284، 299، 315، 352، 371، 499، 500، 533، 538، 614، 670

مدینہ پر نگران بھی مقرر کئے گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ 68

مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ کا حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں قیام تفصیل 605 تا 608

مدینہ کی طرف سب سے آخر میں ہجرت کر کے آنیوالے حضرت علیؓ اور حضرت صہیبؓ 259

مدینہ میں اجناس خوردنی کا قحط اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی فیاضی 297

مدینہ میں آنحضرتؐ کا پیغام اور مدینہ والوں کا یہود کی باتیں سن کر......دلی طور پر تیار ہو جانا......... 116

مدینہ میں سب سے پہلے آنے والے مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ 106

مدینہ میں شہدائے احد پر رونے والیوں کا سن کر آنحضرتؐ کا فرمانا کہ حضرت حمزہؓ کے لئے رونے والا کوئی نہیں......... 539

مدینہ میں کچھ صحابہ کا شراب کی مجلس میں آنے والے نے بتایا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے......... 64

مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں مؤاخات قائم فرمائی۔ سو صحابہ کے درمیان مؤاخات یعنی پچاس مہاجرین اور پچاس انصار کے درمیان 635

مدینہ میں ہجرت سے قبل سب سے پہلے جمعہ پڑھانے والے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور اسکی تفصیل 107

مدینہ ہجرت کے بعد صحابہ کا بیمار ہونا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت بلالؓ کا مکہ کی جدائی میں اشعار پڑھنا 454، 455

ایک خواب کی بناء پر حضرت بلالؓ کا مدینہ آنا زیارت روضہ رسول کے لئے، حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی فرمائش پر اذان دینا اور مدینہ میں کہرام بپا ہونا 475، 476

آنحضرتؐ کا حضرت سعدؓ کی مکہ میں عیادت کرنا اور فرمانا کہ تمہیں تو دل کی تکلیف ہے تم حارث بن کلاہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت پیس لے اور بطور دوا تمہیں پلائے 357

آنحضرتؐ کا مدینہ کے بارہ میں دعا کرنا کہ ہمیں ایسا پیارا بنا دے جیسے مکہ ہمیں پیارا ہے اور ہمارے صاع اور مُدّ میں برکت رکھ دے اور مدینہ کو صحت بخش مقام بنا دے......... 455

آنحضرتؐ کا مدینہ میں مکانوں کی حد بندی کرنا اور حضرت زبیرؓ کو زمین کا ایک بڑا ٹکڑا مقرر کرنا 437

آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر اہل مدینہ کی خوشی کی انتہاء......... 106

آنحضرتؐ کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپؐ کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعب 527

آنحضرتؐ کی مدینہ ہجرت کے بعد قریش مکہ کا مدینہ والوں عبد اللہ بن ابی بن سلول وغیرہ کو تہدیدی خط اور ان لوگوں کا ردّ عمل......... 302

آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابو بکرؓ کا اعلان جنگ......... 670

باغیوں کا مدینہ کا محاصرہ اور حضرت مصلح موعودؓ کا تفصیلی بیان 673

بُسر بن اَبُواَرطاۃ کی قیادت میں مدینہ پر حملہ 612

حضرت اسماء کا مکہ سے مدینہ ہجرت......... 409

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مدینہ کی طرف ہجرت اور اپنے بھائی عتبہ کے پاس قیام جو مکہ میں ایک خون ہونے کی وجہ سے مدینہ آباد ہو گیا تھا 344

حضرت سعد بن معاذؓ کا عمرہ کے لئے مدینہ جانا اور ابو جہل وغیرہ کا ردّ عمل 304 تا 306

حضرت سعدؓ کی نماز کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے پاس شکایت جس کی تحقیق کے لئے محمد بن مسلمہ کو بھیجنا معلوم ہوا یہ شکایت غلط ہے.........اس کی تفصیل لیکن حضرت عمرؓ نے مصلحتاً حضرت سعدؓ کو مدینہ بلا لیا 396

حضرت طلحہؓ مکہ سے حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں کو لیکر مدینہ پہنچے 131

حضرت عائشہؓ کا بیان کہ ہم مدینہ آئے تو یہ وبازدہ مقام تھا اور بطحان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا......... 455

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا امیہ بن خلف کو خط لکھنا کہ تم مکہ

میرے مال اور بچوں کی حفاظت کرو میں مدینہ میں کروں گا 457
حضرت عثمانؓ کا حضرت سعدؓ کو کوفہ کا والی بنانا اور تین سال بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اختلاف کی بناء پر سعدؓ کو معزول کر دیا جس پر سعدؓ نے مدینہ میں گوشہ نشینی اختیار کرلی......... 397
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ کے حالات 674
حضرت علیؓ نے کوفہ منتقل ہونے کے بعد حضرت ابو ایوبؓ کو مدینہ کا گورنر بنایا 612
حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو مدینہ میں قائمقام مقرر کر کے فارس کی طرف جانا......... 287
حضرت مصعب بن عمیرؓ جب مدینہ سے مکہ آئے تو والدہ کو ملنے کی بجائے پہلے آنحضرتؐ سے......... 110،109
حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ بھیجنے کا پس منظر 115 تا 117
حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرتؐ کے عہد میں اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں مدینہ میں فتاویٰ دیا کرتے 544
حضرت معاذ بن جبلؓ کا شام کی طرف چلے جانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کی روانگی مدینہ اور اہل مدینہ کو فقہ میں......... 547،546
سعد بن عبادہؓ کی وفات کا مدینہ میں کیونکر علم ہوا؟ 37
مصر اور سکندریہ اور کوفہ اور بصرہ و مدینہ میں حضرت زبیرؓ کی جائداد 442
مڈلینڈز (Midlands) ریجن 582،13
مڈل ایسٹ 581،12
مَرُّالظَّہرَان 455،19
مراکش سے اَفَارِی صاحب مجھے آپ کو دیکھ کر نشہ سا ہونے لگتا ہے 254
مرج الدیباج، شہر 514
ضلع مرشد آباد بنگال 618
مڑھ بلوچاں ضلع ننکانہ، ڈاکٹر طاہر محمود ابن طارق محمود۔ مڑھ بلوچاں ضلع ننکانہ کا شہادت اور ذکرِ خیر 631،630
مسجد اقصیٰ 33
مسجد فضل۔ لندن 582،349،13
مسجد فضل ریجن 582،13
مسجد نبوی اور حجرات کی تعمیر کے لئے جگہ خریدی 606
مسس ساگا (Mississauga) 583،13
مشارف۔ بستی 47
مُشَقَّق، تبوک کا ایک مقام 550
مصر اور سکندریہ اور کوفہ اور بصرہ و مدینہ میں حضرت زبیرؓ کی جائداد 442
حضرت ابو ایوبؓ کا مصر کی طرف دو بار سفر ایک بار ایک حدیث کے لئے اور دوسری بار غزوہ روم میں شرکت کے لئے 614
مَصِّیْصَہ شہر 514
مَطَابِخ، مکہ میں جگہ کا نام 410
معان، ملک شام میں حجاز کی طرف بلقاء کے نواح میں شہر 47
حضرت عثمانؓ کا اسلام قبول کرنا اور آنحضورؐ کو بتانا کہ شام سے واپسی پر معان مقام پر 130،129
فِحل کا معرکہ 506
مغل پورہ لاہور 582
مکہ 659،604،443،357،284،261،220،214
مکہ کے لوگ انصار کو حقیر سمجھا کرتے تھے 282
مکہ میں شعب ابی طالب میں مسلمانوں پر تکالیف اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان کرنا......... 344
مکہ میں مہاجرین کے درمیان مؤاخات پر حضرت زبیرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور مدینہ میں حضرت سلمہ بن سلامہؓ کے درمیان 635،409
مکہ میں مؤاخات اور حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنانا 635
آنحضرتؐ کا حضرت سعدؓ کی مکہ میں عیادت کرنا اور فرمانا کہ تمہیں تو دل کی تکلیف ہے تم حارث بن کلاہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت پیس لے اور بطور دوا تمہیں پلائے 357
حضرت اسماء کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا 409
حضرت بلالؓ مکہ میں پیدا ہوئے یا یمن۔ سُرَاۃ میں 450
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مدینہ کی طرف ہجرت اور اپنے بھائی عتبہ کے پاس قیام جو مکہ میں ایک خون ہونے کی وجہ سے مدینہ آباد ہو گیا تھا 344

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا امیہ بن خلف کو خط لکھنا کہ تم مکہ میرے مال اور بچوں کی حفاظت کرو میں مدینہ میں کروں گا 457
حضرت مصعب بن عمیرؓ جب مدینہ سے مکہ آئے تو والدہ کو ملنے کی بجائے پہلے آنحضرتؐ سے......... 110،109
حضرت مصعب بن عمیرؓ کا ستر افراد کا قافلہ لیکر مکہ آنا 109
فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ کا حنین کی طرف روانہ ہونا اور مکّہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو چھوڑنا کہ انہیں دین اور قرآن سکھائیں540
ملاوی میں پہلی مسجد کی تعمیر اور اسکی تفصیل 379
ملائیشیا، عبداللہ مُلسیکو۔ ملائیشیا کے لوکل مشنری، ذکرِ خیر 552
ملبرن بیروک(Melbourne Berwick) 583
ملبرن لانگ وارن(Melbourne Long Warren) 583
ملتان 100،13
ملٹن ویسٹ 14،13
من ہائم(Mannheim) 582
منیٰ 115
مہاراشٹرا (Maharashtra) 583
مہدی آباد(Mehdi-Abad) 582،13
مؤتہ۔ بستی 129،47
مورفلڈن(Mörfelden) 582
مُوصل، شہر 440،257
میرپورخاص 582،178،13
میرٹھ انڈیا 491
میری لینڈ 13
میری لینڈ (Maryland) 582
میسیڈونیا۔ کے مبلغ انچارج۔ بوسنیا کے دوست پاکستان کا کہنا کہ دبئی ائیر پورٹ پر ایک فیملی سے ملاقات ہوئی تو ایک تین چار سالہ بچی کا کہنا کہ ہمیں نماز پڑھنی چاہیئے، سچ بولنا چاہیئے......... اس سے پوچھا کہ تمہاری سب سے بڑی خواہش کیا ہے لندن میں پیارے حضور سے ملنا چاہتی......... 253
میکسیکو میں بطور سنٹر اور مسجد عمارت کی خرید 380
میلبرن بیروِک 14
میلبرن لانگ وارِن 14

ن

نارتھ ہیمپٹن(Northampton) 582
نارتھ ورجینیا 13
نارتھ ویلز(Noth Wales) 582
ناروے 692
ناروے، کرسچن سانڈ میں ایک چرچ کی عمارت بطور مسجد خریدی گئی۔ مسجد مریم میں تبدیل 379
نالبہ، حضرت میاں نظام الدین صاحب آف نالبہ۔ صحابی حضرت مسیح موعودؑ 449
نائیجر 581،375
نائیجریا، بینن۔ خلیفہ خامس سے انداز محبت و وفا 250
نائیجریا 12، 13، 247، 364، 375، 422، 581
نجد 83
آنحضرتؐ کی وفات پر عرب کے قبائل کا ارتداد و بغاوت اور زکوۃ کی ادائیگی سے انکار اور حضرت ابوبکرؓ کا اعلانِ جنگ......... حضرت ابوبکرؓ کا خود جنگ کے لئے نکلنا......... نجد کی فتح کے بعد لوگوں کے اصرار پر مدینہ واپس اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر مقرر 670
نجران / یمن کے لوگوں کا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہونا اور درخواست کرنا کہ ہمارے ساتھ کسی امین شخص کو بھیج دیں ابو عبیدہؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ھٰذَا أَمِیْنُ ھٰذِہِ الْأُمَّۃِ 496
نخلہ 185،180،178
نہاوند 358
نہروان، بغداد اور وَاسط کے درمیان جگہ 689
نوابشاہ، چوہدری عبدالرزاق شہید۔ سابق امیر ضلع نوابشاہ 678
نور ہسپتال قادیان، ڈاکٹر طارق صاحب۔ نور ہسپتال قادیان سینئر میڈیکل آفیسر 39
نوئس(Neuss) 582
نوئیس 13
نیپال کے ایک پروفیسر کی حضور انور کی کتاب World

Crisis and The Pathway to Peace پر تبصرہ 385
نیپال، ڈاکٹر گوونداء نیپال کے پروفیسر صاحب حضور انور کی کتاب پر تبصرہ 385
نیدا(Nidda) 582
نیڈا 13
نینوا 440
نیو مولڈن 13

ہ

ہالینڈ کے ایک سیاستدان کے بیان پر حضور انور کا خطبہ اور عذاب الہیٰ سے ڈرانا، جس پر اس کا حکومت کو درخواست دینا۔ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اسلام اور آنحضرتؐ اللہ علیہ وسلم کے مقام کے خلاف ہونے والی ہر حرکت کا جواب دیں گے 585
ہانڈو گجر۔لاہور 403
ہاؤنسلو نارتھ 13
ہرسیاں ضلع گورداسپور 127
ہریانہ، مبلغ کی دعا، بھینس کا دودھ دینا اور خاندان کا احمدیت کا قبول کرنا 551
ہڑپہ ضلع ساہیوال 178
ہمبرگ 100
ہمدان 662
ہملٹن ماؤنٹین 14
ہناؤ 13
ہندوستان 92، 178
ہوشیارپور 465
ہوشیارپور کے ایک جلسہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا اس پیشگوئی کے بارہ میں ذکر 91
ہونڈوروس۔ مقامی احمدی "پرسی موریو" کا مختلف مسائل کا شکار ہونا۔ خلیفۂ وقت کو دعا کا کہنا اور سارے مسائل حل......... خلافت پر اعتبار بڑھنا 254
ہیٹی کے مبلغ قیصر صاحب کا بیان۔ پورٹ آف پرنس کے نور احمدی ابراہیم صاحب کی ایک ضروری فائل اور رقم گر جانا اور چندہ وقف جدید دینا تو فائل کا مل جانا 7
ہیسن ساؤتھ ایسٹ (سوداوسٹ) 13
ہیسن مٹے 13
ہیمبرگ(Hamburg) 13، 582
ہیملٹن ایسٹ (Hamilton East) 583
ہیملٹن ماؤنٹین(Hamilton Mountain) 13، 583
ہیوسٹن (Houston) 13، 582

و

وادیٔ تبوک 292
وادی سباع......... جہاں حضرت زبیرؓ دفن ہوئے 445
وادیٔ صفراء 307
وادی نخلہ 352
وان (Vaughan) 13، 583
وان۔واگن 14
واہ۔گھانا 329
وقفِ جدید، گیمبیا۔عبدالرحمٰن۔چندہ وقفِ جدید کی برکت سے ساری ضرورتیں پوری ہونا 5
ووسٹر پارک(Worcester Park) 13، 582
ویزبادن(Wiesbaden) 13، 582
ویزبادن جرمنی ایک دوست جن کا کیس پاس نہیں ہو رہا تھا تحریک جدید کے حوالے سے ایمان افروز واقعات سنے اور ایک ہزار یورو کا ارادہ، اور کیس پاس ہو گیا 577، 578
ویسٹ بنگال 14
ویسٹن 14
وینکوور (Vancouver) 13، 583
وینی پیگ 13

ی

یثرب 300
یرموک۔ایک وادی شام کے نواحی علاقہ میں 509

یمامہ، آنحضرتؐ کو ہجرت کی بار بار خبر دیا جانا اور جس جگہ کا دکھایا جا رہا تھا وہ یمامہ لیکن جلد ہی یہ خیال دل سے نکال دیا گیا 115
یمن کا انتظام پانچ صحابہ کے درمیان تقسیم تھا......... حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیَّہؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ 555
یمن، آنحضرتؐ کا حضرت علیؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا 662، 663
حضرت بلالؓ مکہ میں پیدا ہوئے یا یمن۔ سُرَاۃ میں 450
حضرت عمرو بن شاس اسلمی کا یمن کے سفر کے دوران حضرت علیؓ کے بارہ میں شکایت۔ آنحضرتؐ سے آکر ذکر کیا تو فرمایا علیؓ کی شکایت نہ کرو......... خدا کی قسم!......... 663
حضرت معاذؓ کو آنحضرتؐ کا یمن کی طرف بھیجنا اور انہیں ہدیہ قبول کرنے کی اجازت دینا 554
حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آنحضرتؐ کا پوچھنا کہ تم کیسے فیصلہ کرو گے......... 559
یمن۔ ریحان صاحب مجھے حضور سے سب لوگوں سے زیادہ محبت ہے......... 254
یَنْبُعْ، مقام عُشَیْرَہ کے پاس ایک جگہ 636
یورپ 581
یوکے 447، 680
یوکے میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے یہ شرط کہ خطبہ تو آپ دے سکتے ہیں لیکن مؤذن کے علاوہ اور کوئی سامنے نہ ہو 575
یوکے۔ جامعہ 87
یوگنڈا 87، 375
یوول Yeovil۔ سومر سیٹ 51

M

MT ڈروئٹ (Druitt) 14